اللہ اکبر

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

عکسی اسلامی

تبلیغی نصاب

کریا صاحب دامت برکاتہم

فضائل نماز | فضائل قرآن مجید

فضائل ذکر

فضائل رمضان

لاہور
پاکستان

لقد كان في قصصهم عبرة لاولي الالباب

حکایاتِ صحابہ

مصنفہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب

رحمہ اللہ تعالیٰ

خواجہ محمد اسلام ادارہ اشاعت دینیات انار کلی لاہور

فہرست

تمہید

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَاَتْبَاعِہِ الْحُمَاۃِ لِلدِّیْنِ الْقَوِیْمِ۔

اما بعد اللہ کے ایک برگزیدہ بندے اور میرے مُربّی و مُحسن کا ارشاد ۵۳ھ میں ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے چند قصّے بالخصُوص کم سن صحابہ اور عورتوں کی دینداری کی کچھ حالت اردُو میں لکھی جائے تاکہ جو لوگ جو قصّوں کے شوقین ہیں وہ واہی تباہی اور جھوٹی حکایات کے بجائے اگر ان کو دیکھیں تو ان کے لیے دینی ترقی کا سبب ہو، اور گھر کی عورتیں اگر راتوں میں بچوں کو جھُوٹی کہانیوں کے بجائے ان کو سنائیں تو بچوں کے دل میں صحابہؓ کی محبت اور عظمت کے ساتھ دینی امُور کی طرف رغبت پیدا ہو، میرے لیے اس ارشاد کی تعمیل بہت ہی ضروری تھی کہ احسانات میں ڈوبے ہوئے ہونے کے علاوہ اللہ والوں کی خوشنودی دو جہاں میں فلاح کا سبب ہوتی ہے مگر اس کے باوجود اپنی کم مائیگی سے یہ امّید نہ ہوئی کہ میں اس خدمت کو انکی مرضی کے مُوافق ادا کر سکوں گا، اِس لیے چار برس تک بار بار اس ارشاد کو سنتا رہا اور اپنی نااہلیت سے شرمندہ ہوتا رہا کہ صفر ۵۷ھ میں ایک مرض کی وجہ سے چند روز کے لیے دماغی کام سے روک دیا گیا تو مجھے خیال ہُوا کہ ان خالی ایّام کو اِس بابرکت مشغلہ میں گذار دوں کہ اگر یہ اوراق پسند خاطر نہ ہوئے تب بھی میرے یہ خالی اوقات تو بہترین اور بابرکت مشغلہ میں گذر ہی جائیں گے

اس میں شک نہیں کہ اللہ والوں کے قصے، ان کے حالات یقیناً اِس قابل ہیں کہ ان کی تحقیق اور تفتیش کی جائے اور ان سے سبق حاصل کیا جائے، بالخصوص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت جس کو اللہ جل شانہٗ نے اپنے لاڈلے نبی اور پیارے رسول کی مُصاحبت کے لیے چنا اس کی مستحق ہے کہ اُس کا اتباع کیا جائے، اِس کے علاوہ اللہ والوں کے ذکر سے اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے، صوفیاء کے سردار حضرت جنید بغدادی کا ارشاد ہے کہ حکایتیں اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے جس سے مُریدین کے دلوں کو تقویت حاصل ہوتی ہے کسی نے دریافت کیا کہ اس کی کوئی دلیل بھی ہے؟ فرمایا!

ہاں! اللہ جلّ شانہ، کا ارشاد ہے :۔

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ

اور پیغمبروں کے قصوں میں سے ہم یہ سارے قصّے آپ سے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعہ ہم آپ کے دِل کو تقویت دیتے ہیں (ایک فائدہ تو یہ ہوا) اور ان قصوں میں آپ کے پاس ایسا مضمون پہنچتا ہے جو خود بھی راست اور واقعی ہے اور مسلمانوں کے لیے نصیحت ہے (اور اچھّے کام کرنے کی) یاددہانی ہے (بیان القرآن)

ایک ضروری بات یہ بھی دل میں جما لینے کی ہے کہ نبی اکرم صلّی اللہ عَلَیہِ وسلّم کی حدیثیں ہوں یا بزرگوں کے حالات، اسی طرح مسائل کی کتابیں ہوں یا معتبر لوگوں کے وعظ و ارشادات یہ ایسی چیزیں نہیں ہوتیں کہ ایک مرتبہ دیکھ لینے کے بعد ہمیشہ کو ختم کر دیا جائے، بلکہ اپنی حالت اور استعداد کے موافق بار بار دیکھتے رہنا چاہیے، ابو سلیمان دارانی ایک بزرگ ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ "میں ایک واعظ کی مجلس میں حاضر ہوا، ان کے وعظ نے میرے دل پر اثر کیا مگر جب وعظ ختم ہوا تو وہ اثر بھی ختم ہو گیا، میں دوبارہ ان کی مجلس میں حاضر ہوا تو اس وعظ کا اثر فارغ ہونے کے بعد گھر کے راستہ میں بھی رہا، تیسری مرتبہ پھر حاضر ہوا تو اس کا اثر گھر میں پہنچنے پر بھی رہا، میں نے گھر جا کر اللہ کی نافرمانی کے جو اسباب تھے سب توڑ دیئے اور اللہ کا راستہ اختیار کیا"۔ اسی طرح دینی کتابوں کا بھی حال ہے کہ محض سرسری طور پر ایک مرتبہ ان کے پڑھ لینے سے اثر کم ہوتا ہے۔ اس لیے کبھی کبھی پڑھتے رہنا چاہیے۔ پڑھنے والوں کی سہولت اور مضامین کے دل نشین ہونے کے خیال سے میں نے اس رسالہ کو بارہ بابوں اور ایک خاتمہ پر تقسیم کیا ہے :۔

پہلا باب :۔ دین کی خاطر سختیوں کا برداشت کرنا اور تکالیف و مشقّت جھیلنا۔

دوسرا باب :۔ اللہ جلّ جلالہٗ کا خوف اور ڈر جو صحابہ کرام کی خاص عادت تھی۔

تیسرا باب :۔ صحابہ رضؓ کی زاہدانہ اور فقیرانہ زندگی کا نمونہ۔

چوتھا باب :۔ صحابہؓ کے تقوے اور پرہیزگاری کی حالت۔

پہلا باب حکایاتِ صحابہؓ

دین کی خاطر سختیوں کا برداشت کرنا اور تکلیف و مشقت کا جھیلنا

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دین کے پھیلانے میں جس قدر تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کی ہیں ان کا برداشت کرنا تو درکنار اس کا ارادہ کرنا بھی ہم جیسے نالائقوں سے دشوار ہے۔ تاریخ کی کتابیں ان واقعات سے بھری ہوئی ہیں مگر ان پر عمل کرنا تو علیحدہ رہا ہم ان کے معلوم کرنے کی بھی تکلیف نہیں کرتے اس باب میں چند قصوں کو نمونہ کے طور پر ذکر کرنا ہے، ان میں سب سے پہلے خود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک قصہ سے ابتدا کرتا ہوں کہ حضور کا ذکر برکت کا ذریعہ ہے:۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طائف کے سفر کا قصہ

نبوت مل جانے کے بعد نو برس تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکۂ مکرمہ میں تبلیغ فرماتے رہے اور قوم کی ہدایت اور اصلاح کی کوشش فرماتے رہے لیکن تھوڑی سی جماعت کے سوا جو مسلمان ہو گئی تھی، اور تھوڑے سے ایسے لوگوں کے علاوہ جو باوجود مسلمان نہ ہونے کے آپ کی مدد کرتے تھے اکثر کفارِ مکہ آپ کو اور آپ کے صحابہؓ کو ہر طرح کی تکلیفیں پہنچاتے تھے، مذاق اڑاتے تھے اور جو ہو سکتا تھا اس سے درگذر نہ کرتے تھے، حضورؐ کے چچا ابو طالب بھی انہی لوگوں میں تھے جو باوجود مسلمان نہ ہونے کے حضور کی ہر قسم کی مدد فرماتے تھے، دسویں سال میں جب ابُوطالِب کا بھی انتقال ہو گیا تو کافروں کو اور بھی ہر طرح کھلے بہار اسلام سے روکنے اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کا موقع ملا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس خیال سے طائف تشریف لے گئے کہ وہاں قبیلہ ثقیف کی بڑی جماعت ہے اگر وہ قبیلہ مسلمان ہو جائے تو مسلمانوں کو ان تکلیفوں سے نجات ملے اور دین کے پھیلنے کی بنیاد پڑ جائے، وہاں پہنچ کر قبیلہ کے تین سرداروں سے جو بڑے درجہ کے سمجھے جاتے تھے گفتگو فرمائی اور اللہ کے دین کی طرف بلایا اور اللہ کے رسول یعنی اپنی مدد کی طرف متوجہ کیا مگر ان لوگوں نے بجائے اس کے کہ دین کی بات کو

قبول کرتے یا کم از کم عرب کی مشہور مہمان نوازی کے لحاظ سے ایک نو وارد مہمان کی خاطر مدارات
کرتے صاف جواب دے دیا اور نہایت بے رخی اور بد اخلاقی سے پیش آئے، ان لوگوں
نے یہ بھی گوارا نہ کیا کہ آپ یہاں قیام فرما لیں، جن لوگوں کو سردار سمجھ کر بات کی تھی کہ وہ شریف
ہوں گے اور مہذب گفتگو کریں گے ان میں سے ایک شخص بولا کہ او ہو آپ ہی کو اللہ نے
نبی بنا کر بھیجا ہے دوسرا بولا کہ اللہ کو تمہارے سوا کوئی اور ملتا ہی نہیں تھا جس کو رسول بنا
کر بھیجتے، تیسرے نے کہا میں تجھ سے بات کرنا نہیں چاہتا، اس لیے کہ اگر تو واقعی نبی
ہے جیسا کہ تیرا دعویٰ ہے تو تیری بات سے انکار کر دینا مصیبت سے خالی نہیں، اور اگر یہ
جھوٹ ہے تو میں ایسے شخص سے بات کرنا نہیں چاہتا اس کے بعد ان لوگوں سے نا امید
ہو کر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور لوگوں سے بات کرنے کا ارادہ فرمایا کہ آپ تو ہمت
اور استقلال کے پہاڑ تھے، مگر کسی نے بھی قبول نہ کیا بلکہ بجائے قبول کرنے کے حضور
سے کہا کہ ہمارے شہر سے فوراً نکل جاؤ اور جہاں تمہاری چاہت کی جگہ ہو وہاں چلے جاؤ حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اُن سے مایوس ہو کر واپس ہونے لگے تو ان لوگوں نے شہر کے
لڑکوں کو پیچھے لگا دیا کہ آپ کا مذاق اڑائیں، تالیاں پیٹیں، پتھر ماریں، حتیٰ کہ آپ کے دونوں
جوتے خون جاری ہونے سے رنگین ہو گئے، حضورِ اقدس اسی حالت میں واپس ہوئے
جب راستہ میں ایک جگہ ان شریروں سے اطمینان ہوا تو حضور نے یہ دعا مانگی ہ

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَشْكُوْ ضُعْفَ قُوَّتِيْ وَقِلَّةَ
حِيْلَتِيْ وَهَوَانِيْ عَلَى النَّاسِ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ
اَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ وَاَنْتَ رَبِّيْ
اِلٰى مَنْ تَكِلُنِيْ اِلٰى بَعِيْدٍ يَتَجَهَّمُنِيْ
اَمْ اِلٰى عَدُوٍّ مَلَّكْتَهٗ اَمْرِيْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ بِكَ عَلَيَّ
غَضَبٌ فَلَا اُبَالِيْ وَلٰكِنْ عَافِيَتُكَ هِيَ اَوْسَعُ
لِيْ اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ اَشْرَقَتْ لَهُ
الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

اے اللہ تجھی سے شکایت کرتا ہوں میں اپنی
کمزوری اور بےکسی کی اور لوگوں میں ذلت و
رسوائی کی، اے ارحم الراحمین تو ہی ضعفاء
کا رب ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے
تو مجھے کس کے حوالہ کرتا ہے۔ کسی اجنبی
بیگانہ کے جو مجھے دیکھ کر ترش رو ہوتا ہے،
اور منہ چڑھاتا ہے یا کہ کسی دشمن کے جس کو
تو نے مجھ پر قابو دے دیا، اے اللہ اگر تو

مِنْ اَنْ تُنْزِلَ بِیْ غَضَبَکَ اَوْ یَحِلَّ عَلَیَّ سَخَطُکَ لَکَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِکَ کذا فی سیرۃ ابن ھشام قلت واختلفت الروایات فی الفاظ الدعا کما فی قرۃ العیون

مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی کی بھی پروا نہیں ہے، تیری حفاظت مجھے کافی ہے۔ میں تیرے چہرہ کے اس نور کے طفیل جس سے تمام اندھیریاں روشن ہو گئیں اور جس سے دنیا اور آخرت کے سارے کام درست ہو جاتے ہیں اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غصہ ہو یا تو مجھ سے ناراض ہو تیری ناراضگی کا اس وقت تک دور کرنا ضروری ہے جب تک تو راضی نہ ہو نہ تیرے سوا کوئی طاقت ہے نہ قوت۔

مالک الملک کی شانِ قہاری کو اس پر جوش آنا ہی تھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آکر سلام عرض کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی وہ گفت گو جو آپ سے ہوئی سنی اور ان کے جوابات سُنے اور ایک فرشتہ کو جس کے متعلق پہاڑوں کی خدمت ہے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپ جو چاہیں اس کو حکم دیں، اس کے بعد اس فرشتہ نے سلام کیا اور عرض کیا کہ جو ارشاد ہو میں اس کی تعمیل کروں اگر ارشاد ہو تو دونوں جانب کے پہاڑوں کو ملا دوں جس سے یہ سب درمیان میں کچل جائیں یا اور جو سزا آپ تجویز فرمائیں۔ حضورؐ کی رحیم و کریم ذات نے جواب دیا کہ میں اللہ سے اس کی امید رکھتا ہوں کہ اگر یہ مسلمان نہیں ہوئے تو ان کی اولاد میں سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو اللہ کی پرستش کریں اور اس کی عبادت کریں۔

فائدہ: یہ ہیں اخلاق اس کریم ذات کے جس کے ہم لوگ نام لیوا ہیں کہ ہم ذرا سی تکلیف سے کسی کی معمولی سی گالی دینے سے ایسے بھڑک جاتے ہیں کہ پھر عمر بھر اس کا بدلہ نہیں اترتا ظلم پر ظلم اس پر کرتے رہتے ہیں اور دعوے کرتے ہیں اپنے محمدی ہونے کا، نبی کے پیرو بننے کا۔ نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اتنی سخت تکلیف اور مشقت اٹھانے کے باوجود نہ بد دعا فرماتے ہیں نہ کوئی بدلہ لیتے ہیں۔

قصہ حضرت انس بن نضرؓ کی شہادت کا (۲) حضرت انس بن نضرؓ ایک صحابی تھے جو بدر کی لڑائی میں شریک نہیں ہو سکے تھے ان کو اس چیز کا صدمہ تھا، اس پر اپنے نفس کو ملامت

کرتے تھے کہ اسلام کی پہلی عظیم الشان لڑائی اور تو اُس میں شریک نہ ہو سکا، ان کی تمنا تھی کہ کوئی دوسری لڑائی ہو تو حوصلے پورے کروں، اتفاق سے اُحد کی لڑائی پیش آ گئی جس میں یہ بڑی بہادری اور دلیری سے شریک ہوئے، اُحد کی لڑائی میں اوّل اوّل مسلمانوں کو فتح ہوئی مگر آخر میں ایک غلطی کی وجہ سے مسلمانوں کو شکست ہوئی وہ غلطی یہ تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ آدمیوں کو ایک خاص جگہ مقرر فرمایا تھا کہ تم لوگ اتنے میں نہ کہوں اس جگہ سے نہ ہٹنا کہ وہاں سے دشمن کے حملہ کرنے کا اندیشہ تھا۔ جب مسلمانوں کو شروع میں فتح ہوئی تو کافروں کو بھاگتا ہوا دیکھ کر یہ لوگ بھی اپنی جگہ سے یہ سمجھ کر ہٹ گئے کہ اب جنگ ختم ہو چکی ہے اس لیے بھاگتے ہوئے کافروں کا پیچھا کیا جائے اور غنیمت کا مال حاصل کیا جائے۔ اِس جماعت کے سردار نے منع بھی کیا کہ حضور کی ممانعت ہے تم یہاں سے نہ ہٹو، مگر ان لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ حضور کا ارشاد صرف لڑائی کے وقت کے واسطے تھا، وہاں سے ہٹ کر میدان میں پہنچ گئے، بھاگتے ہوئے کافروں نے اس جگہ کو خالی دیکھ کر اس طرف سے آ کر حملہ کر دیا، مسلمان بے فکر تھے، اس اچانک اور بے خبری کے حملہ سے مغلوب ہو گئے اور دونوں طرف سے کافروں کے بیچ میں آ گئے، جس کی وجہ سے اِدھر اُدھر پریشان بھاگ رہے تھے۔ حضرت انسؓ نے دیکھا کہ سامنے سے ایک دوسرے صحابی حضرت سعد بن مُعاذ رضؓ آ رہے ہیں، اُن سے کہا کہ اے سعد! کہاں جا رہے ہو، خدا کی قسم جنّت کی خوشبو اُحد کے پہاڑ سے آ رہی ہے، یہ کہہ کر تلوار تو ہاتھ میں تھی ہی کافروں کے ہجوم میں گھس گئے اور اتنے شہید نہیں ہوئے واپس نہیں ہوئے۔ شہادت کے بعد ان کے بدن کو دیکھا گیا تو چھلنی ہو گیا تھا۔ اسّی سے زیادہ زخم تیر اور تلوار کے بدن پر تھے، ان کی بہن نے انگلیوں کے پوروں سے ان کو پہچانا۔

فائدہ: جو لوگ اخلاص اور سچّی طلب کے ساتھ اللہ کے کام میں لگ جاتے ہیں ان کو دُنیا ہی میں جنّت کا مزہ آنے لگتا ہے۔ یہ حضرت انسؓ زندگی ہی میں جنّت کی خوشبو سُونگھ رہے تھے۔ اگر اخلاص آدمی میں ہو جاوے تو دُنیا میں بھی جنّت کا مزہ آنے لگتا ہے۔ میں نے ایک معتبر شخص سے جو حضرت اقدس مولانا الشاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص خادم ہیں حضرت کا مقولہ سُنا ہے کہ "جنّت کا مزہ آ رہا ہے۔"

صلح حدیبیہ، ابوجندلؓ اور ابوبصیرؓ کا قصہ

(۳) ۶ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے ارادہ سے مکہ تشریف لے جارہے تھے، کفارِ مکہ کو اس کی خبر ہوئی اور وہ اس خبر کو اپنی ذلت سمجھے اس لیے مزاحمت کی اور حدیبیہ میں آپ کو رکنا پڑا، جاں نثار صحابہ ساتھ تھے جو حضور پر جان قربان کرنا فخر سمجھتے تھے، لڑنے کو تیار ہوگئے، مگر حضور نے مکہ والوں کی خاطر سے لڑنے کا ارادہ نہیں فرمایا اور صلح کی کوشش کی اور باوجود صحابہ کی لڑائی پر مستعدی اور بہادری کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی اس قدر رعایت فرمائی کہ ان کی ہر شرط کو قبول فرمالیا، صحابہ کو اس طرح دب کر صلح کرنا بہت ہی ناگوار تھا، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے سامنے کیا ہوسکتا تھا کہ جاں نثار تھے اور فرمانبردار، اس لیے حضرت عمرؓ جیسے بہادروں کو بھی دبنا پڑا۔ صلح میں جو شرطیں طے ہوئیں انہیں ایک شرط یہ بھی تھی کہ کافروں میں سے جو شخص اسلام لائے اور ہجرت کرے مسلمان اس کو مکہ واپس کردینگے اور مسلمانوں میں سے خدانخواستہ اگر کوئی شخص مرتد ہوکر چلا آئے تو وہ واپس نہ کیا جائے گا، یہ صلحنامہ ابھی تک پورا لکھا بھی نہیں گیا تھا کہ حضرت ابوجندلؓ ایک صحابی تھے جو اسلام لانے کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کررہے تھے اور زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے اسی حالت میں گرتے پڑتے مسلمانوں کے لشکر میں اس امید پر پہنچے کہ ان لوگوں کی حمایت میں جاکر اس مصیبت سے چھٹکارا پاؤں گا۔

ان کے باپ سہیل نے جو اس صلحنامہ میں کفار کی طرف سے وکیل تھے اور اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے فتح مکہ میں مسلمان ہوئے انہوں نے صاحبزادہ کے طمانچے مارے اور واپس لے جانے پر اصرار کیا، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ابھی صلحنامہ مرتب نہیں ہوا اس لیے ابھی پابندی کس بات کی، مگر انہوں نے اصرار کیا، پھر حضور نے فرمایا کہ ایک آدمی مجھے مانگا ہی دے دو، مگر وہ لوگ ضد پر تھے نہ مانے، ابوجندل نے مسلمانوں کو پکار کر فریاد بھی کی کہ میں مسلمان ہوکر آیا اور کتنی مصیبتیں اٹھاچکا اب واپس کیا جارہا ہوں، اس وقت مسلمانوں کے دلوں پر جو گذر رہی ہوگی اللہ ہی کو معلوم ہے مگر حضور کے ارشاد سے واپس ہوئے، حضور نے تسلی فرمائی اور صبر کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ عنقریب حق تعالیٰ شانہ تمہارے لیے راستہ نکالیں گے۔

صلحنامہ کے مکمل ہو جانے کے بعد ایک دوسرے صحابی ابوبصیرؓ بھی مسلمان ہو کر مدینہ منورہ پہنچے، کفار نے ان کو واپس بلانے کے لیے دو آدمی بھیجے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حسبِ وعدہ واپس فرما دیا، ابوبصیرؓ نے عرض بھی کیا کہ یا رسول اللہ میں مسلمان ہو کر آیا، آپؐ مجھے کفار کے پنجہ میں پھر بھیجتے ہیں۔ آپؐ نے ان سے بھی صبر کرنے کو ارشاد فرمایا اور فرمایا کہ انشاء اللہ عنقریب تمہارے لیے راستہ کھلے گا، یہ صحابی ان دونوں کافروں کے ساتھ واپس ہوئے، راستہ میں ان میں سے ایک سے کہنے لگے کہ یار تیری یہ تلوار تو بڑی نفیس معلوم ہوتی ہے، شیخی باز آدمی ذرا سی بات میں پھول جاتا ہے وہ نیام سے نکال کر کہنے لگا کہ ہاں میں نے بہت سے لوگوں پر اس کا تجربہ کیا یہ کہہ کر تلوار ان کے حوالہ کر دی، انہوں نے اسی پر اس کا تجربہ کیا، دوسرا ساتھی یہ دیکھ کر کہ ایک کو تو نمٹا دیا اب میرا نمبر ہے بھاگا ہوا مدینہ آیا اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ میرا ساتھی مر چکا ہے اب میرا نمبر ہے، اس کے بعد ابوبصیرؓ پہنچے اور عرض کیا، کہ یا رسول اللہ آپ اپنا وعدہ پورا فرما چکے کہ مجھے واپس کر دیا اور مجھ سے کوئی عہد ان لوگوں کا نہیں ہے جس کی ذمہ داری ہو وہ مجھے میرے دین سے ہٹاتے ہیں اس لیے میں نے یہ کیا حضورؐ نے فرمایا کہ لڑائی بھڑکانے والا ہے، کاش کوئی اس کا معین و مددگار ہوتا، وہ اس کلام سے سمجھ گئے کہ اب بھی اگر کوئی میری طلب میں آئے گا تو میں واپس کر دیا جاؤں گا۔ اس لیے وہ وہاں سے چل کر سمندر کے کنارے ایک جگہ آپڑے۔ مکہ والوں کو اس قصہ کا حال معلوم ہوا، تو ابوجندلؓ بھی جن کا قصہ پہلے گذر ا چھپ کر وہیں پہنچ گئے اسی طرح جو شخص مسلمان ہوتا وہ ان کے ساتھ جا ملتا، چند روز میں یہ ایک مختصر سی جماعت ہو گئی جنگل میں جہاں نہ کوئی کھانے کا انتظام نہ وہاں باغات اور آبادیاں، اس لیے ان لوگوں پر جو گذری ہوگی وہ تو اللہ ہی کو معلوم ہے، مگر جن ظالموں کے ظلم سے پریشان ہو کر یہ لوگ بھاگے تھے ان کا ناطقہ بند کر دیا، جو قافلہ ادھر کو جاتا اس سے مقابلہ کرتے اور لڑتے، حتیٰ کہ کفار مکہ نے پریشان ہو کر حضورؐ کی خدمت میں عاجزی اور منت کر کے اللہ کا اور رشتہ داری کا واسطہ دے کر آدمی بھیجا کہ اس بے سری جماعت کو آپ اپنے پاس بلالیں کہ یہ معاہدہ میں تو داخل ہو جائیں اور ہمارے لیے آنے جانے کا راستہ کھلے۔ لکھا ہے کہ حضورؐ کا اجازت نامہ جب ان حضرات کے پاس پہنچا ہے، تو

ابوبصیرؓ مرض الموت میں گرفتار تھے حضورؐ کا والانامہ ہاتھ میں تھا کہ اسی حالت میں انتقال فرمایا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَاَرْضَاہُ (بخاری فتح)

فائدہ: آدمی اگر اپنے دین پر پکّا ہو بشرطیکہ دین بھی سچا ہو تو بڑی سے بڑی طاقت اس کو اس سے نہیں ہٹا سکتی اور مسلمان کی مدد کا تو اللہ کا وعدہ ہے بشرطیکہ وہ مسلمان ہو،

حضرت بلال حبشیؓ کا قصہ (۴) حضرت بلال حبشیؓ مشہور صحابی ہیں جو مسجد نبوی کے ہمیشہ مؤذن رہے، شروع میں ایک کافر کے غلام تھے، اسلام لے آئے جس کی وجہ سے طرح طرح کی تکلیفیں دی جاتی تھیں۔ امیّہ بن خلف جو مسلمانوں کا سخت دشمن تھا، ان کو سخت گرمی میں دوپہر کے وقت تپتی ہوئی ریت پر سیدھا لٹا کر ان کے سینہ پر پتھر کی بڑی چٹان رکھ دیتا تھا تاکہ وہ حرکت نہ کر سکیں اور کہتا تھا کہ یا اس حال میں مر جائیں اور زندگی چاہیں تو اسلام سے ہٹ جائیں مگر وہ اس حالت میں بھی اَحَد اَحَد کہتے تھے یعنی معبود ایک ہی ہے، رات کو زنجیروں میں باندھ کر کوڑے لگائے جاتے اور اگلے دن ان زخموں کو گرم زمین پر ڈال کر اور زیادہ زخمی کیا جاتا تاکہ بیقرار ہو کر اسلام سے پھر جاویں یا تڑپ تڑپ کر مر جائیں، عذاب دینے والے اکتا جاتے۔ کبھی ابوجہل کا نمبر آتا کبھی امیہ بن خلف کا کبھی اوروں کا اور ہر شخص اس کی کوشش کرتا کہ تکلیف دینے میں زور ختم کر دے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس حالت میں دیکھا تو ان کو خرید کر آزاد فرمایا۔

فائدہ: چونکہ عرب کے بت پرست اپنے بتوں کو بھی معبود کہتے تھے اس لیے ان کے مقابلہ میں اسلام کی تعلیم توحید کی تھی جس کی وجہ سے حضرت بلال رضؓ کی زبان پر ایک ہی ایک کا وِرد تھا۔ یہ تعلق اور عشق کی بات ہے۔ ہم جھوٹی محبتوں میں دیکھتے ہیں کہ جس سے محبت ہو جاتی ہے اس کا نام لینے میں لطف آتا ہے۔ بیفائدہ اس کو رٹا جاتا ہے تو اللہ کی محبت کا کیا کہنا جو دین اور دنیا میں دونوں جگہ کام آنے والی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت بلال رضؓ کو ہر طرح سے ستایا جاتا تھا۔ سخت سے سخت تکلیفیں پہنچائی جاتی تھیں، مکّہ کے لڑکوں کے حوالہ کر دیا جاتا کہ وہ ان کو گلی کوچوں میں چکر دیتے پھریں، اور یہ تھے کہ ایک ہی ایک کی رٹ لگاتے تھے، اسی کا یہ صلہ ملا کہ پھر حضورؐ کے دربار میں مؤذن بنے، اور

سفر و حضر میں ہمیشہ اذان کی خدمت ان کے سپرد ہوئی۔

حضورؐ کے وصال کے بعد مدینہ طیبہ میں رہنا اور حضور کی جگہ کو خالی دیکھنا مشکل ہو گیا اس لیے ارادہ کیا کہ اپنی زندگی کے جتنے دن ہیں جہاد میں گذار دوں، اس لیے جہاد میں شرکت کی نیت سے چل دیئے۔ ایک عرصہ تک مدینہ منورہ لوٹ کر نہیں آئے، ایک مرتبہ حضور کی خواب میں زیارت کی۔ حضورؐ نے فرمایا، بلال یہ کیا ظلم ہے ہمارے پاس کبھی نہیں آتے، تو آنکھ کھلنے پر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے، حضرت حسنؓ حسینؓ نے اذان کی فرمائش کی، لاڈلوں کی فرمائش ایسی نہیں تھی کہ انکار کی گنجائش ہوتی، اذان کہنا شروع کی اور مدینہ میں حضور کے زمانہ کی اذان کانوں میں پڑ کر کہرام مچ گیا، عورتیں تک روتی ہوئی گھروں سے نکل پڑیں، چند روز قیام کے بعد واپس ہوئے، اور ۲۰ھ کے قریب دمشق کے قریب وصال ہوا۔ (اسد الغابہ)

حضرت ابوذر غفاریؓ کا قصہ (۵) حضرت ابوذر غفاری رضہ مشہور صحابی ہیں جو بعد میں بڑے زاہدوں اور بڑے علماء میں سے ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے کہ ابوذر ایسے علم کو حاصل کیے ہوئے ہیں جس سے لوگ عاجز ہیں مگر انہوں نے اس کو محفوظ کر رکھا ہے، جب ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی پہلے پہل خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے بھائی کو حالات کی تحقیق کے واسطے مکہ بھیجا کہ جو شخص یہ دعوے کرتا ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے اور آسمان کی خبریں آتی ہیں اس کے حالات معلوم کریں اور اس کے کلام کو غور سے سنیں، وہ مکہ مکرمہ آئے اور حالات معلوم کرنے کے بعد اپنے بھائی سے جا کر کہا کہ میں نے ان کو اچھی عادتوں اور عمدہ اخلاق کا حکم کرتے دیکھا اور ایک ایسا کلام سنا جو نہ شعر ہے نہ کاہنوں کا کلام ہے۔

ابوذرؓ کی اس مجمل بات سے تشفی نہ ہوئی تو خود سامان سفر کیا اور مکہ پہنچے اور سیدھے مسجد حرام میں گئے، حضورؐ کو پہچانتے نہیں تھے اور کسی سے پوچھنا مصلحت کے خلاف سمجھا۔ شام تک اسی حال میں رہے، شام کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دیکھا کہ ایک پردیسی مسافر ہے مسافروں کی، غریبوں کی، پردیسیوں کی خبر گیری، ان کی ضرورتوں کا پورا کرنا ان حضرات کی گھٹی میں پڑا ہوا تھا، اس لیے ان کو اپنے گھر لے آئے، میزبانی فرمائی لیکن اس کے پوچھنے کی کچھ ضرورت نہ سمجھی کہ کون ہو کیوں آئے، مسافر نے بھی کچھ ظاہر نہ کیا، صبح کو پھر مسجد میں آ گئے اور دن

پھر اسی حال میں گذرا کہ خود پتہ نہ چلا اور دریافت کسی سے کیا نہیں، غالباً اس کی وجہ یہ ہوگی، کہ حضورؐ کے ساتھ دشمنی کے قصے بہت مشہور تھے، آپ کو اور آپ کے ملنے والوں کو ہر طرح کی تکلیفیں دی جاتی تھیں، ان کو خیال ہوا کہ صحیح حال معلوم نہیں ہوگا اور بدگمانی کی وجہ سے مفت کی تکلیف علیحدہ رہی، دوسرے دن شام کو بھی حضرت علی رضؓ کو خیال ہوا کہ پردیسی مسافر ہے۔ بظاہر جس غرض کے لیے آیا ہے وہ پوری نہیں ہوئی اس لیے پھر اپنے گھر لے گئے اور رات کو کھلایا سلایا مگر پوچھنے کی اس رات کو بھی نوبت نہ آئی۔ تیسری رات پھر یہی صورت ہوئی تو حضرت علیؓ نے دریافت فرمایا کہ تم کس کام سے آئے ہو کیا غرض ہے؟ تو حضرت ابوذرؓ نے اول ان کو قسم اور عہد و پیمان دیئے اس بات کے کہ وہ صحیح بتائیں گے اس کے بعد اپنی غرض بتلائی حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ وہ بیشک اللہ کے رسول ہیں اور صبح کو جب میں جاؤں تو تم میرے ساتھ چلنا میں وہاں تک پہنچا دوں گا لیکن مخالفت کا زور ہے اس لیے راستہ میں اگر مجھے کوئی شخص ایسا ملا جس سے میرے ساتھ چلنے کی وجہ سے تم پر کوئی اندیشہ ہو تو میں پیشاب کرنے لگوں گا یا اپنا جوتا درست کرنے لگوں گا تم سیدھے چلے چلنا میرے ساتھ ٹھہرنا نہیں جس کی وجہ سے تمہارا میرے ساتھ ہونا معلوم نہ ہو۔ چنانچہ صبح کو حضرت علی رضؓ کے پیچھے پیچھے حضورؐ کی خدمت میں پہنچے وہاں جا کر بات چیت ہوئی اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ حضورِ اقدسؐ نے ان کی تکلیف کے خیال سے فرمایا کہ اپنے اسلام کو ابھی ظاہر نہ کرنا چپکے سے اپنی قوم میں چلے جاؤ۔ جب ہمارا غلبہ ہو جائے اس وقت چلے آنا، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس کلمۂ توحید کو ان بے ایمانوں کے بیچ میں چلّا کے پڑھوں گا چنانچہ اسی وقت مسجد حرام میں تشریف لے گئے اور بلند آواز سے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھا۔ پھر کیا تھا چاروں طرف سے لوگ اٹھے اور اس قدر مارا کہ زخمی کر دیا۔ مرنے کے قریب ہو گئے۔ حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ جو اس وقت تک مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے۔ ان کے اوپر بچانے کے لیے لیٹ گئے، اور لوگوں سے کہا کہ یہ کیا ظلم کرتے ہو یہ شخص قبیلۂ غفار کا ہے اور یہ قبیلہ شام کے راستہ میں پڑتا ہے تمہاری تجارت وغیرہ سب ملک شام کے ساتھ ہے اگر یہ مر گیا تو شام کا جانا آنا بند ہو جائیگا،

اِس پران لوگوں کو خیال ہوا کہ ملک شام سے ساری ضرورتیں پوری ہوتی ہیں، وہاں کا راستہ بند ہوجانا مصیبت ہے اس لیے ان کو چھوڑ دیا، دوسرے دن پھر اسی طرح انہوں نے جاکر باآواز بلند کلمہ پڑھا اور لوگ اس کلمہ کے سننے کی تاب نہ لاسکتے تھے اِس لیے ان پر ٹوٹ پڑے دوسرے دِن بھی حضرت عباس نے اسی طرح ان کو سمجھا کر ہٹایا کہ تمہاری تجارت کا راستہ بند ہوجائے گا۔ (فتح)

فائدہ: حضورؐ کے اس ارشاد کے باوجود کہ اپنے اسلام کو چھپاؤ، ان کا یہ فعل حق کے اظہار کا ولولہ اور غلبہ تھا کہ جب یہ دین حق ہے تو کسی کے باپ کا کیا اجارہ ہے جس سے ڈر کر چھپایا جائے، اور حضور کا منع فرمانا شفقت کی وجہ سے تھا، کہ ممکن ہے تکالیف کا تحمل نہ ہو، ورنہ حضورؐ کے حکم کے خلاف صحابہ کی یہ مجال ہی نہ تھی، چنانچہ اس کا کچھ نمونہ مستقل باب میں آرہا ہے چونکہ حضورؐ خود ہی دین کے پھیلانے میں ہر قسم کی تکلیفیں برداشت فرمارہے تھے اِس لیے حضرت ابوذر نے سہولت پر عمل کے بجائے حضورؐ کے اتباع کو ترجیح دی۔

یہی ایک چیز تھی کہ جس کی وجہ سے ہر قسم کی ترقی دینی اور دنیوی صحابہ کرام رضؓ کے قدم چوم رہی تھی اور ہر میدان ان کے قبضہ میں تھا کہ جو شخص بھی ایک مرتبہ کلمہ شہادت پڑھ کر اسلام کے جھنڈے کے نیچے آجاتا تھا بڑی سے بڑی قوت بھی اس کو روک نہ سکتی تھی اور نہ بڑے سے بڑا ظلم اس کو دین کی اشاعت سے ہٹا سکتا تھا۔

حضرت خباب بن الارت کا قصہ

(۶) حضرت خباب بن الارت بھی انہی مبارک ہستیوں میں ہیں جنہوں نے امتحان کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا تھا، اور اللہ کے راستہ میں سخت سے سخت تکلیفیں اٹھائیں، شروع ہی میں پانچ چھ آدمیوں کے بعد مسلمان ہوگئے تھے۔ اس لیے بہت زمانہ تک تکلیفیں اٹھائیں لوہے کی زرہ پہنا کر ان کو دھوپ میں ڈال دیا جاتا جس سے گرمی اور تپش کی وجہ سے پسینوں پر پسینے بہتے رہتے تھے، اکثر اوقات بالکل سیدھا گرم ریت پر لٹایا جاتا جس کی وجہ سے کمر کا گوشت تک گل کر گر گیا تھا، یہ ایک عورت کے غلام تھے اس کو خبر پہنچی کہ یہ حضور اقدس ﷺ سے ملتے ہیں تو اس کی سزا میں لوہے کو گرم کر کے ان کے سر کو اس سے داغ دیتی حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ عرصہ کے بعد اپنے زمانہ خلافت میں حضرت خبابؓ سے ان تکالیف

کی تفصیل پوچھی جوان کو پہنچائی گئی تھیں، انہوں نے عرض کیا میری کمر دیکھیں، حضرت عمرؓ نے کمر دیکھ کر فرمایا کہ ایسی کمر تو کسی کی دیکھی ہی نہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے آگ کے انگاروں پر ڈال کر گھسیٹا گیا اور میری کمر کی چربی اور خون سے وہ آگ بجھی۔

ان حالات کے باوجود جب اسلام کو ترقی ہوئی اور فتوحات کا دروازہ کھلا تو اس پر رویا کرتے تھے کہ خدانخواستہ ہماری تکالیف کا بدلہ کہیں دنیا ہی میں تو نہیں مل گیا۔

حضرت خبابؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے خلاف عادت بہت ہی لمبی نماز پڑھی، صحابہؓ نے اس کے متعلق عرض کیا تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہ رغبت و ڈر کی نماز تھی، میں نے اللہ تعالیٰ سے تین دعائیں کی تھیں، دو اُن میں سے قبول ہوئیں اور ایک کو انکار فرما دیا گیا: میں نے یہ دعا کی کہ میری ساری امت قحط سے ہلاک نہ ہو جائے، یہ قبول ہو گئی، دوسری دعا یہ کی کہ ان پر کوئی ایسا دشمن مسلط نہ ہو جو ان کو بالکل مٹا دے، یہ بھی قبول ہو گئی، تیسری دعا یہ کی کہ ان میں آپس میں لڑائی جھگڑے نہ ہوں یہ بات منظور نہیں ہوئی۔

حضرت خبابؓ کا انتقال سینتیس ۳۷ سال کی عمر میں ہوا اور کوفہ میں سب سے پہلے صحابی یہی دفن ہوئے ان کے انتقال کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا گذر ان کی قبر پر ہوا تو ارشاد فرمایا، اللہ خباب پر رحم فرمائیں، اپنی رغبت سے مسلمان ہوا اور خوشی سے ہجرت کی اور جہاد میں زندگی گذار دی اور مصیبتیں برداشت کیں، مبارک ہے وہ شخص جو قیامت کو یاد رکھے اور حساب کتاب کی تیاری کرے اور گذارہ کے قابل مال پر قناعت کرے اور اپنے مولیٰ کو راضی کرے (اسد الغابہ)

فائدہ: حقیقت میں مولیٰ کو راضی کر لینا انہی لوگوں کا حصہ تھا کہ ان کی زندگی کا ہر کام مولا ہی کی رضا کے واسطے تھا۔

حضرت عمارؓ اور ان کی والدین کا قصہ

(۷) حضرت عمارؓ اور ان کے ماں باپ کو سخت سے سخت تکلیفیں پہنچائی گئیں، مکہ کی سخت گرم اور ریتلی زمین میں ان کو عذاب دیا جاتا اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرف سے گذر ہوتا تو صبر کی تلقین فرماتے اور جنت کی بشارت فرماتے آخر ان کے والد حضرت یاسرؓ اسی حالت تکلیف میں وفات پا گئے کہ ظالموں نے مرنے تک چین نہ لینے دیا، اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت سمیہؓ کی شرمگاہ میں ابوجہل ملعون نے ایک برچھا مارا جس

سے وہ شہید ہوگئیں مگر اسلام سے نہ ہٹیں حالانکہ بوڑھی تھیں ضعیف تھیں مگر اس بدنصیب نے کسی چیز کا بھی خیال نہیں کیا۔ اسلام میں سب سے پہلی شہادت ان کی ہے اور اسلام میں سب سے پہلی مسجد حضرت عمارؓ کی بنائی ہوئی ہے۔ جب حضورؐ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے تو حضرت عمارؓ نے کہا کہ حضور کے لیے ایک مکان سایہ کا بنانا چاہیئے جس میں تشریف رکھا کریں دوپہر کو آرام فرما لیا کریں اور نماز بھی سایہ میں پڑھ سکیں تو قبا میں حضرت عمارؓ نے اوّل پتھر جمع کیے اور پھر مسجد بنائی۔ لڑائی میں نہایت جوش سے شریک ہوتے تھے، ایک مرتبہ مزے میں آ کر کہنے لگے کہ اب جا کر دوستوں سے ملیں گے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت سے ملیں گے، اتنے میں پیاس لگی اور کسی سے پانی مانگا، اُس نے دودھ سامنے کیا۔ اس کو پیا اور پی کر کہنے لگے کہ میں نے حضورؐ سے سنا کہ تو دنیا میں آخری چیز دودھ پیئے گا۔ اس کے بعد شہید ہوگئے، اُس وقت ۹۴ برس کی عمر تھی۔ بعض نے ایک آدھ سال کم بتلائی ہے (اسد الغابہ)

حضرت صہیبؓ کا اسلام (۸) حضرت صہیبؓ بھی حضرت عمارؓ کے ساتھ مسلمان ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ارقمؓ صحابی کے مکان پر تشریف فرما تھے کہ یہ دونوں حضرات علیحدہ علیحدہ حاضرِ خدمت ہوئے اور مکان کے دروازہ پر دونوں اتفاقیہ اکٹھے ہوگئے، ہر ایک نے دوسرے کی غرض معلوم کی تو ایک ہی غرض یعنی اسلام لانا اور حضورؐ کے فیض سے مستفید ہونا دونوں کا مقصود تھا، اسلام لائے اور اسلام لانے کے بعد جو اس زمانہ میں اس قلیل اور کمزور جماعت کو پیش آتا تھا وہ پیش آیا، ہر طرح ستائے گئے، تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ آخر تنگ آ کر ہجرت کا ارادہ فرمایا تو کافروں کو یہ چیز بھی گوارا نہ تھی کہ یہ لوگ کسی دوسری ہی جگہ جا کر آرام سے زندگی بسر کریں۔ اس لیے جس کسی کی ہجرت کا حال معلوم ہوتا تھا اس کو پکڑنے کی کوشش کرتے تھے کہ تکالیف سے نجات نہ پا سکے، چنانچہ ان کا بھی پیچھا کیا گیا اور ایک جماعت ان کو پکڑنے کے لیے گئی۔ انہوں نے اپنا ترکش سنبھالا جس میں تیر تھے اور ان لوگوں سے کہا کہ دیکھو تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سب سے زیادہ تیر انداز ہوں، اتنے ایک بھی تیر میرے پاس باقی رہے گا تم لوگ مجھ تک نہیں آ سکو گے اور جب ایک بھی تیر نہ رہے گا تو میں اپنی تلوار سے مقابلہ کروں گا یہاں تک کہ تلوار بھی میرے ہاتھ میں نہ رہے۔ اس کے بعد جو تم سے ہو سکے کرنا۔ اس لیے اگر تم چاہو تو اپنی جان کے بدلہ میں اپنے مال کا پتہ بتلا سکتا ہوں جو مکہ میں ہے اور دو باندیاں

بھی ہیں وہ سب تم لے لو، اس پر وہ لوگ راضی ہو گئے اور اپنا مال دے کر جان چھڑائی۔ اسی بارہ میں آیت پاک وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ نازل ہوئی (در منثور) ترجمہ:- بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کی رضا کے واسطے اپنی جان کو خرید لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربان ہیں۔ حضورؐ اس وقت قبا میں تشریف فرما تھے، صورت دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ نفع کی تجارت کی۔ صہیبؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ اس وقت کھجور نوش فرما رہے تھے اور میری آنکھ دُکھ رہی تھی میں بھی ساتھ کھانے لگا۔ حضورؐ نے فرمایا آنکھ تو دُکھ رہی ہے اور کھجوریں کھاتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضورؐ اس آنکھ کی طرف سے کھاتا ہوں جو تندرست ہے۔ آپ یہ جواب سن کر ہنس پڑے۔ حضرت صہیبؓ بڑے ہی خرچ کرنے والے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا کہ تم فضول خرچی کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ناحق کہیں خرچ نہیں کرتا۔ حضرت عمرؓ کا جب وصال ہونے لگا تو ان ہی کو جنازہ کی نماز پڑھانے کی وصیت فرمائی تھی (اسد الغابہ)۔

حضرت عمرؓ کا قصہ (۹) حضرت عمرؓ جن کے پاک نام پر آج مسلمانوں کو فخر ہے اور جن کے جوشِ ایمانی سے آج تیرہ سو برس بعد تک کافروں کے دل میں خوف ہے اسلام لانے سے قبل مسلمانوں سے مقابلہ اور تکلیف پہنچانے میں بھی ممتاز تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے درپے تھے۔ ایک روز کفار نے مشورہ کی کمیٹی قائم کی کہ کوئی ہے جو محمدؐ کو قتل کر دے۔ عمرؓ نے کہا کہ میں کروں گا۔ لوگوں نے کہا کہ بیشک تم ہی کر سکتے ہو۔ عمرؓ تلوار لٹکائے ہوئے اٹھے اور چل دیئے۔ اسی فکر میں جا رہے تھے کہ ایک صاحب قبیلہ زہرہ کے جن کا نام حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ہے اور بعضوں نے اور صاحب لکھے ہیں، ملے۔ انہوں نے پوچھا کہ عمرؓ کہاں جا رہے ہو؟ کہنے لگے کہ محمدؐ کے قتل کی فکر میں ہوں (نعوذ باللہ)۔ سعد نے کہا کہ بنو ہاشم اور بنو زہرہ اور بنو عبد مناف سے کیسے مطمئن ہو گئے، وہ تم کو بدلہ میں قتل کر دیں گے۔ اس جواب پر بگڑ گئے اور کہنے لگے کہ معلوم ہوتا ہے تو بھی بے دین (یعنی مسلمان) ہو گیا۔ لا پہلے تجھی کو نمٹا دوں۔ یہ کہہ کر تلوار سونت لی اور حضرت سعدؓ نے بھی یہ کہہ کر کہ ہاں میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ تلوار سنبھالی، دونوں طرف سے تلوار چلنے کو تھی کہ حضرت سعدؓ نے کہا کہ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لے، تیری بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو چکے ہیں، یہ سننا تھا کہ غصہ سے بھر گئے اور سیدھے بہن کے گھر گئے۔ وہاں حضرت خبابؓ جن کا ذکر نمبر ۶ پر گذرا،

کواڑ بند کئے ان دونوں میاں بیوی کو قرآن شریف پڑھا رہے تھے حضرت عمرؓ نے کواڑ کھلوائے، ان کی آواز سے حضرت خبابؓ تو جلدی سے اندر چھپ گئے اور وہ صحیفہ بھی جلدی میں باہر ہی رہ گیا جس پر آیاتِ قرآنی لکھی ہوئی تھیں، ہمشیرہ نے کواڑ کھولے حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی جس کو بہن کے سر پر مارا، جس سے سر سے خون بہنے لگا اور کہا کہ اپنی جان کی دشمن تو بھی بے دین ہو گئی، اس کے بعد گھر میں آئے اور پوچھا کہ کیا کر رہے تھے اور یہ آواز کس کی آواز تھی، بہنوئی نے کہا کہ بات چیت کر رہے تھے۔ کہنے لگے "کیا تم نے اپنے دین کو چھوڑ کر دوسرا دین اختیار کر لیا"۔ بہنوئی نے کہا کہ اگر دوسرا دین حق ہو تب؟ یہ سننا تھا کہ ان کی داڑھی پکڑ کر کھینچی اور بے تحاشہ ٹوٹ پڑے، اور زمین پر گرا کر خوب مارا۔ بہن نے چھڑانے کی کوشش کی تو ان کے منہ پر ایک طمانچہ اس زور سے مارا کہ خون نکل آیا، وہ بھی آخر عمرؓ ہی کی بہن تھیں، کہنے لگیں کہ عمر ہم کو اس وجہ سے مارا جاتا ہے کہ ہم مسلمان ہو گئے، بیشک ہم مسلمان ہو گئے ہیں جو تجھ سے ہو سکے تو کر لے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کی نگاہ اس صحیفہ پر پڑی جو جلدی میں باہر رہ گیا تھا اور غصہ کا جوش بھی اس مار پیٹ سے کم ہو گیا تھا اور بہن کے اس طرح خون میں بھر جانے سے شرم سی بھی آ رہی تھی، کہنے لگے کہ اچھا مجھے دکھلاؤ کہ یہ کیا ہے، بہن نے کہا کہ تو ناپاک ہے اور اس کو ناپاک ہاتھ نہیں لگا سکتے، ہر چند اصرار کیا مگر وہ بے وضو اور غسل کے دینے کو تیار نہ ہوئیں، حضرت عمرؓ نے غسل کیا اور اس کو لے کر پڑھا۔ اس میں سورہ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی اس کو پڑھنا شروع کیا اور اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ تک پڑھا تھا کہ حالت ہی بدل گئی کہنے لگے، اچھا مجھے بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلو۔ یہ سن کر حضرت خبابؓ اندر سے نکلے اور کہا کہ اے عمرؓ تجھے خوش خبری دیتا ہوں کہ کل شب پنجشنبہ میں حضور نے دعا مانگی تھی کہ یا اللہ عمرؓ اور ابوجہل میں جو تجھے زیادہ پسند ہو اس سے اسلام کو قوت عطا فرما (یہ دونوں قوت میں مشہور تھے) معلوم ہوتا ہے حضور کی دعا تمہارے حق میں قبول ہو گئی۔ اس کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جمعہ کی صبح کو مسلمان ہوئے (خمیس) ان کا مسلمان ہونا تھا کہ کفار کے حوصلے پست ہونا شروع ہو گئے، مگر پھر بھی یہ نہایت مختصر جماعت تھی اور وہ سارا مکہ بلکہ سارا عرب، اس لیے اور بھی جوش پیدا ہوا اور جلسے کر کے مشورہ کر کے ان حضرات کو ناپید کرنے کی کوشش ہوتی تھی اور طرح طرح کی تدبیریں کی جاتی تھیں تاہم

اتنا ضرور ہوا کہ مسلمان مکہ کی مسجد میں نماز پڑھنے لگے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ عمرؓ کا اسلام لانا مسلمانوں کی فتح تھی اور ان کی ہجرت مسلمانوں کی مدد تھی اور ان کی خلافت رحمت تھی۔ (اسد الغابۃ)

۱۰۔ مسلمانوں کی حبشہ کی ہجرت اور شعب ابی طالب میں قید ہونا

مسلمانوں کو اور ان کے سردار فخرِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کفار سے تکالیف پہنچتی ہی رہیں اور آئے دن ان میں بجائے کمی کے اضافہ ہی ہوتا رہا تو حضورؐ نے صحابہؓ کو اس کی اجازت فرما دی کہ وہ یہاں سے کسی دوسری جگہ چلے جائیں تو بہت سے حضرات نے حبشہ کی ہجرت فرمائی، حبشہ کے بادشاہ اگرچہ نصرانی تھے اور اس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے مگر ان کے رحمدل اور منصف مزاج ہونے کی شہرت تھی چنانچہ نبوت کے پانچویں برس رجب کے مہینہ میں پہلی جماعت کے گیارہ یا بارہ مرد اور چار یا پانچ عورتوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ مکہ والوں نے ان کا پیچھا کیا کہ یہ نہ جا سکیں مگر یہ لوگ ہاتھ نہ آئے وہاں پہنچ کر ان کو یہ خبر ملی کہ مکہ والے سب مسلمان ہو گئے اور اسلام کو غلبہ ہو گیا۔ اس خبر سے یہ حضرات بہت خوش ہوئے اور یہ حضرات اپنے وطن واپس آ گئے۔ لیکن مکہ مکرمہ کے قریب پہنچکر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی اور مکہ والے اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ دشمنی اور تکلیفیں پہنچانے میں مصروف ہیں تو بڑی دقت ہوئی، ان میں سے بعض حضرات وہیں سے واپس ہو گئے اور بعض کسی کی پناہ لے کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ یہ حبشہ کی پہلی ہجرت کہلاتی ہے۔ اس کے بعد ایک بڑی جماعت نے جو ۸۳ مرد اور اٹھارہ عورتیں بتلائی جاتی ہیں متفرق طور پر ہجرت کی اور یہ حبشہ کی دوسری ہجرت کہلاتی ہے۔ بعض صحابہ نے دونوں ہجرتیں کیں اور بعض نے ایک۔ کفار نے جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ حبشہ میں چین کی زندگی بسر کرنے لگے ہیں تو ان کو اور بھی غصہ آیا اور بہت سے تحفے تحائف لیکر نجاشی شاہ حبشہ کے پاس ایک وفد بھیجا جو بادشاہ کے لیے بھی بہت سے تحفے لے کر گیا اور اس کے خواص اور پادریوں کے لیے بھی بہت سے ہدیے لے کر گیا۔ جا کر اول حکام اور پادریوں سے ملا اور ہدیے دے کر ان سے بادشاہ کے یہاں اپنی سفارش کا وعدہ لیا اور پھر بادشاہ کی خدمت میں یہ وفد حاضر ہوا، اول بادشاہ کو سجدہ کیا اور پھر تحفے پیش کر کے اپنی درخواست پیش کی اور رشوت خور حکام نے تائید کی۔ انہوں نے کہا کہ اے بادشاہ! ہماری قوم کے چند بیوقوف لڑکے اپنے قدیمی دین کو چھوڑ کر ایک نئے دین میں داخل ہو گئے جس کو نہ ہم جانتے ہیں نہ آپ جانتے ہیں، اور آپ

کے ملک میں آکر رہنے لگے ہیں۔ ہم کو شرفائے مکّہ نے اور ان لوگوں کے باپ، چچا اور رشتہ داروں نے بھیجا ہے کہ ان کو واپس لائیں۔ آپ ان کو ہمارے سپرد کر دیں۔ بادشاہ نے کہا کہ جن لوگوں نے میری پناہ پکڑی ہے بغیر تحقیق ان کو تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔ اوّل ان کو بلا کر تحقیق کر لوں اگر یہ صحیح ہوا تو میں ان کو تمہارے حوالہ کر دوں گا۔ چنانچہ مسلمانوں کو بلایا گیا۔ مسلمان اوّل بہت پریشان ہوئے کہ کیا کریں مگر اللہ کے فضل نے مدد کی اور ہمت سے یہ طے کیا کہ چلنا چاہیے اور صاف بات کہنا چاہیے۔ بادشاہ کے ہاں پہنچکر سلام کیا۔ کسی نے اعتراض کیا کہ تم نے بادشاہ کو آدابِ شاہی کے مطابق سجدہ نہیں کیا۔ ان لوگوں نے کہا ہم کو ہمارے نبی نے اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اس کے بعد بادشاہ نے ان سے حالات دریافت کیئے۔ حضرت جعفرؓ آگے بڑھے اور فرمایا کہ ہم لوگ جہالت میں پڑے ہوئے تھے۔ نہ اللہ کو جانتے تھے نہ اس کے رسولوں سے واقف تھے۔ پتھروں کو پوجتے تھے۔ مردار کھاتے تھے، بُرے کام کرتے تھے، رشتے ناتوں کو توڑتے تھے۔ ہم میں کا قوی ضعیف کو ہلاک کر دیتا تھا۔ ہم اسی حال میں تھے کہ اللہ نے اپنا ایک رسول بھیجا جس کے نسب کو، اس کی سچائی کو، اس کی امانتداری کو، پرہیزگاری کو ہم خوب جانتے ہیں۔ اس نے ہم کو ایک اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کی طرف بلایا اور پتھروں اور بتوں کے پوجنے سے منع فرمایا۔ اس نے ہم کو اچھے کام کرنے کا حکم دیا۔ بُرے کاموں سے منع کیا۔ اس نے ہم کو سچ بولنے کا حکم دیا، امانتداری کا حکم دیا، صلہ رحمی کا حکم دیا۔ پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا۔ نماز، روزہ، صدقہ، خیرات کا حکم دیا اور اچھے اخلاق تعلیم کیئے۔ زنا، بدکاری، جھوٹ بولنا، یتیم کا مال کھانا، کسی پر تہمت لگانا اور اس قسم کے بُرے اعمال سے منع فرمایا۔ ہم کو قرآن پاک کی تعلیم دی۔ ہم اس پر ایمان لائے اور اس کے فرمان کی تعمیل کی۔ جس پر ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی، اور ہم کو ہر طرح ستایا۔ ہم لوگ مجبور ہو کر تمہاری پناہ میں اپنے نبی کے ارشاد سے آئے ہیں۔ بادشاہ نے کہا جو قرآن تمہارے نبیؐ لے کر آئے ہیں وہ کچھ مجھے سناؤ۔ حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کی اوّل کی چند آیتیں پڑھیں جس کو سن کر بادشاہ بھی رو دیا اور اس کے پادری بھی جو کثرت سے موجود تھے سب کے سب اسقدر روئے کہ داڑھیاں تر ہو گئیں۔ اسکے بعد بادشاہ نے کہا کہ خدا کی قسم یہ کلام اور جو کلام حضرت علیٰسیٰ لیکر آئے تھے ایک ہی نور سے نکلے ہیں اور ان لوگوں سے صاف انکار کر دیا کہ میں ان کو تمہارے

حوالہ نہیں کر سکتا، وہ لوگ بڑے پریشان ہوئے کہ بڑی ذلت اٹھانا پڑی، آپس میں مشورہ کر کے ایک شخص نے کہا کہ کل میں ایسی تدبیر کروں گا کہ بادشاہ ان کی جڑ ہی کاٹ دیگا۔ ساتھیوں نے کہا بھی ایسا نہیں چاہیئے، یہ لوگ اگرچہ مسلمان ہو گئے مگر پھر بھی رشتہ دار ہیں مگر اس نے نہ مانا، دوسرے دن پھر بادشاہ کے پاس گئے اور جا کر کہا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں ان کو اللہ کا بیٹا نہیں مانتے۔ بادشاہ نے پھر مسلمانوں کو بلایا۔ صحابہؓ فرماتے ہیں کہ دوسرے دن بلانے سے ہمیں مزید پریشانی ہوئی، بہر حال گئے، بادشاہ نے پوچھا کہ تم حضرت عیسیٰؑ کے بارہ میں کیا کہتے ہو انہوں نے کہا وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی پر ان کی شان میں نازل ہوا کہ وہ اللہ کے بندے ہیں، اس کے رسول ہیں، اس کی روح ہیں اور اس کے کلمہ ہیں جس کو خدا نے کنواری اور پاک مریم کی طرف ڈالا نجاشی نے کہا کہ حضرت عیسیٰؑ بھی اس کے سوا کچھ نہیں فرماتے۔ پادری لوگ آپس میں چخ چخ کرنے لگے۔ نجاشی نے کہا تم جو چاہے کہو، اس کے بعد نجاشی نے ان کے تحفے واپس کر دیے اور مسلمانوں سے کہا تم امن سے رہو، جو تمہیں ستائیگا اُسے تاوان دینا پڑیگا اور اسکا اعلان بھی کرا دیا کہ جو شخص ان کو ستائیگا اسکو تاوان دینا ہوگا (خمیس)، اس کی وجہ سے وہاں کے مسلمانوں کا اکرام اور بھی زیادہ ہونے لگا، اور اس وفد کو ذلت سے واپس آنا پڑا تو پھر کفارِ مکہ کا جتنا بھی غصہ جوش کرتا ظاہر ہے، اس کے ساتھ ہی حضرت عمرؓ کے اسلام لانے نے ان کو اور بھی جلا رکھا تھا اور ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ ان لوگوں کا ان سے ملنا جلنا بند ہو جائے اور اسلام کا چراغ کسی طرح بجھے۔ اسلیئے سرداران مکہ کی ایک بڑی جماعت نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کھلم کھلا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے لیکن قتل کر دینا بھی آسان کام نہ تھا اس لیے کہ بنو ہاشم بھی بڑے جتھے اور اونچے طبقہ کے لوگ شمار ہوتے تھے، وہ اگرچہ اکثر مسلمان نہیں تھے وہ بھی حضورؐ کے قتل ہو جانے پر آمادہ نہیں تھے۔ اس لیے ان سب کفار نے مل کر ایک معاہدہ کیا کہ سارے بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کا بائیکاٹ کیا جاوے، نہ ان کو کوئی اپنے پاس بیٹھنے دے، نہ ان سے کوئی خرید و فروخت کرے نہ بات چیت کرے، نہ ان کے گھر جائے، نہ ان کو اپنے گھر میں آنے دے اور اس وقت تک صلح نہ کی جائے جب تک کہ وہ حضورؐ کو قتل کے لیے ان کے حوالہ نہ کر دیں۔ یہ معاہدہ زبانی ہی گفتگو پر ختم نہیں ہوا بلکہ یکم محرم ۷ نبوی کو ایک معاہدہ تحریری لکھ کر بیت اللہ میں لٹکایا گیا،

تاکہ ہر شخص اس کا احترام کرے اور اس کو پورا کرنے کی کوشش کرے اور اس مُعاہدہ کی وجہ سے تین برس تک یہ سب حضرات دو پہاڑوں کے درمیان ایک گھاٹی میں نظر بند رہے کہ نہ کوئی ان سے مل سکتا تھا نہ یہ کسی سے مل سکتے تھے نہ مکّہ کے کسی آدمی سے کوئی چیز خرید سکتے تھے نہ باہر سے آنے والے کسی تاجر سے مل سکتے تھے۔ اگر کوئی شخص باہر نکلتا تو پِٹتا جاتا اور کسی سے ضرورت کا اظہار کرتا تو صاف جواب پاتا معمولی سا سامان غلّہ وغیرہ جو ان لوگوں کے پاس تھا وہ کہاں تک کام دیتا۔ آخر فاقوں پر فاقے گذرنے لگے اور عورتیں اور بچّے بھوک سے بے تاب ہو کر روتے اور چلّاتے اور ان کے اعزہ کو اپنی بھوک اور تکالیف سے زیادہ ان بچوں کی تکالیف ستاتیں۔ آخر تین برس کے بعد اللہ کے فضل سے وہ صحیفہ دیمک کی نذر ہوا، اور ان حضرات کی یہ مصیبت دور ہوئی، تین برس کا زمانہ ایسے سخت بائیکاٹ اور نظر بندی میں گذرا اور ایسی حالت میں ان حضرات پر کیا کیا مشقتیں گذری ہوں گی وہ ظاہر ہے۔ لیکن اس کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نہایت ثابت قدمی کے ساتھ اپنے دین پر جمے رہے بلکہ اس کی اشاعت فرماتے رہے۔ ف: یہ تکالیف اور مشقتیں ان لوگوں نے اٹھائی ہیں جن کے آج ہم نام لیوا کہلاتے ہیں اور اپنے کو ان کا متبع بتلاتے ہیں اور سمجھتے ہیں ہم لوگ ترقی کے باب میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جیسی ترقیوں کے خواب دیکھتے ہیں۔ لیکن کسی وقت ذرا غور کر کے یہ بھی سوچنا چاہیے کہ ان حضرات نے کس قدر قربانیاں فرمائیں اور ہم نے دین کی خاطر، اسلام کی خاطر، مذہب کی خاطر کیا کیا۔ کامیابی ہمیشہ کوشش اور سعی کے مناسب ہوتی ہے۔ ہم لوگ چاہتے ہیں کہ عیش و آرام، بد دینی اور دنیا طلبی میں کافروں کے دوش بدوش چلیں اور اسلامی ترقی ہمارے ساتھ ہو، یہ کیسے ہو سکتا ہے ؎

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں راہ کہ تو میروی بترکستان است

ترجمہ: مجھے خوف ہے او بدوی کہ تو کعبہ کو نہیں پہنچ سکتا، اس لیے کہ یہ راستہ کعبہ کی دوسری جانب ترکستان کی طرف جاتا ہے۔

٭ ٭ ٭

دُوسرا باب

اللہ جل جلالہٗ عم نوالہٗ کا خوف اور ڈر

دین کے ساتھ اس جانفشانی کے باوجود جس کے قصے ابھی گذرے اور دین کے لیے اپنی جان، مال، آبرو سب کچھ فنا کر دینے کے بعد جس کا نمونہ ابھی آپ دیکھ چکے ہیں، اللہ جل شانہٗ کا خوف اور ڈر جس قدر ان حضرات میں پایا جاتا تھا، اللہ کرے اس کا کچھ شمّہ ہم سے سیہ کاروں کو بھی نصیب ہو جائے۔ مثال کے طور پر اس کے بھی چند قصے لکھے جاتے ہیں

آندھی کے وقت حضورؐ کا طریقہ

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب ابر، آندھی وغیرہ ہوتی تھی تو حضورؐ کے چہرۂ انور پر اس کا اثر ظاہر ہوتا تھا، اور خوف کی وجہ سے کبھی اندر تشریف لے جاتے، کبھی باہر تشریف لاتے اور یہ دعا پڑھتے رہتے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ خَیْرَھَا وَخَیْرَ مَا فِیْھَا وَخَیْرَ مَآ اُرْسِلَتْ بِہٖ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا فِیْھَا وَشَرِّ مَآ اُرْسِلَتْ بِہٖ (ترجمہ) یا اللہ اس ہوا کی بھلائی چاہتا ہوں اور جو اس ہوا میں ہو، بارش وغیرہ اس کی بھلائی چاہتا ہوں اور جس غرض کے لیے یہ بھیجی گئی اس کی بھلائی چاہتا ہوں۔ یا اللہ میں اس ہوا کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور جب بارش شروع ہو جاتی تو چہرہ پر انبساط شروع ہوتا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ سب لوگ جب ابر دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں کہ بارش کے آثار معلوم ہوئے۔ مگر آپ پر ایک گرانی محسوس ہوتی ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ عائشہؓ! مجھے اس کا کیا اطمینان ہے کہ اس میں عذاب نہ ہو۔ قوم عاد کو ہوا کے ساتھ ہی عذاب دیا گیا اور وہ ابر کو دیکھ کر خوش ہوئے تھے کہ اس ابر میں ہمارے لیے پانی برسایا جائے گا۔ حالانکہ اس میں عذاب تھا۔ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے۔ فَلَمَّا رَاَوْہُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِیَتِھِمْ الآیۃ (ترجمہ) ان لوگوں نے (یعنی قوم عاد نے) جب اس بادل کو اپنی وادیوں کے مقابل آتے دیکھا تو کہنے لگے یہ بادل تو ہم پر بارش برسانے والا ہے (ارشادِ خداوندی ہوا کہ) نہیں برسنے والا نہیں بلکہ یہ وہی عذاب ہے، جس کی تم جلدی مچاتے تھے (اور نبی سے کہتے تھے کہ اگر تو سچا ہے تو ہم پر عذاب لا)، ایک آندھی ہے جس میں دردناک

عذاب ہے جو ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے ہلاک کر دے گی، چنانچہ وہ لوگ اس آندھی کی وجہ سے ایسے تباہ ہو گئے کہ بجز ان کے مکانات کے کچھ نہ دکھلائی دیتا تھا اور ہم مجرموں کو اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں[1]۔ ف - یہ اللہ کے خوف کا حال اسی پاک ذات کا ہے جس کا سید الاولین والآخرین ہونا خود اسی کے ارشاد سے سب کو معلوم ہے۔ خود کلام پاک میں یہ ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نہ کریں گے کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دیں۔ اس وعدۂ خداوندی کے باوجود پھر حضور کے خوف الٰہی کا یہ حال تھا کہ ابر اور آندھی کو دیکھ کر پہلی قوموں کے عذاب یاد آجاتے تھے۔ اسی کے ساتھ ایک نگاہ اپنے حال پر بھی کرنا ہے کہ ہم لوگ ہر وقت گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں اور زلزلوں اور دوسری قسم کے عذابوں کو دیکھ کر بجائے اس سے متاثر ہونے کے، توبہ استغفار، نماز وغیرہ میں مشغول ہونے کے دوسری قسم قسم کی لغو تحقیقات میں پڑ جاتے ہیں۔

(۲) اندھیرے میں حضرت انسؓ کا فعل
نضر بن عبد اللہؒ کہتے ہیں کہ حضرت انسؓ کی زندگی میں ایک مرتبہ دن میں اندھیرا چھا گیا۔ میں حضرت انسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور کے زمانے میں بھی اس قسم کی چیزیں پیش آتی تھیں۔ انہوں نے فرمایا خدا کی پناہ حضور کے زمانہ میں تو ذرا سی ہوا تیز ہو جاتی تھی تو ہم لوگ قیامت کے آجانے کے خوف سے مسجد وں میں دوڑ جاتے تھے۔ ایک دوسرے صحابی ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ حضور کا معمول تھا کہ جب آندھی چلتی تو حضور گھبرائے ہوئے مسجد میں تشریف لے جاتے[2]۔ ف - آج کسی بڑے سے بڑے حادثہ، مصیبت اور بلا میں بھی مسجد کسی کو یاد آتی ہے۔ عوام کو چھوڑ کر خواص میں بھی اس کا اہتمام کچھ پایا جاتا ہے آپ خود ہی اس کا جواب اپنے دل میں سوچیں۔

(۳) سورج گرہن میں حضور کا عمل
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سورج گرہن ہو گیا، صحابہ کو فکر ہوئی کہ اس موقع پر حضور کیا عمل فرمائیں گے کیا کریں گے۔ اس کی تحقیق کی جائے جو حضرات اپنے اپنے کام میں مشغول تھے چھوڑ کر دوڑے ہوئے آئے۔ نوعمر لڑکے جو تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے، ان کو چھوڑ کر لپکے ہوئے آئے تاکہ یہ دیکھیں کہ حضور اس وقت کیا کریں گے، نبی اکرمؐ نے دو رکعت کسوف کی نماز پڑھی جو اتنی لانبی تھی کہ لوگ غش کھا کر گرنے لگے۔ نماز میں نبی

[1] بیان القرآن [2] جمع الفوائد

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روتے تھے اور فرماتے تھے۔ اے رب کیا آپ نے مجھ سے اس کا وعدہ نہیں فرما رکھا کہ آپ ان لوگوں کو میرے موجود ہوتے ہوئے عذاب نہ فرمائیں گے کہ وہ لوگ استغفار کرتے رہیں (سورۂ انفال میں اللہ جل شانہٗ نے اس کا وعدہ فرما رکھا ہے۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ) پھر حضور نے لوگوں کو نصیحت فرمائی کہ جب کبھی ایسا موقع ہو اور آفتاب یا چاند گرہن ہو جائے۔ تو گھبرا کر نماز کی طرف متوجہ ہو جایا کرو، میں جو آخرت کے حالات دیکھتا ہوں۔ اگر تم کو معلوم ہو جائیں تو ہنسنا کم کر دو اور رونے کی کثرت کر دو جب کبھی ایسی حالت پیش آئے، نماز پڑھو، دعا مانگو، صدقہ کرو۔

حضور کا تمام رات روتے رہنا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ تمام رات روتے رہے اور صبح تک نماز میں یہ آیت تلاوت فرماتے رہے، اِنْ تُعَذِّبْهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اے اللہ اگر آپ ان کو سزا دیں جب بھی آپ مختار ہیں کہ آپ کے بندے ہیں اور آپ ان کے مالک، اور مالک کو حق ہے کہ بندوں کو ان کے جرائم پر سزا دے اور اگر آپ ان کو معاف فرمائیں تو بھی آپ مختار ہیں کہ آپ زبردست قدرت والے ہیں تو معافی پر بھی قدرت ہے اور حکمت والے ہیں تو معافی بھی حکمت کے موافق ہوگی۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی نقل ہے کہ وہ ایک شب تمام رات وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ، پڑھتے رہے اور روتے رہے۔ مطلب آیت شریفہ کا یہ ہے کہ قیامت کے دن مجرموں کو حکم ہوگا کہ دنیا میں تو سب ملے جلے رہے مگر آج مجرم لوگ سب الگ ہو جائیں اور غیر مجرم علیحدہ اس حکم کو سن کر جتنا بھی رویا جاوے تھوڑا ہے کہ نہ معلوم اپنا شمار مجرموں میں ہوگا یا فرمانبرداروں میں۔

حضرت ابوبکرؓ پر اللہ کا ڈر

(۵) حضرت ابوبکر صدیقؓ جو باجماع اہل سنت انبیاء کے علاوہ تمام دنیا کے آدمیوں سے افضل ہیں اور ان کا جنتی ہونا یقینی ہے کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنتی ہونے کی بشارت دی بلکہ جنتیوں کی ایک جماعت کا سردار بتایا اور جنت کے سب دروازوں سے ان کی پکار اور بلاوے کی خوشخبری دی اور یہ بھی فرمایا کہ میری امت میں سب سے پہلے ابوبکرؓ جنت میں داخل ہوں گے۔ اس سب کے باوجود فرمایا کرتے کہ کاش میں کوئی

درخت ہوتا جو کاٹ دیا جاتا۔ کبھی فرماتے، کاش میں کوئی گھاس ہوتا کہ جانور اس کو کھا لیتے۔ کبھی فرماتے کاش میں کسی مومن کے بدن کا بال ہوتا۔ ایک مرتبہ ایک باغ میں تشریف لے گئے اور ایک جانور کو بیٹھا ہوا دیکھا تو ٹھنڈا سانس بھرا اور فرمایا کہ تو کس قدر لطف میں ہے کہ کھاتا ہے پیتا ہے، درختوں کے سائے میں پھرتا ہے اور آخرت میں تجھ پر کوئی حساب کتاب نہیں۔ کاش ابوبکرؓ بھی تجھ جیسا ہوتا۔ ربیعہ اسلمیؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی بات پر مجھ میں اور حضرت ابوبکرؓ میں کچھ بات بڑھ گئی اور انہوں نے مجھے کوئی سخت لفظ کہہ دیا جو مجھے ناگوار گذرا، فوراً ان کو خیال ہوا، مجھ سے فرمایا کہ تو بھی مجھے کہہ دے تاکہ بدلہ ہو جائے۔ میں نے کہنے سے انکار کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یا تو کہہ لو ورنہ میں حضورؐ سے جا کر عرض کروں گا۔ میں نے اس پر بھی جوابی لفظ کہنے سے انکار کیا، وہ تو اٹھ کر چلے گئے، بنو اسلم کے کچھ لوگ آئے اور کہنے لگے کہ یہ بھی اچھی بات ہے کہ خود ہی تو زیادتی کی اور خود ہی الٹی حضورؐ سے شکایت کریں۔ میں نے کہا کہ تم جانتے ہو یہ کون ہیں، یہ ابوبکر صدیقؓ ہیں اگر یہ خفا ہو گئے تو اللہ کا لاڈلا رسولؐ مجھ سے خفا ہو جائے گا۔ اور اس کی خفگی سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں گے تو ربیعہ کی ہلاکت میں کیا تردد ہے۔ اس کے بعد میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قصہ عرض کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، تمہیں جواب میں اور بدلہ میں کہنا نہیں چاہیے، البتہ اس کے بدلہ میں یوں کہو کہ اے ابوبکر اللہ تمہیں معاف فرمائیں۔

ف:۔ یہ ہے کہ اللہ کا خوف ایک معمولی سے کلمہ میں، حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بدلہ کا اس قدر فکر اور اہتمام ہوا، کہ اول خود درخواست کی اور پھر حضورؐ کے واسطہ سے اس کا ارادہ فرمایا کہ ربیعہؓ بدلہ لے لیں آج ہم سینکڑوں باتیں ایک دوسرے کو کہہ دیتے ہیں، اس کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ اس کا آخرت میں بدلہ بھی لیا جائے گا یا حساب کتاب بھی ہوگا۔

حضرت عمرؓ کی حالت

(۶) حضرت عمرؓ بسا اوقات ایک تنکا ہاتھ میں لیتے اور فرماتے، کاش میں یہ تنکا ہوتا۔ کبھی فرماتے، کاش مجھے میری ماں نے جنا ہی نہ ہوتا۔ ایک مرتبہ کسی کام میں مشغول تھے، ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ فلاں شخص نے مجھ پر ظلم کیا ہے۔ آپ چل کر مجھے بدلہ دلوا دیجیے۔ آپؓ نے اس کے ایک درہ مار دیا کہ جب میں اس کام کے لیے بیٹھتا ہوں۔ اس وقت تو آتے نہیں جب میں دوسرے کاموں میں مشغول ہو جاتا ہوں تو آکر کہتے ہیں کہ بدلہ دلوا دو۔

شخص چلا گیا۔ آپ نے آدمی بھیج کر اس کو بلوایا اور دُرّہ اس کو دے کر فرمایا کہ بدلہ لے لو، اس نے عرض کیا کہ میں نے اللہ کے واسطے معاف کیا، گھر تشریف لائے دو رکعت نماز پڑھی اس کے بعد اپنے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اے عمرؓ تو کمینہ تھا، اللہ نے تجھ کو اونچا کیا، تو گمراہ تھا، اللہ نے تجھ کو ہدایت کی، تو ذلیل تھا اللہ نے تجھے عزت دی، پھر لوگوں کا بادشاہ بنایا اب ایک شخص آ کر کہتا ہے کہ مجھے ظلم کا بدلہ دلوا دے، تو تو اس کو مارتا ہے۔ کل قیامت کے دن اپنے رب کو کیا جواب دے گا، بڑی دیر تک اسی طرح اپنے آپ کو ملامت کرتے رہے،

آپ کے غلام حضرت اسلمؓ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کے ساتھ حرّہ کی طرف جا رہا تھا ایک جگہ جنگل میں آگ جلتی ہوئی نظر آئی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ شاید یہ کوئی قافلہ ہے جو رات ہو جانے کی وجہ سے شہر میں نہیں گیا باہر ہی ٹھہر گیا۔ چلو اس کی خبر لیں۔ رات کو حفاظت کا انتظام کریں۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت ہے جس کے ساتھ چند بچے ہیں جو رو اور چلا رہے ہیں اور ایک دیگچی چولہے پر رکھی ہے جس میں پانی بھرا ہوا ہے اور اس کے نیچے آگ جل رہی ہے انہوں نے سلام کیا اور قریب آنے کی اجازت لے کر اس کے پاس گئے اور پوچھا کہ یہ بچے کیوں رو رہے ہیں۔ عورت نے کہا کہ بھوک سے لاچار ہو کر رو رہے ہیں۔ دریافت فرمایا کہ اس دیگچی میں کیا ہے۔ عورت نے کہا۔ کہ پانی بھر کر بہلانے کے واسطے آگ پر رکھ دی ہے کہ ذرا ان کو تسلی ہو جائے اور سو جائیں۔ امیر المؤمنین عمرؓ کا اور میرا اللہ ہی کے یہاں فیصلہ ہو گا کہ میری اس تنگی کی خبر نہیں لیتے۔ حضرت عمرؓ رونے لگے اور فرمایا کہ اللہ تجھ پر رحم کرے، بھلا عمرؓ کو تیرے حال کی کیا خبر ہے، کہنے لگی کہ وہ ہمارے امیر بنے ہیں اور ہمارے حال کی خبر بھی نہیں رکھتے۔ اسلمؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ مجھے ساتھ لے کر واپس ہوئے اور ایک بوری میں بیت المال میں سے کچھ آٹا اور کھجوریں اور چربی، کچھ کپڑے اور کچھ درہم لیے، غرض اس بوری کو خوب بھر لیا اور فرمایا کہ یہ میری کمر پر رکھ دو۔ میں نے عرض کیا کہ میں لے چلوں۔ آپ نے فرمایا نہیں میری کمر پر رکھ دے۔ دو تین مرتبہ جب میں نے اصرار کیا تو فرمایا کیا قیامت میں بھی میرے بوجھ کو تو ہی اٹھائے گا۔ اس کو میں ہی اٹھاؤں گا اس لیے کہ قیامت میں مجھ ہی سے اس کا سوال ہو گا۔ میں نے مجبور ہو کر بوری آپ کی کمر پر رکھ دی آپ نہایت تیزی کے ساتھ اس کے

پاس تشریف لے گئے۔ میں بھی ساتھ تھا، وہاں پہنچکر اس دیگچی میں آٹا اور کچھ چربی اور کھجوریں ڈالیں اور اس کو پکانا شروع کیا اور چولہے میں خود ہی پھونکیں مارنے لگے۔ اسلمؓ کہتے ہیں آپ کی گنجان داڑھی سے دھواں نکلتا ہوا میں دیکھتا رہا حتّٰی کہ حریرہ سا تیار ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے دستِ مبارک سے نکال کر ان کو کھلایا، وہ سیر ہو کر خوب ہنسی کھیل میں مشغول ہو گئے اور جو بچا تھا وہ دوسرے وقت کے واسطے ان کے حوالے کر دیا، وہ عورت بہت خوش ہوئی اور کہنے لگی، اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے، تم اس کے مستحق تھے کہ بجائے حضرت عمرؓ کے تم ہی خلیفہ ہوتے حضرت عمرؓ نے اس کو تسلّی دی اور فرمایا کہ جب تم خلیفہ کے پاس جاؤ گی تو مجھے بھی وہیں پاؤ گی حضرت عمرؓ اس کے قریب ہی ذرا ہٹ کر زمین پر بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد چلے آئے اور فرمایا کہ میں اس لیے بیٹھا تھا کہ میں نے ان کو روتے ہوئے دیکھا تھا، میرا دل چاہا کہ تھوڑی دیر ان کو ہنستے ہوئے بھی دیکھوں۔ صبح کی نماز میں اکثر سورۂ کہف، طٰہٰ وغیرہ بڑی سورتیں پڑھتے اور روتے کہ کئی کئی صفوں تک آواز جاتی۔ ایک مرتبہ صبح کی نماز میں سورۂ یوسف پڑھ رہے تھے، اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَحُزْنِیْٓ اِلَى اللّٰہِ پر پہنچے تو روتے روتے آواز نہ نکلی تہجد کی نماز میں بعض مرتبہ روتے روتے گر جاتے اور بیمار ہو جاتے۔ ف: یہ ہے اللہ کا خوف اس شخص کا جس کے نام سے بڑے بڑے نامور بادشاہ ڈرتے تھے، کانپتے تھے۔ آج بھی ساڑھے تیرہ سو برس کے زمانہ تک اسکا دبدبہ مانا ہوا ہے۔ آج کوئی بادشاہ نہیں، حاکم نہیں، کوئی معمولی سا امیر بھی اپنی رعایا کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا ہے؟

(۷) حضرت ابنِ عباس رضؓ کی نصیحت وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی ظاہری بینائی جانے کے بعد میں انکو لیے جا رہا تھا، وہ مسجد حرام میں تشریف لے گئے، وہاں پہنچ کر ایک مجمع سے کچھ جھگڑے کی آواز آ رہی تھی۔ فرمایا مجھے اس مجمع کی طرف لے چلو۔ میں اس طرف لے گیا، وہاں پہنچکر آپ نے سلام کیا، ان لوگوں نے بیٹھنے کی درخواست کی تو آپ نے انکار فرما دیا اور فرمایا کہ تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ کے خاص بندوں کی جماعت وہ لوگ ہیں جن کو اس کے خوف نے چپ کرا رکھا ہے۔ حالانکہ نہ وہ عاجز ہیں نہ گونگے، بلکہ فصیح لوگ ہیں، بولنے والے ہیں سمجھدار ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کی بڑائی کے ذکر نے ان کی عقلوں کو اڑا رکھا ہے ان کے دل اس کی وجہ سے

ٹوٹے رہتے ہیں اور زبانیں چپ رہتی ہیں اور جب اس حالت پر ان کو پختگی میسر آجاتی ہے تو اس کی وجہ سے نیک کاموں میں وہ جلدی کرتے ہیں، تم لوگ ان سے کہاں ہٹ گئے۔ وہبؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے دو آدمیوں کو بھی ایک جگہ جمع نہیں دیکھا۔ ف: حضرت ابن عباس رضؓ اللہ کے خوف سے اس قدر روتے تھے کہ چہرہ پر آنسوؤں کے ہر وقت بہنے سے دو نالیاں سی بن گئی تھیں، اوپر کے قصہ میں حضرت ابن عباسؓ نے نیک کاموں پر اہتمام کا یہ ایک سہل نسخہ بتلایا کہ اللہ کی عظمت اور اس کی بڑائی کا سوچ کیا جائے کہ اس کے بعد ہر قسم کا نیک عمل سہل ہے اور پھر وہ یقیناً اخلاص سے بھرا ہوا ہوگا۔ رات دن کے چوبیس گھنٹوں میں اگر تھوڑا سا وقت بھی ہم لوگ اس سوچ کی خاطر نکال لیں تو کیا مشکل ہے؟

(۸) **تبوک کے سفر میں قوم ثمود کی بستی پر گذر** غزوہ تبوک مشہور غزوہ ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری غزوہ ہے۔ حضور اقدسؐ کو اطلاع ملی کہ روم کا بادشاہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کر رہا ہے اور بہت بڑا لشکر لے کر شام کے راستے سے مدینہ آرہا ہے۔ اس خبر پر ۵ رجب ۹ھ پنجشنبہ کو نبی اکرمؐ اس کے مقابلہ کے لیے مدینہ منورہ سے روانہ ہو گئے، چونکہ زمانہ سخت گرمی کا تھا اور مقابلہ بھی سخت تھا اس لیے حضورؐ نے صاف اعلان فرمادیا کہ روم کے بادشاہ سے مقابلہ کے لیے چلنا ہے تیاری کر لی جائے، اور حضورؐ نے خود اس کے لیے چندہ فرمانا شروع کیا۔ یہی لڑائی ہے جس میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ گھر کا سارا سامان لے آئے اور جب ان سے پوچھا کہ گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا تو عرض کیا کہ ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا، اور حضرت عمر گھر کے پورے سامان میں سے آدھا لے آئے اور حضرت عثمان غنی رضؓ نے ایک تہائی لشکر کا پورا سامان مہیا کر دیا اور اسی طرح ہر شخص اپنی حیثیت سے زیادہ ہی لایا، اس کے باوجود چونکہ عام طور سے تنگی تھی، اسلیے دس دس آدمی ایک ایک اونٹ پر سوار تھے کہ نوبت بنوبت اس پر سوار ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے اس لڑائی کا نام جیش العسرۃ (تنگی کا لشکر) بھی تھا، یہ لڑائی نہایت ہی سخت تھی کہ سفر بھی دور کا تھا اور موسم بھی بے انتہا گرم تھا اور اس کے ساتھ ہی مدینہ طیبہ میں کھجور کے پکنے کا زمانہ زوروں پر تھا کہ سارے باغ بالکل پکے ہوئے کھڑے تھے اور کھجور پر ہی مدینہ طیبہ والوں کی زندگی کا زیادہ تر دارومدار تھا کہ سال بھر کی روزی جمع کرنے کا گویا یہی زمانہ تھا، ان حالات

میں یہ وقت مسلمانوں کے لیے نہایت سخت امتحان کا تھا کہ ادھر اللہ کا خوف، حضورؐ کا ارشاد جس کی وجہ سے بغیر جائے نہ بنتی تھی اور دوسری جانب یہ ساری دقتیں کہ ہر وقت مستقل روک تھی بالخصوص سال بھر کی محنت اور پکے پکائے درختوں کا یوں بے یار و مددگار چھوڑ جانا جتنا مشکل تھا وہ ظاہر ہے مگر اس سب کے باوجود اللہ کا خوف ان حضرات پر غالب تھا۔ اس لیے بجز منافقین اور معذورین جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے اور وہ لوگ بھی جو بضرورت مدینہ طیبہ میں چھوڑے گئے یا کسی قسم کی سواری نہ مل سکنے کی وجہ سے روتے ہوئے رہ گئے تھے، جن کے بارے میں آیہ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ نازل ہوئی اور سب ہی حضرات ہمرکاب تھے، البتہ تین حضرات بلا عذر کے شریک نہیں تھے جن کا قصہ آئندہ آرہا ہے۔ راستہ میں قوم ثمود کی بستی پر گذر ہوا تو حضورؐ نے دامن سے اپنے چہرۂ انور کو ڈھانپ لیا اور اونٹنی کو تیز کر دیا اور صحابہؓ کو بھی حکم فرمایا کہ یہاں سے تیز چلو اور ظالموں کی بستیوں میں سے روتے ہوئے گذرو اور اس سے ڈرتے ہوئے گذرو کہ تم پر بھی خدانخواستہ وہ عذاب کہیں نازل نہ ہوجائے جو ان پر نازل ہوا تھا ف: اللہ کا پیارا نبی اور لاڈلا رسول عذاب والی جگہ سے ڈرتا ہوا خوف کھاتا ہوا گذرتا ہے اور اپنے جاں نثار دوستوں کو جو اس سخت مجبوری میں بھی جاں نثاری کا ثبوت دیتے ہیں روتے ہوئے جانے کا حکم فرماتا ہے کہ خدانخواستہ وہ عذاب ان پر نازل نہ ہوجائے، ہم لوگ کسی بستی میں زلزلہ آجائے تو اس کو سیر گاہ بناتے ہیں۔ کھنڈروں کی تفریح کو جاتے ہیں اور رونا تو درکنار رونے کا خیال بھی دل میں نہیں لاتے۔

(۹) تبوک میں حضرت کعبؓ کی غیر حاضری اور توبہ

اسی تبوک کی لڑائی میں معذورین کے علاوہ اسّی سے زیادہ تو منافق انصار میں سے تھے اور اتنے ہی تقریباً بدوی لوگوں میں سے، ان کے علاوہ ایک بڑی جماعت باہر کے لوگوں میں سے ایسی تھی جو شریک نہیں ہوئے اور اتنا ہی نہیں بلکہ یہ لوگ دوسروں کو بھی لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ کہہ کر روکتے تھے (گرمی میں نہ نکلو) حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ جہنم کی آگ کی گرمی بہت سخت ہے۔ ان کے علاوہ تین سچے پکے مسلمان بھی ایسے تھے جو بلا کسی عذر قوی کے اس لڑائی میں شریک نہیں ہوسکے۔ ایک کعبؓ بن مالک، دوسرے ہلالؓ بن امیہ، تیسرے مرارہؓ بن ربیع، یہ تینوں حضرات کسی نفاق یا عذر

گئے جس سے نہیں ٹھہرے بلکہ خوشحالی ہی رہ جانے کا سبب بن گئی کعبؓ اپنی سرگزشت جو اس موقع پر پیش آئی مفصل سناتے ہیں جو آئندہ آرہی ہے۔

مرارۃؓ بن ربیع کا باغ خوب پھل رہا تھا، ان کو خیال ہوا کہ اگر میں چلا گیا تو یہ سب ضائع ہو جائے گا ہمیشہ میں لڑائیوں میں شریک ہوتا ہی رہا ہوں اگر اس مرتبہ رہ گیا تو کیا مضائقہ ہے۔ اس لیے ٹھہر گئے، مگر جب تنبہ ہوا تو چونکہ باغ ہی اسکا سبب ہوا تھا اس لیے اس کو اللہ کے راستہ میں صدقہ کر دیا۔

ہلالؓ کے اہل و اعزہ جو کہیں گئے ہوئے تھے۔ اتفاق سے اس موقع پر سب جمع ہو گئے ان کو بھی یہی خیال ہوا کہ ہمیشہ شرکت کرتا ہی رہتا ہوں اگر اس موقع پر نہ جاؤں تو کیا حرج ہے، اس لیے ٹھہر گئے مگر تنبہ ہونے پر سب سے تعلقات منقطع کر لینے کا فیصلہ کیا کہ یہ تعلقات ہی اس لڑائی میں شرکت نہ کر سکنے کا سبب ہوئے۔

حضرت کعبؓ کا قصہ احادیث میں کثرت سے آتا ہے وہ اپنی سرگزشت بڑی تفصیل سے سنایا کرتے تھے وہ فرماتے ہیں کہ میں تبوک سے پہلے کسی لڑائی میں بھی اتنا قوی و مالدار نہیں تھا، جتنا کہ تبوک کے وقت تھا۔ اس وقت میرے پاس خود اپنی ذاتی دو اونٹنیاں تھیں۔ اس سے پہلے کبھی بھی دو اونٹنیاں میرے پاس ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ حضورؐ کی ہمیشہ عادت شریفہ یہ بھی کہ جس طرف لڑائی کا ارادہ ہوتا تھا اس کا اظہار نہیں ہوتا تھا، بلکہ دوسری جانبوں کے احوال دریافت فرماتے تھے مگر اس لڑائی میں چونکہ گرمی بھی شدید تھی اور سفر بھی دور کا تھا۔ اس کے علاوہ دشمنوں کی بھی بہت بڑی جماعت تھی، اس لیے صاف اعلان فرما دیا تھا تاکہ لوگ تیاری کر لیں، چنانچہ مسلمانوں کی اتنی بڑی جماعت حضورؐ کے ساتھ ہو گئی کہ رجسٹر میں ان کا نام بھی لکھنا دشوار تھا اور مجمع کی کثرت کی وجہ سے کوئی شخص اگر چھپنا چاہتا کہ میں نہ جاؤں نہ پتہ چلے تو دشوار نہ تھا، اس کے ساتھ ہی پھل بالکل پک رہے تھے۔ میں بھی سامانِ سفر کی تیاری کا صبح ہی سے ارادہ کرتا مگر شام ہو جاتی اور کسی قسم کی تیاری کی نوبت نہ آتی لیکن میں اپنے دل میں خیال کرتا رہا کہ مجھے وسعت حاصل ہے جب ارادہ پختہ کروں گا فوراً ہو جائے گا حتیٰ کہ حضورؐ روانہ بھی ہو گئے اور مسلمان آپؐ کے ساتھ ساتھ مگر میرا سامانِ سفر تیار نہ ہوا۔ پھر بھی یہی خیال

کہ ایک دو روز میں تیار کر کے جا ملونگا۔ اسی طرح آجکل پر ٹلتا رہا حتی کہ حضورؐ کے وہاں پہنچنے کا زمانہ تقریباً آگیا۔ اس وقت میں نے کوشش بھی کی مگر سامان نہ ہوسکا۔ اب میں جب مدینہ طیبہ میں ادھر اودھر دیکھتا ہوں تو صرف وہی لوگ ملتے ہیں جن پر منافقت کا بدنما داغ لگا ہوا تھا یا وہ معذور تھے اور حضورؐ نے بھی تبوک پہنچکر دریافت فرمایا کہ کعبؓ نظر نہیں پڑتے۔ کیا بات ہوئی۔ ایک صاحب نے کہا یا رسول اللہ اس کو اپنے مال و جمال کی اکڑ نے روکا۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ غلط کہا۔ ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وہ بھلا آدمی ہے۔ مگر حضورؐ نے بالکل سکوت فرمایا اور کچھ نہیں بولے حتی کہ چند روز میں میں نے واپسی کی خبر سنی تو مجھے رنج و غم ہوا اور بڑا فکر ہوا، دل میں جھوٹے جھوٹے عذر آتے تھے کہ اس وقت کسی فرضی عذر سے حضورؐ کے غصّہ سے جان بچالوں پھر کسی وقت معافی کی درخواست کر لوں گا اور اس بارے میں اپنے گھرانے کے ہر سمجھدار سے مشورہ کرتا رہا۔ مگر جب مجھے معلوم ہوگیا کہ حضورؐ تشریف لے ہی آئے ہیں تو میرے دل نے فیصلہ کیا کہ بغیر سچ بولے کسی طرح نجات نہ ہوگی اور میں نے سچ سچ عرض کرنے کی ٹھان ہی لی۔ حضورؐ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اول مسجد میں تشریف لے جاتے، اور دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے اور وہاں تھوڑی دیر تشریف رکھتے کہ لوگوں سے ملاقات فرمائیں چنانچہ حضور تشریف فرما رہے اور منافق لوگ آکر جھوٹے جھوٹے عذر کرتے اور قسمیں کھاتے رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ظاہر حال کو قبول فرماتے رہے اور باطن کو اللہ کے سپرد فرماتے رہے کہ اتنے میں میں بھی حاضر ہوا اور سلام کیا۔ حضورؐ نے ناراضگی کے انداز میں تبسم فرمایا اور اعراض فرمایا۔ میں نے عرض کیا۔ یا نبیؐ اللہ آپؐ نے اعراض فرمالیا۔ میں خدا کی قسم نہ تو منافق ہوں نہ مجھے ایمان میں کچھ تردد ہے، ارشاد فرمایا کہ یہاں آ، میں قریب ہوکر بیٹھ گیا، حضورؐ نے فرمایا کہ تجھے کس چیز نے روکا کیا تو نے اونٹنیاں نہیں خرید رکھی تھیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں کسی دنیادار کے پاس اس وقت ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ میں اس کے غصہ سے معقول عذر کے ساتھ خلاصی پالیتا کہ مجھے بات کرنے کا سلیقہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے۔ لیکن آپ کے متعلق مجھے معلوم ہے کہ اگر آج جھوٹ سے آپؐ کو راضی کر لوں تو قریب ہے کہ اللہ جل شانہ مجھ سے ناراض ہوں گے اور اگر آپؐ سے صاف صاف عرض کردوں

تو آپ کو غصہ آئیگا لیکن قریب ہے کہ اللہ کی پاک ذات آپ کے عتاب کو زائل کر دے گی۔ اس لیے سچ ہی عرض کرتا ہوں کہ واللہ مجھے کوئی عذر نہیں تھا اور جیسا فارغ اور وسعت والا میں اس زمانہ میں تھا کسی زمانہ میں بھی اس سے پہلے نہیں تھا حضورؐ نے ارشاد فرمایا، کہ تو نے سچ کہا۔ پھر فرمایا کہ اچھا اٹھ جاؤ تمہارا فیصلہ حق تعالیٰ شانہٗ فرمائیں گے۔ میں وہاں سے اٹھا تو میری قوم کے بہت سے لوگوں نے مجھے ملامت کی تو نے اس سے پہلے کوئی گناہ نہیں کیا تھا۔ اگر تو کوئی عذر کر کے حضورؐ سے استغفار کی درخواست کرتا تو حضورؐ کا استغفار تیرے لیے کافی تھا میں نے ان سے پوچھا کہ کوئی اور بھی ایسا شخص ہے جس کے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہو لوگوں نے بتلایا کہ دو شخصوں کے ساتھ اور بھی یہی معاملہ پیش آیا، اور انہوں نے بھی یہی گفتگو کی جو تو نے کی اور یہی جواب انکو ملا، جو تجھ کو ملا، ایک ہلال بن امیہ، دُوسرے مرارة بن ربیع۔ میں نے دیکھا کہ دو صالح شخص جو دونوں بدری ہیں وہ بھی میرے شریک حال ہیں حضورؐ اقدس نے ہم تینوں سے بولنے کی ممانعت بھی فرمادی کہ کوئی شخص ہم سے کلام نہ کرے یہ قاعدہ کی بات ہے کہ غصہ اسی پر آتا ہے جس سے تعلق ہوتا ہے اور تنبیہ اسی کو کی جاتی ہے جس میں اس کی اہلیت بھی ہو جس میں اصلاح وصلاح کی قابلیت ہی نہ ہو۔ اس کو تنبیہ ہی کون کرتا ہے۔ کعبؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ کی ممانعت پر لوگوں نے ہم سے بولنا چھوڑ دیا اور ہم سے اجتناب کرنے لگے، اور گویا دنیا ہی بدل گئی۔ حتیٰ کہ زمین باوجود اپنی وسعت کے مجھے تنگ معلوم ہونے لگی۔ سارے لوگ اجنبی معلوم ہونے لگے۔ در و دیوار اوپرے بن گئے، مجھے سب سے زیادہ اس کا فکر تھا کہ میں اس حال میں مر گیا تو حضور میرے جنازے کی نماز بھی نہ پڑھیں گے اور خدانخواستہ حضور کا وصال ہو گیا تو میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ایسا ہی رہوں گا نہ مجھ سے کوئی کلام کریگا نہ میری نماز جنازہ پڑھیگا حضورؐ کے ارشاد کے خلاف کون کر سکتا ہے۔ غرض ہم لوگوں نے پچاس دن اسی حال میں گذارے۔ میرے دونوں ساتھی تو شروع ہی سے گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے۔ میں سب میں قوی تھا۔ چلتا پھرتا بازار چلا جاتا، نماز میں شریک ہوتا۔ مگر مجھ سے بات کوئی نہ کرتا حضورؐ کی مجلس میں حاضر ہو کر سلام کرتا اور بہت غور سے خیال کرتا کہ حضورؐ کے لب مبارک جواب کے لیے ہلے یا نہیں۔ نماز کے بعد حضورؐ کے قریب ہی کھڑے ہو کر نماز پوری

کرتا اور آنکھ چرا کر دیکھتا کہ حضورؐ مجھے دیکھتے بھی ہیں یا نہیں۔ جب میں نماز میں مشغول ہوتا، تو حضورؐ مجھے دیکھتے اور جب میں ادھر متوجہ ہوتا تو حضورؐ منہ پھیر لیتے اور میری جانب سے اعراض فرما لیتے۔

غرض یہی حالات گذرتے رہے اور مسلمانوں کا بات چیت بند کر دینا مجھ پر بہت ہی بھاری ہو گیا تو میں ابوقتادہ رضؓ کی دیوار پر چڑھا، وہ میرے رشتہ کے چچازاد بھائی بھی تھے، اور مجھ سے تعلقات بھی بہت ہی زیادہ تھے۔ میں نے اوپر چڑھ کر سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے ان کو قسم دے کر پوچھا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مجھے اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت ہے۔ انہوں نے اس کا بھی جواب نہ دیا۔ میں نے دوبارہ قسم دی اور دریافت کیا وہ پھر بھی چپ ہی رہے میں نے تیسری مرتبہ پھر قسم دے کر پوچھا انہوں نے کہا، اللہ جانے اور اس کا رسول۔ یہ کلمہ سن کر میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور وہاں سے لوٹ آیا۔ اسی دوران میں ایک مرتبہ بازار میں جا رہا تھا کہ ایک قبطی کو جو نصرانی تھا اور شام سے مدینہ منورہ اپنا غلہ فروخت کرنے آیا تھا، یہ کہتے ہوئے سُنا کہ کوئی کعبؓ بن مالک کا پتہ بتا دے لوگوں نے اس کو میری طرف اشارہ کر کے بتایا، وہ میرے پاس آیا اور غسان کے کافر بادشاہ کا خط مجھے لا کر دیا۔ اس میں لکھا تھا ہمیں معلوم ہوا کہ تمہارے آقا نے تم پر ظلم کر رکھا ہے تمہیں اللہ ذلت کی جگہ نہ رکھے اور نہ ضائع کرے تم ہمارے پاس آجاؤ۔ ہم تمہاری مدد کرینگے (یہ دنیا کا قاعدہ ہے کہ کسی بڑے کی طرف سے اگر چھوٹوں کو تنبیہ ہوتی ہے تو ان کو بہکانے والے اور زیادہ کھونے کی کوشش کیا کرتے ہیں اور خیر خواہ بن کر اس قسم کے الفاظ سے اشتعال دلایا ہی کرتے ہیں)۔ کعبؓ کہتے ہیں کہ میں نے یہ خط پڑھ کر انا للہ پڑھی کہ میری حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ کافر بھی مجھ میں طمع کرنے لگے اور مجھے اسلام تک سے ہٹانے کی تدبیریں ہونے لگیں، یہ ایک اور مصیبت آئی اور اس خط کو لے جا کر میں نے ایک تنور میں پھونک دیا اور حضورؐ سے جا کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے اعراض کی وجہ سے میری یہ حالت ہو گئی کہ کافر مجھ میں طمع کرنے لگے۔ اسی حالت میں چالیس روز ہم پر گذرے تھے کہ حضورؐ کا قاصد میرے پاس حضورؐ کا یہ ارشاد لے کر آیا کہ اپنی بیوی کو بھی چھوڑ دو، میں نے دریافت کیا کہ کیا منشا ہے اس کو طلاق دے دوں کہا نہیں بلکہ علیحدگی اختیار

کرلو اور میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی انکا قاصد کی معرفت یہی حکم پہنچا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تو اپنے میکے چلی جا جب تک اللہ تعالیٰ شانہٗ اس امر کا فیصلہ فرمائیں وہیں رہنا۔ ہلالؓ بن امیہ کی بیوی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ ہلال بالکل بوڑھے شخص ہیں، کوئی خبر گیری کرنے والا نہ ہوگا تو ہلاک ہوجائیں گے۔ اگر آپ اجازت دیں اور آپکو گرانی نہ ہو تو میں کچھ کام کاج انکا کردیا کروں۔ حضور نے فرمایا مُضائقہ نہیں لیکن صحبت نہ کریں۔ انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ اس چیز کی طرف تو ان کو میلان بھی نہیں جس روز سے یہ واقعہ پیش آیا، آج تک انکا وقت روتے ہی گذر رہا ہے۔ کعبؓ کہتے ہیں، مجھ سے بھی کہا گیا کہ ہلالؓ کی طرح تو بھی اگر بیوی کی خدمت کی اجازت لے لے تو شاید مل جائے۔ میں نے کہا وہ بوڑھے ہیں میں جوان ہوں نہ معلوم مجھے کیا جواب ملے اس لیے میں جرأت نہیں کرتا۔ غرض اس حال میں دس روز اور گذرے کہ ہم سے بات چیت اور میل جول چھٹے ہوئے پورے پچاس دن ہوگئے۔ پچاسویں دن کی صبح کی نماز اپنے گھر کی چھت پر پڑھ کر میں نہایت غمگین بیٹھا ہوا تھا۔ زمین مجھ پر بالکل تنگ تھی اور زندگی دوبھر ہو رہی تھی کہ سلع پہاڑ کی چوٹی پر سے ایک زور سے چلانے والے نے آواز دی کہ کعبؓ خوش خبری ہو تم کو۔ میں اتنا ہی سن کر سجدے میں گر گیا اور خوشی کے مارے رونے لگا اور سمجھا کہ تنگی دور ہوگئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد ہماری معافی کا اعلان فرمایا۔ جس پر ایک شخص نے تو پہاڑ پر چڑھ کر زور سے آواز دی کہ وہ سب سے پہلے پہنچ گئی۔ اس کے بعد ایک صاحب گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگے ہوئے آئے۔ میں جو کپڑے پہن رہا تھا وہ نکال کر بشارت دینے والے کی نذر کر دیئے۔ خدا کی قسم ان دو کپڑوں کے سوا اور کوئی کپڑا اس وقت میری مِلک میں نہ تھا۔ اس کے بعد میں نے دو کپڑے مانگے ہوئے پہنے اور حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسی طرح میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی خوشخبری لے کر پہنچ گئی۔ میں جب مسجد نبوی میں حاضر ہوا تو وہ لوگ خدمت اقدس میں حاضر تھے، مجھے مبارکباد دینے کے لیے دوڑے اور سب سے پہلے ابو طلحہؓ نے بڑھ کر مبارکباد دی اور مُصافحہ کیا جو ہمیشہ ہی یاد رہیگا

ف ممکن ہے بیوی نے کہا ہو کہ بیویوں سے علیحدگی کا حکم اب تک نہیں ہوا تھا یا کسی بچے یا منافق نے کہا ہو، صحابہ تو بولتے ہی نہ تھے ۱۲

میں نے حضور کی بارگاہ میں جا کر سلام عرض کیا تو چہرۂ انور کھل رہا تھا اور انوار خوشی کے چہرے سے ظاہر ہو رہے تھے حضورؐ کا چہرہ مبارک خوشی کے وقت چاند کی طرح چمکنے لگتا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میری جائداد جو ہے وہ سب اللہ کے راستے میں صدقہ ہے کہ یہ ثروت ہی اس مصیبت کا سبب بنی تھی حضورؐ نے فرمایا کہ اس میں تنگی ہوگی۔ کچھ حصہ اپنے پاس بھی رہنے دو۔ میں نے عرض کیا بہتر ہے خیبر کا حصہ رہنے دیا جائے مجھے سچ ہی نے نجات دی اس لیے میں نے عہد کر لیا کہ ہمیشہ ہی سچ بولوں گا۔

ف۔ یہ ہے صحابہ کرامؓ کی اطاعت اور دینداری کا اور اللہ کے خوف کا نمونہ کہ ہمیشہ جنگ میں یہ حضرات شریک رہے، ایک مرتبہ کی غیر حاضری پر کیا کیا عتاب ہوا اور اس کو کس فرمانبرداری سے برداشت کیا کہ پچاس دن رو کر گذار دیے اور مال جس کی وجہ سے یہ واقعہ پیش آیا تھا وہ بھی صدقہ کر دیا اور کافروں نے طمع دلائی تو بجائے مشتعل ہونے کے اور زیادہ پشیمان ہوئے اور اس کو بھی اللہ کا عتاب اور حضورؐ کے اعراض کی وجہ سے سمجھا کہ میرے دین کا ضعف اس درجہ تک پہنچ گیا کہ کافروں کو اس کی طمع ہونے لگی کہ وہ مجھے بے دین بنا دیں ہم لوگ بھی مسلمان ہیں، اللہ اور اس کے پاک رسول کے ارشادات بھی سامنے ہیں، بڑے سے بڑا حکم نماز ہی کا لے لو کہ ایمان کے بعد اس کے برابر کوئی چیز بھی نہیں۔ کتنے ہیں جو اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور جو کرتے ہیں وہ بھی کیسی کرتے ہیں۔ اس کے بعد زکوٰۃ اور حج کا تو پوچھنا ہی کیا کہ اس میں تو مال بھی خرچ ہوتا ہے۔

(۱۰) صحابہؓ کے ہنسنے پر حضور کی تنبیہ اور قبر کی یاد

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ نماز کے لیے تشریف لائے تو ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ کھلکھلا کر ہنس رہی تھی اور ہنسی کی وجہ سے دانت کھل رہے تھے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو کثرت سے یاد کیا کرو تو جو حالت میں دیکھ رہا ہوں وہ پیدا نہ ہو لہٰذا موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ قبر پر کوئی دن ایسا نہیں گذرتا جس میں وہ یہ آواز نہ دیتی ہو کہ میں بیگانگی کا گھر ہوں، تنہائی کا گھر ہوں مٹی کا گھر ہوں، کیڑوں کا گھر ہوں، جب کوئی مومن قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ تیرا آنا مبارک ہے، بہت اچھا کیا تو آ گیا، جتنے آدمی زمین پر چلتے تھے تو ان سب میں مجھے زیادہ پسند تھا۔ آج جب تو میرے پاس آیا ہے تو

میرے بہترین سلوک کو دیکھے گا۔ اس کے بعد وہ قبر جہاں تک مردے کی نظر پہنچ سکے وہاں تک وسیع ہو جاتی ہے اور ایک دروازہ اس میں جنت کا کھل جاتا ہے۔ جس سے وہاں کی ہوا اور خوشبوئیں اس کو آتی رہتی ہیں اور جب کوئی بدکردار قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ تیرا آنا نامبارک ہے برا کیا جو تو آیا۔ زمین پر جتنے آدمی چلتے تھے ان سب میں تجھ ہی سے مجھے زیادہ نفرت تھی۔ آج جب تو میرے حوالہ ہوا ہے تو میرے برتاؤ کو بھی دیکھ لے گا۔ اس کے بعد وہ اس طرح سے اس کو دباتی ہے کہ پسلیاں آپس میں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں، اور ستر اژدھے اس پر ایسے مسلط ہو جاتے ہیں کہ اگر ایک بھی زمین پر پھنکار مارے تو اس کے اثر سے زمین پر گھاس تک باقی نہ رہے، وہ اس کو قیامت تک ڈستے رہتے ہیں۔ اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ قبر جنت کا ایک باغ ہے یا جہنم کا ایک گڑھا ہے۔ ف: اللہ کا خوف بڑی ضروری اور اہم چیز ہے یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر کسی گہری سوچ میں رہتے تھے اور موت کا یاد کرنا اس کے لیے مفید ہے۔ اسی لیے حضورؐ نے یہ نسخہ ارشاد فرمایا۔ کبھی کبھی موت کو یاد کرتے رہنا بہت ہی ضروری اور مفید ہے۔

حضرت حنظلہ رضؓ کو نفاق کا ڈر (۱۱) حضرت حنظلہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضورؐ کی مجلس میں تھے۔ حضورؐ نے وعظ فرمایا جس سے قلوب نرم ہو گئے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اپنی حقیقت ہمیں ظاہر ہو گئی۔ حضورؐ کی مجلس سے اٹھ کر میں گھر آیا۔ بیوی بچے پاس آ گئے اور کچھ دنیا کا تذکرہ شروع ہو گیا اور بچوں کے ساتھ ہنسنا بولنا، بیوی کے ساتھ مذاق شروع ہو گیا اور وہ حالت جاتی رہی جو حضور کی مجلس میں تھی۔ دفعتہً خیال آیا کہ میں پہلے کس حال میں تھا اب کیا ہو گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ تو تو منافق ہو گیا، کہ ظاہر میں حضورؐ کے سامنے تو وہ حال تھا اب گھر میں آکر یہ حالت ہو گئی۔ میں اس پر افسوس اور رنج کرتا ہوا اور یہ کہتا ہوا گھر سے نکلا کہ حنظلہؓ تو منافق ہو گیا، سامنے سے حضرت ابوبکر صدیقؓ تشریف لا رہے تھے۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ حنظلہ تو منافق ہو گیا، وہ یہ سن کر فرمانے لگے کہ سبحان اللہ کیا کہہ رہے ہو ہرگز نہیں۔ میں نے صورت بیان کی کہ ہم لوگ جب حضورؐ کی خدمت میں ہوتے ہیں، اور حضور دوزخ اور جنت کا ذکر فرماتے ہیں تو ہم لوگ ایسے ہو جاتے ہیں گویا وہ دونوں ہمارے

سامنے ہیں اور جب حضورؐ کے پاس سے آجاتے ہیں تو بیوی بچوں اور جائداد وغیرہ کے دھندوں میں پھنس کر اسکو بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ یہ بات تو ہم کو بھی پیش آتی ہے، اس لیے دونوں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جا کر حنظلہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں تو منافق ہو گیا۔ حضورؐ نے فرمایا، کیا بات ہوئی۔ حنظلہؓ نے عرض کیا کہ جب ہم لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ جنت و دوزخ کا ذکر فرماتے ہیں تب تو ہم ایسے ہو جاتے ہیں، کہ گویا وہ ہمارے سامنے ہیں۔ لیکن جب خدمت اقدس سے چلے جاتے ہیں تو جا کر بیوی بچوں اور گھر بار کے دھندوں میں لگ کر بھول جاتے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمہارا ہر وقت وہی حال رہے جیسا میرے سامنے ہوتا ہے تو فرشتے تم سے بستروں پر اور راستوں میں مصافحہ کرنے لگیں۔ لیکن حنظلہ بات یہ ہے کہ گاہے گاہے گاہے گاہے۔ ف: یعنی آدمی کے ساتھ انسانی ضرورتیں بھی لگی ہوئی ہیں جن کو پورا کرنا بھی ضروری ہے کھانا پینا، بیوی بچے اور ان کی خیر خبر لینا یہ بھی ضروری چیزیں ہیں۔ اس لیے اس قسم کے حالات کبھی کبھی حاصل ہوتے ہیں۔ نہ ہر وقت یہ حاصل ہوتے ہیں اور نہ اس کی امید رکھنی چاہیے۔ یہ فرشتوں کی شان ہے کہ انکو کوئی دوسرا دھندا ہی نہیں۔ نہ بیوی بچے نہ فکرِ معاش اور نہ دنیوی قصے اور انسان کے ساتھ چونکہ بشری ضروریات لگی ہوئی ہیں، اس لیے وہ ہر وقت ایک سی حالت پر نہیں رہ سکتا۔ لیکن غور کی بات یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کو اپنے دین کی کتنی فکر تھی کہ ذرا سی بات سے حضورؐ کے سامنے جو حالت ہماری ہوتی ہے وہ بعد میں نہیں رہتی اس سے اپنے منافق ہونیکا ان کو فکر ہو گیا۔ عشق است و ہزار بدگمانی۔ عشق جس سے ہوتا ہے اس کے متعلق ہزار طرح کی بدگمانی اور فکر ہو جاتا ہے۔ بیٹے سے محبت ہو اور وہ کہیں سفر میں چلا جائے۔ پھر دیکھئے ہر وقت خیریت کی خبر کا فکر رہتا ہے اور جو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ وہاں طاعون ہے یا فساد ہو گیا پھر خدا جانے کتنے خطوط اور تار پہنچیں گے۔

تکمیل۔۔۔ اللہ کے خوف کے متفرق احوال | قرآن شریف کی آیات اور حضورؐ کی احادیث اور بزرگوں کے واقعات میں اللہ جل شانہٗ کے ڈرنے کے متعلق جتنا کچھ ذکر کیا گیا ہے اسکا احاطہ تو دشوار ہے۔ لیکن مختصر طور پر اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ دین کے ہر کمال کا زینہ اللہ کا خوف ہے۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ حکمت کی جڑ اللہ کا خوف ہے۔ حضرت ابن عمرؓ بہت رویا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ روتے روتے آنکھیں بھی بیکار ہوگئی تھیں۔ کسی شخص نے ایک مرتبہ دیکھ لیا تو فرمانے لگے کہ میرے رونے پر تعجب کرتے ہو، اللہ کے خوف سے سورج روتا ہے۔ ایک مرتبہ ایسا ہی قصہ آیا، تو فرمایا کہ اللہ کے خوف سے چاند روتا ہے۔ ایک نوجوان صحابی رضؓ پر حضورؐ کا گذر ہوا، وہ پڑھ رہے تھے، جب فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ پر پہنچے تو بدن کے بال کھڑے ہوگئے، روتے روتے دم گھٹنے لگا، اور کہہ رہے تھے ہاں جس دن آسمان پھٹ جاویں گے (یعنی قیامت کے دن) میرا کیا حال ہوگا۔ ہائے میری بربادی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے اس رونے کی وجہ سے فرشتے بھی رونے لگے۔ ایک انصاری نے تہجد کی نماز پڑھی اور پھر بیٹھ کر بہت روئے کہتے تھے اللہ ہی سے فریاد کرتا ہوں جہنم کی آگ سے معافی کی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے آج فرشتوں کو رُلا دیا عبد اللہ بن رواحہ ایک صحابی ہیں۔ رو رہے تھے۔ بیوی بھی ان کی اس حالت کو دیکھ کر رونے لگیں پوچھا کہ کیوں روتی ہو، کہنے لگیں کہ جس وجہ سے تم روتے ہو۔ عبد اللہ بن رَوَاحہؓ نے کہا کہ میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ جہنم پر تو گذرنا ہے ہی، نہ معلوم نجات ہو سکے گی یا وہیں رہ جاؤں گا[۱] زرارہ بن اوفیٰ رضؓ ایک مسجد میں نماز پڑھا رہے تھے فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ الآیۃ پر جب پہنچے تو فوراً گر گئے اور انتقال ہو گیا۔ لوگ اٹھا کر گھر تک لائے۔ حضرت خلید رضؓ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے، كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ پر پہنچے تو اسکو بار بار پڑھنے لگے۔ تھوڑی دیر میں گھر کے ایک کونے سے آواز آئی کہ کتنی مرتبہ اسکو پڑھو گے، تمہارے اس بار بار کے پڑھنے سے چار جن مرچکے ہیں۔ ایک اور صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ پڑھتے پڑھتے جب ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ پر پہنچے تو ایک چیخ ماری اور تڑپ تڑپ کر مر گئے اور بھی اس قسم کے واقعات کثرت سے گذرے ہیں۔ حضرت فضیلؒ مشہور بزرگ ہیں، کہتے ہیں کہ اللہ کا خوف ہر خیر کی طرف رہبری کرتا ہے۔ حضرت شبلیؒ کے نام سے سب ہی واقف ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب بھی میں اللہ سے ڈرا ہوں اس کی وجہ سے مجھ پر حکمت اور عبرت کا ایسا دروازہ کھلا ہے جو اس سے پہلے نہیں کھلا۔ حدیث میں آیا ہے اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے بندے پر دو خوف جمع نہیں کرتا اور دو بے فکریاں نہیں دیتا۔ اگر دنیا میں مجھ سے بے فکر رہے تو قیامت میں ڈراتا ہوں اور

۱؎ احیاء۔ مسلم

دنیا میں ڈرتا رہے تو آخرت میں بےفکری عطا کرتا ہوں۔ حضور کا ارشاد ہے کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے، اس سے ہر چیز ڈرتی ہے اور جو غیر اللہ سے ڈرتا ہے اس کو ہر چیز ڈراتی ہے۔ یحییٰ بن معاذ رضؓ کہتے ہیں کہ آدمی بے چارہ اگر جہنم سے اتنا ڈرنے لگے جتنا تنگدستی سے ڈرتا ہے تو سیدھا جنت میں جائے۔ ابوسلیمان دارانیؒ کہتے ہیں کہ جس دل سے اللہ کا خوف جاتا رہتا ہے وہ برباد ہو جاتا ہے حضور کا ارشاد ہے کہ جس آنکھ سے اللہ کے خوف کی وجہ سے ذرا سا آنسو خواہ مکھی کے سر کے برابر ہی کیوں نہ ہو نکل کر چہرہ پر گرتا ہے اللہ تعالیٰ اس چہرہ کو آگ پر حرام فرما دیتے ہیں۔ حضورؐ کا ایک اور ارشاد ہے کہ جب مسلمان کا دل اللہ کے خوف سے کانپتا ہے تو اس کے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے درختوں سے پتے جھڑتے ہیں۔ میرے نبیؐ کا ایک اور ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے اسکا آگ میں جانا ایسا ہی مشکل ہے جیسا دودھ کا تھنوں میں واپس جانا۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ ایک صحابی ہیں۔ انہوں نے حضورؐ سے پوچھا کہ نجات کا راستہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اپنی زبان کو روکے رکھو، گھر میں بیٹھے رہو اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو۔ حضرت عائشہ رضؓ نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ آپ کی امت میں کوئی ایسا بھی ہے جو بے حساب کتاب جنت میں داخل ہو۔ حضورؐ نے فرمایا ہاں جو اپنے گناہوں کو یاد کر کے روتا رہے۔ میرے آقا کا ایک اور ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک دو قطروں سے زیادہ کوئی قطرہ پسند نہیں۔ ایک آنسو کا قطرہ جو اللہ کے خوف سے نکلا ہو، دوسرا خون کا قطرہ جو اللہ کے راستہ میں گرا ہو۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سات آدمی ایسے ہوں گے جنکو اللہ جل شانہ اپنا سایہ عطا فرمائیں گے، ایک وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی وجہ سے اس کی آنکھ سے آنسو بہنے لگیں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا ارشاد ہے جو رو سکتا ہو وہ روئے اور جس کو رونا نہ آئے وہ رونے کی صورت ہی بنالے۔ محمد بن منکدرؒ جب روتے تھے تو آنسوؤں کو اپنے منہ اور داڑھی سے پونچھتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ جہنم کی آگ اس جگہ کو نہیں چھوتی، جہاں آنسو پہنچے ہوں۔ ثابت بنانی کی آنکھیں دکھنے لگیں، طبیب نے کہا کہ ایک بات کا وعدہ کر لو آنکھ اچھی ہو جاوے گی کہ رویا نہ کرو، کہنے لگے آنکھ میں کوئی خوبی ہی نہیں اگر وہ روئے نہیں یزید بن میسرہ کہتے ہیں کہ رونا سات وجہ سے ہوتا ہے خوشی سے، جنون سے، درد سے

گھبراہٹ سے، دکھلاوے سے، نشہ سے اور اللہ کے خوف سے۔ یہی ہے وہ رونا کہ اس کا ایک آنسو بھی آگ کے سمندر کو بجھا دیتا ہے۔ کعبؓ احبار کہتے ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، کہ اگر میں اللہ کے خوف سے روؤں اور آنسو میرے رخسار پر بہنے لگیں، یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ پہاڑ کے برابر سونا صدقہ کروں، انکے علاوہ اور بھی ہزاروں ارشادات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی یاد میں اور اپنے گناہوں کی فکر میں رونا کیمیا ہے اور بہت ہی ضروری اور مفید اور اپنے گناہوں پر نظر کر کے یہی حالت ہونا چاہیے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ اللہ کے فضل اور اسکی رحمت کی امید میں بھی کمی نہ ہو۔ یقیناً اللہ کی رحمت ہر شے کو وسیع ہے۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ اگر قیامت میں یہ اعلان ہو کہ ایک شخص کے سوا سب کو جنت میں داخل کر دو تو مجھے اللہ کی رحمت سے یہ امید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں، اور اگر یہ اعلان ہو کہ ایک شخص کے سوا سب کو جہنم میں داخل کر دو تو مجھے اپنے اعمال سے یہ خوف ہے کہ وہ شخص میں ہی نہ ہوں۔ اس لیے دونوں چیزوں کو علیحدہ علیحدہ سمجھنا اور رکھنا چاہیے بالخصوص موت کے وقت میں امید کا معاملہ زیادہ ہونا چاہیے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص نہ مرے مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہوا۔ امام احمد بن حنبلؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو انہوں نے اپنے بیٹے کو بلایا اور فرمایا کہ ایسی احادیث مجھے سناؤ جن سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ امید بڑھتی ہو۔

تیسرا باب

صحابہ کرامؓ کے زہد اور فقر کے بیان میں

اس بارہ میں خود نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا معمول اور اس کے واقعات جو اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ چیز حضور کی خود اختیار فرمائی اور پسند کی ہوئی تھی۔ اتنی کثرت سے حدیث کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں کہ ان کا مثال کے طور پر بھی جمع کرنا مشکل ہے حضور کا ارشاد ہے کہ فقر مومن کا تحفہ ہے۔

حضور کا پہاڑوں کو سونا بنا دینے سے انکار

(۱) حضور کا ارشاد ہے کہ میرے رب نے مجھ پر یہ پیش کیا کہ میرے لیے مکہ کے پہاڑوں کو سونے کا بنا دیا جا وے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ مجھے تو یہ پسند ہے کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں تو دوسرے دن بھوکا رہوں تاکہ جب بھوکا رہوں تو تیری طرف زاری کروں اور تجھے یاد کروں اور جب پیٹ بھروں تو تیرا شکر کروں۔ تیری تعریف کروں۔

ف: یہ اس ذات مقدس کا حال ہے جس کے ہم نام لیوا ہیں اور اس کی امت میں ہونے پر فخر ہے۔ جس کی ہر بات ہمارے لیے قابل اتباع ہے۔

حضرت عمرؓ کے وسعت طلب کرنے پر تنبیہ اور حضور کے گذر کی حالت

(۲) بیویوں کی بعض زیادتیوں پر ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھالی تھی کہ ایک مہینہ تک ان کے پاس نہ جاؤں گا تاکہ انکو تنبیہ ہو اور علیحدہ اوپر ایک حجرہ میں قیام فرمایا تھا۔ لوگوں میں یہ شہرت ہو گئی کہ حضور نے سب کو طلاق دے دی حضرت عمرؓ اسوقت اپنے گھر تھے جب یہ خبر سنی تو دوڑتے ہوئے تشریف لائے۔ مسجد میں دیکھا کہ لوگ متفرق طور پر بیٹھے ہوئے حضور کے رنج اور غصہ کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ بیبیاں بھی سب اپنے اپنے گھروں میں رو رہی ہیں۔ اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ کے پاس تشریف لے گئے، وہ بھی مکان میں رو رہی تھیں فرمایا کہ اب کیوں رو رہی ہے کیا میں ہمیشہ اس سے ڈرایا نہیں کرتا تھا کہ حضور کی ناراضگی کی کوئی بات نہ کیا کرنا اس کے بعد مسجد میں تشریف لائے وہاں ایک جماعت منبر کے پاس

بیٹھی رو رہی تھی۔ تھوڑی دیر وہاں بیٹھے رہے مگر شدتِ رنج سے بیٹھا نہ گیا تو حضورؐ جس جگہ تشریف فرما تھے اس کے قریب تشریف لے گئے اور حضرت رباح رضؓ ایک غلام کے ذریعہ سے جو دو باری کے زینہ پر پاؤں لٹکائے بیٹھے تھے اندر حاضری کی اجازت چاہی۔ انہوں نے حاضرِ خدمت ہو کر حضرت عمر رضؓ کے لیے اجازت مانگی مگر حضورؐ نے سکوت فرمایا کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت رباح رضؓ نے آکر یہی جواب حضرت عمر رضؓ کو دے دیا کہ میں نے عرض کر دیا تھا، مگر کوئی جواب نہیں ملا۔ حضرت عمر رضؓ مایوس ہو کر منبر کے پاس آ بیٹھے مگر بیٹھا نہ گیا تو پھر تھوڑی دیر میں حاضر ہو کر حضرت رَباح رضؓ کے ذریعہ سے اجازت چاہی۔ اسی طرح تین مرتبہ پیش آیا کہ یہ بیتابی سے غلام کے ذریعہ اجازت حاضری کی مانگتے۔ ادھر سے جواب میں سکوت اور خاموشی ہی ہوتی۔ تیسری مرتبہ جب لوٹنے لگے تو حضرت رباح رضؓ نے آواز دی اور کہا، کہ تمہیں حاضری کی اجازت ہو گئی۔ حضرت عمر رضؓ حاضرِ خدمت ہوئے تو دیکھا کہ حضور ایک بورئیے پر لیٹے ہوئے ہیں جس پر کوئی چیز بچھی ہوئی نہیں ہے۔ اس وجہ سے جسمِ اطہر پر بورئیے کے نشانات بھی ابھر آئے ہیں، خوب صورت بدن پر نشانات صاف نظر آیا ہی کرتے ہیں اور سرہانے ایک چمڑے کا تکیہ ہے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی ہے۔ میں نے سلام کیا اور سب سے اول تو یہ پوچھا، کیا آپؐ نے بیویوں کو طلاق دے دی، آپؐ نے فرمایا نہیں اس کے بعد میں نے دلبستگی کے طور پر حضور سے عرض کیا یا رسول اللہ ہم قریشی لوگ عورتوں پر غالب رہتے تھے مگر جب مدینہ آئے تو دیکھا کہ انصار کی عورتیں مردوں پر غالب ہیں، ان کو دیکھ کر قریش کی عورتیں بھی ان سے متاثر ہو گئیں۔ اس کے بعد میں نے ایک آدھ بات اور کی جس سے نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ کے چہرۂ انور پر تبسم کے آثار ظاہر ہوئے میں نے دیکھا کہ گھر کا کل سامان یہ تھا تین چمڑے بغیر دباغت دیئے ہوئے اور ایک مٹھی جَو ایک کونے میں پڑے ہوئے تھے۔ میں نے اِدھر اُدھر نظر دوڑا کر دیکھا تو اس کے سوا کچھ نہ ملا۔ میں دیکھ کر رو دیا۔ حضور نے فرمایا کہ کیوں رو رہے ہو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں نہ روؤں کہ یہ بورئیے کے نشانات آپؐ کے بدن مبارک پر پڑ رہے ہیں اور گھر کی کل کائنات یہ ہے جو میرے سامنے ہے۔ پھر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ دعا کیجیے کہ آپؐ کی امت پر بھی وسعت ہو

یہ روم و فارس بے دین ہونے کے باوجود کہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔ ان پر تو یہ وُسعت، یہ قیصر و کسریٰ تو باغوں اور نہروں کے درمیان ہوں اور آپ اللہ کے رسول اور اس کے خاص بندہ ہو کر یہ حالت۔ نبی اکرم ﷺ تکیہ لگائے ہوئے لیٹے تھے، حضرت عمر رضؓ کی یہ بات سن کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ عمر رضؓ کیا اب تک اس بات کے اندر شک میں پڑے ہوئے ہو، سُنو آخرت کی وُسعت دنیا کی وُسعت سے بہت بہتر ہے، ان کفّار کو طیبات اور اچھی چیزیں دنیا میں مل گئیں اور ہمارے لیے آخرت میں ہیں، حضرت عمر رضؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے لیے اِستغفار فرمائیں کہ واقعی میں نے غلطی کی۔

فائدہ:۔ یہ دین و دنیا کے بادشاہ اور اللہ کے لاڈلے رسول ﷺ کا طرزِ عمل ہے۔ کہ بوریئے پر کوئی چیز بچھی ہوئی بھی نہیں، نشانات بدن پر پڑے ہوئے ہیں۔ گھر کے ساز و سامان کا حال بھی معلوم ہو گیا۔ اس پر ایک شخص نے دعا کی درخواست کی تو تنبیہ فرمائی۔ حضرت عائشہ رضؓ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ کے گھر میں حضور کا بستر کیسا تھا۔ فرمایا کہ ایک چمڑہ کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ حضرت حفصہ رضؓ سے بھی کسی نے پوچھا کہ آپ کے گھر میں حضور کا بستر کیسا تھا، فرمایا ایک ٹاٹ تھا جس کو دوہرا کر کے حضور کے نیچے بچھا دیتی تھی، ایک روز مجھے خیال ہوا کہ اگر اس کو چوہرا کر کے بچھا دوں تو زیادہ نرم ہو جائیگا چنانچہ ہم نے بچھا دیا۔ حضور نے صبح کو فرمایا کہ رات کیا بچھا دیا تھا۔ ہم نے عرض کیا، کہ وہی ٹاٹ تھا صرف اس کو چوہرا کر دیا تھا، فرمایا اس کو ویسا ہی کر دو جیسا پہلے تھا، اس کی نرمی رات کو اٹھنے میں مانع بنتی ہے۔ اب ہم لوگ اپنے نرم نرم اور روئیں دار گدّوں پر بھی نگاہ ڈالیں کہ اللہ نے کس قدر وُسعت فرما رکھی ہے اور پھر بھی بجائے شکر کے ہر وقت تنگی کی شکایت زبان پر رہتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ کی بھوک میں حالت

(۳) حضرت ابوہریرہ رضؓ ایک مرتبہ کتان کے کپڑے میں ناک صاف کر کے کہنے لگے کیا کہنے ابوہریرہؓ کے آج کتان کے کپڑے سے ناک صاف کرتا ہے حالانکہ مجھے وہ زمانہ بھی یاد ہے جب حضورؐ کے منبر اور حجرہ کے درمیان بیہوش پڑا ہوا ہوتا تھا اور لوگ مجنون سمجھ کر پاؤں سے گردن دباتے تھے، حالانکہ جنون نہیں تھا بلکہ بھوک تھی۔

فائدہ۔ یعنی بھوک کی وجہ سے کئی کئی روز کا فاقہ ہو جاتا تھا، بیہوشی ہو جاتی تھی، اور

لوگ سمجھتے تھے کہ جنون ہوگیا۔ کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں مجنون کا علاج گردن کو پاؤں سے دبانے سے کیا جاتا تھا حضرت ابوہریرہ رضؓ بڑے صابر اور قانع لوگوں میں سے تھے، کئی کئی وقت فاقہ میں گذر جاتے تھے حضورؐ کے بعد اللہ نے فتوحات فرمائیں تو ان پر تونگری آئی، اس کے ساتھ ہی بڑے عابد تھے۔ ان کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں کھجور کی گٹھلیاں بھری رہتیں۔ اس پر تسبیح پڑھا کرتے، جب وہ خالی ہوجاتی تو باندی اس کو پھر بھر کر پاس رکھ دیتی۔ انکا یہ بھی معمول تھا کہ خود، بیوی اور خادم تین آدمی رات کے تین حصے کر لیتے اور نمبروار ایک شخص تینوں میں سے عبادت میں مشغول رہتا۔ میں نے اپنے والد صاحبؒ سے سُنا، کہ میرے دادا صاحبؒ کا بھی تقریباً یہی معمول تھا کہ رات کو ایک بجے تک والد صاحبؒ مطالعہ میں مشغول رہتے، ایک بجے دادا صاحبؒ تہجد کے لیے اٹھتے تو تقاضا فرما کر والد صاحبؒ کو سلا دیتے، اور خود تہجد میں مشغول ہوجاتے اور صبح سے تقریباً پون گھنٹہ قبل میرے تائے صاحب رحؒ کو تہجد کے لیے جگا دیتے اور خود اتباع سنّت میں آرام فرماتے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنِيْ اِتِّبَاعَهُمْ

حضرت ابوبکر صدّیق رضؓ کا بیتُ المال سے وظیفہ

(۱۳) حضرت ابوبکر صدّیق کے یہاں کپڑے کی تجارت ہوتی تھی اور اسی سے گذر اوقات ہوتی تھی، جب خلیفہ بنائے گئے تو حسبِ معمول صبح کو چند چادریں ہاتھ پر ڈال کر بازار میں فروخت کے لیے تشریف لے چلے، راستہ میں حضرت عُمر رضؓ ملے۔ پوچھا کہاں چلے فرمایا بازار جا رہا ہوں حضرت عمر رضؓ نے عرض کیا کہ اگر تم تجارت میں مشغول ہوگئے تو خلافت کے کام کا کیا ہوگا۔ فرمایا پھر اہل وعیال کو کہاں سے کھلاؤں، عرض کیا کہ ابوعبیدہ رضؓ جن کو حضورؐ نے امین کا لقب دیا ہے انکے پاس چلیں وہ آپ کے لیے بیت المال سے کچھ مقرر کر دینگے، دونوں حضرات ان کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے ایک مہاجری کو جو اوسطاً ملتا تھا نہ کم نہ زیادہ، وہ مقرر فرمادیا۔ ایک مرتبہ بیوی نے درخواست کی کہ کوئی میٹھی چیز کھانے کو دل چاہتا ہے، حضرت ابوبکر صدّیق رضؓ نے فرمایا کہ میرے پاس تو دام نہیں کہ خریدوں اہلیہ نے عرض کیا کہ ہم اپنے روز کے کھانے میں سے تھوڑا تھوڑا بچا لیا کریں کچھ دنوں میں اتنی مقدار ہوجاوے گی، آپؓ نے اجازت فرمادی۔ اہلیہ نے کئی روز میں کچھ تھوڑے سے پیسے جمع کیے، آپ رضؓ نے فرمایا کہ تجربے سے یہ معلوم ہوا کہ اتنی مقدار ہمیں بیت المال

سے زیادہ ملتی ہے۔ اس لیے جو اہلیہ نے جمع کیا تھا وہ بھی بیت المال میں جمع فرمادیا اور آئندہ کے لیے اتنی مقدار جتنی انہوں نے روزانہ جمع کی تھی اپنی تنخواہ میں سے کم کر دی۔

فائدہ: اتنے بڑے خلیفہ اور بادشاہ پہلے سے اپنی تجارت بھی کرتے تھے اور وہ ان کی ضروریات کو کافی بھی تھی، جیسا کہ اس اعلان سے معلوم ہوتا ہے جو بخاری میں حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضؓ خلیفہ بنائے گئے تو آپ رضؓ نے فرمایا کہ میری قوم کو یہ بات معلوم ہے کہ میرا پیشہ تجارت میرے اہل وعیال کو ناکافی نہیں تھا۔ لیکن اب خلافت کی وجہ سے مسلمانوں کے کاروبار میں مشغولی ہے، اس لیے بیت المال سے میرے اہل وعیال کا کھانا مقرر ہوگا۔ اس کے باوجود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وصال ہونے لگا تو حضرت عائشہ رضؓ کو وصیت فرمائی کہ میری ضرورتوں میں جو چیزیں بیت المال کی ہیں وہ میرے بعد آنیوالے خلیفہ کے حوالہ کردی جائیں۔ حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ آپ رضؓ کے پاس کوئی دینار یا درہم نہیں تھا، ایک اونٹنی دودھ کی، ایک پیالہ، ایک خادم تھا۔ بعض روایات میں ایک اوڑھنا اور ایک بچھونا بھی آیا ہے۔ یہ اشیاء جب حضرت عمر رضؓ کے پاس نیابت میں پہنچیں تو آپ رضؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ابوبکر رضؓ پر رحم فرمائیں کہ اپنے سے بعد والے کو مشقت میں ڈال گئے۔

حضرت عمر فاروق رضؓ کا بیت المال سے وظیفہ (۵) حضرت عمر رضؓ بھی تجارت کیا کرتے تھے، جب خلیفہ بنائے گئے تو بیت المال سے وظیفہ مقرر ہوا۔ مدینہ طیبہ میں لوگوں کو جمع فرماکر ارشاد فرمایا کہ میں تجارت کیا کرتا تھا، اب تم لوگوں نے اس میں مشغول کر دیا۔ اس لیے اب گذارہ کی کیا صورت ہو۔ لوگوں نے مختلف مقداریں تجویز کیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ چپ بیٹھے تھے۔ حضرت عمر رضؓ نے دریافت فرمایا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ توسط کے ساتھ جو تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو کافی ہو جائے۔ حضرت عمر رضؓ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور قبول کر لیا اور متوسط مقدار تجویز ہو گئی۔ اس کے بعد ایک مرتبہ ایک مجلس میں جس میں خود حضرت علی رضؓ بھی تھے اور حضرت عثمان رضؓ، حضرت زبیر رضؓ، حضرت طلحہ رضؓ شریک تھے یہ ذکر آیا کہ حضرت عمر رضؓ کے وظیفہ میں اضافہ کرنا چاہیے کہ گذر میں تنگی ہوتی ہے۔ مگر ان سے عرض کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس لیے ان کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضؓ جو حضور ﷺ کی

بیوی ہونے کی وجہ سے اُم المومنین بھی تھیں، ان کی خدمت میں یہ حضرات تشریف لے گئے اور انکے ذریعہ حضرت عمرؓ کی اجازت اور رائے معلوم کرنے کی کوشش کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ ہم لوگوں کے نام معلوم نہ ہوں۔ حضرت حفصہؓ نے جب حضرت عمرؓ سے اسکا تذکرہ کیا تو چہرہ پر غصہ کے آثار ظاہر ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے نام دریافت کیے، حضرت حفصہؓ نے عرض کیا کہ پہلے آپ کی رائے معلوم ہو جائے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مجھے انکے نام معلوم ہو جاتے تو انکے چہرے بدل دیتا۔ یعنی ایسی سزائیں دیتا کہ منہ پر نشان پڑ جاتے، تو ہی بتا کہ حضورؐ کا عمدہ سے عمدہ لباس تیرے گھر میں کیا تھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ دو کپڑے گیروی رنگ کے جنکو حضورؐ جمعہ کے دن یا کسی وفد کی وجہ سے پہنتے تھے، پھر فرمایا کہ کونسا کھانا تیرے یہاں عمدہ سے عمدہ کھایا۔ عرض کیا کہ ہمارا کھانا جَو کی روٹی تھی۔ ہم نے گرم گرم روٹی پر گھی کے ڈبہ کی تلچھٹ الٹ کر اس کو ایک مرتبہ چپڑ دیا تو حضورؐ خود بھی اسکو مزے لے کر نوش فرما رہے تھے اور دوسروں کو بھی کھلاتے تھے۔ فرمایا کونسا بستر عمدہ ہوتا تھا جو تیرے یہاں بچھاتے تھے۔ عرض کیا ایک موٹا سا کپڑا تھا گرمی میں اسکو چوہرا کر کے بچھا لیتے تھے اور سردی میں آدھا بچھا لیتے اور آدھا اوڑھ لیتے۔ فرمایا حفصہؓ ان لوگوں تک یہ بات پہنچا دے کہ حضورؐ نے اپنے طرزِ عمل سے ایک اندازہ مقرر فرما دیا اور (امید آخرت) پر کفایت فرمائی۔ میں بھی حضورؐ کا اتباع کرونگا۔ میری مثال اور میرے دو ساتھیوں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی مثال ان تین شخصوں کی سی ہے جو ایک راستہ پر چلے۔ پہلا شخص ایک توشہ لیکر چلا اور مقصد کو پہنچ گیا۔ دوسرے نے بھی پہلے کا اتباع کیا اور اسی کے طریقہ پر چلا وہ بھی پہلے کے پاس پہنچ گیا۔ پھر تیسرے شخص نے چلنا شروع کیا اگر وہ ان دونوں کے طریقہ پر چلے گا تو ان کے ساتھ مل جائیگا اور اگر انکے طریقہ کے خلاف چلے گا تو کبھی بھی ان کے ساتھ نہیں مل سکے گا۔

فائدہ:۔ یہ اس شخص کا حال ہے جس سے دنیا کے بادشاہ ڈرتے تھے، کانپتے تھے کس زاہدانہ زندگی کے ساتھ عمر گذار دی۔ ایک مرتبہ آپؓ خطبہ پڑھ رہے تھے اور آپ کی لنگی میں بارہ پیوند تھے جن میں ایک چمڑہ کا بھی تھا۔ ایک مرتبہ جمعہ کی نماز کے لیے تشریف لانے

میں دیر ہوئی تو تشریف لاکر معذرت فرمائی کہ مجھے اپنے کپڑے دھونے میں دیر ہوئی اور ان کپڑوں کے علاوہ اور تھے نہیں [1]۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضؓ کھانا نوش فرما رہے تھے، غلام نے آکر عرض کیا کہ عُتبہ بن ابی فرقد حاضر ہوئے ہیں۔ آپ رضؓ نے اندر آنے کی اجازت فرمائی، اور کھانے سے تواضع فرمائی، وہ شریک ہو گئے تو ایسا موٹا کھانا تھا کہ نگلا نہ گیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ چھنے ہوئے آٹے کا کھانا بھی تو ہو سکتا تھا۔ آپ رضؓ نے فرمایا کیا سب مسلمان میدہ کھا سکتے ہیں، عرض کیا کہ سب تو نہیں کھا سکتے۔ فرمایا کہ افسوس تم یہ چاہتے ہو کہ میں اپنی ساری لذتیں دنیا ہی میں ختم کر دوں [2]۔ اس قسم کے سینکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں واقعات ان حضرات کرام کے ہیں، انکا اتباع نہ اب ہو سکتا ہے نہ ہر شخص کو کرنا چاہیے کہ قویٰ اضعیف ہیں جس کی وجہ سے تحمل بھی انکا اس زمانہ میں دشوار ہے۔ اسی وجہ سے اس زمانہ میں مشائخ تصوف ایسے مجاہدوں کی اجازت نہیں دیتے جس سے ضعف پیدا ہو کہ قوتیں پہلے ہی سے ضعیف ہیں، ان حضرات کو اللہ جل شانہٗ نے قوتیں بھی عطا فرمائی تھیں، البتہ یہ ضروری ہے کہ اتباع کی خواہش اور تمنّا ضرور رکھنا چاہیے کہ اس کی وجہ سے آرام طلبی میں کچھ کمی واقع ہو اور نگاہ کچھ تو نیچی رہے اور اس زمانہ کے مناسب اعتدال پیدا ہو جائے کہ ہم لوگ ہر وقت لذاتِ دنیا میں بڑھتے جاتے ہیں اور ہر شخص اپنے سے زیادہ مال و دولت والے کی طرف نگاہ رکھتا ہے اور اس حسرت میں مرا جاتا ہے کہ فلاں شخص مجھ سے زیادہ وُسعت میں ہے۔

(۶) حضرت بلال رضؓ کا حضور کے لیے ایک مشرک سے قرض

حضرت بلال رضؓ سے ایک صاحب نے پوچھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات کی کیا صورت ہوتی تھی، حضرت بلال رضؓ نے فرمایا کہ حضور کے پاس کچھ جمع تو رہتا ہی نہیں تھا، یہ خدمت میرے سپرد تھی جس کی صورت یہ تھی کہ کوئی مسلمان بھوکا آتا تو حضور مجھے ارشاد فرما دیتے۔ میں کہیں سے قرض لے کر اسکو کھانا کھلا دیتا کوئی ننگا آجاتا تو مجھے ارشاد فرما دیتے۔ میں کسی سے قرض لے کر اسکو کپڑا پہنا دیتا۔ یہ صورت ہوتی رہتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک مشرک مجھے ملا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے وُسعت اور ثروت حاصل ہے تو کسی سے قرض نہ لیا کر، جب ضرورت ہوا کرے مجھ ہی سے قرض لے لیا کر، میں

[1] اشہر۔ [2] اشہر

نے کہا، اس سے بہتر کیا ہوگا۔ اس سے قرض لینا شروع کر دیا۔ جب ارشادِ عالی ہوتا اس سے قرض لے آیا کرتا اور ارشادِ والا کی تعمیل کر دیتا۔ ایک مرتبہ وضو کر کے اذان کہنے کے لیے کھڑا ہوا ہی تھا کہ وہی مشرک ایک جماعت کے ساتھ آیا اور کہنے لگا، او حبشی! میں ادھر متوجہ ہُوا تو ایکدم بے تحاشا گالیاں دینے لگا اور بُرا بھلا جو منہ میں آیا کہا اور کہنے لگا کہ مہینہ ختم ہونے میں کتنے دِن باقی ہیں۔ میں نے کہا قریب ختم کے ہے۔ کہنے لگا کہ چار دن باقی ہیں اگر مہینہ کے ختم تک میرا سب قرضہ ادا نہ کیا تو تجھے اپنے قرضہ میں غلام بناؤنگا اور اسی طرح بکریاں چراتا پھرے گا جیسا پہلے تھا۔ یہ کہہ کر چلا گیا، مجھ پر دن بھر جو گذرنا چاہیے تھا وہی گذرا، تمام دن رنج و صدمہ سوار رہا اور عشاء کی نماز کے بعد حضورؐ کی خدمت میں تنہائی میں حاضر ہُوا اور سارا قصّہ سنایا اور عرض کیا یا رسول اللہ نہ آپ کے پاس اسوقت ادا کرنے کو فوری انتظام ہے اور نہ کھڑے کھڑے میں کوئی انتظام کر سکتا ہوں وہ ذلیل کرے گا۔ اس لیے اگر اجازت ہو تو اتنے قرض اترنے کا انتظام ہو، میں کہیں روپوش ہو جاؤں۔ جب آپؐ کے پاس کہیں سے کچھ آ جائیگا میں حاضر ہو جاؤنگا۔ یہ عرض کر کے میں گھر آیا۔ تلوار لی، ڈھال اٹھائی، جوتا پہنا، یہی سامانِ سفر تھا اور صبح ہونیکا انتظار کرنے لگا کہ صبح کے قریب کہیں چلا جاؤنگا۔ صبح قریب ہی تھی، کہ ایک صاحب دوڑے ہوئے آئے کہ حضورؐ کی خدمت میں جلدی چلو۔ میں حاضرِ خدمت ہُوا تو دیکھا کہ چار اونٹنیاں جن پر سامان لدا ہوا تھا بیٹھی ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ خوشی کی بات سناؤں کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے قرضے کی بیباقی کا انتظام فرما دیا۔ یہ اونٹنیاں بھی تیرے حوالے اور انکا سب سامان بھی، فدک کے رئیس نے یہ نذرانہ مجھے بھیجا ہے۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا، اور خوشی خوشی ان کو لیکر گیا اور سارا قرضہ ادا کر کے واپس آیا۔ حضورؐ اتنے مسجد میں انتظار فرماتے رہے۔ میں نے واپس آکر عرض کیا کہ حضورؐ اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے سارے قرضہ سے آپکو سبکدوش کر دیا اور اب کوئی چیز بھی قرضہ کی نہیں رہی۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ سامان میں سے بھی کچھ باقی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں کچھ باقی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اسے بھی تقسیم ہی کر دے تاکہ مجھے راحت ہو جائے۔ میں گھر میں بھی اسوقت تک نہیں جانیکا جب تک یہ تقسیم نہ ہو جائے۔ تمام دن گذر جانے کے بعد عشاء کی نماز سے فراغت پر حضورؐ نے دریافت

فرمایا کہ وہ بچا ہوا مال تقسیم ہو گیا یا نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ موجود ہے ضرورت مند آئے ہی نہیں تو حضورؐ نے مسجد ہی میں آرام فرمایا۔ دوسرے دن عشاء کے بعد پھر حضورؐ نے فرمایا کہ کچھ موجود ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ جل شانہٗ نے آپ کو راحت عطا فرمائی کہ وہ سب نمٹ گیا۔ حضورؐ نے اللہ جل جلالہٗ کی حمد و ثنا فرمائی۔ حضورؐ کو یہ ڈر ہوا کہ خدانخواستہ موت آجائے اور کچھ حصہ مال کا آپؐ کی ملک میں رہے۔ اس کے بعد گھروں میں تشریف لے گئے اور بیویوں سے ملے۔[1]

فائدہ:- اللہ والوں کی یہ بھی خواہش رہتی ہے کہ ان کی ملک میں مال و متاع کچھ نہ رہے پھر حضورؐ کا تو کیا پوچھنا جو سارے نبیوں کے سردار، سارے اولیاء کے سرتاج، حضورؐ کو اس کی خواہش کیوں نہ ہوتی، کہ میں دنیا سے بالکل فارغ ہو جاؤں۔ میں نے معتبر ذرائع سے سنا ہے کہ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کا معمول یہ تھا، کہ جب نذرانوں کی رقم کچھ جمع ہو جاتی تو اہتمام سے منگوا کر سب تقسیم فرما دیتے اور وصال سے قبل تو اپنے پہننے کے کپڑے وغیرہ بھی اپنے خادم خاص حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب مدظلہٗ کو دے دیئے تھے اور فرمایا تھا کہ بس اب تم سے مستعار لے کر پہن لیا کرونگا اور اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے بارہا دیکھا کہ مغرب کے بعد جو کوئی روپیہ پاس ہوتا، وہ کسی قرضخواہ کو دے دیتے کہ کئی ہزار کے مقروض تھے اور یہ فرمایا کرتے کہ یہ جھگڑے کی چیز میں رات کو اپنے پاس نہیں رکھتا۔ اس نوع کے بہت سے حالات اکابر کے ہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ ہر شیخ کا ایک ہی رنگ ہو۔ مشائخ کے اَلوان مختلف ہوتے ہیں اور چمن کے پھولوں میں ہر پھول کی صورت سیرت ممتاز ہوتی ہے۔

(۷) حضرت ابوہریرہؓ کا بھوک میں مسئلہ دریافت کرنا

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ تم لوگ اس وقت ہماری حالتیں دیکھتے کہ ہم میں سے بعضوں کو کئی کئی وقت تک اتنا کھانا نہیں ملتا تھا جس سے کمر سیدھی ہو سکے۔ میں بھوک کی وجہ سے جگر کو زمین سے چپٹا دیتا اور کبھی پیٹ کے بل پڑا رہتا تھا اور کبھی پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا۔ ایک مرتبہ میں راستہ میں بیٹھ گیا۔ جہاں کو ان حضرات کا راستہ تھا، اول حضرت ابوبکر صدیق رضؓ گذرے۔ میں نے ان سے کوئی

[1] بذل۔

بات پوچھنا شروع کر دی۔ خیال تھا کہ یہ بات کرتے ہوئے گھر تک لے جائیں گے اور پھر عادتِ شریفہ کے مطابق جو موجود ہو گا، اس میں تواضع ہی فرمائیں گے۔ مگر انہوں نے ایسا نہ کیا (غالباً ذہن منتقل نہیں ہوا یا اپنے گھر کا حال معلوم ہو گا کہ وہاں بھی کچھ نہیں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ تشریف لائے ان کے ساتھ بھی یہی صورت پیش آئی۔ پھر نبی اکرم ؐ تشریف لائے اور مجھے دیکھ کر مسکرائے اور میری حالت اور غرض سمجھ گئے اور ارشاد فرمایا۔ ابوہریرہؓ میرے ساتھ آؤ۔ میں ساتھ ہو لیا۔ حضورؐ گھر تشریف لے گئے۔ میں ساتھ اندر حاضری کی اجازت لے کر حاضر ہوا۔ گھر میں ایک پیالہ دودھ کا رکھا ہوا تھا جو خدمتِ اقدس میں پیش کیا گیا۔ دریافت فرمایا کہ کہاں سے آیا ہے۔ عرض کیا فلاں جگہ سے حضور کے لیے ہدیہ میں آیا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ ابوہریرہؓ جاؤ اہلِ صفہ کو بلا لاؤ۔ اہلِ صفہ اسلام کے مہمان شمار ہوتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کا نہ گھر تھا نہ در، نہ ٹھکانہ۔ نہ کھانے کا کوئی مستقل انتظام۔ ان حضرات کی تعداد کم و بیش ہوتی رہتی تھی۔ مگر اس قصہ کے وقت ستر تھی۔ حضورؐ کا معمول یہ بھی تھا کہ ان میں سے دو دو چار چار کو کسی کھاتے پیتے صحابی کا بھی کبھی مہمان بھی بنا دیتے اور خود اپنا معمول یہ تھا کہ کہیں سے صدقہ آتا تو ان لوگوں کے پاس بھیج دیتے اور خود اس میں شرکت نہ فرماتے، اور کہیں سے ہدیہ آتا تو ان کے ساتھ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس میں شرکت فرماتے۔ حضورؐ نے بلانے کا حکم مجھے دیا۔ مجھے گراں تو ہوا کہ اس دودھ کی مقدار ہی کیا ہے جس پر سب کو بلا لاؤں، سب کا کیا بھلا ہو گا۔ ایک آدمی کو بھی مشکل سے کافی ہو گا اور پھر بلانے کے بعد مجھ ہی کو پلانے کا حکم ہو گا۔ اس لیے نمبر بھی اخیر میں آئیگا۔ جس میں بچے گا بھی نہیں۔ لیکن حضورؐ کی اطاعت کے بغیر چارہ ہی کیا تھا۔ میں گیا اور سب کو بلا لایا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ لے ان کو پلا۔ میں پیالہ ایک ایک شخص کے حوالہ کرتا اور وہ خوب سیر ہو کر پیتا اور پیالہ مجھے واپس کر دیتا۔ اسی طرح سب کو پلایا اور سب سیر ہو گئے تو حضورؐ نے پیالہ دستِ مبارک میں لے کر مجھے دیکھا اور تبسم فرمایا۔ پھر فرمایا کہ بس اب تو میں اور تو ہی باقی ہیں۔ میں نے عرض کیا، بیشک۔ فرمایا کہ لے پی۔ میں نے پیا، ارشاد فرمایا اور پی۔ میں نے اور پیا۔ بالآخر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اب میں نہیں پی سکتا۔ اس کے بعد حضورؐ نے سب کا بچا ہوا خود نوش فرمایا۔

(۸) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہؓ سے دو شخصوں کے بارے میں سوال

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لوگ حاضر تھے کہ ایک شخص سامنے سے گذرا حضورؐ نے فرمایا کہ اس شخص کے بارے میں تم لوگوں کی کیا رائے ہے۔ عرض کیا یا رسولؐ اللہ شریف لوگوں میں سے ہے۔ واللہ اس قابل ہے کہ اگر کہیں نکاح کا پیغام دے دے تو قبول کیا جائے۔ کسی کی سفارش کردے تو مانی جائے حضورؐ سن کر خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد ایک اور صاحب سامنے سے گذرے حضورؐ نے ان کے متعلق بھی سوال کیا۔ لوگوں نے کہا یا رسولؐ اللہ ایک مسلمان فقیر ہے۔ کہیں منگنی کرے تو بیاہا نہ جائے کہیں سفارش کرے تو قبول نہ ہو، بات کرے تو کوئی متوجہ نہ ہو، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس پہلے جیسوں سے اگر ساری دنیا بھر جائے تو ان سب سے یہ شخص بہتر ہے

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ محض دنیاوی شرافت اللہ کے یہاں کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی ایک مسلمان فقیر جس کی دنیا میں کوئی بھی وقعت نہ ہو اس کی بات کہیں بھی نہ سنی جاتی ہو اللہ کے نزدیک سینکڑوں ان شرفاء سے بہتر ہے۔ جن کی بات دنیا میں بڑی وقعت سے دیکھی جاتی ہو اور ہر شخص ان کی بات سننے اور ماننے کو تیار ہو لیکن اللہ کے یہاں اس کی کوئی وقعت نہ ہو۔ دنیا کا قیام ہی اللہ والوں کی برکت سے ہے، یہ تو حدیث میں خود موجود ہے کہ جس دن دنیا میں اللہ کا نام لینے والا نہ رہے گا، قیامت آجائے گی اور دنیا کا وجود ہی ختم ہو جائے گا۔ اللہ کے پاک نام ہی کی یہ برکت ہے کہ یہ دنیا کا سارا نظام قائم ہے۔

(۹) حضورؐ سے محبت کرنیوالے پر فقر کی دوڑ

ایک صحابیؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ مجھے آپؐ سے محبت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا دیکھ کیا کہتا ہے انہوں نے پھر یہی عرض کیا کہ مجھے آپؐ سے محبت ہے حضورؐ نے پھر یہی ارشاد فرمایا۔ جب تین مرتبہ یہ سوال وجواب ہوا تو حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو فقر کے اوڑھنے بچھونے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اس لیے کہ مجھ سے محبت رکھنے والوں کی طرف فقر ایسے زور سے دوڑتا ہے جیسا کہ پانی کی رو نیچان کی طرف دوڑتی ہے

فائدہ: یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ تو اکثر فقر و فاقہ میں رہے ہیں، اکابر محدثین

اکابر صوفیاء، اکابر فقہاء بھی تونگری میں زیادہ نہیں رہے۔

(۱۰) **سَرِیَّۃُ العَنْبَر میں فقر کی حالت** نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب ۸ھ میں سمندر کے کنارے ایک تین سو آدمیوں کا لشکر جن پر حضرت اَبُو عُبَیدَہ رضؓ امیر بنائے گئے تھے، بھیجا، حضورؐ نے ایک تھیلی میں کھجوروں کا توشہ بھی ان کو دیا۔ پندرہ روز ان حضرات کا وہاں قیام رہا اور توشہ ختم ہو گیا۔ حضرت قیسؓ نے جو اس قافلہ میں تھے، مدینہ منورہ میں قیمت ادا کرنے کے وعدہ پر قافلہ والوں سے اونٹ خرید کر ذبح کرنے شروع کیے اور تین اونٹ روزانہ ذبح کرتے مگر تیسرے دن امیر قافلہ نے اس خیال سے کہ سواریاں ختم ہو گئیں تو واپسی مشکل ہو جائے گی ذبح کی مُمانَعَت کی اور سب لوگوں کے پاس اپنی اپنی جو کھجوریں موجود تھیں جمع کر کے ایک تھیلی میں رکھ لیں اور ایک ایک کھجور روزانہ تقسیم فرما دیا کرتے، جس کو چوس کر یہ حضرات پانی پی لیتے اور رات تک کے لیے یہی کھانا تھا کہنے کو مختصر سی بات مگر لڑائی کے موقع پر جبکہ قوت اور طاقت کی بھی ضرورت ہو ایک کھجور پر دن بھر گذار دینا دل و جگر کی بات ہے۔ چنانچہ حضرت جابرؓ نے جب یہ قصہ لوگوں کو حضورؐ کے بعد سنایا، تو ایک شاگرد نے عرض کیا کہ حضرت ایک کھجور کیا کام دیتی ہو گی۔ آپؓ نے فرمایا۔ اس کی قدر جب معلوم ہوئی جب وہ بھی نہ رہی کہ اب بجز فاقہ کے کچھ نہ تھا، درخت کے خشک پتّے جھاڑتے اور پانی میں بھگو کر کھا لیتے۔ مجبوری سب کچھ کرا دیتی ہے اور ہر تنگی کے بعد اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے یہاں سے سہولت ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ نے ان تکالیف اور مشقتوں کے بعد سمندر میں سے ایک مچھلی ان لوگوں کو پہنچائی جس کو عنبر کہتے ہیں اتنی بڑی تھی کہ اٹھارہ روز تک یہ حضرات اس میں سے کھاتے رہے اور مدینہ منوّرہ پہنچنے تک اسکا گوشت توشوں میں ساتھ تھا۔ حضورؐ کے سامنے جب سفر کا مفصل قصہ سنایا گیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ کا ایک رزق تھا جو تمہاری طرف بھیجا گیا۔

فائدہ: مشقت اور تکالیف اس دنیا میں ضروری ہیں اور اللہ والوں کو خاص طور پر پیش آتی ہیں۔ اسی وجہ سے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو سب سے زیادہ مشقت میں رکھا جاتا ہے۔ پھر جو سب سے افضل ہوں، پھر ان کے بعد جو بقیہ میں

افضل ہوں، آدمی کی آزمائش اس کی دینی حیثیت کے موافق ہوتی ہے اور ہر مشقت کے بعد اللہ کی طرف سے اس کے لطف و فضل سے سہولت بھی عطا ہوتی ہے، یہ بھی غور کیا کریں کہ ہمارے بڑوں پر کیا کیا گذر چکا اور یہ سب دین کی خاطر تھا۔ اس دین کے پھیلانے میں جس کو آج ہم اپنے ہاتھوں سے کھو رہے ہیں، ان حضرات نے فاقے کیے، پتے چابے اپنے خون بہائے اور اس کو پھیلایا، جس کو ہم آج باقی بھی نہیں رکھ سکتے۔

چوتھا باب

صحابہؓ کا تقویٰ

حضرات صحابۂ کرامؓ کی ہر عادت، ہر خصلت اس قابل ہے کہ اس کو چنا جائے اور اس کا اتباع کیا جائے اور کیوں نہ ہو کہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے لاڈلے اور محبوب رسولؐ کی مصاحبت کے لیے اس جماعت کو چنا اور چھانٹا، حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میں بنی آدم کے بہترین قرن اور زمانہ میں بھیجا گیا۔[1] اس لیے ہر اعتبار سے یہ زمانہ خیر کا تھا اور زمانہ کے بہترین آدمی حضورؐ کی صحبت میں رکھے گئے۔

حضورؐ کی ایک جنازہ سے واپسی اور ایک عورت کی دعوت

۱۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ ایک عورت کا پیام کھانے کی درخواست کا لے کر پہنچا، حضورؐ خدام سمیت تشریف لے گئے اور کھانا سامنے رکھا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ حضور اقدسؐ لقمہ چبا رہے ہیں نگلا نہیں جاتا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس بکری کا گوشت مالک کی بغیر اجازت لے لیا گیا۔ اس عورت نے عرض کیا، یا رسول اللہ میں نے ریوڑ میں بکری خریدنے آدمی بھیجا تھا وہاں نہیں ملی۔ پڑوسی نے بکری خریدی تھی میں نے اس کے پاس قیمت سے لینے کو بھیجا وہ تو ملے نہیں، ان کی بیوی نے بکری بھیج دی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ قیدیوں کو کھلا دو۔[2]

فائدہ: حضورؐ کی علوشان کے مقابلہ میں ایک مشتبہ چیز کا گلے میں اٹک جانا کوئی

[1] شفا [2] ابوداؤد

ایسی اہم بات نہیں کہ حضورؐ کے ادنیٰ غلاموں کو بھی اس قسم کے واقعات پیش آجاتے ہیں۔

حضورؐ کا صدقہ کی کھجور کے خوف سے تمام رات جاگنا

(۲) ایک مرتبہ نبی اکرمؐ تمام رات جاگتے رہے اور کروٹیں بدلتے رہے، اَزْواجِ مُطَہَّرات میں سے کسی نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ آج نیند نہیں آتی۔ ارشاد فرمایا کہ ایک کھجور پڑی ہوئی تھی، میں نے اٹھا کر کھالی تھی کہ ضائع نہ ہو۔ اب مجھے یہ فکر ہے کہ کہیں وہ صدقہ کی نہ ہو۔

فائدہ :- اقرب یہی ہے کہ وہ حضور کی اپنی ہی ہوگی۔ مگر چونکہ صدقہ کا مال بھی حضورؐ کے یہاں آتا تھا اس شبہ کی وجہ سے نبی اکرمؐ کو رات بھر نیند نہ آئی کہ خدانخواستہ وہ صدقہ کی ہو، اور اس صورت میں صدقہ کا مال کھایا گیا ہو، یہ تو آقا کا حال ہے کہ محض شبہ پر رات بھر کروٹیں بدلیں اور نیند نہیں آئی۔ اب غلاموں کا حال دیکھو کہ رشوت سود، چوری، ڈاکہ ہر قسم کا ناجائز مال کس سرخروئی سے کھاتے ہیں اور پھر کتنے فخر سے اپنے آپ کو غلامانِ محمدؐ میں بھی شمار کرتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا ایک کاہن کے کھانے سے قے کرنا

(۳) حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کا ایک غلام تھا جو غلہ[1] کے طور پر اپنی آمدنی میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی خدمت میں پیش کیا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ کچھ کھانا لایا اور حضرت نے اس میں سے ایک لقمہ نوش فرمالیا غلام نے عرض کیا کہ آپ روزانہ دریافت فرمایا کرتے تھے کہ کس ذریعہ سے کمایا، آج دریافت نہیں فرمایا۔ آپؓ نے فرمایا کہ بھوک کی شدت کی وجہ سے دریافت کرنے کی نوبت نہیں آئی، اب بتاؤ، عرض کیا کہ میں زمانہ جاہلیت میں ایک قوم پر گذرا اور ان پر منتر پڑھا۔ انہوں نے مجھ سے وعدہ کر رکھا تھا۔ آج میرا گذر ادھر کو ہوا تو ان کے یہاں شادی ہو رہی تھی۔ انہوں نے یہ مجھے دیا تھا۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے فرمایا کہ تُو مجھے ہلاک ہی کر دیتا۔ اس کے بعد حلق میں ہاتھ ڈال کر قے کرنے کی کوشش کی، مگر ایک لقمہ اور وہ بھی بھوک کی شدت کی حالت میں کھایا گیا نہ نکلا۔ کسی نے عرض کیا کہ پانی سے قے ہوسکتی ہے۔ ایک بہت بڑا پیالہ پانی کا منگوایا اور پانی

---

[1] غلام پر کوئی تعداد معین کردی جائے کہ اتنا روزانہ یا ماہوار ہمیں دے دیا کرو باقی جو کماؤ وہ تمہارا، یہ غلہ کہلاتا ہے یہ جائز ہے اور اس طرح صحابہؓ کے زمانہ میں بھی غلاموں سے مقرر کرلیا جاتا تھا۔

پی پی کر تے فرماتے رہے، یہاں تک کہ وہ لقمہ نکلا، کسی نے عرض کیا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائیں یہ ساری مشقت اس ایک لقمہ کی وجہ سے برداشت فرمائی۔ آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ اگر یہ میری جان کے ساتھ بھی نکلتا تو میں اس کو نکالتا۔ میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ جو بدن مالِ حرام سے پرورش پائے آگ اس کے لیے بہتر ہے۔ مجھے یہ ڈر ہوا کہ میرے بدن کا کوئی حصہ اس لقمہ سے پرورش نہ پا جائے۔

فائدہ: حضرت ابوبکر صدیق کو اس قسم کے واقعات متعدد بار پیش آئے کہ احتیاط مزاج میں زیادہ تھی تھوڑا سا بھی شبہ ہو جاتا تو قے فرماتے۔ بخاری شریف میں ایک اور قصہ اسی قسم کا ہے کہ کسی غلام نے زمانۂ جاہلیت میں کوئی کہانت یعنی غیب کی بات نجومیوں کے طور پر کسی کو بتلائی تھی، وہ اتفاق سے صحیح ہوگئی، ان لوگوں نے اس غلام کو کچھ دیا۔ جس کو انہوں نے اپنی مقررہ رقم میں حضرت ابوبکرؓ کو لا کر دے دیا۔ حضرت نے نوش فرمایا اور پھر جو کچھ پیٹ میں تھا سب قے کیا، ان واقعات میں غلاموں کا مال ضروری نہیں کہ ناجائز ہی ہو، دونوں احتمال ہیں مگر حضرت ابوبکرؓ کی کمال احتیاط نے اس مشتبہ مال کو بھی گوارا نہ کیا۔

حضرت عمرؓ کی صدقہ کے دودھ سے قے (۴) حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ دودھ نوش فرمایا کہ اس کا مزہ کچھ عجیب سا نیا معلوم ہوا۔ جن صاحب نے پلایا تھا ان سے دریافت فرمایا کہ یہ دودھ کیسا ہے کہاں سے آیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ فلاں جنگل میں صدقہ کے اونٹ چر رہے تھے کہ میں وہاں گیا تو ان لوگوں نے دودھ نکالا جس میں سے مجھے بھی دیا، حضرت عمرؓ نے منہ میں ہاتھ ڈالا اور سارے کا سارا قے فرما دیا۔

فائدہ: ان حضرات کو اس کا ہمیشہ فکر رہتا تھا کہ مشتبہ مال بھی بدن کا جزو نہ بنے چہ جائیکہ بالکل حرام جیسا کہ ہمارے اس زمانہ میں عام ہو چکا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا احتیاطاً باغ وقف کرنا (۵) ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو آپؓ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ بیت المال سے کچھ لوں۔ مگر عمرؓ نے نہ مانا کہ دقت ہوگی اور تمہاری تجارت

کی مشغولی سے مسلمانوں کا حرج ہوگا. اس مجبوری سے مجھے لینا پڑا. اس لیے اب میرا فلاں باغ اسکے عوض میں دے دیا جائے. جب حضرت ابوبکرؓ کا وصال ہوگیا تو حضرت عائشہؓ نے حضرت عمرؓ کے پاس آدمی بھیجا اور والدِ محترم کی وصیت کے مطابق وہ باغ دے دیا. حضرت عمرؓ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ شانہٗ تمہارے باپ پر رحم فرمائیں. انہوں نے یہ چاہا کہ کسی کو لب کشائی کا موقعہ ہی نہ دیں. (کتاب الاموال)

فائدہ:- غور کرنے کی بات ہے کہ اول تو وہ مقدار ہی کیا تھی جو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لی. اس کے بعد لینا بھی اہل الرائے کے اصرار پر تھا اور مسلمانوں کے نفع کی وجہ سے اس میں بھی جتنی ممکن سے ممکن احتیاط ہو سکتی تھی اسکا اندازہ قصہ ۴ باب ۳ سے معلوم ہوگیا، کہ بیوی نے تنگی اٹھا کر اور پیٹ کاٹ کر کچھ دام میٹھے کے لیے جمع کیے تو ان کو بیت المال میں جمع فرما دیا اور اتنی مقدار مستقل کم دی، اس سب کے بعد یہ آخری فعل ہے کہ جو کچھ لیا اس کا بھی معاوضہ داخل کر دیا.

(۶) حضرت علی بن معبدؒ کا کرایہ کے مکان سے تحریر خشک کرنا

علی بن معبدؒ ایک محدث ہیں فرماتے ہیں کہ میں ایک کرایہ کے مکان میں رہتا تھا، ایک مرتبہ میں نے کچھ لکھا اور اس کو خشک کرنے کے لیے مٹی کی ضرورت ہوئی. کچی دیوار تھی، مجھے خیال آیا کہ اس پر سے ذرا سی کھرچ کر تحریر پر ڈال لوں، پھر خیال آیا کہ مکان کرایہ کا ہے (جو رہنے کے واسطے کرایہ پر لیا گیا نہ کہ مٹی لینے کے واسطے) مگر ساتھ ہی یہ خیال آیا کہ اتنی ذرا سی مٹی لے لینے میں کیا مضائقہ ہے معمولی چیز ہے. میں نے مٹی لے لی اور رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک صاحب کھڑے ہیں جو یہ فرما رہے ہیں کہ کل قیامت کو معلوم ہوگا یہ کہنا کہ معمولی مٹی کیا چیز ہے

فائدہ:- "کل معلوم ہوگا" کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ تقوے کے درجات بہت زیادہ ہیں، کمال درجہ یہ یقیناً تھا کہ اس سے بھی احتراز کیا جاتا. اگرچہ عرفاً معمولی چیز شمار ہونے سے جواز کی حد میں تھا (احیاء)

(۷) حضرت علیؓ کا ایک قبر پر گذر

کمیلؒ ایک شخص ہیں کہتے ہیں کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے ساتھ ایک مرتبہ جا رہا تھا، وہ جنگل میں پہنچے پھر ایک مقبرہ کی طرف متوجہ ہوئے. اور

فرمایا، اے مقبرہ والو، اے بوسیدگی والو، اے وحشت اور تنہائی والو! کیا خبر ہے کیا حال ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ہماری خبر تو یہ ہے کہ تمہارے بعد اموال تقسیم ہو گئے اولادیں یتیم ہو گئیں بیویوں نے دوسرے خاوند کر لیے، یہ تو ہماری خبر ہے کچھ اپنی بھی کہو، اس کے بعد میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کمیل! اگر ان لوگوں کو بولنے کی اجازت ہوتی اور یہ بول سکتے تو یہ لوگ جواب میں یہ کہتے کہ بہترین توشہ تقویٰ ہے۔ یہ فرمایا اور پھر رونے لگے اور فرمایا، اے کمیل! قبر عمل کا صندوق ہے اور موت کے وقت بات معلوم ہو جاتی ہے۔

فائدہ۔ یعنی آدمی جو کچھ اچھا یا برا کام کرتا ہے، وہ اس کی قبر میں محفوظ رہتا ہے جیسا کہ صندوق میں، متعدد احادیث میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ نیک اعمال اچھے آدمی کی صورت میں ہوتے ہیں جو میت کے جی بہلانے اور اُنس پیدا کرنے کے لیے رہتا ہے اور اس کی دلداری کرتا ہے اور برے اعمال بری صورت میں بدبودار بن کر آتے ہیں جو اور بھی اذیت کا سبب ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آدمی کے ساتھ تین چیزیں قبر تک جاتی ہیں، اس کا مال (جیسا کہ عرب میں دستور تھا) اس کے رشتہ دار اور اعمال، دو چیزیں مال اور رشتہ دار دفن کر کے واپس آجاتے ہیں۔ عمل اس کے ساتھ رہ جاتا ہے۔ حضور اقدس ؐ نے ایک مرتبہ صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری مثال اور تمہارے اہل و عیال اور مال و اعمال کی مثال کیا ہے۔ صحابہؓ کے دریافت کرنے پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص کے تین بھائی ہوں اور وہ مرنے لگے، اس وقت ایک بھائی کو وہ بلائے اور پوچھے کہ بھائی تجھے میرا حال معلوم ہے کہ مجھ پر کیا گذر رہی ہے، اس وقت تو میری کیا مدد کریگا، وہ جواب دیتا ہے کہ تیری تیمارداری کروں گا، علاج کروں گا ہر قسم کی خدمت کروں گا اور جب تو مر جائے گا تو نہلاؤں گا، کفن پہناؤں گا اور کاندھے پر اٹھا کر لے جاؤں گا اور دفن کے بعد تیرا ذکر خیر کروں گا۔ حضورؐ نے فرمایا یہ بھائی تو اہل و عیال ہیں، پھر وہ دوسرے بھائی سے سوال کرتا ہے، وہ کہتا ہے کہ تیرا میرا واسطہ زندگی کا ہے، جب تو مر جائے گا تو میں دوسری جگہ چلا جاؤں گا، یہ بھائی مال ہے، پھر وہ تیسرے بھائی کو بلا کر پوچھتا ہے، وہ کہتا ہے کہ میں قبر میں تیرا ساتھی ہوں، وحشت کی جگہ تیرا

دِل بہلانے والا ہوں۔ جب تیرا حساب کتاب ہونے لگے تو نیکیوں کے پلڑے میں بیٹھ کر اس کو جھکاؤں گا۔ یہ بھائی عمل ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اب بتلاؤ کون سا بھائی کار آمد ہوا، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی بھائی کار آمد ہے، پہلے دونوں تو بے فائدہ ہی رہے۔

(۸) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالےٰ شانہٗ خود پاک ہیں اور پاک مال ہی قبول فرماتے ہیں مسلمانوں کو اسی چیز کا حکم دیا۔ جس کا اپنے رسُولوں کو حکم فرمایا چنانچہ کلامِ پاک میں ارشاد ہے۔ یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ۔ اے رسولو! پاک چیزوں کو کھاؤ اور نیک عمل کرو، میں تمہارے اعمال سے باخبر ہوں، دوسری جگہ ارشاد ہے۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ اے ایمان والو، ہمارے دیئے ہوئے پاک رزق میں سے کھاؤ۔ اس کے بعد حضورؐ نے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ لمبے لمبے سفر کرتا اور مسافر کی دعا قبول ہوتی ہے، اور اس کے ساتھ ہی بکھرے ہوئے بالوں والا غبار آلود کپڑوں والا (یعنی پریشان حال)، دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر کہتا ہے، اے اللہ، اے اللہ، لیکن کھانا بھی اس کا حرام ہے پینا بھی حرام ہے، لباس بھی حرام ہے ہمیشہ حرام ہی کھایا تو اس کی دعا کہاں قبول ہوسکتی ہے۔

حضورؐ کا ارشاد، جس کا کھانا پینا حرام ہو اس کی دعا قبول نہیں ہوتی

فائدہ:۔ لوگوں کو ہمیشہ سوچ رہتا ہے کہ مسلمانوں کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں، لیکن حالات کا اندازہ اس حدیث شریف سے کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ اللہ جل شانہٗ اپنے فضل سے کبھی کافر کی بھی دعا قبول فرما لیتے ہیں چہ جائیکہ فاسق کی۔ لیکن متقی کی دُعا اصل چیز ہے اسی لیے متقیوں سے دعا کی تمنا کی جاتی ہے جو لوگ چاہتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول ہوں ان کو بہت ضروری ہے کہ حرام مال سے احتراز کریں اور ایسا کون ہے جو یہ چاہتا ہے کہ میری دعا قبول نہ ہو۔

(۹) حضرت عمرؓ کی خدمت میں ایک مرتبہ بحرین سے مشک آیا۔ ارشاد فرمایا کہ کوئی اس کو تول کر مسلمانوں پر تقسیم کر دیتا۔ آپ کی اہلیہ

حضرت عمرؓ کا اپنی بیوی کو مشک تولنے سے انکار

حضرت عائکہ رضؓ نے عرض کیا میں تول دوں گی۔ آپؓ نے سن کر سکوت فرمایا فرمایا کہ کوئی اس کو تول دیتا تاکہ میں تقسیم کر دیتا۔ آپ کی اہلیہ نے پھر یہی عرض کیا۔ آپ نے سکوت فرمایا۔ تیسری دفعہ میں ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ تو اس کو اپنے ہاتھ سے ترازو کے پلڑے میں رکھے اور پھر ان ہاتھوں کو اپنے بدن پر پھیرلے اور اتنی مقدار کی زیادتی مجھے حاصل ہو۔

فائدہ: یہ کمال احتیاط تھی اور اپنے آپ کو محل تہمت سے بچانا، ورنہ جو بھی تولے گا اس کے ہاتھ کو تو لگے ہی گا۔ اس لیے اس کے جواز میں کوئی تردد نہ تھا لیکن پھر بھی حضرت عمرؓ نے اپنی بیوی کے لیے اس کو گوارا نہ فرمایا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضؓ جن کو عمر ثانی بھی کہا جاتا ہے۔ ان کے زمانہ میں ایک مرتبہ مشک تولا جا رہا تھا تو انہوں نے اپنی ناک بند فرمالی اور ارشاد فرمایا کہ مشک کا نفع تو خوشبو ہی سونگھنا ہے۔[1]

فائدہ:۔ یہ ہے احتیاط ان صحابہؓ اور تابعین کی، اور ہمارے بڑوں کی اور پیشواؤں کی۔

(۱۰) حضرت عمر بن عبدالعزیز رضؓ کا حجاج کے حاکم کو حاکم نہ بنانا

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضؓ نے ایک شخص کو کسی جگہ کا حاکم بنایا۔ کسی شخص نے عرض کیا کہ یہ صاحب حجاج بن یوسف کے زمانہ میں اس کی طرف سے بھی حاکم رہ چکے ہیں۔ عمر بن عبدالعزیز نے اس حاکم کو معزول کر دیا انہوں نے عرض کیا کہ میں نے تو حجاج بن یوسف کے یہاں تھوڑے ہی زمانہ کام کیا۔ عمرؓ بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ برا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ تو اس کے ساتھ ایک دن یا اس سے کم رہا۔[2]

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ پاس رہنے کا اثر ضرور پڑتا ہے۔ جو شخص متقیوں کے پاس رہتا ہے اس کے اوپر غیر معمولی اور غیر محسوس طریقہ سے تقوے کا اثر پڑتا ہے اور جو فاسقوں کے پاس رہتا ہے اس کے اوپر فسق کا اثر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے بری صحبت سے روکا جاتا ہے۔ آدمی تو درکنار جانوروں تک کے اثرات پاس رہنے سے آتے ہیں

---

[1] احیاء۔ [2] احیاء۔

حضور کا ارشاد ہے کہ صالح آدمی کے پاس بیٹھنے والوں کی مثال اس شخص کی سی ہے، جو مشک والے کے پاس بیٹھا ہے کہ اگر مشک نہ بھی ملے تب بھی اس کی خوشبو سے دماغ کو فرحت ہوگی اور برے ساتھی کی مثال آگ کی بھٹی والے کی سی ہے کہ اگر چنگاری نہ بھی پڑے تو دھواں تو کہیں گیا ہی نہیں[۱]۔ حضور کا ارشاد ہے کہ فخر اور بڑائی اونٹ اور گھوڑے والوں میں ہوتی ہے اور مسکنت بکری والوں میں[۲]۔

پانچواں باب

نماز کا شغف اور ذوق و شوق

نماز ساری عبادتوں میں سب سے زیادہ اہم چیز ہے۔ قیامت میں ایمان کے بعد سب سے پہلے نماز ہی کا سوال ہوتا ہے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ کفر اور اسلام کے درمیان میں نماز ہی آڑ ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سے ارشادات اس بارہ میں وارد ہیں جو میرے ایک دوسرے رسالہ[۳] میں مذکور ہیں۔

(۱) حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص میرے | اللہ تعالیٰ کا ارشاد نوافل والے کے حق میں

کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے میری طرف سے اس کو لڑائی کا اعلان ہے اور کوئی شخص میرا قرب اس چیز کی بہ نسبت زیادہ حاصل نہیں کر سکتا جو میں نے اس پر فرض کی ہے۔ یعنی سب سے زیادہ قرب اور نزدیکی مجھ سے فرائض کے ادا کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور نوافل کی وجہ سے بندہ مجھ سے قریب ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں، تو پھر میں اسکا کان بن جاتا ہوں جس سے سنے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کسی چیز کو پکڑے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلے۔ اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اس کو عطا کرتا ہوں اور کسی چیز سے پناہ مانگتا ہے تو پناہ دیتا ہوں[۴]۔

---

[۱] جمع [۲] بخاری [۳] رسالہ فضائل نماز [۴] جمع الفوائد

فائدہ:۔ آنکھ، کان بن جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا دیکھنا، سننا، چلنا پھرنا سب میری خوشی کے تابع بن جاتا ہے اور کوئی بات بھی میری خلاف مرضی نہیں ہوتی۔ کسقدر خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنکو فرائض کے بعد نوافل پر کثرت کی توفیق ہو اور یہ دولت نصیب ہو جائے۔ اللہ جل شانہ اپنے فضل سے مجھے اور میرے دوستوں کو بھی نصیب فرمائیں۔

حضورؐ کا تمام رات نماز پڑھنا

(۲) ایک شخص نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ حضورؐ کی کوئی عجیب بات جو آپ نے دیکھی ہو وہ سنا دیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضورؐ کی کون سی بات عجیب نہ تھی۔ ہر بات عجیب ہی تھی۔ ایک دن رات کو تشریف لائے اور میرے پاس لیٹ گئے۔ پھر فرمانے لگے، لے چھوڑ میں تو اپنے رب کی عبادت کروں۔ یہ فرما کر نماز کے لیے کھڑے ہو گئے اور رونا شروع کیا۔ یہاں تک کہ آنسو سینہ مبارک تک بہنے لگے۔ پھر رکوع فرمایا۔ اس میں بھی اسی طرح روتے رہے۔ پھر سجدہ کیا اس میں بھی اسی طرح روتے رہے، پھر سجدہ سے اٹھے اس میں بھی اسی طرح روتے رہے، یہاں تک حضرت بلال رضؓ نے آکر صبح کی نماز کے لیے آواز دی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپؐ اتنے روئے حالانکہ آپ معصوم ہیں اگلے پچھلے سب گناہوں کی (اگر بالفرض ہوں بھی) تو مغفرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرما رکھا ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ پھر میں شکر گزار نہ بنوں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں ایسا کیوں نہ کرتا حالانکہ آج مجھ پر یہ آیتیں نازل ہوئیں اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آل عمران کا اخیر رکوعؑ۔ بہ تعدد روایات میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اس قدر لمبی نماز پڑھا کرتے تھے کہ کھڑے کھڑے پاؤں پر ورم آگیا تھا، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ اتنی مشقت اٹھاتے ہیں۔ حالانکہ آپ بخشے بخشائے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں شکر گزار بندہ نہ بنوں [1]۔

حضورؐ کا چار رکعت میں چھ پارے پڑھنا

(۳) حضرت عوفؓ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضورؐ کے ہمرکاب تھا، حضورؐ نے مسواک فرمائی، وضو فرمایا اور نماز کی نیت باندھ لی۔ میں بھی حضورؐ کے ساتھ نماز میں شریک ہو گیا۔ حضورؐ نے سورۂ بقر ایک رکعت میں پڑھی اور جو آیت رحمت

---

[1] اقامۃ الحجۃ

کی آتی حضورؐ اس جگہ دیر تک رحمت کی دعا مانگتے رہتے اور جو آیت عذاب کی آتی اس جگہ دیر تک عذاب سے پناہ مانگتے رہتے سورۃ کے ختم پر رکوع کیا اور اتنا ہی لمبا رکوع کیا جتنی دیر میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی تھی رکوع میں سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَکُوْتِ وَالْعَظَمَۃِ پڑھتے جاتے تھے پھر اتنا ہی لمبا سجدہ کیا، پھر دوسری رکعت میں اسی طرح سورۂ آل عمران پڑھی اور اسی طرح ایک ایک رکعت میں ایک ایک سورۃ پڑھتے رہے۔ اس طرح چار رکعتوں میں سوا چھ پارے ہوتے ہیں۔ یہ کتنی لمبی نماز ہوئی ہوگی جس میں ہر آیۃ رحمت اور آیت عذاب پر دیر تک دعا کا مانگنا اور پھر اتنا ہی لمبا رکوع اور سجدہ تھا۔ حضرت حذیفہؓ بھی اپنا ایک قصہ حضورؐ کے ساتھ نماز پڑھنے کا اسی طرح نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ چار رکعتوں میں چار سورتیں سورۂ بقرہ سے لے کر سورۂ مائدہ کے ختم تک پڑھیں،

فائدہ :۔ ان چار سورتوں کے سوا چھ پارے ہوتے ہیں جو حضورؐ نے چار رکعتوں میں پڑھے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ تجوید و ترتیل کے ساتھ پڑھنے کی تھی، جیسا کہ اکثر احادیث میں ہے۔ اس کے ساتھ ہی ہر آیتِ رحمت اور آیتِ عذاب پر ٹھیرنا اور دعا مانگنا، پھر اتنا ہی لمبا رکوع سجدہ، اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس طرح چار رکعت میں کس قدر وقت خرچ ہوا ہوگا۔ بعض مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت میں سورۂ بقرہ، آل عمران، مائدہ تین سورتیں پڑھیں جو تقریباً پانچ پارے ہوتے ہیں، یہ جب ہی ہو سکتا ہے جب نماز میں چین اور آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہو جائے۔ نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ اِتِّبَاعَہٗ

(۴) حضرت ابوبکر صدیقؓ و حضرت ابن زبیرؓ و حضرت علیؓ وغیرہ کی نمازوں کے حالات

مجاہدؒ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ کا حال نقل کرتے ہیں کہ جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ایک لکڑی گڑی ہوئی ہے[1] یعنی بالکل حرکت نہیں ہوتی تھی۔ علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابن زبیر رضؓ نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے نماز سیکھی اور

[1] تاریخ الخلفاء

انہوں نے حضورؐ سے یعنی جس طرح حضورؐ نماز پڑھتے تھے، اسی طرح ابوبکر صدیق رضؓ پڑھتے تھے اور اسی طرح عبد اللہ بن زبیرؓ۔ ثابتؓ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن زبیرؓ کی نماز ایسی ہوتی تھی کہ گویا لکڑی ایک جگہ گاڑ دی۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ ابن زبیر رضؓ جب سجدہ کرتے تو اس قدر لمبا اور بے حرکت ہوتا تھا کہ چڑیاں آکر کمر پر بیٹھ جاتیں۔ بعض مرتبہ اتنا لمبا رکوع کرتے، کہ تمام رات صبح تک رکوع ہی میں رہتے۔ بعض اوقات سجدہ اتنا ہی لمبا ہوتا کہ پوری رات گذر جاتی۔ جب حضرت ابن زبیر رضؓ سے لڑائی ہو رہی تھی تو ایک گولہ مسجد کی دیوار پر لگا، جس سے دیوار کا ایک ٹکڑا اڑا اور حضرت ابن زبیرؓ کے حلق اور داڑھی کے درمیان کو گذرا، مگر ان کو کوئی انتشار نہ ہوا اور نہ رکوع سجدہ مختصر کیا۔ ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے بیٹا جس کا نام ہاشم تھا پاس سو رہا تھا، چھت میں سے ایک سانپ گرا اور بچہ سے لپٹ گیا، وہ چلایا گھر والے سب دوڑے ہوئے آئے۔ شور مچ گیا۔ اس سانپ کو مارا۔ ابن زبیرؓ اسی اطمینان سے نماز پڑھتے رہے، سلام پھیر کر فرمانے لگے۔ کچھ شور کی سی آواز آئی تھی کیا تھا؟ بیوی نے کہا اللہ تم پر رحم کرے بچے کی تو جان ہی گئی تھی تمہیں پتہ ہی نہ چلا۔ فرمانے لگے تیرا ناس ہو اگر نماز میں دوسری طرف توجہ کرتا تو نماز کہاں باقی رہتی (ہدایہ وغیرہ) حضرت عمر رضؓ کے اخیر زمانہ میں جب ان کے خنجر مار اگیا جس کی وجہ سے انکا اِنتقال ہوا تو ہر وقت خون بہتا رہتا تھا اور اکثر غفلت بھی ہو جاتی تھی۔ لیکن اس حالت میں بھی جب نماز کے لیے مُتَنَبِّہ کیے جاتے تو اسی حالت میں نماز ادا کرتے اور فرماتے کہ اسلام میں اس کا کوئی حصّہ نہیں جو نماز چھوڑ دے۔ حضرت عثمانؓ تمام رات جاگتے اور ایک رکعت میں پورا قرآن شریف ختم کر لیتے۔[۱] حضرت علی رضؓ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب نماز کا وقت آجاتا تو بدن میں کپکپی آجاتی اور چہرہ زرد ہو جاتا۔ کسی نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے، فرمایا کہ اس امانت کا وقت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں زمینوں اور پہاڑوں پر اتارا تو وہ اس کے تحمل سے عاجز آگئے، اور میں نے اس کا تحمل کیا ہے۔ خلف بن ایوبؓ سے کسی نے پوچھا کہ تمہیں نماز میں مکھیاں دق نہیں کرتیں، فرمایا کہ فاسق لوگ حکومت کے کوڑے کھاتے ہیں اور حرکت

---

[۱] منتخب کنز

نہیں کرتے اور اس پر فخر کرتے ہیں اور اپنے صبر و تحمل پر اکڑتے ہیں، اتنے کوڑے مارے ہیں ہلا تک نہیں۔ میں اپنے ربّ کے سامنے کھڑا ہوں اور ایک مکھی کی وجہ سے حرکت کر جاؤں۔ مسلم بن یسار رح جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے گھر والوں سے کہتے کہ تم باتیں کرتے رہو، مجھے تمہاری بات کا پتہ ہی نہیں چلے گا۔ ایک مرتبہ بصرہ کی جامع مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مسجد کا ایک حصّہ گرا۔ لوگ اس کی وجہ سے دوڑے شور و شغب ہوا مگر ان کو پتہ ہی نہ چلا۔ حاتم اصم رح سے کسی نے ان کی نماز کی کیفیت پوچھی تو کہنے لگے کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو وضو کے بعد اس جگہ پہنچکر جہاں نماز پڑھوں، تھوڑی دیر بیٹھتا ہوں کہ بدن کے تمام حصّوں میں سکون پیدا ہو جائے۔ پھر نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں۔ اِس طرح کہ بیت اللہ شریف کو اپنی نگاہ کے سامنے سمجھتا ہوں، اور پل صراط کو پاؤں کے نیچے، جنّت کو دائیں اور جہنم کو بائیں طرف اور موت کے فرشتے کو اپنے پیچھے کھڑا ہوا خیال کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ یہ میری آخری نماز ہے۔ اس کے بعد پورے خشوع و خضوع سے نماز پڑھتا ہوں اور اس کے بعد امید اور ڈر کے درمیان رہتا ہوں کہ نہ معلوم قبول ہوئی یا نہیں[1]

۵۔ ایک مُہاجر اور ایک انصاری کی چوکیداری اور مہاجر کا نماز میں تیر کھانا

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوۂ سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ شب کو ایک جگہ قیام فرمایا، اور ارشاد فرمایا کہ آج شب کو حفاظت اور چوکیدارہ کون کریگا، ایک مہاجری اور ایک انصاری حضرت عمار بن یاسر رضؓ اور حضرت عباد بن بشر رضؓ نے عرض کیا کہ ہم دونوں کریں گے۔ حضورؐ نے ایک پہاڑی جہاں سے دشمن کے آنے کا راستہ ہو سکتا تھا بتا دی کہ اس پر دونوں قیام کرو۔ دونوں حضرات وہاں تشریف لے گئے، وہاں جا کر انصاری نے مہاجری سے کہا کہ رات کو دو حصوں پر منقسم کر کے ایک حصّہ میں آپ سو رہیں میں جاگتا رہوں گا دوسرے حصّہ میں آپ جاگیں میں سوتا رہونگا کہ دونوں کے تمام رات جاگنے میں یہ بھی احتمال ہے کہ کسی وقت نیند کا غلبہ ہو جائے اور دونوں کی آنکھ لگ جائے۔ اگر کوئی خطرہ جاگنے

---

[1] احیاء

والے کو محسوس ہو تو اپنے ساتھی کو جگا لے۔ رات کا پہلا آدھا حصہ انصاری کے جاگنے کا قرار پایا اور مہاجری سو گئے۔ انصاری نے نماز کی نیت باندھ لی۔ دشمن کی جانب سے ایک شخص آیا اور دور سے کھڑے ہوئے شخص کو دیکھ کر تیر مارا اور جب کوئی حرکت نہ ہوئی تو دوسرا اور پھر اسی طرح تیسرا تیر مارا اور ہر تیر ان کے بدن میں گھستا رہا اور یہ ہاتھ سے اس کو بدن سے نکال کر پھینکتے رہے۔ اس کے بعد اطمینان سے رکوع کیا، سجدہ کیا، نماز پوری کر کے اپنے ساتھی کو جگایا، وہ تو ایک کی جگہ دو کو دیکھ کر بھاگ گیا کہ نہ معلوم کتنے ہوں، مگر ساتھی نے جب اٹھ کر دیکھا تو انصاری کے بدن سے تین جگہ سے خون ہی خون بہہ رہا تھا مہاجری نے فرمایا سبحان اللہ تم نے مجھے شروع ہی میں نہ جگا لیا۔ انصاری نے فرمایا کہ میں نے سورۂ کہف شروع کر رکھی تھی، میرا دل نہ چاہا کہ اسے ختم کرنے سے پہلے رکوع کروں، اب بھی مجھے اسکا اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ میں بار بار تیر لگنے سے مر جاؤں اور حفاظت کی جو خدمت حضورؐ نے میرے سپرد کر رکھی ہے وہ فوت ہو جائے۔ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا، تو میں مر جاتا۔ مگر سورۃ ختم کرنے سے پہلے رکوع نہ کرتا[1]

فائدہ۔ یہ تھی ان حضرات کی نماز اور اس کا شوق کہ تیر پر تیر کھائے جائیں اور خون ہی خون ہو جائے مگر نماز کے لطف میں فرق نہ پڑے۔ ایک ہماری نماز ہے کہ مچھر بھی کاٹ لے تو نماز کا خیال ہی جاتا رہے بھڑ کا تو پوچھنا ہی کیا۔ یہاں ایک فقہی مسئلہ بھی اختلافی ہے کہ خون نکلنے سے ہمارے امام اعظم رح کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک نہیں ٹوٹتا۔ ممکن ہے کہ ان صحابی کا بھی یہی مذہب ہو یا اس وقت اس مسئلہ کی تحقیق نہ ہوئی ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس مجلس میں تشریف فرما نہ تھے یا اس وقت تک یہ حکم ہوا ہی نہ ہو۔

(۶) حضرت ابوطلحہ رضؓ کا نماز میں خیال آجانے سے باغ وقف کر دینا

حضرت ابوطلحہ رضؓ ایک مرتبہ اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک پرندہ اڑا اور چونکہ باغ گنجان تھا۔ اس لیے اسکو جلدی سے باہر جانے کا راستہ نہ ملا۔ کبھی اِدھر کبھی اُدھر اڑتا رہا اور باہر نکلنے کا راستہ

---

[1] احیا۔ ابوداؤد

ڈھونڈتا رہا۔ ان کی نگاہ اس پر پڑی اور اس منظر کی وجہ سے ادھر خیال لگ گیا اور نگاہ اس پرندے کے ساتھ پھرتی رہی دفعتہً نماز کا خیال آیا تو سہو ہو گیا کہ کون سی رکعت ہے نہایت قلق ہوا کہ اس باغ کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی کہ نماز میں بھول ہوئی، فوراً حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا قصہ عرض کر کے درخواست کی کہ اس باغ کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی۔ اس لیے میں اس کو اللہ کے راستہ میں دیتا ہوں، آپؐ جہاں دل چاہے اس کو صرف فرما دیجئے۔ اسی طرح ایک اور قصہ حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں پیش آیا کہ ایک انصاری اپنے باغ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ کھجوریں پکنے کا زمانہ شباب پر تھا اور خوشے کھجوروں کے بوجھ اور کثرت سے جھکے پڑے تھے۔ نگاہ خوشوں پر پڑی، اور کھجوروں سے بھرے ہونے کی وجہ سے بہت ہی اچھے معلوم ہوئے۔ خیال ادھر لگ گیا جس کی وجہ سے یہ بھی یاد نہ رہا کہ کتنی رکعتیں ہوئیں۔ اس کے رنج اور صدمہ کا ایسا غلبہ ہوا کہ اس کی وجہ سے یہ ٹھان لی کہ اس باغ ہی کو اب نہیں رکھنا جس کی وجہ سے یہ مصیبت پیش آئی۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آکر عرض کیا کہ یہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں، اس کو جو چاہے کیجئے۔ انہوں نے اس باغ کو پچاس ہزار میں فروخت کر کے اس کی قیمت دینی کاموں میں خرچ فرما دی۔[1]

فائدہ:۔ یہ ایمان کی غیرت ہے کہ نماز جیسی اہم چیز میں خیال آجانے سے پچاس ہزار درہم کا باغ ایک دم صدقہ کر دیا۔ ہمارے شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قولِ جمیل میں صوفیہ کی نسبت کی قسمیں تحریر فرماتے ہوئے اس کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ یہ نسبت ہے اللہ کی طاعت کو ماسوا پر مقدم رکھنا اور اس پر غیرت کرنا کہ ان حضرات کو اس پر غیرت آئی کہ اللہ کی اطاعت میں کسی دوسری چیز کی طرف توجہ کیوں ہوئی؟

(۷) حضرت ابن عباسؓ کا نماز کی وجہ سے آنکھ نہ بنوانا

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی آنکھ میں جب پانی اتر آیا تو آنکھ بنانے والے حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ اجازت ہو تو ہم آنکھ بنا دیں۔ لیکن پانچ دن تک آپؓ کو احتیاط کرنا پڑے گی کہ سجدہ بجائے زمین کے

---

[1] موطا امام مالک

کسی اونچی لکڑی پر کرنا ہوگا۔ انہوں نے فرمایا، یہ ہرگز نہیں ہو سکتا، واللہ ایک رکعت بھی مجھے اس طرح پڑھنا منظور نہیں حضورؐ کا ارشاد مجھے معلوم ہے کہ جو شخص ایک نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑے وہ حق تعالیٰ شانہٗ سے اس طرح ملے گا کہ حق سبحانہٗ اس پر ناراض ہوں گے۔[۱]

فائدہ:۔ اگرچہ شرعاً نماز اس طرح سے مجبوری کی حالت میں پڑھنا جائز ہے اور یہ صورت نماز چھوڑنے کی وعید میں داخل نہیں ہوتی مگر حضرات صحابہؓ کو نماز کے ساتھ جو شغف تھا اور نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کرنے کی جسقدر اہمیت تھی، اس کی وجہ سے حضرت ابن عباسؓ نے آنکھ بنوانے کو بھی پسند نہ فرمایا کہ ان حضرات کے نزدیک ایک نماز پر ساری دنیا قربان تھی۔ آج ہم بے حیائی سے جو چاہے ان مر مٹنے والوں کی شان میں منہ سے نکال دیں۔ جب کل انکا سامنا ہوگا اور یہ فدائی میدان حشر کی سیر کے لطف اڑا رہے ہونگے، جب حقیقت معلوم ہوگی کہ یہ کیا تھے، اور ہم نے انکے ساتھ کس قسم کا برتاؤ کیا۔

(۸) صحابہؓ کا نماز کے وقت فوراً دکانیں بند کرنا

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک مرتبہ بازار میں تشریف رکھتے تھے کہ جماعت کا وقت ہو گیا، دیکھا کہ فوراً سب کے سب اپنی اپنی دکانیں بند کر کے مسجد میں داخل ہو گئے۔ ابن عمر فرماتے ہیں کہ انہی لوگوں کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (سورہ نور پارہ ۱۸) ترجمہ پوری آیت شریفہ کا یہ ہے کہ ان مسجدوں میں ایسے لوگ صبح اور شام اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جنکو اللہ کی یاد سے اور بالخصوص نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے سے، نہ خریدنا غفلت میں ڈالتا ہے نہ بیچنا، وہ ایسے دن کی پکڑ سے ڈرتے ہیں جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ جائیں گی۔[۱] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ تجارت وغیرہ یا اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوتے تھے لیکن جب اذان کی آواز سنتے تو سب کچھ چھوڑ کر فوراً مسجد میں چلے جاتے۔ ایک جگہ کہتے ہیں۔ خدا کی قسم یہ لوگ تاجر تھے مگر ان کی تجارت ان کو اللہ کے ذکر سے نہیں روکتی تھی۔[۲] حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک مرتبہ بازار

---

[۱] درمنثور [۲] بیان القرآن

میں تشریف رکھتے تھے کہ اذان ہو گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگ اپنے اپنے سامان کو چھوڑ کر نماز کی طرف چل دیئے۔ ابن مسعودؓ نے فرمایا یہی لوگ ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ سے یاد فرمایا۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے، کہ قیامت کے دن جب حق تعالیٰ شانہٗ تمام دنیا کو ایک جگہ جمع فرمائیں گے تو ارشاد ہوگا، کہاں ہیں وہ لوگ جو خوشی اور رنج دونوں حالتوں میں اللہ کی حمد کرنیوالے تھے، تو ایک مختصر جماعت اٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جائے گی۔ پھر ارشاد ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جو راتوں میں اپنی خوابگاہ سے دور رہتے اور اپنے رب کو خوف اور رغبت کے ساتھ یاد کرتے تھے تو ایک دوسری مختصر جماعت اٹھے گی اور وہ بھی جنت میں بغیر حساب کے داخل ہو جائے گی، پھر ارشاد ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارت یا بیچنا اللہ کے ذکر سے نہیں روکتا تھا تو ایک تیسری مختصر سی جماعت کھڑی ہوگی، اور جنت میں بغیر حساب داخل ہوگی، اس کے بعد بقیہ لوگوں کا حساب شروع ہو جائیگا۔[1]

(۹) حضرت خبیبؓ کا قتل کے وقت نماز پڑھنا اور زیدؓ و عاصمؓ کا قتل

احد کی لڑائی میں جو کافر مارے گئے تھے ان کے عزیزوں میں انتقام کا جوش زور پر تھا۔ سلافہ نے جس کے دو بیٹے اس لڑائی میں مارے گئے تھے، منت مانی تھی کہ اگر عاصمؓ کا (جنہوں نے اس کے بیٹوں کو قتل کیا تھا) سر ہاتھ آجائے تو اس کی کھوپڑی میں شراب پیوں گی۔ اس لیے اس نے اعلان کیا تھا کہ جو عاصمؓ کا سر لائیگا اس کو سو اونٹ انعام دوں گی۔ سفیان بن خالد کو اس لالچ نے آمادہ کیا کہ وہ انکا سر لانے کی کوشش کرے، چنانچہ اس نے عضل وقارہ کے چند آدمیوں کو مدینہ منورہ بھیجا، ان لوگوں نے خود کو مسلمان ظاہر کیا اور حضورؐ سے تعلیم و تبلیغ کے لیے اپنے ساتھ چند حضرات کو بھیجنے کی درخواست کی اور حضرت عاصمؓ کو بھی ساتھ لے جانا چاہا کہ انکا وعظ پسندیدہ تبلایا۔ چنانچہ حضورؐ نے دس آدمیوں کو اور بعض روایات میں چھ آدمیوں کو انکے ساتھ کر دیا، جن میں حضرت عاصمؓ بھی تھے، راستہ میں جا کر ان لے جانے والوں نے بدعہدی کی اور دشمنوں کو مقابلہ کے لیے بلایا جو دو سو آدمی تھے

---

[1] درِ منثور

اور ان میں سے سو آدمی بہت مشہور تیر انداز تھے اور بعض روایات میں ہے کہ حضورؐ نے ان حضرات کو مکہ والوں کی خبر لانے کے لیے بھیجا تھا۔ راستہ میں بنو لحیان کے دو سو آدمیوں سے مقابلہ ہوا۔ یہ مختصر جماعت دس آدمیوں کی یا چھ آدمیوں کی، یہ حالت دیکھ کر ایک پہاڑی پر جسکا نام فدفد تھا، چڑھ گئی۔ کفار نے کہا ہم تمہارے خون سے اپنی زمین رنگنا نہیں چاہتے صرف اہل مکہ سے تمہارے بدلہ میں کچھ مال لینا چاہتے ہیں، تم ہمارے ساتھ آجاؤ، ہم تم کو قتل نہ کریں گے مگر انہوں نے کہا کہ ہم کافر کے عہد میں آنا نہیں چاہتے اور ترکش سے تیر نکال کر مقابلہ کیا۔ جب تیر ختم ہو گئے تو نیزوں سے مقابلہ کیا۔ حضرت عاصمؓ نے ساتھیوں سے جوش میں کہا کہ تم سے دھوکہ کیا گیا، مگر گھبرانے کی بات نہیں، شہادت کو غنیمت سمجھو تمہارا محبوب تمہارے ساتھ ہے اور جنت کی حوریں تمہاری منتظر ہیں۔ یہ کہہ کر جوش سے مقابلہ کیا اور جب نیزہ بھی ٹوٹ گیا تو تلوار سے مقابلہ کیا، دشمنوں کا مجمع کثیر تھا، آخر شہید ہو گئے اور دعا کی کہ یا اللہ اپنے رسولؐ کو ہمارے قصہ کی خبر کر دے، چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور اسی وقت اس واقعہ کا علم حضورؐ کو ہو گیا اور چونکہ عاصمؓ یہ بھی سن چکے تھے کہ سلافہ نے میرے سر کی کھوپڑی میں شراب پینے کی منت مانی ہے۔ اس لیے مرتے وقت دعا کی کہ یا اللہ میرا سر تیرے راستہ میں کاٹا جا رہا ہے تو ہی اسکا محافظ ہے، وہ دعا بھی قبول ہوئی اور شہادت کے بعد جب کافروں نے سر کاٹنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کا اور بعض روایتوں میں بھڑوں کا ایک غول بھیج دیا، جنہوں نے ان کے بدن کو چاروں طرف سے گھیر لیا، کافروں کو خیال تھا کہ رات کے وقت جب یہ اڑ جائیں گی تو سر کاٹ لیں گے مگر رات کو ایک بارش کی رَو آئی اور ان کی نعش کو بہا کر لے گئی۔ اسی طرح سات یا تین آدمی شہید ہو گئے۔ غرض تین باقی رہ گئے۔ حضرت خبیبؓ اور زیدؓ بن دثنہ رضؓ اور عبداللہ بن طارقؓ، ان تینوں حضرات سے پھر انہوں نے عہد و پیمان کیا کہ تم نیچے آجاؤ، ہم تم سے بدعہدی نہ کریں گے، یہ تینوں حضرات نیچے اتر آئے، نیچے اترنے پر کفار نے ان کی کمانوں کی تانت اتار کر ان کی مشکیں باندھیں۔ حضرت عبداللہ بن طارق رضؓ نے فرمایا کہ یہ پہلی بدعہدی ہے میں تمہارے ساتھ ہرگز نہ جاؤں گا، ان شہید ہونیوالوں کا اقتدا ہی

مجھے پسند ہے۔ انہوں نے زبردستی ان کو کھینچنا چاہا مگر یہ نہ ٹلے تو ان لوگوں نے ان کو بھی شہید کر دیا۔ صرف دو حضرات زیدؓ بن وثنہ اور خبیبؓ ان کے ساتھ رہے جنکو لے جا کر ان لوگوں نے مکّہ والوں کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ حضرت زید بنؓ وثنہ، جن کو صفوان بن امیہ نے پچاس اونٹ کے بدلہ میں خریدا، تاکہ اپنے باپ امیہ کے بدلہ میں قتل کرے، دوسرے حضرت خبیبؓ جن کو حجیر بن ابی اہاب نے سو اونٹ کے بدلہ میں خریدا تاکہ اپنے باپ کے بدلہ میں انکو قتل کرے۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حارث بن عامر کی اولاد نے خریدا کہ انہوں نے بدر میں حارث کو قتل کیا تھا۔ صفوان نے تو اپنے قیدی حضرت زیدؓ کو فوراً ہی حرم سے باہر اپنے غلام کے ہاتھ بھیجدیا کہ قتل کر دیے جائیں اسکا تماشا دیکھنے کے واسطے اور بھی بہت سے لوگ جمع ہوئے۔ جن میں ابو سفیان بھی تھا۔ اس نے حضرت زیدؓ سے شہادت کے وقت پوچھا کہ اے زید تجھ کو خدا کی قسم سچ کہنا کیا تجھ کو یہ پسند ہے کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی گردن تیرے بدلہ میں ماردی جائے اور تجھ کو چھوڑ دیا جائے کہ اپنے اہل وعیال میں خوش وخرم رہے۔ حضرت زیدؓ نے فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جہاں ہیں وہیں انکے ایک کانٹا بھی چبھے اور ہم اپنے گھر آرام سے رہیں۔ یہ جواب سن کر قریش حیران رہ گئے۔ ابو سفیان نے کہا کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھیوں کو جتنی ان سے محبت دیکھی اس کی نظیر کہیں نہیں دیکھی، اس کے بعد حضرت زیدؓ شہید کر دیے گئے۔ حضرت خبیبؓ ایک عرصہ تک قید میں رہے۔ حجیر کی باندی جو بعد میں مسلمان ہو گئیں کہتی ہیں کہ جب خبیبؓ ہم لوگوں کی قید میں تھے، تو ہم نے دیکھا کہ خبیبؓ ایک دن انگور کا بہت بڑا خوشہ آدمی کے سر کے برابر ہاتھ میں لیے ہوئے انگور کھا رہے ہیں اور مکہ میں اسوقت بالکل انگور نہیں تھا، وہی کہتی ہیں کہ جب انکے قتل کا وقت قریب آیا تو انہوں نے صفائی کے لیے استرا مانگا وہ دے دیا گیا، اتفاق سے ایک کمسن بچہ اسوقت خبیبؓ کے پاس چلا گیا، ان لوگوں نے دیکھا کہ استرا ان کے ہاتھ میں ہے اور بچہ ان کے پاس، یہ دیکھ کر گھبرا ئے خبیبؓ نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں بچہ کو قتل کر دونگا، ایسا نہیں کر سکتا، اس کے بعد ان کو حرم سے باہر لایا گیا اور سولی پر

لٹکانے کے وقت آخری خواہش کے طور پر پوچھا گیا کہ کوئی تمنا ہو تو بتاؤ، انھوں نے فرمایا کہ مجھے اتنی مہلت دی جائے کہ دو رکعت نماز پڑھ لوں کہ دنیا سے جانے کا وقت ہے اور اللہ جل شانہ کی ملاقات قریب ہے۔ چنانچہ مہلت دی گئی۔ انہوں نے دو رکعتیں نہایت اطمینان سے پڑھیں اور پھر فرمایا کہ اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ یہ سمجھو گے کہ میں موت کے ڈر کی وجہ سے دیر کر رہا ہوں تو دو رکعت اور پڑھتا۔ اس کے بعد سولی پر لٹکا دیئے گئے تو انہوں نے دعا کی یا اللہ کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو تیرے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تک میرا آخری سلام پہنچا دے۔ چنانچہ حضورؐ کو بذریعہ وحی اسی وقت سلام پہنچایا گیا۔ حضورؐ نے فرمایا وعلیکم السلام یا خبیبؓ اور ساتھیوں کو اطلاع فرمائی کہ خبیبؓ کو قریش نے قتل کر دیا حضرت خبیبؓ کو جب سولی پر چڑھایا گیا تو چالیس کافروں نے نیزوں سے چاروں طرف سے ان پر حملہ کر دیا اور بدن کو چھلنی کر دیا۔ اس وقت کسی نے قسم دے کر یہ بھی پوچھا کہ تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیں اور تمہیں چھوڑ دیں۔ انہوں نے فرمایا، واللہ العظیم مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ میری جان کے فدیہ میں ایک کانٹا بھی حضورؐ کے چبھے۔[1]

فائدہ:۔ ویسے تو ان قصوں کا ہر ہر لفظ عبرت ہے لیکن اس قصہ میں دو چیزیں خاص طور سے قابلِ قدر اور قابلِ عبرت ہیں، ان حضرات کی نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت و عشق کہ اپنی جان جائے اور اس کے بدلہ میں اتنا لفظ کہنا بھی گوارا نہیں کہ حضورؐ کو کسی قسم کی معمولی سی تکلیف پہنچ جائے۔ اس لیے کہ حضرت خبیبؓ سے صرف زبان ہی سے کہلوانا چاہتے تھے اور صرف زبان سے کہنا ہی تھا، ورنہ بدلہ میں حضورؐ کو تکلیف پہنچانے پر تو ان کفار کو بھی قدرت نہ تھی بلکہ وہ لوگ خود ہی ہر وقت تکلیف پہنچانے کی کوشش میں رہتے تھے۔ جس میں بدلہ بے بدلہ سب برابر تھا۔ دوسری چیز نماز کی عظمت اور اسکا شغف کہ ایسے آخری وقت میں عام طور سے بیوی بچوں کو آدمی یاد کرتا ہے صورت دیکھنا چاہتا ہے۔ پیام و سلام دیتا ہے تو حضورؐ کو اور آخری تمنا ہے تو دو

---

[1] فتح اسلام

رکعت نماز کی۔

حضورؐ کی جنت میں معیت کے لیے نماز کی مدد

(۱۰) حضرت ربیعہؓ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رات گذارتا تھا اور تہجّد کے وقت وضو کا پانی اور دوسری ضروریات مثلاً مسواک مصلّٰے وغیرہ رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے میری خدمات سے خوش ہو کر فرمایا مانگ کیا مانگتا ہے، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جنت میں آپؐ کی رفاقت۔ آپؐ نے فرمایا اور کچھ کہا بس یہی چیز مطلوب ہے۔ آپؐ نے فرمایا، میری مدد کرو سجدوں کی کثرت سے۔[1]

فائدہ:۔ اس میں تنبیہ ہے اس امر پر کہ صرف دعا پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھنا چاہیے بلکہ کچھ طلب اور عمل کی بھی ضرورت ہے اور اعمال میں سب سے اہم نماز ہے کہ جتنی اس کی کثرت ہوگی اتنے ہی سجدے زیادہ ہوں گے، جو لوگ اس سہارے پر بیٹھے رہتے ہیں کہ فلاں پیر فلاں بزرگ سے دعا کرائیں گے سخت غلطی پر ہیں۔ اللہ جل شانہٗ نے اس دنیا کو اسباب کے ساتھ چلایا ہے اگرچہ بے اسباب ہر چیز پر قدرت ہے، اور قدرت کے اظہار کے واسطے کبھی ایسا بھی کر دیتے ہیں لیکن عام عادت یہی ہے کہ دنیا کے کاروبار اسباب سے لگا رکھے ہیں۔ حیرت ہے کہ ہم لوگ دنیا کے کاموں میں تو تقدیر پر اور صرف دعا پر بھروسہ کر کے کبھی نہیں بیٹھتے۔ بیچاس طرح کی کوشش کرتے ہیں مگر دین کے کاموں میں تو تقدیر اور دعا بیچ میں آجاتی ہے اس میں شک نہیں کہ اللہ والوں کی دعا نہایت اہم ہے مگر حضورؐ نے بھی یہ ارشاد فرمایا کہ سجدوں کی کثرت سے میری دعا کی مدد کرنا۔

---

[1] ابوداؤد

چھٹا باب

ایثار، ہمدردی اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنا

ایثار کہتے ہیں اپنی ضرورت کے وقت دوسرے کو ترجیح دینا، اول تو صحابہ کرامؓ کی ہر ادا، ہر عادت ایسی ہی ہے جس کی برابری تو درکنار اسکا کچھ حصّہ بھی کسی خوش قسمت کو نصیب ہو جائے تو عین سعادت ہے لیکن بعض عادتیں ان میں سے ایسی ممتاز ہیں کہ انہیں کا حصّہ تھیں، انکے منجملہ ایثار ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کلام اللہ شریف میں اس کی تعریف فرمائی، اور یُؤثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ میں اس صفت کا ذکر فرمایا کہ وہ لوگ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں۔ گو ان پر فاقہ ہی ہو۔

صحابیؓ کا مہمان کی خاطر چراغ بجھا دینا ۱۔ ایک صحابی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بھوک اور پریشانی کی حالت کی اطلاع دی۔ حضورؐ نے اپنے گھروں میں آدمی بھیجا کہیں کچھ نہ ملا تو حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا کہ کوئی شخص ہے جو ان کی مہمانی قبول کرے۔ ایک انصاری صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں مہمانی کروں گا، چنانچہ انکو گھر لے گئے اور بیوی سے فرمایا کہ یہ حضورؐ کے مہمان ہیں جو اکرام ہو سکے اس میں کسر نہ چھوڑنا اور کوئی چیز چھپا کر نہ رکھنا۔ بیوی نے کہا خدا کی قسم بچوں کے لیے کچھ تھوڑا سا رکھا ہوا ہے اور کچھ بھی گھر میں موجود نہیں۔ صحابیؓ نے فرمایا کہ بچوں کو بہلا کر سلا دیجیو اور جب وہ سو جائیں تو کھانا لے کر مہمان کے ساتھ بیٹھ جائیں گے اور تو چراغ درست کرنے کے بہانے اٹھ کر اس کو بجھا دینا، چنانچہ بیوی نے ایسا ہی کیا اور دونوں میاں بیوی اور بچوں نے فاقہ سے رات گذاری، جس پر یہ آیت یُؤثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ نازل ہوئی ترجمہ:۔ اور ترجیح دیتے ہیں اپنی جانوں پر اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو۔

فائدہ:۔ اس قسم کے متعدد واقعات ہیں جو صحابہؓ کے یہاں پیش آئے، چنانچہ ایک دوسرا واقعہ اسی قسم کا ہے:۔

روزہ دار کے لیے چراغ بجھادینا (۲) ایک صحابی روزہ پر روزہ رکھتے تھے، افطار کے لیے کوئی چیز کھانے کی میسر نہ آتی تھی۔ ایک انصاری صحابی حضرت ثابت رضؓ نے تاڑ لیا۔ بیوی سے کہا کہ میں رات کو ایک مہمان لاؤنگا۔ جب کھانا شروع کریں تو تم چراغ درست کرنے کے بہانہ سے بجھا دینا اور اتنے مہمان کا پیٹ نہ بھر جائے خود نہ کھانا، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، ساتھ میں سب شریک رہے جیسے کھا رہے ہوں، صبح کو حضرت ثابت رضؓ جب حضورؐ کی مجلس میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ رات کا تمہارا مہمان کے ساتھ برتاؤ حق تعالیٰ شانہٗ کو بہت ہی پسند آیا۔[۱]

ایک صحابی کا زکوٰۃ میں اونٹ دینا (۳) حضرت ابی بن کعب رضؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا مال وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ میں ایک صاحب کے پاس گیا اور ان سے ان کے مال کی تفصیل معلوم کی تو ان پر ایک اونٹ کا بچہ ایک سالہ واجب تھا۔ میں نے ان سے اسکا مطالبہ کیا۔ وہ فرمانے لگے کہ ایک سال کا بچہ نہ دودھ کے کام کا نہ سواری کے کام کا۔ انہوں نے ایک نفیس عمدہ جوان اونٹنی سامنے کی کہ یہ لے جاؤ۔ میں نے کہا کہ میں تو اس کو نہیں لے سکتا کہ مجھے عمدہ مال لینے کا حکم نہیں، البتہ اگر تم یہی دینا چاہتے ہو تو حضورؐ سفر میں ہیں اور آج پڑاؤ فلاں جگہ تمہارے قریب ہی ہے حضورؐ کی خدمت میں جا کر پیش کر دو، اگر منظور فرمالیا تو مجھے انکار نہیں، ورنہ میں معذور ہوں وہ اس اونٹنی کو لے کر میرے ساتھ ہو لیے، اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، یارسول اللہؐ میرے پاس آپؐ کے قاصد زکوٰۃ کا مال لینے آئے تھے، اور خدا کی قسم مجھے آج تک یہ سعادت نصیب نہیں ہوئی کہ رسول اللہؐ یا انکے قاصد نے میرے مال میں کبھی تصرف فرمایا ہو۔ اسلئے میں نے اپنا سارا مال سامنے کر دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس میں ایک سالہ اونٹ کا بچہ زکوٰۃ کا واجب ہے حضورؐ ایک سال کے بچہ سے نہ تو دودھ کا ہی نفع ہے نہ سواری کا۔ اسلیے میں نے ایک عمدہ جوان اونٹنی پیش کی تھی، جس کو انہوں نے قبول نہیں فرمایا۔ اس لیے میں خود لے کر حاضر ہوا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم پر واجب

[۱] درِ منثور

تو وہی ہے جو انہوں نے بتلائی۔ مگر تم اپنی طرف سے اس سے زیادہ اور عمدہ مال دو، تو قبول ہے اللہ تمہیں اس کا اجر مرحمت فرمائیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ حاضر ہے حضورؐ نے قبول فرمالیا اور برکت کی دعا فرمائی۔

فائدہ:۔ یہ زکوٰۃ کے مال کا منظر ہے۔ آج بھی اسلام کے بہت سے دعویدار ہیں اور حضورؐ کی محبت کا بھی دم بھرتے ہیں لیکن زکوٰۃ کے ادا کرنے میں زیادتی کا تو کیا ذکر ہے پوری مقدار بھی ادا کرنا موت ہے، جو اونچے طبقے والے زیادہ مال والے کہلاتے ہیں، ان کے یہاں تو اکثر و بیشتر اسکا ذکر ہی نہیں لیکن جو متوسط حیثیت کے لوگ ہیں اور اپنے کو دیندار بھی سمجھتے ہیں وہ بھی اس کی کوشش کرتے ہیں کہ جو خرچ اپنے عزیز رشتہ داروں میں یا کسی دوسری جگہ مجبوری سے پیش آجائے اس میں زکوٰۃ ہی کی نیت کرلیں۔

حضرات شیخینؓ کا صدقہ میں مقابلہ (۱۰) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔ اتفاقاً اس زمانہ میں میرے پاس کچھ مال موجود تھا میں نے کہا آج اتفاق سے میرے پاس مال موجود ہے اگر میں ابوبکرؓ سے کبھی بھی بڑھ سکتا ہوں تو آج بڑھ جاؤں گا۔ یہ سوچ کر میں خوشی خوشی گھر گیا اور جو کچھ بھی گھر میں تھا اس میں سے آدھا لے آیا، حضورؐ نے فرمایا کہ گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا۔ میں نے عرض کیا کہ چھوڑ آیا، حضورؐ نے فرمایا آخر کیا چھوڑا۔ میں نے عرض کیا کہ آدھا چھوڑ آیا، اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جو رکھا تھا سب لے آئے، حضورؐ نے فرمایا، ابوبکرؓ گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا، انہوں نے عرض کیا، انکے لیے اللہ اور اسکے رسولؐ کو چھوڑ آیا ہوں، یعنی اللہ اور اسکے رسولِ پاکؐ کے نام کی برکت، ان کی رضا اور خوشنودی کو چھوڑ آیا حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے کہا میں حضرت ابوبکرؓ سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔

فائدہ:۔ خوبیوں اور نیکیوں میں اس کی کوشش کرنا کہ دوسرے سے بڑھ جاؤں یہ مستحسن اور مندوب ہے، قرآن پاک میں بھی اس کی ترغیب آئی ہے، یہ قصہ غزوہ تبوک کا ہے۔ اس وقت میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چندہ کی خاص طور سے ترغیب فرمائی تھی اور صحابہ کرامؓ نے اپنے اپنے حوصلہ کے مطابق بلکہ ہمت و وسعت

سے زیادہ اعانتیں فرمائیں جنکا ذکر باب ۲ کے قصہ ۹ میں بھی مختصر طور پر گذر رہا ہے،

جزاهم الله عنا وعن سائر المسلمين احسن الجزا)

صحابہ رضؓ کا دوسروں کی وجہ سے پیاسے مرنا (۵) حضرت ابوجہم رضؓ بن حذیفہ کہتے ہیں کہ یرموک کی لڑائی میں میں اپنے چچازاد بھائی کی تلاش میں نکلا کہ وہ لڑائی میں شریک تھے اور ایک مشکیزہ پانی کا میں نے اپنے ساتھ لیا کہ ممکن ہے وہ پیاسے ہوں تو پانی پلاؤں، اتفاق سے وہ ایک جگہ اس حالت میں پڑے ہوئے ملے کہ دم توڑ رہے تھے اور جان کنی شروع تھی۔ میں نے پوچھا پانی کا گھونٹ دوں، انہوں نے اشارے سے ہاں کی، اتنے میں دوسرے صاحب نے جو قریب ہی پڑے تھے اور وہ بھی مرنے کے قریب تھے آہ کی، میرے چچازاد بھائی نے آواز سنی تو مجھے ان کے پاس جانے کا اشارہ کیا۔ میں انکے پاس پانی لے کر گیا، وہ ہشام بن ابی العاص رضؓ تھے، ان کے پاس پہنچا ہی تھا کہ انکے قریب ایک تیسرے صاحب اسی حال میں پڑے دم توڑ رہے تھے، انہوں نے آہ کی، ہشام رضؓ نے مجھے انکے پاس جانے کا اشارہ کیا، میں انکے پاس پانی لے کر پہنچا تو انکا دم نکل چکا تھا، ہشام رضؓ کے پاس واپس آیا تو وہ بھی جاں بحق ہو چکے تھے، انکے پاس سے اپنے بھائی کے پاس واپس لوٹا تو اتنے میں وہ بھی ختم ہو چکے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

فائدہ:۔ اس نوع کے متعدد واقعات کتب حدیث میں ذکر کیے گئے کیا انتہا ہے اس ایثار کی کہ اپنا بھائی آخری دم توڑ رہا ہو اور پیاسا ہو۔ ایسی حالت میں کسی دوسرے کی طرف توجہ کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے چہ جائیکہ اس کو پیاسا چھوڑ کر دوسرے کو پانی پلانے چلا جائے اور ان مرنے والوں کی روحوں کو اللہ جلّ شانہٗ اپنے لطف وفضل سے نوازیں کہ مرنے کے وقت بھی جب ہوش وحواس سب ہی جواب دے دیتے ہیں یہ لوگ ہمدردی میں جان دیتے ہیں۔

حضرت حمزہ رضؓ کا کفن (۶) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضؓ غزوۂ احد میں شہید ہو گئے اور بد درد کافروں نے آپ رضؓ کے کان ناک وغیرہ اعضاء کاٹ دیے اور سینہ چیر کر دل

ف درایہ

نکالا اور طرح طرح کے ظلم کیے، لڑائی کے اختتام پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم شہیدوں کی لاشیں تلاش فرماکر ان کی تجہیز و تکفین کا انتظام فرما رہے تھے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اس حالت میں دیکھا نہایت صدمہ ہوا اور ایک چادر سے ان کو ڈھانپ دیا اتنے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں کہ اپنے بھائی کی حالت کو دیکھیں حضور نے اس خیال سے کہ آخر عورت ہیں ایسے ظلم کے دیکھنے کا تحمل مشکل ہوگا، ان کے صاحبزادہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اپنی والدہ کو دیکھنے سے منع کرو، انہوں نے والدہ سے عرض کیا کہ حضور نے دیکھنے کو منع فرمادیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے یہ سنا ہے کہ میرے بھائی کے ناک کان وغیرہ کاٹ دیے گئے، اللہ کے راستے میں یہ کون سی بڑی بات ہے ہم اس پر راضی ہیں میں اللہ سے ثواب کی امید رکھتی ہوں اور انشاء اللہ صبر کروں گی، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضور سے جاکر اس کلام کا ذکر کیا تو حضور نے اس جواب کو سنکر دیکھنے کی اجازت عطا فرمادی، آکر دیکھا، اناللہ پڑھی اور ان کے لیے استغفار اور دعا کی، ایک روایت میں ہے کہ غزوۂ احد میں جہاں نعشیں رکھی ہوئی تھیں، ایک عورت تیزی سے آرہی تھی حضور نے فرمایا دیکھو، عورت کو روکو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، میں نے پہچان لیا کہ میری والدہ ہیں۔ میں جلدی سے انہیں روکنے کے لیے بڑھا مگر وہ قوی تھیں ایک گھونسا میرے مارا اور کہا، پرے ہٹ میں نے کہا کہ حضور نے منع فرمایا ہے تو فوراً کھڑی ہوگئیں، اس کے بعد دو کپڑے نکالے اور فرمایا کہ میں اپنے بھائی کے لیے لائی تھی، کہ میں انکے انتقال کی خبر سن چکی تھی، ان کپڑوں میں ان کو کفنا دینا، ہم لوگ وہ کپڑے لے کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو کفنانے لگے کہ برابر میں ایک انصاری جن کا نام سہیل رضی اللہ عنہ تھا شہید پڑے ہوئے تھے۔ انکا بھی کفار نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جیسا ہی حال کر رکھا تھا، ہمیں اس بات سے شرم آئی کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو تو دو کپڑوں میں کفن دیا جائے اور انصاری کے پاس ایک بھی نہ ہو، اس لیے ہم نے دونوں کے لیے ایک ایک کپڑا تجویز کر دیا، لیکن ایک کپڑا ان میں بڑا اور دوسرا چھوٹا تھا، ہم نے قرعہ ڈالا کہ قرعہ میں جو کپڑا جن کے حصہ میں آئے گا وہ ان کے کفن میں لگایا جائے۔ قرعہ میں بڑا کپڑا حضرت سہیل رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آیا اور چھوٹا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آیا جو ان کے قد سے بھی کم تھا۔ کہ اگر سر کو ڈھانپا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور

پاؤں کی طرف کیا جاتا تو سر کھل جاتا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ سر کو کپڑے سے ڈھانپ دو اور پاؤں پر پتے وغیرہ ڈال دو۔[1] ابن سعدؒ کی روایت میں ہے کہ حضرت صفیہ رضؓ جب دو کپڑے لے کر حضرت حمزہؓ کی نعش پر پہنچیں تو ان کے قریب ہی ایک انصاری اسی حال میں پڑے ہوئے تھے تو ایک ایک کپڑے میں دونوں کو کفن دیا گیا۔ حضرت حمزہؓ کا کپڑا بڑا تھا، یہ روایت مختصر ہے اور خمیس کی روایت مفصّل ہے۔

فائدہ:۔ یہ دو جہاں کے بادشاہ کے چچا کا کفن ہے، وہ بھی اس طرح کہ ایک عورت اپنے بھائی کے لیے دو کپڑے دیتی ہیں اس میں یہ گوارا نہیں کہ دوسرا انصاری بے کفن رہے، ایک ایک کپڑا بانٹ دیا جاتا ہے اور پھر چھوٹا کپڑا اس شخص کے حصّہ میں آتا ہے جو کئی وجہ سے ترجیح کا استحقاق بھی رکھتا ہے۔ غریب پروری اور مساوات کے دعویدار اگر اپنے دعوؤں میں سچے ہیں تو ان پاک ہستیوں کا اتباع کریں جو کہہ کر نہیں بلکہ کر کے دکھلا گئے۔ ہم لوگوں کو اپنے لیے ان کا پیرو کہنا بھی شرم کی بات ہے۔

بکرے کی سری کا چکر کاٹ کر واپس آنا ۷۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک صحابی رضؓ کو کسی شخص نے بکرے کی سری بطور ہدیہ دی، انہوں نے خیال فرمایا کہ میرے فلاں ساتھی زیادہ ضرورتمند ہیں، کنبہ والے ہیں اور انکے گھر والے زیادہ محتاج ہیں اسلیے انکے پاس بھجوادی انکو ایک تیسرے صاحب کے متعلق یہی خیال پیدا ہوا اور ان کے پاس بھیجدی، غرض اسی طرح سات گھروں میں پھر کر وہ سری سب سے پہلے صحابی کے گھر لوٹ آئی۔[2]

فائدہ:۔ اس قصہ سے ان حضرات کا عام طور سے محتاج اور ضرورت مند ہونا بھی معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی کہ ہر شخص کو دوسرے کی ضرورت اپنے سے مقدم معلوم ہوتی تھی۔

حضرت عمرؓ کا اپنی بیوی کو زچگی میں لے جانا ۸۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ اپنے خلافت کے زمانہ میں بسا اوقات رات کو چوکیدارہ کے طور پر شہر کی حفاظت بھی فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ اسی حالت میں ایک میدان میں گذر ہوا، دیکھا کہ بالوں سے بنا ہوا ایک خیمہ لگا ہوا ہے جو وہاں پہلے

---

[1] خمیس [2] در منثور

نہیں دیکھا تھا۔ اس کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ایک صاحب وہاں بیٹھے ہوئے ہیں اور خیمہ سے کراہنے کی آواز آرہی ہے۔ سلام کر کے ان صاحب کے پاس بیٹھ گئے اور دریافت فرمایا کہ تم کون ہو، انہوں نے کہا ایک مسافر ہوں جنگل کا رہنے والا ہوں، امیر المومنین کے سامنے اپنی کچھ ضرورت پیش کر کے مدد چاہنے کے واسطے آیا ہوں، دریافت فرمایا کہ یہ خیمہ سے آواز کیسی آرہی ہے، ان صاحب نے کہا کہ عورت کی ولادت کا وقت قریب ہے دردِزہ ہو رہا ہے میاں تم جاؤ اپنا کام کرو، آپؓ نے اصرار فرمایا، کوئی دوسری عورت بھی پاس ہے، انہوں نے کہا کوئی نہیں، آپؓ وہاں سے اٹھے اور مکان پر تشریف لے گئے اور اپنی بیوی حضرت ام کلثومؓ سے فرمایا کہ ایک بڑے ثواب کی چیز مقدر سے تمہارے لیے آئی ہے۔ انہوں نے پوچھا کیا ہے۔ آپؓ نے فرمایا، ایک گاؤں کی رہنے والی بیچاری تنہا ہے، اس کو دردِزہ ہو رہا ہے، انہوں نے ارشاد فرمایا ہاں ہاں تمہاری صلاح ہو تو میں تیار ہوں اور کیوں تیار نہ ہوتیں کہ یہ بھی آخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ولادت کے لیے جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہو تیل گودڑ وغیرہ لے لو اور ایک ہانڈی اور کچھ گھی اور دانے وغیرہ بھی ساتھ لے لو، وہ لے کر چلیں۔ حضرت عمرؓ خود پیچھے پیچھے ہو لیے، وہاں پہنچکر حضرت ام کلثومؓ تو خیمہ میں چلی گئیں۔ اور آپؓ نے آگ جلا کر اس ہانڈی میں دانے ابالے، گھی ڈالا، اتنے میں ولادت سے فراغت ہو گئی، اندر سے حضرت ام کلثومؓ نے آواز دے کر عرض کیا۔ امیر المومنینؓ اپنے دوست کو لڑکا پیدا ہونے کی بشارت دیجئے۔ امیر المومنین کا لفظ جب ان صاحب کے کان میں پڑا تو وہ بڑے گھبرائے، آپؓ نے فرمایا گھبرانے کی بات نہیں، وہ ہانڈی خیمہ کے پاس رکھ دی کہ اس عورت کو بھی کچھ کھلا دیں، حضرت ام کلثومؓ نے اس کو کھلایا، اس کے بعد ہانڈی باہر دے دی، حضرت عمرؓ نے اس بدو سے کہا کہ لو تم بھی کھاؤ، پوری رات تمہاری جاگنے میں گذر گئی، اس کے بعد اہلیہ کو ساتھ لے کر گھر تشریف لے آئے اور ان صاحب سے فرما دیا کہ کل ہمارے پاس آنا تمہارے لیے انتظام کر دیا جائے گا۔[1]

---

[1] اشہر

فائدہ: ہمارے زمانے کا کوئی بادشاہ، رئیس یا کوئی معمولی حیثیت کا مالدار بھی ایسا ہے جو غریب کی ضرورت میں مسافر کی مدد کے لیے اس طرح اپنی بیوی کو رات کے وقت جنگل میں لے جائے اور خود چولہا جھونک کر کھانا پکائے۔ مالدار کو چھوڑیئے کوئی دیندار بھی ایسا کر سکتا ہے، سوچنا چاہیے کہ جنکے ہم نام لیوا ہیں اور ان جیسی برکات کی ہر بات میں امید رکھتے ہیں کوئی کام بھی ہم ان جیسا کر لیتے ہیں۔

ابو طلحہؓ کا باغ وقف کرنا

۹۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ابو طلحہؓ انصاری مدینہ منورہ میں سب سے زیادہ اور سب سے بڑے باغ والے تھے، انکا ایک باغ تھا جسکا نام بیرحاء تھا، وہ ان کو بہت ہی عزیز تھا مسجد نبوی کے قریب تھا، پانی بھی اس میں نہایت شیریں اور افراط سے تھا، حضورؐ بھی اکثر اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اسکا پانی نوش فرماتے، جب قرآن شریف کی آیت لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ (ترجمہ: تم نیکی کے کامل درجہ کو نہیں پہنچ سکتے جب تک ایسی چیزوں سے خرچ نہ کرو گے جو تم کو بہت زیادہ پسند ہیں) نازل ہوئی تو ابو طلحہؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ مجھے اپنا باغ بیرحاء سب سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ محبوب مال اللہ کے راستہ میں خرچ کرو، اس لیے وہ اللہ کے راستہ میں دیتا ہوں، آپ جیسا مناسب سمجھیں اس کے مطابق اس کو خرچ کریں۔ حضورؐ نے بہت زیادہ مسرت کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ بہت ہی عمدہ مال ہے۔ میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ اس کو اپنے اہلِ قرابت میں تقسیم کر دو، ابو طلحہؓ نے اس کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم فرما دیا۔[1]

فائدہ: ہم بھی اپنا کوئی محبوب ترین مال جائداد کوئی ایک آدھ وعظ سن کر قرآن پاک کی کوئی آیت پڑھ کر یا سن کر اس طرح بے دھڑک خرچ یا خیرات کر دیتے ہیں، اگر وقف وغیرہ کرنے کا خیال بھی آتا ہے تو زندگی سے مایوس ہو جانے کے بعد یا وارثوں سے خفا ہو کر ان کو محروم کرنے کی نیت سے اور برس کے برس اس سوچ میں لگا دیتے ہیں کہ کوئی صورت ایسی پیدا ہو جائے کہ میری زندگی میں تو میرے ہی کام آوے، بعد میں جو ہو وہ ہوتا رہے۔

---

[1] در منثور

ہاں نام و نمود کی کوئی چیز ہو، بیاہ شادی کی تقریب ہو تو سودی قرض سے بھی انکار نہیں۔

حضرت ابوذرؓ کا اپنے خادم کو تنبیہ کرنا

(۱۰) حضرت ابوذر غفاریؓ مشہور صحابی ہیں جنکے اسلام لانے کا قصہ باب کے ۵ پر گذر چکا ہے، یہ بڑے زاہد لوگوں میں سے تھے، مال نہ اپنے پاس جمع رکھتے تھے نہ یہ چاہتے تھے کہ کوئی دوسرا جمع رکھے، مالدار لوگوں سے ہمیشہ لڑائی رہتی تھی۔ اس لیے حضرت عثمان رضہ کے حکم سے رَبذہ میں رہنے لگے تھے جو جنگل میں ایک معمولی سی آبادی تھی۔ حضرت ابوذرؓ کے پاس چند اونٹ تھے اور ایک ناتواں ضعیف سا چرواہا تھا، جو ان کی خبر گیری کرتا تھا۔ اسی پر گذر تھا۔ ایک شخص قبیلہ بنو سلیم کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ تمنا ظاہر کی کہ میں آپ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہوں تاکہ آپ کے فیوض سے استفادہ حاصل کروں۔ میں آپ کے چرواہے کی مدد کرتا رہوں گا اور آپؓ کی برکات سے فائدہ بھی حاصل کرونگا۔ حضرت ابوذرؓ نے ارشاد فرمایا کہ میرا وہ دوست ہے جو میری اطاعت کرے اگر تم بھی میری اطاعت کے لیے تیار ہو تو شوق سے رہو، کہنا نہ مانو تو تمہاری ضرورت نہیں۔ سلیمی صاحب نے عرض کیا، کس چیز میں آپ اپنی اطاعت چاہتے ہیں، فرمایا کہ جب میں اپنے مال میں سے کسی چیز کے خرچ کرنے کا حکم دوں تو عمدہ سے عمدہ مال خرچ کیا جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے قبول کیا اور رہنے لگا۔ اتفاق سے ایک دن ان سے کسی نے ذکر کیا کہ پانی پر کچھ لوگ رہتے ہیں جو ضرورتمند اور کھانے کے محتاج ہیں۔ مجھ سے فرمایا ایک اونٹ لے آؤ۔ میں گیا، اور دیکھا کہ ایک بہت عمدہ اونٹ ہے، جو نہایت قیمتی نہایت کار آمد اور سواری میں مطیع۔ میں نے حسب وعدہ اس کو لے جانیکا ارادہ کیا، مگر مجھے خیال ہُوا کہ غرباء کو کھلانا ہی تو ہے اور یہ اونٹ بہت زیادہ کار آمد ہے۔ حضرت اور متعلقین کی ضرورت کا ہے اس کو چھوڑ کر اس سے ذرا کم درجہ کی عمدہ اونٹنی جو اس اونٹ کے علاوہ باقی سب سے بہتر تھی، لے کر حاضر خدمت ہوا، فرمایا کہ تم نے خیانت کی، میں سمجھ گیا اور واپس آکر وہی اونٹ لے گیا۔ پاس بیٹھنے والوں سے ارشاد فرمایا کہ دو آدمی ایسے ہیں جو اللہ کے واسطے ایک کام کریں، دو آدمیوں نے خود کو پیش کیا، فرمایا کہ اس کو ذبح کرو اور ذبح کے بعد گوشت کاٹ کر جتنے گھر پانی پر آباد ہیں ان کو شمار کر کے ابوذرؓ کا یعنی اپنا گھر بھی ایک عدد

ان میں شمار کر لو اور سب کو برابر تقسیم کردو، میرے گھر بھی اتنا ہی جائے جتنا ان میں سے ہر گھر میں جائے۔ انہوں نے تعمیلِ ارشاد کی اور تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد مجھے بلایا اور فرمایا کہ تو نے میری وصیت عمدہ مال خرچ کرنے کی جان بوجھ کر چھوڑ دی یا بھول گیا تھا۔ اگر بھول گیا تھا تو معذور ہے۔ میں نے عرض کیا کہ بھولا تو نہیں تھا۔ میں نے اوّل اسی اونٹ کو لیا تھا مگر مجھے خیال ہوا کہ یہ بہت کارآمد ہے آپ کو اکثر اس کی ضرورت رہتی ہے، محض اس وجہ سے چھوڑ دیا تھا، فرمایا کہ محض میری ضرورت سے چھوڑا تھا، عرض کیا کہ محض آپ کی ضرورت سے چھوڑا تھا، فرمایا اپنی ضرورت کا دن بتاؤں، میری ضرورت کا دن وہ ہے جس دن میں قبر کے گڑھے میں اکیلا ڈال دیا جاؤں گا، وہ دن میری ضرورت اور احتیاج کا ہے، مال کے اندر تین حصہ دار ہیں، ایک تقدیر جو مال لے جانے میں کسی چیز کا انتظار نہیں کرتی، اچھا برا ہر قسم کا لے جاتی ہے، دوسرا وارث جو اس کے انتظار میں ہے کہ تو مرے تو وہ لے لے اور تیسرا حصہ دار تو خود ہے، اگر ہو سکتا ہو اور تیری طاقت میں ہو تو تینوں حصہ داروں میں سب سے عاجز نہ بن، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ اس لیے جو مال مجھے سب سے زیادہ پسند ہے اس کو میں اپنے لیے آگے چلتا کروں تاکہ وہ میرے لیے جمع رہے[۱]۔

فائدہ:- تین حصہ داروں میں سب سے زیادہ عاجز نہ بن کا مطلب یہ ہے کہ جو ہو سکے اپنے لیے آخرت کا ذخیرہ جمع کر لے۔ ایسا نہ ہو کہ مقدر غالب آجائے اور وہ مال تجھ سے ضائع ہو جائے یا تو مر جائے اور وہ دوسروں کے قبضہ میں آجائے کہ بعد میں کوئی کسی کو نہیں پوچھتا آل اولاد بیوی بچے سب تھوڑے بہت دنوں رو کر چپ ہو جائیں گے، ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ مرنے والے کے لیے بھی کچھ صدقہ خیرات کر دیں اور اس کو یاد رکھیں، ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے، آدمی کہتا ہے میرا مال میرا مال، حالانکہ اس کا مال صرف وہ ہے جو کھا لیا اور ختم کر دیا یا پہن لیا اور پرانا کر دیا یا اللہ کے راستہ میں خرچ کر دیا اور اپنے لیے خزانہ میں جمع کر دیا، اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ دوسروں کا مال ہے، لوگوں کے لیے جمع کر رہا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے حضورؐ نے دریافت فرمایا، تم میں سے ایسا کون ہے جس کو

---

[۱] درِّ منثور

اپنے وارث کا مال اپنے سے اچھا لگے، صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ ایسا کون ہوگا جس کو دوسرے کا مال اپنے سے زیادہ محبوب ہو، حضورؐ نے فرمایا کہ اپنا مال صرف وہی ہے جو آگے بھیجدیا جائے اور جو چھوڑ دیا جائے وہ وارث کا مال ہے۔ [1]

حضرت جعفرؓ کا قصہ (۱۱) حضرت جعفر طیارؓ حضور اقدسؐ کے چچازاد بھائی اور حضرت علیؓ کے حقیقی بھائی ہیں، اول تو یہ سارا ہی گھرانہ اور خاندان بلکہ آل اولاد، سخاوت، کرم، شجاعت بہادری میں ممتاز رہے اور ہیں، لیکن حضرت جعفرؓ مساکین کے ساتھ خاص تعلق رکھتے تھے اور زیادہ اٹھنا بیٹھنا غرباہی کے ساتھ ہوتا تھا۔ کفار کی تکالیف سے تنگ آکر اول جلشہ کی ہجرت کی اور کفار نے وہاں بھی پیچھا کیا تو نجاشی کے یہاں اپنی صفائی پیش کرنا پڑی جس کا قصہ پہلے باب کے ۱۶ پر گذرا، وہاں سے واپسی پر مدینہ طیبہ کی ہجرت کی اور غزوۂ موتہ میں شہید ہوئے۔ جسکا قصہ اگلے باب کے ختم پر آرہا ہے، اِن کے انتقال کی خبر پر حضورؐ ان کے گھر تعزیت کے لیے تشریف لے گئے اور ان کے صاحبزادوں عبداللہ، عون اور محمد کو بلایا، وہ سب کم عمر تھے، ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا فرمائی۔ ساری ہی اولاد میں باپ کا رنگ غالب تھا، مگر عبداللہ میں سخاوت کا مضمون بہت زیادہ تھا، اسی وجہ سے انکا لقب قطب السخاء یعنی سخاوت کا قطب تھا، ۷ برس کی عمر میں حضور اکرمؐ سے بیعت ہوئی۔ انہی عبداللہ بن جعفرؓ سے کسی شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے یہاں سفارش کرائی، ان کی سفارش پر اس کا کام ہوگیا، تو اس نے نذرانہ کے طور پر چالیس ہزار درہم بھیجے۔ انہوں نے واپس کر دیئے کہ ہم لوگ اپنی نیکی کو فروخت نہیں کیا کرتے۔ ایک مرتبہ کہیں سے دو ہزار درہم نذرانہ میں آئے۔ اسی مجلس میں تقسیم فرما دیئے۔ ایک تاجر بہت سی شکر لے کر آیا مگر بازار میں فروخت نہ ہوئی، اس کو فکر و رنج ہوا، عبداللہ بن جعفرؓ نے اپنے کارندوں سے کہا کہ ساری شکر اس سے خرید لو اور لوگوں میں مفت لٹا دو، رات کو قبیلہ میں جو مہمان آجاتا تھا وہ انکے یہاں سے کھانا کھاتا تھا اور ہر قسم کی ضروریات پوری کرتا۔ حضرت زبیرؓ ایک لڑائی میں شریک تھے ایک دن اپنے بیٹے عبداللہ کو وصیت فرمائی کہ میرا خیال یہ ہے کہ آج میں شہید ہو جاؤں گا

---

[1] اصابہ

تم میرا قرضہ ادا کر دینا اور فلاں فلاں کام کرنا۔ یہ وصیتیں کر کے اسی دن شہید ہو گئے۔ صاحبزادہ نے جب قرضہ جوڑا تو بائیس لاکھ درہم تھے اور یہ قرضہ بھی اس طرح ہوا تھا کہ امانت دار بہت مشہور تھے، لوگ اپنی اپنی امانتیں بہت کثرت سے رکھتے یہ فرمادیتے کہ رکھنے کی جگہ تو میرے پاس نہیں یہ رقم قرض ہے جب تمہیں ضرورت ہو لے لینا، یہ کہہ کر اس کو صدقہ کر دیتے اور یہ بھی وصیت کی کہ جب کوئی مشکل پیش آئے تو میرے مولیٰ سے کہہ دینا۔ عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ میں مولیٰ کو نہ سمجھا۔ میں نے پوچھا کہ آپ کے مولیٰ کون؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ، چنانچہ حضرت عبد اللہؓ نے تمام قرضہ ادا کر دیا، کہتے ہیں کہ جب کوئی دقت پیش آتی میں کہتا کہ اے جعفر کے مولیٰ فلاں کام نہیں ہوتا، وہ فوراً ہو جاتا۔ عبد اللہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ عبد اللہ بن جعفرؓ سے کہا کہ میرے والد کے قرضہ کی فہرست میں تمہارے ذمہ دس لاکھ درہم لکھے ہیں، کہنے لگے جب چاہو لے لو، اس کے بعد معلوم ہوا کہ مجھ سے غلطی ہوئی۔ میں دوبارہ گیا۔ میں نے کہا کہ وہ تو تمہارے ان کے ذمہ ہیں۔ کہنے لگے کہ میں نے معاف کر دیئے، میں نے کہا کہ میں معاف نہیں کراتا، کہنے لگے جب تمہیں سہولت ہو دے دینا۔ میں نے کہا کہ اس کے بدلہ میں زمین لے لو۔ غنیمت کے مال میں بہت سی زمین آئی ہوئی ہے، عبد اللہؓ بن جعفرؓ نے کہا، اچھا۔ میں نے ایک زمین ان کو دے دی جو معمولی حیثیت کی تھی، پانی وغیرہ بھی اس میں نہیں تھا، انہوں نے فوراً قبول کر لی اور غلام سے کہا کہ اس زمین میں مصلیٰ بچھا دے۔ اس نے مصلیٰ بچھا دیا، دو رکعت نماز وہاں پڑھی اور بہت دیر تک سجدہ میں پڑے رہے، نماز سے فارغ ہو کر غلام سے کہا کہ اس جگہ کو کھودو، اس نے کھودنا شروع کیا۔ ایک پانی کا چشمہ وہاں سے ابلنے لگا۔[1]

فائدہ: ان حضرات صحابۂ کرامؓ کے یہاں یہ اور اس قسم کی چیزیں جو اس باب میں لکھی گئیں کوئی بڑی بات نہ تھی، ان حضرات کی عام عادتیں ایسی ہی تھیں۔

---

[1] اسد الغابہ

ساتواں باب

بہادری، دلیری اور موت کا شوق

جب آدمی مرنے ہی کے سر ہو جائے تو پھر وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔ ساری بزدلی سوچ اور فکر زندگی ہی کے لیے ہے اور جب مرنے کا اشتیاق پیدا ہو جائے تو نہ مال کی محبت رہتی ہے نہ دشمن کا خوف، کاش مجھے بھی ان سچوں کے طفیل یہ دولت نصیب ہو جاتی۔

ابن جحشؓ اور ابن سعدؓ کی دعا

(۱) حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے غزوۂ احد میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے کہا کہ اے سعدؓ آؤ مل کر دعا کریں۔ ہر شخص اپنی ضرورت کے مطابق دعا کرے، دوسرا آمین کہے کہ یہ قبول ہونے کے زیادہ قریب ہے۔ دونوں حضرات نے ایک کونے میں جا کر دعا فرمائی، اوّل حضرت سعد نے دعا کی یا اللہ جب کل کو لڑائی ہو تو میرے مقابلہ میں ایک بڑے بہادر کو مقرر فرما جو سخت حملہ والا ہو وہ مجھ پر سخت حملہ کرے اور میں اس پر زوردار حملہ کروں، پھر مجھے اس پر فتح نصیب فرما کہ میں اس کو تیرے راستے میں قتل کروں اور اس کی غنیمت حاصل کروں۔ حضرت عبداللہؓ نے آمین کہی، اور اس کے بعد حضرت عبداللہؓ نے دعا کی اے اللہ کل کو میدان میں ایک بہادر سے مقابلہ کرا، جو سخت حملہ والا ہو۔ میں اس پر شدت سے حملہ کروں، وہ بھی مجھ پر زور سے حملہ کرے اور پھر وہ مجھے قتل کر دے پھر میرے ناک کان کاٹ لے، پھر قیامت میں جب تیرے حضور میں پیش ہوں تو تو کہے کہ عبداللہ تیرے ناک کان کیوں کاٹے گئے۔ میں عرض کروں یا اللہ تیرے اور تیرے رسولؐ کے راستے میں کاٹے گئے۔ پھر تو کہے کہ سچ ہے، میرے ہی راستے میں کاٹے گئے۔ حضرت سعدؓ نے آمین کہی، دوسرے دن لڑائی ہوئی اور دونوں حضرات کی دعائیں قبول ہوئیں کہ جس طرح سے مانگی گئی تھیں۔ سعدؓ کہتے ہیں کہ عبداللہؓ

بن جحش کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔ میں نے شام کو دیکھا کہ ان کے ناک کان ایک دھاگے میں پروئے ہوئے ہیں، احد کی لڑائی میں ان کی ایک تلوار بھی ٹوٹ گئی تھی، حضورؐ نے ان کے ہاتھ میں ایک ٹہنی پکڑا دی جو ان کے ہاتھ میں جاکر تلوار بن گئی اور عرصہ تک بعد میں رہی اور دو سو دینار میں فروخت ہوئی۔ دینار سونے کے ایک سکے کا نام ہے۔

فائدہ :- اس قصہ میں جہاں ایک جانب کمال بہادری ہے کہ بہادر دشمن سے مقابلہ کی تمنا ہے وہاں دوسری جانب کمالِ عشق بھی کہ محبوب کے راستے میں بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کی تمنا کرے اور آخر میں جب وہ پوچھیں کہ ایسا کیوں ہوا تو میں عرض کروں کہ تمہارے لیے ؎

رہے گا کوئی تو تیغِ ستم کے یادگاروں میں!

مرے لاشے کے ٹکڑے دفن کرنا سو مزاروں میں

(۲) احد کی لڑائی میں حضرت علی رضؓ کی بہادری غزوۂ احد میں مسلمانوں کو کچھ شکست ہوئی تھی، جس کی بڑی وجہ نبی اکرمؐ کے ایک ارشاد پر عمل نہ کرنا تھی جس کا ذکر باب قصہ میں گذر چکا، اس وقت مسلمان چاروں طرف سے کفار کے نرغے میں آگئے، جس کی وجہ سے بہت سے لوگ شہید بھی ہوئے اور کچھ بھاگے بھی۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کفار کے ایک جتھے کے نرغے میں آگئے اور کفار نے یہ مشہور کر دیا تھا کہ حضورؐ شہید ہوگئے۔ صحابہؓ اس خبر سے بہت پریشان حال تھے اور اسی وجہ سے بہت سے بھاگے بھی، اور ادھر ادھر متفرق ہو گئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ فرماتے ہیں کہ جب کفار نے مسلمانوں کو گھیر لیا اور حضورؐ میری نظر سے اوجھل ہو گئے تو میں نے حضورؐ کو اوّل زندوں میں تلاش کیا نہ پایا، پھر شہداء میں جاکر تلاش کیا وہاں بھی نہ پایا تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ ایسا تو ہو نہیں سکتا کہ حضورؐ لڑائی سے بھاگ جائیں۔ بظاہر حق تعالیٰ شانہٗ ہمارے اعمال کی وجہ سے ہم پر ناراض ہوئے اس لیے اپنے پاک رسولؐ کو آسمان پر اٹھا لیا، اِس لیے اب اس سے بہتر کوئی صورت نہیں کہ میں بھی تلوار لے کر کافروں کے جتھے میں گھس جاؤں یہاں تک کہ مارا جاؤں۔ میں نے

لہ اصابہ

تلوار لے کر حملہ کیا یہاں تک کہ کفار بیچ میں سے ہٹتے گئے اور میری نگاہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑ گئی تو بے حد مسرت ہوئی اور میں سمجھا کہ اللہ جل شانہٗ نے ملائکہ کے ذریعے اپنے محبوبؐ کی حفاظت کی۔ میں حضورؐ کے پاس جا کر کھڑا ہوا کہ ایک جماعت کی جماعت کفار کی حضورؐ پر حملہ کی نیت سے آئی، حضورؐ نے فرمایا علیؓ ان کو روکو۔ میں نے تنہا اس جماعت کا مقابلہ کیا اور ان کے منہ پھیر دیئے اور بعضوں کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد پھر ایک اور جماعت حضورؐ پر حملہ کے لیے بڑھی، آپ نے پھر حضرت علیؓ کی طرف اشارہ فرمایا۔ انہوں نے پھر تنہا اس جماعت کا مقابلہ کیا۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل نے آ کر حضرت علیؓ کی اس جوانمردی اور مدد کی تعریف کی تو حضورؐ نے فرمایا اِنَّہٗ مِنِّی وَاَنَا مِنْہُ بیشک علیؓ مجھ سے ہیں اور میں علیؓ سے ہوں یعنی کمالِ اتحاد کی طرف اشارہ فرمایا تو حضرت جبرئیل نے عرض کیا وَاَنَا مِنْکُمَا میں تم دونوں سے ہوں۔[1]

فائدہ:- ایک تنہا آدمی کا جماعت سے بھڑ جانا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس ذات کو نہ پا کر مر جانے کی نیت سے کفار کے جمگھٹے میں گھس جانا جہاں ایک طرف حضورؐ کے ساتھ سچی محبت اور عشق کا پتہ دیتا ہے وہاں دوسری جانب کمال بہادری دلیری اور جرأت کا بھی نقشہ پیش کرتا ہے۔

حضرت حنظلہؓ کی شہادت

۳- غزوۂ احد میں حضرت حنظلہؓ اول سے شریک نہیں تھے، کہتے ہیں کہ ان کی نئی شادی ہوئی تھی، بیوی سے ہمبستر ہوئے تھے، اسکے بعد غسل کی تیاری کر رہے تھے اور غسل کرنے کے لیے بیٹھ بھی گئے، سر کو دھو رہے تھے کہ ایک دم مسلمانوں کی شکست کی آواز کان میں پڑی جس کی تاب نہ لا سکے، اسی حالت میں تلوار ہاتھ میں لی اور لڑائی کے میدان کی طرف بڑھتے چلے گئے اور کفار پر حملہ کیا اور برابر بڑھتے ہی چلے گئے کہ اسی حالت میں شہید ہو گئے۔ چونکہ شہید کو اگر جنبی نہ ہو تو بغیر غسل دیئے دفن کیا جاتا ہے، اس لیے ان کو بھی اسی طرح کر دیا۔ مگر حضور اکرمؐ نے دیکھا کہ ملائکہ ان کو غسل دے رہے ہیں۔ حضورؐ نے صحابہؓ سے ملائکہ کے غسل دینے کا تذکرہ فرمایا، ابو سعید ساعدیؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ

---

[1] قرۃ العیون

کا یہ ارشاد سن کر حنظلہؓ کو جا کر دیکھا تو ان کے سر سے غسل کا پانی ٹپک رہا تھا۔ حضورؐ نے واپسی پر تحقیق فرمایا تو ان کے بغیر نہائے جانے کا قصہ معلوم ہوا۔[1]

فائدہ: یہ بھی کمال بہادری ہے، بہادر آدمی کو اپنے ارادہ میں تاخیر کرنا دشوار ہوتا ہے۔ اس لیے اتنا انتظار بھی نہیں کیا کہ غسل پورا کر لیتے۔

عمرو بن جموحؓ کی تمنائے شہادت

۴۔ حضرت عمرو بن جموحؓ پاؤں سے لنگڑے تھے، ان کے چار بیٹے تھے جو اکثر حضورؐ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتے اور لڑائیوں میں بھی شرکت کرتے تھے۔ غزوہ احد میں عمرو بن جموحؓ کو بھی شوق پیدا ہوا کہ میں بھی جنگ میں شامل ہو جاؤں، لوگوں نے کہا کہ تم معذور ہو، لنگڑے پن کی وجہ سے چلنا دشوار ہے انہوں نے فرمایا کیسی بری بات ہے کہ میرے بیٹے تو جنت میں جائیں اور میں رہ جاؤں، بیوی نے بھی ابھارنے کے لیے طعنہ کے طور پر کہا کہ میں تو دیکھ رہی ہوں کہ تو لڑائی سے بھاگ کر لوٹ آیا۔ عمرو نے یہ سنکر ہتھیار لیے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کی اَللّٰھُمَّ لَا تَرُدَّنِیْ اِلٰی اَھْلِیْ (اے اللہ مجھے اپنے اہل کی طرف نہ لوٹائیو) اس کے بعد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی قوم کے منع کرنیکا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا اور کہا کہ میں امید کرتا ہوں کہ اپنے لنگڑے پیر سے جنت میں چلوں پھروں، حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ نے تم کو معذور کیا ہے تو نہ جانے میں کیا حرج ہے، انہوں نے پھر خواہش کی تو آپؐ نے اجازت دے دی۔ ابو طلحہؓ کہتے ہیں کہ میں نے عمروؓ کو دیکھا کہ اکڑتے ہوتے جا رہے تھے اور کہتے تھے کہ خدا کی قسم میں جنت کا مشتاق ہوں، انکا ایک بیٹا بھی انکے پیچھے دوڑا جاتا تھا۔ دونوں لڑتے رہے حتّٰی کہ دونوں شہید ہوئے۔ ان کی بیوی اپنے خاوند اور بیٹے کی نعش کو اونٹ پر لاد کر دفن کے لیے مدینہ لانے لگیں تو وہ اونٹ بیٹھ گیا، بڑی دقّت سے اسکو مار مار کر اٹھایا اور مدینہ لانے کی کوشش کی مگر وہ احد ہی کی طرف منہ کرتا تھا، ان کی بیوی نے حضورؐ سے ذکر کیا، آپؐ نے فرمایا کہ اونٹ کو یہی حکم ہے کیا عمروؓ چلتے ہوئے کچھ کہہ گئے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے یہ دعا کی تھی۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَرُدَّنِیْ اِلٰی اَھْلِیْ۔ آپؐ نے فرمایا،

---

[1] قرۃ العیون

اسی وجہ سے یہ اونٹ اس طرف نہیں جاتا۔[1]

فائدہ:- اسی کا نام ہے جنت کا شوق اور یہی ہے وہ سچا عشق اللہ کا اور اس کے رسولؐ کا، جس کی وجہ سے صحابہؓ کہاں سے کہاں پہنچ گئے کہ ان کے جذبے مرنے کے بعد بھی ویسے ہی رہتے، بہتیری کوشش کی کہ اونٹ چلے مگر یا تو وہ بیٹھ جاتا یا پھر احد کی طرف چلتا۔

حضرت مُصْعَبؓ بن عُمَیرؓ کی شہادت

۵۔ حضرت مُصْعَبْ بن عمیر اسلام لانے سے پہلے بڑے ناز کے پلے ہوئے اور مالدار لڑکوں میں تھے۔ ان کے باپ ان کے لیے دو دوسو درہم کا جوڑا خرید کر پہناتے تھے نوعمر تھے بہت زیادہ ناز و نعمت میں پرورش پاتے تھے، اسلام کے شروع ہی زمانے میں گھر والوں سے چھپ کر مسلمان ہو گئے تھے اور اسی حالت میں رہتے۔ کسی نے ان کے گھر والوں کو خبر کر دی، انہوں نے ان کو باندھ کر قید کر دیا، کچھ روز اسی حالت میں گذرے اور جب موقع ملا تو چھپ کر بھاگ گئے اور جو لوگ حبشہ کو ہجرت کر رہے تھے ان کے ساتھ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے، وہاں سے واپس آکر مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی اور زہد و فقر کی زندگی بسر کرنے لگے اور ایسی تنگی کی حالت دیکھی کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سامنے سے گذرے ان کے پاس صرف ایک چادر تھی جو کئی جگہ سے پھٹی ہوئی تھی اور ایک جگہ بجائے کپڑے کے چمڑے کا پیوند لگا ہوا تھا حضورؐ ان کی اس حالت اور اس پہلی حالت کا تذکرہ فرماتے ہوئے آنکھوں میں آنسو بھر لائے غزوہ احد میں مہاجرین کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا، جب مسلمان نہایت پریشانی کی حالت میں منتشر ہو رہے تھے تو یہ جمے ہوئے کھڑے تھے، ایک کافر ان کے قریب آیا اور تلوار سے ہاتھ کاٹ دیا کہ جھنڈا گر جاوے اور مسلمانوں کو گویا کھلی شکست ہو جائے انہوں نے فوراً جھنڈا دوسرے ہاتھ میں لے لیا، اس نے دوسرے ہاتھ کو بھی کاٹ ڈالا، انہوں نے دونوں بازوؤں کو جوڑ کر سینہ سے جھنڈے کو چمٹا لیا کہ گرے نہیں، اس نے ان کو تیر مارا

---

[1] قرۃ العیون

جس سے آپ شہید ہو گئے مگر زندگی میں جھنڈے کو نہ گرنے دیا، اس کے بعد جھنڈا کو فوراً دوسرے شخص نے اٹھالیا۔ جب ان کو دفن کرنے کی نوبت آئی تو صرف ایک چادر انکے پاس تھی جو پورے بدن پر نہیں آتی تھی۔ اگر سر کی طرف سے ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے اور پاؤں کی طرف کی جاتی تو سر کھل جاتا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ چادر کو سر کی جانب کر دیا جائے اور پاؤں پر اِذْخَر کے پتے ڈال دیے جائیں[1]۔

فائدہ:۔ یہ آخری زندگی ہے اس نازک اور نازوں سے پلے ہوئے کی جو دو سو درہم کا جوڑا پہنتا تھا کہ آج اس کو کفن کی ایک چادر بھی پوری نہیں ملتی اور اس پر ہمت یہ کہ زندگی میں جھنڈا نہ گرنے دیا۔ دونوں ہاتھ کٹ گئے مگر پھر بھی اس کو نہ چھوڑا۔ بڑے نازوں کے پلے ہوتے تھے، مگر ایمان ان لوگوں کے دلوں میں کچھ اس طرح سے جمتا تھا، کہ پھر وہ اپنے سوا کسی چیز کا بھی نہ چھوڑتا تھا، روپیہ، پیسہ، راحت، آرام ہر قسم کی چیز سے ہٹا کر اپنے میں لگا لیتا تھا۔

۶۔ عراق کی لڑائی کے وقت حضرت عمرؓ کا ارادہ | یرموک کی لڑائی میں حضرت سعدؓ کا خط

خود لڑائی میں شرکت فرمانے کا تھا عوام اور خواص دونوں قسم کے مجمعوں سے کئی روز تک اس میں مشورہ ہوتا رہا کہ حضرت عمرؓ کا خود شریک ہونا زیادہ مناسب ہے یا مدینہ میں رہ کر لشکروں کے روانہ کرتے رہنے کا انتظام زیادہ مناسب ہے۔ عوام کی رائے تھی کہ خود شرکت مناسب ہے اور خواص کی رائے تھی، کہ دوسری صورت زیادہ بہتر ہے۔ ان مشوروں کی گفتگو میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا بھی تذکرہ آگیا، ان کو سب نے پسند کر لیا، کہ اگر ان کو بھیجا جائے تو بہت مناسب ہے پھر حضرت عمرؓ کے جانے کی ضرورت نہیں، حضرت سعدؓ بڑے بہادر اور عرب کے شیروں میں شمار ہوتے تھے۔ غرض یہ تجویز منظور ہو گئی اور ان کو بھیج دیا گیا۔ جب قادسیہ پر حملہ کے لیے پہنچے تو شاہِ کسریٰ نے ان کے مقابلہ کے لیے رستم کو جو مشہور پہلوان تھا تجویز کیا۔ رستم نے ہرچند کوشش کی اور بادشاہ سے بار بار اس کی درخواست کی کہ مجھے اپنے پاس رہنے دیں، خوف کا غلبہ تھا مگر اظہار اس کا کرتا تھا

---

[1] قرۃ، اصابہ

کہ میں یہاں سے لشکروں کے بھیجنے میں صلاح مشورہ میں مدد دونگا۔ مگر بادشاہ نے جس کا نام یزدجرد تھا قبول نہ کیا اور اس کو مجبوراً جنگ میں شریک ہونا پڑا۔ حضرت سعدؓ جب روانہ ہونے لگے تو حضرت عمرؓ نے ان کو وصیت فرمائی جس کے الفاظ کا مختصر ترجمہ یہ ہے۔ "سعدؓ تمہیں یہ بات دھوکہ میں نہ ڈالے کہ تم حضورؐ کے ماموں کہلاتے ہو اور حضورؐ کے صحابیؓ ہو، اللہ تعالیٰ بُرائی کو بُرائی سے نہیں دھوتے بلکہ بُرائی کو بھلائی سے دھوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان کوئی رشتہ نہیں ہے، اس کے یہاں صرف اس کی بندگی مقبول ہے، اللہ کے یہاں شریف رذیل سب برابر ہیں، سب ہی اسکے بندے ہیں اور وہ سب کا رب ہے، اس کے انعامات بندگی سے حاصل ہوتے ہیں۔ ہر امر میں اس چیز کو دیکھنا جو حضورؐ کا طریقہ تھا وہی عمل کی چیز ہے۔ میری اس نصیحت کو یاد رکھنا، تم ایک بہت بڑے کام کے لیے بھیجے جا رہے ہو، اس سے چھٹکارا صرف حق کے اتباع ہی سے ہو سکتا ہے، اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو خوبیوں کا عادی بنانا۔ اللہ کے خوف کو اختیار کرنا اور اللہ کا خوف دو باتوں میں جمع ہوتا ہے، اس کی اطاعت میں اور گناہ سے پرہیز کرنے میں اور اللہ کی اطاعت جس کو بھی نصیب ہوئی، دنیا سے بغض اور آخرت کی محبت سے نصیب ہوئی۔" اس کے بعد حضرت سعدؓ نہایت بشاشت سے لشکر لے کر روانہ ہوئے، جس کا اندازہ اس خط سے ہوتا ہے، جو انہوں نے رستم کو لکھا ہے، جس میں وہ لکھتے ہیں۔ فَاِنَّ مَعِیَ قَوْمًا یُحِبُّوْنَ الْمَوْتَ كَمَا یُحِبُّوْنَ الْاَعَاجِمُ الْخَمْرَ بیشک میرے ساتھ ایسی جماعت ہے جو موت کو ایسا ہی محبوب رکھتی ہے جیسا کہ تم لوگ شراب پینے کو محبوب رکھتے ہو۔

فائدہ: شراب کے دلدادوں سے پوچھو کہ اس میں کیا مزہ ہے جو لوگ موت کو ایسا محبوب رکھتے ہوں کامیابی کیوں نہ ان کے قدم چومے۔

۷۔ حضرت وہب بن قابوس کی احد میں شہادت

حضرت وہب بن قابوسؓ ایک صحابی ہیں جو کسی وقت میں مسلمان ہوئے تھے اور اپنے گھر کسی گاؤں میں رہتے تھے، بکریاں

۱؎ د ۲؎ اشہر ۳؎ تفسیر عزیزی اول

چراتے تھے، اپنے بھتیجے کے ساتھ ایک رسّی میں بکریاں باندھے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے پوچھا کہ حضورؐ کہاں تشریف لے گئے معلوم ہوا کہ احد کی لڑائی میں گئے ہوئے ہیں۔ بکریوں کو وہیں چھوڑ کر حضورؐ کے پاس پہنچ گئے۔ اتنے میں ایک جماعت کفار کی حملہ کرتی ہوئی نظر آئی حضورؐ نے فرمایا جو ان کو منتشر کر دے وہ جنّت میں میرا ساتھی ہے، حضرت وہبؓ نے زور سے تلوار چلانی شروع کی اور سب کو ہٹا دیا۔ دوسری مرتبہ پھر یہی صورت پیش آئی، تیسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا، حضورؐ نے ان کو جنّت کی خوشخبری دی۔ اس کا سننا تھا کہ تلوار لے کر کفار کے جمگھٹے میں گھس گئے اور شہید ہوتے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ میں نے وہبؓ جیسی دلیری اور بہادری کسی کی بھی کسی لڑائی میں نہیں دیکھی اور شہید ہونے کے بعد حضورؐ کو میں نے دیکھا کہ وہبؓ کے سرہانے کھڑے تھے اور ارشاد فرما رہے تھے کہ اللہ تم سے راضی ہو، میں تم سے راضی ہوں، اس کے بعد حضورؐ نے خود اپنے دستِ مبارک سے دفن فرمایا باوجودیکہ اس لڑائی میں حضورِ اقدسؐ خود بھی زخمی ہو گئے تھے حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ مجھے کسی کے عمل پر بھی اتنا رشک نہیں آیا جتنا وہبؓ کے عمل پر آیا، میرا دل چاہتا ہے کہ اللہ کے یہاں ان جیسا اعمالنامہ لیکر پہنچوں[1]

فائدہ :- ان پر رشک اس خاص کارنامہ کی وجہ سے ہے کہ جان کو جان نہیں سمجھا ورنہ خود حضرت عمرؓ اور دوسرے حضرات کے دوسرے کارنامے اس سے کہیں بڑھے ہوئے ہیں۔

بیر معونہ کی لڑائی

۸- بیر معونہ کی ایک مشہور لڑائی ہے جس میں ستّر صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت پوری کی پوری شہید ہوئی جن کو قرّاء کہتے ہیں اس لیے کہ سب حضرات قرآن مجید کے حافظ تھے اور سوائے چند مہاجرین کے اکثر انصار تھے۔ حضورؐ کو ان کے ساتھ بڑی محبت تھی، کیونکہ یہ حضرات رات کا اکثر حصّہ ذکر و تلاوت میں گذارتے تھے اور دن کو حضورؐ کی بیبیوں کے گھروں کی ضروریات لکڑی پانی وغیرہ پہنچایا کرتے تھے، اس مقبول جماعت کو نجد کا رہنے والا قوم بنی عامر کا ایک شخص جسکا نام عامر بن مالک اور کنیت ابوبراء تھی اپنے ساتھ اپنی پناہ

---

[1] اصابہ - قرۃ

میں تبلیغ اور وعظ کے نام سے لے گیا تھا۔ حضور اقدس ؐ نے ارشاد بھی فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ میرے اصحاب کو مضرت نہ پہنچے، مگر اس شخص نے بہت زیادہ اطمینان دلایا۔ آپؐ نے ان ستر صحابہؓ کو ہمراہ کر دیا اور ایک والا نامہ عامر بن طفیل کے نام جو بنی عامر کا رئیس تھا تحریر فرمایا جس میں اسلام کی دعوت تھی۔ یہ حضرات مدینہ سے رخصت ہو کر بیر معونہ پہنچے تو ٹھہر گئے اور دو ساتھی ایک حضرت عمرو بن امیہؓ اور دوسرے حضرت منذر بن عمروؓ سب کے اونٹوں کو لیکر چرانے کے لیے تشریف لے گئے اور حضرت حرامؓ اپنے ساتھ دو حضرات کو ساتھیوں میں سے لے کر عامر بن طفیل کے پاس حضورؐ کا والا نامہ دینے کے لیے تشریف لے گئے قریب پہنچکر حضرت حرامؓ نے اپنے دونوں ساتھیوں سے فرمایا کہ تم یہیں ٹھہر جاؤ، میں آگے جاتا ہوں۔ اگر میرے ساتھ کوئی دغا نہ کی گئی تو تم بھی چلے آنا ورنہ یہیں سے واپس ہو جانا کہ تین کے مارے جانے سے ایک کا مارا جانا بہتر ہے۔ عامر بن طفیل اس عامر بن مالک کا بھتیجا تھا جو ان صحابہؓ کو اپنے ساتھ لایا تھا۔ اس کو اسلام سے اور مسلمانوں سے خاص عداوت تھی۔ حضرت حرامؓ نے والا نامہ دیا تو اس نے غصہ میں پڑھا بھی نہیں بلکہ حضرت حرام کے ایک ایسا نیزہ مارا جو ان کے جسم کے پار نکل گیا۔ حضرت حرامؓ فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ (رب کعبہ کی قسم میں تو کامیاب ہو گیا) کہہ کر جاں بحق ہوئے۔ اس نے نہ اس کی پرواہ کی کہ قاصد کو مارنا کسی قوم کے نزدیک بھی جائز نہیں اور نہ اسکا لحاظ کیا کہ میرا چچا ان حضرات کو اپنی پناہ میں لایا ہے، ان کو شہید کرنے کے بعد اس نے اپنی قوم کو جمع کیا اور اس پر آمادہ کیا کہ ان مسلمانوں میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑو لیکن ان لوگوں نے ابو براء کی پناہ کی وجہ سے تردد کیا تو اس نے آس پاس کے اور لوگوں کو جمع کیا اور بہت بڑی جماعت کے ساتھ ان ستر صحابہؓ کا مقابلہ کیا۔ یہ حضرات آخر کہاں تک مقابلہ کرتے نیز چاروں طرف سے کفار میں گھرے ہوئے تھے۔ بجز ایک کعب بن زیدؓ کے جن میں زندگی کی کچھ رمق باقی تھی اور کفار ان کو مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے، باقی سب شہید ہو گئے۔ حضرت منذرؓ اور عمروؓ جو اونٹ چرانے گئے ہوئے تھے انہوں نے آسمان کی طرف دیکھا تو مردار خور جانور اڑ رہے تھے، دونوں حضرات یہ کہہ کر لوٹے کہ ضرور کوئی

حادثہ پیش آیا۔ یہاں آکر دیکھا تو اپنے ساتھیوں کو شہید پایا اور سواروں کو خون کی بھری ہوئی تلواریں لیے ہوئے ان کے گرد چکر لگاتے دیکھا، یہ حالت دیکھ کر دونوں حضرات ٹھٹکے اور باہم مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیے۔ عمرو بن امیہؓ نے کہا کہ چلو واپس چل کر حضورؐ کو اطلاع دیں، مگر حضرت منذرؓ نے جواب دیا کہ خبر تو ہو ہی جاوے گی میرا تو دل نہیں مانتا کہ شہادت کو چھوڑوں اور اس جگہ سے چلا جاؤں جہاں ہمارے دوست پڑے سو رہے ہیں آگے بڑھو اور ساتھیوں سے جا ملو، چنانچہ دونوں آگے بڑھے اور میدان میں کود گئے۔ حضرت منذرؓ شہید ہوئے اور حضرت عمرو بن امیہ گرفتار ہوئے۔ مگر چونکہ عامر کی ماں کے ذمہ کسی منت کے سلسلہ میں ایک غلام کو آزاد کرنا تھا، اس لیے عامر نے ان کو اس منت میں آزاد کر دیا۔ ان حضرات میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے غلام حضرت عامر بن فُہیرہؓ بھی تھے۔ ان کے قاتل جبار بن سلمیٰ کہتے ہیں کہ میں نے جب ان کے برچھا مارا اور وہ شہید ہوئے تو انہوں نے کہا فُزْتُ وَاللہِ خدا کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ان کی نعش آسمان کو اڑی چلی گئی۔ میں بہت متحیر ہوا اور میں نے بعد میں لوگوں سے پوچھا کہ میں نے خود برچھا مارا وہ مرے۔ لیکن پھر بھی وہ کہتے ہیں میں کامیاب ہو گیا، تو وہ کامیابی کیا تھی، لوگوں نے بتایا کہ وہ کامیابی جنت کی تھی، اس پر میں مسلمان ہو گیا۔

فائدہ:۔ یہی ہیں وہ لوگ جن پر اسلام کو بجا طور پر فخر ہے بیشک موت ان کے لیے شراب سے زیادہ محبوب تھی اور کیوں نہ ہوتی۔ جب دنیا میں کام ہی ایسے کیے تھے، جن پر اللہ کے یہاں ان کی سرخروئی یقینی تھی، اس لیے جو مرتا تھا وہ کامیاب ہوتا تھا۔

۹۔ حضرت عُمیرؓ کا قول کہ کھجوریں کھانا طویل زندگی ہے

غزوۂ بدر میں حضورؐ اقدس ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے، آپؐ نے صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کہ اٹھو اور بڑھو ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان و زمین سے کہیں زیادہ ہے اور متقیوں کے لیے بنائی گئی ہے۔ حضرت عمیر بن الحمامؓ ایک صحابی ہیں وہ بھی سن رہے تھے کہنے لگے واہ واہ۔ حضورؐ نے فرمایا واہ واہ کس بات پر کہا، عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے یہ تمنا ہے کہ میں بھی ان میں سے ہوتا۔ آپؐ نے فرمایا۔ تم بھی ان میں سے ہو، اس کے بعد جھولی میں سے چند کھجوریں نکال

کر کھانے لگے اس کے بعد کہنے لگے کہ ان کھجوروں کے ختم ہونے کا انتظار رہا تھ میں ہیں بڑی لمبی زندگی ہے کہاں تک انتظار کروں گا۔ یہ کہہ کر ان کو پھینک دیا اور تلوار لے کر مجمع میں گھس گئے اور شہید ہونے تک لڑتے رہے[1]۔

فائدہ:۔ حقیقت میں یہی لوگ جنت کے قدر دان ہیں اور اس پر یقین رکھتے ہیں ہم لوگوں کو بھی اگر یقین نصیب ہوجائے تو ساری باتیں سہل ہوجائیں۔

حضرت عمرؓ کی ہجرت

۱۰ حضرت عمرؓ کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ بچہ بچہ ان کی بہادری سے واقف اور شجاعت کا معترف ہے۔ اسلام کے شروع میں جب مسلمان سب ہی ضعف کی حالت میں تھے حضورؐ نے خود اسلام کی قوت کے واسطے عمرؓ کے مسلمان ہونے کی دُعا کی جو قبول ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ کعبہ کے قریب اس وقت تک نماز نہیں پڑھ سکتے تھے جب تک کہ عمرؓ مسلمان نہیں ہوئے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں، کہ اوّل اوّل ہر شخص نے ہجرت چھپ کر کی۔ مگر جب عمرؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو تلوار گلے میں ڈالی کمان ہاتھ میں لی اور بہت سے تیر ساتھ لیے، اوّل مسجد میں گئے اطمینان سے طواف کیا، پھر نہایت اطمینان سے نماز پڑھی، اس کے بعد کفار کے مجمعوں میں گئے اور فرمایا کہ جس کا یہ دل چاہے کہ اس کو ملامت کرے، اس کی بیوی رانڈ ہو، اس کے بچے یتیم ہوں وہ مکہ سے باہر آکر مقابلہ کر لے۔ یہ الگ الگ جماعتوں کو سنا کر تشریف لے گئے کسی ایک شخص کی بھی ہمت نہ پڑی کہ پیچھا کرتا[2]۔

غزوۂ موتہ کا قصہ

حضورِ اقدسؐ نے مختلف بادشاہوں کے پاس تبلیغی دعوت نامے ارسال فرمائے تھے، ان میں ایک خط حضرت حارث بن عمیرؓ ازدی کے ہاتھ بصرہ کے بادشاہ کے پاس بھی بھیجا تھا۔ جب یہ موتہ پہنچے تو شرجیل غسانی نے جو قیصر کے حکام میں سے ایک شخص تھا ان کو شہید کر دیا۔ قاصدوں کا قتل کسی کے نزدیک بھی پسندیدہ نہیں۔ حضورؐ کو یہ بات بہت گراں گذری اور آپؐ نے تین ہزار کا ایک لشکر تجویز فرما کر حضرت زید بن حارثہؓ کو ان پر امیر مقرر فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر یہ شہید ہوجائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ امیر ہوں، وہ بھی شہید

---

[1] طبقات ابن سعد [2] اسد الغابہ

ہوجائیں تو پھر مسلمان جس کو چاہیں اپنا امیر بنالیں۔ ایک یہودی اس گفتگو کو سن رہا تھا۔ اس نے
کہا یہ تینوں تو ضرور شہید ہوں گے، پہلے انبیاء کی اس قسم کی گفتگو کا یہی مطلب ہوتا تھا۔ حضورؐ
نے ایک سفید جھنڈا بنا کر حضرت زیدؓ کے حوالے فرمایا اور خود مع ایک جماعت کے ان حضرات
کو رخصت فرمانے تشریف لے گئے۔ شہر کے باہر جب پہنچانے والے واپس آنے لگے
تو ان مجاہدین کے لیے دعا کی کہ حق تعالیٰ شانہٗ تم کو سلامتی کے ساتھ اور کامیابی سے واپس
لائے اور ہر قسم کی بُرائی سے محفوظ رکھے۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ نے اس کے جواب میں
تین شعر پڑھے جنکا مطلب یہ تھا کہ میں تو اپنے رب سے گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں اور
یہ چاہتا ہوں کہ ایک ایسی تلوار ہو جس سے میرے خون کے فوارے چھوٹنے لگیں یا ایسا برچھا
ہو جو آنتوں اور کلیجہ کو چیرتا ہوا نکل جائے اور جب لوگ میری قبر پر گذریں تو یہ کہیں کہ اللہ تجھ
غازی کو رشید اور کامیاب کرے واقعی تو تو رشید اور کامیاب تھا، اس کے بعد یہ حضرات
روانہ ہو گئے۔ شرجیل کو بھی ان کی روانگی کا علم ہوا وہ ایک لاکھ فوج کے ساتھ مقابلہ کے لیے
تیار ہوا۔ یہ حضرات کچھ آگے چلے تو معلوم ہوا کہ خود ہرقل روم کا بادشاہ بھی ایک لاکھ فوج ساتھ
لیے ہوئے مقابلہ کے لیے آرہا ہے، ان حضرات کو اس خبر سے تردد ہوا، کہ اتنی بڑی جمعیت
کا مقابلہ کیا جائے یا حضورؐ کو اطلاع دی جائے حضا [illegible] واحہؓ نے للکار کر فرمایا:
اے لوگو! تم کس بات سے گھبرا رہے ہو تم کس چیز کے ارادہ [illegible] فخر ہے بیشک [illegible] مقصود شہید
ہو جانا ہے۔ ہم لوگ کبھی بھی قوت اور آدمیوں کی کثرت کے زور پر نہیں لڑے، ہم صرف
اس دین کی وجہ سے لڑتے ہیں جس کی وجہ سے اللہ نے ہمیں اکرام نصیب فرمایا ہے آگے
بڑھو، دو کامیابیوں میں سے ایک تو ضروری ہے، شہادت یا غلبہ۔ یہ سن کر مسلمانوں نے
ہمت کی اور آگے بڑھ گئے، حتیٰ کہ موتہ پر پہنچکر لڑائی شروع ہو گئی۔ حضرت زیدؓ نے جھنڈا
ہاتھ میں لیا اور میدان میں پہنچے، گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی۔ شرجیل کا بھائی مارا گیا اور اس
کے ساتھی بھی بھاگ گئے۔ خود شرجیل بھی بھاگ کر ایک قلعہ میں چھپ گیا اور ہرقل کے پاس
مدد کے لیے آدمی بھیجا، اس نے تقریباً دو لاکھ فوج بھیجی اور لڑائی پورے زور سے ہوتی رہی
حضرت زیدؓ شہید ہوئے تو حضرت جعفرؓ نے جھنڈا لیا اور اپنے گھوڑے کے خود ہی پاؤں

کاٹ دیے تاکہ واپسی کا خیال بھی دل میں نہ آئے، چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔ اے لوگو! کیا ہی اچھی چیز ہے جنت اور کیا ہی اچھا ہے اس کا قریب ہونا، کتنی بہترین چیز ہے، اور کتنا ٹھنڈا ہے اس کا پانی اور ملک روم کے لوگوں پر عذاب کا وقت آ گیا۔ مجھ پر بھی لازم ہے کہ ان کو ماروں، یہ اشعار پڑھے اور اپنے گھوڑے کے پاؤں خود ہی کاٹ چکے تھے کہ واپسی کا خیال بھی دل میں نہ آوے اور تلوار لے کر کافروں کے مجمع میں گھس گئے۔ امیر ہونے کی وجہ سے جھنڈا بھی انہیں کے پاس تھا، اول جھنڈا دائیں ہاتھ میں لیا، کافروں نے دایاں ہاتھ کاٹ دیا کہ جھنڈا گر جائے، انہوں نے فوراً بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ انہوں نے وہ بھی کاٹا تو انہوں نے دونوں بازوؤں سے اس کو تھاما اور منہ سے مضبوط پکڑ لیا، ایک شخص نے پیچھے سے ان کے دو ٹکڑے کر دیے جس سے یہ گر پڑے، اس وقت ان کی عمر تینتیس ۳۳ سال کی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم نے بعد میں نعشوں میں سے حضرت جعفرؓ کو جب اٹھایا تو ان کے بدن کے اگلے حصہ میں نوّے ۹۰ زخم تھے، جب یہ شہید ہو گئے تو لوگوں نے عبداللہ بن رواحہؓ کو آواز دی، وہ لشکر کے ایک کونہ میں گوشت کا ٹکڑا کھا رہے تھے کہ تین دن سے کچھ چکھنے کو بھی نہ ملا تھا، وہ آواز سنتے ہی گوشت کے ٹکڑے کو پھینک کر اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے کہ جعفرؓ تو شہید ہو جائیں اور تو دنیا میں مشغول رہے، آگے بڑھے اور جھنڈا لے کر قتال شروع کر دیا۔ انگلی میں زخم آیا وہ لٹک گئی تو انہوں نے پاؤں سے اس کٹی ہوئی انگلی کو دبا کر ہاتھ کھینچا وہ الگ ہو گئی، اس کو پھینک دیا اور آگے بڑھے، اس گھمسان اور پریشانی کی حالت میں تھوڑا سا تردد بھی پیش آیا کہ نہ ہمت نہ طاقت مقابلہ کی، لیکن اس تردد کو تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ اپنے دل کو مخاطب کر کے کہا، او دل کس چیز کا اب اشتیاق باقی ہے جس کی وجہ سے تردد ہے، کیا بیوی کا ہے تو اس کو تین طلاق، یا غلاموں کا ہے تو وہ سب آزاد، یا باغ کا ہے تو وہ اللہ کے راستہ میں صدقہ، اس کے بعد چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے۔ قسم ہے او دل تجھے اترنا ہوگا، خوشی سے اتر یا ناگواری سے اتر، تجھے اطمینان کی زندگی گذارتے ہوئے ایک زمانہ گذر چکا، سوچ تو آخر تو ایک قطرۂ منی ہے دیکھ کافر لوگ مسلمانوں پر چڑھے آ رہے ہیں، تجھے کیا ہوا کہ جنت

کو پسند نہیں کرتا۔ اگر تو قتل نہ ہوا تو ویسے بھی آخر مرے ہی گا، اس کے بعد گھوڑے سے اترے ان کے چچازاد بھائی گوشت کا ایک ٹکڑا لائے کہ ذرا سا کھا لو، کمر سیدھی کر لو کئی دن سے کچھ نہیں کھایا، انہوں نے لے لیا، اتنے میں ایک جانب سے حملے کی آواز آئی، اس گوشت کو پھینک دیا اور تلوار لے کر جماعت میں گھس گئے اور شہید ہونے تک تلوار چلاتے رہے[1]۔

فائدہ: صحابہؓ کی پوری زندگی کا یہی نمونہ ہے، انکا ہر ہر قصہ دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کے شوق کا سبق دیتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کا تو پوچھنا ہی کیا تابعین پر بھی یہی رنگ چڑھا ہوا تھا، ایک قصہ پر اس باب کو ختم کرتا ہوں جو دوسرے رنگ کا ہے دشمن سے مقابلہ کے نمونے تو آپ دیکھ ہی چکے ہیں، اب حکومت کے سامنے کا منظر بھی دیکھ لیجئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ الْحَقِّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ بہترین جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے[2]۔ حجاج کا ظلم و ستم دنیا میں مشہور ہے گو اس زمانہ کے بادشاہ باوجود ظلم و ستم کے دین کی اشاعت کا کام بھی کرتے تھے لیکن پھر بھی دیندار اور عادل بادشاہوں کے لحاظ سے وہ بدترین شمار ہوتے تھے، اور اس وجہ سے لوگ ان سے بیزار تھے۔ سعید بن جبیرؒ نے بھی ابن الاشعث کے ساتھ مل کر حجاج کا مقابلہ کیا۔ حجاج، عبدالملک بن مروان کی طرف سے حاکم تھا۔ سعید بن جبیرؒ مشہور تابعی ہیں اور بڑے علماء میں سے ہیں، حکومت اور بالخصوص حجاج کو ان سے بغض و عداوت تھی اور چونکہ مقابلہ کیا تھا اس لیے عداوت کا ہونا بھی ضروری تھا۔ مقابلہ میں حجاج ان کو گرفتار نہ کر سکا۔ یہ شکست کے بعد چھپ کر مکہ مکرمہ چلے گئے۔ حکومت نے اپنے خاص آدمی کو مکہ کا حاکم بنایا اور پہلے حاکم کو اپنے پاس بلالیا۔ اس نئے حاکم نے جا کر خطبہ پڑھا جس کے اخیر میں عبدالملک بن مروان بادشاہ کا یہ حکم بھی سنایا کہ جو شخص سعید بن جبیرؒ کو ٹھکانا دے اس کی خیر نہیں اس کے بعد اس حاکم نے خود اپنی طرف سے بھی قسم کھائی کہ جس کے گھر سے وہ ملے گا اسکو قتل کیا جائے گا اور اس کے گھر کو نیز اس کے پڑوسیوں کے گھر کو بھی ڈھاؤں گا، غرض بڑی دقت سے مکہ کے حاکم نے ان کو گرفتار کر کے حجاج کے پاس بھیج دیا، اس کو غصہ نکالنے اور ان کو قتل کرنے کا

---

[1] خمیس [2] حضرت سعید بن جبیر اور حجاج کی گفتگو

موقع مل گیا سامنے بلایا اور پوچھا :-

حجاج :- تیرا نام کیا ہے ؟

سعید :- میرا نام سعید ہے۔

حجاج :- کس کا بیٹا ہے ؟

سعید :- جبیر کا بیٹا ہوں۔ (سعید کا ترجمہ نیک بخت ہے اور جبیر کے معنی اصلاح کی ہوئی چیز؛ اگرچہ ناموں میں معنی اکثر مقصود نہیں ہوتے لیکن حجاج کو ان کے نام کا اچھے معنی والا ہونا پسند نہیں آیا۔

حجاج :- نہیں تو شقی بن کسیر ہے (شقی کہتے ہیں بد بخت کو اور کسیر ٹوٹی ہوئی چیز)

سعید : تو میری والدہ میرا نام تجھ سے بہتر جانتی تھیں۔

حجاج :- تو بھی بد بخت اور تیری ماں بھی بد بخت

سعید :- غیب کا جاننے والا تیرے علاوہ کوئی اور ہے۔ (یعنی علام الغیوب)

حجاج :- تو اب میں تجھ کو زندگی کے بدلے کیسا جہنم رسید کرتا ہوں۔

سعید :- اگر میں جانتا کہ یہ تیرے اختیار میں ہے تو تجھ کو معبود بنا لیتا۔

حجاج :- حضورؐ کی نسبت تیرا کیا عقیدہ ہے۔

سعید :- وہ رحمت کے نبی تھے اور اللہ کے رسول تھے جو بہترین نصیحت کے ساتھ تمام دنیا کی طرف بھیجے گئے۔

حجاج :- خلفاء کی نسبت تیرا کیا خیال ہے ؟

سعید :- میں انکا محافظ نہیں ہوں۔ ہر شخص اپنے کیے کا ذمہ دار ہے۔

حجاج :- میں ان کو برا کہتا ہوں یا اچھا۔

سعید :- جس چیز کا مجھے علم نہیں میں اس میں کیا کہہ سکتا ہوں، مجھے اپنا ہی حال معلوم ہے۔

حجاج :- ان میں سب سے پسندیدہ تیرے نزدیک کون ہے ؟

سعید :- جو سب سے زیادہ میرے مالک کو راضی کرنے والا تھا۔

بعض کتب میں بجائے امی کے یہ جواب ہے۔" ان کے حالات بعض کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں۔

حجاج:۔ سب سے زیادہ راضی رکھنے والا کون تھا؟

سعید:۔ اس کو وہی جانتا ہے جو دل کے بھیدوں اور چھپے ہوئے رازوں سے واقف ہے۔

حجاج:۔ حضرت علیؓ جنت میں ہیں یا دوزخ میں؟

سعید:۔ اگر میں جنت اور جہنم میں جاؤں اور وہاں والوں کو دیکھ لوں تو بتلا سکتا ہوں

حجاج:۔ میں قیامت میں کیسا آدمی ہونگا؟

سعید:۔ میں اس سے کم ہوں کہ غیب پر مطلع کیا جاؤں۔

حجاج:۔ تو مجھ سے سچ بولنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔

سعید:۔ میں نے جھوٹ بھی نہیں کہا۔

حجاج:۔ تو کبھی ہنستا کیوں نہیں؟

سعید:۔ کوئی بات ہنسنے کی دیکھتا نہیں اور وہ شخص کیا ہنسے جو مٹی سے بنا ہو اور قیامت میں اس کو جانا ہو اور دنیا کے فتنوں میں دن رات رہتا ہو۔

حجاج:۔ میں تو ہنستا ہوں۔

سعید:۔ اللہ نے ایسے ہی مختلف طریقوں میں ہم کو بنایا ہے؟

حجاج:۔ میں تجھے قتل کرنیوالا ہوں۔

سعید:۔ میری موت کا سبب پیدا کرنیوالا اپنے کام سے فارغ ہو چکا

حجاج:۔ میں اللہ کے نزدیک تجھ سے زیادہ محبوب ہوں۔

سعید:۔ اللہ پر کوئی بھی جرات نہیں کر سکتا، جب تک کہ اپنا مرتبہ معلوم نہ کرلے، اور غیب کی اللہ ہی کو خبر ہے۔

حجاج:۔ میں کیوں جرأت نہیں کر سکتا حالانکہ میں جماعت کے بادشاہ کے ساتھ ہوں اور تو باغیوں کی جماعت کے ساتھ ہے۔

سعید :۔ میں جماعت سے علیحدہ نہیں ہوں اور فتنہ کو خود بھی پسند نہیں کرتا اور جو تقدیر میں ہے اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

حجاج :۔ ہم جو کچھ امیر المومنین کے لیے جمع کرتے ہیں اس کو تو کیسا سمجھتا ہے۔

سعید :۔ میں نہیں جانتا کہ کیا جمع کیا (حجاج نے سونا چاندی کپڑے وغیرہ منگا کر ان کے سامنے رکھ دیئے)

سعید :۔ یہ اچھی چیزیں ہیں اگر اپنی شرط کے مطابق ہوں۔

حجاج :۔ شرط کیا ہے؟

سعید :۔ یہ کہ تو ان سے ایسی چیزیں خریدے جو بڑے گھبراہٹ کے دن یعنی قیامت کے دن امن پیدا کرنے والی ہوں جس دن ہر دودھ پلانے والی دودھ پیتے کو بھول جائے گی اور حمل گر جائیں گے اور آدمی کو اچھی چیز کے سوا کچھ بھی کام نہ دے گی

حجاج :۔ ہم نے جو جمع کیا یہ اچھی چیز نہیں؟

سعید :۔ تو نے جمع کیا تو ہی اس کی اچھائی کو سمجھ سکتا ہے۔

حجاج :۔ کیا تو کوئی چیز اس میں سے اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

سعید :۔ میں صرف اس چیز کو پسند کرتا ہوں جس کو اللہ پسند کرے۔

حجاج :۔ تیرے لیے ہلاکت ہو۔

سعید :۔ ہلاکت اس شخص کے لیے ہے جو جنت سے ہٹا کر جہنم میں داخل کر دیا جائے۔

حجاج :۔ (دق ہو کر) بتلا کہ میں تجھے کس طریقہ سے قتل کروں

سعید : جس طرح سے قتل ہونا اپنے لیے پسند ہو۔

حجاج : کیا تجھے معاف کر دوں؟

سعید : معافی اللہ کے یہاں کی معافی ہے تیرا معاف کرنا کوئی چیز بھی نہیں، حجاج نے جلاد کو حکم دیا کہ اس کو قتل کر دو سعید باہر لائے گئے اور ہنسے۔ حجاج کو اس کی اطلاع دی گئی۔ پھر بلایا اور پوچھا۔

حجاج: تو کیوں ہنسا؟

سعید: تیری اللہ پر جرأت اور اللہ تعالیٰ کے تجھ پر حلم سے۔

حجاج: میں اس کو قتل کرتا ہوں جس نے مسلمانوں کی جماعت میں تفریق کی، پھر جلاد سے خطاب کرکے کہا، میرے سامنے اس کی گردن اڑاؤ۔

سعید: میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔

نماز پڑھی اور پھر قبلہ رُخ ہو کر اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ پڑھا یعنی میں نے اپنا منہ اس پاک ذات کی طرف کیا جس نے آسمان زمین بنائے اور میں سب طرف سے ہٹ کر ادھر متوجہ ہوا اور نہیں ہوں مشرکین میں سے۔

حجاج: اسکا منہ قبلہ سے پھیر دو اور نصاریٰ کے قبلہ کی طرف کر دو کہ انہوں نے بھی اپنے دین میں تفریق کی اور اختلاف پیدا کیا چنانچہ فوراً آپ کا منہ پھیر دیا گیا۔

سعید: فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ الْکَافِیْ بِالسَّرَائِرِ۔ جدھر تم منہ پھیرو ادھر بھی خدا ہے جو بھیدوں کا جاننے والا ہے۔

حجاج: اوندھا ڈال دو یعنی زمین کی طرف منہ کر دو، ہم تو ظاہر پر عمل کرنے کے ذمہ دار ہیں۔

سعید: مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰی ہم نے زمین ہی سے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے اور اسی سے پھر دوبارہ تمہیں اٹھائیں گے۔

حجاج: اسے قتل کر دو۔

سعید: میں تجھے اس بات کا گواہ بناتا ہوں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تو اس کو محفوظ رکھنا جب میں تجھ سے قیامت کے دن ملوں گا تو لے لوں گا اس کے بعد وہ شہید کر دیے گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ان کے انتقال کے بعد بدن سے خون بہت زیادہ نکلا جس

سے حجاج کو بھی حیرت ہوئی، اپنے طبیب سے اس کی وجہ پوچھی، اس نے کہا کہ ان کا دل نہایت مطمئن تھا اور قتل کا ذرا بھی خوف ان کے دل میں نہیں تھا، اِس لیے خون اپنی اصلی مقدار پر قائم رہا، بخلاف اور لوگوں کے کہ خوف سے انکا خون پہلے ہی خشک ہو جاتا ہے [۱]۔

فائدہ :- اس قصّہ کے سوال جواب میں کتب میں کمی زیادتی بھی ہے اور بعض سوال جواب نقل کیے گئے ہمیں تو نمونہ ہی دکھانا تھا، اس لیے اسی پر اکتفا کیا گیا۔ تابعین کے اس قسم کے قصّے بہت زیادہ ہیں حضرت امام اعظمؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ حضرات اسی حق گوئی کی وجہ سے ہمیشہ مشقتیں برداشت فرماتے رہے، لیکن حق کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔

آٹھواں باب

علمی ولولہ

چونکہ اصل دین کلمۂ توحید ہے اور وہی سب کمالات کی بنیاد ہے۔ جب تک وہ نہ ہو کوئی کارِ خیر بھی مقبول نہیں، اس لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ہمت بالخصوص ابتدائی زمانہ میں زیادہ تر کلمۂ توحید کے پھیلانے اور کفار سے جہاد کرنے میں مشغول تھی اور وہ علمی انہماک کے لیے فارغ دلجمعی نہ تھے لیکن اس کے باوجود ان مشاغل کے ساتھ ان کا انہماک اور شوق و شغف جس کا ثمرہ آج چودہ سو برس تک علوم قرآن و حدیث کا بقا ہے ایک کھلی ہوئی چیز ہے۔ ابتدائے اسلام کے بعد جب کچھ فراغت ان حضرات کو میسّر ہو سکی اور جماعت میں بھی کچھ اضافہ ہوا تو آیت کلام اللہ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا

---

[۱] علمائے سلف کتاب الامامت والسیاست

اِلَیْہِمْ لَعَلَّہُمْ یَحْذَرُوْنَ ؕ نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے مسلمانوں کو یہ نہ چاہیے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جاوے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ باقیماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تاکہ وہ قوم کو جب وہ ان کے پاس واپس آئیں، ڈرائیں تاکہ وہ احتیاط رکھیں[1] حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں۔ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا اور اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ؕ سے جو عموم معلوم ہوتا ہے اس کو مَا کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِیَنْفِرُوْا کَآفَّةً نے منسوخ کر دیا، صحابہ کرامؓ کو حق تعالیٰ شانہٗ نے جامعیت عطا فرمائی تھی اور اس وقت کے لیے یہ چیز نہایت ہی ضروری تھی کہ وہی ایک مختصر سی جماعت دین کے سارے کام سنبھالنے والی تھی۔ مگر تابعین کے زمانہ میں جب اسلام پھیل گیا اور مسلمانوں کی بڑی جماعت اور جمعیت ہو گئی، نیز صحابہ کرام جیسی جامعیت بھی باقی نہ رہی تو ہر شعبہ دین کے لیے پوری توجہ سے کام کرنے والے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے۔ محدثین کی مستقل جماعت بننا شروع ہو گئی جن کا کام احادیث کا ضبط اور ان کا پھیلانا تھا۔ فقہاء کی علیحدہ جماعت ہوئی۔ صوفیاء، قراء، مجاہدین غرض دین کے ہر ہر شعبہ کو مستقل سنبھالنے والے پیدا ہوئے، اس وقت کے لیے یہی چیز مناسب اور ضروری تھی اگر یہ صورت نہ ہوتی تو ہر شعبہ میں کمال اور ترقی دشوار تھی اس لیے کہ ہر شخص تمام چیزوں میں انتہائی کمال پیدا کر لے، یہ بہت دشوار ہے، یہ صفت حق تعالیٰ شانہٗ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بالخصوص سید الانبیاء علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام ہی کو عطا فرمائی تھی، اس لیے اس باب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ اور دیگر حضرات کے واقعات بھی ذکر کیے جائیں گے۔

فتوے کا کام کرنیوالی جماعت کی فہرست

۱۔ اگرچہ صحابہ کرامؓ جہاد اور اعلائے کلمۃ اللہ کی مشغولی کے باوجود سب ہی علمی مشغلہ میں ہر وقت منہمک رہتے تھے اور ہر شخص ہر وقت جو کچھ حاصل کر لیتا تھا، اس کو پھیلانا پہنچانا بھی اس کا مشغلہ تھا لیکن ایک جماعت فتوے کے ساتھ مخصوص تھی جو حضور اقدس کے زمانہ میں بھی فتوے کا کام کرتی تھی، وہ حضرات حسب

---

[1] بیان القرآن

ذیل ہیں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، ابی بن کعبؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، معاذ بن جبلؓ، عمار بن یاسرؓ، حذیفہؓ، سلمان فارسیؓ، زید بن ثابتؓ، ابوموسیٰؓ، ابوالدرداء رضی اللہ عنہم اجمعین[1]۔

فائدہ: یہ ان حضرات کے کمالِ علم کی بات ہے کہ حضورؐ کی موجودگی میں یہ لوگ اہلِ فتوے شمار کیے جاتے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ کا احادیث کے مجموعہ کو جلا دینا

۲. حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے باپ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پانسو۵۰۰ احادیث کا ایک ذخیرہ جمع کیا تھا، ایک رات میں نے دیکھا کہ وہ نہایت بے چین ہیں، کروٹیں بدل رہے ہیں، مجھے یہ حالت دیکھ کر بے چینی ہوئی، دریافت کیا کہ کوئی تکلیف ہے یا کوئی فکر کی بات سننے میں آئی ہے۔ غرض تمام رات اسی بے چینی میں گذری اور صبح کو فرمایا کہ وہ احادیث جو میں نے تیرے پاس رکھوا رکھی ہیں، اٹھا لا۔ میں لے کر آئی، آپ نے ان کو جلا دیا۔ میں نے پوچھا کہ کیوں جلا دیا، ارشاد فرمایا کہ مجھے اندیشہ ہوا کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مر جاؤں اور یہ میرے پاس ہوں، ان میں دوسروں کی سنی ہوئی روایتیں بھی ہیں کہ میں نے معتبر سمجھا ہو اور واقع میں وہ معتبر نہ ہوں اور اس کی روایت میں کوئی گڑبڑ ہو جس کا وبال مجھ پر ہو[2]۔

فائدہ: حضرت ابوبکر صدیقؓ کا یہ علمی کمال اور شغف تھا کہ انہوں نے پانسو۵۰۰ احادیث کا ایک رسالہ جمع کیا اور اس کے بعد اس کو جلا دینا یہ کمالِ احتیاط تھا، اکابر صحابہؓ کا حدیث کے بارے میں احتیاط کا یہی حال تھا، اسی وجہ سے اکثر صحابہؓ سے بہت کم روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔ ہم لوگوں کو اس واقعہ سے سبق لینے کی ضرورت ہے جو منبر دل پر بیٹھ کر بے دھڑک احادیث نقل کر دیتے ہیں، حالانکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہر وقت کے حاضر باش، سفر و حضر کے ساتھی، ہجرت کے رفیق، صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم میں بڑے عالم حضرت ابوبکرؓ تھے، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے وصال کے بعد جب بیعت کا قصہ پیش آیا اور حضرت ابوبکرؓ نے تقریر فرمائی تو کوئی آیت اور کوئی حدیث ایسی نہ چھوڑی جس میں انصار کی فضیلت آئی ہو

---

[1] تلقیح　[2] تذکرۃ الحفاظ

اور حضرت ابوبکرؓ نے اپنی تقریر میں نہ فرمادی ہو، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن پاک پر کتنا عبور تھا اور احادیث کس قدر یاد تھیں مگر پھر بھی بہت کم روایتیں حدیث کی آپ سے منقول ہیں۔ یہی راز ہے کہ حضرت امام اعظم رح سے بھی حدیث کی روایتیں بہت کم نقل کی گئی ہیں۔

تبلیغ حضرت مصعب بن عمیرؓ ۲۔ مصعب بن عمیرؓ جن کا ایک قصہ ساتویں باب کے نمبر ۵ پر بھی گذر چکا ہے ان کو حضور اقدس ؐ نے مدینہ منورہ کی اس جماعت کے ساتھ جو سب سے پہلے منیٰ کی گھاٹی میں مسلمان ہوئی تھی تعلیم اور دین کے سکھانے کے لیے بھیجدیا تھا۔ یہ مدینہ طیبہ میں ہر وقت تعلیم اور تبلیغ میں مشغول رہتے، لوگوں کو قرآن شریف پڑھاتے اور دین کی باتیں سکھلاتے تھے، اسعد بن زرارہؓ کے پاس ان کا قیام تھا اور مُقری (پڑھانے والا، مدرس) کے نام سے مشہور ہو گئے تھے سعد بن معاذ رضؓ اور اسید بن حضیرؓ یہ دونوں حضرات سرداروں میں سے تھے، ان کو یہ بات ناگوار ہوئی سعدؓ نے اسیدؓ سے کہا کہ تم اسعد کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ہم نے یہ سنا ہے کہ تم کسی پردیسی کو اپنے ساتھ لے آئے ہو، جو ہمارے ضعیف لوگوں کو بیوقوف بناتا ہے بہکاتا ہے وہ اسعد کے پاس گئے اور ان سے سختی سے یہ گفتگو کی۔ اسعدؓ نے کہا کہ تم ان کی بات سن لو، اگر تمہیں پسند آئے تو قبول کر لو اگر سننے کے بعد ناپسند ہو تو رد کرنے کا کوئی مضائقہ نہیں۔ اسیدؓ نے کہا کہ یہ انصاف کی بات ہے، سننے لگے حضرت مصعبؓ نے اسلام کی خوبیاں سنائیں اور کلام اللہ شریف کی آیتیں تلاوت کیں حضرت اسیدؓ نے کہا کیا ہی اچھی باتیں ہیں اور کیا ہی بہتر کلام ہے جب تم اپنے دین میں کسی کو داخل کرتے ہو تو کس طرح داخل کرتے ہو، ان لوگوں نے کہا کہ تم نہاؤ پاک کپڑے پہنو اور کلمۂ شہادت پڑھو حضرت اسیدؓ نے اسی وقت سب کام کیے اور مسلمان ہو گئے، اس کے بعد یہ سعد کے پاس گئے اور ان کو بھی اپنے ہمراہ لائے، ان سے بھی یہی گفتگو ہوئی، سعد بن معاذ رضؓ بھی مسلمان ہو گئے اور مسلمان ہوتے ہی اپنی قوم بنو الاشہل کے پاس گئے ان سے جا کر کہا کہ میں تم لوگوں کی نگاہ میں کیسا آدمی ہوں انہوں نے کہا کہ ہم میں سب سے افضل اور بہتر ہو، اس پر سعدؓ نے کہا کہ مجھے تمہارے مردوں اور عورتوں سے کلام حرام ہے جب تک تم مسلمان نہ ہو جاؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لے آؤ، ان کے اس کہنے سے قبیلہ

اشہل کے سب مرد عورت مسلمان ہو گئے اور حضرت مصعبؓ ان کو تعلیم دینے میں مشغول ہو گئے[1]۔

فائدہ: صحابہ کرامؓ کا یہ عام دستور تھا کہ جو شخص بھی مسلمان ہو جاتا وہ مستقل ایک مبلغ ہوتا اور جو بات اسلام کی اس کو آتی تھی اس کا پھیلانا اور دوسروں تک پہنچانا اس کی زندگی کا ایک مستقل کام تھا جس میں نہ کھیتی مانع تھی نہ تجارت نہ پیشہ نہ ملازمت۔

۴۔ حضرت ابی بن کعبؓ کی تعلیم

حضرت ابی بن کعبؓ مشہور صحابہؓ اور مشہور قاریوں میں ہیں اسلام لانے سے پہلے لکھنا پڑھنا جانتے تھے، عرب میں لکھنے کا عام دستور نہیں تھا، اسلام کے بعد سے اس کا چرچا ہوا، لیکن یہ پہلے سے واقف تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہ کر وحی بھی لکھا کرتے تھے۔ قرآن شریف کے بڑے ماہر تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حضورؐ کی زندگی ہی میں تمام قرآن شریف حفظ کر لیا تھا، حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میری امت کے بڑے قاری اُبی بن کعبؓ ہیں۔ تہجد میں آٹھ راتوں میں قرآن پاک کے ختم کرنے کا اہتمام تھا، ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے مجھے ارشاد فرمایا ہے کہ تمہیں قرآن شریف سناؤں، عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر کہا، حضورؐ نے فرمایا، ہاں تمہارا نام لے کر کہا یہ سن کر فرطِ خوشی سے رونے لگے ؎

ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے

جندبؓ بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ علم حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا تو مسجدِ نبوی میں حدیث پڑھانے والے متعدد حضرات تھے اور شاگردوں کے حلقے متفرق طور پر علیحدہ علیحدہ ہر استاد کے پاس موجود تھے۔ میں ان حلقوں پر گذرتا ہوا ایک حلقہ پر پہنچا جس میں ایک صاحب مسافرانہ ہیئت کے ساتھ صرف دو کپڑے بدن پر ڈالے ہوئے بیٹھے حدیث پڑھا رہے تھے، میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں بتایا کہ مسلمانوں کے سردار ابی بن کعبؓ ہیں۔ میں انکے حلقۂ درس میں بیٹھ گیا۔ جب حدیث سے فارغ ہوئے تو گھر جانے لگے میں بھی پیچھے ہو لیا، وہاں جا کر دیکھا، ایک پرانا سا گھر خستہ حالت، نہایت

[1] تلقیح

معمولی سامان، زاہدانہ زندگی۔ حضرت اُبیؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدسؐ نے (میرا امتحان لیا) ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف میں سب سے بڑی آیت (برکت اور فضل کے اعتبار سے) کون سی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔ حضورؐ نے دوبارہ سوال فرمایا۔ مجھے ادب مانع ہوا۔ میں نے پھر وہی جواب دیا۔ تیسری مرتبہ پھر ارشاد فرمایا۔ میں نے عرض کیا آیۃ الکرسی۔ حضورؐ خوش ہوئے اور فرمایا، اللہ تجھے تیرا علم مبارک کرے، ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے ایک آیت چھوٹ گئی حضرت ابیؓ نے نماز میں لقمہ دیا۔ حضورؐ نے نماز کے بعد ارشاد فرمایا کہ کس نے بتایا، حضرت ابیؓ نے عرض کیا۔ میں نے بتایا تھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ میرا بھی یہ گمان تھا کہ تم نے ہی بتایا ہو گا۔[1]

فائدہ:۔ یہ حضرت ابیؓ باوجود اس علمی شغف اور قرآن پاک کی مخصوص خدمات کے حضورؐ کے ساتھ ہر غزوہ میں شریک ہوئے ہیں حضورؐ کا کوئی جہاد ایسا نہیں جس میں ان کی شرکت نہ ہوئی ہو۔

حضرت حذیفہؓ کا اہتمام فتن

۵۔ حضرت حذیفہؓ مشہور صحابی ہیں۔ صاحب السّر (بھیدی) ان کا لقب ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین اور فتنوں کا علم ان کو بتایا تھا، کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے قیامت تک جتنے فتنے آنے والے ہیں سب کو نمبر وار بتایا تھا، کوئی ایسا فتنہ جس میں تین سو آدمیوں کے بقدر لوگ شریک ہوں حضورؐ نے نہیں چھوڑا بلکہ اس فتنہ کا حال، اس کے مقتدا کا حال مع اس کے نام، اس کی ماں کا نام، اس کے باپ کا نام اس کے قبیلہ کا نام صاف صاف بتا دیا تھا۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ لوگ حضورؐ سے خیر کی باتیں دریافت کیا کرتے تھے اور میں برائی کی باتیں دریافت کیا کرتا تھا تاکہ اس سے بچا جائے۔ ایک مرتبہ میں نے دریافت کیا، یا رسول اللہؐ یہ خیر و خوبی جس پر آجکل آپ کی برکت سے ہم لوگ ہیں اس کے بعد بھی کوئی برائی آنے والی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا، ہاں برائی آنے والی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس برائی کے بعد پھر بھلائی لوٹ کر آئے گی یا نہیں۔ حضورؐ نے

---

[1] جنتات　[2] مسند احمد

فرمایا کہ حذیفہؓ اللہ کا کلام پڑھ کر اور اس کے معانی پر غور کر، اس کے احکام کی اتباع کر، مجھے فکر سوار تھا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اس برائی کے بعد بھلائی ہو گی۔ حضورؐ نے فرمایا، ہاں پھر بھلائی ہو گی لیکن دل ایسے نہیں ہوں گے جیسے پہلے تھے۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ اس بھلائی کے بعد پھر برائی ہو گی۔ حضور نے فرمایا، ہاں ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو آدمیوں کو گمراہ کریں گے اور جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر میں اس زمانہ کو پاؤں تو کیا کروں۔ حضور نے فرمایا۔ اگر مسلمانوں کی کوئی متحدہ جماعت ہو اور ان کا کوئی بادشاہ ہو تو اسکے ساتھ ہو جانا، ورنہ ان سب فرقوں کو چھوڑ کر ایک کونہ میں علیحدہ بیٹھ جانا یا کسی درخت کی جڑ میں جا کر بیٹھ جانا اور مرنے تک وہیں بیٹھے رہنا، چونکہ ان سب منافقوں کا حال حضورؐ نے بتلا دیا تھا، اس لیے حضرت عمرؓ ان سے دریافت فرمایا کرتے تھے کہ میرے حکام میں کوئی منافق تو نہیں، ایک مرتبہ انہوں نے بتایا کہ ایک منافق ہے لیکن میں نام نہیں بتاؤں گا، حضرت عمرؓ نے اس کو معزول کر دیا غالباً اپنی فراست سے پہچان لیا ہو گا۔ جب کوئی شخص مر جاتا تو حضرت عمرؓ تحقیق فرماتے کہ حذیفہؓ اُنکے جنازہ میں شریک ہیں یا نہیں۔ اگر حذیفہؓ شریک ہوتے تو حضرت عمرؓ بھی نماز پڑھتے، ورنہ وہ بھی نہ پڑھتے۔ حضرت حذیفہؓ کا جب انتقال ہونے لگا تو نہایت گھبراہٹ اور بے چینی میں رو رہے تھے لوگوں نے دریافت کیا تو فرمایا کہ دنیا کے چھوٹنے پر نہیں رو رہا ہوں بلکہ موت تو مجھے محبوب ہے البتہ اس پر رو رہا ہوں کہ مجھے اس کی خبر نہیں کہ میں اللہ کی ناراضی پر جا رہا ہوں یا خوشنودی پر، اس کے بعد کہا کہ یہ میری دنیا کی آخری گھڑی ہے یا اللہ تجھے معلوم ہے کہ مجھے تجھ سے محبت ہے اس لیے اپنی ملاقات میں برکت عطا فرمائے۔[۱]

حضرت ابوہریرہؓ کا احادیث کو حفظ کرنا ۶۔ حضرت ابوہریرہؓ نہایت مشہور اور جلیل القدر صحابی ہیں اور اتنی کثرت سے حدیثیں ان سے نقل ہیں کہ کسی دوسرے صحابی سے اتنی زیادہ نقل کی ہوئی موجود نہیں، اس پر لوگوں کو تعجب ہوتا ہے تھا کہ ۷ھ میں یہ مسلمان ہو کر تشریف لائے اور ۱۱ھ میں حضورِ اقدس کا وصال ہو گیا۔ اتنی قلیل مدت میں جو تقریباً چار برس ہوتی

[۱] ابوداؤد و اسد الغابۃ

سے اتنی زیادہ حدیثیں کیسے یاد ہوئیں، خود حضرت ابوہریرہؓ اس کی وجہ بتاتے ہیں، فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ ابوہریرہؓ بہت روایتیں نقل کرتے ہیں میرے مُہاجر بھائی تجارت پیشہ تھے بازار میں آنا جانا پڑتا تھا اور میرے انصاری بھائی کھیتی کا کام کرتے تھے، اس کی مشغولی ان کو در پیش رہتی تھی اور ابوہریرہؓ اصحابِ صُفَّہ کے مَساکین میں سے ایک مسکین تھا جو حضورِ اقدس صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمتِ اقدس میں جو کچھ کھانے کو مل جاتا اس پر قناعت کیے پڑا رہتا تھا، ایسے اوقات میں موجود ہوتا تھا جس میں وہ نہیں ہوتے تھے اور ایسی چیزیں یاد کر لیتا تھا جن کو وہ یاد نہیں کر سکتے تھے۔ ایک مرتبہ میں نے حضورؐ سے حافظہ کی شکایت کی، حضورؐ نے فرمایا چادر بچھا، میں نے چادر بچھائی، حضورؐ نے دونوں ہاتھوں سے اس میں کچھ اشارہ فرمایا، اس کے بعد فرمایا اس چادر کو ملا لے، میں نے اپنے سینہ سے ملا لیا، اس کے بعد سے کوئی چیز نہیں بھولا۔[1]

فائدہ:۔ اصحابِ صفّہ وہ لوگ کہلاتے ہیں جو حضورِ اقدس کی گویا خانقاہ کے رہنے والے تھے، ان حضرات کے اخراجات کا کوئی خاص نظم نہیں تھا گویا حضورؐ کے مہمان تھے، جو کہیں سے کچھ ہدیہ یا صدقہ کے طور پر آتا اس پر ان کا زیادہ تر گذر تھا حضرت ابوہریرہؓ بھی ان ہی لوگوں میں تھے، بسا اوقات کئی کئی وقت فاقے کے بھی ان پر گذر جاتے تھے، بعض اوقات بھوک کی وجہ سے جنون کی سی حالت ہو جاتی تھی جیسا کہ تیسرے باب کے قصہ ۲ و ۷ میں گذرا، لیکن اس کے باوجود احادیث کا کثرت سے یاد کرنا ان کا مشغلہ تھا جس کی بدولت آج سب سے زیادہ احادیث انہی کی بتائی جاتی ہیں، ابنِ جوزیؒ نے تلقیح میں لکھا ہے کہ ۵۳۷۴ حدیثیں ان سے مروی ہیں، ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ نے جنازہ کے متعلق ایک حدیث بیان کی کہ حضورِ اقدسؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص جنازہ کی نماز پڑھ کر واپس آجائے اسے ایک قیراط ثواب ملتا ہے اور جو دفن تک شریک رہے اسے دو قیراط ثواب ملتا ہے اور ایک قیراط کی مقدار احد کے پہاڑ سے بھی زیادہ ہے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو اس حدیث میں کچھ تردد ہوا، انہوں نے فرمایا۔ ابوہریرہؓ

---

[1] بخاری

سوچ کر کہو، ان کو غصہ آگیا، سیدھے حضرت عائشہ رضؓ کے پاس گئے اور جا کر عرض کیا کہ میں آپ کو قسم دے کر پوچھتا ہوں، یہ قیراط والی حدیث آپ نے حضورؐ سے سنی، انہوں نے فرمایا، ہاں سنی ہے، ابوہریرہ رضؓ فرمانے لگے کہ مجھے حضورؐ کے زمانہ میں نہ تو باغ میں کوئی درخت لگانا تھا، نہ بازار میں مال بیچنا تھا۔ میں تو حضورؐ کے دربار میں پڑا رہتا تھا اور صرف کام تھا کہ کوئی بات یاد کرنے کو مل جائے یا کچھ کھانے کو مل جاتے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ نے فرمایا بیشک تم ہم لوگوں سے زیادہ حاضرباش تھے اور احادیث کو زیادہ جاننے والے[1] اس کے ساتھ ہی ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ میں بارہ ہزار مرتبہ روزانہ استغفار پڑھتا ہوں اور ایک تاگہ ان کے پاس تھا جس میں ایک ہزار گرہ لگی ہوئی تھی، رات کو اس وقت تک نہیں سوتے تھے، جب تک اسکو سبحان اللہ کے ساتھ پورا نہیں کر لیتے تھے (تذکرہ)

قتلِ مسیلمہ و قرآن کا جمع کرنا ۱. حضورِ اقدس ؐ کے وصال کے بعد مسیلمہ کذاب کا جس نے حضورؐ کے سامنے ہی نبوت کا دعوےٰ کر دیا، اثر بڑھنے لگا اور چونکہ عرب میں ارتداد بھی زور شور سے شروع ہو گیا تھا، اس سے اس کو اور بھی تقویت پہنچی، حضرت ابوبکر رضؓ نے اس سے لڑائی کی۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے اسلام کو قوت عطا فرمائی اور مسیلمہ قتل ہوا، لیکن اس لڑائی میں صحابہ کرامؓ کی بھی ایک بڑی جماعت شہید ہو گئی بالخصوص قرآن پاک کے حافظوں کی ایک بڑی جماعت شہید ہوئی۔ حضرت عمر رضؓ، حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس لڑائی میں قاری بہت شہید ہو گئے، اگر اسی طرح دو ایک لڑائیوں میں اور شہید ہو گئے تو قرآن پاک کا بہت سا حصہ ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے اس لیے اس کو ایک جگہ لکھوا کر محفوظ کر لیا جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے فرمایا، ایسے کام کی کیسے جرأت کرتے ہو جس کو حضورؐ نے نہیں کیا۔ حضرت عمر رضؓ اس پر اصرار فرماتے رہے اور ضرورت کا اظہار کرتے رہے۔ بالآخر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی رائے بھی موافق ہو گئی تو حضرت زید بن ثابت رضؓ کو جنکا قصہ باب ۱۱ قصہ نمبر ۸ پر آرہا ہے۔ بلایا، زید رضؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت عمر رضؓ بھی تشریف رکھتے تھے حضرت ابوبکر رضؓ نے اول اپنی

---

[1] مسند احمد

اور حضرت عمرؓ کی ساری گفتگو نقل فرمائی اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ تم جوان ہو اور دانشمند، تم پر کسی قسم کی بدگمانی بھی نہیں اور ان سب باتوں کے علاوہ یہ کہ خود حضورِ اقدسؐ کے زمانہ میں بھی تم وحی کے لکھنے پر مامور رہ چکے ہو، اس لیے اس کام کو تم کرو، لوگوں کے پاس سے قرآن پاک جمع کرو اور اس کو ایک جگہ نقل کر دو، زید کہتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر مجھے یہ حکم فرماتے کہ فلاں پہاڑ کو توڑ کر ادھر سے ادھر منتقل کر دو تو یہ حکم بھی میرے لیے قرآن پاک جمع کرنے کے حکم سے سہل تھا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ حضرات ایسا کام کس طرح کر رہے ہیں جس کو حضورؐ نے نہیں کیا، وہ حضرات مجھے سمجھاتے رہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے زیدؓ سے کہا کہ اگر تم عمرؓ کی موافقت کرو تو میں اس کا حکم دوں اور نہیں تو پھر میں بھی ارادہ نہ کروں زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ طویل گفت گو کے بعد حق تعالیٰ شانہ نے میرا بھی اسی جانب صدر فرما دیا کہ قرآن پاک کو یکجا جمع کیا جائے، چنانچہ میں نے تعمیلِ ارشاد میں لوگوں کے پاس جو قرآن شریف متفرق طور پر لکھا ہوا تھا اور جو ان حضرات صحابۂ کرام کے سینوں میں بھی محفوظ تھا سب کو تلاش کر کے جمع کیا۔[1]

فائدہ:۔ اس قصہ میں اول تو ان حضرات کے اتباع کا اہتمام معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ کا منتقل کرنا ان کے لیے اس سے سہل تھا کہ کوئی ایسا کام کیا جائے جس کو حضورؐ نے نہیں کیا، اس کے بعد کلامِ پاک کا جمع کرنا جو دین کی اصل ہے، اللہ نے ان حضرات کے اعمالنامہ میں رکھا تھا۔ پھر حضرت زیدؓ نے اتنا اہتمام اس کے جمع فرمانے میں کیا کہ کوئی آیت بغیر لکھی ہوئی نہیں لیتے تھے، جو حضورِ اقدسؐ کے زمانہ کی لکھی ہوئی تھیں ان ہی سے جمع کرتے تھے اور حفاظ کے سینوں سے اس کا مقابلہ کرتے تھے اور چونکہ تمام قرآن شریف متفرق جگہوں میں لکھا ہوا تھا، اس لیے اس کی تلاش میں گو محنت ضرور کرنا پڑی مگر سب مل گیا، ابی بن کعبؓ جنکو خود حضورؐ نے قرآنِ پاک کا سب سے زیادہ ماہر بتایا ان کی اعانت کرتے تھے، اس محنت سے کلام اللہ شریف کو ان حضرات نے سب سے پہلے جمع فرمایا۔

۸۔ حضرت ابن مسعودؓ کی احتیاط روایتِ حدیث میں | حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بڑے مشہور

[1] در

صحابی ہیں اور ان صحابہؓ میں شمار ہوتے ہیں جو فتوے کے مالک تھے، ابتدائے اسلام ہی میں مسلمان ہو گئے تھے اور حبشہ کی ہجرت بھی کی تھی، تمام غزوات میں حضورؐ کے ساتھ شریک رہے اور مخصوص خادم ہونے کی وجہ سے صَاحِبُ النَّعل، صَاحِبُ الوِسَادَة، صَاحِبُ المِطْهَرَة یعنی جوتے والے، تکیہ والے، وضو کے پانی والے، یہ القاب بھی ان کے ہیں، اس لیے کہ حضورؐ کی یہ خدمات اکثر ان کے سپرد رہتی تھیں، حضورؐ کا ان کے بارے میں یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر میں کسی کو بغیر مشورہ امیر بناؤں تو عبداللہ بن مسعودؓ کو بناؤں، حضورؐ کا یہ بھی ارشاد تھا کہ تمہیں ہر وقت حاضری کی اجازت ہے، حضورؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف بالکل اسی طرح پڑھنا ہو جس طریقہ سے اترا ہے تو عبداللہ بن مسعودؓ کے طریقہ کے مطابق پڑھے حضورؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ابن مسعودؓ جو حدیث تم سے بیان کریں اسکو سچ سمجھو، ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ جب یمن سے آئے تو ایک زمانہ تک ابن مسعودؓ کو اہل بیت سے سمجھتے رہے اس لیے کہ اتنی کثرت سے ان کی اور ان کی والدہ کی آمدورفت حضورؐ کے گھر میں تھی جیسی گھر کے آدمیوں کی ہوتی ہے۔[1] لیکن ان سب باتوں کے باوجود ابو عمرو شیبانی کہتے ہیں کہ میں ایک سال تک ابن مسعودؓ کے پاس رہا میں نے کبھی ان کو حضورؐ کی طرف منسوب کر کے بات کرتے نہیں سنا، لیکن کبھی اگر حضورؐ کی طرف کوئی بات منسوب کر دیتے تھے تو بدن پر کپکپی آجاتی تھی۔ عمرو بن میمونؒ کہتے ہیں کہ میں ہر جمعرات کو ایک سال تک ابن مسعودؓ کے پاس آتا رہا۔ میں نے کبھی حضورؐ کی طرف نسبت کر کے بات کرتے نہیں سنا، ایک مرتبہ حدیث بیان فرماتے ہوئے زبان پر یہ جاری ہو گیا کہ حضورؐ نے یہ ارشاد فرمایا تو بدن کانپ گیا آنکھوں میں آنسو بھر آئے، پیشانی پر پسینہ آگیا، رگیں پھول گئیں اور فرمایا انشاء اللہ یہی فرمایا تھا یا اس کے قریب قریب تھا یا اس سے کچھ زیادہ یا اس سے کچھ کم۔[2]

فائدہ:۔ یہ بھی ان حضرات صحابہ کرامؓ کی احتیاط حدیث شریف کے بارہ میں اس لیے کہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو میری طرف سے جھوٹ نقل کرے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے اس

---

[1] بخاری [2] مقدمہ او جزد مسند احمد

خوف کی وجہ سے یہ حضرات باوجودیکہ مسائل حضورؐ کے ارشادات اور حالات ہی سے بتاتے تھے مگر یہ نہیں کہتے تھے کہ حضورؐ کا یہ ارشاد ہے کہ خدانخواستہ جھوٹ نہ نکل جائے۔ اس کے برعکس ہم اپنی حالت دیکھتے ہیں کہ بے دھڑک بے تحقیق حدیث نقل کر دیتے ہیں اور ذرا بھی نہیں جھجکتے، حالانکہ حضورؐ کی طرف منسوب کر کے بات کا نقل کرنا بڑی سخت ذمہ داری ہے۔ فقہ حنفی انہی عبداللہ بن مسعودؓ سے زیادہ تر لیا گیا ہے۔

۹- حضرت ابوالدرداءؓ کے پاس حدیث کے لیے جانا

کثیر بن قیس کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا، ایک شخص ان کی خدمت میں آئے اور کہا کہ میں مدینہ منورہ سے صرف ایک حدیث کی وجہ سے آیا ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ وہ آپ نے حضور اقدسؐ سے سنی ہے، ابوالدرداءؓ نے پوچھا کوئی اور تجارتی کام نہیں تھا، انہوں نے کہا نہیں، ابوالدرداءؓ نے پھر پوچھا کہ کوئی دوسری غرض تو نہیں کہا نہیں، صرف حدیث ہی معلوم کرنے کے لیے آیا ہوں، ابوالدرداء نے فرمایا کہ میں نے حضورؐ سے سُنا ہے کہ جو شخص کوئی راستہ علم حاصل کرنے کے لیے چلتا ہے حق تعالیٰ شانہ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں اور فرشتے اپنے پر طالب علم کی خوشنودی کے لیے بچھا دیتے ہیں اور طالب علم کے لیے آسمان زمین کے رہنے والے استغفار کرتے ہیں، حتیٰ کہ مچھلیاں جو پانی میں رہتی ہیں وہ بھی استغفار کرتی ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسا کہ چاند کی فضیلت تمام ستاروں پر ہے اور علماء انبیاء کے وارث ہیں، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کسی دینار و درہم کا وارث نہیں بناتے بلکہ علم کا وارث بناتے ہیں جو شخص علم حاصل کرتا ہے وہ ایک بڑی دولت حاصل کرتا ہے[۱]۔

فائدہ: حضرت ابوالدرداءؓ فقہائے صحابہؓ میں ہیں حکیم الامت کہلاتے ہیں، فرماتے ہیں کہ حضورؐ کی نبوت کے وقت میں تجارت کیا کرتا تھا میں نے مسلمان ہونے کے بعد چاہا کہ تجارت اور عبادت دونوں کو جمع کروں مگر دونوں اکٹھی نہ رہ سکیں تو مجھے تجارت چھوڑنا پڑی، اب میرا دل یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ مسجد کے دروازہ ہی دکان ہو جس کی وجہ

---

[۱] ابن ماجہ

سے ایک بھی نماز فوت نہ ہو اور روزانہ چالیس دینار کا نفع ہو اور میں ان سب کو صدقہ کر دوں کسی نے پوچھا کہ ایسی تجارت سے کیوں خفا ہوتے کہ نماز بھی نہ جائے اور اتنا نفع روزانہ کا اللہ کے راستہ میں خرچ ہو، پھر بھی پسند نہیں کرتے، فرمایا، حساب تو دینا ہی پڑے گا، ابو الدرداء یہ بھی فرماتے ہیں کہ مجھے موت سے محبت ہے، اپنے مولیٰ سے ملاقات کے شوق میں اور فقر سے محبت ہے تواضع کے واسطے، اور بیماری سے محبت ہے گناہ دھلنے کے واسطے۔[1]

اوپر کے قصہ میں ایک حدیث کی خاطر اتنا طویل سفر کیا ہے، ان حضرات کے ہاں حدیث حاصل کرنے کے لیے سفر کرنا کچھ اَہَمّ نہیں تھا، ایک ایک حدیث سننے اور معلوم کرنے کے لیے دُور دُور کا سفر طے کر لینا ان حضرات کو بہت سہل تھا۔ شعبیؒ ایک مشہور مُحَدِّث ہیں، کوفہ کے رہنے والے ہیں، اپنے کسی شاگرد کو ایک مرتبہ حدیث سنائی اور فرمایا کہ لے، گھر بیٹھے مفت مل گئی ورنہ اس سے کم کے لیے بھی مدینہ منوّرہ کا سفر کرنا پڑتا تھا کہ ابتدا میں حدیث کا مخزن مدینہ طیّبہ ہی تھا۔ علمی شغف رکھنے والے حضرات اپنے بڑے بڑے طویل سفر علم کی خاطر اختیار فرمائے ہیں سعید بن المسیبؒ جو ایک مشہور تابعی ہیں کہتے ہیں کہ میں ایک ایک حدیث کی خاطر راتوں اور دنوں پیدل چلا ہوں۔ اِمام الائمہ اِمام بخاریؒ شوال ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔ ۲۰۵ھ میں یعنی گیارہ سال کی عمر میں حدیث پڑھنا شروع کی تھی، عبد اللہ بن مبارکؒ کی سب تصانیف بچپن ہی میں حفظ کر لی تھیں، اپنے شہر میں جتنی احادیث مل سکیں ان کو حاصل کر لینے کے بعد ۲۱۶ھ میں سفر شروع کیا، والد کا انتقال ہو چکا تھا اس وجہ سے یتیم تھے، والدہ سفر میں ساتھ تھیں، اس کے بعد بلخ، بغداد، مکہ مکرمہ، بصرہ، کوفہ، شام عسقلان، حمص، دمشق ان شہروں میں گئے اور ہر جگہ جو ذخیرہ حدیث کا مل سکا حاصل فرمایا، اور ایسی نوعمری میں استادِ حدیث بن گئے تھے کہ منہ پر داڑھی کا ایک بال بھی نہ نکلا تھا، کہتے ہیں کہ میری اٹھارہ برس کی عمر تھی جب میں نے صحابہ اور تابعین کے فیصلے تصنیف کیے حاشدؒ اور ان کے ساتھی کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ ہم لوگوں کے ساتھ استاد کے پاس جایا

---

[1] تذکرہ

کرتے۔ ہم لوگ لکھتے اور بخاری ویسے ہی واپس آجاتے۔ ہم نے کئی روز گذر جانے پر ان سے کہا کہ تم وقت ضائع کرتے ہو چپ ہو گئے، جب کئی مرتبہ کہا تو کہنے لگے کہ تم نے دِق ہی کر دیا، لاؤ تم نے کیا لکھا۔ ہم نے اپنا مجموعۂ احادیث نکالا جو پندرہ ہزار حدیثوں سے زیادہ مقدار میں تھا، انہوں نے اس سب کو حفظ سنا دیا۔ ہم دنگ رہ گئے۔

حضرت ابن عباسؓ کا انصاری کے پاس جانا | ۱۰۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ کے وصال کے بعد میں نے ایک انصاری سے کہا کہ حضورؐ کا تو وصال ہو گیا، ابھی تک صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی جماعت موجود ہے آؤ ان سے پوچھ پوچھ کر مسائل یاد کریں، ان انصاری نے کہا کیا ان صحابہؓ کرام کی جماعت کے ہوتے ہوئے بھی لوگ تم سے مسئلہ پوچھنے آئیں گے غرض ان صاحب نے تو ہمت کی نہیں میں مسائل کے پیچھے پڑ گیا اور جن صاحب کے متعلق بھی مجھے علم ہوتا کہ فلاں حدیث انہوں نے حضورؐ سے سنی ہے ان کے پاس جاتا، اور تحقیق کرتا مجھے مسائل کا بہت بڑا ذخیرہ انصار سے ملا بعض لوگوں کے پاس جاتا تو معلوم ہوتا کہ وہ سو رہے ہیں تو اپنی چادر وہیں چوکھٹ پر رکھ کر انتظار میں بیٹھ جاتا۔ گو ہوا سے منہ اور بدن پر مٹی بھی پڑتی رہتی مگر میں وہیں بیٹھا رہتا۔ جب وہ اٹھتے تو جس بات کو معلوم کرنا ہوتا وہ دریافت کرتا، وہ حضرات کہتے بھی کہ تم نے حضورؐ کے چچازاد بھائی ہو کر کیوں تکلیف کی مجھے بلا لیتے مگر میں کہتا کہ میں علم حاصل کرنے والا ہوں اس لیے میں ہی حاضر ہونے کا زیادہ مستحق تھا۔ بعض حضرات پوچھتے کہ تم کب سے بیٹھے ہو۔ میں کہتا بہت دیر سے، وہ کہتے کہ تم نے بُرا کیا، مجھے اطلاع کر دیتے۔ میں کہتا، میرا دل نہ چاہا کہ تم میری وجہ سے اپنی ضروریات سے فارغ ہونے سے پہلے آؤ۔ حتیٰ کہ ایک وقت میں یہ بھی نوبت آئی کہ لوگ علم حاصل کرنے کے لیے میرے پاس جمع ہونے لگے، تب ان انصاری صاحب کو بھی قلق ہوا، کہنے لگے کہ یہ لڑکا ہم سے زیادہ ہوشیار تھا۔[۱]

فائدہ: یہی چیز تھی جس نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو اپنے وقت میں حبر الامت اور بحر العلم کا لقب دلوایا، جب ان کا وصال ہوا تو طائف میں تھے حضرت

---

[۱] دارمی [۲] مختلف علمی کارنامے

علیؓ کے صاحبزادہ محمدؒ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور فرمایا کہ اس اُمت کا امام ربانی آج رخصت ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ آیتوں کے شانِ نزول جاننے میں سب سے ممتاز ہیں۔ حضرت عمرؓ ان کو علماء کی ممتاز صف میں جگہ دیتے تھے، یہ سب کچھ اسی جانفشانی کا ثمرہ تھا، ورنہ اگر یہ صاحبزادگی کے زعم میں رہتے تو یہ مراتب کیسے حاصل ہوتے خود آقائے نامدار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جن سے علم حاصل کرو ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ، بخاری میں مجاہدؒ سے نقل کیا کہ جو شخص پڑھنے میں حیا کرے یا تکبُّر کرے وہ علم حاصل نہیں کر سکتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے مجھ کو ایک حرف بھی پڑھا دیا میں اس کا غلام ہوں خواہ وہ مجھے آزاد کر دے یا بیچ دے، یحییٰ بن کثیرؒ کہتے ہیں کہ علم تن پروری کے ساتھ حاصل نہیں ہوتا، امام شافعیؒ کا ارشاد ہے کہ جو شخص علم کو بید لی اور اِستغنار کے ساتھ حاصل کرے وہ کامیاب نہیں ہو سکتا، ہاں جو شخص خاکساری اور تنگدستی کے ساتھ حاصل کرنا چاہے وہ کامیاب ہو سکتا ہے مُغیرہؒ کہتے ہیں کہ ہم لوگ اپنے استاد ابراہیمؒ سے ایسے ڈرتے تھے جیسا کہ بادشاہ سے ڈرا کرتے ہیں یحییٰ بن معینؒ بہت بڑے مُحدِّث ہیں، امام بخاریؒ ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ مُحدِّثین کا جتنا احترام وہ کرتے تھے اتنا کسی دوسرے کو کرتے میں نے نہیں دیکھا۔ امام ابو یوسفؒ کہتے ہیں کہ میں نے بزرگوں سے سنا ہے کہ جو استاد کی قدر نہیں کرتا وہ کامیاب نہیں ہوتا اِس قصہ میں جہاں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اَساتِذہ کے ساتھ تواضع اور انکساری معلوم ہوتی ہے اس کے ساتھ ہی علم کا شغف اور اہتمام بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے پاس کسی حدیث کا ہونا معلوم ہوتا فوراً جاتے اس کو حاصل فرماتے خواہ اس میں کتنی ہی محنت اور تکلیف اٹھانا پڑتی اور حق تو یہ ہے کہ بے محنت اور مشقت کے علم تو درکنار معمولی سی چیز بھی حاصل نہیں ہوتی اور یہ تو ضرب المثل ہے مَنْ طَلَبَ الْعُلٰی سَهِرَ اللَّيَالِي جو شخص بلند مرتبوں کا طالب ہو گا راتوں کو جاگے گا۔ حارث بن یزیدؒ، ابن شبرمہؒ، قعقاعؒ، مغیرہؒ چاروں حضرات عشاء کی نماز کے بعد علمی بحث شروع کرتے، صبح کی اذان تک ایک بھی جدا نہ ہوتا، لیث بن سعدؒ کہتے ہیں کہ امام زہریؒ عشاء کے بعد باوضو بیٹھ کر حدیث کا سلسلہ

شروع فرماتے تو صبح کر دیتے ہے۔

دَراوَرْدِیؒ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کو میں نے دیکھا کہ مسجد نبوی میں عشار کے بعد ایک مسئلہ میں بحث شروع فرماتے اور وہ بھی اس طرح کہ نہ کوئی طعن وتشنیع ہوتی نہ تغلیظ، اور اسی حالت میں صبح ہو جاتی اور اسی جگہ صبح کی نماز پڑھتے ہے۔

ابن فُرَاتؒ ایک مشہور محدث ہیں، جب انتقال ہوا تو اٹھارہ صندوق کتابوں کے چھوڑے جن میں سے اکثر خود اپنے قلم کی لکھی ہوئی تھیں اور کمال یہ ہے کہ محدثین کے نزدیک صحتِ نقل اور عُمدگی ضبط کے اعتبار سے ان کا لکھا ہوا حجت بھی ہے۔

ابنِ جوزیؒ مشہور محدث ہیں تین سال کی عمر میں باپ نے مفارقت کی۔ یتیمی کی حالت میں پرورش پائی، لیکن محنت کی حالت یہ تھی کہ جمعہ کی نماز کے علاوہ گھر سے دور نہیں جاتے تھے ایک مرتبہ منبر پر کہا کہ میں نے اپنی ان انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں، ڈھائی سو سے زیادہ خود ان کی اپنی تصنیفات ہیں۔ کہتے ہیں کہ کوئی وقت ضائع نہیں جاتا تھا۔ چار جزو روزانہ لکھنے کا معمول تھا، درس کا یہ عالم تھا کہ مجلس میں بعض دفعہ ایک لاکھ سے زیادہ شاگردوں کا اندازہ کیا گیا، امراء وزراء سلاطین تک مجلس درس میں حاضر ہوتے تھے، ابن جوزیؒ خود کہتے ہیں کہ ایک لاکھ آدمی مجھ سے بیعت ہوئے اور بیس ہزار میرے ہاتھ پر مسلمان ہوئے ہیں اس سب کے باوجود کہ شیعوں کا زور تھا، اس وجہ سے تکلیفیں بھی اٹھانا پڑیں ہے۔ احادیث لکھنے کے وقت قلموں کے تراشے جمع کرتے رہتے تھے۔ مرتے وقت وصیت کی تھی، کہ میرے نہانے کا پانی اسی سے گرم کیا جائے، کہتے ہیں کہ صرف غسل میت کے پانی گرم کرنے ہی کے لیے کافی نہ تھا بلکہ گرم کرنے کے بعد بچ بھی گیا تھا۔

یحییٰ ابن معینؒ حدیث کے مشہور استاد ہیں، کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے دس لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔ ابن جریر طبریؒ مشہور مورخ ہیں، صحابہؓ اور تابعینؒ کے احوال کے ماہر، چالیس سال تک ہمیشہ چالیس ورق روزانہ لکھنے کا معمول تھا۔ ان کے انتقال پر شاگردوں نے روزانہ کی لکھائی کا حساب لگایا تو بلوغ کے بعد سے مرنے تک چودہ ورق روزانہ کا اوسط

۱؎ دارمی ۲؎ مقدمہ ۳؎ تذکرہ

نکلا، ان کی تاریخ مشہور ہے عام طور سے ملتی ہے جب اس کی تصنیف کا ارادہ ظاہر کیا تو لوگوں سے پوچھا کہ تمام عالم کی تاریخ سے تو تم لوگ بہت خوش ہو گے، لوگوں نے پوچھا کہ اندازاً کتنی بڑی ہوگی، کہنے لگے کہ تقریباً تیس ہزار ورق پر آئے گی، لوگوں نے کہا اس کے پورا کرنے سے پہلے عمریں فنا ہو جائیں گی، کہنے لگے کہ انا للہ ہمتیں پست ہو گئیں اس کے بعد مختصر کیا اور تقریباً تین ہزار ورق پر لکھی، اسی طرح ان کی تفسیر کا بھی قصہ ہوا وہ بھی مشہور ہے اور عام طور سے ملتی ہے۔

دارِ قطنیؒ حدیث کے مشہور مصنف ہیں، حدیث حاصل کرنے کے لیے بغداد، بصرہ کوفہ، واسط، مصر اور شام کا سفر کیا، ایک مرتبہ استاد کی مجلس میں بیٹھے تھے، استاد پڑھ رہے تھے اور یہ کوئی کتاب نقل کر رہے تھے، ایک ساتھی نے اعتراض کیا کہ تم دوسری طرف متوجہ ہو، کہنے لگے کہ میری اور تمہاری توجہ میں فرق ہے بتاؤ استاد نے اب تک کتنی حدیثیں سنائیں، وہ سوچنے لگے، دار قطنیؒ نے کہا کہ شیخ نے اٹھارہ حدیثیں سنائی ہیں، پہلی یہ تھی دوسری یہ تھی، تیسری یہ تھی۔ اسی طرح ترتیب وار سب کی سب مع سند کے سنادیں،

حافظ اثرمؒ ایک محدث ہیں احادیث کے یاد کرنے میں بڑے مشّاق تھے ایک مرتبہ حج کو تشریف لے گئے، وہاں خراسان کے دو بڑے استادِ حدیث آئے ہوتے تھے اور حرم شریف میں دونوں علیحدہ علیحدہ درس دے رہے تھے، ہر ایک کے پاس پڑھنے والوں کا ایک بڑا مجمع موجود تھا، یہ دونوں کے درمیان میں بیٹھ گئے اور دونوں کی حدیثیں ایک ہی وقت میں لکھ ڈالیں

عبداللہ بن مبارکؒ مشہور محدِّث ہیں، حدیث حاصل کرنے میں ان کی محنتیں مشہور ہیں، خود کہتے ہیں کہ میں نے چار ہزار استادوں سے حدیث حاصل کی ہے۔ علی بن الحسنؒ کہتے ہیں کہ ایک رات سخت سردی تھی۔ میں اور ابن مبارکؒ مسجد سے عشاء کے بعد نکلے دروازہ پر ایک حدیث میں گفت گو شروع ہو گئی میں کچھ کہتا رہا وہ بھی فرماتے رہے، وہیں کھڑے کھڑے صبح کی اذان ہو گئی۔

حمیدیؒ ایک مشہور محدِّث ہیں جنہوں نے بخاریؒ اور مسلم کو ایک جگہ جمع بھی کیا ہے

رات بھر لکھتے تھے اور گرمی کے موسم میں جب گرمی بہت ستاتی تو ایک لگن میں پانی بھر لیتے اور اس میں بیٹھ کر لکھتے، سب سے الگ رہتے تھے، شاعر بھی ہیں ان کے شعر ہیں:۔

لِقَاءُ النَّاسِ لَیْسَ یُفِیْدُ شَیْئًا　　سِوَی الْھَذَیَانِ مِنْ قِیْلٍ وَّقَالٍ

فَاَقْلِلْ مِنْ لِقَاءِ النَّاسِ اِلَّا　　لِاَخْذِ الْعِلْمِ اَوْ اِصْلَاحِ حَالٍ

ترجمہ:۔ لوگوں کی ملاقات کچھ فائدہ نہیں دیتی بجز قیل وقال کی بکواس کے، اس لیے لوگوں کی ملاقات کم کر بجز اس کے کہ علم حاصل کرنے کے لیے استاد سے یا اصلاح نفس کے واسطے کسی شیخ سے ملاقات ہو۔"

امام طبرانی رح مشہور مُحدِّث ہیں بہت سی تَصَانیف فرمائی ہیں کسی نے ان کی کثرت تصانیف کو دیکھ کر پوچھا کہ کس طرح لکھیں، کہنے لگے کہ تیس برس بوریئے پر گذار دیے یعنی رات دن بوریئے پر پڑے رہتے تھے، ابو العباس شیرازی کہتے ہیں کہ میں نے طبرانی سے تین لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔ امام ابو حنیفہ بڑی شدت کے ساتھ ناسخ اور منسوخ احادیث کی تحقیق فرماتے تھے، کوفہ جو اس زمانہ میں علم کا گھر کہلاتا تھا اس میں جتنے محدثین تھے سب کی احادیث کو جمع فرمایا تھا اور جب کوئی باہر سے محدث آتے تو شاگردوں کو حکم فرماتے کہ ان کے پاس کوئی ایسی حدیث ہو جو اپنے پاس نہ ہو تو اس کی تحقیق کرو، ایک علمی مجلس امام صاحب کے یہاں تھی جس میں مُحدِّث، فقیہ، اہل لغت کا مجمع تھا، جب کوئی مسئلہ در پیش ہوتا تو اس مجلس میں اس پر بحث ہوتی اور بعض مرتبہ ایک ایک مہینہ بحث رہتی۔ اس کے بعد جب کوئی بات طے ہوتی تو وہ مذہب قرار دی جاتی اور لکھ لی جاتی، امام ترمذی کے نام سے کون ناواقف ہوگا، احادیث کا کثرت سے یاد کرنا اور یاد رکھنا ان کی خصوصی شان تھی، اور قوتِ حافظہ میں ضرب المثل تھے۔ بعض محدثین نے ان کا امتحان لیا اور چالیس حدیثیں ایسی سنائیں جو غیر معروف تھیں۔ امام ترمذی نے فوراً سنادیں، خود امام ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے مکہ مکرمہ کے راستے میں ایک شیخ کی احادیث کے دو جزو نقل کیے تھے اتفاق سے خود ان شیخ سے ملاقات ہوگئی۔ میں نے درخواست کی کہ وہ دونوں جزو، احادیث کے استاد سے سن بھی لوں۔ انہوں نے قبول کرلیا میں سمجھ رہا تھا کہ وہ جزو میرے پاس ہیں، مگر اتفاق

کی خدمت میں گیا تو بجائے ان کے دو سادے جزو ہاتھ میں تھے، اُستاد نے سنانا شروع کیا، اتفاقاً ان کی نظر پڑی تو میرے ہاتھ میں سادے جزو تھے، ناراض ہو کر فرمایا۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔ میں نے قصہ بیان کیا اور عرض کیا کہ آپ جو سناتے ہیں وُہ مجھے یاد ہو جاتا ہے استاد کو یقین نہ آیا۔ فرمایا اچھا سناؤ میں نے سب حدیثیں سنا دیں، فرمایا کہ یہ تم کو پہلے سے یاد ہوں گی میں نے عرض کیا کہ اور نئی حدیثیں سنا دیجئے انہوں نے چالیس حدیثیں اور سنا دیں۔ میں نے ان کو بھی فوراً سنا دیا اور ایک بھی غلطی نہیں کی محدثین نے جو جو محنتیں احادیث کے یاد کرنے میں، ان کو پھیلانے میں کی ہیں انکا اتباع تو درکنار انکا شمار بھی مشکل ہے،

قرطمہؒ ایک محدث ہیں زیادہ مشہور بھی نہیں ہیں انکے ایک شاگرد داؤدؒ کہتے ہیں کہ لوگ ابو حاتمؒ وغیرہ کے حافظہ کا ذکر کرتے ہیں میں نے قرطمہؒ سے زیادہ حافظہ نہیں دیکھا، ایک مرتبہ میں ان کے پاس گیا، کہنے لگے ان کتب میں سے جونسی دل چاہے اٹھا لو میں سنا دونگا میں نے کتاب الاشربہ اٹھائی، وہ ہر باب کے اخیر سے اول کی طرف پڑھتے گئے، اور پوری کتاب سنا دی، ابو زرعہؒ کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں، اسحاق بن راہویہؒ کہتے ہیں کہ ایک لاکھ حدیثیں میں نے جمع کی ہیں اور تیس ہزار مجھے ازبر یاد ہیں، خفافؒ کہتے ہیں کہ اسحٰق نے گیارہ ہزار حدیثیں اپنی یاد سے ہمیں لکھوائیں اور پھر ان کو مکرر سنایا نہ کوئی حرف کم ہوا نہ زیادہ۔ ابو سعد اصبہانی بغدادیؒ سولہ سال کی عمر میں ابو نصرؒ کی احادیث سننے کے لیے بغداد پہنچے، راستے میں ان کے انتقال کی خبر سن کر بے ساختہ رو پڑے چیخیں نکل گئیں کہ ان کی سند کہاں ملے گی اتنا رنج کہ رونے میں چیخیں نکل جائیں جب ہی ہو سکتا ہے جب کسی چیز کا عشق ہو جائے، ان کو مسلم شریف پوری حفظ یاد تھی اور حفظ ہی طلبہ کو لکھوایا کرتے تھے گیارہ حج کیے، جب کھانا کھانے بیٹھتے تو آنکھوں میں آنسو بھر آتے، ابو عمر ضریرؒ پیدائشی نابینا تھے مگر حفاظ حدیث میں شمار ہوتے ہیں۔ علم فقہ، تاریخ، فرائض حساب میں کامل مہارت رکھتے تھے، ابو الحسینؒ اصفہانی کو بخاری شریف اور مسلم شریف دونوں یاد تھیں، بالخصوص بخاری شریف کا تو یہ حال تھا کہ جو کوئی سند پڑھتا اس کا متن یعنی حدیث پڑھ دیتے اور جو متن پڑھتا اس کی سند پڑھ دیتے تھے شیخ تقی الدین بعلبکیؒ نے چار مہینے میں مسلم

شریف تمام حفظ کر لی تھی اور جَمْعُ بَیْنَ الصَّحِیْحَیْن کے بھی حافظ تھے، صاحب کرامات بزرگ تھے، قرآن پاک کے بھی حافظ تھے کہتے ہیں کہ سورۂ انعام پوری ایک دن میں حفظ کر لی تھی ابنُ السُنی، امام نسائیؒ کے مشہور شاگرد ہیں حدیث لکھنے میں اخیر تک مشغول رہے، انکے صاحبزادے کہتے ہیں کہ میرے والدؒ نے لکھتے لکھتے دوات میں قلم رکھا اور دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے اور اسی حال میں انکا انتقال ہوگیا۔ علّامہ ساجیؒ نے بچپن میں فقہ حاصل کیا اس کے بعد علم حدیث کا شغل رہا۔ ہرات میں دس برس قیام کیا جس میں چھ مرتبہ ترمذی شریف اپنے ہاتھ سے لکھی۔ ابنِ مندۃ سے غرائب شعبہ پڑھ رہے تھے کہ اسی حال میں ابنِ مَندَۃؒ کا عشاء کی نماز کے بعد انتقال ہوا۔ پڑھنے والے سے پڑھانے والے کا ولولہ علمی قابلِ قدر ہے کہ اخیر وقت تک پڑھاتے رہے،

ابُوعَمروخَفّافؒ کو ایک لاکھ حدیثیں ازبر تھیں، امام بخاریؒ کے استاد عاصم بن علیؒ جب بغداد پہنچے تو شاگردوں کا اسقدر ہجوم تھا کہ اکثر ایک لاکھ سے زائد ہوجاتے تھے، ایک مرتبہ اندازہ لگایا گیا تو ایک لاکھ بیس ہزار ہوئے اسی وجہ سے بعض الفاظ کو کئی کئی مرتبہ کہنا پڑتا، ان کے ایک شاگرد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حَدَّثَنَا اللَّیْثُ کو چودہ مرتبہ کہنا پڑا۔ ظاہر بات ہے کہ سوا لاکھ آدمیوں کو آواز پہنچانے کے لیے بعض الفاظ کو کئی کئی مرتبہ کہنا ہی پڑیگا۔ ابومسلم بصریؒ جب بغداد پہنچے تو ایک بڑے میدان میں حدیث کا درس شروع ہوا، سات آدمی کھڑے ہو کر لکھواتے تھے، جس طرح عید کی تکبیریں کہی جاتی ہیں۔ سبق کے بعد دواتیں شمار کی گئیں تو چالیس ہزار سے زیادہ تھیں اور جو لوگ صرف سننے والے تھے وہ ان سے علیحدہ، فریابیؒ کی مجلس میں اسی طرح لکھوانے والے تین سو سولہ تھے، اس سے مجمع کا اندازہ اپنے آپ ہوجاتا ہے، اس محنت اور مشقت سے یہ پاک علم آج تک زندہ ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے چھ لاکھ حدیثوں میں سے انتخاب کر کے بخاری شریف لکھی ہے جس میں سات ہزار دو سو چھتّر حدیثیں ہیں اور ہر حدیث لکھتے وقت دو رکعت نفل نماز پڑھ کر حدیث لکھی ہے۔ جب یہ بغداد پہنچے تو وہاں کے محدثین نے ان کا امتحان لیا، اس طرح کہ دس آدمی متعین ہوئے، ان میں سے ہر شخص نے دس دس حدیثیں چھانٹیں ان کو بدل بدل کر ان سے پوچھا، یہ ہر سوال کے جواب

میں مجھے معلوم نہیں کہتے رہتے، جب دس کے دس پوچھ چکے تو انہوں نے سب سے پہلے پوچھنے والے کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم نے سب سے پہلی حدیث یہ پوچھی تھی تم نے اس طرح بیان کی یہ غلط ہے اور صحیح اس طرح ہے، دوسری حدیث یہ پوچھی تھی وہ اس طرح تم نے بیان کی یہ غلط ہے اور صحیح اس طرح ہے۔ غرض اسی طرح سو کی سو حدیثیں ترتیب وار بیان فرمادیں کہ ہر حدیث کو اوّل اس طرح پڑھتے جس طرح امتحان لینے والے نے پڑھا تھا پھر کہتے یہ غلط ہے اور صحیح اس طرح ہے۔ امام مسلمؒ نے چودہ برس کی عمر میں حدیث پڑھنا شروع کی۔ اسی میں اخیر تک مشغول رہے، خود فرماتے ہیں کہ میں نے تین لاکھ احادیث میں سے چھانٹ کر مسلم شریف تصنیف کی ہے جس میں بارہ ہزار حدیثیں ہیں، امام ابوداؤدؒ کہتے ہیں کہ میں نے پانچ لاکھ احادیث سنی ہیں جن میں سے انتخاب کر کے سنن ابوداؤد شریف تصنیف کی ہے جس میں چار ہزار آٹھ سو حدیثیں ہیں۔ یوسف مزی مشہور محدث ہیں، اسماء رجال کے امام ہیں، اوّل اپنے شہر میں فقہ اور حدیث حاصل کیا، اس کے بعد مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ حلب حمات بعلبک وغیرہ کا سفر کیا، بہت سی کتابیں اپنے قلم سے لکھیں، تہذیب الکمال دو سو جلدوں میں تصنیف کی اور کتاب الاطراف اسّی جلدوں سے زیادہ ہیں، ان کی عادت شریفہ تھی کہ اکثر چپ رہتے، بات کسی سے بہت ہی کم کرتے تھے اکثر اوقات کتاب کے دیکھنے میں مشغول رہتے تھے، حاسدوں کی عداوت کا شکار بھی بنے مگر انتقام نہیں لیا، ان حضرات کے حالات کا احاطہ دشوار ہے۔ بڑی بڑی کتابیں ان کے حالات اور جانفشانیوں کا احاطہ نہیں کر سکیں، یہاں نمونہ کے طور پر چند حضرات کے دو چار واقعات کا ذکر اس لیے کیا تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ علم حدیث جو آج ساڑھے تیرہ سو برس تک نہایت آب و تاب سے باقی ہے وہ کس محنت اور جانفشانی سے باقی رکھا گیا ہے اور جو لوگ علم حاصل کرنے کا دعوے کرتے ہیں اپنے آپ کو طالب علم کہتے ہیں وہ کتنی محنت اور مشقت اس کے لیے گوارا کرتے ہیں۔ اگر ہم لوگ یہ چاہیں کہ اپنی عیش و عشرت، راحت و آرام، سیر و تفریح اور دنیا کے دوسرے مشاغل میں لگے رہیں اور حضورؐ کے پاک کلام کا یہ شیوع اسی طرح باقی رہے تو ایں خیال است و محال است و جنوں کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

نواں باب

حضورؐ کی فرمانبرداری اور امتثالِ حکم

اور یہ دیکھنا کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ویسے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہر فعل فرمانبرداری تھا اور گذشتہ قصوں سے بھی یہ بات خوب روشن ہے لیکن خاص طور سے چند قصّے اس باب میں اس لیے ذکر کیے جاتے ہیں کہ ہم لوگ اپنی حالتوں کا اس باب سے خاص طور پر مقابلہ کر کے دیکھیں کہ ہم اللہ اور اس کے رسولِ پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے احکام کی فرمانبرداری کہاں تک کرتے ہیں جس پر ہم لوگ ہر وقت اس کے بھی مُنتظر رہتے ہیں کہ وہ برکات و ترقیات اور ثمرات جو صحابۂ کرام کو حاصل ہوتے تھے ہمیں بھی حاصل ہوں اگر واقعی ہم لوگ اس چیز کے متمنّی ہیں تو ہمیں بھی وہ کرنا چاہیے جو وہ حضرات کر کے دکھلا گئے ہیں۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ کا چادر کو جلا دینا

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفر میں ہم لوگ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے اوپر ایک چادر تھی جو کسم کے رنگ میں ہلکی سی رنگی ہوئی تھی۔ حضورؐ نے دیکھ کر فرمایا یہ کیا اوڑھ رکھا ہے۔ مجھے اس سوال سے حضورؐ کی ناگواری کے آثار معلوم ہوتے۔ میں گھر والوں کے پاس واپس ہوا تو انہوں نے چولہا جلا رکھا تھا۔ میں نے وہ چادر اس میں ڈال دی، دوسرے روز جب حاضری ہوئی تو حضورؐ نے فرمایا وہ چادر کیا ہوئی۔ میں نے قصہ سنا دیا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا عورتوں میں سے کسی کو کیوں نہ پہنا دی، عورتوں کے پہننے میں تو مضائقہ نہ تھا۔[۱]

فائدہ: اگرچہ چادر کے جلانے کی ضرورت نہ تھی مگر جس کے دل میں کسی کی ناگواری

---

[۱] ابوداؤد

اور ناراضی کی چوٹ لگی ہوئی ہو وہ اتنی سوچ کا مُتَحَمِّل ہی نہیں ہوتا کہ اس کی کوئی اور صورت بھی ہو سکتی ہے، ہاں مجھ جیسا نالائق ہوتا تو نہ معلوم کتنے اِحتمالات پیدا کر لیتا کہ یہ ناگواری کس درجہ کی ہے اور دریافت تو کر لوں اور کوئی صورت اجازت کی بھی ہو سکتی ہے یا نہیں اور حضورؐ نے پوچھا ہی تو ہے منع تو نہیں فرمایا وغیرہ وغیرہ۔

انصاری کا مکان کو ڈھا دینا

۲ حضورِ اقدسؐ ایک مرتبہ دولت کدہ سے باہر تشریف لے جا رہے تھے، راستہ میں ایک قُبّہ (گنبد دار حجرہ) دیکھا جو اونچا بنا ہوا تھا۔ ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ یہ کیا ہے، انہوں نے عرض کیا کہ فلاں انصاری نے قبّہ بنایا ہے۔ حضورؐ سن کر خاموش ہو رہے۔ کسی دوسرے وقت وہ انصاری حاضرِ خدمت ہوئے اور سلام کیا حضورؐ نے اعراض فرمایا اور جواب نہیں دیا انہوں نے اس خیال سے کہ شاید خیال نہ ہوا ہو دوبارہ سلام کیا حضورِ اقدسؐ نے پھر بھی اعراض فرمایا اور جواب نہیں دیا، وہ اس کے کیسے مُتَحَمِّل ہو سکتے تھے، صحابہؓ سے جو وہاں موجود تھے دریافت کیا، پوچھا، تحقیق کیا، کہ میں آج حضورؐ کی نظروں کو پھرا ہوا پاتا ہوں، خیر تو ہے انہوں نے کہا کہ حضورؐ باہر تشریف لے گئے تھے، راستہ میں تمہارا قبّہ دیکھا تھا اور دریافت فرمایا تھا کہ یہ کس کا ہے، یہ سن کر وہ انصاری فوراً گئے اور اس کو توڑ کر ایسا زمین کے برابر کر دیا کہ نام و نشان بھی نہ رہا اور پھر عرض بھی نہیں کیا، اتفاقاً حضورؐ ہی کا اس جگہ کسی دوسرے موقع پر گذر ہوا تو دیکھا کہ وہ قبّہ وہاں نہیں ہے، دریافت فرمایا، صحابہؓ نے عرض کیا، کہ انصاری نے آنحضرتؐ کے اِعراض کا کئی روز ہوئے ذکر کیا تھا ہم نے کہہ دیا تھا کہ تمہارا قبّہ دیکھا ہے، انہوں نے آ کر اس کو بالکل توڑ دیا، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہر تعمیر آدمی پر وبال ہے مگر وہ تعمیر جو سخت ضرورت اور مجبوری کی ہو۔[۱]

فائدہ: یہ کمالِ عشق کی باتیں ہیں ان حضرات کو اس کا تحمّل ہی نہیں تھا کہ چہرۂ انور کو رنجیدہ دیکھیں یا کوئی شخص اپنے سے حضورؐ کی گرانی کو محسوس کرے، ان صحابیؓ نے قبّہ کو گرایا اور پھر یہ بھی نہیں کہ گرانے کے بعد جتانے کے طور پر آ کر کہتے کہ آپؐ کی خوشی کے

[۱] ابوداؤد

واسطے گرادیا بلکہ جب حضورؐ کا خود ہی اتفاق سے ادھر کو تشریف لے جانا ہوا تو ملاحظہ فرمایا حضورؐ کو تعمیر میں روپے کا ضائع کرنا خاص طور سے ناگوار تھا، بہت سی احادیث میں اس کا ذکر آیا ہے، خود ازواجِ مطہرات کے مکان کھجور کی ٹہنیوں کے ٹٹے تھے جن پر ٹاٹ کے پردے پڑے رہتے تھے تاکہ اجنبی نگاہ اندر نہ جا سکے، ایک مرتبہ حضورؐ کہیں سفر میں تشریف لے گئے۔ حضرت امّ سلمہ رضؓ کو کچھ ثروت حاصل تھی۔ انہوں نے اپنے مکان پر بجائے ٹٹوں کے کچی اینٹیں لگالیں، واپسی پر جب حضورؐ نے ملاحظہ فرمایا تو دریافت فرمایا کہ یہ کیا کیا، انہوں عرض کیا کہ اس میں بے پردگی کا احتمال رہتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ بدترین چیز جس میں آدمی کا روپیہ خرچ ہو تعمیر ہے، عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور میری والدہ اپنے مکان کی ایک دیوار کو جو خراب ہوگئی تھی درست کر رہے تھے۔ حضورؐ نے ملاحظہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ موت اس دیوار کے گرنے سے زیادہ قریب ہے[۱]۔

صحابہؓ کا سرخ چادروں کو اتارنا

۳۔ حضرت رافعؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ سفر میں حضورؐ اقدس کے ہمرکاب تھے اور ہمارے اونٹوں پر چادریں پڑی ہوئی تھیں جن میں سرخ ڈورے تھے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ میں دیکھتا ہوں کہ یہ سرخی تم پر غالب ہوتی جاتی ہے۔ حضورؐ کا یہ ارشاد فرمانا تھا کہ ہم لوگ ایک دم ایسے گھبرا کے بھاگے کہ ہمارے بھاگنے سے اونٹ بھی ادھر ادھر بھاگنے لگے اور ہم نے فوراً سب چادریں اونٹوں سے اتار لیں[۲]۔

فائدہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی زندگی میں اس قسم کے واقعات کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ ہاں ہماری زندگی کے اعتبار سے ان پر تعجب ہوتا ہے، ان حضرات کی عام زندگی ایسی ہی تھی۔ عروہ بن مسعودؓ جب صلح حدیبیہ میں جس کا قصہ باب۱ کے ۱۲ پر گذرا کفار کی طرف سے قاصد کی حیثیت سے آئے تھے تو مسلمانوں کی حالت کا بڑی غور سے مطالعہ کیا تھا اور مکہ واپس جا کر کفار سے کہا تھا کہ میں بڑے بڑے بادشاہوں کے یہاں قاصد بن کر گیا ہوں، فارس، روم اور حبشہ کے بادشاہوں کے یہاں قاصد بن کر گیا ہوں میں نے کسی بادشاہ کے یہاں یہ بات نہیں دیکھی کہ اس کے درباری اس کی اس قدر تعظیم

---

[۱]، [۲] ابوداؤد

کرتے ہوں جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جماعت ان کی تعظیم کرتی ہے کبھی انکا بلغم زمین پر گرنے نہیں دیتی وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ پر پڑتا ہے اور وہ اس کو منہ اور بدن پر مل لیتا ہے جب وہ کوئی حکم کرتے ہیں تو ہر شخص دوڑتا ہے کہ تعمیل کرے، جب وہ وضو کرتے ہیں تو وضو کا پانی بدن پر ملنے اور لینے کے واسطے ایسے دوڑتے ہیں گویا آپس میں جنگ و جدال ہو جاتے گا اور جب وہ بات کرتے ہیں تو سب چپ ہو جاتے ہیں کوئی شخص ان کی طرف عظمت کی وجہ سے نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔

حضرت وائلؓ کا ذُباب کے لفظ سے بال کٹوا دینا

۴۔ وائلؓ بن حجر کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حاضر خدمت ہوا میرے سر کے بال بہت بڑھے ہوئے تھے۔ میں سامنے آیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا ذُباب ذُباب میں یہ سمجھا کہ میرے بالوں کو ارشاد فرمایا۔ میں واپس گیا اور ان کو کٹوا دیا، جب دوسرے دن خدمت میں حاضر ہوا، تو ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہیں نہیں کہا تھا لیکن یہ اچھا کیا۔[1]

فائدہ: ذُباب کے معنی منحوس کے بھی ہیں اور بری چیز کے بھی، یہ اشاروں پر مرمٹنے کی بات ہے کہ منشا سمجھنے کے بعد خواہ وہ غلط ہی سمجھا ہو، اس کی تعمیل میں دیر نہ ہوتی تھی، یہاں حضورؐ نے ارشاد ہی فرما دیا کہ تم کو نہیں کہا تھا مگر یہ چونکہ اپنے متعلق سمجھے اس لیے کیا مجال تھی کہ دیر ہوتی، ابتدائے اسلام میں نماز میں بولنا جائز تھا پھر منسوخ ہو گیا، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ حاضر خدمت ہوئے۔ حضورؐ نماز پڑھ رہے تھے، انہوں نے حسب معمول سلام کیا چونکہ نماز میں بولنا منسوخ ہو چکا تھا حضورؐ نے جواب نہ دیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ کے جواب نہ دینے سے نئی اور پرانی باتیں یاد آکر مختلف خیالات نے مجھے آگھیرا، کبھی سوچتا فلاں بات سے ناراضی ہوئی، کبھی خیال کرتا کہ فلاں بات پیش آئی، آخر حضورؐ نے جب سلام پھیرا تو ارشاد فرمایا کہ نماز میں کلام منسوخ ہو گیا ہے، اس لیے میں نے سلام کا جواب نہیں دیا تھا۔ تب جان میں جان آئی۔

حضرت سہیل بن حنظلہؓ کی عادت اور خریمؓ کا بال کٹوا دینا

۵۔ دمشق میں سہیل بن حنظلہؓ نامی ایک

---

[1] ابوداؤد

صحابی رہا کرتے تھے جو نہایت یکسو تھے، بہت کم کسی سے ملتے جلتے تھے اور کہیں آتے جاتے نہ تھے، دن بھر نماز میں مشغول رہتے یا تسبیح اور وظائف میں مسجد میں آتے جاتے، راستہ میں حضرت ابو الدرداءؓ پر جو مشہور صحابی ہیں گذر ہوتا، ابو الدرداءؓ فرماتے کہ کوئی کلمۂ خیر سناتے جاؤ تمہیں کوئی نقصان نہیں ہمیں نفع ہو جائے گا تو وہ کوئی واقعہ حضورؐ کے زمانہ کا یا کوئی حدیث سنا دیتے ایک مرتبہ اسی طرح جا رہے تھے، ابو الدرداءؓ نے معمول کے مطابق درخواست کی کہ کوئی کلمۂ خیر سناتے جائیں، کہنے لگے کہ ایک مرتبہ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا کہ خریم اسدی اچھا آدمی ہے اگر دو باتیں نہ ہوں، ایک سر کے بال بڑھے رہتے ہیں دوسرے لنگی ٹخنوں سے نیچے باندھتا ہے، ان کو حضورؐ کا یہ ارشاد پہنچا تو فوراً چاقو لے کر بال کانوں کے نیچے سے کاٹ دیے اور لنگی آدھی پنڈلی تک باندھنا شروع کر دی۔[1]

فائدہ: بعض روایات میں آیا ہے کہ خود حضورؐ نے ان دونوں باتوں کو ارشاد فرمایا اور انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ اب سے نہ ہوں گی مگر دونوں روایتوں میں کچھ اشکال نہیں یہ ہو سکتا ہے کہ خود ان سے بھی ارشاد فرمایا ہو اور غیبت میں بھی ارشاد فرمایا ہو جو سننے والے نے ان سے جا کر عرض کر دیا۔

۶۔ حضرت ابن عمرؓ کا اپنے بیٹے سے نہ بولنا

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا تھا کہ عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت دے دیا کرو، ابن عمرؓ کے ایک صاحبزادہ نے عرض کیا کہ ہم تو اجازت نہیں دے سکتے کیونکہ وہ اس کو آئندہ چل کر بہانہ بنا لیں گی آزادی اور فساد و آوارگی کا، حضرت ابن عمرؓ بہت ناراض ہوئے، بُرا بھلا کہا اور فرمایا، کہ میں تو حضورؐ کا ارشاد سناؤں اور تو کہے کہ اجازت نہیں دے سکتے، اس کے بعد سے ہمیشہ کے لیے ان صاحبزادہ سے بولنا چھوڑ دیا۔[2]

فائدہ: صاحبزادہ کا یہ کہنا کہ فساد کا حیلہ بنا لیں گی، اپنے زمانہ کی حالت کو دیکھ کر تھا، اسی وجہ سے خود حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اگر حضورؐ اس زمانہ کی عورتوں کا حال دیکھتے تو ضرور عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع فرما دیتے، حالانکہ حضرت عائشہؓ کا زمانہ

---

[1] ابوداؤد [2] ابوداؤد، مسلم

حضورِ اقدسؐ کے کچھ زیادہ بعد کا نہیں لیکن اس کے باوجود حضرت ابن عمرؓ کو اس کا تحمل نہیں ہو سکا کہ حضورؐ کے ارشاد کو سن کر اس میں کوئی تردد یا تأمل کیا جائے اور صرف اس بات پر کہ حضورؐ کے ارشاد پر انہوں نے انکار کیا عمر بھر نہیں بولے اور حضرات صحابہ کرامؓ کو بھی اس میں دقتیں اٹھانا پڑیں کہ حضورِ اقدسؐ کے پاک ارشاد کی اہمیت کی وجہ سے جو ان کی جان تھی مسجد سے روکنا بھی مشکل تھا اور زمانہ کے فساد کی وجہ سے جس کا اندیشہ اسی وقت سے شروع ہو گیا تھا. اجازت بھی مشکل تھی چنانچہ حضرت عاتکہؓ جن کے کئی نکاح ہوتے جن میں حضرت عمرؓ سے بھی ہوا وہ مسجد میں تشریف لے جاتی تھیں اور حضرت عمرؓ کو گراں گذرتا تھا کسی نے ان کو کہا کہ عمرؓ کو گراں گذرتا ہے انہوں نے کہا کہ اگر ان کو گراں ہے تو منع کر دیں حضرت عمرؓ کے وصال کے بعد حضرت زبیرؓ سے نکاح ہوا، ان کو بھی یہ چیز گراں تھی مگر روکنے کی ہمت نہ ہوئی تو ایک مرتبہ عشاء کی نماز کے لیے یہ جہاں کو جاتی تھیں، راستہ میں بیٹھ گئے اور جب یہ پاس سے گذریں تو ان کو چھیڑا، خاوند تھے اس لیے ان کو تو جائز تھا ہی مگر ان کو خبر نہ ہوئی، اندھیرا تھا کہ یہ کون ہیں، اس کے بعد سے انہوں نے جانا چھوڑ دیا دوسرے وقت حضرت زبیرؓ نے پوچھا کہ مسجد میں جانا کیوں چھوڑ دیا، کہنے لگیں کہ اب زمانہ نہیں رہا.

۷. حضرت ابن عمرؓ سے سوال کہ نمازِ قصر قرآن میں نہیں

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایک شخص نے پوچھا کہ قرآن شریف میں مقیم کی نماز کا بھی ذکر ہے اور خوف کی نماز کا بھی مسافر کی نماز کا ذکر نہیں، انہوں نے فرمایا کہ برادر زادہ اللہ جل شانہٗ نے حضورِ اقدسؐ کو نبی بنا کر بھیجا ہم لوگ انجان تھے کچھ نہیں جانتے تھے بس جو ہم نے ان کو کرتے دیکھا وہ کریں گے[1]

فائدہ: مقصود یہ ہے کہ ہر مسئلہ کا صراحۃً قرآن شریف میں ہونا ضروری نہیں عمل کے واسطے حضورِ اقدسؐ کا ارشاد ہے کہ مجھے قرآن شریف عطا ہوا اور اس کے برابر اور احکام دیئے گئے، عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ پیٹ بھرے لوگ اپنے گدیل پر بیٹھ کر کہیں گے کہ بس قرآن شریف کو مضبوط پکڑ لو جو اس میں احکام ہیں ان پر عمل کرو[2]، پیٹ بھرے سے مراد یہ ہے کہ اس قسم کے فاسد خیال دولت کے نشہ سے ہی پیدا ہوتے ہیں،

---

[1] شفا [2] ابوداؤد

حضرت ابن مغفلؓ کا خذف کی وجہ سے کلام چھوڑ دینا

۸۔ عبداللہ بن مغفلؓ کا ایک نو عمر بھتیجہ خذف سے کھیل رہا تھا انہوں نے دیکھا اور فرمایا کہ برادر زادہ ایسا نہ کر و حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس سے فائدہ کچھ نہیں نہ شکار ہو سکتا ہے اور نہ دشمن کو نقصان پہنچایا جاسکتا ہے اور اِتفاقاً کسی کے لگ جائے، دانت ٹوٹ جائے یا آنکھ پھوٹ جائے بھتیجہ کم عمر تھا اس نے جب چچا کو غافل دیکھا تو پھر کھیلنے لگا، انہوں نے دیکھ لیا، فرمایا کہ میں تجھے حضورؐ کا ارشاد سناتا ہوں تو پھر اسی کام کو کرتا ہے، خدا کی قسم تجھ سے کبھی بات نہیں کروں گا۔ ایک دوسرے قصہ میں اس کے بعد ہے خدا کی قسم نہ تیرے جنازہ میں شریک ہونگا نہ تیری عیادت ہی کروں گا۔[1]

فائدہ: خذف اس کو کہتے ہیں کہ ایک انگوٹھے پر چھوٹی سی کنکری رکھ کر اس کو انگلی سے پھینک دیا جائے، بچوں میں عام طور سے اس طرح کھیلنے کا مرض ہوتا ہے۔ وہ ایسا تو ہوتا نہیں کہ اس سے شکار ہو سکے۔ ہاں آنکھ میں کسی کے اتفاقاً لگ جائے تو اس کو زخمی ہی کر دے۔ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کو اس کا تحمّل نہ ہو سکا کہ حضورؐ کا ارشاد سنانے کے بعد بھی وہ بچّہ اس کام کو کرے۔ ہم لوگ صبح سے شام تک حضورؐ کے کتنے ارشادات سنتے ہیں اور ان کا کتنا اہتمام کرتے ہیں ہر شخص خود ہی اپنے مُتعلّق فیصلہ کر سکتا ہے۔

حضرت حکیم بن حزامؓ کا سوال نہ کرنے کا عہد

۹۔ حکیم بن حزامؓ ایک صحابی ہیں۔ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، کچھ طلب کیا حضورؐ نے عطا فرما دیا، پھر کسی موقع پر کچھ مانگا۔ حضورؐ نے پھر مرحمت فرما دیا، تیسری دفعہ پھر سوال کیا حضورؐ نے عطا فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ حکیم یہ مال سبز باغ ہے ظاہر میں بڑی میٹھی چیز ہے مگر اس کا دستور یہ ہے کہ اگر یہ دل کے اِستغنا سے ملے تو اس میں برکت ہوتی ہے اور اگر طمع اور لالچ سے حاصل ہو تو اس میں برکت نہیں ہوتی ایسا ہو جاتا ہے (جیسے جُوعُ البَقَر کی بیماری ہو) کہ ہر وقت کھائے جائے اور پیٹ نہ بھرے۔ حکیمؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے بعد اب کسی کو نہ ستاؤں گا، اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں حکیمؓ کو بیت المال سے کچھ عطا فرمانے کا

---

[1] ابن ماجہ، دارمی [2] بخاری

ارادہ کیا، انہوں نے انکار کر دیا اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں بار بار اصرار کیا۔ مگر انہوں نے انکار ہی فرما دیا۔[1]

فائدہ:- یہی وجہ ہے کہ آجکل ہم لوگوں کے مالوں میں برکت نہیں ہوتی، کہ لالچ اور طمع میں گھرے رہتے ہیں۔

۱۰ حضرت حذیفہؓ کا جاسوسی کے لیے جانا

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ غزوۂ خندق میں ہمارے ایک طرف تو مکہ کے کفار اور ان کے ساتھ دوسرے کافروں کے بہت سے گروہ تھے جو ہم پر چڑھائی کر کے آئے تھے اور حملہ کے لیے تیار تھے اور دوسری طرف خود مدینہ منورہ میں بنو قریظہ کے یہود ہماری دشمنی پر تلے ہوئے تھے جن سے ہر وقت اندیشہ تھا، کہ کہیں مدینہ منورہ کو خالی دیکھ کر وہ ہمارے اہل وعیال کو بالکل ختم نہ کر دیں۔ ہم لوگ مدینہ منورہ سے باہر لڑائی کے سلسلہ میں پڑے ہوئے تھے۔ منافقوں کی جماعت گھر کے خالی اور تنہا ہونے کا بہانہ کر کے اپنے گھروں کو واپس جا رہی تھی اور حضورِ اقدس ﷺ ہر اجازت مانگنے والے کو اجازت مرحمت فرما دیتے تھے، اسی دوران میں ایک رات آندھی اس قدر شدت سے آئی کہ نہ اس سے پہلے کبھی اتنی آئی اور نہ اس کے بعد، اندھیرا اس قدر زیادہ کہ آدمی کو پاس والا آدمی تو کیا، اپنا ہاتھ بھی نظر نہیں آتا تھا اور ہوا اتنی سخت کہ اس کا شور بجلی کی کڑک کی طرح سنائی دیتا تھا۔ منافقین اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ ہم تین سو کا مجمع اسی جگہ تھا حضورِ اقدس ﷺ ایک ایک کا حال دریافت فرما رہے تھے اور اسی آندھی میں ہر طرف تحقیقات فرما رہے تھے اتنے میں میرے پاس سے حضور ﷺ کا گذر ہوا، میرے پاس نہ تو دشمن سے بچاؤ کے واسطے کوئی ہتھیار تھا نہ سردی سے بچاؤ کے لیے کوئی کپڑا، صرف ایک چھوٹی سی چادر تھی جو اوڑھنے میں گھٹنوں تک آتی تھی اور وہ بھی میری نہیں بیوی کی تھی۔ میں اس کو اوڑھے ہوئے گھٹنوں کے بل زمین سے چمٹا ہوا بیٹھا تھا۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کون ہے؟ میں نے عرض کیا حذیفہ۔ مگر مجھ سے سردی کے مارے اٹھا بھی نہیں گیا اور شرم کے مارے زمین سے چمٹ گیا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اٹھ کھڑا ہو اور دشمنوں کے جتھے میں جا کر ان کی خبر لا

[1] بخاری

کہ کیا ہو رہا ہے۔ میں اس وقت گھبراہٹ خوف اور سردی کی وجہ سے سب سے زیادہ خستہ حال تھا مگر تعمیل ارشاد میں فوراً اٹھ کر چل دیا، جب میں جانے لگا تو حضورؐ نے دعا دی اَللّٰھُمَّ احْفَظْہُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْہِ وَمِنْ خَلْفِہٖ وَعَنْ یَمِیْنِہٖ وَعَنْ شِمَالِہٖ وَمِنْ فَوْقِہٖ وَمِنْ تَحْتِہٖ، یا اللہ آپ اس کی حفاظت فرمائیں سامنے سے اور پیچھے سے، دائیں سے اور بائیں سے، اوپر سے اور نیچے سے، حذیفہؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ کا یہ ارشاد فرمانا تھا کہ گویا مجھ سے خوف اور سردی بالکل ہی جاتی رہی اور ہر ہر قدم پر یہ معلوم ہوتا تھا گویا گرمی میں چل رہا ہوں۔ حضورؐ نے چلتے وقت یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ کوئی حرکت نہ کر کے آئیو، چپ چاپ دیکھ کر آجاؤ کہ کیا ہو رہا ہے۔ میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ آگ جل رہی ہے اور لوگ سینک رہے ہیں، ایک شخص آگ پر ہاتھ سینکتا ہے اور کوکھ پر پھیر لیتا ہے اور ہر طرف سے واپس چل دو، واپس چل دو کی آوازیں آرہی ہیں۔ ہر شخص اپنے قبیلہ والوں کو آواز دے کر کہتا ہے کہ واپس چلو اور ہوا کی تیزی کی وجہ سے چاروں طرف سے پتھر ان کے خیموں پر برس رہے تھے خیموں کی رسیاں ٹوٹتی جاتی تھیں اور گھوڑے وغیرہ جانور ہلاک ہو رہے تھے، ابوسفیانؓ جو ساری جماعتوں کا اس وقت گویا سردار بن رہا تھا آگ سینک رہا تھا۔ میرے دل میں آیا کہ موقع اچھا ہے اس کو نمٹاتا چلوں۔ ترکش میں سے تیر نکال کر کمان میں بھی رکھ لیا۔ مگر پھر حضورؐ کا ارشاد یاد آیا کہ کوئی حرکت نہ کیجیو، بس دیکھ کر چلے آنا، اس لیے میں نے تیر کو ترکش میں رکھ دیا، انہیں شبہ ہوگیا کہنے لگے تم میں سے کوئی جاسوس ہے ہر شخص اپنے برابر والے کا ہاتھ پکڑ لے۔ میں نے جلدی سے اپنے ساتھ والے آدمی کا ہاتھ پکڑ لیا اور پوچھا تو کون ہے؟ وہ کہنے لگا واہ تو مجھے نہیں جانتا میں فلاں ہوں۔ میں وہاں سے واپس آیا، جب آدھے راستہ پر تھا تو تقریباً بیس سوار عمامہ باندھے ہوئے مجھے ملے، انہوں نے کہا، اپنے آقا سے کہہ دینا کہ اللہ نے دشمنوں کا انتظام کر دیا بے فکر رہیں۔ میں واپس پہنچا تو حضورؐ ایک چھوٹی سی چادر اوڑھے نماز پڑھ رہے تھے، یہ ہمیشہ کی عادت شریفہ تھی کہ جب کوئی گھبراہٹ کی بات پیش آتی تو حضورؐ نماز کی طرف متوجہ ہو جایا کرتے تھے۔ نماز سے فراغت پر میں نے وہاں کا جو منظر دیکھا تھا عرض کر دیا۔ جاسوس کا قصہ سن کر دندانِ مبارک چمکنے لگے۔ حضورؐ نے مجھے اپنے پاؤں مبارک

کے قریب لٹا لیا اور اپنی چادر کا ذرا سا حصّہ مجھ پر ڈال دیا۔ میں نے اپنے سینے کو حضورِ اقدسؐ کے تلووں سے چمٹا لیا۔[1]

فائدہ:۔ ان ہی حضرات کا یہ حصّہ تھا اور ان ہی کو زیبا تھا کہ اس قدر سختیوں اور دقتوں کی حالت میں بھی تعمیلِ ارشاد تن من، جان مال سب سے زیادہ عزیز تھی، اللہ جلّ شانہٗ بلا استحقاق اور بلا اہلیت مجھ ناپاک کو بھی ان کے اِتباع کا کوئی حصّہ نصیب فرمادیں، تو زہے قسمت۔

دسواں باب

عورتوں کا دینی جذبہ

حقیقت یہ ہے کہ اگر عورتوں میں دین کا شوق اور نیک اعمال کا جذبہ پیدا ہو جائے تو اولاد پر اس کا اثر ضروری ہے، اس کے برخلاف ہمارے زمانہ میں اولاد کو شروع ہی سے ایسے ماحول میں رکھا جاتا ہے جس میں اس پر دین کے خلاف اثر پڑے یا کم از کم یہ کہ دین کی طرف سے بے توجہی پیدا ہو جائے جب ایسے ماحول میں ابتدائی زندگی گذرے گی تو اس سے جو نتائج پیدا ہوں گے وہ ظاہر ہیں۔

تسبیحاتِ حضرت فاطمہؓ

(۱) حضرت علیؓ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا کہ میں تمہیں اپنا اور فاطمہؓ کا جو حضورؐ کی سب سے زیادہ لاڈلی بیٹی تھیں قصہ سناؤں، شاگرد نے کہا ضرور، فرمایا، کہ وہ اپنے ہاتھ سے چکّی پیستی تھیں جس کی وجہ سے ہاتھ میں نشان پڑ گئے تھے اور خود پانی کی مشک بھر کر لاتی تھیں جس کی وجہ سے سینہ پر مشک کی رسّی کے نشان پڑ گئے تھے اور گھر کا جھاڑو وغیرہ بھی خود ہی دیتی تھیں جس کی وجہ سے تمام کپڑے میلے کچیلے رہتے تھے، ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ غلام باندیاں آئیں میں نے فاطمہؓ سے کہا کہ تم بھی جا کر

---

[1] دُرِّ منثور

حضورؐ سے ایک خدمت گار مانگ لو تاکہ تم کو کچھ مدد مل جاوے، وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، وہاں مجمع تھا اور شرم مزاج میں بہت زیادہ تھی، اس لیے شرم کی وجہ سے سب کے سامنے باپ سے بھی مانگتے ہوئے شرم آئی، واپس آ گئیں، دوسرے دن حضورِ اقدسؐ خود تشریف لائے، ارشاد فرمایا کہ فاطمہؓ کل تم کس کام کے لیے گئی تھیں، وہ شرم کی وجہ سے چپ ہو گئیں، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ ان کی یہ حالت ہے کہ چکّی کی وجہ سے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے اور مشک کی وجہ سے سینہ پر رسّی کے نشان ہو گئے، ہر وقت کے کاروبار کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے ہیں۔ میں نے ان سے کل کہا تھا کہ آپؐ کے پاس خادم آئے ہوئے ہیں ایک یہ بھی مانگ لیں اس لیے گئی تھیں بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میرے اور علیؓ کے پاس ایک ہی بستر ہے اور وہ بھی مینڈھے کی ایک کھال ہے، رات کو اس کو بچھا کر سو جاتے ہیں۔ صبح کو اسی پر گھاس دانہ ڈال کر اونٹ کو کھلاتے ہیں، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ بیٹی صبر کر، حضرت موسیٰؑ اور ان کی بیوی کے پاس دس برس تک ایک ہی بچھونا (بستر) تھا، وہ بھی حضرت موسیٰؑ کا چوغہ تھا، رات کو اسی کو بچھا کر سو جاتے تھے، تو تقویٰ حاصل کر اور اللہ سے ڈر اور اپنے پروردگار کا فریضہ ادا کرتی رہ اور گھر کے کاروبار کو انجام دیتی رہ اور جب سونے کے واسطے لیٹا کرے، تو سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ، الحمد للہ ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھ لیا کر، یہ خادم سے بھی زیادہ اچھی چیز ہے حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے راضی ہوں۔[1]

فائدہ: یعنی جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضا میرے بارہ میں ہو مجھے بخوشی منظور ہے، یہ تھی زندگی دوجہاں کے بادشاہ کی بیٹی کی۔ آج ہم لوگوں میں سے کسی کے پاس دو پیسہ ہو جائیں تو اس کے گھر والے گھر کا کام تو درکنار اپنا کام بھی نہ کر سکیں۔ پاخانہ میں لوٹا بھی ماما ہی رکھ کر آئے۔ اس واقعہ میں جو اوپر ذکر کیا گیا صرف سونے کے وقت کا ذکر ہے دوسری حدیثوں میں ہر نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ یہ تینوں کلمے اور ایک مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

---

[1] ابوداؤد

بھی آیا ہے۔

حضرت عائشہ رضہ کا صدقہ ۲۔ حضرت عائشہ رضہ کی خدمت میں دو گونین درہموں کی بھر کر پیش کی گئیں جن میں ایک لاکھ سے زیادہ درہم تھے۔ حضرت عائشہ رضہ نے طباق منگایا اور اور ان کو بھر بھر کر تقسیم فرمانا شروع کر دیا اور شام تک سب ختم کر دیے، ایک درہم بھی باقی نہ چھوڑا، خود روزہ دار تھیں، افطار کے وقت باندی سے کہا کہ افطار کے لیے کچھ لے آؤ وہ ایک روٹی اور زیتون کا تیل لے آئیں اور عرض کرنے لگیں کیا اچھا ہوتا کہ ایک درہم کا گوشت ہی منگا لیتیں۔ آج ہم روزہ گوشت سے افطار کر لیتے، فرمایا، اب طعن دینے سے کیا ہوتا ہے۔ اس وقت یاد دلاتی تو میں منگا لیتی[1]۔

فائدہ: حضرت عائشہ رضہ کی خدمت میں اس نوع کے نذرانے امیر معاویہ رضہ، اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضہ وغیرہ حضرات کی طرف سے پیش کیے جاتے تھے، کیونکہ وہ زمانہ فتوحات کی کثرت کا تھا۔ مکانوں میں غلہ کی طرح سے اشرفیوں کے انبار پڑے رہتے تھے اور اس کے باوجود اپنی زندگی نہایت سادہ اور نہایت معمولی گذاری جاتی تھی۔ حتیٰ کہ افطار کے واسطے بھی ماما کے یاد دلانے کی ضرورت تھی۔ پچیس ہزار روپے کے قریب تقسیم کر دیا اور یہ خیال بھی نہ آیا کہ میرا روزہ ہے اور گوشت بھی منگانا ہے، آجکل اس قسم کے واقعات اتنے دور ہو گئے ہیں کہ خود واقعہ کے سچا ہونے میں تردد ہونے لگا لیکن اس زمانہ کی عام زندگی جن لوگوں کی نظر میں ہے ان کے نزدیک یہ اور اس قسم کے سینکڑوں واقعات کچھ بھی تعجب کی چیز نہیں۔ خود حضرت عائشہ رضہ کے بہت سے واقعات اس کے قریب قریب ہیں، ایک دفعہ روزہ دار تھیں اور گھر میں ایک روٹی کے سوا کچھ نہ تھا، ایک فقیر نے آکر سوال کیا، خادمہ سے فرمایا وہ روٹی اسے دے دو، اس نے عرض کیا کہ افطار کے لیے گھر میں کچھ بھی نہیں، فرمایا، کیا مضائقہ ہے وہ روٹی اسے دے دو[2]۔ اس نے دے دی۔ ایک مرتبہ ایک سانپ مار دیا، خواب میں دیکھا کوئی کہتا ہے کہ تم نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا انہوں نے فرمایا کہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو حضور کی بیویوں کے یہاں نہ آتا، اس نے کہا، مگر پردے

---

[1] تذکرہ [2] موطا

کی حالت میں آیا تھا، اس پر گھبرا کر آنکھ کھل گئی اور بارہ ہزار درہم جو ایک آدمی کا خون بہا ہوتے ہیں صدقہ کیے۔ عُروہ رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ ستر ہزار درہم صدقہ کیے اور اپنے کرتہ میں پیوند لگ رہا تھا[۱]۔

حضرت ابن زبیر رضؓ کا حضرت عائشہ رضؓ کو صدقہ سے روکنا

۳- حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ حضرت عائشہ رضؓ کے بھانجے تھے اور وہ ان سے بہت محبت فرماتی تھیں، انہوں نے ہی گویا بھانجے کو پالا تھا۔ حضرت عائشہ کی اس فیّاضی سے پریشان ہو کر کہ خود تکلیفیں اٹھائیں اور جو آئے، وہ فوراً خرچ کر دیں، ایک دفعہ کہہ دیا کہ خالہ کا ہاتھ کسی طرح روکنا چاہیے، حضرت عائشہ کو بھی یہ فقرہ پہنچ گیا اس پر ناراض ہو گئیں کہ میرا ہاتھ روکنا چاہتا ہے اور ان سے نہ بولنے کی نذر کے طور پر قسم کھالی حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ کو خالہ کی ناراضی کا بہت صدمہ ہوا، بہت سے لوگوں سے سفارش کرائی مگر انہوں نے اپنی قسم کا عذر فرما دیا، آخر جب عبداللہ بن زبیر رضؓ بہت ہی پریشان ہوئے تو حضورؐ کی ننھیال کے دو حضرات کو سفارشی بنا کر ساتھ لے گئے، وہ دونوں حضرات اجازت لے کر اندر گئے، یہ بھی چھپ کر ساتھ ہو لیے جب وہ دونوں پردہ کے پیچھے بیٹھے اور حضرت عائشہ رضؓ پردہ کے اندر بیٹھ کر بات چیت فرمانے لگیں تو یہ جلدی سے پردہ میں چلے گئے اور خالہ رضؓ سے لپٹ گئے اور بہت روئے اور خوشامد کی، وہ دونوں حضرات بھی سفارش کرتے رہے اور مسلمان سے بولنا چھوڑنے کے متعلق حضورؐ کے ارشادات یاد دلاتے رہے اور احادیث میں جو مُمانعت اس کی آئی ہے وہ سناتے رہے، جس کی وجہ سے حضرت عائشہ رضؓ ان احادیث میں جو مُمانعت اور مسلمان سے بولنا چھوڑنے پر جو عتاب وارد ہوا اس کی تاب نہ لا سکیں اور رونے لگیں، آخر معاف فرما دیا، اور بولنے لگیں، لیکن اپنی اس قسم کے کفارہ میں بار بار غلام آزاد کرتی تھیں، حتیٰ کہ چالیس غلام آزاد کیے اور جب بھی اس قسم کے توڑ دینے کا خیال آجاتا تو اس قدر روتیں، کہ دوپٹہ تک آنسوؤں سے بھیگ جاتا[۲]۔

فائدہ:- ہم لوگ صبح سے شام تک کتنی قسمیں ایک سانس میں کھالیتے ہیں

---

[۱] صفات [۲] بخاری

اور پھر اس کی کتنی پرواہ کرتے ہیں، اس کا جواب اپنے ہی سوچنے کا ہے۔ دوسرا شخص کون ہر وقت پاس رہتا ہے جو بتائے لیکن جن لوگوں کے یہاں اللہ کے نام کی وقعت ہے اور اللہ سے عہد کر لینے کے بعد پورا کرنا ضروری ہے۔ ان سے پوچھو کہ عہد کے پورا نہ ہونے سے دل پر کیا گذرتی ہے، اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضؓ کو جب یہ واقعہ یاد آتا تھا تو بہت زیادہ روتی تھیں۔

حضرت عائشہ رضؓ کی حالت اللہ کے خوف سے

۴۔ حضرت عائشہ رضؓ سے حضور اقدس ﷺ کو جتنی محبت تھی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ حتیٰ کہ جب حضور ﷺ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا، عائشہ سے، اس کے ساتھ ہی مسائل سے اتنی زیادہ واقف تھیں کہ بڑے بڑے صحابہ رضؓ مسائل کی تحقیق کے لیے آپ رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کو سلام کرتے تھے۔ جنت میں بھی حضرت عائشہ رضؓ کو حضور ﷺ کی بیوی ہونے کی بشارت دی گئی ہے۔ منافقوں نے آپ رضؓ پر تہمت لگائی تو قرآن شریف میں آپ رضؓ کی براءۃ نازل ہوئی، خود حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ دس خصوصیات مجھ میں ایسی ہیں کہ کوئی دوسری بیوی ان میں شریک نہیں۔ ابن سعدؒ نے ان کو مفصل نقل کیا ہے۔ صدقہ کی کیفیت پہلے قصوں سے معلوم ہو ہی چکی، لیکن ان سب باتوں کے باوجود اللہ کے خوف کا یہ حال تھا، فرمایا کرتیں کہ کاش میں درخت ہی ہو جاتی کہ تسبیح کرتی اور کوئی آخرت کا مطالبہ مجھ سے نہ ہوتا۔ کاش میں پتھر ہوتی۔ کاش میں مٹی کا ڈلا ہوتی، کاش میں پیدا ہی نہ ہوتی، کاش میں کوئی گھاس ہوتی[1]۔

فائدہ: اللہ کے خوف کا یہ منظر دوسرے باب کے پانچویں چھٹے قصہ میں بھی گذر چکا ہے ان حضرات کی یہ عام حالت تھی، اللہ سے ڈرنا انہیں کا حصہ تھا۔

حضرت اُمِّ سلمہ رضؓ کے خاوند کی دعا اور ہجرت

۵۔ اُمّ المومنین حضرت اُمِّ سلمہ رضؓ حضور اقدس ﷺ سے پہلے حضرت ابو سلمہ رضؓ صحابی کے نکاح میں تھیں، دونوں میں بہت ہی زیادہ محبت اور تعلق تھا، جس کا اندازہ اس قصہ سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ اُمِّ سلمہ رضؓ نے ابو سلمہ رضؓ سے کہا کہ میں نے یہ

---

[1] بخاری

سُنا ہے کہ اگر مرد اور عورت دونوں جنّتی ہوں اور عورت[1] مرد کے بعد کسی سے نکاح نہ کرے تو وہ عورت جنّت میں اسی مرد کو ملے گی، اسی طرح اگر مرد دوسری عورت سے نکاح نہ کرے تو وہی عورت اس کو ملے گی، اس لیے لاؤ ہم اور تم دونوں عہد کرلیں کہ ہم میں سے جو پہلے مر جائے وہ دوسرا نکاح نہ کرے، ابوسلمہؓ نے کہا کہ تم میرا کہنا مان لوگی۔ ام سلمہ نے کہا کہ میں تو اسی لیے مشورہ کر رہی ہوں کہ تمہارا کہنا مانوں، ابوسلمہؓ نے کہا کہ تو میرے بعد تم نکاح کرلینا۔ پھر دعا کی کہ یا اللہ میرے بعد ام سلمہؓ کو مجھ سے بہتر خاوند عطا فرما جو نہ اس کو رنج پہنچائے نہ تکلیف دے ابتدائے اسلام میں دونوں میاں بیوی نے حبشہ کی ہجرت ساتھ ہی کی۔ اس کے بعد وہاں سے واپسی پر مدینہ طیبہ کی ہجرت کی۔ جس کا مفصل قصہ خود ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب ابوسلمہؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا تو اپنے اونٹ پر سامان لادا اور مجھے اور میرے بیٹے سلمہؓ کو سوار کرایا اور خود اونٹ کی نکیل ہاتھ میں لے کر چلے۔ میرے میکے کے لوگوں بنو مغیرہ نے دیکھ لیا انہوں نے ابوسلمہؓ سے کہا کہ تم اپنی ذات کے بارے میں تو آزاد ہو سکتے ہو مگر ہم اپنی لڑکی کو تمہارے ساتھ کیوں جانے دیں کہ یہ شہر در شہر پھرے، یہ کہہ کر اونٹ کی نکیل ابوسلمہؓ کے ہاتھ سے چھین لی اور مجھے زبردستی واپس لے آئے۔ میرے سُسرال کے لوگ بنو عبد الاسد کو جو ابوسلمہؓ کے رشتہ دار تھے جب اس قصّہ کی خبر ملی تو وہ میرے میکہ والوں بنو مغیرہ سے جھگڑنے لگے کہ تمہیں اپنی لڑکی کا تو اختیار ہے مگر ہم اپنے لڑکے سلمہؓ کو تمہارے پاس کیوں چھوڑ دیں جبکہ تم نے اپنی لڑکی کو اس کے خاوند کے پاس نہیں چھوڑا اور یہ کہہ کر میرے لڑکے سلمہؓ کو بھی مجھ سے چھین لیا، اب میں اور میرا لڑکا اور میرا شوہر تینوں جدا جدا ہوگئے خاوند تو مدینہ چلے گئے۔ میں اپنے میکہ میں رہ گئی اور بیٹا اپنی ددھیال میں پہنچ گیا۔ میں روز میدان میں نکل جاتی اور شام تک رویا کرتی، اسی طرح پورا ایک سال مجھے روتے گذر گیا نہ میں

---

[1] اگر عورت دوسرے خاوند سے نکاح کرے تو اس میں دو حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ وہ دوسرے کو ملے گی اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ اس کو اختیار دے دیا جائے گا کہ جس خاوند کے پاس رہنا چاہے اس کو اختیار کرلے، یہ دوسری حدیث زیادہ مشہور ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جن عورتوں کے دونوں خاوند برابر ہوں ان کے حق میں پہلی حدیث ہو، اس بارہ میں بھی روایات مختلف ہیں کہ ہر شخص کو کتنی بیبیاں ملیں گی۔

خاوند کے پاس جا سکی نہ بچہ مجھے مل سکا، ایک دن میرے ایک چچازاد بھائی نے میرے حال پر ترس کھا کر اپنے لوگوں سے کہا کہ تمہیں اس مسکینہ پر ترس نہیں آتا کہ اسکو بچہ اور خاوند سے جدا کر رکھا ہے۔ اس کو کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔ غرض میرے چچازاد بھائی نے کہہ سن کر اس بات پر ان سب کو راضی کر لیا، انہوں نے مجھے اجازت دے دی کہ تو اپنے خاوند کے پاس جانا چاہتی ہے تو چلی جا۔ یہ دیکھ کر بنو عَبْدُ الْاَسَد نے بھی لڑکا دے دیا۔ میں نے ایک اونٹ تیار کیا اور بچہ گود میں لے کر اونٹ پر تنہا سوار ہو کر مدینہ کو چلدی۔ تین چار میل چلی تھی کہ تنعیم میں عثمان بن طلحہ مجھے ملے اور پوچھا کہ اکیلی کہاں جا رہی ہو۔ میں نے کہا کہ اپنے خاوند کے پاس مدینہ جا رہی ہوں، انہوں نے کہا کوئی تمہارے ساتھ نہیں۔ میں نے کہا کہ اللہ کی ذات کے سوا کوئی نہیں ہے۔ انہوں نے میرے اونٹ کی نکیل پکڑی اور آگے آگے چلدیئے، خدا پاک کی قسم مجھے عثمان سے زیادہ شریف آدمی کوئی نہیں ملا، جب اترنے کا وقت ہوتا وہ میرے اونٹ کر بٹھا کر خود علیحدہ درخت کی آڑ میں ہو جاتے۔ میں اتر جاتی اور جب سوار ہونے کا وقت ہوتا، اونٹ کو سامان وغیرہ لاد کر میرے قریب بٹھا دیتے میں اس پر سوار ہو جاتی اور وہ آکر اس کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چلنے لگتے، اسی طرح ہم مدینہ منورہ پہنچے۔ جب قبا میں پہنچے تو انہوں نے کہا، تمہارا خاوند یہیں ہے۔ اس وقت تک ابو سلمہؓ قبا ہی میں مقیم تھے۔ عثمان مجھے وہاں پہنچا کر خود مکّہ مکرمہ واپس ہو گئے، پھر کہا کہ خدا کی قسم عثمان بن طلحہ سے زیادہ کریم اور شریف آدمی میں نے نہیں دیکھا اور اس سال میں جتنی مشقت اور تکلیف میں نے برداشت کی شاید ہی کسی نے کی ہو۔[1]

فائدہ:- اللہ پر بھروسہ کی بات تھی کہ تنہا ہجرت کے ارادہ سے چل دیں اللہ جل شانہٗ نے اپنے فضل سے ان کی مدد کا سامان مہیا کر دیا جو اللہ جل شانہٗ پر بھروسہ کر لیتا ہے اللہ اس کی مدد فرماتا ہے۔ بندوں کے دل اسی کے قبضہ میں ہیں، ہجرت کا سفر اگر کوئی محرم نہ ہو تو تنہا بھی جائز ہے۔ بشرطیکہ ہجرت فرض ہو، اس لیے ان کے تنہا سفر پر کوئی شرعی اشکال نہیں۔

---

[1] اسد الغابہ

حضرت ام زیادؓ کی چند عورتوں کے ساتھ خیبر میں شرکت | ۶ حضور اقدسؐ کے زمانہ میں مردوں کو تو جہاد میں شرکت کا شوق تھا ہی جس کے واقعات کثرت سے نقل کیے جاتے ہیں عورتیں بھی اس چیز میں مردوں سے پیچھے نہیں تھیں ہمیشہ مشتاق رہتی تھیں اور جہاں موقع مل جاتا پہنچ جاتیں۔ ام زیادؓ کہتی ہیں کہ خیبر کی لڑائی میں ہم چھ عورتیں جہاد میں شرکت کے لیے چل دیں، حضور اقدسؐ کو اطلاع ملی تو ہم کو بلایا حضورؐ کے چہرۂ انور پر غصّہ کے آثار تھے ارشاد فرمایا کہ تم کس کی اجازت سے آئیں اور کس کے ساتھ آئیں۔ ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ ہم کو اُون بٹنا آتا ہے اور جہاد میں اس کی ضرورت پڑتی ہے۔ زخموں کی دوائیں بھی ہمارے پاس ہیں اور کچھ نہیں تو مجاہدین کو تیر ہی پکڑانے میں مدد دیں گی اور جو بیمار ہوگا، اس کی دوا دارو کی مدد ہو سکے گا۔ ستو وغیرہ گھولنے اور پلانے میں کام دے دیں گی۔ حضورؐ نے ان کو ٹھہر جانے کی اجازت دے دی۔[۱]

فائدہ: حق تعالیٰ شانہٗ نے اس وقت عورتوں میں بھی کچھ ایسا ولولہ اور جرأت پیدا فرمائی تھی جو آجکل کے مردوں میں بھی نہیں ہے، دیکھئے یہ سب اپنے شوق سے خود ہی پہنچ گئیں اور کتنے کام اپنے کرنے کے تجویز کر لیے۔ حُنین کی لڑائی میں ام سلیمؓ باوجودیکہ حاملہ تھیں اور عبد اللہ بن ابی طلحہؓ پیٹ میں تھے، شریک ہوئیں اور ایک خنجر ساتھ لیے رہتی تھیں حضورؐ نے فرمایا یہ کس لیے ہے، عرض کیا کہ اگر کوئی کافر میرے پاس آئے گا تو اس کے پیٹ میں بھونک دوں گی، اس سے پہلے احد وغیرہ کی لڑائی میں بھی یہ شریک ہوتی تھیں زخمیوں کی دوا دارو اور بیماروں کی خدمت کرتی تھیں۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ اور ام سلیمؓ کو دیکھا کہ نہایت مستعدی سے مشک بھر کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں، اور جب خالی ہو جاتی تو پھر بھر لاتیں۔

حضرت ام حرامؓ کی غزوۃ البحر میں شرکت کی تمنّا | ۷۔ حضرت ام حرامؓ حضرت انسؓ کی خالہ تھیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے ان کے گھر تشریف لے جاتے اور کبھی دوپہر وغیرہ کو وہیں آرام بھی فرماتے تھے، ایک مرتبہ حضورؐ ان کے گھر آرام فرما رہے تھے کہ مسکراتے

[۱] ابو داؤد

ہوئے اٹھے۔ امِ حرامؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کس بات پر آپ مسکرا رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میری امت کے کچھ لوگ مجھے دکھلائے گئے جو سمندر پر لڑائی کے ارادہ سے اس طرح سوار ہوئے جیسے تختوں پر بادشاہ بیٹھے ہوں امِ حرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ دعا فرما دیجئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ مجھے بھی ان میں شامل فرمادیں، حضورؐ نے فرمایا تم بھی ان میں شامل ہو گی، اسکے بعد پھر حضورؐ نے آرام فرمایا اور پھر مسکراتے ہوئے اٹھے۔ امِ حرامؓ نے پھر مسکرانے کا سبب پوچھا، آپؐ نے پھر اسی طرح ارشاد فرمایا امِ حرامؓ نے پھر وہی درخواست کی یارسول اللہﷺ آپؐ دعا فرمادیں کہ میں بھی ان میں ہوں، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم پہلی جماعت میں ہو گی، چنانچہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں امیر معاویہؓ نے جو شام کے حاکم تھے جزائر قبرص پر حملہ کی اجازت چاہی حضرت عثمانؓ نے اجازت دے دی۔ امیر معاویہؓ نے ایک لشکر کے ساتھ حملہ فرمایا جس میں امِ حرامؓ بھی اپنے خاوند حضرت عبادہؓ کے ساتھ لشکر میں شریک ہوئیں اور واپسی پر ایک خچر پر سوار ہو رہی تھیں کہ وہ بدکا اور یہ اس پر سے گر گئیں، جس سے گردن ٹوٹ گئی اور انتقال فرما گئیں اور وہیں دفن ہوئیں۔ (بخاری)

فائدہ: یہ ولولہ تھا جہاد میں شرکت کا کہ ہر لڑائی میں شرکت کی دعا کرائی تھیں مگر چونکہ ان دونوں لڑائیوں میں سے پہلی لڑائی میں انتقال فرمانا متعین تھا، اس لیے دوسری لڑائی میں شرکت نہ کرسکیں اور اسی وجہ سے حضورؐ نے اس میں شرکت کی دعا بھی نہ فرمائی تھی۔

امِ سُلیمؓ کی بیٹے کے مرنے پر خاوند سے ہمبستری:

۸۔ امِ سُلیمؓ حضرت انسؓ کی والدہ تھیں جو اپنے پہلے خاوند یعنی حضرت انسؓ کے والد کی وفات کے بعد بیوہ ہو گئی تھیں اور حضرت انسؓ کی پرورش کے خیال سے کچھ دنوں تک نکاح نہیں کیا تھا، اسکے بعد حضرت ابو طلحہؓ سے نکاح کیا جن سے ایک صاحبزادہ ابو عُمیر پیدا ہوئے جن سے حضورِ اقدسؐ جب ان کے گھر تشریف لے جاتے تو ہنسی بھی فرمایا کرتے تھے، اتفاق سے ابو عمیر کا انتقال ہو گیا امِ سلیم نے ان کو نہلایا دھلایا کفن پہنایا اور ایک چارپائی پر لٹا دیا۔ ابو طلحہؓ

کا روزہ تھا، ام سلیمؓ نے ان کے لیے کھانا وغیرہ تیار کیا اور خود اپنے آپ کو بھی آراستہ کیا، خوشبو وغیرہ لگائی، رات کو خاوند آئے کھانا وغیرہ بھی کھایا بچہ کا حال دریافت کیا تو انہوں نے کہہ دیا کہ اب تو سکون ہے معلوم ہوتا ہے بالکل اچھا ہو گیا وہ بے فکر ہو گئے، رات کو خاوند نے صحبت بھی کی، صبح کو جب اٹھے تو کہنے لگیں کہ ایک بات دریافت کرنا تھی۔ اگر کوئی شخص کسی کو مانگی چیز دے دے، پھر وہ اسے واپس لینے لگے تو واپس کر دینا چاہیے یا روک لے واپس نہ کرے، وہ کہنے لگے کہ ضرور واپس کر دینا چاہیے روکنے کا کیا حق ہے مانگی چیز کا تو واپس کرنا ہی ضروری ہے۔ یہ سن کر ام سلیمؓ نے کہا کہ تمہارا لڑکا جو اللہ کی امانت تھا وہ اللہ نے لے لیا، ابو طلحہؓ کو اس پر رنج ہوا اور کہنے لگے کہ تم نے مجھ کو خبر بھی نہ کی۔ صبح کو حضورؐ کی خدمت میں ابو طلحہؓ نے اس سارے قصہ کو عرض کیا، تو حضورِ اقدس صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے دعا دی اور فرمایا کہ شاید اللہ جل شانہٗ اس رات میں برکت عطا فرما دیں

ایک انصاری کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کی دعا کی برکت دیکھی کہ اس رات کے حمل سے عبد اللہ بن ابی طلحہؓ پیدا ہوئے جن کے نو بچے پیدا ہوئے، سب نے قرآن شریف پڑھا۔ (فتح)

فائدہ: بڑے صبر اور ہمت کی بات ہے کہ اپنا بچہ مر جائے اور اس طرح اس کو برداشت کرے کہ خاوند کو بھی محسوس نہ ہونے دے، چونکہ خاوند کا روزہ تھا اس لیے خیال ہوا کہ خبر ہونے پر کھانا بھی مشکل ہوگا

اُمِّ حَبِیبہ کا اپنے باپ کو بستر پر نہ بٹھانا

۹۔ اُمُّ الْمُؤمِنِین حضرت اُمِّ حَبِیبہؓ حضورِ اقدس صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سے پہلے عبد اللہ بن جحش کے نکاح میں تھیں، دونوں میاں بیوی ساتھ ہی مسلمان ہوئے اور حبشہ کی ہجرت بھی اکٹھے ہی کی، وہاں جا کر خاوند مرتد ہو گیا اور اسی حالت میں انتقال کیا۔ حضرت ام حبیبہؓ نے یہ بیوگی کا زمانہ حبشہ ہی میں گذارا، حضورِ اقدس صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے وہیں نکاح کا پیام بھیجا اور حبشہ کے بادشاہ کی معرفت نکاح ہوا، جیسا کہ باب کے اِختتام پر بیبیوں کے بیان میں آئے گا۔ نکاح کے بعد مدینہ طیبہ

تشریف لائیں۔ صلح کے زمانہ میں ان کے باپ ابوسفیان مدینہ طیبہ آئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کی مضبوطی کے سلسلہ میں گفتگو کرنا تھی، بیٹی سے ملنے گئے، وہاں بستر بچھا ہوا تھا، اس پر بیٹھنے لگے تو حضرت ام حبیبہؓ نے وہ بستر الٹ دیا، باپ کو تعجب ہوا کہ بجائے بستر بچھانے کے اس بچھے ہوئے کو بھی الٹ دیا، پوچھا کہ یہ بستر میرے قابل نہیں تھا اس لیے لپیٹ دیا یا میں اس بستر کے قابل نہیں تھا حضرت ام حبیبہؓ نے فرمایا کہ یہ اللہ کے پاک اور پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اور تم بوجہ مشرک ہونے کے ناپاک ہو اس پر کیسے بٹھا سکتی ہوں۔ باپ کو اس بات سے بہت رنج ہوا اور کہا ام حبیبہؓ تم مجھ سے جدا ہونے کے بعد بری عادتوں میں مبتلا ہو گئیں۔ مگر ام حبیبہؓ کے دل میں حضورؐ کی جو عظمت تھی اس کے لحاظ سے وہ کب اس کو گوارا کر سکتی تھیں کہ کوئی ناپاک مشرک باپ ہو یا غیر ہو، حضورؐ کے بستر پر بیٹھ سکے۔

ایک مرتبہ حضورؐ سے چاشت کی بارہ رکعتوں کی فضیلت سنی تو ہمیشہ ان کو پابندی سے نبھا دیا، ان کے والد بھی جن کا قصہ ابھی گذرا ہے، بعد میں مسلمان ہو گئے تھے جب ان کا انتقال ہوا تو تیسرے دن خوشبو منگائی اور اس کو استعمال کیا اور فرمایا کہ مجھے نہ خوشبو کی ضرورت نہ رغبت مگر میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ عورت کو جائز نہیں کہ خاوند کے علاوہ کسی پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے، ہاں خاوند کے لیے چار مہینے دس دن ہیں، اس لیے خوشبو استعمال کرتی ہوں کہ سوگ نہ سمجھا جائے، جب خود اپنے انتقال کا وقت ہوا تو حضرت عائشہ رضؓ کو بلایا اور ان سے کہا کہ میرا تمہارا معاملہ سوکن کا تھا اور سوکنوں میں آپس میں کسی نہ کسی بات پر تھوڑی بہت رنجش ہو ہی جاتی ہے، اللہ مجھے بھی معاف فرما دیں اور تمہیں بھی، حضرت عائشہؓ نے فرمایا اللہ تمہیں سب معاف کرے اور درگذر فرمائے، یہ سنکر کہنے لگیں کہ تم نے مجھے اس وقت بہت ہی خوشی پہنچائی، اللہ تمہیں بھی خوش وخرم رکھے، اس کے بعد اسی طرح ام سلمہؓ کے پاس بھی آدمی بھیجا۔ (طبقات)

فائدہ :- سوکنوں کے تعلقات آپس میں اس قسم کے ہوتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کی صورت بھی دیکھنا نہیں چاہا کرتیں مگر ان کو یہ اہتمام تھا کہ دنیا کا جو معاملہ ہو وہ یہیں نمٹ جائے۔ آخرت کا بوجھ سر پہ نہ رہے اور حضورؐ کی عظمت اور محبت کا اندازہ تو اس بستر ہ کے معاملہ سے ہی ہو گیا۔

حضرت زینبؓ کا انگ کے معاملہ میں صفائی اور صدقہ

۱۰۔ ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ رشتہ میں حضورؐ اقدس کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔ شروع زمانہ میں ہی مسلمان ہو گئی تھیں۔ ابتدا میں آپ کا نکاح حضرت زیدؓ سے ہوا جو حضورؐ کے آزاد کیے ہوئے غلام تھے اور حضورؐ کے متبنّٰی بھی تھے جس کو لے پالک کہتے ہیں، اسی وجہ سے زید بن محمدؐ کہلاتے تھے، مگر حضرت زیدؓ سے حضرت زینب کا نباہ نہ ہو سکا تو انہوں نے طلاق دے دی حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ زمانہ جاہلیت کی ایک رسم ٹوٹے، وہ یہ کہ متبنّٰی بالکل ہی بیٹے جیسا ہوتا اور اس کی بیوی سے نکاح بھی نہ کرنا چاہیے۔ اس لیے اپنے نکاح کا پیام بھیجا، حضرت زینبؓ نے جواب دیا کہ میں اپنے رب سے مشورہ کر لوں یہ کہہ کر وضو کیا اور نماز کی نیت باندھی کہ اللہ سے مشورہ کیے بغیر میں کچھ جواب نہیں دیتی جس کی یہ برکت ہوئی کہ اللہ جل شانہ نے خود حضورؐ کا نکاح حضرت زینبؓ سے کیا اور قرآن پاک کی آیت فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ؀ (پس جب زیدؓ نے اپنی حاجت کو اس سے پورا کر لیا تو ہم نے اس کو تمہارے نکاح میں دے دیا تاکہ نہ رہے مومنین پر تنگی اپنے لے پالکوں کی بیبیوں کے بارہ میں جبکہ وہ اپنی حاجت ان سے پوری کر چکیں اور اللہ کا حکم ہو کر ہی رہا)

جب حضرت زینبؓ کو اس آیت کے نازل ہونے پر نکاح کی خوشخبری دی گئی تو جس نے یہ بشارت دی تھی اس کو وہ زیور نکال کر دے دیا جو وہ اس وقت پہن رہی تھی اور خود سجدہ میں گر گئیں اور دو مہینوں کے روزوں کی منت مانی۔ حضرت زینبؓ کو اس بات پر بجا طور پر فخر تھا کہ سب بیبیوں کا نکاح ان کے عزیز رشتہ داروں نے کیا مگر حضرت

زینبؓ کا نکاح آسمان پر ہوا اور قرآن پاک میں نازل ہوا، اسی وجہ سے حضرت عائشہؓ سے مقابلہ کی نوبت بھی آجاتی تھی کہ ان کو حضورِ اقدس کی سب سے زیادہ محبوبہ ہونے پر ناز تھا اور ان کو آسمان کے نکاح پر ناز تھا، لیکن اس کے باوجود حضرت عائشہؓ پر تہمت کے قصہ میں جب حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے مِنجُملہ اوروں کے ان سے بھی دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا کہ میں عائشہ میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتی، یہ تھی سچی دینداری، ورنہ یہ وقت تو سوکن کے اِلزام لگانے کا تھا اور خاوند کی نگاہ سے گرانے کا، بالخصوص اس سوکن کے جو لاڈلی بھی تھی مگر اس کے باوجود زور سے صفائی کی اور تعریف کی۔

حضرت زینبؓ بڑی بزرگ تھیں روزے بھی کثرت سے رکھتی تھیں اور نوافل بھی کثرت سے پڑھتی تھیں اپنے ہاتھ سے محنت بھی کرتی تھیں اور جو حاصل ہوتا تھا اس کو صدقہ کر دیتی تھیں۔ حضورؐ کے وصال کے وقت اَزواجِ مُطہرات نے پوچھا کہ ہم میں سب سے پہلے آپؐ سے کون سی بیوی ملے گی؟ آپؐ نے فرمایا جس کا ہاتھ لمبا ہو، وہ لکڑی لے کر ہاتھ ناپنے لگیں، لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ ہاتھ کے لمبا ہونے سے بہت زیادہ خرچ کرنا مراد تھا، چنانچہ سب سے پہلے حضرت زینبؓ ہی کا وصال ہوا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اَزواجِ مُطہرات کی تنخواہ مقرر فرمائی اور ان کے پاس ان کے حصہ کا مال بارہ ہزار درہم بھیجے تو یہ سمجھیں کہ یہ سب کا ہے۔ فرمانے لگیں، کہ تقسیم کے لیے تو اور بیبیاں زیادہ مناسب تھیں۔ قاصد نے کہا کہ یہ سب آپ ہی کا حصہ ہے اور تمام سال کے لیے ہے تو تعجب سے فرمانے لگیں، سبحان اللہ! اور منہ پر کپڑا ڈال لیا کہ اس مال کو دیکھیں بھی نہیں، اس کے بعد فرمایا کہ حجرہ کے کونہ میں ڈال دیا جائے اور اس پر ایک کپڑا ڈال دیا پھر برزہ سے فرمایا جو اس قصہ کو نقل کر رہے ہیں، کہ اس میں سے ایک مٹھی بھر کر فلاں کو دے آؤ اور ایک مٹھی فلاں کو، غرض رشتہ دار اور غریبوں بیواؤں کو ایک ایک مٹھی تقسیم فرمادیا، اس میں جب ذرا سا رہ گیا تو برزہ نے بھی خواہش ظاہر کی فرمایا کہ جو کپڑے کے نیچے رہ گیا ہو وہ تم لے جاؤ، وہ کہتے ہیں کہ میں نے جو رہ گیا تھا وہ لے لیا، گِنا تو پچاسی درہم تھے، اس کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ یا اللہ آئندہ سال یہ مال

مجھے نہ ملے کہ اس کے آنے میں بھی فتنہ ہے۔ چنانچہ دوسرے سال کی تنخواہ آنے سے پہلے ہی انکا انتقال ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی کہ وہ بارہ ہزار تو ختم کر دیے گئے تو انہوں نے ایک ہزار اور بھیجے کہ اپنی ضرورتوں میں خرچ کریں۔ انہوں نے وہ بھی اسی وقت تقسیم کر دیئے۔ باوجود کثرتِ فتوحات کے انتقال کے وقت نہ کوئی درہم چھوڑا نہ مال۔ صرف وہ گھر ترکہ تھا جس میں رہتی تھیں۔ صدقہ کی کثرت سے مَاوٰی الْمَسَاکِیْن (مساکین کا ٹھکانا) ان کا لقب تھا (طبقات)

ایک عورت کہتی ہیں کہ میں حضرت زینبؓ کے یہاں تھی اور ہم گیرو سے کپڑے رنگنے میں مصروف تھے۔ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تشریف لے آئے، ہم کو رنگتے ہوئے دیکھ کر واپس تشریف لے گئے۔ حضرت زینبؓ کو خیال پیدا ہوا کہ حضورؐ کو یہ چیز ناگوار ہوئی۔ سب کپڑوں کو جو رنگے تھے فوراً دھو ڈالا۔ دوسرے موقع پر حضورؐ تشریف لائے جب دیکھا کہ وہ رنگ کا منظر نہیں ہے تو اندر تشریف لائے (ابوداؤد)

فائدہ:۔ عورتوں کو بالخصوص مال سے جو محبت ہوتی ہے، وہ بھی مخفی نہیں اور رنگ وغیرہ سے جو اُنس ہوتا ہے وہ بھی محتاجِ بیان نہیں لیکن وہ بھی آخر عورتیں تھیں جو مال کا رکھنا جانتی ہی نہ تھیں اور حضورؐ کا معمولی سا اشارہ پاکر سارا رنگ دھو ڈالا۔

خنساءؓ کی اپنے چار بیٹوں سمیت جنگ میں شرکت

۱۱۔ حضرت خنساءؓ مشہور شاعرہ ہیں، اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ مدینہ آکر مسلمان ہوئیں۔ ابنِ اثیر کہتے ہیں کہ اہلِ علم کا اس پر اتفاق ہے کہ کسی عورت نے ان سے بہتر شعر نہیں کہا نہ ان سے پہلے نہ انکے بعد۔ حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں ۱۶ھ میں قادسیہ کی لڑائی ہوئی، جس میں خنساءؓ اپنے چاروں بیٹوں سمیت شریک ہوئیں، لڑکوں کو ایک دن پہلے بہت نصیحت کی اور لڑائی میں شرکت پر بہت ابھارا، کہنے لگیں کہ میرے بیٹو! تم اپنی خوشی سے مسلمان ہوئے ہو، اور اپنی ہی خوشی سے تم نے ہجرت کی۔ اس ذات کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ جس طرح تم ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہو، اسی طرح ایک باپ کی اولاد ہو۔ میں نے نہ تمہارے باپ سے خیانت کی نہ تمہارے ماموں کو رسوا کیا۔ نہ میں نے

تمہاری شرافت میں کوئی دھبہ لگایا نہ تمہارے نسب کو میں نے خراب کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ جل شانہ نے مسلمانوں کے لیے کافروں سے لڑائی میں کیا کیا ثواب رکھا ہے، تمہیں یہ بات بھی یاد رکھنا چاہیے کہ آخرت کی باقی رہنے والی زندگی دنیا کی فنا ہوجانے والی زندگی سے کہیں بہتر ہے، اللہ جل شانہ کا پاک ارشاد ہے، یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ؕ (اے ایمان والو تکالیف پر صبر کرو اور کفار کے مقابلہ میں صبر کرو اور مقابلہ کے لیے تیار رہو تاکہ تم پورے کامیاب ہو[1] لہذا کل صبح کو جب تم صحیح وسالم اٹھو تو بہت ہوشیاری سے لڑائی میں شریک ہو اور اللہ تعالیٰ سے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد مانگتے ہوئے بڑھو اور جب تم دیکھو کہ لڑائی زور پر آگئی اور اس کے شعلے بھڑکنے لگیں تو اس کی گرم آگ میں گھس جانا اور کافروں کے سردار کا مقابلہ کرنا، انشاء اللہ جنت میں اکرام کے ساتھ کامیاب ہوکر رہوگے۔

چنانچہ جب صبح کو لڑائی زوروں پر ہوئی تو چاروں لڑکوں میں سے ایک ایک نمبروار آگے بڑھتا تھا، اور اپنی ماں کی نصیحت کو اشعار میں پڑھ کر اُمنگ پیدا کرتا تھا اور جب شہید ہوجاتا تو اسی طرح دوسرا بڑھتا تھا اور شہید ہونے تک لڑتا رہتا تھا، بالآخر چاروں شہید ہوئے اور جب ماں کو چاروں کے شہید ہونے کی خبر ہوئی تو انہوں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے کہ جس نے ان کی شہادت سے مجھے شرف بخشا، مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ اس کی رحمت کے سایہ میں ان چاروں کے ساتھ میں بھی رہوں گی۔[2]

فائدہ:- ایسی بھی اللہ کی بندی مائیں ہوتی ہیں جو چاروں جوان بیٹوں کو لڑائی کی تیزی اور زور میں گھس جانے کی ترغیب دیں اور جب چاروں شہید ہوجائیں اور ایک ہی وقت میں سب کام آجائیں تو اللہ کا شکر ادا کریں۔

حضرت صفیہؓ کا یہودی کو تنہا مارنا

(۱۲) حضرت صفیہؓ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی اور حضرت حمزہؓ کی حقیقی بہن تھیں، اُحد کی لڑائی میں شریک ہوئیں اور جب مسلمانوں کو کچھ شکست ہوئی اور بھاگنے لگے تو وہ برچھا ان کے منہ پر مار کر واپس کرتی تھیں۔ غزوہ

---

[1] بیان القرآن [2] اسد الغابہ

خندق میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سب مستورات کو ایک قلعہ میں بند فرما دیا تھا، اور حضرت حسّان بن ثابت رضؓ کو بطور محافظ کے چھوڑ دیا تھا، یہود کے لیے یہ موقع بہت غنیمت تھا کہ وہ تو اندرونی دشمن تھے ہی، یہود کی ایک جماعت نے عورتوں پر حملہ کا ارادہ کیا اور ایک یہودی حالات معلوم کرنے کے لیے قلعہ پر پہنچا حضرت صفیہؓ نے کہیں سے دیکھ لیا، حضرت حسّانؓ سے کہا کہ یہ یہودی موقع دیکھنے آیا ہے۔ تم قلعہ سے باہر نکلو اور اس کو مار دو وہ ضعیف تھے اور ضعف کی وجہ سے ان کی ہمت نہ ہوئی تو حضرت صفیہؓ نے ایک خیمے کا کھونٹا اپنے ہاتھ میں لیا اور خود نکل کر اس کا سر کچل دیا۔ پھر قلعہ میں واپس آ کر حضرت حسان سے کہا کہ چونکہ وہ یہودی مرد نامحرم تھا اس لیے میں نے اس کا سامان اور کپڑے نہیں اتارے تم اس کے سب کپڑے اتار لاؤ اور سر بھی کاٹ لاؤ۔ حضرت حسانؓ ضعف کی وجہ سے اس کی بھی ہمت نہ کر سکے تو دوبارہ تشریف لے گئیں اور اس کا سر کاٹ لائیں اور دیوار پر چڑھ کر یہود کے مجمع میں پھینک دیا، وہ دیکھ کر کہنے لگے کہ ہم تو پہلے ہی سمجھتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عورتوں کو بالکل تنہا نہیں چھوڑ سکتے، ضرور ان کے محافظ مرد اندر موجود ہیں۔

فائدہ:- ۲۰ھ میں حضرت صفیہؓ کا وصال ہوا، اسوقت ان کی عمر تہتّر سال کی تھی، اس لحاظ سے خندق کی لڑائی جو ۵ھ میں ہوئی ان کی عمر اٹھاون سال کی ہوئی۔ آجکل اس عمر کی عورتوں کو گھر کا کام کاج بھی دو بھر ہو جاتا ہے، چہ جائیکہ ایک مرد کو اس طرح تنہا قتل کر دینا اور ایسی حالت میں کہ یہ تنہا عورتیں اور دوسری جانب یہود کا مجمع کثیر۔

اسماءؓ کا عورتوں کے اجر کے بارے میں سوال،

۱۳۔ اسماءؓ بنت یزید انصاری صحابیہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، میں مسلمان عورتوں کی طرف سے بطور قاصد کے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں، بے شک آپ کو اللہ جل شانہٗ نے مرد اور عورت دونوں کی طرف نبی بنا کر بھیجا، اس لیے ہم عورتوں کی جماعت آپ پر ایمان لائی اور اللہ پر

ایمان لائی لیکن ہم عورتوں کی جماعت مکانوں میں گھری رہتی ہے۔ پردوں میں بند رہتی ہے مردوں کے گھروں میں گڑی رہتی ہے اور مردوں کی خواہشیں ہم سے پوری کی جاتی ہیں۔ ہم ان کی اولاد کو پیٹ میں اٹھاتے رہتی ہیں اور ان سب باتوں کے باوجود مرد بہت سے ثواب کے کاموں میں ہم سے بڑھے رہتے ہیں۔ جمعہ میں شریک ہوتے ہیں۔ جماعت کی نمازوں میں شریک ہوتے ہیں۔ بیماروں کی عیادت کرتے ہیں جنازوں میں شرکت کرتے ہیں۔ حج پر حج کرتے رہتے ہیں اور اس سب سے بڑھ کر جہاد کرتے رہتے ہیں اور جب وہ حج، عمرہ یا جہاد کے لیے جاتے ہیں تو ہم عورتیں ان کے مالوں کی حفاظت کرتی ہیں ان کے لیے کپڑا بنتی ہیں، ان کی اولاد کو پالتی ہیں کیا ہم ثواب میں ان کی شریک نہیں؟ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یہ سن کر صحابہؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا تم نے دین کے بارے میں اس عورت سے بہتر سوال کرنے والی کوئی سنی؟ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ ہم کو خیال بھی نہ تھا کہ عورت بھی ایسا سوال کرسکتی ہے اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسماءؓ کی طرف متوجہ ہوتے اور ارشاد فرمایا کہ غور سے سن اور سمجھ اور جن عورتوں نے تجھ کو بھیجا ہے ان کو بتا دے کہ عورت کا اپنے خاوند کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور اس کی خوشنودی کو ڈھونڈنا اور اس پر عمل کرنا ان سب چیزوں کے ثواب کے برابر ہے۔ اسماءؓ یہ جواب سن کر نہایت خوش ہوتی ہوئی واپس ہوگئیں۔[1]

فائدہ:- عورتوں کا اپنے خاوندوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا اور ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنا بہت ہی قیمتی چیز ہے۔ مگر عورتیں اس سے بہت ہی غافل ہیں صحابہؓ کرام نے ایک مرتبہ حضور اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ عجمی لوگ اپنے بادشاہوں اور سرداروں کو سجدہ کرتے ہیں۔ آپؐ اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ ہم آپ کو سجدہ کیا کریں۔ حضورؐ اقدس نے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اگر میں اللہ کے سوا کسی کو سجدہ کا حکم کرتا تو عورتوں کو حکم کرتا کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کیا کریں۔ پھر حضورؐ نے فرمایا اس ذات

---

[1] اسد الغابہ

کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ عورت اپنے رب کا حق اس وقت تک ادا نہیں کر سکتی جب تک کہ خاوند کا حق ادا نہ کرے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ ایک اونٹ آیا اور حضورؐ کو سجدہ کیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ جب یہ جانور آپ کو سجدہ کرتا ہے تو ہم زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں۔ حضورؐ نے منع فرمایا اور یہی ارشاد فرمایا کہ اگر میں کسی کو حکم کرتا کہ کسی کو اللہ کے سوا سجدہ کرے تو عورت کو حکم کرتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو عورت ایسی حالت میں مرے کہ خاوند اس سے راضی ہو وہ جنت میں جائے گی، ایک حدیث میں آیا ہے، کہ اگر عورت خاوند سے ناراض ہو کر علیحدہ رات گذارے تو فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں، ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو آدمیوں کی نماز قبولیت کے لیے آسمان کی طرف اتنی بھی نہیں جاتی کہ سر سے اوپر ہی ہو جائے ایک وہ غلام جو اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہو اور ایک وہ عورت جو خاوند کی نافرمان ہو۔[1]

۱۴۔ اُمِ عمارہؓ کا اسلام اور جنگ میں شرکت

ام عمارہؓ انصاریہ ان عورتوں میں ہیں جو اسلام کے شروع زمانہ میں مسلمان ہوئیں اور بیعۃ العقبہ میں شریک ہوئیں (عقبہ کے معنی گھاٹی کے ہیں حضورؐ اول چھپ کر مسلمان کرتے تھے۔ کیونکہ مشرک و کافر لوگ نو مسلموں کو سخت تکلیف پہنچاتے تھے، مدینہ کے کچھ لوگ حج کے زمانہ میں آتے تھے اور منیٰ کے پہاڑ میں ایک گھاٹی میں چھپ کر مسلمان ہوتے تھے۔ تیسری مرتبہ جو لوگ مدینہ سے آتے ان میں یہ بھی تھیں) ہجرت کے بعد جب لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا تو یہ اکثر لڑائیوں میں شریک ہوئیں، بالخصوص اُحد، حُدَیبیہ، خَیبر، عُمرۃُ القَضَاء، حُنَین اور یمامہ کی لڑائیوں میں۔ اُحد کی لڑائی کا قصہ خود ہی سناتی ہیں کہ مشکیزہ پانی کا بھر کر اُحد کو چلدی کہ دیکھوں کہ مسلمانوں پر کیا گذری اور کوئی پیاسا زخمی ملا تو پانی پلادوں گی، اسوقت ان کی عمر تینتالیس ۴۳ برس تھی، ان کے خاوند اور دو بیٹے بھی جنگ میں شریک تھے۔ مسلمانوں کو غلبہ اور فتح ہو رہی تھی مگر تھوڑی دیر میں جب کافروں کا غلبہ ظاہر ہونے لگا تو میں حضورؐ کے قریب پہنچ گئی اور جو

---

[1] جمع الفوائد

کافر ادھر کا رخ کرتا تھا اس کو ہٹاتی تھی، ابتدا میں ان کے پاس ڈھال بھی نہ تھی۔ بعد میں ملی جس پر کافروں کا حملہ روکتی تھیں، کمر پر ایک کپڑا باندھ رکھا تھا جس کے اندر مختلف چیتھڑے بھرے ہوئے تھے، جب کوئی زخمی ہو جاتا تو ایک چیتھڑا نکالتیں اور جلا کر اس زخم میں بھر دیتیں، خود بھی کئی جگہ سے زخمی ہوئیں بارہ تیرہ زخم آئے جن میں ایک بہت سخت تھا۔ ام سعیدؓ کہتی ہیں کہ میں نے ان کے مونڈھے پر ایک بہت گہرا زخم دیکھا میں نے پوچھا کہ یہ کس طرح پڑا تھا کہنے لگیں کہ احد کی لڑائی میں جب لوگ ادھر ادھر پریشان پھر رہے تھے تو ابن قمیہ یہ کہتا ہوا بڑھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہیں، مجھے کوئی بتا دو کہ کدھر ہیں۔ اگر آج وہ بچ گئے تو میری نجات نہیں مُصْعَبْ بن عمیرؓ اور چند آدمی اس کے سامنے آگئے جن میں میں بھی تھی، اس نے میرے مونڈھے پر وار کیا۔ میں نے بھی اس پر کئی وار کیے مگر اس پر دوہری زرہ تھی، اس لیے زرہ سے حملہ رک جاتا تھا، یہ زخم ایسا سخت تھا کہ سال بھر تک علاج کیا مگر اچھا نہ ہوا، اسی دوران میں حضورؐ نے حمراء الاسد کی لڑائی کا اعلان فرما دیا ام عمارہؓ بھی تیار ہو گئیں مگر پہلا زخم بالکل ہرا تھا اس لیے شریک نہ ہو سکیں۔ حضورؐ جب حمراء الاسد سے واپس آئے تو سب سے پہلے ام عمارہؓ کی خیریت معلوم کی اور جب معلوم ہوا کہ افاقہ ہے تو بہت خوش ہوئے، اس زخم کے علاوہ احد کی لڑائی میں اور بھی بہت سے زخم آئے تھے۔ ام عمارہؓ کہتی ہیں کہ اصل میں وہ لوگ گھوڑے سوار تھے اور ہم پیدل، اگر وہ بھی ہماری طرح سے پیدل ہوتے جب بات تھی، اس وقت اصل مقابلہ کا پتہ چلتا۔ جب گھوڑے پر کوئی آتا تو مجھے مارتا، میں اس کے حملوں کو ڈھال پر روکتی رہتی اور جب وہ مجھ سے منہ موڑ کر دوسری طرف جاتا تو میں اس کے گھوڑے کی ٹانگ پر حملہ کرتی اور وہ کٹ جاتی جس سے وہ بھی گرتا اور سوار بھی، اور جب وہ گرتا تو حضورؐ میرے لڑکے کو آواز دے کر میری مدد کے لیے بھیجتے۔ میں اور وہ دونوں مل کر اس کو نمٹا دیتے، ان کے بیٹے عبداللہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ میرے بائیں بازو پر زخم آیا اور خون تھمتا نہ تھا حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس پر پٹی باندھ لو میری والدہ آئیں اپنی کمر میں سے کچھ کپڑا نکالا۔ پٹی باندھی اور کہنے لگیں کہ جا کافروں سے مقابلہ کر۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس منظر کو دیکھ رہے تھے فرمانے

لگے۔ اُمِ عمارہؓ اتنی ہمت کون رکھتا ہوگا جتنی تو رکھتی ہے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوران میں ان کو اور ان کے گھرانہ کو کئی بار دعائیں بھی دیں اور تعریف بھی فرمائی۔ اُمِ عمارہؓ کہتی ہیں کہ اسی وقت ایک کافر سامنے آیا تو حضورؐ نے مجھ سے فرمایا کہ یہی ہے جس نے تیرے بیٹے کو زخمی کیا ہے میں بڑھی اور اس کی پنڈلی پر وار کیا جس سے وہ زخمی ہوا اور ایک دم بیٹھ گیا۔ حضورؐ مسکرائے اور فرمایا کہ بیٹے کا بدلہ لے لیا۔ اس کے بعد ہم لوگ آگے بڑھے اور اس کو نمٹا دیا۔ حضورؐ نے جب ہم لوگوں کو دعائیں دیں تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ دعا فرمائیے کہ حق تعالیٰ شانہٗ جنت میں آپ کی رفاقت نصیب فرمائیں۔ جب حضورؐ نے اس کی دعا فرما دی تو کہنے لگیں کہ اب مجھے کچھ پرواہ نہیں کہ دنیا میں مجھ پر کیا کیا مصیبت گذری۔

احد کے علاوہ اور بھی کئی لڑائیوں میں ان کی شرکت اور کارنامے ظاہر ہوئے ہیں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب ارتداد کا زور شور ہوا اور یمامہ میں زبردست لڑائی ہوئی اس میں بھی اُمِ عمارہؓ شریک ہوئیں، ان کا ایک ہاتھ بھی اس میں کٹ گیا تھا اور اس کے علاوہ گیارہ زخم بدن پر آئے تھے، انہی زخموں کی حالت میں مدینہ طیبہ پہنچیں۔[1]

فائدہ:۔ ایک عورت کے یہ کارنامے ہیں جن کی عمر اُحد کی لڑائی میں تینتالیس برس کی تھی جیسا کہ پہلے گذرا اور یمامہ کی لڑائی میں تقریباً باون برس تھی۔ اس عمر میں ایسے معرکوں میں اس طرح شرکت کرامت ہی کہی جاسکتی ہے۔

اُمِ حکیم کا اسلام اور جنگ میں شرکت

۱۵۔ اُمِ حکیم بنت حارث جو عکرمہ بن ابی جہل کی بیوی تھیں اور کفار کی طرف سے احد کی لڑائی میں بھی شریک ہوئی تھیں جب مکہ مکرمہ فتح ہوگیا تو مسلمان ہوگئیں، خاوند سے بہت زیادہ محبت تھی مگر وہ اپنے باپ کے اثر کی وجہ سے مسلمان نہیں ہوتے تھے، اور جب مکہ فتح ہوگیا تو یمن بھاگ گئے تھے، انہوں نے حضورؐ سے اپنے خاوند کے لیے امن چاہا اور خود یمن پہنچیں خاوند

[1] طبقات

کو بڑی مشکل سے واپس آنے پر راضی کیا اور کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار سے ان کے دامن ہی میں پناہ مل سکتی ہے تم میرے ساتھ چلو، وہ مدینہ طیبہ واپس آکر مسلمان ہوئے اور دونوں میاں بیوی خوش وخرم رہے، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب روم کی لڑائی ہوئی تو اس میں عکرمہؓ بھی شریک ہوئے اور یہ بھی ساتھ تھیں، حضرت عکرمہؓ اس میں شہید ہو گئے تو خالد بن سعیدؓ نے ان سے نکاح کر لیا، اور اسی سفر میں مرج الصفر ایک جگہ کا نام ہے وہاں رخصتی کا ارادہ کیا۔ بیوی نے کہا کہ ابھی دشمنوں کا جمگھٹا ہے اس کو نمٹنے دیجئے، خاوند نے کہا مجھے اس معرکہ میں اپنے شہید ہونے کا پورا یقین ہے، وہ بھی چپ ہو گئیں اور وہیں ایک منزل پر خیمہ میں رخصتی ہوئی۔ صبح کو ولیمہ کا انتظام ہو ہی رہا تھا کہ رومیوں کی فوج چڑھ آئی اور گھمسان کی لڑائی ہوئی جس میں خالد بن سعیدؓ شہید ہوئے ام حکیمؓ نے اس خیمہ کو اکھاڑا جس میں رات گذاری تھی اور اپنا سب سامان باندھا اور خیمہ کا کھونٹا لے کر خود بھی مقابلہ کیا اور سات آدمیوں کو تن تنہا قتل کیا۔[1]

فائدہ: ہمارے زمانہ کی کوئی عورت تو درکنار مرد بھی ایسے وقت میں نکاح کو تیار نہ ہوتا اور اگر نکاح ہو بھی جاتا تو اس اچانک شہادت پر روتے روتے نہ معلوم کتنے دن سوگ میں گذرتے، اس اللہ کی بندی نے خود بھی جہاد شروع کر دیا اور عورت ہو کر سات آدمیوں کو قتل کیا۔

۱۶- حضرت سمیہؓ ام عمار کی شہادت

سمیہؓ بنت خیاط حضرت عمارؓ کی والدہ تھیں جن کا قصہ پہلے باب کے ساتویں نمبر پر گذر چکا ہے یہ بھی اپنے خاوند حضرت یاسرؓ کی طرح اسلام کی خاطر قسم قسم کی تکلیفیں اور مشقتیں برداشت کرتی تھیں مگر اسلام کی سچی محبت جو دل میں گھر کر چکی تھی اس میں ذرا بھی فرق نہ آتا تھا ان کو گرمی کے وقت سخت دھوپ میں کنکریوں پر ڈالا جاتا تھا اور لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں کھڑا کیا جاتا تھا تاکہ دھوپ سے لوہا تپنے لگے اور اس کی گرمی سے تکلیف میں زیادتی ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ادھر سے گذر ہوتا تو صبر کی تلقین فرماتے اور جنت کا وعدہ فرماتے۔ ایک مرتبہ حضرت سمیہؓ کھڑی تھیں

---

[1] اسد الغابہ

کہ ابوجہل کا اُدھر کو گذر ہوا، برا بھلا کہا اور غصہ میں برچھا شرمگاہ پر مارا جس کے زخم سے اِنتقال فرما گئیں، اسلام کی خاطر سب سے پہلی شہادت انہی کی ہوئی۔ [1]

فائدہ: عورتوں کا اس قدر صبر ہمّت اور اِستقلال قابلِ رشک ہے لیکن بات یہ ہے کہ جب آدمی کے دل میں کوئی چیز گھر کر جاتی ہے تو اس کو ہر بات سہل ہو جاتی ہے، اب بھی عشق کے بیسیوں قصے اس قسم کے سننے میں آتے ہیں کہ جان دے دی مگر یہی جان دینا اگر اللہ کے راستہ میں ہو دین کی خاطر ہو تو دوسری زندگی میں جو مرنے کے ساتھ ہی شروع ہو جاتی ہے سُرخروئی کا سبب ہے اور اگر کسی دنیاوی غرض سے ہو تو دنیا تو گئی تھی ہی آخرت بھی برباد ہوئی۔

حضرت اَسماء بنتِ ابی بکرؓ کی زندگی اور تنگی:

۱۷۔ حضرت اَسماء بنتِ ابی بکرؓ حضرت ابوبکرؓ کی بیٹی اور عبد اللہ بن زبیرؓ کی والدہ اور حضرت عائشہؓ کی سوتیلی بہن مشہور صحابیات میں سے ہیں۔ شروع ہی میں مسلمان ہو گئی تھیں، کہتے ہیں کہ سترہ ۱۷ آدمیوں کے بعد یہ مسلمان ہوئی تھیں۔ ہجرت سے ستائیس سال پہلے پیدا ہوئیں اور جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ پہنچ گئے تو حضرت زیدؓ وغیرہ کو بھیجا کہ ان دونوں حضرات کے اہل وعیال کو لے آئیں۔ انکے ساتھ ہی حضرت اَسماءؓ بھی چلی آئیں جب قباء میں پہنچیں تو عبد اللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے اور ہجرت کے بعد سب سے پہلی پیدائش ان کی ہوئی۔

اس زمانہ کی عام غربت، تنگدستی، فقر و فاقہ مشہور و معروف ہیں، اور اس کے ساتھ ہی اس زمانہ کی ہمّت جفاکشی، بہادری جُراَت ضربُ المثل ہیں۔ بخاری میں حضرت اسماءؓ کا طرزِ زندگی خود ان کی زبان سے نقل کیا ہے۔ فرماتی ہیں کہ جب میرا نکاح زبیرؓ سے ہوا تو ان کے پاس نہ مال تھا نہ جائیداد نہ کوئی خادم کام کرنے والا نہ کوئی اور چیز، ایک اونٹ پانی لاد کر لانے والا تھا اور ایک گھوڑا۔ میں ہی اونٹ کے لیے گھاس وغیرہ لاتی تھی، اور کھجور کی گٹھلیاں کوٹ کر دانہ کے طور پر کھلاتی تھی، خود ہی پانی بھر کر لاتی اور پانی کا ڈول پھٹ جاتا

---

[1] اسد الغابہ

تو اس کو خود ہی سیتی تھی اور خود ہی گھوڑے کی ساری خدمت گھاس دانہ وغیرہ کرتی تھی، اور گھر کا سارا کار وبار بھی انجام دیتی تھی مگر ان سب کاموں میں مجھے گھوڑے کی خبر گیری اور خدمت میرے لیے زیادہ مُشقّت کی چیز تھی، روٹی البتہ مجھے اچھی طرح پکانا نہیں آتی تھی۔ میں آٹا گوندھ کر اپنے پڑوس کی انصار عورتوں کے یہاں لے جاتی وہ بڑی سچی مخلص عورتیں تھیں۔ میری روٹی بھی پکا دیتی تھیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچنے پر زبیرؓ کو ایک زمین جاگیر کے طور پر دے دی جو دو میل کے قریب تھی۔ میں وہاں سے اپنے سر پر کھجور کی گٹھلیاں لاد کر لایا کرتی تھی میں ایک مرتبہ اسی طرح آرہی تھی اور گٹھڑی میرے سر پر تھی۔ راستہ میں حضورؐ مل گئے اونٹ پر تشریف لا رہے تھے، اور انصار کی ایک جماعت ساتھ تھی۔ حضورؐ نے مجھے دیکھ کر اونٹ ٹھہرایا اور اس کو بیٹھنے کا اشارہ کیا، تاکہ میں اس پر سوار ہو جاؤں۔ مجھے مردوں کے ساتھ جاتے ہوتے شرم آئی اور یہ بھی خیال آیا کہ زبیرؓ کو غیرت بہت ہی زیادہ ہے، ان کو بھی یہ ناگوار ہوگا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے انداز سے سمجھ گئے کہ مجھے اس پر بیٹھتے ہوتے شرم آتی ہے۔ حضورؐ تشریف لے گئے۔ میں گھر آئی اور زبیرؓ کو قصہ سنایا کہ اس طرح حضورؐ ملے اور یہ ارشاد فرمایا، مجھے شرم آئی اور تمہاری غیرت کا بھی خیال آیا۔ زبیرؓ نے کہا کہ خدا کی قسم تمہارا گٹھلیاں سر پر رکھ کر لانا میرے لیے اس سے زیادہ گراں ہے، مگر مجبوری یہ تھی کہ یہ حضرات خود تو زیادہ تر جہاد میں اور دین کے دوسرے امور میں مشغول رہتے تھے، اس لیے گھر کے کاروبار عام طور پر عورتوں کو کرنا پڑتے تھے۔ اس کے بعد میرے باپ حضرت ابوبکرؓ نے ایک خادم جو حضورؐ نے ان کو دیا تھا میرے پاس بھیج دیا جس کی وجہ سے گھوڑے کی خدمت سے مجھے خلاصی ملی گویا بڑی قید سے میں آزاد ہو گئی۔ (بخاری، فتح)

فائدہ:- عرب کا دستور پہلے بھی تھا اور اب بھی ہے کہ کھجور کی گٹھلیاں کوٹ کر یا چکی میں ڈال کر پھر پانی میں بھگو کر دانہ کے طور پر جانوروں کے کھلاتے ہیں۔

۱۸۔ رجب حضرت ابوبکرؓ ہجرت فرما کر تشریف لے جا رہے تھے	حضرت ابوبکرؓ کا ہجرت کے وقت سارا مال لے جانا اور حضرت اسماءؓ کا اپنے دادا کو اطمینان دلانا:

تو اس خیال سے کہ نہ معلوم راستہ میں کیا ضرورت درپیش ہو کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی ساتھ تھے اس لیے جو کچھ مال اس وقت موجود تھا جس کی مقدار پانچ چھ ہزار درہم تھی وہ سب ساتھ لے گئے تھے، ان حضرات کے تشریف لے جانے کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے والد ابوقحافہؓ جو نابینا ہو گئے تھے اور اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، پوتیوں کے پاس تسلی کے لیے آئے آکر افسوس سے کہنے لگے کہ میرا خیال ہے ابوبکرؓ نے اپنے جانے کا صدمہ بھی تم کو پہنچایا اور مال بھی شاید سب لے گیا کہ دوسری مشقت تم پر ڈالی۔ اسماءؓ کہتی ہیں میں نے کہا نہیں دادا ابا وہ تو سب کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ یہ کہہ کر میں نے چھوٹی چھوٹی پتھریاں جمع کر کے گھر کے اس طاق میں رکھ دیں جس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے درہم پڑے رہتے تھے اور ان پر ایک کپڑا ڈال کر دادے کا ہاتھ اس کپڑے پر رکھ دیا جس سے انہوں نے ہاتھ سے یہ اندازہ کیا کہ درہم بھرے ہوئے ہیں، کہنے لگے، خیر یہ اس نے اچھا کیا۔ تمہارے گذارہ کی صورت اس میں ہو جائے گی۔ اسماءؓ کہتی ہیں کہ خدا کی قسم کچھ بھی نہیں چھوڑا تھا، مگر میں نے دادے کی تسلی کے لیے یہ صورت اختیار کی کہ ان کو اس کا صدمہ نہ ہو۔ (مسند احمد)

فائدہ:۔ یہ دل گردے کی بات ہے ورنہ دادے سے زیادہ ان لڑکیوں کو صدمہ ہونا چاہیے تھا اور جتنی بھی شکایت اس وقت دادا کے سامنے کرتیں درست تھا کہ اس وقت کا ظاہری سہارا انہی پر تھا، ان کے متوجہ کرنے کی بظاہر بہت ضرورت تھی کہ ایک تو باپ کی جدائی دوسرے گذارہ کی کوئی صورت ظاہرا نہیں، پھر مکہ والے عام طور سے دشمن اور بے تعلق۔ مگر اللہ جل شانہ نے ایک ایک ادا ان حضرات کو مرد ہوں یا عورت ایسی عطا فرمائی تھی کہ رشک آنے کے سوا کچھ بھی نہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اول میں نہایت مالدار اور بہت بڑے تاجر تھے لیکن اسلام اور اللہ کی راہ میں یہاں تک خرچ فرمایا کہ غزوۂ تبوک میں جو کچھ گھر میں تھا سب ہی کچھ لا دیا جیسا کہ چھٹے باب کے چوتھے قصہ میں مفصل گذرا ہے، اسی وجہ سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں پہنچایا جتنا ابوبکرؓ کے مال نے ... میں ہر شخص کے احسانات

کا بدلہ دے چکا ہوں مگر ابو بکرؓ کے احسانات کا بدلہ اللہ ہی دیں گے۔

حضرت اسماءؓ کی سخاوت

۱۹۔ حضرت اسماءؓ بڑی سخی تھیں، اوّل جو کچھ خرچ کرتی تھیں اندازہ سے ناپ تول کر خرچ کرتی تھیں مگر جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ باندھ باندھ کر نہ رکھا کرو اور حساب نہ لگایا کرو جتنا بھی قدرت میں ہو خرچ کیا کرو، تو پھر خوب خرچ کرنے لگیں اپنی بیٹیوں اور گھر کی عورتوں کو نصیحت کیا کرتی تھیں کہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے اور صدقہ کرنے میں ضرورت سے زیادہ ہونے اور بچنے کا انتظار نہ کیا کرو کہ اگر ضرورت سے زیادتی کا انتظار کرتی رہو گی تو ہونے کا ہی نہیں (کہ ضرورت خود بڑھتی رہتی ہے) اور اگر صدقہ کرتی رہو گی تو صدقہ میں خرچ کر دینے سے نقصان میں نہ رہو گی۔[1]

فائدہ: ان حضرات کے پاس جتنی تنگی اور ناداری تھی اتنی ہی صدقہ خیرات اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی گنجائش اور وسعت تھی۔ آجکل مسلمانوں میں افلاس و تنگی کی عام شکایت ہے مگر شاید ہی ایسی کوئی جماعت نکلے جو پیٹ پر پتھر باندھ کر گذر کرتی ہو یا ان پر کئی کئی دن کا مسلسل فاقہ ہو جاتا ہو،

حضرت زینبؓ حضورؐ کی بیٹی کی ہجرت اور انتقال

۲۰۔ جہاں کے سردار حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ نبوت سے دس برس پہلے جب کہ حضورؐ کی عمر شریف تیس برس کی تھی پیدا ہوئیں اور خالہ زاد بھائی اَبُو العَاص بن ربیع سے نکاح ہوا۔ ہجرت کے وقت حضور کے ساتھ نہ جا سکیں، ان کے خاوند بدر کی لڑائی میں کُفّار کے ساتھ شریک ہوئے۔ اہل مکہ نے جب اپنے قیدیوں کی رہائی کے لیے فدیے ارسال کیے تو حضرت زینبؓ نے بھی اپنے خاوند کی رہائی کے لیے مال بھیجا جس میں وہ ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہؓ نے جہیز میں دیا تھا۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو حضرت خدیجہؓ کی یاد تازہ ہو گئی۔ آبدیدہ ہو گئے اور صحابہؓ کے مشورہ سے یہ طے پایا کہ ابو العاص کو بلا فدیہ کے اس شرط پر رہا کر دیا جائے کہ وہ واپس جا کر حضرت زینبؓ کو مدینہ طیبہ بھیج دیں۔ حضورؐ نے دو آدمی حضرت زینبؓ کو لینے کے لیے ساتھ کر دیے کہ وہ مکہ سے

[1] طبقات

ہمراہ ہو جائیں اور ان کے پاس تک اَبُو العَاص پہنچا دیں۔ چنانچہ حضرت زینب اپنے دیور کنانہ کے ساتھ اونٹ پر سوار ہو کر روانہ ہوئیں کفّار کو جب اس کی خبر ہوئی تو آگ بگولہ ہو گئے، اور ایک جماعت مُزاحمت کے لیے پہنچ گئی۔ جن میں ہبار بن اسود جو حضرت خدیجہؓ کا چچا زاد بھائی کا لڑکا تھا اور اس لحاظ سے حضرت زینبؓ کا بھائی ہوا وہ اور اس کے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا، ان دونوں میں سے کسی نے اور اکثروں نے ہبار ہی کو لکھا ہے حضرت زینبؓ کے نیزہ مارا جس سے وہ زخمی ہو کر اونٹ سے گریں، چونکہ حاملہ تھیں اس وجہ سے پیٹ کا بچہ بھی ضائع ہوا۔ کنانہ نے تیروں سے مقابلہ کیا، اَبُو سُفیان نے ان سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کی بیٹی اور اس طرح عَلَی الْاِعْلَان چلی جائے، یہ تو گوارا نہیں، اس وقت واپس چلو پھر چپکے سے بھیج دینا۔ کنانہ نے اس کو قبول کر لیا اور واپس لے آئے، دو ایک روز بعد پھر روانہ کیا، حضرت زینبؓ کا یہ زخم کئی سال تک رہا اور کئی سال اس میں بیمار رہ کر ۸ھ میں انتقال فرمایا۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا وَاَرْضَاہَا۔

حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ میری سب سے اچھی بیٹی تھی، جو میری محبت میں ستائی گئی، دفن کے وقت نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود قبر میں اترے اور دفن فرمایا، اتر نے کے وقت بہت رنجیدہ تھے، جب باہر تشریف لائے تو چہرہ کھلا ہوا تھا، صحابہؓ نے دریافت کیا تو ارشاد فرمایا کہ مجھے زینبؓ کے ضُعف کا خیال تھا، میں نے دعا کی کہ قبر کی تنگی اور اس کی سختی اس سے ہٹا دی جائے، اللہ نے قبول فرمالی[۱]۔

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی اور دین کی خاطر اتنی مشقت اٹھائی کہ جان بھی اسی میں دی، پھر بھی قبر کی تنگی کے لیے حضورؐ کی دعا کی ضرورت پیش آئی تو ہم جیسوں کا کیا پوچھنا، اس لیے آدمی کو اکثر اوقات قبر کے لیے دعا کرنا چاہیے، خود نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم کی وجہ سے اکثر اوقات عذابِ قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ اَللّٰہُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ بِمَنِّکَ وَکَرَمِکَ وَفَضْلِکَ۔

۱۲۔ رُبَیِّع بنت مُعوِّذؓ کی غیرتِ دینی

رُبَیِّع بنت مُعوِّذؓ ایک انصاری صحابیہ ہیں، اکثر

[۱] خمیس اسد الغابہ

لڑائیوں میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئی ہیں، زخمیوں کی دوا دارو فرمایا کرتی تھیں، مقتولین اور شہداء کی نعشیں اٹھا کر لایا کرتی تھیں، حضورؐ کی ہجرت سے پہلے مسلمان ہو گئی تھیں، ہجرت کے بعد شادی ہوئی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شادی کے دن ان کے گھر تشریف لے گئے تھے، وہاں چند لڑکیاں خوشی میں شعر پڑھ رہی تھیں جن میں انصار کے اسلامی کارنامے اور ان کے بڑوں کا ذکر تھا جو بدر کی لڑائی میں شہید ہوئے تھے، ان میں سے ایک نے یہ مصرعہ بھی پڑھا وَفِیْنَا نَبِیٌّ یَّعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ (ہم میں ایک ایسے نبی ہیں جو آئندہ کی باتوں کو جانتے ہیں) حضورؐ نے اس کے پڑھنے کو منع فرما دیا، کیونکہ آئندہ کے حالات اللہ ہی کو معلوم ہیں۔ ربیعؓ کے والد حضرت معوذؓ ابوجہل کے قتل کرنے والوں میں ہیں۔ ایک عورت جس کا نام اسماء تھا عطر بیچا کرتی تھی، وہ ایک مرتبہ چند عورتوں کے ساتھ حضرت ربیعؓ کے گھر بھی گئی اور ان سے حال نام پتہ وغیرہ جیسے کہ عورتوں کی عادت ہوتی ہے دریافت کیا انہوں نے بتا دیا، ان کے والد کا نام سن کر وہ کہنے لگی کہ تو اپنے سردار کے قاتل کی بیٹی ہے۔ ابوجہل چونکہ عرب کا سردار شمار کیا جاتا تھا اس لیے اپنے سردار کا قاتل کہا، یہ سن کر ربیعؓ کو غصہ آگیا، کہنے لگیں کہ میں اپنے غلام کے قاتل کی بیٹی ہوں، ربیعؓ کو غیرت آئی کہ ابوجہل کو اپنے باپ کا سردار بنے، اس لیے انہوں نے اپنے غلام کے لفظ سے یاد کیا۔ اسماء کو ابوجہل کے متعلق غلام کا لفظ سنکر غصہ آیا اور کہنے لگی کہ مجھ پر حرام ہے کہ تیرے ہاتھ عطر فروخت کروں۔ ربیعؓ نے کہا کہ مجھ پر بھی حرام ہے کہ میں تجھ سے عطر خریدوں میں نے تیرے عطر کے سوا کسی عطر میں گندگی اور بدبو نہیں دیکھی (اسد الغابہ)

فائدہ:۔ ربیعؓ کہتی ہیں کہ میں نے بدبو کا لفظ اس کے جلانے کو کہا تھا، یہ حمیت اور دینی غیرت تھی کہ دین کے اس سخت دشمن کے متعلق وہ سرداری کا لفظ نہ سن سکیں آجکل دین کے بڑے سے بڑے دشمن پر بھی اس سے اونچے اونچے لفظ بولے جاتے ہیں اور کوئی شخص اگر منع کرے تو وہ تنگ نظر بتا دیا جاتا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ منافق کو سردار مت کہو اگر وہ تمہارا سردار ہو گیا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کیا۔ (ابوداؤد)

معلومات

حضورؐ کی بیبیاںؓ اور اولادؓ

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اپنے آقا اور دو جہاں کے سردار حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوں اور اولاد کا حال معلوم کرنے کا اشتیاق ہوا کرتا ہے اور ہر مسلمان کو ہونا بھی چاہیئے، اس لیے ان کا مختصر حال لکھا جاتا ہے۔ تفصیلی حالات کے لیے تو بڑی ضخیم کتاب چاہیے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح جن پر محدثین اور مورخین کا اتفاق ہے، گیارہ عورتوں سے ہوا اس سے زیادہ میں اختلاف ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے، کہ ان سب میں پہلا نکاح حضرت خدیجہؓ سے ہوا، جو بیوہ تھیں۔ حضورؐ کی عمر شریف اس وقت پچیس ۲۵ برس اور حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس برس کی تھی۔ حضورؐ کی اولاد بھی بجز حضرت ابراہیمؓ کے سب انہی سے ہوئی جنکا بیان بعد میں آئے گا۔ حضرت خدیجہؓ کے نکاح کی سب سے اوّل تجویز ورقہ بن نوفل سے ہوئی تھی مگر نکاح کی نوبت نہیں آئی، اس کے بعد دو شخصوں سے نکاح ہوا۔ اہلِ تاریخ کا اس میں اختلاف ہے کہ ان دونوں میں پہلے کس سے ہوا، اکثر کی رائے یہ ہے کہ پہلے عُتیق بن عائذ سے ہوا جن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جن کا نام ہند تھا اور وہ بڑی ہو کر مسلمان ہوئیں اور صاحبِ اولاد بھی، اور بعضوں نے لکھا ہے، کہ عُتیق سے ایک لڑکا بھی ہوا جس کا نام عبد اللہ یا عبدِ مَناف تھا۔ عتیق کے بعد پھر حضرت خدیجہؓ کا نکاح ابُو ہالہ سے ہوا۔ جن سے ہند اور ہالہ دو اولاد ہوئیں، اکثروں نے کہا ہے کہ دونوں لڑکے تھے، اور بعضوں نے لکھا ہے کہ ہند لڑکا ہے اور ہالہ لڑکی۔ ہند حضرت علیؓ کے زمانۂ خلافت تک زندہ رہے، ابوہالہ کے انتقال کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا، جس وقت کہ حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس برس کی تھی۔ نکاح کے بعد پچیس برس حضورؐ کے نکاح میں رہیں۔ اور رمضان ۱۰ھ نبوی میں پینسٹھ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بے حد محبت تھی، اور ان کی زندگی میں کوئی

دوسرا نکاح نہیں کیا، ان کا لقب اسلام سے پہلے ہی طاہرہ تھا، اسی وجہ سے ان کی اولاد جو دوسرے خاوندوں سے ہے وہ بھی بنو الطاہرہ کہلاتی ہے ان کے فضائل حدیث کی کتابوں میں کثرت سے ہیں ان کے انتقال پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قبر میں اتر کر ان کو دفن فرمایا تھا۔ نمازِ جنازہ اس وقت تک مشروع نہیں ہوئی تھی۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا ان کے بعد اسی سال شوال میں حضرت عائشہ رضؓ اور حضرت سودہؓ سے نکاح ہوا، اس میں بھی اختلاف ہے کہ ان دونوں میں کس کا نکاح پہلے ہوا بعض مورخین نے حضرت عائشہؓ سے نکاح پہلے ہونا لکھا ہے اور بعض کی رائے یہ ہے، کہ حضرت سودہؓ سے پہلے ہوا۔ بعد میں حضرت عائشہؓ سے، حضرت سودہؓ بھی بیوہ تھیں، ان کے والد کا نام زمعہ بن قیس ہے، پہلے اپنے چچازاد بھائی سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں، دونوں مسلمان ہوئے اور ہجرت فرما کر حبشہ تشریف لے گئے اور حبشہ میں سکران کا انتقال ہو گیا۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ مکہ واپس آکر انتقال فرمایا۔ ان کے انتقال کے بعد ۱۰ نبوی میں حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے کچھ دنوں بعد ان سے نکاح ہوا اور رخصتی حضرت عائشہؓ کی رخصتی سے سب کے نزدیک پہلے ہی ہوئی۔ حضورؐ کی عادتِ شریفہ تو کثرت سے نماز میں مشغول رہنا تھی ہی، ایک مرتبہ حضورؐ سے انہوں نے عرض کیا کہ رات آپؐ نے اتنا رکوع کیا کہ مجھے اپنی ناک سے نکسیر نکلنے کا ڈر ہو گیا (یہ بھی حضورؐ کے پیچھے نماز پڑھ رہی تھیں) چونکہ بدن کی بھاری تھیں اس وجہ سے اور بھی مشقت ہوتی ہوگی۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے ان کو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ مجھے خاوند کی خواہش نہیں مگر یہ تمنا ہے کہ جنت میں حضورؐ کی بیبیوں میں داخل رہوں، اس لیے مجھے آپ طلاق نہ دیں۔ میں اپنی باری عائشہ رضؓ کو دیتی ہوں، اس کو حضورؐ نے قبول فرما لیا اور اسو جہ سے انکی باری کا دن حضرت عائشہؓ کے حصہ میں آتا تھا، ۵۴ھ یا ۵۵ھ میں اور بعض نے لکھا ہے کہ حضرت عمر رضؓ کے اخیر زمانہ خلافت میں وفات پائی، ان کے علاوہ ایک سودہؓ اور بھی ہیں جو قریشی ہی کی ہیں۔ حضورؐ نے ان سے نکاح کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ مجھے ساری دنیا میں سب سے زیادہ محبوب آپ ہیں مگر میرے

پانچ چھ بچے ہیں مجھے یہ بات گراں ہے کہ وہ آپ کے سرہانے روئیں چلائیں۔ حضورؐ نے ان کی اس بات کو پسند فرمایا اور نکاح کا ارادہ ملتوی فرمادیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہؓ سے بھی نکاح مکہ مکرمہ میں ہجرت سے پہلے شوال سنہ ۱۰ نبوی میں ہوا جس وقت کہ ان کی عمر چھ سال کی تھی۔ حضورؐ کی بیبیوں میں بھی صرف ایک ایسی ہیں جن سے کنوارے پن میں نکاح ہوا اور باقی سب سے نکاح بیوگی کی حالت میں ہوا نبوت کے چار سال بعد یہ پیدا ہوئیں، اور ہجرت کے بعد جب کہ ان کی عمر نواں برس تھا رخصتی ہوئی اور اٹھارہ سال کی عمر میں حضورؐ کا وصال ہوا۔ اور چھیاسٹھ برس کی عمر میں ۱۷ رمضان سنہ ۵۷ھ کو منگل کی شب میں ان کا وصال ہوا۔ خود ہی وصیت فرمائی تھی کہ مجھے عام قبرستان میں جہاں اور بیبیاں دفن کی گئی ہیں دفن کیا جائے۔ حضورؐ کے قریب حجرۂ شریفہ میں نہ دفن کیا جائے۔ چنانچہ بقیع میں دفن کی گئیں۔ عرب میں یہ مشہور تھا کہ شوال کے مہینہ میں نکاح نامبارک ہوتا ہے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرا نکاح بھی شوال میں ہوا، رخصتی بھی شوال میں ہوئی۔ حضورؐ کی بیبیوں میں کون سی مجھ سے زیادہ نصیبہ ور اور حضورؐ کی محبوبہ تھی۔

حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد خولہ حکیم کی بیٹی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا، یا رسول اللہؐ آپ نکاح نہیں کرتے۔ حضورؐ نے فرمایا کس سے، عرض کیا، کہ کنواری بھی ہے بیوہ بھی ہے جو منظور ہو۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا تو عرض کیا کہ کنواری تو آپؐ کے سب سے زیادہ عزیز دوست ابوبکرؓ کی لڑکی عائشہ ہے اور بیوہ سَوْدَہ بنت زمعہؓ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا تذکرہ کر کے دیکھ لو، وہ وہاں سے حضرت ابوبکرؓ کے گھر آئیں اور حضرت عائشہ کی والدہ ام رُومان سے عرض کیا کہ میں ایک بڑی خیر و برکت لے کر آئی ہوں، دریافت کرنے پر کہا کہ حضورؐ نے مجھے عائشہؓ سے منگنی کرنے کے لیے بھیجا ہے ام رومان نے کہا، وہ تو ان کی بھتیجی ہے اس سے کیسے نکاح ہو سکتا ہے، اچھا ابوبکرؓ کو آنے دو۔ حضرت ابوبکرؓ اس وقت گھر پر موجود نہ تھے، ان کے تشریف لانے پر ان سے بھی ذکر کیا، انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ وہ تو حضورؐ کی بھتیجی ہیں حضورؐ سے کیسے نکاح ہو سکتا ہے۔ خولہؓ نے جا کر حضورؐ سے عرض کیا، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ

میرے اسلامی بھائی ہیں، ان کی لڑکی سے میرا نکاح جائز ہے خولہ واپس ہوئیں اور حضرت ابوبکرؓ کو جواب سنایا وہاں کیا دیر تھی، کہا بلا لاؤ، حضورؐ تشریف لے گئے اور نکاح ہو گیا ہجرت کے بعد چند مہینے گذر جانے پر حضرت ابوبکرؓ صدیق نے دریافت کیا کہ آپ اپنی بیوی عائشہؓ کو کیوں نہیں بلا لیتے؟ حضورِ اقدس صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے سامان مہیا نہ ہونے کا عذر فرمایا، حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے نذرانہ پیش کیا جس سے تیاری ہوئی، اور شوال سنہ ۱ھ یا سنہ ۲ھ میں چاشت کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ہی کے دولت کدے پر بنا یعنی رخصتی ہوئی، یہ تین نکاح حضورؐ کے ہجرت سے پہلے ہوئے، اس کے بعد جتنے نکاح ہوئے وہ ہجرت کے بعد ہوئے۔

حضرت حفصہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہا حضرت عائشہؓ کے بعد حضرت عمر رضؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ سے نکاح ہوا حضرت حفصہؓ نبوت سے پانچ برس قبل مکہ میں پیدا ہوئیں پہلا نکاح مکہ ہی میں خُنَیس بن حذافہؓ سے ہوا، یہ بھی پرانے مسلمان ہیں جنہوں نے اول حبشہ کی ہجرت کی، پھر مدینہ طیبہ کی ہجرت کی، بدر میں بھی شریک ہوئے اور اسی لڑائی میں یا احد کی لڑائی میں ان کے ایسا زخم آیا جس سے اچھے نہ ہوئے اور سنہ ۲ھ یا سنہ ۳ھ میں انتقال فرمایا، حضرت حفصہؓ بھی اپنے خاوند کے ساتھ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ ہی آگئی تھیں، جب بیوہ ہو گئیں تو حضرت عمر رضؓ نے اول حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے درخواست کی کہ میں حفصہؓ کا نکاح تم سے کرنا چاہتا ہوں، انہوں نے سکوت فرمایا، اس کے بعد حضرت عثمانؓ کی اہلیہ حضورؐ کی صاحبزادی حضرت رُقَیّہؓ کا جب انتقال ہوا تو حضرت عثمانؓ سے ذکر فرمایا، انہوں نے فرما دیا کہ میرا تو اس وقت نکاح کا ارادہ نہیں، حضورؐ سے حضرت عمر رضؓ نے اس کی شکایت کی تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں حفصہؓ کے لیے عثمانؓ سے بہتر خاوند اور عثمانؓ کے لیے حفصہؓ سے بہتر بیوی بتاتا ہوں، اس کے بعد حضرت حفصہؓ سے سنہ ۲ھ یا سنہ ۳ھ میں نکاح کیا اور حضرت عثمانؓ کا نکاح اپنی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ سے کر دیا، انکے پہلے خاوند کے انتقال میں مورخین کا اختلاف ہے کہ بدر کے زخم سے شہید ہوئے یا اُحد کے، بدر سنہ ۲ھ میں ہے اور اُحد سنہ ۳ھ میں، اسی وجہ سے ان کے نکاح میں بھی اختلاف ہے

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ جب تم نے حفصہ رضؓ کے نکاح کا ذکر کیا تھا اور میں نے سکوت کیا تھا تمہیں اس وقت ناگواری ہوئی ہوگی مگر چونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے نکاح کا تذکرہ فرما چکے تھے، اس لیے نہ تو میں قبول کر سکتا تھا اور نہ حضورؐ کے راز کو ظاہر کر سکتا تھا۔ اس لیے سکوت کیا تھا۔ اگر حضورؐ ارادہ ملتوی فرما دیتے تو میں ضرور کر لیتا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے ابوبکرؓ کے سکوت کا عثمان کے انکار سے بھی زیادہ رنج تھا۔ حضرت حفصہؓ بڑی عابدہ زاہدہ تھیں۔ رات کو اکثر جاگتی تھیں، اور دن میں کثرت سے روزہ رکھا کرتی تھیں کسی وجہ سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک طلاق بھی دی تھی، جس کی وجہ سے حضرت عمرؓ کو بہت رنج ہوا اور ہونا بھی چاہیے تھا حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے کہ حفصہ رضؓ سے رجوع کرلو، یہ بڑی شب بیدار اور کثرت سے روزہ رکھنے والی ہیں اور عمرؓ کی خاطر بھی منظور ہے، اس لیے حضورؐ نے رجوع فرما لیا۔ جمادی الاولیٰ ۴۵ھ میں جبکہ ان کی عمر تقریباً تریسٹھ برس کی تھی۔ مدینہ طیبہ میں انتقال فرمایا۔ بعض نے ان کا انتقال ۴۱ھ میں اور عمر ساٹھ برس کی لکھی ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا ان کے بعد حضورؐ کا نکاح حضرت زینبؓ سے ہوا۔ حضرت زینبؓ خزیمہ کی بیٹی جن کے پہلے نکاح میں اختلاف ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ پہلے عبداللہ بن جحش سے نکاح ہوا تھا۔ جب وہ غزوۂ احد میں شہید ہوئے، جن کا قصہ باب کی پہلی حدیث میں گذرا تو حضورؐ نے نکاح کیا، اور بعض نے لکھا کہ ان کا پہلا نکاح طفیل بن حارث سے ہوا تھا، ان کے طلاق دینے کے بعد ان کے بھائی عبیدہ بن الحارث سے ہوا، جو بدر میں شہید ہوئے، اس کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت کے اکتیس مہینے بعد رمضان ۳ھ میں ہوا۔ آٹھ مہینے حضورؐ کے نکاح میں رہیں اور ربیع الآخر ۴ھ میں انتقال فرمایا۔ حضور کی بیبیوں میں حضرت خدیجہؓ اور حضرت زینبؓ دو ہی بیبیاں ایسی ہیں جن کا وصال حضورؐ کے سامنے ہوا، باقی نو حضورؐ کے وصال کے وقت زندہ تھیں، جنکا بعد میں انتقال ہوا۔ حضرت زینبؓ بڑی سخی تھیں، اسی وجہ سے انکا نام اسلام سے پہلے بھی

اُمّ المساکین (مسکینوں کی ماں) تھا۔

حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا ان کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت اُمِّ سلمہؓ سے ہوا، حضرت اُمِّ سلمہؓ ابو امیہ کی بیٹی تھیں جنکا پہلا نکاح اپنے چچا زاد بھائی ابو سلمہؓ سے ہوا تھا جنکا نام عبد اللہ بن عبد الاسد تھا، دونوں میاں بیوی ابتدائی مسلمانوں میں ہیں، کفار کے ہاتھ سے تنگ آکر اوّل دونوں نے حبشہ کی ہجرت کی، وہاں جاکر ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام سلمہ تھا۔ حبشہ سے واپسی کے بعد مدینہ طیبہ کی ہجرت کی، جس کا قصہ اسی باب کے نمبر ۵ پر مفصل گذر چکا ہے۔ مدینہ منورہ پہنچکر ایک لڑکا عمر اور دو لڑکیاں دُرّہ اور زینب پیدا ہوئیں ابو سلمہؓ دس آدمیوں کے بعد مسلمان ہوئے تھے، بدر اور احد کی لڑائی میں بھی شریک ہوئے تھے، احد کی لڑائی میں ایک زخم آگیا تھا جس کی وجہ سے بہت تکلیف اٹھائی، اس کے بعد صفر ۴ھ میں ایک سریہ میں شریک ہوئے تھے تو وہ زخم واپسی پر پھر ہرا ہوگیا، اور اسی میں ۸ جمادی الاولیٰ ۴ھ میں انتقال کیا، حضرت اُمِّ سلمہؓ اس وقت حاملہ تھیں، اور زینبؓ پیٹ میں تھیں، جب وہ پیدا ہوئیں تو عدت پوری ہوئی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے نکاح کی خواہش فرمائی تو انہوں نے عذر کر دیا، اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارادہ فرمایا، انہوں نے عرض کیا کہ میرے بچے بھی ہیں، اور میرے مزاج میں غیرت کا مضمون بہت ہے اور میرا کوئی یہاں ولی نہیں ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا بچوں کا اللہ محافظ ہے اور یہ غیرت بھی انشاء اللہ جاتی رہے گی، اور کوئی ولی اس کو ناپسند نہیں کرے گا، تو انہوں نے اپنے بیٹے سلمہؓ سے کہا کہ حضورؐ سے میرا نکاح کر دو۔ اخیر شوال ۴ھ میں حضورؐ سے نکاح ہوا، بعض نے ۳ھ میں اور بعض نے ۲ھ میں لکھا ہے۔ اُمِّ سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے حضورؐ سے سنا تھا کہ جس شخص کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ یہ دعا کرے،

اَللّٰهُمَّ اٰجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْنِیْ خَیْرًا مِّنْهَا (اے اللہ مجھے اس مصیبت میں اجر عطا فرما اور اس کا نعم البدل نصیب فرما)، تو اس کو اللہ جل شانہ بہترین بدل عطا فرماتے ہیں، ابو سلمہؓ کے مرنے پر میں دعا تو پڑھ لیتی مگر میں یہ سوچتی تھی کہ ابو سلمہؓ سے بہتر کون ہو سکتا ہے کہ اللہ نے حضورؐ سے نکاح کرا دیا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ان کے حسن کی بہت شہرت تھی، جب نکاح ہو گیا، تو میں نے چھپ کر حیلہ سے جاکر دیکھا تو جیسا سنا تھا اس سے زیادہ پایا، میں نے حفصہؓ سے اس کا ذکر کیا انہوں نے کہا نہیں ایسی حسین نہیں جتنی شہرت ہے امہات المومنین میں سب سے اخیر میں حضرت ام سلمہؓ کا انتقال ۵۹ھ یا ۶۲ھ میں ہوا حضرت زینبؓ بنت خزیمہؓ کے انتقال کے بعد ان سے نکاح ہوا، اس وقت چوراسی سال کی عمر تھی، اس لحاظ سے نبوت سے تقریباً نو برس پہلے پیدا ہوئیں۔ نکاح کے بعد حضرت زینبؓ کے مکان میں مقیم ہوئیں انہوں نے وہاں دیکھا کہ ایک مٹکے میں جو رکھے ہیں اور ایک چکی اور ہانڈی بھی، انہوں نے جو خود پیسے اور چکنائی ڈال کر ملیدہ تیار کیا اور پہلے ہی دن حضورؐ کو وہ ملیدہ کھلایا جو نکاح کے دن اپنے ہی ہاتھ سے پکایا تھا۔

حضرت زینبؓ بنت جحش رضی اللہ عنہا ان کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح زینبؓ بنت جحش سے ہوا۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی زاد بہن ہیں، انکا پہلا نکاح حضورؐ نے اپنے متبنّٰی حضرت زید بن حارثہؓ سے کیا تھا، ان کے طلاق دینے کے بعد اللہ جلّ شانہٗ نے خود ان کا نکاح حضورؐ سے کر دیا۔ جس کا قصہ سورۂ احزاب میں بھی ہے، اس وقت ان کی عمر پینتیس ۳۵ برس کی تھی مشہور قول کے مطابق ذیقعدہ ۵ھ میں نکاح ہوا، بعض نے ۳ھ میں لکھا ہے مگر صحیح ۵ھ ہے اور اس حساب سے نبوت سے گویا سترہ سال پہلے ان کی پیدائش ہوئی، ان کو اس پر فخر تھا کہ سب عورتوں کا نکاح ان کے اولیاء نے کیا اور انکا نکاح اللہ جل شانہٗ نے کیا۔

حضرت زیدؓ نے جب ان کو طلاق دی اور عدت پوری ہو گئی تو حضورؐ نے ان کے پاس پیام بھیجا، انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ میں اس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتی جب تک اپنے اللہ سے مشورہ نہ کر لوں اور یہ کہہ کر وضو کیا اور نماز کی نیت باندھ لی اور یہ دعا کی کہ یا اللہ تیرے رسولؐ مجھ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں اگر میں ان کے قابل ہوں تو میرا نکاح ان سے فرما دے، ادھر حضورؐ پر قرآن شریف کی آیت فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا نازل ہوئی تو حضورؐ نے خوشخبری بھیجی، حضرت زینبؓ خوشی کی وجہ سے سجدہ

میں گر گئیں. حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نکاح کا ولیمہ بڑی شان سے کیا، بکری ذبح کی اور گوشت روٹی کی دعوت فرمائی، ایک ایک جماعت کو بلایا جاتا تھا اور جب وہ فارغ ہو جاتی تھی تو دوسری جماعت اسی طرح بلائی جاتی حتیٰ کہ سب لوگوں نے پیٹ بھر کر کھایا. حضرت زینبؓ بڑی سخی تھیں اور بڑی محنتی، اپنے ہاتھ سے محنت کرتیں اور جو حاصل ہوتا وہ صدقہ کر دیتیں، انہی کے بارہ میں حضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ مجھ سے سب سے پہلے مرنے کے بعد وہ ملے گی جس کا ہاتھ لانبا ہو گا. بیبیاں ظاہری لمبائی سمجھیں اس لیے لکڑی لے کر سب کے ہاتھ ناپنے شروع کر دیے، دیکھنے میں حضرت سودہؓ کا ہاتھ سب سے لمبا نکلا مگر جب حضرت زینبؓ کا انتقال سب سے پہلے ہوا، جب سمجھیں کہ ہاتھ کی لمبائی سے مراد صدقہ کی کثرت تھی، روزے بھی بہت زیادہ رکھتی تھیں ۲۰ھ میں انتقال فرمایا. حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، پچاس برس کی عمر تھی، ان کا قصہ اسی باب کے نمبر ۱۰ پر بھی گذرا ہے

حضرت جویریہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا ان کے بعد آپ کا نکاح حضرت جویریہؓ بنت الحارث بن ابی ضرار سے ہوا، یہ غزوۂ مریسیع میں قید ہو کر آئی تھیں اور غنیمت میں حضرت ثابت بن قیسؓ کے حصہ میں آئیں. قید ہونے سے پہلے مسافع بن صفوان کے نکاح میں تھیں. حضرت ثابتؓ نے ان کو نو اوقیہ سونے پر مکاتب کر دیا، کاتب اس غلام یا باندی کو کہتے ہیں، جس سے یہ مقرر کر لیا جائے کہ اتنے دام تم اگر دے دو تو تم آزاد ہو، ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے ایک درہم تقریباً ساڑھے تین آنہ کا. اس حساب سے نو اوقیہ کی قیمت اٹھتر روپے بارہ آنے ہوئی، اور چار آنہ کا اگر درہم ہو تو نوے روپے ہوئی، یہ حضورؐ کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میں اپنی قوم کے سردار حارث کی بیٹی جویریہ ہوں جو مصیبت مجھ پر نازل ہوئی. آپ کو معلوم ہے، اب اتنی مقدار پر میں مکاتب ہوئی ہوں اور یہ مقدار میری طاقت سے باہر ہے، آپ کی امید پر آئی ہوں. حضورؐ نے فرمایا کہ میں تجھے اس سے بہتر راستہ بتاؤں کہ تجھے مال ادا کر کے آزاد کرا دوں اور تجھ سے نکاح کر لوں، ان کے لیے اس سے بہتر کیا تھا، بخوشی منظور کر لیا

اور ۵ھ میں مشہور قول کے مطابق اور بعضوں نے ۶ھ میں اس قصہ کو بتایا ہے نکاح ہو گیا۔ صحابہؓ نے جب سنا کہ بنو المصطلق حضورؐ کی سسرال بن گئی تو انہوں نے بھی اس رشتہ کے اعزاز میں اپنے غلام آزاد کر دیئے، کہتے ہیں کہ ایک حضرت جویریہؓ کی وجہ سے سو گھرانے آزاد ہوئے جن میں تقریباً سات سو آدمی تھے، اس قسم کی مصلحتیں حضورؐ کے ان سب نکاحوں میں تھیں، حضرت جویریہؓ نہایت حسین تھیں، چہرہ پر ملاحت تھی کہتے ہیں جو نگاہ پڑ جاتی تھی ہٹتی نہ تھی۔ حضرت جویریہؓ نے اس لڑائی سے تین دن پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ یثرب سے ایک چاند چلا اور میری گود میں آگیا، کہتی ہیں کہ جب میں قید ہوئی تو مجھے اپنے خواب کی تعبیر کی امید بندھی، اس وقت ان کی عمر بیس سال کی تھی اور ربیع الاول ۵۰ھ میں صحیح قول کے مطابق پینسٹھ برس کی عمر میں مدینہ طیبہ میں انتقال ہوا، اور بعضوں نے ان کا انتقال ۵۶ھ ستر برس کی عمر میں لکھا ہے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ ابوسفیان کی صاحبزادی ہیں ان کے نام میں اختلاف ہے، اکثر نے رملہ اور بعض نے ہند بتایا ہے، ان کا پہلا نکاح عبید اللہ بن جحش سے مکہ مکرمہ میں ہوا تھا، دونوں میاں بیوی مسلمان ہو گئے تھے۔ کفار کی تکالیف کی بدولت وطن چھوڑنا پڑا اور دونوں نے حبشہ کی ہجرت کی، وہاں جا کر خاوند نصرانی ہو گیا، یہ اسلام پر باقی رہیں، انہوں نے اسی رات میں اپنے خاوند کو خواب میں نہایت بری شکل میں دیکھا۔ صبح کو معلوم ہوا کہ وہ نصرانی ہو گیا ہے۔ اس تنہائی اور اس حالت میں ان پر کیا کیا نہ گذری ہوگی، یہ اللہ ہی کو بہتر معلوم ہے، لیکن حق تعالیٰ شانہ نے اس کا نعم البدل یہ عطا فرمایا کہ حضورؐ کے نکاح میں آگئیں۔ حضورؐ نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس پیام بھیجا کہ ان کا نکاح مجھ سے کر دو، چنانچہ نجاشی نے ایک عورت ابرہہ کو اس کے پاس اس کی خبر کے لیے بھیجا، انہوں نے خوشی میں اپنے دونوں کنگن جو پہن رہی تھیں اس کو عطا کر دیئے اور پاؤں کے چھلّے کڑے وغیرہ متعدد چیزیں دیں نجاشی نے نکاح کیا اور اپنے پاس سے چار سو دینار مہر کے ادا کیے، اور بہت کچھ سامان دیا جو لوگ مجلسِ نکاح میں موجود تھے، ان کو بھی دینار دیئے اور کھانا کھلایا، اس میں اختلاف

ہے کہ یہ نکاح ۷ھ میں ہوا جیسا کہ اکثر کا قول ہے یا ۶ھ میں جیسا کہ بعض نے کہا ہے، صاحبِ تاریخِ خمیس نے لکھا ہے کہ انکا نکاح ۶ھ میں ہوا اور رخصتی ۷ھ میں جبکہ یہ مدینہ طیبہ پہنچیں۔ نجاشی نے بہت سی خوشبو اور سامان جہیز میں دے کر ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نکاح کے بعد بھیجدیا، بعض کتبِ تواریخ اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے باپ نے نکاح کیا۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ اُن کے باپ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، وہ اس قصّہ کے بعد مسلمان ہوئے ہیں، ان کا ایک قصّہ اسی باب کے نمبر ۹ پر گذر چکا ہے، ان کے انتقال میں بہت اختلاف ہے۔ اکثر نے ۴۴ھ میں بتلایا ہے اور اس کے علاوہ ۴۲ھ اور ۵۵ھ اور ۵۰ھ وغیرہ اقوال بھی ہیں۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ام المومنین حضرت صفیہ حُیَی کی بیٹی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں ہیں، اوّل سلام بن مشکم کے نکاح میں تھیں، اس کے بعد کنانہ بن ابی حقیق کے نکاح میں آئیں، اس سے نکاح اس زمانہ میں ہوا تھا جب خیبر کی لڑائی شروع ہو گئی تھی اور ان کا خاندان قتل ہو گیا تھا۔ خیبر کی لڑائی کے بعد دحیہ کلبیؓ ایک صحابی تھے انہوں نے حضورؐ سے ایک باندی مانگی۔ حضورؐ نے ان کو مرحمت فرما دی، چونکہ مدینہ میں بھی دو قبیلے بنو قریظہ اور بنو نضیر آباد تھے، اور یہ سردار کی بیٹی تھیں، اس لیے لوگوں نے عرض کیا کہ یہ بات بہت سے لوگوں کو ناگوار ہو گی، صفیہؓ کو اگر حضورؐ اپنے نکاح میں لے لیں تو بہت سے لوگوں کی دلداری ہو جائے گی اس لیے حضورؐ نے دحیہؓ کو خاطر خواہ عوض دے کر ان کو لے لیا اور انہیں آزاد فرما کر نکاح کر لیا اور خیبر سے واپسی میں ایک منزل پر ان کی رخصتی ہوئی، صبح کو حضورؐ نے ارشاد فرمایا جس کے پاس جو چیز کھانے کی ہو وہ لے آئے۔ صحابہؓ کے پاس متفرق چیزیں کھجور پنیر، گھی وغیرہ جو تھا وہ لے آئے، ایک چمڑے کا دسترخوان بچھا دیا اور اس پر وہ سب ڈال دیا گیا اور سب نے شریک ہو کر کھا لیا، یہی ولیمہ تھا، بعض روایات میں آتا ہے کہ حضورؐ نے ان کو اختیار دے دیا تھا کہ اگر تم اپنی قوم اور اپنے ملک میں رہنا چاہو تو آزاد ہو

چلی جاؤ، اور میرے پاس میرے نکاح میں رہنا چاہو تو رہو، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں شرک کی حالت میں حضورؐ کی تمنا کرتی تھی، اب مسلمان ہو کر کیسے جا سکتی ہوں، اس سے مراد غالباً ان کا وہ خواب ہے جو انہوں نے مسلمان ہونے سے پہلے دیکھا تھا کہ ایک چاند کا ٹکڑا میری گود میں ہے۔ اس خواب کو انہوں نے اپنے خاوند کنانہ سے کہا، اس نے ایک طمانچہ اس زور سے منہ پر مارا کہ آنکھ پر اس کا نشان پڑ گیا، اور یہ کہا کہ تو یثرب کے بادشاہ سے نکاح کی تمنا کرتی ہے۔ ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ آفتاب اُن کے سینہ پر ہے، خاوند سے اس کا بھی ذکر کیا اُس نے اس پر بھی یہی کہا کہ تو یہ چاہتی ہے کہ یثرب کے بادشاہ کے نکاح میں جائے، ایک مرتبہ انہوں نے چاند کو گود میں دیکھا تو اپنے باپ سے ذکر کیا اس نے بھی ایک طمانچہ مارا اور یہ کہا کہ تیری نگاہ یثرب کے بادشاہ پر جاتی ہے ممکن ہے کہ چاند کا وہی ایک خواب خاوند اور باپ دونوں سے کہا ہو یا چاند دو مرتبہ دیکھا ہو رمضان ۵۰ھ میں صحیح قول کے مطابق انتقال ہوا اور تقریباً ساٹھ برس کی عمر پائی تھی، خود کہتی ہیں کہ جب میں حضورؐ کے نکاح میں آئی، تو میری عمر ابھی سترہ سال کی نہیں ہوئی تھی۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ام المومنین حضرت میمونہؓ حارث بن حزن کی بیٹی ان کا اصل نام برہ تھا۔ حضورؐ نے بدل کر میمونہ رکھا، پہلے سے ابو رہم بن عبد العزیٰ کے نکاح میں تھیں، اکثر مورخین کا یہی قول ہے اور بھی بعض سے اقوال اُن کے پہلے خاوند کے نام میں ہیں بعض نے لکھا ہے کہ حضورؐ سے پہلے بھی دو نکاح ہوئے تھے۔ بیوہ ہو جانے کے بعد ذیقعدہ ۷ھ میں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لے جا رہے تھے، موضع سرف میں نکاح ہوا۔ حضورؐ نے ارادہ فرمایا کہ عمرہ سے فراغت کے بعد مکہ میں رخصتی ہو جائے، مگر مکہ والوں نے قیام کی اجازت نہ دی اس لیے واپسی پر سرف ہی میں رخصتی ہوئی اور سرف ہی میں خاص اسی جگہ جہاں رخصتی کا خیمہ تھا ۵۱ھ میں صحیح قول کے مطابق انتقال ہوا، اور بعض نے ۶۱ھ میں لکھا ہے، اس وقت ان کی عمر اکیاسی برس کی تھی اور اسی جگہ قبر بنی، یہ بھی عبرت کا مقام ہے اور تاریخ کا عجیبہ ہے کہ

ایک سفر میں وہاں نکاح ہوا اور دوسرے سفر میں وہاں رخصتی، اور پھر کچھ عرصہ کے بعد اسی جگہ قبر بنی۔

حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ میمونہ رضؓ ہم سب میں زیادہ متقی اور صلہ رحمی کرنے والی تھیں یزید بن اصم رحؒ کہتے ہیں کہ ان کا مشغلہ ہر وقت نماز تھا یا گھر کا کام، اگر دونوں سے فراغت ہوتی تو مسواک کرتی رہتی تھیں۔ جن عورتوں کے نکاح پر محدثین و مؤرخین کا اتفاق ہے ان میں حضرت میمونہ رضؓ کا نکاح سب سے آخری نکاح ہے۔ ان کی درمیانی ترتیب میں البتہ اختلاف ہے جس کی وجہ ان نکاحوں کی تاریخ کا اختلاف ہے، جیسا کہ مختصر طور پر معلوم ہوا۔

ان گیارہ بیبیوں میں سے دو کا وصال حضورؐ کے سامنے ہو چکا تھا حضرت خدیجہ رضؓ کا اور حضرت زینب رضؓ بنتِ خزیمہ رضؓ کا۔ باقی نو بیبیاں حضورؐ کے وصال کے وقت موجود تھیں ان کے علاوہ اور بھی بعض نکاح بعض محدثین اور مؤرخین نے لکھے ہیں، جن کے ہونے میں اختلاف ہے۔ اس لیے انہی بیبیوں کا ذکر لکھا ہے جن پر اتفاق ہے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد

مؤرخین اور محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ آپؐ کے چار لڑکیاں ہوئیں، اور اکثر کی یہ تحقیق ہے کہ ان میں سب سے بڑی حضرت زینب رضؓ ہیں، پھر حضرت رقیہ رضؓ، پھر ام کلثوم رضؓ پھر حضرت سیدہ فاطمہ رضؓ، لڑکوں میں البتہ بہت اختلاف ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب حضرات بچپن ہی میں انتقال فرما گئے تھے، اور عرب میں اس زمانہ میں تاریخ کا اہتمام کچھ ایسا نہ تھا۔ صحابہ رضؓ جیسے جاں نثار بھی اس وقت تک کثرت سے نہیں ہوئے تھے جو ہر بات پوری پوری محفوظ رہتی۔ اکثر کی تحقیق یہ ہے کہ تین لڑکے حضرت قاسم رضؓ، حضرت عبد اللہ رضؓ، حضرت ابراہیم رضؓ ہوئے بعضوں نے کہا کہ چوتھے صاحبزادے حضرت طیب رضؓ اور پانچویں حضرت طاہر رضؓ تھے، اس طرح پانچ ہوئے بعض کہتے ہیں کہ طیب اور طاہر دونوں ایک ہی صاحبزادہ کے نام ہیں، اس طرح چار ہوئے، اور بعض نے کہا کہ حضرت عبد اللہ رضؓ

ہی کا نام طیب اور طاہر تھا، اس طرح تین ہی لڑکے ہوئے، اور بعضوں نے دو لڑکے اور بھی بتائے مطیب اور مطہر، اور لکھا ہے کہ طیب اور مطیب ایک ساتھ پیدا ہوئے اور طاہر اور مطہر ایک ساتھ پیدا ہوئے۔ اس طرح سات لڑکے ہوئے لیکن اکثر کی تحقیق تین لڑکوں کی ہے، اور حضورؐ کی ساری اولاد حضرت ابراہیمؓ کے سوا حضرت خدیجہؓ ہی سے پیدا ہوئی۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ لڑکوں میں حضرت قاسمؓ سب سے پہلے پیدا ہوئے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ حضرت زینبؓ اُن سے بڑی تھیں یا چھوٹی، حضرت قاسمؓ نے بچپن ہی میں انتقال فرمایا۔ دو سال کی عمر اکثر نے لکھی ہے اور بعضوں نے اس سے کم یا زیادہ بھی لکھی ہے۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ دوسرے صاحبزادے حضرت عبد اللہ جو نبوت کے بعد پیدا ہوئے اور اسی وجہ سے ان کا نام طیبؓ اور طاہر بھی پڑا اور بچپن ہی میں انتقال ہوا، انکے انتقال پر اور بعض نے لکھا ہے کہ حضرت قاسمؓ کے انتقال پر کفار بہت خوش ہوئے کہ آپ کی نسل منقطع ہو گئی جس پر سورۂ انا اعطینا نازل ہوئی، اور کفار کے اس کہنے کا کہ جب نسل ختم ہو گئی تو کچھ دنوں میں نام مبارک بھی مٹ جائے گا یہ جواب ملا کہ آج ساڑھے تیرہ سو برس بعد تک بھی حضورؐ کے نام کے فدائی کروڑوں موجود ہیں۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ تیسرے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ تھے، جو ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں بالاتفاق ذی الحجہ ۸ھ میں پیدا ہوئے، یہ حضورؐ کی باندی حضرت ماریہؓ کے پیٹ سے پیدا ہوئے اور حضورؐ کی سب سے آخری اولاد ہیں۔ حضورؐ نے ساتویں دن اس کا عقیقہ کیا اور دو مینڈھے ذبح کیے اور بالوں کے برابر چاندی صدقہ فرمائی اور بالوں کو دفن فرمایا، ابو ہند بیاضیؓ نے سر کے بال لیے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے باپ حضرت ابراہیمؑ کے نام پر نام رکھا ہے۔ سولہ مہینے کی عمر میں ان صاحبزادہ نے بھی ۱۰ ربیع الاول ۱۰ھ میں انتقال فرمایا۔ بعضوں نے اٹھارہ مہینہ کی بتلائی ہے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ابراہیمؑ کے لیے جنت میں دودھ پلانے والی تجویز ہو گئی

حضرت زینب رضی اللہ عنہا صاحبزادیوں میں سب سے بڑی حضرت زینبؓ ہیں، اور جن مورخین نے اس کے خلاف لکھا ہے غلط ہے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح کے پانچسال بعد جب کہ آپ کی عمر شریف تیس برس کی تھی پیدا ہوئیں، اور اپنے والدین کی آغوش میں جوان ہوئیں۔ مسلمان ہوئیں اور اپنے خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع سے نکاح ہوا۔ غزوہ بدر کے بعد ہجرت کی جس میں مشرکین کی ناپاک حرکتوں سے زخمی ہوئیں، جس کا قصہ اسی باب کے نمبر۲۰ پر گذر چکا ہے، اور اسی بیماری کا سلسلہ اخیر تک چلتا رہا یہاں تک کہ ۸ھ کے شروع میں انتقال فرمایا، اُن کے خاوند بھی ۶ھ یا ۷ھ میں مسلمان ہوکر مدینہ منورہ پہنچ گئے تھے اور انہی کے نکاح میں رہیں، ان سے دو بچے ہوئے ایک لڑکا، ایک لڑکی۔ لڑکے کا نام حضرت علیؓ تھا، جنہوں نے اپنی والدہ کے انتقال کے بعد بلوغ کے قریب حضورؐ کی زندگی ہی میں انتقال فرمایا۔ فتح مکہ میں حضورؐ کے ساتھ اونٹنی پر جو سوار تھے وہ یہی حضرت علیؓ تھے، لڑکی کا نام حضرت امامہؓ تھا، جن کے متعلق حدیث کی کتابوں میں کثرت سے قصہ آتا ہے کہ حضورؐ نماز میں سجدہ کرتے تو یہ کمر پر سوار ہو جاتیں یہ حضورؐ کے بعد تک زندہ رہیں حضرت سیدہ فاطمہؓ کے وصال کے بعد جو ان کی خالہ تھیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان سے نکاح کیا اور ان کے وصال کے بعد مغیرہؓ بن نوفل سے نکاح ہوا۔ حضرت علیؓ کی کوئی اولاد اُن سے نہیں ہوئی، البتہ مغیرہ سے بعضوں نے ایک لڑکا بھی لکھا ہے اور بعضوں نے انکار کیا ہے، کہتے ہیں حضرت فاطمہؓ نے خود وصیت فرمائی تھی کہ میرے بعد حضرت علیؓ کا نکاح میری بھانجی سے کر دیا جائے، ان کا ۵۰ھ میں ہوا۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا حضورؐ کی دوسری صاحبزادی حضرت رقیہ تھیں، جو اپنی بہن حضرت زینبؓ سے تین برس بعد پیدا ہوئیں جب کہ حضورؐ کی عمر شریف تینتیس برس کی تھی، اور بعضوں نے حضرت رقیہؓ کو حضرت زینبؓ سے بڑا بتایا ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ حضرت زینبؓ سے چھوٹی تھیں

حضورؐ کے چچا ابولہب کے بیٹے عتبہ سے نکاح ہوا تھا، جب سورۂ تبت نازل

ہوئی تو ابولہب نے ان سے اور انکے دوسرے بھائی عُتیبہ سے جن کے نکاح میں حضورؐ کی تیسری بیٹی حضرت ام کلثومؓ تھیں یہ کہا کہ میری ملاقات تم دونوں سے حرام ہے اگر تم دونوں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق نہ دے دو، اس پر دونوں نے طلاق دے دی، یہ دونوں نکاح بچپن میں ہوئے تھے اور رخصتی کی نوبت بھی نہیں آئی تھی، اس کے بعد فتح مکہ پر حضرت رقیہؓ کے خاوند عتبہ مسلمان ہو گئے تھے مگر بیوی کو پہلے ہی طلاق دے چکے تھے اور حضرت رقیہؓ کا حضرت عثمانؓ سے عرصہ ہوا نکاح ہو چکا تھا حضرت عثمانؓ اور حضرت رقیہؓ نے دونوں مرتبہ حبشہ کی ہجرت کی تھی جس کا بیان پہلے باب کے نمبر ۱ پر گذر چکا ہے، اس کے بعد جب حضورؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ مجھے بھی ہجرت کا حکم ہونے والا ہے اور مدینہ منورہ میری ہجرت کی جگہ ہوگی تو صحابہؓ نے مدینہ طیبہ کی ہجرت شروع کر دی، اسی سلسلہ میں حضورؐ سے پہلے ہی دونوں حضرات مدینہ طیبہ پہنچ گئے تھے، حضورؐ کی ہجرت کے بعد جب حضورؐ بدر کی لڑائی میں تشریف لے جانے لگے تو حضرت رقیہؓ بیمار تھیں اسی لیے حضورؐ حضرت عثمانؓ کو ان کی تیمارداری کے لیے مدینہ چھوڑ گئے، بدر کی فتح کی خوشخبری مدینہ طیبہ میں اس وقت پہنچی جب یہ حضرات حضرت رقیہؓ کو دفن کر کے آرہے تھے اسی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے دفن میں شرکت نہ فرما سکے حضرت رقیہؓ کے پہلے خاوند کے یہاں رخصتی بھی نہیں ہو سکی تو اولاد کا کیا ذکر، البتہ حضرت عثمانؓ سے ایک صاحبزادہ جن کا نام عبداللہ تھا، حبشہ میں پیدا ہوئے تھے جو اپنی والدہ کے انتقال کے بعد تک زندہ رہے اور چھ سال کی عمر میں ۴ھ میں انتقال کیا، ان کے علاوہ کوئی اور اولاد حضرت رقیہؓ سے نہیں ہوئی۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ تھیں، اس میں اختلاف ہے کہ ان میں اور حضرت فاطمہؓ میں سے کونسی بڑی تھیں۔ اکثر کی رائے یہ ہے کہ ام کلثومؓ بڑی تھیں۔ اول عتیبہ بن ابی لہب سے نکاح ہوا مگر رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ سورہ تبت کے نازل ہونے پر طلاق کی نوبت آئی جیسا کہ حضرت رقیہؓ کے بیان میں گذرا لیکن اُن کے خاوند بعد میں مسلمان ہو گئے تھے،

جیسا کہ گذر چکا اور ان کے خاوند عتبہ نے طلاق دی اور حضورؐ کی خدمتِ اقدس میں آکر نہایت گستاخی اور بے ادبی اور نامناسب الفاظ بھی زبان سے نکالے، حضورؐ نے بد دعا دی کہ اللہ اپنے کتوں میں سے ایک کتّا اس پر مسلّط فرما، ابوطالب اس وقت موجود تھے باوجود مسلمان نہ ہونے کے سہم گئے اور کہا کہ اس کی بددعا سے تجھے خلاصی نہیں، چنانچہ عتبہ ایک مرتبہ شام کے سفر میں جا رہا تھا، اس کا باپ ابولہب باوجود ساری عداوت اور دشمنی کے کہنے لگا کہ مجھے محمدؐ کی بددعا کا فکر ہے قافلہ کے سب لوگ ہماری خبر رکھیں چنانچہ ایک منزل پر پہنچے وہاں شیر زیادہ تھے، رات کو قافلہ کا سامان ایک جگہ جمع کیا اور اس کا ٹیلہ سا بنا کر اس پر عتبہ کو سُلا دیا اور قافلہ کے تمام آدمی چاروں طرف سوئے، رات کو شیر آیا اور سب کے منہ سونگھے، اس کے بعد ایک زقند لگائی اور ٹیلہ پر پہنچکر عتبہ کا سر بدن سے جدا کر دیا، اُس نے ایک آواز دی مگر ساتھ ہی کام تمام ہو چکا تھا، بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہ مسلمان ہو گیا تھا اور یہ قصہ پہلے بھائی کے ساتھ پیش آیا۔

بہرحال حضرت رقیہؓ اور حضرت اُمِّ کلثومؓ کے پہلے شوہروں میں سے ایک مسلمان ہوئے، دوسرے کے ساتھ یہ عبرتناک واقعہ پیش آیا۔ اسی لیے اللہ والوں کی دشمنی سے ڈرایا جاتا ہے۔ خود اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ "جو میرے کسی ولی کو ستائے اس کو میری طرف سے لڑائی کا اعلان ہے۔"

حضرت رقیہؓ کے انتقال کے بعد ربیع الاوّل ۳ھ میں حضرت اُمِّ کلثومؓ کا نکاح بھی حضرت عثمانؓ سے ہوا، حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میں نے اُمِّ کلثومؓ کا نکاح آسمانی وحی کے حکم سے عثمانؓ سے کیا، بعض روایات میں حضرت رقیہؓ اور حضرت اُمِّ کلثومؓ دونوں کے متعلق یہی ارشاد فرمایا، پہلے خاوند کے یہاں تو رخصتی بھی نہیں ہوئی تھی، اولاد کوئی حضرت عثمانؓ سے بھی نہیں ہوئی اور شعبان ۹ھ میں انتقال فرمایا، حضورؐ نے ان کے انتقال کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر میرے سو لڑکیاں ہوتیں اور انتقال کرتیں تو اسی طرح ایک دوسری کے بعد عثمانؓ سے کرتا

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا | حضورؐ کی چوتھی صاحبزادی جنّتی عورتوں کی سردار حضرت فاطمہؓ

جو عمر میں اکثر مؤرخین کے نزدیک سب سے چھوٹی ہیں. نبوت کے ایک سال بعد جب کہ حضورؐ کی عمر شریف اکتالیس برس کی تھی پیدا ہوئیں اور بعض نے نبوت سے پانچسال پہلے پینتیس سال کی عمر میں لکھا ہے، کہتے ہیں کہ انکا نام فاطمہ الہام یا وحی سے رکھا گیا. فطم کے معنی روکنے کے ہیں. یعنی یہ جہنم کی آگ سے محفوظ ہیں. ۲ھ محرم یا صفر یا رجب یا رمضان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نکاح ہوا اور نکاح سے سات مہینے اور پندرہ دن بعد رخصتی ہوئی، یہ نکاح بھی اللہ جل شانہٗ کے حکم سے ہوا، کہتے ہیں کہ نکاح کے وقت آپ کی عمر پندرہ سال پانچ ماہ کی تھی. اس سے ۱ھ نبوی کی پیدائش کی تائید ہوتی ہے اور اور حضرت علیؓ کی عمر اکیس سال پانچ ماہ یا چوبیس سال ڈیڑھ ماہ کی تھی حضورؐ کو اپنی تمام صاحبزادیوں میں ان سے زیادہ محبت تھی. جب حضورؐ سفر کو تشریف لے جاتے تو سب سے اخیر میں ان سے رخصت ہوتے اور جب علی کرم اللہ وجہہ نے ابو جہل کی لڑکی سے دوسرے نکاح کا ارادہ فرمایا تو ان کو رنج ہوا، حضورؐ سے شکایت کی حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ فاطمہؓ میرے بدن کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو رنج پہنچایا اس نے مجھے رنج پہنچایا، اسی لیے حضرت علیؓ نے ان کی زندگی میں کوئی نکاح نہیں کیا. آپؓ کے وصال کے بعد آپ کی بھانجی امامہؓ سے نکاح کیا جس کا ذکر حضرت زینبؓ کے بیان میں گذرا،

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ مہینہ بعد حضرت فاطمہؓ بیمار ہوئیں اور ایک روز خادمہ سے فرمایا کہ میں غسل کروں گی پانی رکھ دو، غسل فرمایا، نئے کپڑے پہنے پھر فرمایا کہ میرا بستر گھر کے بیچ کر دو، اس پر تشریف لے گئیں اور قبلہ رخ لیٹ کر داہنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھا اور فرمایا کہ بس اب میں مرتی ہوں، یہ فرما کر وصال فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کا سلسلہ انہی سے چلا اور انشاء اللہ قیامت تک چلتا رہے گا، ان کی چھ اولاد تین لڑکے تین لڑکیاں ہوئیں. سب سے اول حضرت حسنؓ نکاح کے دوسرے سال میں پیدا ہوئے. پھر حضرت حسینؓ تیسرے سال میں یعنی ۴ھ میں، پھر حضرت محسنؓ ان کی سین کی تشدید کے ساتھ ہے، پیدا ہوئے جن کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا، صاحبزادیوں میں سے حضرت رقیہؓ کا انتقال بچپن ہی میں ہو گیا تھا، اسی وجہ سے بعض مورخین نے انکو لکھا بھی نہیں

دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ کا پہلا نکاح امیر المومنین حضرت عمرؓ سے ہوا، جن سے ایک صاحبزادہ زیدؓ اور ایک صاحبزادی رقیہؓ پیدا ہوئیں حضرت عمرؓ کے انتقال کے بعد ام کلثومؓ کا نکاح عون بن جعفرؓ سے ہوا، ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی، ان کے انتقال کے بعد انکے بھائی محمد بن جعفرؓ سے ہوا، ان سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جو بچپن ہی میں انتقال کر گئی، انکے انتقال کے بعد ان کے تیسرے بھائی عبداللہ بن جعفرؓ سے ہوا ان سے بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی، اور انہی کے نکاح میں حضرت ام کلثومؓ کا انتقال ہوا اور اسی دن ان کے صاحبزادے زیدؓ کا بھی انتقال ہوا، دونوں جنازے ساتھ ہی اٹھے اور کوئی سلسلہ اولاد کا ان سے نہیں چلا۔ یہ تینوں بھائی وہی عبداللہؓ، عونؓ اور محمدؒ ہیں جن کا قصہ چھٹے باب کے نمبر ۱۱ پر گذرا ہے یہ حضرت علیؓ کے بھتیجے اور جعفر طیارؓ کے صاحبزادے ہیں حضرت فاطمہؓ کی تیسری صاحبزادی حضرت زینبؓ تھیں جنکا نکاح عبداللہ بن جعفرؓ سے ہوا اور دو صاحبزادے عبداللہؓ اور عون پیدا ہوئے اور ان کے ہی نکاح میں انتقال فرمایا، ان کے انتقال کے بعد عبداللہ بن جعفرؓ کا نکاح ان کی ہمشیرہ حضرت ام کلثومؓ سے ہوا تھا یہ اولاد حضرت فاطمہؓ سے ہے ورنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دوسری بیبیوں سے جو بعد میں ہوئیں اور بھی اولاد ہے۔

مورخین نے حضرت علیؓ کی تمام اولاد بتیس لکھی ہے جن میں سولہ لڑکے اور سولہ لڑکیاں، اور حضرت امام حسنؓ کے پندرہ لڑکے آٹھ لڑکیاں اور امام حسینؓ کے چھ لڑکے تین لڑکیاں رضی اللہ تعالیٰ عنہم وارضاھم اجمعین وجعلنا بھدیھم متبعین واللہ اعلم وعلمہ اتم

(ملخص من الخمیس والزرقانی علی المواھب والتلقیح والاصابۃ واسد الغابہ)

گیارھواں باب

بچوں کا دینی جذبہ

کم سن اور نوعمر بچوں میں جو دین کا جذبہ تھا وہ حقیقت میں بڑوں کی پرورش کا ثمرہ تھا۔ اگر ماں باپ اور دوسرے اولیاء اولاد کو شفقت میں کھو دینے اور ضائع کر دینے کے بجائے شروع ہی سے ان کی دینی حالت کی خبر گیری اور اس پر تنبیہ رکھیں تو دین کے امور بچوں کے دلوں میں جگہ پکڑیں اور بڑی عمر میں جا کر وہ چیزیں ان کے لیے بمنزلہ عادت کے ہو جائیں، لیکن ہم لوگ اس کے برخلاف بچہ کی ہر بُری بات پر بچہ سمجھ کر چشم پوشی کرتے ہیں بلکہ زیادہ محبت کا جوش ہوتا ہے تو اس پر خوش ہوتے ہیں اور دین میں جتنی کوتاہی دیکھتے ہیں اپنے دل کو یہ کہہ کر تسلی دیتے ہیں کہ بڑے ہو کر سب درست ہو جائے گا، حالانکہ بڑے ہو کر وہی عادات پکتی ہیں جن کا شروع میں بیج بویا جا چکا ہے، آپ چاہتے ہیں، کہ بیج چنے کا ڈالا جائے، اور اس سے گیہوں پیدا ہو یہ مشکل ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ بچے میں اچھی عادتیں پیدا ہوں، دین کا اہتمام ہو دین پر عمل کرنے والا ہو، تو بچپن ہی سے اس کو دین کے اہتمام کا عادی بنائیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بچپن سے ہی اپنی اولاد کی نگہداشت فرماتے تھے اور دینی امور کا اہتمام کراتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں ایک شخص پکڑ کر لایا گیا، جس نے رمضان میں شراب پی رکھی تھی اور روزہ سے نہیں تھا، حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ تیرا ناس ہو ہمارے تو بچے بھی روزہ دار ہیں (بخاری) یعنی تو اتنا بڑا ہو کر بھی روزہ نہیں رکھتا، اس کے بعد اس کے اسّی کوڑے شراب پینے کی سزا میں مارے اور مدینہ منورہ سے نکل جانے کا حکم فرما کر ملک شام کو چلتا کر دیا۔

بچوں کو روزہ رکھوانا ۱۔ رُبیع بنت معوذؓ جن کا قصہ پہلے باب کے آخر میں گذرا ہے، کہتی ہیں کہ حضورؐ نے ایک مرتبہ اعلان کرایا کہ آج عاشورہ کا دن ہے سب کے سب

روزہ رکھیں، ہم لوگ اس کے بعد سے ہمیشہ روزہ رکھتے رہے اور اپنے بچوں کو بھی روزہ رکھواتے تھے، جب وہ بھوک کی وجہ سے رونے لگتے تو روئی کے گالے کے کھلونے بنا کر ان کو بہلایا کرتے تھے اور افطار کے وقت تک اسی طرح ان کو کھیل میں لگائے رکھتے تھے۔

فائدہ: بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ مائیں دودھ پیتے بچوں کو دودھ نہیں پلاتی تھیں، اگرچہ اس وقت قوے نہایت قوی تھے اور اب بہت ضعیف، وہ لوگ اور وہ بچے اس کے متحمل تھے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ جتنے کا اب تحمل ہے، وہی کہاں کیا جاتا ہے۔ تحمل کا دیکھنا تو نہایت ضروری ہے مگر اب جس کا تحمل ہے اس میں کوتاہی یقیناً نامناسب ہے۔

حضرت عائشہ رض کی احادیث اور آیت کا نزول

۱۱ حضرت عائشہ رض چھ سال کی عمر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں، مکہ مکرمہ میں نکاح ہوا، اور نویں سال کی عمر میں، مدینہ طیبہ میں رخصتی ہوئی، اٹھارہ سال کی عمر میں حضور کا وصال ہوا، اٹھارہ سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے، جس میں اس قدر دینی مسائل اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور افعال ان سے نقل کیے جاتے ہیں کہ حد نہیں۔ مسروق کہتے ہیں کہ بڑے بڑے صحابہ رض کو میں نے دیکھا کہ حضرت عائشہ رض سے مسائل دریافت کرتے تھے۔ عطار کہتے ہیں کہ مردوں سے زیادہ مسائل سے واقف اور عالم تھیں۔

ابو موسیٰ رض کہتے ہیں کہ جو علمی مشکل ہمیں در پیش آتی تھی، حضرت عائشہ رض کے پاس اس کے متعلق تحقیق ملتی تھی[۲]۔ دو ہزار دو سو دس حدیثیں کتب حدیث میں ان کی ملتی ہیں[۳]۔ خود فرماتی ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں بچپن میں کھیل رہی تھی اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر سورۂ قمر کی آیت بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ نازل ہوئی[۴]۔ مکہ مکرمہ میں آٹھ برس کی عمر تک حضرت عائشہ رض رہی ہیں، اس کم عمری میں اس آیت کے نازل ہونے کی خبر ہونا اور پھر اس کا یاد رکھنا دین کے ساتھ خاص ہی لگاؤ سے ہو سکتا

---

[۱] بخاری [۲] اصابہ [۳] تلقیح [۴] بخاری

ہے ورنہ آٹھ برس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے۔

عُمیرؓ کا جہاد کی شرکت کا شوق ۳۔ عُمیر آبی اللحم کے غلام اور کم عمر بچے بھی جہاد میں شرکت کا شوق اس وقت ہر بڑے چھوٹے کی جان تھا، خیبر کی لڑائی میں شرکت کی خواہش کی، ان کے سرداروں نے بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سفارش کی کہ اجازت فرمادی جاوے۔ چنانچہ حضورؐ نے اجازت فرمادی اور ایک تلوار مرحمت فرمائی جو گلے میں لٹکالی مگر تلوار بڑی تھی اور قد چھوٹا تھا اس لیے وہ زمین پر گھسٹتی جاتی تھی۔ اسی حال میں خیبر کی لڑائی میں شرکت کی، چونکہ بچے بھی تھے اور غلام بھی اس لیے غنیمت کا پورا حصّہ تو ملا نہیں، البتہ بطورِ عطا کے کچھ سامان حصّہ میں آیا[1]۔

فائدہ:۔ ان جیسے حضرات کو یہ بھی معلوم تھا کہ غنیمت میں ہمارا پورا حصّہ بھی نہیں اس کے باوجود پھر یہ شوق کہ دوسرے حضرات سے سفارشیں کرائی جاتی تھیں، اس کی وجہ دینی جذبہ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے رسولؐ کے وعدوں پر اطمینان کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔

عُمیرؓ کا بدر کی لڑائی میں چھپنا ۴۔ عُمیر بن ابی وقاصؓ ایک نوعمر صحابی ہیں۔ شروع ہی میں مسلمان ہو گئے تھے، سعد بن ابی وقاصؓ مشہور صحابی کے بھائی ہیں۔ سعدؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بھائی عُمیرؓ کو بدر کی لڑائی کے وقت دیکھا کہ لشکر کی روانگی کی تیاری ہو رہی تھی اور اِدھر اُدھر چھپتے پھر رہے تھے کہ کوئی دیکھے نہیں، مجھے یہ بات دیکھ کر تعجب ہوا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کیا ہوا چھپتے کیوں پھر رہے ہو، کہنے لگے مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نہ دیکھ لیں اور بچہ سمجھ کر جانے کی ممانعت کر دیں کہ پھر نہ جا سکوں گا اور مجھے تمنا ہے کہ لڑائی میں ضرور شریک ہوں کیا بعید ہے اللہ تعالیٰ مجھے بھی کسی طرح شہادت نصیب فرمائیں۔ آخر جب لشکر پیش ہوا تو جو خطرہ تھا وہ پیش آیا اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کم عمر ہونے کی وجہ سے انکار فرما دیا اور جو خطرہ تھا وہ سامنے آگیا مگر شوق کا غلبہ تھا تحمل نہ کر سکے اور رونے لگے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو شوق اور

---

[1] ابوداؤد

رونے کا حال معلوم ہوا تو اجازت عطا فرما دی لڑائی میں شہید ہوئے، ان کے بھائی سعدؓ کہتے ہیں کہ ان کے چھوٹے ہونے اور تلوار کے بڑے ہونے کی وجہ سے میں اس کے تسموں میں گرہیں لگاتا تھا تاکہ اونچی ہو جائے۔[1]

۵۔ دو انصاری بچوں کا ابو جہل کو قتل کرنا

حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ مشہور اور بڑے صحابہ میں ہیں فرماتے ہیں کہ میں بدر کی لڑائی میں میدان لڑنے والوں کی صف میں کھڑا تھا میں نے دیکھا کہ میرے دائیں اور بائیں جانب انصار کے دو کم عمر لڑکے ہیں، مجھے خیال ہوا کہ میں اگر قوی اور مضبوط لوگوں کے درمیان ہوتا تو اچھا تھا کہ ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی مدد کر سکتے، میرے دونوں جانب بچے ہیں، یہ کیا مدد کر سکیں گے، اتنے میں ان دونوں لڑکوں میں سے ایک نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ چچا جان تم ابو جہل کو بھی پہچانتے ہو؟ میں نے کہا ہاں پہچانتا ہوں تمہاری کیا غرض ہے؟ اس نے کہا مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گالیاں بکتا ہے، اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر میں اس کو دیکھ لوں تو اس وقت تک اس سے جدا نہ ہوں گا کہ وہ مر جائے یا میں مر جاؤں، مجھے اس کے سوال اور جواب پر تعجب ہوا، اتنے میں دوسرے نے یہی سوال کیا اور جو پہلے نے کہا تھا وہی اس نے بھی کہا، اتفاقاً میدان میں ابو جہل دوڑتا ہوا مجھے نظر پڑ گیا، میں نے ان دونوں سے کہا کہ تمہارا مطلوب جس کے بارہ میں تم مجھ سے سوال کر رہے تھے وہ جا رہا ہے، دونوں یہ سن کر تلواریں ہاتھ میں لیے ہوئے ایک دم بھاگے چلے گئے اور جا کر اس پر تلوار چلانی شروع کر دی، یہاں تک کہ اس کو گرا دیا۔[2]

فائدہ: یہ دونوں صاحبزادے معاذ بن عمرو بن جموحؓ اور معوذ بن عفراءؓ ہیں، معاذ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ میں لوگوں سے سنتا تھا کہ ابو جہل کو کوئی نہیں مار سکتا، وہ بڑی حفاظت میں رہتا ہے، مجھے اسی وقت سے خیال تھا کہ میں اس کو ماروں گا، یہ دونوں صاحبزادے پیدل تھے اور ابو جہل گھوڑے پر سوار تھا، صفوں کو درست کر رہا تھا۔ جس وقت عبد الرحمٰن

---

[1] اصابہ [2] بخاری

بن عوفؓ نے دیکھا اور یہ دونوں دوڑے تو گھوڑے سوار پر براہِ راست حملہ مشکل تھا اس لیے ایک نے گھوڑے پر حملہ کیا اور دوسرے نے ابوجہل کی ٹانگ پر حملہ کیا جس سے گھوڑا بھی گرا اور ابوجہل بھی گرا اور اٹھ نہ سکا دونوں حضرات اس کو ایسا کر کے چھوڑ آئے تھے کہ اٹھ نہ سکے وہیں پڑا تڑپتا رہے مگر معوذ بن عفراءؓ ان کے بھائی نے اور ذرا ٹھنڈا کر دیا، کہ مبادا اٹھ کر چلا جائے، لیکن بالکل انہوں نے بھی نہ نمٹایا، اس کے بعد عبداللہ بن مسعودؓ نے بالکل ہی سر جدا کر دیا۔ معاذ بن عمروؓ کہتے ہیں کہ جس وقت میں نے اس کی ٹانگ پر حملہ کیا تو اس کا لڑکا عکرمہ ساتھ تھا، اس نے میرے مونڈھے پر حملہ کیا تو اس سے میرا ہاتھ کٹ گیا اور صرف کھال میں لٹکا ہوا رہ گیا[1] میں نے اس لٹکے ہوئے ہاتھ کو کمر کے پیچھے ڈال لیا اور دن بھر دوسرے ہاتھ سے لڑتا رہا، لیکن جب اس کے لٹکے رہنے سے دقت ہوئی، تو میں نے اس کو پاؤں کے نیچے دبا کر زور سے کھینچا اور وہ کھال بھی ٹوٹ گئی جس سے وہ اٹک رہا تھا اور میں نے اس کو پھینک دیا۔[2]

رافعؓ اور جندبؓ کا مقابلہ ۶۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب لڑائی کے لیے تشریف لے جاتے تو مدینہ منورہ سے باہر جانے کے بعد لشکر کا معائنہ فرماتے ان کے احوال کو ان کی ضرورتوں کو دیکھتے اور لشکر کی اصلاح فرماتے۔ کم عمر بچوں کو واپس فرما دیتے۔ یہ حضرات شوق میں نکل پڑتے، چنانچہ احد کی لڑائی کے لیے جب تشریف لے جانا ہوا تو ایک موقع پر جا کر لشکر کا معائنہ فرمایا، اور نو عمروں کو لڑکپن کی وجہ سے واپس فرما دیا جن میں حضراتِ ذیل بھی تھے۔ عبداللہ بن عمرؓ، زید بن ثابتؓ، اسامہ بن زیدؓ، زید بن ارقمؓ، براء بن عازبؓ، عمرو بن حزمؓ، اسید بن ظہیرؓ، عرابہ بن اوسؓ، ابوسعید خدریؓ، سمرۃ بن جندبؓ رافع بن خدیجؓ کہ ان کی عمریں تقریباً تیرہ چودہ برس کی تھیں۔ جب ان کو واپسی کا حکم ہوا تو حضرت خدیجؓ نے سفارش کی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا لڑکا رافع تیر چلانا بہت اچھا جانتا ہے اور خود رافعؓ بھی اجازت کے اشتیاق میں اُبھر اُبھر کر کھڑے ہوتے تھے کہ قد لانبا معلوم ہو حضورؐ نے اجازت فرما دی تو سمرۃ بن جندبؓ نے اپنے سوتیلے باپ مرۃ بن سنان سے کہا کہ

---

[1] اسد الغابہ [2] خمیس

حضورؐ نے رافع رضؓ کو تو اجازت مرحمت فرمادی اور مجھے اجازت نہیں عطا فرمائی حالانکہ میں رافع رضؓ سے قوی ہوں اگر میرا اور اسکا مقابلہ ہو تو میں اس کو پچھاڑ لوں گا۔ حضورؐ نے دونوں کا مقابلہ کرایا تو سمرہؓ نے رافع رضؓ کو واقعی پچھاڑ دیا، اس لیے حضورؐ نے سمرہ رضؓ کو اجازت عطا فرما دی، اس کے بعد اور بچوں نے بھی کوشش کی اور بعضوں کو اور بھی اجازت مل گئی، اسی سلسلہ میں رات ہو گئی۔ حضورؐ نے تمام لشکر کی حفاظت کا انتظام فرمایا اور پچاس آدمیوں کو پورے لشکر کی حفاظت کے واسطے متعین فرمایا، اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ہماری حفاظت کون کرے گا۔ ایک صاحب اٹھے۔ حضورؐ نے فرمایا تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا ذکوانؓ حضورؐ نے فرمایا اچھا بیٹھ جاؤ، پھر فرمایا ہماری حفاظت کون کریگا؟ ایک صاحب اٹھے، حضورؐ نے نام دریافت فرمایا عرض کیا ابو سبع (سبع کا باپ)، حضورؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ چنانچہ تیسری مرتبہ پھر ارشاد ہوا کہ ہماری حفاظت کون کرے گا، پھر ایک صاحب کھڑے ہوئے حضورؐ نے نام دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کیا ابن عبد القیس (عبد قیس کا بیٹا) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اچھا بیٹھ جاؤ، اس کے تھوڑی دیر بعد ارشاد ہوا کہ تینوں آدمی آجاؤ، تو ایک صاحب حاضر ہوئے، حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارے دونوں ساتھی کہاں گئے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ تینوں دفعہ میں ہی اٹھا تھا۔ حضورؐ نے دعا دی اور حفاظت کا حکم فرمایا رات بھر یہ حضورؐ کے خیمہ کی حفاظت فرماتے رہے[1]

فائدہ: یہ شوق اور ولولے تھے ان حضرات کے کہ بچہ ہو یا بڑا ہر شخص کچھ ایسا مست تھا کہ جان دینا مستقل مقصود تھا، اسی وجہ سے کامیابی ان کے قدم چومتی تھی، رافع بن خدیجؓ نے بدر کی لڑائی میں بھی اپنے آپ کو پیش کیا تھا مگر اس وقت اجازت نہ مل سکی تھی، پھر احد میں پیش کیا جس کا قصہ ابھی گذرا، اس کے بعد ہر لڑائی میں شریک ہوتے رہے، احد کی لڑائی میں سینہ میں ایک تیر لگا، جب اس کو کھینچا گیا تو سارا نکل آیا مگر بھال کا حصہ اندر بدن میں رہ گیا جس نے زخم کی صورت اختیار کی اور اخیر زمانہ میں بڑھاپے کے قریب یہی زخم ہرا ہو کر موت کا سبب بنا[2]

---

[1] خمیس [2] اسد الغابہ

حضرت زیدؓ کا قرآن کی وجہ سے تقدم

۷۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی عمر ہجرت کے وقت گیارہ سال کی تھی، اور چھ سال کی عمر میں یتیم ہو گئے تھے، بدر کی لڑائی میں اپنے آپ کو پیش کیا تھا، اجازت نہ ملی، پھر احد کی لڑائی میں نکلے مگر واپس کر دیے گئے، جیسا کہ ابھی معلوم ہوا، بعضوں نے کہا ہے کہ چونکہ سمرہؓ اور رافعؓ دونوں کو اجازت ہو چکی تھی جیسا کہ اس سے پہلے قصہ میں گذرا، اس لیے ان کو بھی اجازت ہو گئی، اس کے بعد سے ہر لڑائی میں شریک ہوتے رہے، تبوک کی لڑائی میں نبو مالک کا جھنڈا حضرت عمارہؓ کے ہاتھ میں تھا، حضورؐ نے عمارہ سے لے کر حضرت زیدؓ کو دے دیا، عمارہ کو فکر ہوا کہ شاید مجھ سے کوئی غلطی صادر ہوئی یا کوئی وجہ ناراضی پیش آئی، دریافت کیا یا رسول اللہ میری کوئی شکایت حضورؐ تک پہنچی ہے؟ ارشاد فرمایا یہ بات نہیں بلکہ زیدؓ قرآن شریف تم سے زیادہ پڑھا ہوا ہے۔ قرآن نے اس کو جھنڈا اٹھانے میں مقدم کر دیا[1]۔

فائدہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عام معمول تھا کہ فضائل میں دین کے اعتبار سے ترجیح فرماتے تھے، یہاں اگرچہ لڑائی کا موقع تھا اور قرآن شریف کے زیادہ پڑھے ہوئے ہونے کو اس میں کوئی دخل نہیں تھا، اس کے باوجود حضورؐ نے قرآن پاک کی زیادتی کی وجہ سے جھنڈا کے اٹھانے میں ان کو مقدم فرمایا، اکثر چیزوں میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کا لحاظ فرماتے تھے، حتیٰ کہ اگر کئی آدمیوں کو کسی ضرورت سے ایک قبر میں دفن فرمانے کی نوبت آتی تو جس نے قرآن شریف زیادہ پڑھا ہوا ہوتا تھا اس کو مقدم فرماتے جیسا کہ غزوۂ احد میں کیا۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کے باپ کا انتقال

۸۔ حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ میں احد کی لڑائی میں پیش کیا گیا۔ تیرہ سال کی میری عمر تھی، حضورؐ نے قبول نہیں فرمایا، میرے والد نے سفارش بھی کی کہ اس کے قویٰ اچھے ہیں ہڈیاں بھی موٹی ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نگاہ میری طرف اوپر کو اٹھاتے تھے پھر نیچے کر لیتے تھے بالآخر کم عمر ہونے کی وجہ سے اجازت نہیں دی۔ میرے والد اس لڑائی میں شریک ہوئے

---

[1] اسد الغابہ

اور شہید ہو گئے، کوئی مال وغیرہ کچھ نہ تھا۔ میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سوال کرنے کی غرض سے حاضر ہوا، حضورؐ نے مجھے دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ جو صبر مانگتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو صبر عطا فرماتے ہیں اور جو پاکبازی اللہ سے مانگتا ہے، حق تعالیٰ اس کو پاکباز بنا دیتے ہیں اور جو غنا چاہتا ہے اس کو غنا عطا فرماتے ہیں۔ میں نے یہ مضمون حضورؐ سے سُنا پھر کچھ نہ مانگا، چپکے ہی واپس آگیا، اس کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ نے ان کو وہ رتبہ عطا فرمایا کہ نوعمر صحابہؓ میں اس بڑے درجہ کا عالم دوسرا مشکل سے ملے گا۔[1]

فائدہ: بچپن کی عمر اور باپ کے صدمہ کے علاوہ ضرورت کا وقت، لیکن نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عام نصیحت کو سنکر چپ چاپ چلے آنا، اور اپنی پریشانی کا اظہار تک نہ کرنا کیا آجکل کوئی بڑی عمر والا بھی کر سکتا ہے۔ سچ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے رسولؐ کی مصاحبت کے لیے ایسے ہی لوگ چُنے تھے جو اس کے اہل تھے، اسی لیے حضورؐ کا ارشاد ہے جو خاتمہ میں آتا ہے کہ اللہ نے سارے آدمیوں میں سے میرے صحابہؓ کو چنا ہے۔

۹۔ سلمہ بن اکوعؓ کی غابہ پر دوڑ غابہ مدینہ طیبہ سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر ایک آبادی تھی، وہاں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اونٹ چرا کرتے تھے۔ کافروں کے ایک مجمع کے ساتھ عبدالرحمٰن فزاری نے ان کو لوٹ لیا جو صاحب چراتے تھے، ان کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو لے کر چل دیے، یہ لٹیرے لوگ گھوڑوں پر سوار تھے اور ہتھیار لگائے ہوتے تھے، اتفاقاً حضرت سلمہ بن اکوعؓ صبح کے وقت پیدل تیر کمان لیے ہوئے غابہ کی طرف چلے جا رہے تھے کہ اچانک ان لٹیروں پر نگاہ پڑی، بچے تھے لیکن دوڑتے بہت تیز تھے، کہتے ہیں کہ ان کی دوڑ ضرب المثل اور مشہور تھی، یہ اپنی دوڑ میں گھوڑے کو پکڑ لیتے تھے، اور گھوڑا ان کو نہیں پکڑ سکتا تھا اس کے ساتھ ہی تیر اندازی میں بھی مشہور تھے حضرت سلمہؓ نے مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے ایک پہاڑی پر چڑھ کر لوٹ کا اعلان کیا اور خود تیر کمان ساتھ تھی ہی ان لٹیروں کے پیچھے دوڑ لیے۔ حتیٰ کہ ان کے پاس تک پہنچ

---

[1] اصابہ استیعاب

گئے اور تیر مارنے شروع کر دیئے اور اس پھرتی سے دمادم تیر برسائے کہ وہ لوگ بڑا مجمع سمجھے اور چونکہ خود تنہا تھے اور پیدل بھی تھے، اس لیے جب کوئی گھوڑا لوٹا کر پیچھا کرتا تو کسی درخت کی آڑ میں چھپ جاتے اور آڑ میں سے اس کے گھوڑے کے تیر مارتے جس سے وہ زخمی ہوتا اور وہ اس خیال سے واپس جاتا کہ گھوڑا گر گیا تو میں پکڑا جاؤں گا۔ حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں، غرض وہ بھاگتے رہے اور میں پیچھا کرتا رہا۔ حتیٰ کہ جتنے اونٹ انہوں نے حضورؐ کے لوٹے تھے وہ میرے پیچھے ہو گئے اور اس کے علاوہ تیس[۳۰] برچھے اور تیس[۳۰] چادریں وہ اپنی چھوڑ گئے، اتنے میں عُیَیْنہ بن حصن کی ایک جماعت مدد کے طور پر ان کے پاس پہنچ گئی اور ان لیٹروں کو قوت حاصل ہو گئی، یہ بھی ان لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ میں اکیلا ہوں انہوں نے کئی آدمیوں نے مل کر میرا پیچھا کیا۔ میں ایک پہاڑ پر چڑھ گیا وہ بھی چڑھ گئے جب میرے قریب ہو گئے تو میں نے زور سے کہا کہ ذرا ٹھہرو، پہلے میری ایک بات سنو، تم مجھے جانتے بھی ہو کہ میں کون ہوں، انہوں نے کہا کہ بتا تو کون ہے؟ میں نے کہا کہ میں ابن الاکوعؓ ہوں، اس ذات پاک کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ کو عزت دی، تم میں سے اگر کوئی مجھے پکڑنا چاہے تو نہیں پکڑ سکتا اور تم میں سے جس کو میں پکڑنا چاہوں، وہ مجھ سے ہرگز نہیں چھوٹ سکتا، انکے متعلق چونکہ عام طور سے یہ شہرت تھی کہ بہت زیادہ دوڑتے ہیں۔ حتیٰ کہ عربی گھوڑا بھی انکا مقابلہ نہیں کر سکتا اس لیے یہ دعویٰ کچھ عجیب نہیں تھا۔ سلمہؓ کہتے ہیں کہ میں اسی طرح ان سے بات چیت کرتا رہا میرا مقصود یہ تھا کہ ان کے پاس تو مدد پہنچ گئی ہے مسلمانوں کی طرف سے میری مدد بھی آجائے کیونکہ میں بھی مدینہ میں اعلان کر کے آیا تھا۔ غرض ان سے اسی طرح میں بات چیت کرتا رہا اور درختوں کے درمیان سے مدینہ منورہ کی طرف غور سے دیکھتا تھا کہ مجھے ایک جماعت گھوڑے سواروں کی دوڑ کر آتی ہوئی نظر آئی، ان میں سے سب سے آگے اخرم اسدیؓ تھے، انہوں نے آتے ہی عبدالرحمٰن فزاری پر حملہ کیا اور عبدالرحمٰن بھی ان کی طرف متوجہ ہوا، انہوں نے اس کے گھوڑے پر حملہ کیا اور پاؤں کاٹ دیئے جس سے گھوڑا گرا اور عبدالرحمٰن نے گرتے ہوئے

لہ ۱۱

ان پر حملہ کر دیا، جس سے وہ شہید ہو گئے اور عبد الرحمٰن فوراً ان کے گھوڑے پر سوار ہو گیا ان کے پیچھے ابو قتادہؓ تھے، انہوں نے فوراً حملہ شروع کر دیا۔ عبد الرحمٰن نے ابو قتادہ کے گھوڑے کے پاؤں پر حملہ کیا جس سے وہ گرے اور گرتے ہوئے انہوں نے عبد الرحمٰن پر حملہ کیا جس سے وہ قتل ہو گیا اور ابو قتادہؓ فوراً اس گھوڑے پر سوار ہو گئے جو اخرم اسدیؓ کا تھا اور اب اس پر عبد الرحمٰن سوار ہو رہا تھا۔[1]

فائدہ:۔ بعض تواریخ میں لکھا ہے کہ حضرت سلمہؓ نے اخرم اسدیؓ کو حملہ سے روکا بھی تھا کہ ذرا ٹھہر جاؤ اپنا مجمع اور آنے دو مگر انہوں نے فرمایا کہ مجھے شہید ہونے دو کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں صرف یہی شہید ہوئے اور کفار کے بہت سے آدمی اس لڑائی میں مارے گئے۔ اس کے بعد بڑا مجمع مسلمانوں کا پہنچ گیا، اور وہ لوگ بھاگ گئے تو حضرت سلمہؓ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میرے ساتھ سو آدمی کر دیں۔ میں ان کا پیچھا کروں گا مگر حضورؐ نے فرمایا کہ وہ اپنی جماعتوں میں پہنچ گئے، اکثر تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلمہؓ کی عمر اس وقت بارہ یا تیرہ برس کی تھی، بارہ تیرہ برس کا لڑکا گھوڑے سواروں کی ایک بڑی جماعت کو یوں بھگا دے کہ ہوش و حواس گم ہو جائیں جو لوٹا تھا وہ بھی چھوڑ دیں اور اپنا بھی سامان چھوڑ جائیں یہ اسی اخلاص کی برکت تھی جو اللہ جل شانہٗ نے اس جماعت کو نصیب فرمایا تھا۔

بدر کا مقابلہ اور حضرت براءؓ کا شوق

۱۰۔ بدر کی لڑائی سب سے افضل اور سب سے زیادہ مہتم بالشان لڑائی ہے، اس لیے کہ اس میں مقابلہ نہایت سخت تھا مسلمانوں کی جماعت نہایت قلیل یعنی کل تین سو تیرہ تھے جن کے پاس صرف تین گھوڑے، چھ یا نو زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں اور ستّر اونٹ تھے، ایک ایک اونٹ پر کئی کئی آدمی باری باری سوار ہوتے تھے اور کفار کی جماعت ایک ہزار کے قریب تھی جن میں سو گھوڑے اور سات سو اونٹ اور لڑائی کا کافی سامان تھا اسی وجہ سے وہ لوگ نہایت اطمینان کے ساتھ باجوں اور گانے والی عورتوں کے ساتھ میدان میں آئے۔

---

[1] ابوداؤد

ادھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت متفکر کہ مسلمان نہایت کمزوری کی حالت میں تھے۔ جب حضورؐ نے دونوں جماعتوں کا اندازہ فرمایا تو دعا مانگی، یا اللہ یہ مسلمان ننگے پاؤں ہیں تو ہی ان کو سواری دینے والا ہے۔ یہ ننگے بدن ہیں تو ہی ان کو کپڑا پہنانے والا ہے، یہ بھوکے ہیں تو ہی ان کا پیٹ بھرنے والا ہے۔ یہ فقیر ہیں تو ہی ان کو غنی کرنے والا ہے چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی، ان سب باتوں کے باوجود حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت براء بن عازبؓ دونوں حضرات لڑائی میں شرکت کے شوق میں گھر سے چلدیے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ ہونے کی وجہ سے راستہ میں سے لوٹا دیا۔[1] یہ دونوں حضرات احد کی لڑائی میں سے بھی واپس کئے گئے تھے، جیسا کہ پہلے قصہ میں گذر چکا ہے، احد کی لڑائی بدر کی لڑائی سے ایک سال بعد ہوئی، جب اس میں بھی یہ بچوں میں شمار کیے گئے تو بدر میں بطریق اولیٰ بچّہ تھے۔ مگر ان حضرات کا شوق تھا کہ بچپن ہی سے یہ ولولہ اور شوق دل میں جوش مارتا تھا اور ہر لڑائی میں شریک ہونے اور اجازت ملنے کی کوشش کرتے تھے۔

عبداللہ بن عبداللہ بن اُبی کا اپنے باپ سے مقابلہ

۱۱ ۵ھ میں بنو المصطلق کی مشہور جنگ ہوئی اسمیں ایک مہاجری اور ایک انصاری کی لڑائی ہوگئی معمولی بات تھی مگر بڑھ گئی، ہر ایک نے اپنی اپنی قوم سے دوسرے کے خلاف مدد چاہی اور دونوں طرف جماعتیں پیدا ہوگئیں اور قریب تھا کہ آپس میں لڑائی کا معرکہ گرم ہوجاتے کہ درمیان میں بعض لوگوں نے پڑکر صلح کرادی۔ عبداللہ بن ابی منافقوں کا سردار اور نہایت مشہور منافق اور مسلمانوں کا سخت مخالف تھا مگر چونکہ اسلام ظاہر کرتا تھا، اس لیے اس کے ساتھ مخالفت کا برتاؤ نہ کیا جاتا تھا اور یہی اس وقت منافقوں کے ساتھ عام برتاؤ تھا، اس کو جب اس قصہ کی خبر ہوئی تو اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ لفظ کہے اور اپنے دوستوں سے خطاب کر کے کہا کہ یہ سب کچھ تمہارا اپنا ہی کیا ہوا ہے، تم نے ان لوگوں کو اپنے شہروں میں ٹھکانا دیا۔ اپنے مالوں کو ان کے درمیان آدھوں آدھ بانٹ لیا۔ اگر تم ان لوگوں کی مدد کرنا چھوڑ دو تو اب بھی سب چلے جائیں اور یہ بھی .....

---

[1] خمیس

کہا کہ خدا کی قسم ہم لوگ اگر مدینہ پہنچ گئے تو ہم عزت والے مل کر ان ذلیلوں کو وہاں سے نکال دیں گے، حضرت زید بن ارقمؓ نو عمر بچے تھے وہاں موجود تھے، یہ سن کر تاب نہ لا سکے کہنے لگے کہ خدا کی قسم تو ذلیل ہے تو اپنی قوم میں بھی ترچھی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے تیرا کوئی حمایتی نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم عزت والے ہیں۔ رحمٰن کی طرف سے بھی عزت دیئے گئے ہیں اور اپنی قوم میں بھی عزت والے ہیں۔ عبداللہ بن ابی نے کہا کہ اچھا چپکا رہ۔ میں تو ویسے ہی مذاق میں کہہ رہا تھا، مگر حضرت زیدؓ نے جا کر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے درخواست کی کہ اس کی گردن اڑا دی جائے مگر حضورؐ نے اجازت نہ فرمائی۔ عبداللہ بن ابی کو جب اس کی خبر ہوئی کہ حضورؐ تک یہ قصہ پہنچ گیا ہے تو حاضرِ خدمت ہو کر جھوٹی قسمیں کھانے لگا کہ میں نے کوئی لفظ ایسا نہیں کہا، زیدؓ نے جھوٹ نقل کر دیا۔ انصار کے بھی کچھ لوگ حاضرِ خدمت تھے، انہوں نے بھی سفارش کی کہ یا رسول اللہ! عبداللہ قوم کا سردار ہے، بڑا آدمی شمار ہوتا ہے، ایک بچہ کی بات اس کے مقابلہ میں قابلِ قبول نہیں، ممکن ہے کہ سننے میں کچھ غلطی ہوئی ہو یا سمجھنے میں، حضورؐ نے اس کا عذر قبول فرما لیا۔[1]

حضرت زیدؓ کو جب اس کی خبر ہوئی کہ عبداللہ نے جھوٹی قسموں سے خود کو سچا ثابت کر دیا اور زیدؓ کو جھٹلا دیا تو شرم کی وجہ سے باہر نکلنا چھوڑ دیا۔ حضورؐ کی مجلس میں بھی ندامت کی وجہ سے حاضر نہ ہو سکے۔ بالآخر سورۂ منافقون نازل ہوئی جس سے حضرت زیدؓ کی سچائی اور عبداللہ بن ابی کی جھوٹی قسموں کا حال ظاہر ہوا۔ حضرت زیدؓ کی وقعت موافق مخالف سب کی نظروں میں بڑھ گئی، اور عبداللہ بن ابی کا جھوٹ بھی سب پر ظاہر ہو گیا، جب مدینہ منورہ قریب آیا تو عبداللہ بن ابی کے بیٹے جن کا نام بھی عبداللہؓ تھا اور بڑے پکے مسلمانوں میں تھے مدینہ منورہ سے باہر تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے اور باپ سے کہنے لگے کہ اس وقت تک مدینہ منورہ میں داخل نہیں ہونے دوں گا جب تک اس کا اقرار نہ کر لے کہ تو ذلیل ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم عزیز ہیں، اس کو بڑا تعجب ہوا کہ یہ صاحبزادہ تو ہمیشہ سے باپ کے

---

[1] خمیس

ساتھ بہت احترام اور نیکی کا برتاؤ کرنے والے تھے مگر حضورؐ کے مقابلہ میں تحمل نہ کر سکے آخر اس نے مجبور ہو کر اس کا اقرار کیا کہ واللہ میں ذلیل ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم عزیز ہیں اس کے بعد مدینہ میں داخل ہو سکا۔[1]

۱۲- حضرت جابرؓ کی حمراء الاسد میں شرکت

اُحد کی لڑائی سے فراغت پر مسلمان مدینہ طیبہ پہنچے سفر اور لڑائی کا تکان خوب تھا مگر مدینہ منورہ پہنچتے ہی یہ اطلاع ملی کہ ابوسفیان نے لڑائی سے واپسی پر حمراء الاسد (ایک جگہ کا نام) پہنچکر ساتھیوں سے مشورہ کیا اور رائے قائم کی احد کی لڑائی میں مسلمانوں کو شکست ہوئی ہے۔ ایسے موقع کو غنیمت سمجھنا چاہیے تھا کہ نہ معلوم پھر ایسا وقت آسکے یا نہ آسکے، اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ قتل کر کے لوٹنا چاہیے تھا، اس ارادہ سے اس نے واپسی کا مشورہ کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کر دیا کہ جو لوگ احد میں ساتھ تھے، وہی صرف ساتھ ہوں اور دوبارہ حملہ کے لیے چلنا چاہیے۔ اگرچہ مسلمان اس وقت تھکے ہوئے تھے مگر اس کے باوجود سب کے سب تیار ہو گئے، چونکہ حضورؐ نے اعلان فرمادیا تھا کہ صرف وہی لوگ ساتھ چلیں گے جو احد میں بھی ساتھ تھے، اس لیے حضرت جابرؓ نے درخواست کی کہ یا رسول اللہؐ میری تمنا احد میں بھی شرکت کی تھی مگر والد نے یہ کہہ کر اجازت نہ دی کہ میری سات بہنیں ہیں کوئی مرد اور ہے نہیں، انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم دونوں میں سے ایک کا رہنا ضروری ہے اور وہ خود جانے کا ارادہ فرما چکے تھے، اس لیے مجھے اجازت نہ دی تھی، احد کی لڑائی میں ان کی شہادت ہو گئی، اب حضورؐ مجھے اجازت مرحمت فرمادیں کہ میں بھی ہمرکاب چلوں۔ حضورؐ نے اجازت عطا فرمادی ان کے علاوہ کوئی اور ایسا شخص نہیں گیا جو احد میں شریک نہ ہو۔[2]

فائدہ: حضرت جابرؓ کا اس شوق و تمنا سے اجازت مانگنا کس قدر قابل رشک ہے کہ والد کا ابھی انتقال ہوا ہے۔ قرضہ بھی باپ کے ذمہ بہت سا ہے وہ بھی یہود کا جو سختی کا برتاؤ کیا کرتے تھے اور انکے ساتھ خاص طور سے سختی کا معاملہ کر رہے

---

[1] [2] خمیس

تھے، اس سب کے علاوہ بہنوں کے گذران کا فکر کہ سات بہنیں بھی باپ نے چھوڑی ہیں جن کی وجہ سے ان کو احد کی لڑائی میں شرکت کی باپ نے اجازت بھی نہ دی تھی لیکن جہاد کا شوق ان سب پر غالب ہے۔

حضرت ابن زبیرؓ کی بہادری روم کی جنگ میں

۱۳۔ حضرت عثمانؓ کے زمانۂ خلافت میں ۲۶ھ میں مصر کے پہلے حاکم حضرت عمرو بن عاصؓ کی بجائے جب عبداللہ بن ابی سرح حاکم بنائے گئے تو وہ روم کی لڑائی کے واسطے بیس ہزار کے مجمع کے ساتھ نکلے رومیوں کا لشکر دو لاکھ کے قریب تھا، بڑے گھمسان کی لڑائی ہوئی، رومیوں کے امیر جرجیر نے اعلان کیا کہ جو شخص عبداللہ بن ابی سرح کو قتل کر دے گا، اس سے اپنی بیٹی کا نکاح کروں گا اور ایک لاکھ دینار انعام دوں گا، اس اعلان سے بعض مسلمانوں کو فکر ہوا، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے کہا یہ فکر کی بات نہیں، ہماری طرف سے بھی اعلان کیا جائے کہ جو جرجیر کو قتل کرے گا اس کی بیٹی سے اس کا نکاح کیا جائیگا، اور ایک لاکھ دینار انعام مزید یہ کہ اسی کو ان شہروں کا امیر بھی بنا دیا جائے گا۔

الغرض دیر تک مقابلہ ہوتا رہا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے دیکھا کہ جرجیر سارے لشکر کے پیچھے ہے اور لشکر اس سے آگے بڑھا ہوا ہے، دو باندیاں مور کے پروں سے اس پر سایہ کیے ہوئے ہیں، انہوں نے غفلت کی حالت میں لشکر سے ہٹ کر اس پر تنہا جا کر حملہ کیا وہ یہ سمجھتا رہا کہ یہ تنہا اس طرح بڑھے آرہے ہیں کوئی پیغام صلح لے کر آئے ہیں مگر انہوں نے سیدھے پہنچکر اس پر حملہ کر دیا اور تلوار سے سر کاٹ کر برچھے پر اٹھا کر لے آئے اور سب دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔

فائدہ: حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نو عمر ہی تھے، ہجرت کے بعد سب سے پہلی پیدائش مہاجرین میں ان کی ہی ہے۔ مسلمانوں کو ان کی پیدائش سے بہت خوشی ہوئی تھی، اس لیے کہ ایک سال تک کسی مہاجری کے کوئی لڑکا نہ ہوا تھا تو یہود نے یہ کہہ دیا تھا کہ ہم نے ان مہاجرین پر جادو کر رکھا ہے ان کے لڑکا نہیں ہو سکتا، حضورؐ کا معمول تھا کہ بچوں کو بیعت نہیں فرماتے تھے لیکن حضرت ابن زبیرؓ کو سات برس کی عمر میں بیعت فرمالیا تھا، اس

لڑائی کے وقت ان کی عمر چوبیس پچیس سال کی تھی۔ اس عمر میں دو لاکھ کے مجمع کو پھلانگ کر اس طرح سے بادشاہ کا سر کاٹ لانا معمولی چیز نہیں۔

حضرت عمرو بن سلمہؓ کا کفر کی حالت میں قرآن یاد کرنا

۱۴۔ عمرو بن سلمہؓ کہتے ہیں کہ ہم لوگ مدینہ طیبہ کے راستہ میں ایک جگہ رہا کرتے تھے، وہاں کے آنے جانے والے ہمارے پاس سے گذرتے تھے جو لوگ مدینہ منورہ سے واپس آتے ہم ان سے حالات پوچھا کرتے کہ لوگوں کا کیا حال چال ہے، جو صاحب نبوت کا دعوے کرتے ہیں، ان کی کیا خبر ہے وہ لوگ حالات بیان کرتے کہ وہ کہتے ہیں مجھ پر وحی آتی ہے، یہ یہ آیتیں نازل ہوئیں میں کم عمر بچہ تھا، وہ جو بیان کرتے میں اسے یاد کر لیا کرتا، اسی طرح مسلمان ہونے سے پہلے ہی مجھے بہت سا قرآن شریف یاد ہو گیا تھا۔ عرب کے سب لوگ مسلمان ہونے کے لیے مکہ والوں کا انتظار کر رہے تھے، جب مکہ مکرمہ فتح ہو گیا تو ہر جماعت اسلام میں داخل ہونے کے لیے حاضرِ خدمت ہوئی۔ میرے باپ بھی اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ ساری قوم کی طرف سے قاصد بن کر حاضرِ خدمت ہوئے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شریعت کے احکام بتائے اور نماز سکھائی، جماعت کا طریقہ بتایا اور ارشاد فرمایا کہ جس کو تم میں سب سے زیادہ قرآن یاد ہو وہ امامت کے لیے افضل ہے میں چونکہ آنے والوں سے آیتیں سنکر ہمیشہ یاد کر لیا کرتا تھا۔ اس لیے سب سے زیادہ حافظِ قرآن میں ہی تھا، سب نے تلاش کیا تو مجھ سے زیادہ حافظِ قرآن کوئی بھی قوم میں نہ نکلا تو مجھ ہی کو انہوں نے امام بنایا، میری عمر اس وقت چھ یا سات برس کی تھی، جب کوئی مجمع ہوتا یا جنازہ کی نماز کی نوبت آتی تو مجھ ہی کو امام بنایا جاتا۔[۱]

فائدہ: یہ دین کی طرف طبعی میلان اور رجحان کا اثر تھا کہ اس عمر میں بغیر مسلمان ہوئے قرآن شریف کا بہت سا حصہ یاد کر لیا۔ رہا بچہ کی امامت کا قصہ تو یہ مسئلہ کی بحث ہے جن کے نزدیک جائز ہے ان کے نزدیک تو اشکال نہیں اور جن کے نزدیک جائز نہیں وہ فرماتے کہ حضور نے انہی لوگوں کو ارشاد فرمایا تھا کہ تم میں جس کو قرآن زیادہ یاد ہو بچے اس سے مراد نہیں تھے

---

[۱] بخاری، ابوداؤد

حضرت ابنِ عباسؓ کا اپنے غلام کے پاؤں میں بیڑی ڈالنا

۱۵۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے غلام حضرت عکرمہؒ مشہور علماء میں سے ہیں کہتے ہیں کہ میرے آقا حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے قرآن اور حدیث نیز شریعت کے احکام پڑھانے کے لیے میرے پاؤں میں بیڑی ڈال دی تھی کہ کہیں آؤں جاؤں نہیں، وہ مجھے قرآن شریف کے علاوہ حدیث شریف بھی پڑھاتے۔[1]

فائدہ: حقیقت میں پڑھنا اسی صورت سے ہو سکتا ہے جو لوگ پڑھنے کے زمانہ میں سیر و سفر اور بازار کی تفریح کے شوق میں رہتے ہیں وہ بیکار اپنی عمر ضائع کرتے ہیں۔ اسی چیز کا اثر ہے کہ پھر عکرمہؒ غلام حضرت عکرمہؒ بن گئے کہ بحر الامۃ اور حبر الامۃ کے القاب سے یاد کیے جانے لگے۔ قتادہؒ کہتے ہیں کہ تابعین میں زیادہ عالم چار ہیں جن میں سے ایک عکرمہؒ ہیں

حضرت ابنِ عباسؓ کا بچپن میں حفظِ قرآن

۱۶۔ خود حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے تفسیر پوچھو میں نے بچپن میں قرآن شریف حفظ کیا ہے، دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے دس برس کی عمر میں اخیر کی منزل پڑھ لی تھی۔[2]

فائدہ:۔ اس زمانہ کا پڑھنا ایسا نہیں تھا جیسا کہ اس زمانہ میں ہم لوگ غیر زبانوں والوں کا۔ بلکہ جو کچھ پڑھتے تھے وہ مع تفسیر کے پڑھتے تھے۔ اسی واسطے حضرت ابن عباسؓ تفسیر کے بہت بڑے امام ہیں کہ بچپن کا یاد کیا ہوا بہت محفوظ ہوتا ہے۔ چنانچہ تفسیر کی حدیثیں جتنی حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے نقل ہیں بہت کم دوسرے حضرات سے اتنی نقل ہوں گی۔ عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قرآن کے بہترین مفسر ابن عباسؓ ہیں۔ ابو عبد الرحمٰنؒ کہتے ہیں کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہم کو قرآن شریف پڑھاتے تھے وہ کہتے تھے کہ صحابہ حضورؐ سے دس آیتیں قرآن کی سیکھتے تھے اس کے بعد دوسری دس آیتیں اس وقت تک نہ سیکھتے جب تک پہلی دس آیتوں کے مطابق علم اور عمل نہیں ہو جاتا تھا۔[3]

تیرہ سال کی عمر تھی جس وقت کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا، اس عمر میں

---

[1] بخاری، ابن سعد [2] بخاری، فتح [3] منتخب کنز

جو درجہ تفسیر و حدیث میں حاصل کیا وہ کھلی کرامت اور قابلِ رشک ہے کہ امامِ تفسیر ہیں اور بڑے بڑے صحابہ تفسیر ان سے دریافت کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ حضورؐ ہی کی دعا کا ثمرہ تھا، کہ ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم استنجے تشریف لے گئے باہر تشریف لائے تو لوٹا بھرا ہوا رکھا تھا۔ آپؐ نے دریافت فرمایا یہ کس نے رکھا ہے۔ عرض کیا گیا کہ ابن عباسؓ نے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خدمت پسند آئی اور دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ دین کا فہم اور کتاب اللہ کی سمجھ عطا فرمائیں۔ اس کے بعد ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نوافل پڑھ رہے تھے، یہ بھی نیت باندھ کر پیچھے کھڑے ہو گئے۔ حضورؐ نے ہاتھ سے کھینچکر برابر کھڑا کر لیا کہ ایک مقتدی اگر ہو تو اس کو برابر کھڑا ہونا چاہیئے۔ اس کے بعد حضورؐ تو نماز میں مشغول ہو گئے، یہ ذرا سا پیچھے کو ہٹ گئے۔ حضورؐ نے نماز کے بعد دریافت فرمایا عرض کیا کہ آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں آپؐ کے برابر کس طرح کھڑا ہو سکتا ہوں۔ حضورؐ نے علم و فہم کے زیادہ ہونے کی دعا دی[1]۔

۷ ا حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاصؓ کا حفظِ حدیث

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ان عابد اور زاہد صحابہ میں سے تھے کہ روزانہ ایک کلام مجید ختم کرتے اور رات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے اور دن کو ہمیشہ روزہ دار رہتے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کثیر محنت پر تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ایسی صورت میں بدن ضعیف ہو جائیگا آنکھیں رات بھر جاگنے سے پتھرا جائیں گی، بدن کا بھی حق ہے، کہتے ہیں میرا معمول تھا کہ روزانہ ایک قرآن شریف ختم کرتا تھا حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ایک مہینہ میں ایک قرآن پڑھا کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے اپنی قوت اور جوانی سے متمتع ہونے کی اجازت فرما دیجئے۔ حضورؐ نے فرمایا اچھا بیس روز میں ایک ختم کر لیا کرو۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ بہت کم ہے مجھے اپنی جوانی اور قوت سے متمتع ہونے کی اجازت دیجئے۔ غرض اسی طرح عرض کرتا رہا۔ اخیر میں تین دن میں ایک ختم کی اجازت ہوئی۔

ان کا معمول تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو تحریر کیا کرتے تھے

---

[1] اصابہ

تاکہ یاد رہیں، چنانچہ ان کے پاس ایک مجموعہ حضورؐ کی احادیث کا لکھا ہوا تھا جس کا نام انہوں نے صادقہ رکھا تھا، وہ فرماتے ہیں کہ میں حضورؐ سے جو سنتا تھا اس کو لکھ لیا کرتا تاکہ یاد رہے۔ مجھے لوگوں نے منع کیا کہ حضورؐ بہرحال آدمی ہیں کبھی غصّہ اور ناراضی میں کسی کو کچھ فرماتے ہیں کبھی خوشی اور مزاح میں کچھ ارشاد ہوتا ہے ہر بات نہ لکھا کرو۔ میں نے چھوڑ دیا، ایک مرتبہ حضورؐ سے میں نے اس کا ذکر کیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ لکھا کرو، اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس منہ سے غصّہ میں یا خوشی میں حق کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی۔[1]

فائدہ: حضرت عبداللہ بن عمروؓ باوجود اس قدر زاہد عابد ہونے کے کثرتِ عبادت میں ممتاز شمار کیے جاتے ہیں۔ پھر بھی ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ صحابہؓ میں مجھ سے زیادہ روایت کرنے والا کوئی نہیں بجز عبداللہ بن عمروؓ کے، وہ لکھتے تھے میں لکھتا نہیں تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی روایات ابوہریرہؓ کی روایات سے بھی بہت زیادہ ہیں۔ اگرچہ ہمارے زمانہ میں ابوہریرہؓ کی روایات ان سے کہیں زیادہ ملتی ہیں، جس کی بہت سی وجوہ ہیں لیکن اس زمانہ میں اتنی عبادت پر بھی کثرت سے ان کی احادیث موجود تھیں۔

۱۸۔ حضرت زید بن ثابتؓ کا حفظِ قرآن

حضرت زید بن ثابتؓ ان جلیل القدر صحابہ میں سے ہیں جو اپنے زمانہ میں بڑے عالم اور بڑے مفتی شمار ہوتے تھے۔ بالخصوص فرائض کے ماہر تھے۔ کہا جاتا ہے کہ مدینہ منورہ میں فتویٰ، قضا، فرائض، قرآت میں ان کا شمار چوٹی کے لوگوں میں تھا جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت کم عمر بچے تھے۔ گیارہ برس کی عمر تھی، اسی وجہ سے باوجود خواہش کے ابتدائی لڑائیوں میں یعنی بدر وغیرہ میں شرکت کی اجازت نہیں ہوئی۔ ہجرت سے پانچ برس پہلے چھ سال کی عمر میں یتیم بھی ہو گئے تھے جب حضورؐ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ پہنچے تو جیسے اور لوگ حاضرِ خدمت ہو رہے تھے اور حصولِ برکت کے لیے بچوں کو بھی ساتھ لا رہے تھے، زیدؓ بھی خدمت میں حاضر کیے گئے۔ زیدؓ کہتے ہیں کہ میں حضورؐ کی خدمت میں جب پیش کیا گیا

---

[1] مسند احمد، ابن سعد

تو عرض کیا گیا کہ یہ قبیلہ نجار کا ایک لڑکا ہے آپ کی تشریف آوری سے قبل ہی اس نے سترہ سورتیں قرآن پاک کی حفظ کر لیں حضورؐ نے امتحان کے طور پر مجھے پڑھنے کو ارشاد فرمایا، میں نے سورہ قٓ حضور کو سنائی حضورؐ کو میرا پڑھنا پسند آیا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خطوط یہود کے پاس بھیجنا ہوتے تھے وہ یہود ہی لکھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہود کی خط و کتابت ہوتی ہے اس پر مجھ کو اطمینان نہیں کہ گڑبڑ نہ کر دیتے ہوں، تو یہود کی زبان سیکھ لے، زیدؓ کہتے ہیں کہ میں پندرہ دن میں ان کی زبان عبرانی میں کامل ہو گیا تھا۔ اس کے بعد سے جو تحریر ان کو جاتی وہ میں ہی لکھتا اور جو تحریر یہود کے پاس سے آتی وہ میں ہی پڑھتا۔

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے بعض لوگوں کو سریانی زبان میں خطوط لکھنا پڑتے ہیں، اس لیے مجھ کو سریانی زبان سیکھنے کے لیے ارشاد فرمایا۔ میں نے سترہ دن میں سریانی زبان سیکھ لی تھی[1]۔

۱۹۔ حضرت امام حسنؓ کا بچپن میں علمی مشغلہ

سید السادات حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی پیدائش جمہور کے قول کے مطابق رمضان ۳ھ میں ہے، اس اعتبار سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمر سات برس اور چھ مہینوں کی ہوئی، سات برس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے جس میں کوئی علمی کمال حاصل کیا جا سکتا ہو لیکن اس کے باوجود حدیث کی کئی روایتیں ان سے نقل کی جاتی ہیں۔

ابوالحوراء ایک شخص ہیں انہوں نے حضرت حسنؓ سے پوچھا کہ تمہیں حضورؐ کی کوئی بات یاد ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں۔ میں حضورؐ کے ساتھ جا رہا تھا، راستہ میں صدقہ کی کھجوروں کا ایک ڈھیر لگ رہا تھا۔ میں نے اس میں سے ایک کھجور اٹھا کر منہ میں رکھ لی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کخ کخ (ہا ہا) فرمایا اور میرے منہ سے کھجور نکال دی اور یہ ارشاد فرمایا کہ ہم صدقہ کا مال نہیں کھاتے اور میں نے پانچوں نمازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سمجھی ہیں[2]۔

---

[1] فتح اصابہ [2] مسند احمد

حضرت امام حسنؓ فرماتے ہیں کہ مجھے وتر میں پڑھنے کے لیے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا بتائی تھی۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ فِیْمَنْ هَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ اِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ

اے اللہ تو مجھے ہدایت فرما منجملہ ان کے جن کو تو نے ہدایت فرمائی اور مجھے عافیت عطا فرما ان لوگوں کے ذیل میں جنکو تو نے عافیت بخشی اور تو میرے کاموں کا متولی بن جا جہاں اور بہت سے لوگوں کا متولی ہے اور جو کچھ تو نے مجھے عطا فرمایا، اس میں برکت عطا فرما اور جو کچھ تو نے مقدر فرمایا ہے اس کی برائی سے مجھے بچا کہ تو جو چاہے طے فرما سکتا ہے تیرے خلاف کوئی شخص کچھ بھی فیصلہ نہیں کر سکتا اور جس کا تو والی ہے وہ کبھی ذلیل نہیں ہو سکتا تیری ذات بابرکت ہے اور سب سے بلند ہے۔

امام حسنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے سنا کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد سے طلوعِ آفتاب تک اسی جگہ بیٹھا رہے وہ جہنم کی آگ سے نجات پائے گا۔

حضرت حسنؓ نے کئی حج پیدل کیے اور ارشاد فرماتے تھے کہ مجھے اس سے شرم آتی ہے کہ مرنے کے بعد اللہ سے ملوں اور اس کے گھر پاؤں چل کر نہ گیا ہوں۔

نہایت حلیم مزاج تھے اور پرہیزگار۔ مسند احمد میں متعدد روایات ان سے نقل کی گئی ہیں، اور صاحب تلقیح نے ان صحابہ میں ان کا ذکر کیا ہے جن سے تیرہ حدیثیں روایت کی جاتی ہیں۔ سات برس کی عمر ہی کیا ہوتی ہے۔ اس وقت کی اتنی احادیث کا یاد رکھنا اور نقل کرنا حافظہ کا کمال ہے اور شوق کی انتہا، افسوس ہے کہ ہم لوگ اپنے بچوں کو سات برس تک دین کی معمولی سی باتیں بھی نہیں بتاتے۔

۲۰۔ حضرت امام حسینؓ کا بچپن میں علمی مشغلہ

سید السادات حضرت امام حسینؓ اپنے بھائی حضرت حسنؓ سے ایک سال چھوٹے تھے، اس لیے ان کی عمر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم

کے وصال کے وقت اور بھی کم تھی یعنی چھ برس اور چند مہینے کی تھی۔ چھ برس کا بچہ کیا دین کی باتوں کو محفوظ رکھ سکتا ہے لیکن امام حسینؓ کی روایتیں حدیث کی کتابوں میں نقل کی جاتی ہیں اور محدثین نے اس جماعت میں انکا شمار کیا ہے جن سے آٹھ حدیثیں منقول ہیں۔

امام حسینؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ کوئی مسلمان مرد ہو یا عورت اس کو کوئی مصیبت پہنچی ہو پھر وہ عرصہ کے بعد یاد آئے اور یاد آنے پر پھر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھے تو اس کو اس وقت بھی اتنا ہی ثواب پہنچے گا جتنا کہ مصیبت کے وقت پہنچا تھا۔ یہ بھی حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میری امت جب دریا پر سوار ہو اور سوار ہوتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ؀ پڑھے تو یہ ڈوبنے سے امن کا ذریعہ ہے۔ حضرت حسینؓ نے پچیس حج پیدل کیے ہیں نماز اور روزہ کی بھی بہت کثرت فرماتے تھے نیز صدقہ اور دین کے ہر کام میں کثرت کا اہتمام کرتے تھے۔

ربیعہؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسینؓ سے پُوچھا کہ حضورؐ کی کوئی بات آپ کو یاد ہے انہوں نے فرمایا ہاں، میں ایک کھڑکی پر چڑھا جس میں کھجوریں رکھی تھیں، اس میں سے ایک کھجور میں نے مُنہ میں رکھ لی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس کو پھینک دو ہم کو صدقہ جائز نہیں، اور حضرت حسینؓ سے حضورؐ کا یہ ارشاد بھی منقول ہے کہ آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بیکار کاموں میں مشغول نہ ہو[۱]۔

ان کے علاوہ اور بھی متعدد روایات آپ سے منقول ہیں۔

فائدہ:۔ اس قسم کے واقعات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بکثرت ہیں کہ بچپن کے واقعات حضورؐ سے نقل کیے اور یاد رکھے۔ محمود بن الربیع ایک صحابی ہیں جن کی عمر حضورؐ کے وصال کے وقت پانچسال کی تھی وہ کہتے ہیں کہ میں عمر بھر اس کو نہیں بھُولوں گا، کہ نبی اکرمؐ ہمارے گھر تشریف لائے ہمارے یہاں ایک کنواں تھا اس کے پانی سے ایک کلی منہ میرے منہ پر کی[۲]۔

۱؎ اسد الغابہ، استیعاب ۲؎ اصابہ

ہم لوگ بچوں کو واہی تباہی اور فضول باتوں میں لگاتے ہیں جھوٹے جھوٹے قصے ان کو سنا کر انکے دماغ کو پریشان کرتے ہیں۔ اگر اللہ والوں کے قصے تلاش کر کے ان کو سنائے جائیں اور بجائے جن بھوت سے ڈرانے کے اللہ سے اور اس کے عذاب سے ڈرائیں اور اللہ کی ناراضی کی اہمیت اور ہیبت دل میں پیدا کریں تو دنیا میں بھی ان کے کارآمد ہو اور آخرت میں تو مفید ہے ہی۔ بچپن کا زمانہ حافظہ کی قوت کا زمانہ ہوتا ہے۔ اس وقت کا یاد کیا ہوا کبھی بھی نہیں بھولتا، ایسے وقت میں اگر قرآن پاک حفظ کرا دیا جائے تو نہ کوئی وقت ہو نہ وقت خرچ ہو میں نے اپنے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے بھی بارہا سنا اور اپنے گھر کی بوڑھیوں سے بھی سنا ہے کہ میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جب دودھ چھڑایا گیا ہے تو پاؤ پارہ حفظ ہو چکا تھا اور ساتویں برس کی عمر میں قرآن شریف پورا حفظ ہو چکا تھا اور اپنے والد یعنی میرے دادا صاحب سے مخفی فارسی کا بھی معتد بہ حصہ بوستان، سکندر نامہ وغیرہ پڑھ چکے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد صاحب نے قرآن شریف ختم ہونے کے بعد یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ایک قرآن شریف روزانہ ختم کر لیا کرو باقی تمام دن چھٹی میں گرمی کے موسم میں صبح کی نماز کے بعد مکان کی چھت پر بیٹھا کرتا تھا اور چھ سات گھنٹہ میں قرآن شریف پورا کر کے دوپہر کو روٹی کھاتا تھا، اور شام کو اپنی خوشی سے فارسی پڑھا کرتا تھا، چھ ماہ تک روزانہ ایک کلام مجید پڑھنا اور پھر اس کے ساتھ دوسرے اسباق بھی پڑھنا اور وہ بھی سات برس کی عمر میں کوئی معمولی بات نہیں۔ اسی کا ثمرہ تھا کہ قرآن شریف میں متشابہ لگنا یا بھولنا جانتے ہی نہ تھے، چونکہ ظاہری معاش کتابوں کی تجارت پہ تھی اور کتب خانہ کا اکثر کام اپنے ہاتھ سے کیا کرتے تھے اس لئے ایسا کبھی بھی نہیں ہوتا تھا کہ ہاتھ سے کام کرتے وقت زبان سے تلاوت نہ فرماتے رہتے ہوں اور کبھی کبھی اس کے ساتھ ہم لوگوں کو جو مدرسہ سے الگ پڑھتے تھے اسباق بھی پڑھا دیا کرتے تھے۔ اس طرح تین کام ایک وقت میں کر لیا کرتے تھے مگر ان کا طریقہ تعلیم ہم لوگوں کے ساتھ وہ نہیں تھا جو مدرسہ کے اسباق کا تھا اور عام مدارس کا مروجہ طریقہ ہے کہ سارا بوجھ استاد ہی کے ذمہ رہے بلکہ مخصوص طلبہ کے ساتھ یہ طریقہ تھا کہ شاگرد عبارت پڑھے ترجمہ کرے مطلب بیان کرے اگر وہ مطلب

صحیح ہوتا تو آگے چلو فرمادیتے اور غلط ہوتا تو اگر غلطی قابلِ تنبیہ ہوتی تو تنبیہ فرماتے اور قابلِ بتانے کے ہوتی تو بتادیتے۔ یہ پرانے زمانہ کا قصہ نہیں ہے اسی صدی کا واقعہ ہے لہٰذا یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ صحابہؓ جیسے قویٰ اور ہمتیں اب کہاں سے لائی جائیں۔

بارھواں باب،

حضورؐ کے ساتھ محبّت کے واقعات میں

اگرچہ جتنے قصے اب تک نقل کیے گئے ہیں وہ سب ہی محبّت کے کرشمے تھے، کہ محبّت ہی ان کی والہانہ زندگی کا سبب تھی جس کی وجہ سے نہ جان کی پرواہ تھی نہ زندگی کی تمنّا، نہ مال کا خیال تھا نہ تکلیف کا خوف نہ موت سے ڈر، اس کے علاوہ محبت حکایت کی چیز بھی نہیں یہ ایک کیفیت ہے جو الفاظ و عبارات سے بالاتر ہے محبّت ہی ایک ایسی چیز ہے جو دل میں بس جانے کے بعد محبوب کو ہر چیز پر غالب کردیتی ہے نہ اس کے سامنے ننگ وناموس کوئی چیز رہے نہ عزّت و شرافت کوئی شے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے اور اپنے محبوب کے وسیلہ سے اپنی اور اپنے پاک رسولؐ کی محبت عطا فرمائیں تو ہر عبادت میں لذّت ہے اور دین کی ہر تکلیف میں راحت۔

حضرت ابوبکرؓ کا اعلان اسلام اور تکلیف

۱۔ ابتدائے اسلام میں جو شخص مسلمان ہوتا تھا وہ اپنے اسلام کو حتی المقدور مخفی رکھتا تھا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بھی اس وجہ سے کہ ان کو کفّار سے اذیّت نہ پہنچے اخفا کی تلقین ہوتی تھی، جب مسلمانوں کی مقدار انتالیس تک پہنچی تو حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ نے اظہار کی درخواست کی کہ علی الاعلان تبلیغ کی جائے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اوّل انکار فرمایا مگر حضرت ابوبکر صدّیقؓ کے اصرار پر قبول فرمالیا اور ان سب حضرات کو ساتھ لے کر مسجد کعبہ میں تشریف

لے گئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تبلیغی خطبہ شروع کیا، یہ سب سے پہلا خطبہ ہے جو اسلام میں پڑھا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہؓ اسی دن اسلام لائے ہیں اور اس کے تین دن بعد حضرت عمرؓ مشرف باسلام ہوئے ہیں۔

خطبہ کا شروع ہونا تھا کہ چاروں طرف سے کفار و مشرکین مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بھی باوجودیکہ مکہ مکرمہ میں ان کی عام طور سے عظمت اور شرافت مسلم تھی اس قدر مارا کہ تمام چہرہ مبارک خون سے بھر گیا۔ ناک کان سب لہولہان ہو گئے تھے پہچانے نہ جاتے تھے، جوتوں سے لاتوں سے مارا پاؤں میں روندا اور جو نہ کرنا تھا وہ سب ہی کچھ کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ بیہوش ہو گئے۔ بنو تیم یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے قبیلہ کے لوگوں کو خبر ہوئی وہ وہاں سے اٹھا کر لائے، کسی کو بھی اس میں تردد نہ تھا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اس وحشیانہ حملہ سے زندہ نہ بچ سکیں گے۔ بنو تیم مسجد میں آئے اور اعلان کیا کہ حضرت ابوبکرؓ کی اگر اس حادثہ میں وفات ہو گئی تو ہم لوگ ان کے بدلہ میں عتبہ بن ربیعہ کو قتل کریں گے۔ عتبہ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو مارنے میں بہت زیادہ بدبختی کا اظہار کیا تھا شام تک حضرت ابوبکرؓ کو بیہوشی رہی باوجود آوازیں دینے کے بولنے یا بات کرنے کی نوبت نہ آتی تھی۔ شام کو آوازیں دینے پر وہ بولے تو سب سے پہلا لفظ یہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے اس پر بہت ملامت کی کہ انہی کے ساتھ کی بدولت یہ مصیبت آئی اور دن بھر موت کے منہ میں رہنے کے بعد بات کی تو وہ بھی حضورؐ ہی کا جذبہ اور انہی کی لے، لوگ پاس سے اٹھ کر چلے گئے کہ بددلی بھی تھی اور یہ بھی کہ آخر کچھ جان باقی ہے کہ بولنے کی نوبت آئی اور آپ کی والدہ ام خیر سے کہہ گئے کہ ان کے کھانے پینے کے لیے کسی چیز کا انتظام کر دیں۔ وہ کچھ تیار کر کے لائیں اور کھانے پر اصرار کیا مگر حضرت ابوبکرؓ کی وہی ایک صدا تھی کہ حضورؐ کا کیا حال ہے حضورؐ پر کیا گذری ان کی والدہ نے فرمایا مجھے تو خبر نہیں کہ کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ام جمیلؓ (حضرت عمرؓ کی بہن) کے پاس جا کر دریافت کر لو کہ کیا حال ہے، وہ بیچاری بیٹے کی اس مظلومانہ حالت کی بیتابانہ درخواست کو پورا کرنے کے لیے ام جمیلؓ کے پاس گئیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

کا حال دریافت کیا۔ وہ بھی عام دستور کے مطابق اس وقت تک اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھیں فرمانے لگیں کون محمدؐ اور کون ابوبکرؓ۔ تیرے بیٹے کی حالت سن کر رنج ہوا اگر تو کہے تو میں چل کر اس کی حالت دیکھوں۔ اُمّ خیر نے قبول کر لیا ان کے ساتھ گئیں، اور حضرت ابوبکرؓ کی حالت دیکھ کر تحمّل نہ کر سکیں، بے تحاشا رونا شروع کر دیا کہ بدکرداروں نے کیا حال کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے کیے کی سزا دے۔ حضرت ابوبکرؓ نے پھر پوچھا کہ حضورؐ کا کیا حال ہے؟ اُمّ جمیل نے حضرت ابوبکرؓ کی والدہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ وہ سن رہی ہیں آپ نے فرمایا کہ اُن سے خوف نہ کرو تو اُمّ جمیلؓ نے خیریت سنائی اور عرض کیا کہ ارقمؓ کے گھر تشریف رکھتے ہیں۔ آپؓ نے فرمایا مجھ کو خدا کی قسم ہے کہ اس وقت کوئی چیز نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا جب تک حضورؐ کی زیارت نہ کر لوں، اُن کی والدہ کو تو بیقراری تھی کہ وہ کچھ کھالیں اور انہوں نے قسم کھالی کہ جب تک زیارت نہ کر لوں کچھ نہ کھاؤں گا، اس لیے والدہ نے اس کا انتظار کیا کہ لوگوں کی آمد و رفت بند ہو جائے مبادا کوئی دیکھ لے اور کچھ اذیّت پہنچائے۔

جب رات کا بہت سا حصہ گذر گیا تو حضرت ابوبکرؓ کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں ارقمؓ کے گھر پہنچیں۔ حضرت ابوبکرؓ حضورؐ سے لپٹ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی لپٹ کر روئے اور مسلمان بھی سب رونے لگے کہ حضرت ابوبکرؓ کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے درخواست کی کہ یہ میری والدہ ہیں آپؐ اُن کے لیے ہدایت کی دعا بھی فرما دیں اور ان کو اسلام کی تبلیغ بھی فرمائیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اوّل دعا فرمائی اس کے بعد اُن کو اسلام کی ترغیب دی چنانچہ وہ اسی وقت مسلمان ہو گئیں[1]

فائدہ: عیش و عشرت نشاط و فرحت کے وقت محبّت کے دعوے کرنے والے سینکڑوں ہوتے ہیں۔ محبّت و عشق وہی ہے جو مصیبت اور تکلیف کے وقت بھی باقی رہے۔

---

[1] خمیس

حضرت عمرؓ کو حضورؐ کے وصال پر رنج و غم

۲۔ حضرت عمرؓ باوجود اپنی اس ضرب المثل قوت شجاعت دلیری اور بہادری کے جو آج ساڑھے تیرہ سو برس گذر جانے کے بعد بھی شہرۂ آفاق ہے اور باوجودیکہ اسلام کا ظہور حضرت عمرؓ کے اسلام لانے ہی سے ہوا ـــــــــ اسلام لانے کے بعد اپنے اسلام کا اخفا گوارا نہ ہوا حضورؐ کے ساتھ محبت کا ایک ادنیٰ سا کرشمہ یہ ہے اپنی اس بہادری کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی حالت کا تحمل نہ فرما سکے سخت حیرانی اور پریشانی کی حالت میں تلوار ہاتھ میں لے کر کھڑے ہو گئے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضورؐ کا وصال ہو گیا ہے تو اس کی گردن اڑا دوں گا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے رب کے پاس تشریف لے گئے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام طور پر تشریف لے گئے تھے اور عنقریب حضورؐ واپس تشریف لائیں گے نیز ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیں گے، جو حضورؐ کے انتقال کی جھوٹی خبر اڑا رہے ہیں. حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بالکل گم صُم تھے کہ دوسرے دن تک بالکل آواز نہیں نکلی، چلتے پھرتے تھے مگر بولا نہیں جاتا تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ چپ چاپ بیٹھے رہ گئے کہ حرکت بھی بدن کو نہ ہوتی تھی. صرف ایک حضرت ابوبکرؓ کا دم تھا کہ اس وقت کے پہاڑ جیسے وقت کو برداشت کیا اور اپنی اس محبت کے باوجود جو پہلے قصہ میں گذری اس وقت نہایت سکون سے تشریف لا کر اوّل حضورؐ کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور باہر تشریف لا کر حضرت عمرؓ کو ارشاد فرمایا کہ بیٹھ جاؤ اسکے بعد خطبہ پڑھا جسکا حاصل یہ تھا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا ہو وہ جان لے کہ حضورؐ کا وصال ہو چکا لیکن جو شخص اللہ کی پرستش کرتا ہو وہ سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ شانہ زندہ ہیں اور ہمیشہ رہنے والے ہیں اس کے بعد کلام پاک کی آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اخیر تک تلاوت فرمائی ۔ ترجمہ. محمدؐ صلعم نرے رسول ہی تو ہیں (خدا تو نہیں جس پر موت وغیرہ نہ آسکے) سو اگر ان کا انتقال ہو جاوے یا آپؐ شہید ہو جائیں تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے اور جو شخص الٹا پھر جائیگا تو خدا تعالیٰ کا تو کوئی نقصان نہیں کریگا (اپنا ہی کچھ کھوئیگا) اور خدا تعالیٰ شانہٗ جلد ہی جزا دیگا حق شناس لوگوں کو. (بیان القرآن)

فائدہ: چونکہ اللہ جل شانہٗ کو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے خلافت کا اہم کام لینا تھا، اس لیے ان کے شایان شان اس وقت یہی حالت تھی اسی وجہ سے اس وقت جس جس قدر استقلال اور تحمل حضرت صدیق اکبرؓ میں تھا کسی میں بھی نہ تھا اور اس کے ساتھ ہی جس قدر مسائلِ دفن ومیراث وغیرہ کے اس وقت کے مناسب حضرت صدیق اکبرؓ کو معلوم تھے مجموعی طور پر کسی کو بھی معلوم نہ تھے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن میں اختلاف ہوا کہ مکہ مکرمہ میں دفن کیا جائے یا مدینہ منورہ میں یا بیت المقدس میں، تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ نبی کی قبر اسی جگہ ہوتی ہے جہاں اس کی وفات ہو، لہٰذا جس جگہ وفات ہوئی ہے اسی جگہ قبر کھودی جائے۔ آپؓ نے فرمایا میں نے حضورؐ سے سنا کہ ہم لوگوں (یعنی انبیاء) کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ آپؓ نے فرمایا میں نے حضورؐ سے سنا ہے جو شخص مسلمانوں کی حکومت کا متولی بنے اور وہ لاپرواہی سے کوتاہی کرتے ہوئے کسی دوسرے کو امیر بنائے اس پر لعنت ہے نیز حضورؐ کا ارشاد کہ قریش اس امر یعنی سلطنت کے متولی ہیں وغیرہ وغیرہ

ایک عورت کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کے لیے بے قرار ہونا

۳۔ احد کی لڑائی میں مسلمانوں کو اذیت بھی بہت پہنچی اور شہید بھی بہت ہوئے، مدینہ منورہ میں یہ خبر وحشت اثر پہنچی تو عورتیں پریشان ہو کر تحقیقِ حال کے لیے گھر سے نکل پڑیں۔ ایک عورت نے مجمع کو دیکھا تو بے تابانہ پوچھا کہ حضورؐ کیسے ہیں؟ اس مجمع میں سے کسی نے کہا کہ تمہارے والد کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے انا للہ پڑھی اور پھر بے قراری سے حضورؐ کی خیریت دریافت کی، اتنے میں کسی نے خاوند کے انتقال کی خبر سنائی اور کسی نے بیٹے کی اور کسی نے بھائی کی کہ یہ سب ہی شہید ہو گئے تھے۔ مگر انہوں نے پوچھا کہ حضورؐ کیسے ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا کہ حضورؐ بخیریت ہیں تشریف لا رہے ہیں۔ اس سے اطمینان نہ ہوا کہنے لگیں کہ مجھے بتا دو کہاں ہیں لوگوں نے اشارہ کر کے بتایا کہ اس مجمع میں ہیں۔ یہ دوڑی ہوئی گئیں اور اپنی آنکھوں کو حضورؐ کی زیارت سے ٹھنڈا کر کے عرض کیا۔ یا رسول اللہ آپؐ کی زیارت ہو جانے کے بعد ہر

مصیبت ہلکی اور معمولی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ کا کپڑا پکڑ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں جب آپ زندہ وسلامت ہیں تو مجھے کسی کی ہلاکت کی پرواہ نہیں ہے۔

فائدہ: اس قسم کے متعدد قصے اس موقع پر پیش آئے ہیں، اسی وجہ سے مؤرخین میں ناموں میں اختلاف بھی ہوا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اس نوع کا واقعہ کئی عورتوں کو پیش آیا ہے۔

حدیبیہ میں حضرت ابوبکرؓ اور مغیرہؓ کا فعل اور عام صحابہؓ کا طرزِ عمل

۴۔ حُدَیبیہ کی مشہور لڑائی ذیقعدہ ۶ھ میں ہوئی جبکہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ عُمرہ کے ارادہ سے تشریف لارہے تھے۔ کفارِ مکہ کو جب اس کی خبر پہنچی تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور یہ طے کیا کہ مسلمانوں کو مکہ آنے سے روکا جائے اس کے لیے بہت بڑے پیمانہ پر تیاری کی اور مکہ کے علاوہ باہر کے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ شرکت کی دعوت دی اور بڑے مجمع کے ساتھ مقابلہ کی تیاری کی۔ ذُوالحلیفہ سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو حالات کی خبر لانے کے لیے بھیجا جو مکہ سے حالات کی تحقیق کر کے عسفان پر حضورؐ سے ملے۔ انہوں نے عرض کیا کہ مکہ والوں نے مقابلہ کی بہت بڑے پیمانہ پر تیاری کر رکھی ہے اور باہر سے بھی بہت سے لوگوں کو اپنی مدد کے لیے بُلا رکھا ہے۔ حضورؐ نے صحابہؓ سے مشورہ فرمایا کہ اس وقت کیا کرنا چاہیے۔

ایک صورت یہ ہے کہ جو لوگ باہر سے مدد کو گئے ہیں ان کے گھروں پر حملہ کیا جائے جب وہ خبر سنیں گے تو مکہ سے واپس آجائیں گے۔ دُوسری صورت یہ ہے کہ سیدھے چلے چلیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ اس وقت آپ بیت اللہ کے ارادہ سے تشریف لائے ہیں لڑائی کا ارادہ تو تھا ہی نہیں، اس لیے آگے بڑھے چلیں اگر وہ ہمیں روکیں گے تو مقابلہ کریں گے ورنہ نہیں۔ حضورؐ نے اس کو قبول فرمایا اور آگے بڑھے۔ حدیبیہ میں پہنچکر بدیل بن ورقا خزاعی ایک جماعت کو ساتھ لے کر آئے اور حضورؐ

لے خمیس

سے اس کا ذکر کیا کہ کفار آپؐ کو ہرگز مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے وہ تو لڑائی پر تلے ہوئے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ لڑنے کے واسطے نہیں آئے ہیں۔ ہمارا مقصد صرف عمرہ کرنا ہے اور قریش کو روزمرہ کی لڑائی نے بہت نقصان پہنچا رکھا ہے بالکل ہلاک کر دیا ہے اگر وہ راضی ہوں تو میں اُن سے مصالحت کرنے کو تیار ہوں کہ میرے اور اُن کے درمیان اس پر معاہدہ ہو جائے کہ وہ مجھ سے تعرض نہ کریں میں اُن سے تعرض نہ کرونگا، مجھے اوروں سے نمٹنے دیں اور اگر وہ کسی چیز پر بھی راضی نہ ہوں تو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں اُس وقت تک لڑوں گا جب تک کہ اسلام غالب ہو جائے، یا میری گردن جدا ہو جائے۔

بدیل نے عرض کیا کہ اچھا میں آپؐ کا پیغام اُن تک پہنچائے دیتا ہوں، وہ لوٹے اور جا کر پیغام پہنچایا، مگر کفار راضی نہ ہوئے۔ اسی طرح طرفین سے آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہا جن میں ایک مرتبہ عروہ بن مسعود ثقفی کفار کی جانب سے آئے کہ وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے بعد میں مسلمان ہوئے حضورؐ نے اُن سے بھی وہی گفتگو فرمائی جو بدیل سے کی تھی، عروہ نے عرض کیا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تم یہ چاہتے ہو کہ عرب کا بالکل خاتمہ کر دو تو یہ ممکن نہیں تم نے کبھی نہ سُنا ہو گا کہ تم سے پہلے کوئی ایسا شخص گذرا ہو جس نے عرب کو بالکل فنا کر دیا ہو اور اگر دوسری صورت ہوئی کہ وہ تم پر غالب ہو گئے تو یاد رکھو میں تمہارے ساتھ اشراف کی جماعت نہیں دیکھتا، یہ اطراف کے کم ظرف لوگ تمہارے ساتھ ہیں مصیبت پڑنے پر سب بھاگ جائیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ پاس کھڑے ہوئے تھے، یہ جملہ سن کر غصہ میں بھر گئے اور ارشاد فرمایا کہ تو اپنے معبود لات کی پیشاب گاہ کو چاٹ، کیا ہم حضورؐ سے بھاگ جائیں گے اور آپؐ کو اکیلا چھوڑ دیں گے؟ عروہ نے پوچھا کہ یہ کون ہیں، حضورؐ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ ہیں، انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تمہارا ایک قدیمی احسان مجھ پر ہے جس کا بدلہ میں نہیں دے سکا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اس گالی کا جواب دیتا۔ یہ کہہ کر عروہ پھر حضورؐ سے بات میں مشغول ہو گئے اور عرب کے عام دستور کے مطابق بات کرتے ہوئے حضورؐ کی ڈاڑھی مبارک کی طرف ہاتھ لے جاتے، کہ

خوشامد کے موقع پر داڑھی میں ہاتھ لگا کر بات کی جاتی ہے۔ صحابہ کو یہ بات کب گوارا ہو سکتی تھی عروہ کے بھتیجے حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سر پر خود[1] اوڑھے اور ہتھیار لگائے پاس کھڑے ہوئے تھے، انہوں نے تلوار کا قبضہ عروہ کے ہاتھ پر مارا کہ ہاتھ پرے رکھو۔ عروہ نے پوچھا یہ کون ہے حضورؐ نے فرمایا کہ مغیرہ۔ عروہ نے کہا او غدار تیری غداری کو میں اب تک بھگت رہا ہوں اور تیرا یہ برتاؤ۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے اسلام سے قبل چند کافروں کو قتل کر دیا تھا جن کی دیت عروہ نے ادا کی تھی اس کی طرف یہ اشارہ تھا۔ غرض عروہ طویل گفت گو حضورؐ سے کرتے رہے اور نظریں بچا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات کا اندازہ بھی کرتے جاتے تھے۔ چنانچہ واپس آکر کفار سے کہا "اے قریش میں بڑے بڑے بادشاہوں کے یہاں گیا ہوں۔ قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں کو بھی دیکھا ہے اور اُن کے آداب بھی دیکھے ہیں۔ خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کی جماعت اس کی ایسی تعظیم کرتی ہو جیسی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جماعت اُن کی تعظیم کرتی ہے۔ اگر وہ تھوکتے ہیں تو جس کے ہاتھ پر پڑ جائے، وہ اس کو اپنے بدن اور منہ پر مل لیتا ہے، جو بات محمدؐ کے منہ سے نکلتی ہے، اس کے پورا کرنے کو سب کے سب لوٹ پڑتے ہیں، ان کے وضو کا پانی آپس میں لڑ لڑ کر تقسیم کرتے ہیں۔ زمین پر نہیں گرنے دیتے۔ اگر کسی کو قطرہ نہ ملے تو دوسرے کے تر ہاتھ کو ہاتھ سے مل کر اپنے منہ پر مل لیتا ہے، اُن کے سامنے بولتے ہیں تو بہت نیچی آواز سے اُن کے سامنے زور سے نہیں بولتے ان کی طرف نگاہ اُٹھا کر ادب کی وجہ سے نہیں دیکھتے، اگر اُن کے سر یا داڑھی کا بال گرتا ہے تو اس کو تبرکاً اٹھا لیتے ہیں اور اس کی تعظیم اور احترام کرتے ہیں۔ غرض میں نے کسی جماعت کو اپنے آقا کے ساتھ اتنی محبت کرتے نہیں دیکھا جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جماعت ان کے ساتھ کرتی ہے۔"

اسی دوران میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو اپنی طرف سے قاصد بنا کر سرداران مکہ کے پاس بھیجا۔ حضرت عثمانؓ کی باوجود مسلمان ہو جانے کے مکہ میں بہت عزت تھی اور اُن کے متعلق زیادہ اندیشہ نہ تھا، اس لیے ان کو تجویز فرمایا تھا، وہ

---

[1] لوہے کی ٹوپی

تشریف لے گئے تو صحابہؓ کو رشک ہوا کہ عثمانؓ تو مزے سے کعبہ کا طواف کر رہے ہوں گے حضورؐ نے فرمایا مجھے اُمید نہیں کہ وہ میرے بغیر طواف کریں۔

چنانچہ حضرت عثمانؓ مکہ میں داخل ہوئے تو ابان بن سعید نے اُن کو اپنی پناہ میں لے لیا اور اُن سے کہا کہ جہاں دل چاہے چلو پھرو تم کو کوئی روک نہیں سکتا حضرت عثمانؓ ابوسفیان وغیرہ سردارانِ مکہ سے ملتے رہے اور حضورؐ کا پیام پہنچاتے رہے، جب واپس ہونے لگے تو کفار نے خود درخواست کی کہ تم مکہ میں آئے ہو تو طواف کرتے جاؤ، انہوں نے جواب دے دیا کہ یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا کہ حضورؐ تو روکے گئے ہوں اور میں طواف کر لوں، قریش کو اس جواب پر غصہ آیا جس کی وجہ سے انہوں نے حضرت عثمانؓ کو روک لیا مسلمانوں کو یہ خبر پہنچی کہ ان کو شہید کر دیا، اس پر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے اخیر دم تک لڑنے پر بیعت لی جب کفار کو اس کی خبر پہنچی تو وہ گھبرا گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو فوراً چھوڑ دیا[1]

فائدہ: اس قصہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ارشاد حضرت مغیرہؓ کا مارنا صحابہؓ کا عام برتاؤ جس کو عروہ نے بہت غور سے دیکھا، حضرت عثمانؓ کا طواف سے انکار ہر واقعہ ایسا ہے کہ حضورؐ کے ساتھ بے انتہا عشق و محبت کی خبر دیتا ہے یہ بیعت جس کا اس قصہ میں ذکر ہے بیعۃ الشجرہ کہلاتی ہے۔ قرآنِ پاک میں بھی اس کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح کی آیت لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ الآیۃ میں اس کا ذکر فرمایا ہے پوری آیت مع ترجمہ کے عنقریب خاتمہ میں آرہی ہے۔

حضرت ابن زبیرؓ کا خون پینا

۵۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سینگیاں لگوائیں اور جو خون نکلا وہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو دیا کہ اس کو کہیں دبا دیں وہ گئے اور آ کر عرض کیا کہ دبا دیا، حضورؐ نے دریافت فرمایا کہاں؟ عرض کیا میں نے پی لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے بدن میں میرا خون جائے گا، اس کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی مگر تیرے لیے بھی لوگوں سے ہلاکت ہے اور لوگوں کو تجھ سے[2]

---

[1] ، [2] خمیس

فائدہ:- حضورؐ کے فضلات، پاخانہ پیشاب وغیرہ سب پاک ہیں اس لیے اس میں کوئی اشکال نہیں، حضورؐ کے اس ارشاد کا مطلب کہ ہلاکت ہے علماء نے لکھا ہے کہ یہ سلطنت امارت کی طرف اشارہ ہے کہ امارت ہوگی اور لوگ اس میں مزاحم ہوں گے چنانچہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ جب پیدا ہوئے تھے اس وقت بھی حضورؐ نے اس طرف اشارہ فرمایا تھا کہ ایک مینڈھا ہے بھیڑیوں کے درمیان، ایسے بھیڑیئے جو کپڑے پہنے ہوئے ہوں گے۔ چنانچہ یزید اور عبدالملک دونوں کے ساتھ حضرت ابن زبیرؓ کی مشہور لڑائی ہوئی اور آخر شہید ہوئے

حضرت ابوعبیدہؓ کا خون پینا

۶۔ اُحد کی لڑائی میں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور یا سر مبارک میں خود کے دو حلقے گھس گئے تھے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دوڑے ہوئے آگے بڑھے اور دوسری جانب سے حضرت ابوعبیدہؓ دوڑے اور آگے بڑھ کر خود کے حلقے دانتوں سے کھینچنے شروع کیے ایک حلقہ نکالا جس سے ایک دانت حضرت ابوعبیدہؓ کا ٹوٹ گیا، اس کی پرواہ نہ کی دوسرا حلقہ کھینچا جس سے دوسرا دانت بھی ٹوٹا لیکن حلقہ وہ بھی کھینچ لیا، ان حلقوں کے نکلنے سے حضورؐ کے پاک جسم سے خون نکلنے لگا تو حضرت ابوسعید خدریؓ کے والد ماجد مالک بن سنانؓ نے اپنے لبوں سے اس خون کو چوس لیا اور نگل لیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے خون میں میرا خون ملا ہے، اس کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی۔[1]

حضرت زیدؓ بن حارثہ کا اپنے باپ کو انکار

۷۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ زمانۂ جاہلیت میں اپنی والدہ کے ساتھ ننھیال جا رہے تھے، بنو قیس نے قافلہ کو لوٹا جس میں زیدؓ بھی تھے، ان کو مکہ کے بازار میں لا کر بیچا، حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کے لیے ان کو خرید لیا۔ جب حضورؐ کا نکاح حضرت خدیجہؓ سے ہوا تو انہوں نے زیدؓ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کر دیا۔ زیدؓ کے والد کو ان کے فراق کا بہت سخت صدمہ تھا اور ہونا بھی چاہیئے تھا کیونکہ اولاد کی محبت بالکل فطری چیز ہے، وہ

---

[1] قرۃ العیون

زیدؓ کے فراق میں روتے اور اشعار پڑھتے پھرا کرتے تھے۔ اکثر جو اشعار پڑھتے تھے ان کا مختصر ترجمہ یہ ہے۔

"میں زیدؓ کی یاد میں روتا ہوں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ زندہ ہے تاکہ اس کی اُمید کی جائے یا موت نے اس کو نمٹا دیا خُدا کی قسم مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ تجھے اے زیدؓ نرم زمین نے ہلاک کیا یا کسی پہاڑ نے ہلاک کیا۔ کاش اب مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تُو عُمر بھر میں کبھی بھی واپس آئے گا یا نہیں ساری دُنیا میں میری انتہائی غرض تیری واپسی ہے۔ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے جب بھی مجھے زیدؓ ہی یاد آتا ہے اور جب بارش ہونے کو ہوتی ہے جب بھی اسی کی یاد مجھے ستاتی ہے اور جب ہوائیں چلتی ہیں تو وہ بھی اس کی یاد کو بھڑکاتی ہیں۔ ہائے میرا غم اور میرا فکر کس قدر طویل ہو گیا۔ میں اس کی تلاش اور جستجو میں ساری دنیا میں اونٹ کی تیز رفتاری کو کام میں لاؤں گا اور دنیا کا چکر لگانے سے نہیں اکتاؤں گا۔ اونٹ چلنے سے اکتا جائیں تو اکتا جائیں لیکن میں کبھی نہیں اکتاؤں گا۔ اپنی ساری زندگی اسی تلاش میں گذار دوں گا۔ ہاں میری موت ہی آگئی تو خیر کہ موت ہر چیز کو فنا کر دینے والی ہے، آدمی خواہ کتنی ہی اُمیدیں لگا دیں۔ مگر میں اپنے بعد فلاں فلاں رشتہ داروں اور آل اولاد کو وصیت کر جاؤں گا کہ وہ بھی اسی طرح زیدؓ کو ڈھونڈتے رہیں۔"

غرض یہ اشعار وہ پڑھتے تھے اور روتے ہوئے ڈھونڈتے پھرا کرتے تھے، اتفاق سے ان کی قوم کے چند لوگوں کا حج کو جانا ہوا اور انہوں نے زیدؓ کو پہچانا، باپ کا حال سُنایا، شعر سُنائے ان کی یاد و فراق کی داستان سُنائی۔ حضرت زیدؓ نے ان کے ہاتھ تین شعر

کہہ کر بھیجے جن کا مطلب یہ تھا کہ میں یہاں مکہ میں خیریت سے ہوں تم غم اور صدمہ نہ کرو۔ میں بڑے کریم لوگوں کی غلامی میں ہوں"۔ ان لوگوں نے جاکر زیدؓ کی خیر و خبر اُن کے باپ کو سُنائی اور وُہ اشعار سُنائے جو زیدؓ نے کہہ کر بھیجے تھے اور پتہ بتایا۔ زیدؓ کے باپ اور چچا فدیہ کی رقم لے کر اُن کو غلامی سے چھڑانے کی نیت سے مکہ مکرمہ پہنچے۔ تحقیق کی اور پتہ چلایا، حضورؐ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا اے ہاشم کی اولاد اور اپنی قوم کے سردار، تم لوگ حرم کے رہنے والے ہو اور اللہ کے گھر کے پڑوسی تم خُود قیدیوں کو رہا کراتے ہو، بھوکوں کو کھانا دیتے ہو۔ ہم اپنے بیٹے کی طلب میں تمہارے پاس پہنچے ہیں۔ ہم پر احسان کرو اور کرم فرماؤ اور فدیہ قبول کرلو اور اس کو رہا کردو بلکہ جو فدیہ ہو اس سے زیادہ لے لو۔ حضورؐ نے فرمایا کیا بات ہے۔ عرض کیا زیدؓ کی طلب میں ہم لوگ آئے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا بس اتنی سی بات ہے۔ عرض کیا کہ حضورؐ بس یہی غرض ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا اس کو بُلا لو اور اس سے پوچھ لو اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو بغیر فدیہ ہی کے وہ تمہاری نذر ہے اور اگر نہ جانا چاہے تو میں ایسے شخص پر جبر نہیں کرسکتا جو خود نہ جانا چاہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپؐ نے استحقاق سے بھی زیادہ احسان فرمایا، یہ بات خوشی سے منظور ہے حضرت زیدؓ بُلائے گئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم ان کو پہچانتے ہو۔ عرض کیا جی ہاں پہچانتا ہُوں۔ یہ میرے باپ ہیں اور یہ میرے چچا۔ حضورؐ نے فرمایا میرا حال بھی تمہیں معلوم ہے اب تمہیں اختیار ہے میرے پاس رہنا چاہو تو میرے پاس رہو ان کے ساتھ جانا چاہو، تو اجازت ہے۔ حضرت زیدؓ نے عرض کیا حضورؐ میں آپؐ کے مقابلہ میں بھلا کس کو پسند کر سکتا ہُوں، آپؐ میرے لیے باپ کی جگہ بھی ہیں اور چچا کی جگہ بھی، ان دونوں باپ چچا نے کہا کہ زیدؓ! غلامی کو آزادی پر ترجیح دیتے ہو اور باپ چچا اور سب گھر والوں کے مقابلہ میں غلام رہنے کو پسند کرتے ہو۔ زیدؓ نے کہا کہ ہاں میں نے انؐ میں (حضورؐ کی طرف اشارہ کر کے) ایسی بات دیکھی ہے جس کے مقابلہ میں کسی چیز کو بھی پسند نہیں کرسکتا۔ حضورؐ نے جب یہ جواب سُنا تو ان کو گود میں لے لیا اور فرمایا کہ میں نے اس کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ زیدؓ کے باپ اور چچا بھی یہ منظر دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور خوشی سے انکو چھوڑ کر چلے گئے[1]

[1] خمیس

حضرت زیدؓ اس وقت بچے تھے بچپن کی حالت میں سارے گھر اور عزیز و اقارب کو حضورؐ کی غلامی پر قربان کر دینا جس محبت کا پتہ دیتا ہے وہ ظاہر ہے۔

حضرت انسؓ بن نضر کا عمل اُحد کی لڑائی میں

۸، اُحد کی لڑائی میں مسلمانوں کو جب شکست ہو رہی تھی کسی نے یہ خبر اڑا دی کہ حضورؐ بھی شہید ہو گئے، اس وحشت ناک خبر سے جو اثر صحابہؓ پر ہونا چاہیے تھا وہ ظاہر ہے اسی وجہ سے اور بھی زیادہ گھٹنے ٹوٹ گئے۔ حضرت انسؓ بن نضر چلے جا رہے تھے کہ مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت میں حضرت عمرؓ اور حضرت طلحہؓ نظر پڑے کہ سب حضرات پریشان حال تھے۔ حضرت انسؓ نے پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے کہ مسلمان پریشان سے نظر آ رہے ہیں، ان حضرات نے کہا کہ حضورؐ شہید ہو گئے۔ حضرت انسؓ نے کہا کہ پھر حضورؐ کے بعد تم ہی زندہ رہ کر کیا کرو گے، تلوار ہاتھ میں لی اور کفار کے جمگھٹے میں گھس گئے اور اس وقت تک لڑتے رہے کہ شہید ہوئے[1]۔

فائدہ:۔ اُن کا مطلب یہ تھا کہ جس ذات کے دیدار کے لیے جینا تھا، جب وہی نہیں رہی تو پھر گویا جی کر ہی کیا کرنا ہے چنانچہ اسی میں اپنی جان نثار کر دی۔

سعد بن ربیعؓ کا پیام اُحد میں

۹۔ اسی اُحد کی لڑائی میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ سعدؓ بن ربیع کا حال معلوم نہیں ہوا کیا گذری۔ ایک صحابی کو تلاش کے لیے بھیجا وہ شہداء کی جماعت میں تلاش کر رہے تھے، آوازیں بھی دے رہے تھے کہ شاید وہ زندہ ہوں، پھر پکار کر کہا کہ مجھے حضورؐ نے بھیجا ہے کہ سعدؓ بن ربیع کی خبر لاؤں تو ایک جگہ سے بہت ضعیف سی آواز آئی۔ یہ اس طرف بڑھے جا کر دیکھا کہ سعدؓ مقتولین کے درمیان پڑے ہیں اور ایک آدھ سانس باقی ہے۔ جب یہ قریب پہنچے تو سعدؓ نے کہا کہ حضورؐ کو میرا سلام عرض کر دینا اور کہہ دینا کہ اللہ تعالیٰ میری جانب سے آپ کو اس سے افضل اور بہتر بدلہ عطا فرمائیں جو کسی نبی کو اس کے اُمتی کی طرف سے بہتر سے بہتر عطا کیا ہو، اور مسلمانوں کو میرا یہ پیام پہنچا دینا کہ اگر کافر حضورؐ تک پہنچ گئے اور تم میں سے کوئی ایک آنکھ بھی چمکتی ہوئی رہے یعنی وہ زندہ رہا تو اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی عذر بھی تمہارا نہ چلے گا، یہ

[1] خمیس

کہہ کر جاں بحق ہو گئے۔[1]

فائدہ:۔ فَجَزَاہُ اللّٰہُ عَنَّا اَفْضَلَ مَاجَزٰی صِحَابِیًّا عَنْ اُمَّۃِ نَبِیِّہٖ۔ درحقیقت ان جاں نثاروں نے اللہ تعالیٰ اپنے لطف سے ان کی قبروں کو نور سے بھر دے اپنی جاں نثاری کا پورا ثبوت دے دیا کہ زخموں پر زخم لگے ہوئے ہیں دم توڑ رہے ہیں مگر کیا مجال ہے کہ کوئی شکوہ کوئی گھبراہٹ یا پریشانی لاحق ہو جائے ولولہ ہے تو حضورؐ کی حفاظت کا، حضورؐ پر جاں نثاری کا حضورؐ پر قربانی کا، کاش مجھ سے نااہل کو بھی کوئی حصّہ اس محبّت کا نصیب ہو جاتا۔

حضورؐ کی قبر دیکھ کر ایک عورت کی موت

۱۰۔ حضرت عائشہؓ صدّیقہ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئیں اور آکر عرض کیا کہ مجھے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مبارک کی زیارت کرادو، حضرت عائشہؓ نے حجرۂ شریفہ کھولا، انہوں نے زیارت کی اور زیارت کر کے روتی رہیں اور روتے روتے انتقال فرما گئیں۔ رضی اللہ عنہا وارضاہا۔[2]

فائدہ:۔ کیا اس عشق کی نظیر بھی کہیں ملے گی کہ قبر کی زیارت کی تاب نہ لاسکیں اور وہیں جان دے دی۔

حضرت علیؓ سے حضورؐ کی محبّت کے متعلق سوال

۱۱۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی نے پوچھا کہ آپؓ کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم سے کتنی محبت تھی؟ آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ خدائے پاک کی قسم حضورؐ ہم لوگوں کے نزدیک اپنے مالوں سے اور اپنی اولادوں سے اور اپنی ماؤں سے اور سخت پیاس کی حالت میں ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب تھے۔[3]

فائدہ:۔ سچ فرمایا درحقیقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہی حالت تھی اور کیوں نہ ہوتی جبکہ وہ حضرات کامل الایمان تھے اور اللہ جلّ شانہٗ کا ارشاد ہے۔

قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْھَا وَتِجَارَۃٌ تَخْشَوْنَ کَسَادَھَا

ترجمہ:۔ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارا کنبہ اور وہ

---

[1] خمیس [2] [3] شفا

وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِىْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو (اگر یہ سب چیزیں) تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیاری ہیں تو منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیجدیں اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا[1]۔

اِس آیت شریفہ میں اللہ اور اس کے رسول ؐ کی محبّت کے ان سب چیزوں سے کم ہونے پر وعید ہے۔

حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کو میری محبت اپنے باپ اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو جائے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مضمون نقل کیا گیا ہے علماء کا ارشاد ہے کہ ان احادیث میں محبّت سے محبت اختیاری مُراد ہے غیر اختیاری یعنی طبعی اضطراری مراد نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر محبّت طبعی مراد ہو تو پھر ایمان سے مراد کمال درجہ کا ایمان ہو، جیسا کہ صحابہ کرامؓ کا تھا۔

حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ؐ کا ارشاد ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں وہ پائی جائیں ایمان کی حلاوت اور ایمان کا مزہ نصیب ہو جائے ایک یہ کہ اللہ اور اس کے رسول ؐ کی محبت ان کے ماسوائے سب سے زیادہ ہووے دوسرے یہ کہ جس کسی سے محبت کرے اللہ ہی کے واسطے کرے، تیسرے یہ کہ کفر کی طرف لوٹنا اس کو ایسا ہی گراں اور مشکل ہو جیسا کہ آگ میں گرنا۔

حضرت عمر رضؓ نے ایک مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہ ؐ مجھے اپنی جان کے علاوہ اور سب چیزوں سے آپ ؐ زیادہ محبوب ہیں۔ حضور ؐ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص مومن اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اس کو میری محبّت اپنی جان سے بھی زیادہ نہ ہو حضرت عمر رضؓ

---

[1] بیان القرآن

نے عرض کیا یا رسول اللہ اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا الآن یا عمر (اس وقت اے عمرؓ) علماء نے اس ارشاد سے دو مطلب بتائے ہیں ایک یہ کہ اس وقت تمہارا ایمان کامل ہوا ہے، دوسرا یہ کہ تنبیہ ہے کہ اس وقت یہ بات اول ہی سے ہونا چاہیے تھی۔

سہیل تستریؒ کہتے ہیں جو شخص ہر حال میں حضورؐ کو اپنا والی نہ جانے اور اپنے نفس کو اپنی ملک میں سمجھے وہ سنت کا مزہ نہیں چکھ سکتا۔ ایک صحابی نے آکر حضورؐ سے عرض کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ حضورؐ نے فرمایا کہ قیامت کے لیے کیا تیار کر رکھا ہے جس کی وجہ سے انتظار ہے۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے بہت سی نمازیں اور روزے اور صدقے تو تیار نہیں کر رکھے ہیں، البتہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت میرے دل میں ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت میں تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے محبت رکھتے ہو گے۔ حضورؐ کا یہ ارشاد کہ آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہو گا جس سے اس کو محبت ہے کئی صحابہؓ نے نقل کیا ہے جن میں عبداللہ بن مسعودؓ، ابوموسیٰ اشعریؓ، صفوانؓ، ابوذرؓ وغیرہ حضرات شامل ہیں۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جس قدر خوشی اس ارشادِ مبارک سے ہوئی ہے، کسی چیز سے بھی اتنی خوشی نہیں ہوئی اور ظاہر بات ہے ہونا بھی چاہیے تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت تو ان کے رگ و پے میں تھی پھر ان کو کیوں نہ خوشی ہوتی۔

حضرت فاطمہؓ کا مکان شروع میں حضورؐ سے ذرا دور تھا۔ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے تمہارا مکان قریب ہی ہو جاتا۔ حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا کہ حارثہؓ کا مکان آپؐ کے قریب ہے اُن سے فرما دیں کہ میرے مکان سے بدل لیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ان سے پہلے بھی تبادلہ ہو چکا ہے اب تو شرم آتی ہے۔ حارثہؓ کو اس کی اطلاع ہوئی فوراً حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپؐ فاطمہؓ کا مکان اپنے قریب چاہتے ہیں، یہ میرے مکانات موجود ہیں ان سے زیادہ قریب کوئی مکان بھی نہیں جونسا پسند ہو بدل لیں، یا رسول اللہ میں اور میرا مال تو اللہ اور اس کے رسولؐ ہی کا ہے۔ یا رسول اللہ

خدا کی قسم جو آپؐ مال لے لیں وہ مجھے زیادہ پسند ہے اُس مال سے جو میرے پاس رہے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ سچ کہتے ہو، اور برکت کی دُعا دی، اور مکان بدل لیا۔[1]

ایک صحابی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپؐ کی محبت مجھے میری جان و مال اور اہل و عیال سے زیادہ ہے میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں اور آپؐ کا خیال آجاتا ہے تو صبر نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ حاضر ہوں اور آکر زیارت نہ کرلوں۔ مجھے یہ فکر ہے کہ موت تو آپؐ کو بھی اور مجھے بھی ضرور آنی ہے۔ اس کے بعد آپؐ تو انبیا کے درجہ میں چلے جائیں گے تو مجھے یہ خوف رہتا ہے کہ پھر میں آپ کو نہیں دیکھ سکوں گا۔ حضورؐ نے اس کے جواب میں سکوت فرمایا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور یہ آیت سنائی وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝ ترجمہ: جو شخص اللہ اور رسولؐ کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی جنت میں اُن حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صلحاء اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں اور اُن کے ساتھ رفاقت محض اللہ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے ہیں ہر ایک کے عمل کو۔" اس قسم کے واقعات بہت سے صحابہؓ کو پیش آئے اور آنا ضروری تھے عشق است وہزار بد گمانی حضورؐ نے جواب میں یہی آیت سنائی۔ چنانچہ ایک صحابی حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے آپؐ سے ایسی محبت ہے کہ جب خیال آجاتا ہے اگر اس وقت میں آکر زیارت نہ کرلوں تو مجھے غالب گمان ہے کہ میری جان نکل جائے مگر مجھے یہ خیال ہے کہ اگر میں جنت میں داخل بھی ہو گیا تب بھی آپؐ سے تو نچلے درجہ میں ہونگا مجھے تو جنت میں بھی آپؐ کی زیارت بغیر بڑی مشقت ہو گی۔ آپؐ نے یہی آیت سنائی۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ ایک انصاری حاضرِ خدمت ہوئے اور نہایت

[1] طبقات

غمگین تھے۔ حضورؐ نے فرمایا غمگین کیوں ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہؐ ایک سوچ میں ہوں، آپؐ نے دریافت فرمایا کیا سوچ ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہؐ ہم صبح شام حاضرِ خدمت ہوتے ہیں آپؐ کی زیارت سے محظوظ ہوتے ہیں۔ آپؐ کی خدمت میں بیٹھتے ہیں۔ کل کو آپؐ تو انبیاء کے درجہ پر پہنچ جائیں گے۔ ہماری وہاں تک رسائی نہیں ہوگی حضورؐ نے سکوت فرمایا اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضورؐ نے ان انصاری کو بھی بلایا، اور ان کو اس کی بشارت دی ایک حدیث میں آیا ہے کہ بہت سے صحابہؓ نے اشکال کیا حضورؐ نے یہ آیت ان کو سنائی۔ ایک حدیث میں ہے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ تو ظاہر ہے کہ نبی کو امتی پر فضیلت ہے۔ اور جنت میں اس کے درجات اونچے ہوں گے تو پھر اکٹھا ہونے کی کیا صورت ہوگی، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اوپر کے درجے والے نیچے کے درجے والوں کے پاس آئیں گے، ان کے پاس بیٹھیں گے بات چیت کریں گے[1] حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مجھ سے بہت محبت کرنے والے بعض ایسے لوگ ہوں گے جو میرے بعد پیدا ہوں گے اور ان کی یہ تمنا ہوگی کہ کاش اپنے اہل و عیال اور مال کے بدلہ میں وہ مجھے دیکھ لیتے۔ خالد کی بیٹی عبدہ کہتی ہیں کہ میرے والد جب بھی سونے لیٹتے تو جب تک آنکھ نہ لگتی اور جاگتے رہتے حضورؐ کی یاد اور شوق و اشتیاق میں لگے رہتے اور مہاجرین و انصار صحابہؓ کا نام لے کر یاد کرتے رہتے اور یہ کہتے کہ یہی میرے اصول و فروع ہیں (یعنی بڑے اور چھوٹے) اور ان کی طرف میرا دل کھنچا جا رہا ہے۔ یا اللہ مجھے جلد ہی موت دے دے کہ ان لوگوں سے جا کر ملوں اور یہی کہتے کہتے سو جاتے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک مرتبہ عرض کیا، یا رسول اللہؐ مجھے اپنے باپ کے مسلمان ہونے کی بہ نسبت آپؐ کے چچا ابوطالب کے مسلمان ہو جانے کی زیادہ تمنا ہے۔ اس لیے کہ اس سے آپؐ کو زیادہ خوشی ہوگی حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ حضورؐ کے چچا حضرت عباسؓ سے عرض کیا کہ آپؓ کا اسلام لانا میرے لیے زیادہ موجب خوشی ہے اپنے باپ کے مسلمان ہونے سے، اس لیے کہ آپ کا اسلام حضورؐ کو زیادہ محبوب ہے حضرت عمرؓ ایک مرتبہ حفاظتی گشت فرما رہے تھے کہ ایک گھر میں سے چراغ کی

---

[1] درِّ منثور

کی شفا کی ایک فصل کا مختصر ترجمہ جو اس کے مناسب ہے درج کرتا ہوں اور اسی پر اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں۔

وہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اعزاز و اکرام میں داخل ہے۔ حضورؐ کے صحابہؓ کا اعزاز و اکرام کرنا اور ان کے حق کو پہچاننا اور ان کا اتباع کرنا اور ان کی تعریف کرنا اور ان کے لیے استغفار اور دعائے مغفرت کرنا اور ان کے آپس کے اختلافات میں لب کشائی نہ کرنا اور مؤرخین، شیعہ، بدعتی اور جاہل راویوں کی اُن خبروں سے اعراض کرنا جو ان حضرات کی شان میں نقص پیدا کرنے والی ہوں، اور اس نوع کی کوئی روایت اگر سُننے میں آئے تو اس کی کوئی اچھی تاویل کرے اور کوئی اچھا محمل تجویز کرے کہ وہ اس کے مستحق ہیں اور ان حضرات کو بُرائی سے یاد نہ کرے بلکہ ان کی خوبیاں اور ان کے فضائل بیان کرے اور عیب کی باتوں سے سکوت کرے جیسا کہ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جب میرے صحابہؓ کا ذکر (یعنی بُرا ذکر) ہو تو سکوت کیا کرو، صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے فضائل قرآن شریف اور احادیث میں بکثرت وارد ہیں حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَّ

ترجمہ:۔ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپؐ کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں اور آپس میں مہربان اور اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کرنے والے ہیں کبھی سجدہ کرنے والے ہیں اور اللہ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں، ان کی عبدیت کے آثار بوجہ تاثیر ان کے سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں، یہ ان کے اوصاف توریت میں ہیں اور انجیل میں۔ ان کی یہ مثال ذکر کی ہے کہ جیسے کھیتی کہ اُس نے اوّل اپنی سُوئی

اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ نکالی. پھر اس نے اپنی سُوئی کو قوی کیا یعنی وہ کھیتی اور موٹی ہُوئی. پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہُوئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی اسی طرح صحابہؓ میں اوّل ضعف تھا پھر روزانہ قوت بڑھتی گئی اور اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کو اس لیے یہ نشو ونما دی تاکہ اُن سے کافروں کو حسد میں جلادے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے ان صاحبوں سے جو کہ ایمان لائے اور نیک کام کر رہے ہیں مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے.

یہ ترجمہ اس صورت میں ہے کہ تورات پر آیت ہو اور آیت کے فرق سے ترجمہ میں بھی فرق ہو جائے گا. جو تفاسیر سے معلوم ہو سکتا ہے. اسی سورۃ میں دوسری جگہ ارشاد ہے

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْھِمْ وَاَثَابَھُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا وَّمَغَانِمَ کَثِیْرَۃً یَّاْخُذُوْنَھَا وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا ۝

ترجمہ. تحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے (جو کہ آپؐ کے ہمسفر ہیں) خوش ہُوا جبکہ یہ لوگ آپؐ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ (اخلاص اور عزم) تھا اللہ تعالیٰ کو وُہ بھی معلوم تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں اطمینان پیدا کر دیا تھا اور ان کو ایک لگتے ہاتھ فتح بھی دے دی مراد اس سے فتح خیبر ہے جو اس کے قریب ہی ہُوئی) اور بہُت سی غنیمتیں بھی دیں اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست حکمت والا ہے.

یہ ہی وہ بیعت ہے جس کو بیعت الشجرہ کہا جاتا ہے. اخیر باب کے قصہ ۲ میں اس کا ذکر گذر چکا ہے. صحابہؓ کے بارے میں ایک جگہ ارشاد خداوندی ہے:.

رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاھَدُوا اللّٰہَ عَلَیْہِ فَمِنْھُمْ مَّنْ قَضٰی نَحْبَہٗ وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا ۝

ان مومنین میں ایسے لوگ ہیں کہ انھوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اس میں سچے اُترے پھر اُن میں سے بعض تو ایسے ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے (یعنی شہید

ہو چکے، اور بعض ان میں اس کے مشتاق (منتظر ہیں ابھی شہید نہیں ہوئے) اور اپنے ارادہ میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا۔

ایک جگہ ارشادِ خداوندی ہے:۔

وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

اور جو مہاجرین و انصار (ایمان لانے میں سب اُمّت سے) مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہوا، وہ سب اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کی تعریف اور ان سے خوشنودی کا اظہار فرمایا ہے اسی طرح احادیث میں بہت کثرت سے فضائل وارد ہوئے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ کا اقتداء کیا کرو۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ میرے صحابہؓ ستاروں کی طرح ہیں جس کا اتباع کروگے ہدایت پاؤگے۔ محدثین کو اس میں کلام ہے اور اسی وجہ سے قاضی عیاضؒ پر اس کے ذکر کرنے میں اعتراض ہے، مگر مُلّا علی قاری نے لکھا ہے کہ ممکن ہے تعددِ طرق کی وجہ سے ان کے نزدیک قابلِ اعتبار یا فضائل میں ہونے کی وجہ سے ذکر کیا ہو (کیونکہ فضائل میں معمولی ضعف کی روایتیں ذکر کر دی جاتی ہیں)

حضرت انسؓ کہتے ہیں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ میرے صحابہ کی مثال کھانے میں نمک کی سی ہے کہ کھانا بغیر نمک کے اچھا نہیں ہو سکتا۔

حضورؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اللہ سے میرے صحابہؓ کے بارے میں ڈرو، اُن کو ملامت کا نشانہ نہ بناؤ۔ جو شخص اُن سے محبت رکھتا ہے میری محبت کی وجہ سے اُن سے محبت رکھتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ میرے بغض کی وجہ سے بغض رکھتا

ہے جو شخص ان کو اذیت دے اُس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھ کو اذیت دی اُس نے اللہ کو اذیت دی اور جو شخص اللہ کو اذیت دیتا ہے قریب ہے پکڑ میں آجائے۔

حضورؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ میرے صحابہؓ کو گالیاں نہ دیا کرو اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ صحابہ کے ایک مُد یا آدھے مُد کے برابر بھی ثواب کے اعتبار سے نہیں ہو سکتا

اور حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص صحابہؓ کو گالیاں دے اس پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی لعنت اور تمام آدمیوں کی لعنت نہ اس کا فرض مقبول ہے نہ نفل۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے علاوہ تمام مخلوق میں سے میرے صحابہؓ کو چھانٹا ہے اور ان میں سے چار کو ممتاز کیا ہے، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، ان کو میرے سب صحابہؓ سے افضل قرار دیا۔

ایوبؒ سختیانی کہتے ہیں کہ جس شخص نے ابوبکرؓ سے محبت کی اس نے دین کو سیدھا کیا اور جس نے عمرؓ سے محبت کی، اس نے دین کے واضح راستہ کو پالیا اور جس نے عثمانؓ سے محبت کی وہ اللہ کے نور کے ساتھ منور ہوا اور جس نے علیؓ سے محبت کی اس نے دین کی مضبوط رسّی کو پکڑ لیا جو صحابہؓ کی تعریف کرتا ہے وہ نفاق سے بری ہے اور جو صحابہؓ کی بے ادبی کرتا ہے وہ بدعتی منافق سنّت کا مخالف، مجھے اندیشہ ہے کہ اس کا کوئی عمل قبول نہ ہو یہاں تک کہ ان سب کو محبوب رکھے اور ان کی طرف سے دل صاف ہو۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اے لوگو! میں ابوبکرؓ سے خوش ہوں، تم لوگ ان کا مرتبہ پہچانو میں عمرؓ سے علیؓ سے عثمانؓ سے طلحہؓ سے زبیرؓ سے سعدؓ سے سعیدؓ سے عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے ابوعبیدہؓ سے خوش ہوں تم لوگ ان کا مرتبہ پہچانو، اے لوگو اللہ جل شانہٗ نے بدر اور حدیبیہ کی لڑائی میں شریک ہونیوالوں کی مغفرت فرمادی تم میرے صحابہؓ کے بارے میں میری رعایت کیا کرو اور ان لوگوں کے بارے میں جن کی بیٹیاں میرے نکاح میں ہیں یا میری بیٹیاں جن کے نکاح میں ہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ قیامت میں

تم سے کسی قسم کے ظلم کا مطالبہ کریں کہ وہ معاف نہیں کیا جائیگا۔ ایک جگہ ارشاد ہے، کہ میرے صحابہؓ اور میرے دامادوں میں میری رعایت کیا کرو جو شخص ان کے بارے میں میری رعایت نہ کریگا۔ اللہ تعالیٰ اس سے بری ہیں اور جس سے اللہ تعالیٰ بری ہیں کیا بعید ہے کہ کسی گرفت میں آجائے۔ حضورؐ سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص صحابہؓ کے بارے میں میری رعایت کریگا میں قیامت کے دن اس کا محافظ ہونگا۔

ایک جگہ ارشاد ہے کہ جو میرے صحابہؓ کے بارے میں میری رعایت کریگا، وُہ میرے پاس حوضِ کوثر پر پہنچ سکیگا اور جو ان کے بارے میں میری رعایت نہ کریگا، وہ میرے پاس حوض تک نہ آسکیگا اور مجھے صرف دُور ہی سے دیکھے گا سہل بن عبد اللہؒ کہتے ہیں کہ جو شخص حضورؐ کے صحابہؓ کی تعظیم نہ کرے وہ حضورؐ ہی پر ایمان نہیں لایا۔ اللہ جلّ شانہٗ اپنے لطف وفضل سے اپنی گرفت سے اور اپنے محبوبؐ کے عتاب سے مجھ کو اور میرے دوستوں، محسنوں اور ملنے والوں کو میرے مشائخ کو تلامذہ کو اور سب مومنین کو محفوظ رکھے اور ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی محبت سے ہمارے دلوں کو بھر دے۔ آمین، برحمتک یا ارحم الراحمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ الْاَتَمَّانِ الْاَکْمَلَانِ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ وَعَلٰی اَتْبَاعِھِمْ حَمَلَۃِ الدِّیْنِ الْمَتِیْنِ

تمّت

مؤلّفہ :- زکریا عفی عنہ کاندھلوی
مقیم مظاہر علوم، سہارنپور
۱۲ر شوال سنہ ۱۳۵۷ھ دوشنبہ

خواجہ محمّد اسلام

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلغوا عنی ولو آیۃ

فضائل تبلیغ

عکسی

مصنفہ

شیخ الحدیث حضرۃ مولانا محمد زکریا صاحب

رحمہ اللہ تعالیٰ

خواجہ محمد اسلام

ادارہ اشاعت دینیات

فہرست مضامین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

تمہید

حمد و صلوٰۃ کے بعد، مجددِ دینِ اسلام کے ایک درخشندہ جوہر اور علماء و مشائخ عصر کے ایک آبدار گوہر کا ارشاد ہے کہ تبلیغِ دین کی ضرورت کے متعلق مختصر طور پر چند آیات و احادیث لکھ کر پیش کروں، چونکہ مجھ جیسے سیہ کار کے لیے ایسے ہی حضرات کی رضا و خوشنودی وسیلۂ نجات اور کفارۂ سیئات ہو سکتی ہے۔ اس لیے اس عجالۂ نافعہ کو خدمت میں پیش کرتے ہوئے ہر اسلامی مدرسہ، اسلامی انجمن، اسلامی سکول اور ہر اسلامی طاقت بلکہ ہر مسلمان سے گذارش ہے کہ اس وقت دین کا انحطاط جس قدر روز افزوں ہے، دین کے اوپر جس طرح کفار کی طرف سے نہیں مسلمانوں کی طرف سے حملے ہو رہے ہیں۔ فرائض و واجبات پر عمل، عام مسلمانوں سے نہیں بلکہ خاص اور اخص الخواص مسلمانوں سے متروک ہوتا جا رہا ہے۔ نماز روزہ کے چھوڑ دینے کا کیا ذکر جب کہ لاکھوں آدمی کھلے ہوئے شرک و کفر میں مبتلا ہیں اور غضب یہ ہے کہ ان کو شرک و کفر نہیں سمجھتے محرمات اور فسق و فجور کا شیوع جس قدر صاف اور واضح طریق سے بڑھتا جا رہا ہے اور دین کے ساتھ لاپرواہی بلکہ استخفاف و استہزاء جتنا عام ہوتا جا رہا ہے وہ کسی فرد بشر سے مخفی نہیں۔ اسی وجہ سے خاص علماء بلکہ عام علماء میں بھی لوگوں سے یکسوئی اور وحشت بڑھتی جا رہی ہے جس کا لازمی اثر یہ ہو رہا ہے کہ دین اور دینیات سے اجنبیت میں روز بروز اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ عوام اپنے کو معذور گنتے ہیں کہ ان کو بتلانے والا کوئی نہیں اور علماء اپنے کو معذور سمجھتے ہیں کہ ان کی سننے والا کوئی نہیں، لیکن خدائے قدوس کے یہاں نہ عوام کا یہ عذر کافی ہے کہ کسی نے بتلایا نہ تھا، اس لیے کہ دینی امور کا معلوم کرنا تحقیق کرنا ہر شخص کا اپنا فرض ہے۔ قانون سے ناواقفیت کا عذر کسی حکومت میں بھی معتبر نہیں۔ احکم الحاکمین کے یہاں یہ لوچ عذر کیسے چل سکتا ہے یہ تو عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے اسی طرح نہ علماء کے لیے یہ جواب موزوں ہے کہ کوئی سننے والا نہیں ہے جن اسلاف کی نیابت

کے آپ حضرات دعویدار ہیں۔ انہوں نے کیا کچھ تبلیغ کی خاطر نہیں برداشت فرمایا۔ کیا پتھر نہیں کھائے۔ گالیاں نہیں کھائیں مصیبتیں نہیں جھیلیں؟ لیکن ہر نوع کی تکالیف برداشت فرمانے کے بعد اپنی تبلیغی ذمہ داریوں کا احساس فرماکر لوگوں تک دین پہنچایا۔ ہر سخت سے سخت مزاحمت کے باوجود نہایت شفقت سے اسلام و احکام اسلام کی اشاعت کی۔

عام طور پر[1] مسلمانوں نے تبلیغ کو علماء کے ساتھ مخصوص سمجھ رکھا ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بلکہ ہر وہ شخص جس کے سامنے کوئی منکر ہو رہا ہو اور وہ اس کے روکنے پر قادر ہو یا اس کے روکنے کے اسباب پیدا کر سکتا ہو، اس کے ذمہ واجب ہے کہ اس کو روکے۔ اگر بفرضِ محال مان بھی لیا جائے کہ یہ علماء کا کام ہے تب بھی جب کہ وہ اپنی کوتاہی سے یا کسی مجبوری سے اس حق کو پورا نہیں کر رہے ہیں یا ان سے پورا نہیں ہو رہا ہے تو ضروری ہے کہ ہر شخص کے ذمہ یہ فریضہ عاید ہو۔ قرآن و حدیث میں جس قدر اہتمام سے تبلیغ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ارشاد فرمایا گیا ہے وہ ان آیات و احادیث سے ظاہر ہے جو آئندہ فصلوں میں آرہی ہیں۔ ایسی صورت میں صرف علماء کے ذمہ رکھ کر یا ان کی کوتاہی بتا کر کوئی شخص بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔ اس لیے میری علی العموم درخواست ہے کہ ہر مسلمان کو اس وقت تبلیغ میں کچھ نہ کچھ حصہ ضرور لینا چاہیے اور جس قدر وقت بھی دین کی تبلیغ اور حفاظت میں خرچ کر سکتا ہو کرنا چاہیے۔

ہر وقت خوش کہ دست دہد مغتنم شمار
کس را وقوف نیست کہ انجام کار چیست

یہ بھی معلوم کر لینا ضروری ہے کہ تبلیغ کے لیے یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے پورا کامل اور مکمل عالم ہونا ضروری نہیں، ہر وہ شخص جو کوئی مسئلہ جانتا ہو اس کو دوسروں تک پہنچائے۔ جب اس کے سامنے کوئی ناجائز امر کیا جا رہا ہو اور وہ اس کے روکنے پر قادر ہو تو اس کا روکنا اس پر واجب ہے۔

اس رسالہ میں مختصر طور پر سات فصلیں ذکر کی ہیں۔

---

[1] عام طور پر

فصل اوّل

میں تبرکاً اللہ پاک کی بابرکت کلام میں سے چند آیات کا ترجمہ جن میں تبلیغ وامر بالمعروف کی تاکید وترغیب فرمائی ہے پیش کرتا ہوں جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ خود حق سبحانہٗ وتقدس کو اس کا کتنا اہتمام ہے کہ جس کے لیے بار بار مختلف عنوانات سے اپنے پاک کلام میں اس کا اعادہ کیا ہے۔ تقریباً ساٹھ آیات تو میری کوتاہ نظر سے اس کی ترغیب اور توصیف میں گذر چکی ہیں اگر کوئی دقیق النظر غور سے دیکھے تو نہ معلوم کس قدر آیات معلوم ہوں۔ چونکہ ان سب آیات کا اس جگہ جمع کرنا طول کا سبب ہوگا اس لیے چند ہی آیات پر اکتفا کرتا ہوں۔

(۱) قَالَ اللّٰهُ عَزَّ اِسْمُهٗ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (پ ۲۴۔ رکوع ۱۹)

اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں[1]

مفسرین نے لکھا ہے کہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کی طرف کسی کو بلائے وہ اس بشارت اور تعریف کا مستحق ہے خواہ کسی طریق سے بلائے مثلاً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام معجزہ وغیرہ سے بلاتے ہیں، علماء دلائل سے، مجاہدین تلوار سے اور مؤذنین اذان سے، غرض جو بھی کسی شخص کو دعوت الی الخیر کرے وہ اس میں داخل ہے، خواہ اعمالِ ظاہرہ کی طرف بلائے یا اعمالِ باطنہ کی طرف۔ جیسا کہ مشائخ صوفیہ معرفت اللہ کی طرف بلاتے ہیں[2] مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ میں اس طرف اشارہ ہے کہ مسلمان ہونے کے ساتھ تفاخر بھی ہو اس کو اپنے لیے باعث عزت بھی سمجھتا ہو۔ اس اسلامی امتیاز کو تفاخر کے ساتھ ذکر بھی کرے۔ بعض مفسرین نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ مقصد یہ ہے کہ اس وعظ نصیحت تبلیغ سے اپنے کو بہت بڑی ہستی نہ کہنے لگے، بلکہ یہ کہے کہ عام مسلمین میں سے ایک مسلمان میں بھی ہوں۔

(۲) وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو سمجھاتے رہیئے کیونکہ

[1] بیان القرآن　[2] خازن

تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ (پارہ ۲۷، رکوع ۲) سمجھانا ایمان والوں کو نفع دے گا

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے قرآن پاک کی آیات سنا کر نصیحت فرمانا مقصود ہے، کہ وہ نفع رساں ہے۔ مومنین کے لیے تو ظاہر ہے کفار کے لیے بھی۔ اس لحاظ سے کہ وہ انشاء اللہ اس کے ذریعہ سے مومنین میں داخل ہو جائیں گے اور آیت کے مصداق میں شامل ہوں گے ہمارے اس زمانے میں وعظ و نصیحت کا راستہ تقریباً بند ہو گیا ہے وعظ کا مقصد بالعموم شستگی تقریر بن گیا ہے۔ تا کہ سننے والے تعریف کردیں حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص تقریر و بلاغت اس لیے سیکھے تا کہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے تو قیامت کے دن اس کی کوئی عبادت مقبول نہیں نہ فرض نہ نفل۔

(۳) وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا ؕ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى (پارہ ۱۶، رکوع ۱۷)

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے متعلقین کو بھی نماز کا حکم کرتے رہیے اور خود بھی اسکے پابند رہیے ہم آپ سے معاش نہیں چاہتے معاش تو آپکو ہم دینگے اور بہتر انجام تو پرہیز گاری ہی کا ہے

متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کی تنگیٔ معاش کو رفع فرمانے کا فکر ہوتا تو اس کو نماز کی تاکید فرماتے اور آیت بالا کو تلاوت فرما کر گویا اس طرف اشارہ فرماتے کہ وسعت رزق کا وعدہ اہتمام نماز پر موقوف ہے۔ علماء نے لکھا ہے، کہ اس آیت شریفہ میں نماز کے حکم کرنے کے ساتھ ساتھ خود اس پر اہتمام کرنے کا حکم اس لیے ارشاد ہوا ہے کہ یہ انفع ہے کہ تبلیغ کے ساتھ ساتھ جس چیز کا دوسروں کو حکم کیا جاوے خود بھی اس پر اہتمام کیا جاوے، اس سے دوسروں پر بھی زیادہ اثر ہوتا ہے اور دوسروں کے اہتمام کا سبب بنتا ہے۔ اسی لیے ہدایت کے واسطے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا ہے، کہ وہ نمونہ بن کر سامنے ہوں تو عمل کرنے والوں کو عمل کرنا سہل ہو اور یہ خدشہ نہ گذرے کہ فلاں حکم مشکل ہے اس پر عمل کیسے ہو سکتا ہے، اس کے بعد رزق کے وعدہ کی مصلحت یہ ہے کہ نماز کا اپنے اوقات کے ساتھ اہتمام لباا وقات اسباب معیشت میں ظاہر النقصان کا سبب معلوم ہوتا ہے۔ بالخصوص تجارت، ملازمت وغیرہ میں، اس لیے اس کو ساتھ ساتھ دفع فرما دیا کہ یہ بھلوے ذتر ہے، یہ سب دنیاوی امور کے اعتبار سے ہے۔ اس کے بعد بطور قاعدہ کلیہ اور

امر بہی کے فرمایا کہ عاقبت تو ہے ہی متقیوں کے لیے۔ اس میں کسی دوسرے کی شرکت ہی نہیں

(۴) یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَآ اَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (پ ۲۱- ع ۱۱)

بیٹا نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور بُرے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر کہ یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے[۱]

اس آیت شریفہ میں مہتم بالشان امُور کو ذکر فرمایا ہے اور حقیقۃً یہ امُور اہم ہیں۔ تمام کامیابیوں کا ذریعہ ہیں مگر ہم لوگوں نے ان ہی چیزوں کو خاص طور سے پس پشت ڈال رکھا ہے۔ امر بالمعروف کا تو ذکر ہی کیا کہ وہ تو تقریباً سب ہی کے نزدیک متروک ہے۔ نماز جو تمام عبادات میں سب سے زیادہ اہم چیز ہے اور ایمان کے بعد سب سے مقدم اسی کا درجہ ہے، اس کی طرف سے کس قدر غفلت برتی جارہی ہے، ان لوگوں کو چھوڑ کر جو بے نماز کہلاتے ہیں، خود نمازی لوگ بھی اس کا کامل اہتمام نہیں فرماتے۔ بالخصوص جماعت جس کی طرف اقامت نماز سے اشارہ ہے صرف غربا کے لیے رہ گئی، امرا اور باعزت لوگوں کے لیے مسجد میں جانا گویا عار بن گیا ہے۔ فالی اللّٰہ المشتکی ؎

آنچہ عار تست او فخر من است

(۵) وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْہَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (پ ۴- ع ۲)

اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے، جو خیر کی طرف بلائے اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کرے اور بُرے کاموں سے روکا کرے اور ایسے لوگ پُورے کامیاب ہوں گے۔

حق سبحانہٗ وتقدس نے اس آیت شریفہ میں ایک اہم مضمون کا حکم فرمایا ہے وہ یہ کہ امّت میں سے ایک جماعت اس کام کے لیے مخصوص ہو کہ وہ اسلام کی طرف لوگوں کو تبلیغ کیا کرے یہ حکم مسلمانوں کے لیے تھا مگر افسوس کہ اس اصل کو ہم لوگوں نے بالکلیہ ترک کر دیا ہے اور دوسری قوموں نے نہایت اہتمام سے پکڑ لیا ہے۔ نصاریٰ کی مستقل جماعتیں دنیا میں تبلیغ کے لیے مخصوص ہیں اور اسی طرح دوسری اقوام میں اس کے لیے مخصوص کارکن موجود ہیں لیکن کیا مسلمانوں میں بھی ایسی جماعت موجود ہے؟ اس کا جواب نفی میں نہیں تو اثبات میں بھی مشکل ہے اگر کوئی

[۱] بیان القرآن

جماعت یا کوئی فرد اس کے لیے اٹھتا بھی ہے تو اس وجہ سے کہ بجائے اعانت کے اس پر اعتراضات کی اس قدر بھرمار ہوتی ہے کہ وہ آج نہیں تو کل تھک کر بیٹھ جاتا ہے حالانکہ خیر خواہی کا مقتضا یہ تھا کہ اس کی مدد کی جاتی اور کوتاہیوں کی اصلاح کی جاتی، نہ یہ کہ خود کوئی کام نہ کیا جاوے اور کام کرنے والوں کو اعتراضات کا نشانہ بنا کر ان کو کام کرنے سے گویا روک دیا جاوے۔

۶۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (پ ۴ - ع ۳)

تم بہترین اُمت ہو کہ لوگوں کے (نفع رسانی) کے لیے نکالے گئے ہو۔ تم لوگ نیک کام کا حکم کرتے ہو اور بُرے کام سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔[1]

مسلمانوں کا اشرف الناس اور اُمت محمدیہ کا اشرف الامم ہونا متعدد احادیث میں تصریح سے وارد ہوا ہے قرآن پاک کی آیات میں بھی کئی جگہ اس مضمون کو صراحۃً واشارۃً بیان فرمایا گیا ہے، اس آیت شریفہ میں بھی خیر اُمۃ کا اطلاق فرمایا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس کی علت کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ تم بہترین اُمت ہو۔ اس لیے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہو

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت شریفہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ایمان سے بھی پہلے ذکر فرمایا، حالانکہ ایمان سب چیزوں کی اصل ہے۔ بغیر ایمان کے کوئی خیر بھی معتبر نہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان میں تو اور امم سابقہ بھی شریک تھیں۔ یہ خاص خصوصیت جس کی وجہ سے تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متبعین سے اُمت محمدیہ کو تفوق حاصل ہے وہ یہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے جو اس اُمت کا تمغۂ امتیاز ہے اور چونکہ بغیر ایمان کے کوئی عمل خیر معتبر نہیں، اس لیے ساتھ ہی بطور قید کے اس کو بھی ذکر فرما دیا، ورنہ اصل مقصود اس آیت شریفہ میں اسی کا ذکر فرمانا ہے اور چونکہ وہی اس جگہ مقصود بالذکر ہے، اس لیے اس کو مقدم فرمایا۔

اس اُمت کے لیے تمغۂ امتیاز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا مخصوص اہتمام کیا جائے ورنہ کہیں چلتے پھرتے تبلیغ کر دینا اس میں کافی نہیں، اس لیے کہ یہ امر پہلی اُمتوں میں بھی پایا جاتا تھا جس کو فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ وغیرہ آیات میں ذکر فرمایا ہے۔ امتیاز مخصوص اہتمام کا

---

[1] بیان القرآن و ترجمہ عاشقی

ہے کہ اس کو مستقل کام سمجھ کر دین کے اور کاموں کی طرح سے اس میں مشغول ہوں۔

(۷) لَا خَیْرَ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَیْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ (پارہ ۵ رکوع ۱۱)

عام لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر اور برکت نہیں ہوتی مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ صدقہ خیرات کی یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح کر دینے کی ترغیب دیتے ہیں (اور اس تعلیم و ترغیب کے لیے خفیہ تدبیریں یا اور مشورے کرتے ہیں ان کے مشوروں میں البتہ خیر و برکت ہے) اور جو شخص یہ کام (یعنی نیک اعمال کی ترغیب محض) اللہ کی رضا کے واسطے کریگا (نہ کہ لالچ یا شہرت کی غرض سے) اس کو ہم عنقریب اجرِ عظیم عطا فرمائیں گے۔

اس آیت میں حق تعالیٰ شانہٗ نے امر بالمعروف کرنے والوں کے لیے بڑے اجر کا وعدہ فرمایا ہے اور جس اجر کو حق جل جلالہٗ بڑا فرما دیں اس کی کیا انتہا ہو سکتی ہے۔ اس آیت شریفہ کی تفسیر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک نقل کیا گیا ہے کہ آدمی کا ہر کلام اس پر بار ہے مگر یہ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہو یا اللہ کا ذکر ہو۔

دوسری احادیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو نفل نماز، روزہ صدقہ سب سے افضل ہو" صحابہؓ نے عرض کیا۔ ضرور ارشاد فرمائیے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا "لوگوں میں مصالحت کرانا۔ کیونکہ آپس کا بگاڑ نیکیوں کو اس طرح صاف کر دیتا ہے جیسا کہ استرا بالوں کو اڑا دیتا ہے"۔ اور بھی بہت سی نصوص میں لوگوں کے درمیان مصالحت کرانے کی تاکید فرمائی گئی ہے اس جگہ اس کا ذکر مقصود نہیں۔ اس جگہ اس بات کا بیان کرنا مقصود ہے کہ امر بالمعروف میں یہ بھی داخل ہے کہ لوگوں میں مصالحت کی صورت جس طریق سے بھی پیدا ہو سکے، اس کا بھی ضرور اہتمام کیا جائے۔

فصل ثانی

میں ان احادیث میں سے بعض کا ترجمہ ہے جو مضمون بالا کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ تمام احادیث کا نہ احاطہ مقصود ہے نہ ہو سکتا ہے نیز اگر کچھ زیادہ تعداد میں آیات و احادیث جمع بھی کی جائیں تو یہ ڈر ہے کہ دیکھے گا کون۔ آج کل ایسے امور کے لیے کسے فرصت اور کس کے پاس وقت ہے اس لیے صرف یہ امر دکھلانے کے لیے اور آپ حضرات تک پہنچا دینے کے لیے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر اہمیت کے ساتھ اس کی تاکید فرمائی ہے اور نہ ہونے کی صورت میں کس قدر سخت وعید اور دھمکی فرمائی ہے۔ چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

۱۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰلِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ (رواہ مسلم و الترمذی و ابن ماجہ والنسائی کذا فی الترغیب)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی ناجائز امر کو ہوتے ہوئے دیکھے اگر اس پر قدرت ہو کہ اس کو ہاتھ سے بند کر دے تو اس کو بند کر دے اگر اتنی مقدرت نہ ہو تو زبان سے اس پر انکار کر دے اگر اتنی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اس کو برا سمجھے اور یہ ایمان کا بہت ہی کم درجہ ہے۔

ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ اگر اس کو زبان سے بند کرنے کی طاقت ہو تو بند کر دے ورنہ دل سے اس کو برا سمجھے کہ اس صورت میں بھی وہ بری الذمہ ہے۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص دل سے بھی اس کو برا سمجھے تو وہ بھی مومن ہے مگر اس سے کم درجہ ایمان کا نہیں۔

اس مضمون کے متعلق کئی ارشادات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف احادیث میں نقل کیے گئے ہیں۔ اب اس کے ساتھ اس ارشاد کی تعمیل پر ایک نظر ڈالتے جائیں کہ کتنے آدمی ہم میں سے ایسے ہیں کہ کسی ناجائز کام کو ہوتے ہوئے دیکھ کر ہاتھ سے روک دیتے ہیں یا فقط زبان سے اس کی برائی اور ناجائز ہونے کا اظہار کر دیتے ہیں یا کم از کم اس ایمان کے ضعیف درجہ کے موافق

دل ہی سے اس کو بُرا سمجھتے ہیں یا اس کام کو ہوتا ہوا دیکھنے سے دل تلملاتا ہے۔ تنہائی میں بیٹھ کر ذرا تو غور کیجئے کہ کیا ہونا چاہیے تھا اور کیا ہو رہا ہے۔

(۲) عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ مَثَلُ الْقَائِمِ فِي حُدُوْدِ اللّٰهِ وَالْوَاقِعِ فِيْهَا كَمَثَلِ قَوْمٍ اسْتَهَمُوْا عَلٰى سَفِيْنَةٍ فَصَارَ بَعْضُهُمْ أَعْلَاهَا وَبَعْضُهُمْ أَسْفَلَهَا فَكَانَ الَّذِيْ فِيْ أَسْفَلِهَا إِذَا اسْتَقَوْا مِنَ الْمَاءِ مَرُّوْا عَلٰى مَنْ فَوْقَهُمْ فَقَالُوْا لَوْ أَنَّا خَرَقْنَا فِيْ نَصِيْبِنَا خَرْقًا وَلَمْ نُؤْذِ مَنْ فَوْقَنَا فَإِنْ تَرَكُوْهُمْ وَمَا أَرَادُوْا هَلَكُوْا جَمِيْعًا وَإِنْ أَخَذُوْا عَلٰى أَيْدِيْهِمْ نَجَوْا وَنَجَوْا جَمِيْعًا (رواه البخاری والترمذی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس شخص کی مثال جو اللہ کی حدود پر قائم ہے اور اس شخص کی جو اللہ کی حدود میں پڑنے والا ہے اس قوم کی سی ہے جو ایک جہاز میں بیٹھے ہوں اور قرعہ سے (مثلاً جہاز کی منزلیں مقرر ہو گئی ہوں کہ بعض لوگ جہاز کے اوپر کے حصہ میں ہوں اور بعض لوگ نیچے (طبق) کے حصہ میں ہوں۔ جب نیچے والوں کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ جہاز کے اوپر کے حصہ پر آ کر پانی لیتے ہیں۔ اگر وہ یہ خیال کر کے کہ ہمارے بار بار اوپر پانی کے لیے جانے سے اوپر والوں کو تکلیف ہوتی ہے اس لیے ہم اپنے ہی حصہ میں یعنی جہاز کے نیچے کے حصہ میں ایک سوراخ سمندر میں کھول لیں جس سے پانی یہاں ہی ملتا رہے اور اوپر والوں کو ستانا نہ پڑے۔ ایسی صورت میں اگر اوپر والے ان احمقوں کی اس تجویز کو نہ روکیں گے اور خیال کر لیں گے کہ وہ جانیں ان کا کام ہمیں ان سے کیا واسطہ۔ تو اس صورت میں وہ جہاز غرق ہو جائیگا اور دونوں فریق ہلاک ہو جائیں گے اور اگر وہ ان کو روکدیں گے تو دونوں فریق ڈوبنے سے بچ جائیں گے

صحابہ کرامؓ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ ہم لوگ ایسی حالت میں بھی تباہ و برباد ہو سکتے ہیں۔ جب کہ ہم میں صلحاء اور متقی لوگ موجود ہوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں جب خباثت غالب ہو جائے

اس وقت مسلمانوں کی تباہی و بربادی کے ہر طرف گیت گائے جا رہے ہیں اور اس پر شور مچایا جا رہا ہے۔ نئے نئے طریقے ان کی اصلاح کے واسطے تجویز کیے جا رہے ہیں۔ مگر کسی روشن خیال (تعلیم جدید کے شیدائی) کی تو کیا کسی تاریک خیال (مولوی صاحب) کی بھی نظر اس طرف

نہیں جاتی ہے کہ حقیقی طبیب اور شفیق مربی نے کیا مرض تشخیص فرمایا اور کیا علاج تبلایا ہے اور اس پر کس وجہ عمل کیا جا رہا ہے کیا اس ظلم کی کچھ انتہا ہے کہ جو سبب مرض ہے جس سے مرض پیدا ہوا ہے وہی علاج تجویز کیا جا رہا ہے کہ دین کی ترقی کے لیے دین و اسباب دین سے بے توجہی کی جا رہی ہے۔ اپنی ذاتی رائیوں پر عمل کیا جا رہا ہے تو یہ مریض کل کی جگہ آج ہلاک نہ ہوگا تو کیا ہوگا۔

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اُسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

۲۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا دَخَلَ النَّقْصُ عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اَنَّہٗ کَانَ الرَّجُلُ یَلْقَی الرَّجُلَ فَیَقُوْلُ یَا ھٰذَا اتَّقِ اللّٰہَ وَدَعْ مَا تَصْنَعُ بِہٖ فَاِنَّہٗ لَا یَحِلُّ لَکَ ثُمَّ یَلْقَاہُ مِنَ الْغَدِ وَھُوَ عَلٰی حَالِہٖ فَلَا یَمْنَعُہٗ ذٰلِکَ اَنْ یَّکُوْنَ اَکِیْلَہٗ وَشَرِیْبَہٗ وَقَعِیْدَہٗ فَلَمَّا فَعَلُوْا ذٰلِکَ ضَرَبَ اللّٰہُ قُلُوْبَ بَعْضِھِمْ بِبَعْضٍ ثُمَّ قَالَ لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ اِلٰی قَوْلِہٖ فَاسِقُوْنَ ثُمَّ قَالَ کَلَّا وَاللّٰہِ لَتَاْمُرُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْھَوُنَّ عَنِ الْمُنْکَرِ وَلَتَاْخُذُنَّ عَلٰی یَدِ الظَّالِمِ وَلَتَاْطُرُنَّہٗ عَلَی الْحَقِّ اَطْرًا (رواہ ابو داؤد والترمذی کذا فی الترغیب)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلا تنزل اس طرح شروع ہوا کہ ایک شخص کسی دوسرے سے ملتا اور کسی ناجائز بات کو کرتے ہوئے دیکھتا تو اس کو منع کرتا کہ دیکھو اللہ سے ڈر ایسا نہ کر لیکن اس کے نہ ماننے پر بھی وہ اپنے تعلقات کی وجہ سے کھانے پینے اور نشست و برخاست میں ویسا ہی برتاؤ کرتا جیسا کہ اس سے پہلے تھا جب عام طور پر ایسا ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے بعضوں کے قلوب کو بعضوں کے ساتھ خلط کر دیا (یعنی نافرمانوں کے قلوب جیسے تھے ان کی نحوست سے فرمانبرداروں کے قلوب بھی ویسے ہی کر دیے) پھر انکی تائید میں کلام پاک کی آیتیں لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے فَاسِقُوْنَ تک پڑھیں، اس کے بعد حضورؐ نے بڑی تاکید سے یہ حکم فرمایا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو۔ ظالم کو ظلم سے روکتے رہو اور اسکو حق بات کیطرف کھینچ کر لاتے رہو۔

دوسری حدیث میں وارد ہے کہ حضورؐ تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے تھے، جوش میں اٹھ کر بیٹھ گئے اور قسم کھا کر فرمایا کہ تم نجات نہیں پاؤ گے جب تک کہ ان کو ظلم سے نہ روک دو،

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپؐ نے قسم کھا کر فرمایا کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو اور ظالموں کو ظلم سے روکتے رہو، اور حق بات کی طرف کھینچ کر لاتے رہو، ورنہ تمہارے قلوب بھی اسی طرح خلط کر دیئے جائیں گے جس طرح ان لوگوں کے کر دیئے گئے اور اسی طرح تم پر بھی لعنت ہو گی جس طرح ان لوگوں پر یعنی بنی اسرائیل پر ہوئی۔ قرآن پاک کی آیات تائید میں اس لیے پڑھیں کہ ان آیاتِ شریفہ میں ان لوگوں پر لعنت فرمائی ہے اور سببِ لعنت منجملہ اور اسباب کے یہ بھی ہے کہ وہ منکرات سے ایک دوسرے کو نہیں روکتے تھے۔

آجکل یہ خوبی سمجھی جاتی ہے کہ آدمی صلح کُل رہے جس جگہ جائے ویسی ہی کہنے لگے۔ اسی کو کمال اور وسعتِ اخلاق سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ علی الاطلاق غلط ہے بلکہ جہاں امر بالمعروف وغیرہ قطعاً مفید نہ ہو ممکن ہے کہ صرف سکوت کی کچھ گنجائش نکل آوے نہ کہ ہاں میں ہاں ملانے کی، لیکن جہاں مفید ہو سکتا ہے مثلاً اپنی اولاد، اپنے ماتحت، اپنے دستِ نگر لوگوں میں، وہاں کسی طرح بھی یہ سکوت کمالِ اخلاق نہیں، بلکہ سکوت کرنیوالا شرعاً وعرفاً خود مجرم ہے۔

سفیان ثوریؒ کہتے ہیں کہ جو شخص اپنے پڑوسیوں کو محبوب ہو، اپنے بھائیوں میں محمود ہو، غالب یہ ہے کہ وہ مداہن ہو گا۔

متعدد روایات میں یہ مضمون آیا ہے کہ جب کوئی گناہ مخفی طور سے کیا جاتا ہے، اس کی مضرت گناہ کرنے والے ہی کو ہوتی ہے لیکن جب کوئی گناہ کھلم کھلا کیا جاتا ہے اور لوگ اس کے روکنے پر قادر ہیں اور پھر نہیں روکتے تو اس کی مضرت اور نقصان بھی عام ہوتا ہے۔

اب ہر شخص اپنی ہی حالت پر غور کر لے کہ کتنے معاصی اس کے علم میں ایسے کیے جاتے ہیں جن کو وہ روک سکتا ہے اور پھر بے توجہی، لاپرواہی، بے التفاتی سے کام لیتا ہے اور اس سے بڑھ کر ظلم یہ ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ اس کو روکنے کی کوشش کرتا ہے تو اس کی مخالفت کی جاتی ہے اس کو کوتاہ نظر بتلایا جاتا ہے۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ ○

(۴) عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ يَكُوْنُ فِيْ قَوْمٍ يَعْمَلُ فِيْهِمْ بِالْمَعَاصِيْ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر کسی جماعت اور قوم میں کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور وہ جماعت وقوم باوجود قدرت کے اس

يَقْدِرُوْنَ عَلٰى اَنْ يُّغَيِّرُوْا عَلَيْهِ وَلَا يُغَيِّرُوْنَ اِلَّا اَصَابَهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابٍ قَبْلَ اَنْ يَّمُوْتُوْا (رواه ابوداؤد وابن ماجه وابن حبان والاصبهانی وغيرهم كذا فی الترغيب)

شخص کو اس گناہ سے نہیں روکتی تو ان پر مرنے سے پہلے دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کا عذاب مسلط ہو جاتا ہے۔

میرے مخلص بزرگو! اور ترقیٔ اسلام و مسلمین کے خواہشمند دوستو! یہ ہیں مسلمانوں کی تباہی کے اسباب اور روز افزوں بربادی کی وجوہ، ہر شخص اجنبیوں کو نہیں، برابر والوں کو نہیں، اپنے گھر کے لوگوں کو، اپنے چھوٹوں کو، اپنی اولاد کو، اپنے ماتحتوں کو ایک لمحہ اس نظر سے دیکھ لے کہ کتنے کھلے ہوئے معاصی میں وہ لوگ مبتلا ہیں اور آپ حضرات اپنی ذاتی وجاہت اور اثر سے ان کو روکتے ہیں یا نہیں؟ روکنے کو چھوڑیئے روکنے کا ارادہ بھی کر لیتے ہیں یا نہیں؟ یا آپ کے دل میں کسی وقت اس کا خطرہ بھی گذر جاتا ہے کہ لاڈلہ بیٹا کیا کر رہا ہے اگر وہ حکومت کا کوئی جرم کرتا ہے جرم بھی نہیں، سیاسی مجالس میں شرکت ہی کر لیتا ہے تو آپ کو فکر ہوتی ہے کہ کہیں ہم نہ ملوث ہو جائیں۔ اس کو تنبیہ کی جاتی ہے اور اپنی صفائی او زبری کی تدبیریں اختیار کی جاتی ہیں مگر کہیں احکم الحاکمین کے مجرم کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا جاتا ہے جو معمولی حاکمِ عارضی کے مجرم کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

آپ خوب جانتے ہیں کہ پیارا بیٹا شطرنج کا شوقین ہے۔ تاش سے دل بہلاتا ہے نماز کئی کئی وقت کی اڑا دیتا ہے مگر افسوس کہ آپ کے منہ سے کبھی حرفِ غلط کی طرح بھی یہ نہیں نکلتا کہ کیا کر رہے ہو، یہ مسلمانوں کے کام نہیں ہیں حالانکہ اُس کے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دینے کے بھی مامور تھے جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ ؎

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

ایسے بہت سے لوگ ملیں گے جو اپنے لڑکے سے اِس لیئے ناخوش ہیں کہ وہ بےعدی ہے گھر پڑا رہتا ہے ملازمت کی سعی نہیں کرتا ہے، یا دوکان کا کام تندہی سے نہیں کرتا ہے لیکن ایسے لوگ بہت کم ملیں گے جو بیٹے سے اِس لیئے ناراض ہوں کہ وہ جماعت کی پرواہ نہیں کرتا یا نماز قضا کر دیتا ہے۔

بزرگو اور دوستو! اگر صرف آخرت ہی کا وبال ہوتا تب بھی یہ امور اس قابل تھے کہ ان سے کوسوں دور بھاگا جاتا لیکن قیامت تو یہ ہے کہ اس دنیا کی تباہی کو جس کو ہم عملاً آخرت سے مقدم سمجھتے ہیں انہیں امور کی وجہ سے ہے. غور تو کیجئے، اس اندھے پن کی کوئی حد بھی ہے، مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى حقیقی بات یہ ہے کہ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰۤى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ کا پرتو ہے۔

(۵) رُوِيَ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزَالُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ تَنْفَعُ مَنْ قَالَهَا وَ تَرُدُّ عَنْهُمُ الْعَذَابَ وَالنِّقْمَةَ مَالَمْ يَسْتَخِفُّوْا بِحَقِّهَا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِسْتِخْفَافُ بِحَقِّهَا قَالَ يَظْهَرُ الْعَمَلُ بِمَعَاصِي اللّٰهِ فَلَا يُنْكَرُ وَلَا يُغَيَّرُ (رواہ اصبہانی ترغیب)

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ (کلمۂ توحید) لا الٰہ الا اللہ (محمد رسول اللہ) کہنے والے کو ہمیشہ نفع دیتا ہے اور اس سے عذاب و بلا کو دفع کرتا ہے جب تک کہ اس کے حقوق سے بے پرواہی اور استخفاف نہ کیا جائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اسکے حقوق سے بے پرواہی و استخفاف کیے جانیکا مطلب کیا ہے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی نافرمانیاں کھلے طور پر کی جائیں اور ان کو بند کرنے کی کوئی کوشش نہ کی جائے۔

اب آپ ہی ذرا انصاف سے فرمائیے کہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی کوئی حد ہے اور اس کے روکنے یا بند کرنے کی یا کم از کم تقلیل کی کوئی سعی، کوشش ہے ہرگز نہیں ایسے خطرناک ماحول میں مسلمانوں کا عالم میں موجود ہونا ہی اللہ تعالیٰ کا حقیقی انعام ہے ورنہ ہم نے اپنی بربادی کے لیے کیا کچھ اسباب پیدا نہیں کر لیے ہیں۔

حضرت عائشہؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا کوئی اللہ کا عذاب اگر زمین والوں پر نازل ہو اور وہاں کچھ دیندار لوگ بھی ہوں تو ان کو بھی نقصان پہنچتا ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ دنیا میں تو سب کو اثر پہنچتا ہے مگر آخرت میں وہ لوگ گنہ گاروں سے علیحدہ ہو جائیں گے، اس لیے وہ حضرات جو اپنی دینداری پر مطمئن ہو کر دنیا سے یکسو ہو بیٹھے اس سے بے فکر نہ رہیں، کہ خدانخواستہ اگر منکرات کے اس شیوع پر کوئی بلا نازل ہو گئی تو ان کو بھی اس کا خمیازہ بھگتنا پڑیگا۔

(۶) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَعَرَفْتُ فِي وَجْهِهِ اَنْ قَدْ حَضَرَهُ شَيْءٌ فَتَوَضَّأَ وَمَا كَلَّمَ اَحَدًا فَلَصِقْتُ بِالْحُجْرَةِ اَسْتَمِعُ مَا يَقُولُ فَقَعَدَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَاَثْنٰى عَلَيْهِ وَقَالَ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُولُ لَكُمْ مُرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ قَبْلَ اَنْ تَدْعُوا فَلَا اُجِيبَ لَكُمْ وَتَسْاَلُونِي فَلَا اُعْطِيَكُمْ وَتَسْتَنْصِرُونِي فَلَا اَنْصُرَكُمْ فَمَا زَادَ عَلَيْهِنَّ حَتّٰى نَزَلَ (رواه ابن ماجه وابن حبان فی صحيحه كذا فی الترغيب)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ دولت کدہ پر تشریف لائے تو میں نے چہرۂ انور پر ایک خاص اثر دیکھ کر محسوس کیا کہ کوئی اہم بات پیش آئی ہے، حضورؐ نے کسی سے کوئی بات چیت نہیں فرمائی اور وضو فرما کر مسجد میں تشریف لے گئے، میں حجرہ کی دیوار سے لگ کر سننے کھڑی ہو گئی کہ کیا ارشاد فرماتے ہیں، حضورؐ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حمد وثنا کے بعد ارشاد فرمایا "لوگو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، مبادا وہ وقت آجائے کہ تم دعا مانگو اور قبول نہ ہو، تم سوال کرو اور سوال پورا نہ کیا جائے تم اپنے دشمنوں کے خلاف مجھ سے مدد چاہو اور میں تمہاری مدد نہ کروں"۔ یہ کلمات طیبات حضورؐ نے ارشاد فرمائے اور منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔

اس مضمون پر وہ حضرات خصوصیت سے توجہ فرمائیں جو دشمن کے مقابلہ کے لیے امور دینیہ میں تسامح اور مساہلت پر زور دیتے ہیں کہ مسلمانوں کی اعانت اور امداد دین کی پختگی ہی میں مضمر ہے۔ حضرت ابو الدرداءؓ جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ایسے ظالم بادشاہ کو مسلط کر دیگا جو تمہارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے، تمہارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے۔ اس وقت تمہارے برگزیدہ لوگ دعائیں کریں گے، تو قبول نہ ہوں گی، تم مدد چاہو گے تو مدد نہ ہوگی، مغفرت مانگو گے تو مغفرت نہ ملے گی۔ خود حق شانہ کا ارشاد ہے۔ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ (ترجمہ) اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کریگا اور دشمنوں کے مقابلہ میں، تمہارے قدم جما دے گا (بیان القرآن)، دوسری جگہ ارشاد باری عز اسمہ ہے۔ اِنْ يَنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا

غَالِبَ لَكُمْ الآیۃ (ترجمہ) اگر اللہ تعالیٰ شانہٗ تمہاری مدد کریں تو کوئی شخص تم پر غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہاری مدد نہ کریں تو پھر کون شخص ہے جو تمہاری مدد کر سکتا ہے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی پر ایمان والوں کو اعتماد رکھنا چاہیے۔

درمنثور میں بروایت ترمذی وغیرہ حضرت حذیفہؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر یہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ اللہ جل جلالہٗ اپنا عذاب تم پر مسلط کر دیں گے۔ پھر تم دعا بھی مانگو گے تو قبول نہ ہوگی۔

یہاں پہنچکر میرے بزرگ اوّل یہ سوچ لیں کہ ہم لوگ اللہ کی کس قدر نافرمانیاں کرتے ہیں پھر معلوم ہو جائیگا کہ ہماری کوششیں بیکار کیوں جاتی ہیں، ہماری دعائیں بے اثر کیوں رہتی ہیں ہم اپنی ترقی کے بیج بو رہے ہیں یا تنزل کے

(۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا عَظَّمَتْ اُمَّتِیْ الدُّنْیَا نُزِعَتْ مِنْهَا هَیْبَةُ الْاِسْلَامِ وَاِذَا تَرَكَتِ الْاَمْرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْیَ عَنِ الْمُنْكَرِ حُرِمَتْ بَرَكَةَ الْوَحْیِ وَاِذَا تَسَابَّتْ اُمَّتِیْ سَقَطَتْ مِنْ عَیْنِ اللّٰهِ۔

(کذا فی الدر عن الحکیم الترمذی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میری اُمّت دُنیا کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی تو اسلام کی ہیبت اور وقعت اس کے قلوب سے نکل جائے گی، اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ بیٹھے گی تو وحی کی برکات سے محروم ہو جائے گی، اور جب آپس میں گالی گلوچ اختیار کرے گی، تو اللہ جل شانہٗ کی نگاہ سے گر جائے گی۔

وائے بہی خواہانِ قوم! ترقی اسلام اور ترقی مسلمین کے لیے ہر شخص کوشاں اور ساعی ہے، لیکن جو اسباب اس کے لیے اختیار کیے جارہے ہیں وہ تنزل کی طرف لے جانے والے ہیں، اگر درحقیقت تم اپنے رسول (روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو سچا رسول سمجھتے ہو، ان کی تعلیم کو سچی تعلیم سمجھتے ہو تو پھر کیا وجہ ہے کہ جس چیز کو وہ سبب مرض بتا رہے ہیں جن چیزوں کو وہ بیماری کی جڑ فرما رہے ہیں وہی چیزیں تمہارے نزدیک سبب شفاء وصحت قرار دی جارہی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اس کی خواہش اس

دین کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں"۔ لیکن تمہاری رائے ہے کہ مذہب کی آڑ کو درمیان سے ہٹا دیا جائے تاکہ ہم بھی دیگر اقوام کی طرح ترقی کر سکیں اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ ۖ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ (پ ۲۵ ع ۴)

جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے، اور جو دُنیا کی کھیتی کا طالب ہو ہم اس کو کچھ دُنیا دے دیں گے، اور آخرت میں اس کا کچھ حصّہ نہیں (بیان القرآن)

حدیث میں آیا ہے کہ جو مسلمان آخرت کو اپنا نصب العین بنا لیتا ہے، اللہ جل شانہٗ اس کے دل کو غنی فرما دیتے ہیں اور دُنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آتی ہے، اور جو شخص دُنیا کو اپنا نصب العین قرار دیتا ہے پریشانیوں میں مبتلا ہوتا ہے اور دُنیا میں جتنا حصّہ مقدر ہو چکا ہے، اُس سے زیادہ ملتا ہی نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت پاک کو تلاوت فرما کر ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے کہ اے ابن آدم تو میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا میں تیرے سینہ کو تفکرات سے خالی کر دوں گا۔ اور تیرے فقر کو ہٹا دوں گا ورنہ تیرے دل میں (سینکڑوں طرح کے) مشاغل بھر دوں گا اور تیرا فکر بند نہیں کروں گا"۔ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُول کا ارشاد ہے اور تمہاری رائے ہے کہ مسلمان ترقی میں اس لیے پیچھے ہٹے ہُوئے ہیں کہ جو راستہ ترقی کے لیے اختیار کیا جاتا ہے یہ مُلّا نے اُس میں رکاوٹیں پیدا کر دیتے ہیں، آپ ہی ذرا انصاف کی نظر سے ملاحظہ فرمائیں کہ اگر یہ مُلّا ایسے ہی لالچی ہیں تو آپ حضرات کی ترقیات ان کے لیے تو مسرت کا سبب ہوں گی۔ کیونکہ جب ان کی روزی آپ کے زعم میں آپ کے ذریعہ سے ہے تو جس قدر وسعت اور فتوحات آپ پر ہوں گی وہ ان کے لیے بھی سبب وسعت اور فتوحات ہوں گی مگر یہ خود غرض پھر بھی آپ کی مخالفت کرتے ہیں تو کوئی تو مجبوری ان کو درپیش ہے۔ جس کی وجہ سے یہ اپنے نفع کو بھی کھو رہے ہیں اور آپ جیسے محسن و مربیوں سے بگاڑ کر گویا اپنی دُنیا خراب کر رہے ہیں، میرے دوستو! ذرا غور تو کرو، اگر یہ مُلّانے کوئی ایسی بات کہیں جو قرآن پاک میں بھی صاف طور پر موجود ہو تو پھر تو ان کی ضد سے منہ پھیرنا نہ صرف عقل سے دُور ہے بلکہ شان اسلام

سے بھی دور ہے۔ یہ ملّا نے خواہ کتنے ہی نااہل ہوں مگر جبکہ صریح ارشادِ باری ہے اور ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آپ تک پہنچا رہے ہوں تو آپ پر ان ارشادات کی تعمیل فرض ہے اور حکم عدولی کی صورت میں جواب دہی لازمی ہے کوئی بیوقوف سے بیوقوف بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ سرکاری قانون کی اس لیے پرواہ نہیں کہ اعلان کرنیوالا بھنگی تھا۔

آپ حضرات یہ نہ فرمائیں کہ یہ مولوی جو دینی کاموں کے لیے مخصوص ہونیکا دعویٰ کرتے ہیں ہمیشہ دنیا سے سوال کرتے ہیں۔ اس لیے کہ میرا جہاں تک خیال ہے حقیقی مولوی اپنی ذات کے لیے شاید ہی کبھی سوال کریں بلکہ جسقدر بھی وہ اللہ کی عبادت میں منہمک ہیں، اسی قدر استغناء سے ہدیہ بھی قبول فرماتے ہیں۔ البتہ کسی دینی کام کے لیے سوال کرنے میں انشاء اللہ وہ اس سے زیادہ ماجور ہیں جتنا اپنے لیے سوال نہ کرتے ہیں۔

ایک عام اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ دینِ محمّدی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں رہبانیت کی تعلیم نہیں۔ اس میں دین و دنیا دونوں کو ساتھ رکھا گیا ہے، ارشادِ باری عزّ اسمہٗ ہے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ اور اس آیت شریفہ پر بہت زور دیا جاتا ہے گویا تمام قرآن پاک میں عمل کرنے کے لیے یہی ایک آیت نازل ہوئی ہے لیکن اوّل تو آیت شریفہ کی تفسیر راسخین فی العلم سے معلوم کرنے کی ضرورت تھی اور اسی وجہ سے علماء کا ارشاد ہے کہ صرف لفظی ترجمہ دیکھ کر اپنے کو عالمِ قرآن سمجھ لینا جہالت ہے۔ صحابہ کرام اور علماء تابعین سے جو آیت شریفہ کی تفسیریں منقول ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

حضرت قتادہ رضؓ سے مروی ہے کہ دنیا کی بھلائی سے مراد عافیت اور بقدرِ کفایت روزی ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے منقول ہے کہ اس سے صالح بیوی مراد ہے۔ حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ اس سے مراد علم اور عبادت ہے۔ سُدّیؒ سے منقول ہے کہ پاک مال مراد ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نیک اولاد اور خلقت کی تعریف مراد ہے جعفرؒ سے منقول ہے کہ صحت اور روزی کا کافی ہونا اور اللہ پاک کے کلام کا سمجھنا، دشمنوں پر فتح اور صالحین کی صحبت مراد ہے، دوسرے یہ کہ اگر ہر قسم کی دنیاوی ترقی مراد ہو جیسا کہ میلا بھی دل چاہتا ہے تب بھی اس میں اللہ تعالیٰ سے دعا کا ذکر ہے نہ کہ اس کی تحصیل میں انہماک اور مشغولی کا اور اللہ تعالیٰ

سے مانگنا خواہ ٹوٹے ہوئے جوتے کی اصلاح ہی کیوں نہ ہو یہ خود دین ہے۔ تیسرے یہ کہ دُنیا کے
حاصل کرنے کو اس کے کمانے کو کون منع کرتا ہے یقیناً حاصل کیجئے اور بہت شوق سے حاصل کیجئے
ہم لوگوں کی ہرگز غرض یہ نہیں ہے کہ خدانخواستہ آپ دُنیا جیسی مغتنم و مقصود چیز کو چھوڑ دیں۔
مقصد یہ ہے کہ جتنی کوشش دُنیا کے لیے کریں اس سے زیادہ نہیں تو کم ازکم اس کے
برابر تو دین کے لیے کریں اسلیے کہ خود آپ کے قول کے مطابق دین اور دُنیا دونوں کی تعلیم دی گئی ہے
ورنہ میں پوچھتا ہوں کہ جس قرآنِ پاک میں یہ آیت ارشاد فرمائی ہے۔ اسی کلامِ پاک کی وہ آیت بھی تو
ہے جو اوپر گذر چکی۔ مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ پ۲۵۔ اور اسی کلامِ پاک
میں یہ بھی ہے مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ
جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا ۝ وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ كَانَ
سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ۝ (پ۱۵ ع ۲) اسی کلامِ پاک میں ہے ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ
(آل عمران رکوع ۲) اسی کلام میں ہے۔ مِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ (پ ۴ آل عمران)
اسی کلام میں ہے۔ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِمَنِ اتَّقَى (پ ۵) اسی کلام
پاک میں ہے وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ (سورہ انعام)
اسی کلامِ پاک میں ہے۔ وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَعِبًا وَلَهْوًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا
(سورہ انعام) اسی کلامِ پاک میں ہے تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ
(پ۱۰) اسی کلامِ پاک میں ہے۔ أَرَضِيتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ج فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ (پ۱۰) اسی کلامِ پاک میں ہے مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا
وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ۝ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ
إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبَاطِلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ (پ۱۲) اسی کلامِ پاک میں ہے وَفَرِحُوا
بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ (پ۱۳) اسی کلامِ پاک میں ہے فَعَلَيْهِمْ
غَضَبٌ مِنَ اللَّهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ ذَلِكَ بِأَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ (پ۱۴)
ان کے علاوہ بہت سی آیات ہیں جن میں دُنیا و آخرت کا تقابل کیا گیا ہے۔ اس وقت
نہ انحصار مقصود نہ ضرورت، نمونہ کے طور پر چند آیات مختصراً لکھ دی ہیں اور اختصار ہی کی وجہ

سے ترجمہ کی بجائے پارہ کا حوالہ لکھ دیا ہے کسی مترجم قرآن شریف سے ترجمہ دیکھ لیجئے مقصود سب کا یہ ہے کہ آخرت کے مقابلہ میں جو لوگ دُنیا کو ترجیح دیتے ہیں وہ نہایت خسران میں ہیں، اگر دونوں کو آپ نہیں سنبھال سکتے تو پھر صرف آخرت ہی قابلِ ترجیح ہے۔ مجھے انکار نہیں کہ دُنیا کی زندگی میں آدمی ضروریاتِ دنیویہ کا سخت محتاج ہے مگر اس وجہ سے کہ آدمی کو بیت الخلا جانا لابد ہے اور اس کے بغیر چارہ نہیں۔ اس لیے دن بھر وہیں بیٹھا رہے اس کو کوئی بھی عقلِ سلیم گوارا نہیں کرے گی۔

حکمتِ الٰہی پر ایک نگاہِ عمیق ڈالیں تو آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ شریعتِ مطہرہ میں ایک ایک چیز کا انضباط ہے۔ اللہ جل جلالہ وعم نوالہٗ نے ایک ایک چیز کو واضح فرما دیا۔ نمازوں کے اوقات کی تقسیم نے صاف طور سے اس جانب اشارہ کر دیا کہ روز و شب کے چوبیس گھنٹوں میں نصف بندہ کا حق ہے چاہے وہ اس کو اپنی راحت میں خرچ کرے یا طلبِ معیشت میں، اور نصف اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور آپ کی تجویز کے مطابق دین و دُنیا کے ساتھ ساتھ رکھنے کا مقتضیٰ بھی یہی ہونا چاہیے کہ روز و شب میں سے آدھا وقت دین کے لیے خرچ ہونا چاہیے اور آدھا دُنیا کے لیے۔ ورنہ اگر دُنیاوی مشاغل خواہ فکرِ معاش کے ہوں یا راحتِ بدن کے نصف سے بڑھ گئے تو یقیناً آپ نے دُنیا کو راجح بنا لیا۔ پس آپ کی تجویز کے مطابق بھی مقتضائے عدل یہی ہے کہ شب و روز کے چوبیس گھنٹوں میں سے ۱۲ گھنٹے دین کے لیے خرچ کیے جاویں تاکہ دونوں کا حق ادا ہو جائے اور اس وقت یقیناً یہ کہنا بجا ہوگا کہ دُنیا و آخرت دونوں کی حسنات کی تحصیل کا حکم کیا گیا ہے اور اسلام نے رہبانیت نہیں سکھلائی۔ یہ مضمون اس جگہ مقصود نہ تھا بلکہ اشکال کے جواب میں تبعاً آ گیا۔ اس لیے مختصر و مجمل طور پر اشارہ کر کے چھوڑ دیا۔ اس فصل میں مقصود احادیث تبلیغ کا ذکر کرنا تھا، ان میں سے سات احادیث پر اکتفا کرتا ہوں کہ ماننے والے کے لیے سات تو سات ایک بھی کافی ہے اور نہ ماننے والے کے لیے وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ ۝ کافی سے زائد ہے۔

اخیر میں ایک ضروری گذارش یہ بھی ہے کہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فتنہ کے زمانہ میں جب کہ بخل کی اطاعت ہونے لگے اور خواہشاتِ نفسانیہ کا اتباع کیا جائے

دُنیا کو دین پر ترجیح دی جائے۔ ہر شخص اپنی رائے کو پسند کرے دُوسرے کی نہ مانے۔ اس وقت میں نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کی اصلاح چھوڑ کر یکسُوئی کا حکم فرمایا ہے مگر مشائخ کے نزدیک ابھی وہ وقت نہیں آیا، اس لیے جو کچھ کرنا ہے کرلو، خدا نہ کرے کہ وہ وقت دیکھنی آنکھوں آن پہنچے کہ اس وقت کسی قسم کی اصلاح ممکن نہ ہو گی۔ نیز اُن عیوب سے جن کا ذکر اس حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔ اہتمام سے بچنا ضروری ہے کہ یہ فتنوں کے دروازے ہیں، ان کے بعد سراسر فتنے ہی فتنے ہیں نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ان کو ہلاک کر دینے والی چیزوں میں شمار کیا ہے۔

اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ

فصل ثالث

میں ایک خاص مضمون پر تنبیہ مقصود ہے، وہ یہ کہ جس طرح اس زمانہ میں نفس تبلیغ میں کوتاہی ہو رہی ہے اور عام طور پر لوگ اس سے بہت زیادہ غافل ہو رہے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگوں میں ایک خاص مرض یہ ہے کہ جب وہ کسی دینی منصب، تقریر، تحریر، تعلیم، تبلیغ وعظ وغیرہ پر مامور ہو جاتے ہیں تو دوسروں کی فکر میں ایسے مبتلا ہو جاتے ہیں کہ اپنے سے غفلت ہو جاتی ہے، حالانکہ جس قدر دوسروں کی اصلاح کی ضرورت ہے، اس سے بہت زیادہ اپنے نفس کی اصلاح کی احتیاج ہے۔ نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع میں بہت زیادہ اہتمام سے منع فرمایا ہے کہ لوگوں کو نصیحت کرتا پھرے اور خود مبتلائے معاصی رہے، آپؐ نے شب معراج میں ایک جماعت کو دیکھا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کترے جاتے تھے، آپؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ کون لوگ ہیں تو حضرت جبریلؑ نے عرض کیا کہ یہ

لوگ آپ کی اُمت کے واعظ و مقرر ہیں کہ دوسروں کو نصیحت کرتے تھے خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے (مشکوٰۃ شریف) ایک حدیث میں وارد ہے کہ اہلِ جنت کے چند لوگ بعض اہلِ جہنم سے جاکر پوچھیں گے کہ تم یہاں کیسے پہنچ گئے ہم تو جنت میں تمہاری ہی بتائی باتوں پر عمل کرنے کی بدولت پہنچے ہیں، وہ کہیں گے کہ ہم تم کو تو بتلاتے تھے مگر خود عمل نہیں کرتے تھے، ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بدکار قراء (علماء) کی طرف عذابِ جہنم زیادہ سرعت سے چلے گا، وہ اس پر تعجب کریں گے کہ بت پرستوں سے بھی پہلے ان کو عذاب دیا جاتا ہے تو جواب ملے گا کہ جاننے کے باوجود کسی جرم کا کرنا انجان ہو کر کرنے کے برابر نہیں ہو سکتا۔

مشائخ نے لکھا ہے کہ اس شخص کا وعظ نافع نہیں ہوتا جو خود عامل نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں ہر روز جلسے، وعظ، تقریریں ہوتی رہتی ہیں مگر ساری بے اثر مختلف انواع کی تحریرات و رسائل شائع ہوتے رہتے ہیں مگر سب بے سود، خود اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے۔

اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝	کیا تم حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو اپنے آپ کو حالانکہ پڑھتے ہو کتاب کیا تم سمجھتے نہیں (ترجمہ عاشقی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

مَا تَزَالُ قَدَمَا عَبْدٍ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُسْأَلَ عَنْ اَرْبَعٍ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَ اَفْنَاهُ وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَ اَبْلَاهُ وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَيْنَ اكْتَسَبَهٗ وَفِيْمَ اَنْفَقَهٗ وَعَنْ عِلْمِهٖ مَاذَا عَمِلَ فِيْهِ (ترغیب عن البیہقی وغیرہ)	قیامت میں آدمی کے قدم اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہٹ سکتے جب تک چار سوال نہ کر لیے جاویں۔ عمر کس مشغلہ میں ختم کی۔ جوانی کس کام میں خرچ کی۔ مال کس طرح کمایا تھا اور کس کس مصرف میں خرچ کیا تھا، اپنے علم پر کیا عمل کیا تھا۔

حضرت ابو الدرداءؓ جو ایک بڑے صحابی ہیں، فرماتے ہیں کہ مجھے سب سے زیادہ اس امر کا خوف ہے کہ قیامت کے دن تمام مجمعوں کے سامنے مجھے پکار کر یہ سوال نہ کیا جاوے کہ جتنا علم حاصل کیا تھا، اس پر کیا عمل کیا، خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحابیؓ نے دریافت کیا کہ بدترین خلائق کون شخص ہے۔ آپ نے فرمایا کہ برائی کے سوالات نہیں کیا کرتے۔ بھلائی کی باتیں پوچھو،

بدترین خلائق بدترین علماء ہیں۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ علم دو طرح کا ہوتا ہے ایک وہ جو صرف زبان پر ہو، وہ اللہ تعالیٰ کا الزام ہے اور گویا اس عالم پر حجت تام ہے، دوسرے وہ علم ہے جو دل پر اثر کرے۔ وہ علم نافع ہے۔ حاصل یہ ہے کہ علمِ ظاہری کے ساتھ علمِ باطن بھی حاصل کرے تاکہ علم کے ساتھ قلب بھی منصف ہو جائے ورنہ اگر دل میں اس کا اثر نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی حجت ہوگا اور قیامت کے دن اس پر مواخذہ ہوگا کہ اس علم پر کیا عمل کیا اور بھی بہت سی روایات میں اس پر سخت سے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ اس لیے میری درخواست ہے کہ مبلغین حضرات اپنی اصلاحِ ظاہر و باطن کی پہلے فکر کریں۔ مبادا ان وعیدوں میں داخل ہو جائیں، اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ اپنی رحمتِ واسعہ کے طفیل اس سیہ کار کو بھی اصلاح ظاہر و باطن کی توفیق عطا فرماویں کہ اپنے سے زیادہ بدافعال کسی کو بھی نہیں پاتا۔ اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ بِرَحْمَتِہِ الْوَاسِعَۃِ

فصل رابع

میں بھی ایک خاص و نہایت اہم امر کی طرف حضراتِ مبلغین کی توجہ مبذول کرانا مقصود ہے جو نہایت ہی اہم ہے، وہ یہ کہ تبلیغ میں بسا اوقات تھوڑی سی بے احتیاطی سے نفع کے ساتھ نقصان بھی شامل ہو جاتا ہے اس لیے بہت ضروری ہے کہ احتیاط کے ہر پہلو کا لحاظ رکھا جائے بہت سے لوگ تبلیغ کے جوش میں اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ ایک مسلمان کی پردہ دری ہو رہی ہے حالانکہ عرضِ مسلم ایک عظیم الشان و وقیع شے ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ مَرْفُوْعًا مَنْ سَتَرَ عَلٰی مُسْلِمٍ سَتَرَہُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ	جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ جل شانہٗ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ

وَاللّٰہُ فِیْ عَوْنِ الْعَبْدِ مَا کَانَ الْعَبْدُ فِیْ عَوْنِ اَخِیْہِ (رواہ مسلم وابو داؤد وغیرھما ترغیب)

پوشی فرماتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ بندہ کی مدد فرماتے ہیں، جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ مَرْفُوْعًا مَنْ سَتَرَ عَوْرَۃَ اَخِیْہِ سَتَرَ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمَنْ کَشَفَ عَوْرَۃَ اَخِیْہِ الْمُسْلِمِ کَشَفَ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ حَتّٰی یَفْضَحَہٗ بِھَا فِیْ بَیْتِہٖ (رواہ ابن ماجہ ترغیب)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ جل شانہٗ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا جو شخص کسی مسلمان کی پردہ دری کرتا ہے، اللہ جل شانہٗ اس کی پردہ دری کرتا ہے۔ حتّٰی کہ گھر بیٹھے اس کو رسوا کر دیتا ہے۔

الغرض بہت سی روایات میں اس قسم کا مضمون وارد ہوا ہے۔ اِس لیے مبلغین حضرات کو مسلمان کی پردہ پوشی کا اہتمام بھی نہایت ضروری ہے اور اس سے زیادہ بڑھ کر اس کی آبرو کی حفاظت ہے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ایسے وقت میں مسلمان کی مدد نہ کرے کہ اس کی آبروریزی ہو رہی ہو تو اللہ جل شانہٗ اس کی مدد سے ایسے وقت میں اعراض فرماتے ہیں جبکہ وہ مدد کا محتاج ہو۔ ایک دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے کہ بدترین سُود مسلمان کی آبرُو ریزی ہے۔

اسی طرح بہت سی روایات میں مسلمان کی آبروریزی پر سخت سے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اس لیے بہت ضروری ہے کہ مبلّغین حضرات اس کا پُورا اہتمام رکھیں کہ نہی عن المنکر میں اپنی طرف سے پردہ دری نہ ہو، جو منکر مخفی طور سے معلوم ہو اس پر مخفی انکار ہو جو علانیہ کیا جائے اس پر علانیہ انکار ہونا چاہیے نیز انکار میں بھی اس کی آبرو کی حتّی الوسع فکر رہنی چاہیے مبادا اپنی برباد گناہ لازم کا مصداق ہو جائے۔ حاصل یہ ہے کہ منکر پر انکار ضرور کیا جائے کہ سابقہ وعیدیں بھی بہت سخت ہیں مگر اس میں اس کی آبرُو کا بھی حتی الوسع سخت اہتمام کیا جائے جس کی صورت یہ ہے کہ جس معصیت کا وقوع علانیہ طور پر ہو رہا ہو اس پر بے تکلف علانیہ انکار کیا جائے، لیکن

جس منکر کا کرنے والے کی طرف سے افشا نہ ہو اس پر انکار کرنے میں اپنی طرف سے کوئی ایسی صورت اختیار نہ کی جائے جس سے اس کا افشا ہو۔ نیز یہ بھی آدابِ تبلیغ میں سے ہے کہ نرمی اختیار کی جائے۔ مامون الرشید خلیفہ کو کسی شخص نے سخت کلامی سے نصیحت کی۔ انھوں نے فرمایا کہ نرمی سے کہو اس لیے کہ اللہ جل شانہٗ نے تم سے بہتر یعنی حضرت موسیٰ حضرت ہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام کو میرے سے زیادہ بُرے یعنی فرعون کی طرف بھیجا تھا تو فرمایا تھا فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا یعنی تم اس سے نرم گفتگو کرنا کہ شاید وہ نصیحت قبول کر لے۔

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں ایک جوان حاضر ہوا اور درخواست کی کہ مجھے زنا کی اجازت دے دیجئے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اس کی تاب نہ لاسکے اور ناراض ہونا شروع فرمادیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سائل سے فرمایا قریب ہو جاؤ، اور پھر فرمایا کہ کیا تُو چاہتا ہے کہ کوئی تیری ماں کے ساتھ زنا کرے۔ کہا میں آپ پر قربان، یہ میں ہرگز نہیں چاہتا، فرمایا اسی طرح اور لوگ بھی نہیں چاہتے کہ ان کی ماؤں کے ساتھ زنا کیا جائے، پھر فرمایا کیا تو پسند کرتا ہے کہ کوئی تیری بیٹی سے زنا کرے۔ عرض کیا کہ میں آپ پر قربان میں نہیں چاہتا فرمایا اسی طرح اور لوگ بھی نہیں چاہتے کہ ان کی بیٹیوں کے ساتھ زنا کیا جائے۔ غرض اسی طرح بہن خالہ پھوپھی کو پوچھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ مبارک اس شخص کے سینہ پر رکھ کر دُعا فرمائی کہ یا اللہ اس کے دل کو پاک کر، اور گناہ کو معاف فرما اور شرمگاہ کو معصیت سے محفوظ فرما، راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے زنا کے برابر کوئی چیز اس شخص کے نزدیک مبغوض نہ تھی، بالجملہ دُعا سے، دوا سے، نصیحت سے، نرمی سے یہ تصوّر کرکے سمجھائے کہ میں اس جگہ ہوتا تو میں اپنے لیے کیا صورت پسند کرتا کہ لوگ مجھ کو اس صورت سے نصیحت کریں۔

فصل خامس

میں بھی مبلغین کی خدمت میں ایک ضروری درخواست ہے وہ یہ کہ اپنی ہر تقریر و تحریر کو خلوص اخلاص کے ساتھ متصف فرمائیں کیونکہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی دینی اور دنیوی ثمرات کے اعتبار سے بہت بڑھا ہوا ہے اور بغیر اخلاص کے نہ دنیا میں اس کا کوئی اثر، نہ آخرت میں کوئی اجر۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَ اَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَ اَعْمَالِکُمْ (مشکوٰۃ عن مسلم)

حق تعالیٰ شانہٗ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھتے، بلکہ تمہارے دلوں کو اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہے حضورؐ نے فرمایا کہ اخلاص، ترغیب نے مختلف روایات میں یہ مضمون ذکر کیا ہے نیز ایک حدیث میں وارد ہے کہ حضرت معاذؓ کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن میں حاکم بنا کر بھیجا تو انہوں نے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت فرما دیجئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین میں اخلاص کا اہتمام رکھنا کہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی کافی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اعمال میں سے صرف اسی عمل کو قبول فرماتے ہیں جو خالص انہیں کے لیے کیا گیا ہو۔ ایک اور حدیث میں ارشاد ہے قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا اَغْنَی الشُّرَکَاءِ عَنِ الشِّرْکِ مَنْ عَمِلَ عَمَلًا اَشْرَکَ فِیْهِ مَعِیَ غَیْرِیْ تَرَکْتُهٗ وَشِرْکَهٗ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَاَنَا مِنْهُ بَرِیْءٌ فَهُوَ لِلَّذِیْ عَمِلَهٗ (مشکوٰۃ عن مسلم) ترجمہ: حق سبحانہٗ و تقدس کا ارشاد ہے کہ میں سب شرکاء میں شرکت سے بہت زیادہ بے نیاز ہوں (یعنی دنیا کے شرکاء شرکت کے محتاج اور شرکت پر راضی ہوتے ہیں اور میں خلاق علی الاطلاق ہر طرح بے پرواہ ہوں عبادت میں غیر کی شرکت سے بیزار ہوں) جو شخص کوئی ایسا عمل کرے جس میں میرے ساتھ کسی دوسرے کو بھی شریک کرے۔ میں اس کو اس کے شریک کے حوالہ کر دیتا ہوں

دوسری روایت میں ہے کہ میں اس سے بری ہو جاتا ہوں، ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن میدانِ حشر میں ایک منادی باآوازِ بلند کہے گا کہ جس شخص نے کسی عمل میں دوسرے کو شریک کیا ہو وہ اسکا ثواب اور بدلہ اسی سے مانگے، اللہ تعالیٰ سب شرکاء میں شرکت سے بہت زیادہ بے نیاز ہے ایک اور حدیث میں وارد ہے ۔

مَنْ صَلّٰى يُرَائِىْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ صَامَ يُرَائِىْ فَقَدْ اَشْرَكَ وَمَنْ تَصَدَّقَ يُرَائِىْ فَقَدْ اَشْرَكَ

(مشکوٰۃ عن احمد)

جو شخص ریاکاری سے نماز پڑھتا ہے وہ مشرک ہو جاتا ہے اور جو شخص ریاکاری سے روزہ رکھتا ہے وہ مشرک ہو جاتا ہے جو شخص ریاکاری سے صدقہ دیتا ہے وہ مشرک ہو جاتا ہے ۔

مشرک ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کو جن کے دکھلانے کے لیے یہ اعمال کیے ہیں اللہ تعالیٰ کا شریک بنا لیتا ہے ۔ اس حالت میں یہ اعمال اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں رہتے ہیں بلکہ ان لوگوں کے لیے بن جاتے ہیں جن کو دکھلانے کے لیے کیے جاتے ہیں ۔

ایک اور حدیث میں ارشادِ نبوی ہے :۔

اِنَّ اَوَّلَ النَّاسِ يُقْضٰى عَلَيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رَجُلٌ اُسْتُشْهِدَ فَاُتِىَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعْمَتَهٗ فَعَرَفَهَا فَقَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا قَالَ قَاتَلْتُ فِيْكَ حَتّٰى اُسْتُشْهِدْتُ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ قَاتَلْتَ لِاَنْ يُّقَالَ جَرِىْءٌ فَقَدْ قِيْلَ ثُمَّ اُمِرَ بِهٖ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهٖ حَتّٰى اُلْقِىَ فِى النَّارِ وَرَجُلٌ تَعَلَّمَ الْعِلْمَ وَعَلَّمَهٗ وَقَرَاَ الْقُرْاٰنَ فَاُتِىَ بِهٖ فَعَرَّفَهٗ نِعْمَهٗ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيْهَا قَالَ تَعَلَّمْتُ الْعِلْمَ

قیامت کے دن جن لوگوں کا اوّل وہلہ میں فیصلہ سنایا جاویگا، ان میں سے ایک وہ شہید بھی ہوگا جس کو بلا کر اوّلاً اللہ تعالیٰ اپنی اس نعمت کا اظہار فرمائیں گے جو اس پر کی گئی تھی وہ اس کو پہچانے گا اور اقرار کریگا، اس کے بعد سوال کیا جاوے گا کہ اس نعمت سے کیا کام لیا، وہ کہے گا کہ تیری رضا کے لیے جہاد کیا حتّٰی کہ شہید ہو گیا ارشاد ہو گا کہ جھوٹ ہے یہ اس لیے کیا تھا کہ لوگ بہادر کہیں گے، سو کہا جا چکا اور جس غرض کے لیے جہاد کیا گیا تھا وہ حاصل ہو چکا ۔ اس کے بعد اس کو حکم سنا دیا جائیگا

وَعَلَّمْتُهُ وَقَرَأْتُ فِيكَ الْقُرْآنَ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ تَعَلَّمْتَ الْعِلْمَ لِيُقَالَ إِنَّكَ عَالِمٌ وَقَرَأْتَ الْقُرْآنَ لِيُقَالَ هُوَ قَارِئٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ عَلٰى وَجْهِهِ حَتّٰى أُلْقِيَ فِي النَّارِ، وَرَجُلٌ وَسَّعَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَأَعْطَاهُ مِنْ أَصْنَافِ الْمَالِ كُلِّهِ فَأُتِيَ بِهِ فَعَرَّفَهُ نِعَمَهُ فَعَرَفَهَا قَالَ فَمَا عَمِلْتَ فِيهَا قَالَ مَا تَرَكْتُ مِنْ سَبِيلٍ تُحِبُّ أَنْ يُنْفَقَ فِيهَا إِلَّا أَنْفَقْتُ فِيهَا لَكَ قَالَ كَذَبْتَ وَلٰكِنَّكَ فَعَلْتَ لِيُقَالَ هُوَ جَوَادٌ فَقَدْ قِيلَ ثُمَّ أُمِرَ بِهِ فَسُحِبَ بِهِ عَلٰى وَجْهِهِ ثُمَّ أُلْقِيَ فِي النَّارِ (مشکوٰۃ عن مسلم)

اور وہ منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا. دوسرے وہ عالم بھی ہوگا، جس نے علم پڑھا اور پڑھایا اور قرآن پاک حاصل کیا. اس کو بلا کر اس پر جو انعامات دنیا میں کیے گئے تھے، ان کا اظہار کیا جائے گا اور وہ اقرار کرے گا، اس کے بعد اس سے بھی پوچھا جائیگا کہ ان نعمتوں میں کیا کیا کام کیے وہ عرض کریگا کہ تیری رضا کے لیے علم حاصل کیا. جواب ملے گا جھوٹ بولتا ہے تو نے علم اس لیے حاصل کیا تھا کہ لوگ قاری کہیں سو کہا جا چکا اور جو غرض پڑھنے پڑھانے کی تھی وہ پوری ہو چکی، اس کے بعد اس کو بھی حکم سنا دیا جائیگا اور وہ بھی منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائیگا تیسرے وہ مالدار بھی ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے وسعتِ رزق عطا فرمائی اور ہر قسم کا مال مرحمت فرمایا بلایا جائیگا اور اس سے بھی نعمتوں کے اظہار اور انکے اقرار کے بعد پوچھا جائیگا کہ ان انعامات میں کیا کارگذاری کی ہے وہ عرض کریگا کہ کوئی مصرفِ خیر ایسا نہیں جس میں خرچ کرنا تیری رضا کا سبب ہو اور میں نے اس میں خرچ نہ کیا ہو، ارشاد ہوگا کہ جھوٹ ہے یہ سب اس لیے کیا گیا کہ لوگ فیاض کہیں سو کہا جا چکا، اس کو بھی حکم کے مطابق کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائیگا.

لہٰذا بہت ہی اہم اور ضروری ہے کہ مبلغین حضرات اپنی ساری کارگذاری میں اللہ کی رضا اس کے دین کی اشاعت، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع مقصود رکھیں، شہرت عزت تعریف کو ذرا بھی دل میں جگہ نہ دیں. اگر خیال بھی آجائے تو لاحول و استغفار سے اس کی اصلاح کریں اللہ جل شانہٗ اپنے لطف اور اپنے محبوب کے صدقے اور محبوب کے پاک کلام کی برکت سے مجھ سیہ کار کو بھی اخلاص کی توفیق عطا فرمائے اور ناظرین کو بھی. آمین

فصل سادس

میں عامۂ مسلمین کو ایک خاص امر کی طرف متوجہ کرتا ہے وہ یہ کہ اس زمانہ میں علماء کی طرف سے بدگمانی، بے توجہی نہیں بلکہ مقابلہ اور تحقیر کی صورتیں بالعموم اختیار کی جا رہی ہیں، یہ امر دین کے لحاظ سے نہایت ہی سخت خطرناک ہے۔ اس میں ذرا شک نہیں کہ دنیا کی ہر جماعت میں جس طرح اچھے بھی ہیں بُرے بھی ہوتے ہیں۔ علماء کی جماعت میں بھی اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ جھوٹے سچے بھی شامل ہیں اور علماء سوء، علماء رُشد میں مخلوط ہیں مگر پھر بھی دو امر بے حد لحاظ کے قابل ہیں اول یہ کہ جب تک کسی شخص کا علماء سوء میں سے ہونا تحقیق نہ ہو جائے اس پر ہرگز کوئی حکم نہ لگا دینا چاہیے۔ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۚ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۝ ترجمہ: اور جس بات کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اس پر عملدرآمد نہ کیا کر، کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی پوچھ ہو گی (بیان القرآن) اور محض اس بدگمانی پر کہ کہنے والا شاید علماء سوء میں ہو، اس کی بات کو بلا تحقیق رد کر دینا اور بھی زیادہ ظلم ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اس قدر احتیاط فرمائی ہے کہ یہود توراۃ کے مضامین کو عربی میں نقل کر کے سناتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ نہ ان کی تصدیق کیا کرو نہ تکذیب بلکہ یہ کہہ دیا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نازل فرمایا ہے سب پر ہمارا ایمان ہے یعنی یہ کہ کافروں کی نقل کے متعلق بھی بلا تحقیق تصدیق و تکذیب سے رد کر دیا، لیکن ہم لوگوں کی یہ حالت ہے کہ جب کوئی شخص کسی قسم کی بات ہماری رائے کے خلاف کہتا ہے تو اس کی بات کی قعت گرانے کے لیے کہنے والے کی ذات پر حملے کیے جاتے ہیں گو اس کا اہل حق ہونا بھی محقق ہو

دوسرا ضروری امر یہ ہے کہ علماء حقانی، علماء رشد، علمائے خیر بھی بشریت سے خالی نہیں ہوتے معصوم ہونا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان ہے، اس لیے ان کی لغزشوں، کوتاہیوں اور قصوروں کی ذمہ داری انہیں پر عاید ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے ان کا معاملہ ہے سزا دیں یا معاف ہی فرما دیں۔ بلکہ اغلب یہ ہے کہ ان کی لغزشیں انشاء اللہ معاف ہی ہو جاویں گی اس لیے کہ کریم

آقا اپنے اس غلام سے جو ذاتی کاروبار چھوڑ کر آقا کے کام میں مشغول ہو جائے اور ہمہ تن اسی میں لگا رہے۔ اکثر تسامح اور درگذر کیا کرتا ہے پھر اللہ جل جلالہٗ کے برابر تو کوئی کریم ہو ہی نہیں سکتا لیکن وہ بمقتضاء عدل گرفت بھی فرمائیں تو ان کا اپنا معاملہ ہے۔ ان امور کی وجہ سے علماء سے لوگوں کو بدگمان کرنا، نفرت دلانا، دُور رکھنے کی کوشش کرنا لوگوں کے لیے بددینی کا سبب ہوگا، اور ایسا کرنے والوں کے لیے وبالِ عظیم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

اِنَّ مِنْ اَجْلَالِ اللّٰہِ تَعَالٰی اِکْرَامَ ذِی الشَّیْبَۃِ الْمُسْلِمِ وَحَامِلُ الْقُرْاٰنِ غَیْرَ الْغَالِیْ فِیْہِ وَلَا الْجَافِیْ عَنْہُ وَاِکْرَامُ ذِی السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ۔

تینوں اصحاب ذیل کا اعزاز اللہ کا اعزاز ہے، ایک بوڑھا مسلمان، دوسرا وہ محافظ قرآن جو افراط تفریط سے خالی ہو، تیسرا منصف حاکم

(ترغیب عن ابی داؤد)

دوسری حدیث میں ارشاد ہے:۔

لَیْسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ لَّمْ یُجِلَّ کَبِیْرَنَا وَیَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَیَعْرِفْ لِعَالِمِنَا (ترغیب عن احمد والحاکم وغیرھما)

وہ شخص جو ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے ہمارے بچوں پر رحم نہ کرے، ہمارے علمائے کرام کی قدر نہ کرے وہ ہماری اُمّت میں سے نہیں ہے۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے:۔

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ لَا یَسْتَخِفُّ بِھِمْ اِلَّا مُنَافِقٌ ذُوالشَّیْبَۃِ فِی الْاِسْلَامِ وَذُوالْعِلْمِ وَاِمَامٌ مُّقْسِطٌ

(ترغیب عن الطبرانی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین شخص ایسے ہیں کہ ان کو خفیف سمجھنے والا منافق ہی ہو سکتا ہے نہ کہ مسلمان، وہ تینوں شخص یہ ہیں! ایک بوڑھا مسلمان دوسرا عالم، تیسرا منصف حاکم

بعض روایات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مجھے اپنی اُمّت پر سب

چیزوں سے زیادہ تین چیزوں کا خوف ہے، ایک یہ کہ ان پر دنیاوی فتوحات زیادہ ہونے لگیں جس کی وجہ سے ایک دوسرے سے حسد پیدا ہونے لگے، دوسرے یہ کہ قرآن شریف آپس میں اس قدر عام ہو جائے کہ ہر شخص اس کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرے حالانکہ اس کے معانی اور مطالب بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا اور جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ بھی یوں کہتے ہیں کہ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں، سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے (بیان القرآن) یعنی علم میں پختہ کار لوگ بھی تصدیق کے سوا آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کرتے، تو پھر عوام کو چون و چرا کا کیا حق ہے۔ تیسرے یہ کہ علما کی حق تلفی کی جائے اور ان کے ساتھ لاپروائی کا معاملہ کیا جائے۔ ترغیب میں اس حدیث کو بروایت طبرانی ذکر کیا ہے اور اس قسم کی روایات بکثرت حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔

جس قسم کے الفاظ اس زمانہ میں علماء اور علوم دینیہ کے متعلق اکثر استعمال کیے جاتے ہیں، فتاویٰ عالمگیری میں ان میں سے اکثر الفاظ کفریہ میں شمار کیا ہے۔ مگر لوگ اپنی ناواقفیت سے اس حکم سے غافل ہیں، اس لیے نہایت ضروری ہے کہ اس قسم کے الفاظ بالعموم استعمال کرنے میں بہت زیادہ احتیاط کی جائے۔ بالفرض اگر مان بھی لیا جاوے کہ علماء حقانی کا اس وقت وجود ہی نہیں رہا اور یہ سب جماعتیں جن پر علماء کا اطلاق کیا جاتا ہے علماء سُوء ہی ہیں تب بھی آپ حضرات کی صرف علماء کو علماء سُوء کہنے سے سبکدوشی نہیں ہو سکتی، بلکہ ایسی حالت میں تمام دنیا پر فرض ہو جاتا ہے کہ علماء حقانی کی ایک جماعت پیدا کی جائے، ان کو علم سکھایا جائے، اس لیے کہ علماء کا وجود فرض کفایہ ہے۔ اگر ایک جماعت اس کے لیے موجود ہے تو یہ فرض سب سے ساقط ہے ورنہ تمام دنیا گنہ گار ہے۔

ایک عام اشکال یہ کیا جاتا ہے کہ ان علماء کے اختلاف نے عوام کو تباہ و برباد کر دیا ہے ممکن ہے کہ کسی درجہ میں یہ صحیح ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ علماء کا یہ اختلاف آج کا نہیں، سو پچاس برس کا نہیں خیر القرون بلکہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوہریرہؓ کو اپنے نعلین شریف بطور علامت کے دے کر اس اعلان کے لیے بھیجتے ہیں کہ جو شخص کلمہ گو ہو وہ جنت میں ضرور داخل ہو گا، راستہ میں

حضرت عمرؓ ملتے ہیں اور معاملہ پوچھتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ اپنے آپ کو حضورؐ کا قاصد بتاتے ہیں لیکن پھر بھی اس زور سے ان کے سینہ پر دونوں ہاتھ مارتے ہیں کہ وہ بیچارے سرینوں کے بل زمین پر گر پڑتے ہیں مگر حضرت عمرؓ کے خلاف نہ پوسٹر شائع ہوتا ہے نہ کوئی جلسہ ہوکر احتجاجی ریزولیوشن پاس ہوتا ہے۔

حضرات صحابہ کرام میں ہزاروں مسئلے مختلف فیہا ہیں اور ائمہ اربعہؒ کے یہاں تو شاید فقہ کی کوئی جزئی ہو جو مختلف فیہ نہ ہو، چار رکعت نماز میں نیت باندھنے سے سلام پھیرنے تک تقریباً دو سو مسئلے ائمہ اربعہ کے یہاں ایسے مختلف فیہ ہیں جو مجھ کوتاہ نظر کی نگاہ سے بھی گذر چکے ہیں اور اس سے زائد نہ معلوم کتنے ہوں گے۔ مگر کبھی رفع یدین اور آمین بالجہر وغیرہ دو تین مسئلوں کے سوا کان میں نہ پڑے ہوں گے نہ ان کے لیے اشتہارات و پوسٹر شائع ہوئے ہیں، نہ جلسے اور مناظرے ہوتے دیکھے ہوں گے، راز یہ ہے کہ عوام کے کان ان مسائل سے آشنا نہیں ہیں۔ علماء میں اختلاف رحمت ہے اور بدیہی امر ہے جب بھی کوئی عالم کسی شرعی دلیل سے کوئی فتویٰ دے گا، دوسرے کے نزدیک اگر وہ حجت صحیح نہیں تو وہ شرعاً اختلاف کرنے پر مجبور ہے، اگر اختلاف نہ کرے تو مداہن اور عاصی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ لوگ کام نہ کرنے کے لیے اس لچر اور پوچ عذر کو حیلہ بناتے ہیں ورنہ ہمیشہ اطباء میں اختلاف ہوتا ہے وکلاء کی رائے میں اختلاف ہوتا ہے مگر کوئی شخص علاج کرانا نہیں چھوڑتا، مقدمہ لڑانے سے نہیں رکتا۔ پھر کیا مصیبت ہے کہ دینی امور میں اختلاف علماء کو حیلہ بنایا جاتا ہے۔ یقیناً سچے عمل کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ جس عالم کو وہ اچھا سمجھتا ہے، متبع سنت سمجھتا ہے اس کے قول پر عمل کرے اور دوسروں پر لغو حملوں اور طعن و تشنیع سے باز رہے، جس شخص کے ذہن کی رسائی دلائل کے سمجھنے اور ان میں ترجیح دینے تک نہیں ہے اسکا حق نہیں کہ انمیں دخل دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ علم کو ایسے لوگوں سے نقل کرنا جو اسکے اہل نہ ہوں اسکو ضائع کرنا ہے مگر جہاں بد دینی کی یہ حد ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشادات پر لب کشائی ہر شخص کا حق سمجھا جاتا ہو وہاں بیچارے علماء کا کیا شمار ہے جسقدر الزامات رکھے جائیں کم ہیں۔ وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (ب)

فصل سابع

گویا چھٹی فصل کا تکملہ اور تتمہ ہے اس میں ناظرین کی خدمات عالیہ میں ایک اہم درخواست ہے وہ یہ کہ اکثر اللہ والوں کے ساتھ ارتباط، ان کی خدمت میں کثرت سے حاضری، دینی امور میں تقویت اور خیر و برکت کا سبب ہوتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

اَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى مِلَاكِ هٰذَا الْاَمْرِ الَّذِىْ تُصِيْبُ بِهٖ خَيْرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ عَلَيْكَ بِمَجَالِسِ اَهْلِ الذِّكْرِ الْحَدِيْث مشکوٰۃ ص۲۱۵	کیا تجھے دین کی نہایت تقویت دینے والی چیز نہ بتاؤں جس سے تو دین و دنیا دونوں کی فلاح کو پہنچے وہ اللہ تعالیٰ کے یاد کرنے والوں کی مجلس ہے اور جب تو تنہا ہوا کرے تو خود کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے رطب اللسان رکھا کر

اس کی تحقیق بہت ضروری ہے کہ اہل اللہ کون لوگ ہیں؟ اہل اللہ کی پہچان اتباع سنّت ہے کہ حق سبحانہٗ و تقدس نے اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی ہدایت کے لیے نمونہ بنا کر بھیجا ہے اور اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے:۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ الرَّحِيْمٌ ۝ (پ ۳ رکوع ۱۲)	آپ فرما دیجئے کہ اگر تم خدائے تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو، خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کر دینگے اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں [1]

لہٰذا جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل متبع ہو وہ حقیقۃً اللہ والا ہے اور جو شخص اتباع

---

[1] بیان القرآن

سنت سے جس قدر دُور ہو وہ قرب الٰہی سے اسی قدر دُور ہے مفسرین نے لکھا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرے اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے وہ جھوٹا ہے اس لیے کہ قاعدۂ محبت اور قانونِ عشق ہے کہ جس سے کسی کو محبت ہوتی ہے اس کے گھر سے در و دیوار سے، صحن سے، باغ سے، حتّٰی کہ اس کے کُتّے سے، اس کے گدھے سے بھی محبت ہوتی ہے ؎

امر علی الدیار دیار لیلیٰ　　اقبل ذا الجدار وذا الجدارا

وما حب الدیار شغفن قلبی　　ولکن حب من سکن الدیارا

ترجمہ: کہتا ہے کہ میں لیلیٰ کے شہر پر گذرتا ہوں تو اس دیوار کو اور اُس دیوار کو پیار کرتا ہوں، کچھ شہروں کی محبت نے میرے دل کو فریفتہ نہیں کیا ہے، بلکہ ان لوگوں کی محبت کی کارفرمائی ہے جو شہروں کے رہنے والے ہیں

دُوسرا شاعر کہتا ہے۔

تعصی الالٰہ وانت تظہر حبہ　　وھذا لعمری فی الفعال بدیع

لوکان حبک صادقا لاطعتہ　　ان المحب لمن یحب مطیع

ترجمہ: تو اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ اگر تو اپنے دعویٰ میں سچا ہوتا تو کبھی نافرمانی نہ کرتا، اِس لیے عاشق ہمیشہ معشوق کا تابعدار ہوتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری تمام اُمّت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے انکار کردیا، صحابہؓ نے عرض کیا کہ جس نے انکار کردیا سے کیا مراد ہے آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص میری اطاعت کرے گا وُہ جنت میں داخل ہوگا اور جو نافرمانی کریگا وہ انکار کرنے والا ہے، ایک جگہ ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا کہ اس کی خواہش اس دین کے تابع نہ ہوجائے جس کو میں لے کر آیا ہوں[1]

حیرت کی بات ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کی بہبودی کے دعوے دار اللہ اور اُس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے بے بہرہ ہوں، کسی بات کو اُن مدعیوں

---

[1] مشکوٰۃ

کے سامنے یہ کہہ دینا کہ سنّت کے خلاف ہے حضور صلعم کے طریقہ کے خلاف ہے گویا برچھی مار دینا ہے۔ ؎

خلاف پیمبرؐ کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

پیمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ کے خلاف جو شخص بھی کوئی راستہ اختیار کرے گا کبھی بھی منزلِ مقصود تک نہیں پہنچ سکتا، بالجملہ اس تحقیق کے بعد کہ یہ شخص اللہ والوں میں سے ہے۔ اس کے ساتھ ربط کا بڑھانا، اس کی خدمت میں کثرت سے حاضر ہونا، اس کے علوم سے منتفع ہونا، دین کی ترقی کا سبب ہے اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امر بھی ہے۔

ایک حدیث میں ارشادِ عالی ہے کہ جب تم جنّت کے باغوں میں گذرا کرو تو کچھ حاصل بھی کر لیا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنّت کے باغ کیا چیز ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علمی مجالس۔

دوسری حدیث میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی کہ علماء کی خدمت میں بیٹھنے کو ضروری سمجھو اور حکمائے اُمّت کے ارشادات کو غور سے سنا کرو کہ حق تعالیٰ شانہٗ حکمت کے نور سے مردہ دلوں کو ایسے زندہ فرماتے ہیں جیسے مردہ زمین کو موسلادھار بارش سے، اور حکماء دین کے جاننے والے ہی ہیں، نہ کہ دوسرے اشخاص۔

ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ بہترین ہمنشین ہم لوگوں کے واسطے کون شخص ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے دیکھنے سے اللہ کی یاد پیدا ہو، جس کی بات سے علم میں ترقی ہو، جس کے عمل سے آخرت یاد آجائے۔ ترغیب میں ان روایات کو ذکر کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے بہترین بندے وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آجائے خود حق سبحانہٗ وتقدس کا ارشاد ہے۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا — اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور

مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ○ (پ ۱۱ ع ۴)　　سچوں کے ساتھ رہو[1]

مفسرین نے لکھا ہے کہ سچوں سے مراد اس جگہ مشائخ صوفیہ ہیں جب کوئی شخص ان کی صحبت کے خدام میں داخل ہو جاتا ہے تو ان کی تربیت اور قوتِ ولایت کی بدولت بڑے بڑے مراتب تک ترقی کر جاتا ہے۔

شیخ اکبرؒ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر تیرے کام دوسرے کی مرضی کے تابع نہیں ہونے تو تو کبھی بھی اپنے نفس کی خواہشات سے انتقال نہیں کر سکتا گو عمر بھر مجاہدے کرتا رہے، لہٰذا جب بھی تجھے کوئی ایسا شخص ملے جس کا احترام تیرے دل میں ہو اس کی خدمت گذاری کر اور اس کے سامنے مردہ بن کر رہ کہ وہ تجھ میں جس طرح چاہے تصرف کرے اور تیری اپنی کوئی بھی خواہش نہ رہے اس کے حکم کی تعمیل میں جلدی کر، اور جس چیز سے روکے اس سے احتراز کر، اگر بیٹھے رہنے کا حکم کرے پیشہ کر مگر اس کے حکم سے نہ کہ اپنی رائے سے، بیٹھ جانے کا حکم کرے تو بیٹھ جا، لہٰذا ضروری ہے کہ شیخ کامل کی تلاش میں سعی کر، تاکہ تیری ذات کو اللہ سے ملا دے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی قوم کسی مجلس میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتی ہو تو ملائکہ اس کو گھیر لیتے ہیں، رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور حق سبحانہٗ وتقدس اپنی پاک مجلس میں ان لوگوں کا ذکر فرماتے ہیں۔ ایک دل ربودہ کے واسطے اس سے بڑھ کر کیا نعمت ہو سکتی ہے کہ محبوب کی مجلس میں اس کا ذکر ہو۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ کی یاد کرنے والی جماعت کے لوگوں کو جو خلاص سے اللہ کو یاد کر رہے ہوں، ایک پکارنے والا آواز دیتا ہے کہ اللہ نے تمہاری مغفرت کر دی اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے کہ جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کی یاد نہیں اس کے رسول پر درود نہیں اس مجلس والوں کو قیامت کے دن حسرت ہوگی

حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا ہے کہ یا اللہ اگر تو مجھے ذاکرین کی مجلس سے گذر کر غافلین کی مجلس میں جاتا ہوا دیکھے تو میرے پاؤں توڑ دے

---

[1] بیان القرآن

جب اس کی صوت وصورت سے ہے محرومی تو بہتر ہے
مرے کانوں کا کر ہونا، اور آنکھیں کور ہو جانی

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جن مجالس میں اللہ تعالیٰ کی یاد ہوتی ہے وہ آسمان والوں کے نزدیک ایسی چمکتی ہیں جیسے کہ زمین والوں کے نزدیک ستارے۔

حضرت ابو ہریرہؓ ایک مرتبہ بازار میں تشریف لے گئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم لوگ یہاں بیٹھے ہو اور مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے لوگ دوڑے ہوئے آئے، وہاں کچھ بھی تقسیم نہ ہو رہا تھا، واپس جا کر عرض کیا کہ وہاں تو کچھ بھی نہیں ابو ہریرہؓ نے پوچھا کہ آخر کیا ہو رہا تھا، لوگوں نے کہا کہ چند لوگ اللہ کے ذکر میں مشغول تھے اور کچھ تلاوت میں۔ انھوں نے کہا کہ یہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے۔

امام غزالیؒ نے اس نوع کی روایات بکثرت ذکر فرمائی ہیں، اس سب سے بڑھ کر یہ کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حکم ہے:۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ۝ (پارہ ۱۵ رکوع ۱۶)	اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجیے جو صبح وشام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لیے کرتے ہیں اور دنیوی زندگی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں اُن سے ہٹنے نہ پاویں اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا حال حد سے بڑھ گیا ہے

متعدد روایات میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل جلالہٗ کا اس پر شکر ادا فرمایا کرتے تھے کہ میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے جن کی مجلس میں اپنے آپ کو روکے رکھنے کا مامور ہوں اور اسی آیت شریفہ میں دوسری جماعت کا بھی حکم ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جن کے قلوب اللہ کی یاد سے غافل ہیں۔ اپنی خواہشات کا اتباع کرتے ہیں حدود سے بڑھ جاتے ہیں ان کے اتباع سے روک دیا گیا ہے۔

اب وہ حضرات جو ہر قول و فعل میں دین و دُنیا کے کاموں میں کفّار و فسّاق کو مقتدا بناتے ہیں، مشرکین و نصاریٰ کے ہر قول و فعل پر سو جان سے نثار ہیں خود ہی غور فرمائیں کہ کس راستے جا رہے ہیں ؎

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

مراد ما نصیحت بود و کردیم
حوالت با خدا کردیم و رفتیم

وَمَا عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلَاغ

ممتثلِ امر

محمد زکریا کاندھلوی

مقیم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵ صفر ۱۳۵۰ھ بمطابق ۲۱ جون ۱۹۳۱ء شب دوشنبہ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

فضائلِ صدقات عکسی
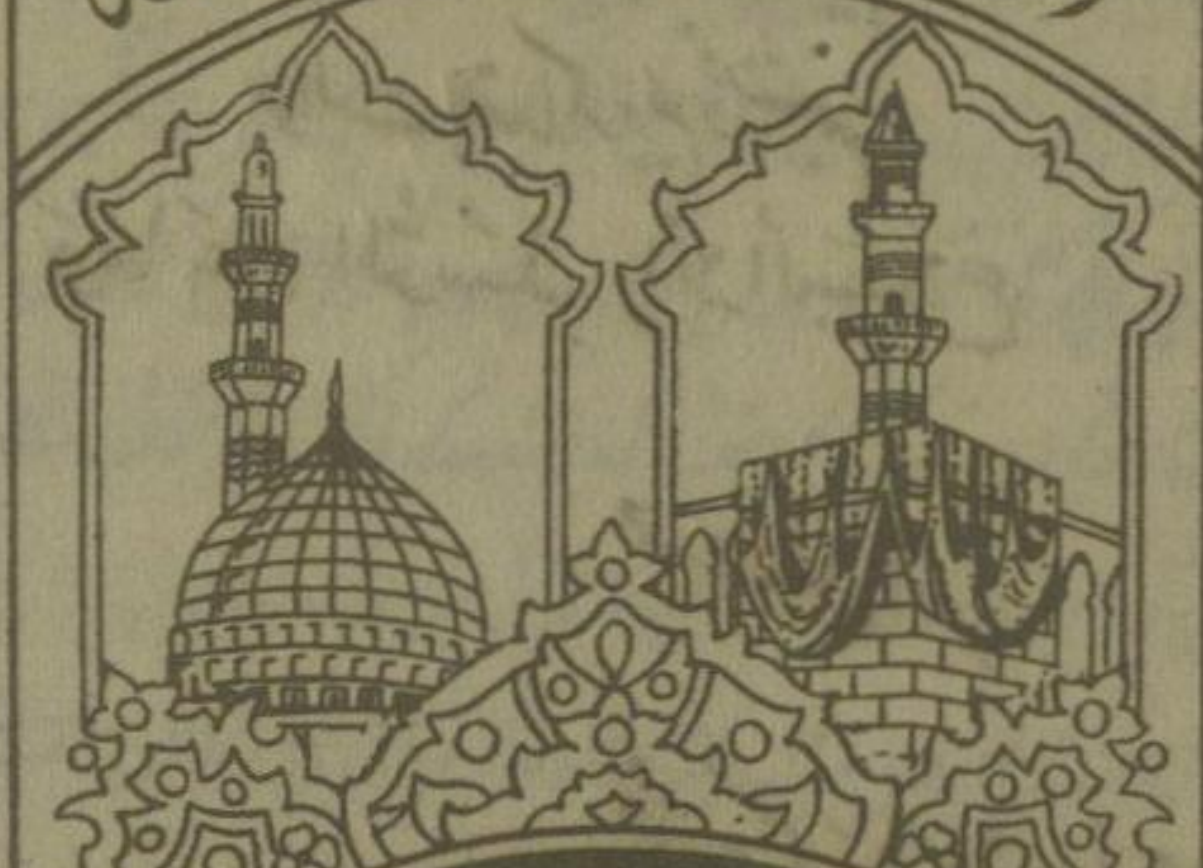
حصہ اوّل، دوم

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب

خواجہ محمد اسلام

ادارہ اشاعتِ دینیات انار کلی لاہور

أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ ۔ القرآن

فضائلِ ذکر

عکسی

مصنفہ

شیخ الحدیث حضرۃ مولانا محمد زکریا صاحب

رحمۃ اللہ تعالیٰ

فہرست مضامین

تمہید

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ۞ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ حَمَلَةِ الدِّيْنِ الْقَوِيْمِ

اللہ جلّ جلالہٗ عمّ نوالہٗ کے پاک نام میں برکت، لذّت، حلاوت، سرور، طمانیت ہے وہ کسی ایسے شخص سے مخفی نہیں جو کچھ دن اس پاک نام کی رٹ لگا چکا ہو اور ایک زمانہ تک اس کو حرزِ جان بنا چکا ہو، یہ پاک نام دلوں کا سرور اور طمانیت کا باعث ہے خود حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سورۂ رعد۔ رکوع ۴)

ترجمہ:۔ "خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں یہ خاصیت ہے" روزانہ ڈاک میں اکثر وبیشتر مختلف نوع سے پریشانیوں ہی کا تذکرہ اور تفکرات ہی کی داستان ہوتی ہے اس رسالہ کا مقصد یہی ہے کہ جو لوگ پریشان حال ہیں خواہ انفرادی طور پر یا اجتماعی طریقہ سے ان کو اپنے درد کی دوا معلوم ہو جائے اور اللہ کے ذکر کے فضائل کی عام اشاعت سے سعید ومبارک ہستیاں بہرہ مند ہو جائیں۔ کیا بعید ہے کہ اس رسالہ کے دیکھنے سے کسی کو اخلاص سے اس پاک نام کے لینے کی توفیق ہو جائے اور یہ مجھ ناکارہ وبے عمل کے لیے بھی ایسے وقت میں کام آجائے جس وقت صرف عمل ہی کام آتا ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ بلا عمل بھی اپنے فضل سے کسی دستگیری فرمالیں یہ دوسری بات ہے۔ اس کے علاوہ اس وقت ایک خاص محرک یہ بھی پیش آیا کہ حق تعالیٰ شانہٗ عمّ نوالہٗ نے اپنے لطف واحسان سے میرے عمِ محترم مولانا الحافظ الحاج محمد الیاس صاحب کاندھلوی مقیم نظام الدینؒ

دلی کو تبلیغ میں ایک خاص ملکہ اور جذبہ عطا فرمایا ہے جس کی وہ سرگرمیاں جو ہند سے متجاوز ہو کر حجاز تک بھی پہنچ گئی ہیں کسی تعارف کی محتاج نہیں رہیں۔ اس کے ثمرات سے ہند و بیرونِ ہند عموماً اور خطۂ میوات خصوصاً جس قدر متمتع اور منتفع ہوا اور ہو رہا ہے، وہ واقفین سے مخفی نہیں ان کے اصولِ تبلیغ سب ہی نہایت پختہ، مضبوط اور ٹھوس ہیں جن کے لیے عادۃً ثمرات و برکات لازم ہیں، ان کے اہم ترین اصول میں سے یہ بھی ہے کہ مبلغین ذکر کا اہتمام رکھیں اور بالخصوص تبلیغی اوقات میں ذکرِ الٰہی کی کثرت کی جائے۔ اس ضابطہ کی برکات آنکھوں سے دیکھیں، کانوں سے سنیں جس کی وجہ سے اس کی ضرورت خود بھی محسوس ہوئی اور آنمخدوم کا بھی ارشاد ہوا کہ فضائل ذکر کو ان لوگوں تک پہنچایا جائے تاکہ جو لوگ محض تعمیلِ ارشاد میں اب تک اس کا اہتمام کرتے ہیں وہ اس کے فضائل معلوم ہونے کے بعد خود اپنے شوق سے بھی اس کا اہتمام کریں کہ اللہ کا ذکر بڑی دولت ہے۔ اس کے فضائل اور احاطہ نہ تو مجھ جیسے بے بضاعت کے امکان میں ہے اور نہ واقع میں ممکن ہے۔ اس لیے مختصر طور پر اس رسالہ میں چند روایات ذکر کرتا ہوں اور اس کو تین بابوں پر منقسم کرتا ہوں۔

باب اوّل : مطلق ذکر کے فضائل میں

باب دوم : افضل الذکر کلمۂ طیبہ کے بیان میں

باب سوم : کلمۂ سوم یعنی تسبیحاتِ فاطمہ رضہ کے بیان میں

باب اوّل

فضائلِ ذکر

اللہ تعالیٰ شانہٗ کے پاک ذکر میں اگر کوئی آیت یا حدیثِ نبوی نہ بھی وارد ہوتی تب بھی اس منعم حقیقی کا ذکر ایسا تھا کہ بندہ کو کسی آن بھی اس سے غافل نہ ہونا چاہیے تھا کہ اس ذات پاک کے انعام و احسان ہر آن اتنے کثیر ہیں جن کی نہ کوئی انتہا ہے نہ مثال ایسے منعم کا ذکر اس کی یاد اس کا شکر اس کی احسان مندی فطری چیز ہے ؂

خداوندِ عالم کے قربان میں
کرم جس کے لاکھوں ہیں ہر آن میں

لیکن اس کے ساتھ جب قرآن و حدیث اور بزرگوں کے اقوال و احوال اس پاک ذکر کی ترغیب و تحریص سے بھرے ہوئے ہیں تو پھر کیا پوچھنا ہے اس پاک ذکر کی برکات کا اور کیا ٹھکانا ہے اس کے انوار کا۔ تاہم اوّل چند آیات پھر چند احادیث اس مبارک ذکر کے متعلق پیش کرتا ہوں۔

فصل اوّل

آیاتِ ذکر میں

(۱) فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ ۝ (سورۃ بقرہ رکوع ۱۸)

۱۔ پس تم میری یاد کرو (میرا ذکر کرو) میں تمہیں یاد رکھوں گا، اور میرا شکر ادا کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو

(۲) فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ

۲۔ پھر جب تم (حج کے موقعہ میں عرفات

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ (سورہ بقرہ رکوع ۲۵)

سے واپس آجاؤ تو مزدلفہ میں (ٹھہر کر) اللہ کو یاد کرو اور اس طرح یاد کرو جس طرح تم کو بتلا رکھا ہے در حقیقت تم اس سے پہلے محض ناواقف تھے۔

(۳) فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (سورۃ البقرہ، رکوع ۲۵)

۳: پھر جب تم حج کے اعمال پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کیا کرو جس طرح تم اپنے آباء (و اجداد) کا ذکر کیا کرتے ہو (کہ ان کی تعریفوں میں رطب اللسان ہوتے ہو) بلکہ اللہ کا ذکر اس سے بھی بڑھ کر ہونا چاہیئے پھر (جو لوگ اللہ کو یاد بھی کر لیتے ہیں ان میں سے بعض تو ایسے ہی جو اپنی دعاؤں میں) یوں کہتے ہیں اے پروردگار ہمیں تو دنیا ہی میں دے دے (سو انکو تو جو ملنا ہوگا دنیا ہی میں مل جائے گا، اور اُن کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور بعض آدمی یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بہتری عطا فرما، اور آخرت میں بھی بہتری عطا کر اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا، سو یہی ہیں جن کو ان کے عمل کی وجہ سے (دونوں جہان میں) حصہ ملیگا، اور اللہ جلدی ہی حساب لینے والے ہیں۔

فائدہ:۔ حدیث میں آیا ہے کہ تین شخصوں کی دعا رد نہیں کی جاتی (بلکہ ضرور قبول ہوتی

ہے) ایک وہ جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو، دوسرے مظلوم، تیسرے وہ بادشاہ جو ظلم نہ کرتا ہو۔[1]

(۴) وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِىٓ أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ ۖ

(سورۃ بقرہ رکوع ۲۵)

۴: اور (حج کے زمانہ میں منیٰ میں بھی ٹھہر کر، گنتی کے) روز تک اللہ کو یاد کیا کرو (اس کا ذکر کیا کرو)

(۵) وَاذْكُر رَّبَّكَ كَثِيرًا وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ۝

(آل عمران ع ۴)

۵ اور کثرت سے اپنے رب کو یاد کیا کیجیے اور صبح و شام تسبیح کیا کیجیے

(۶) اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

(سورۃ آل عمران رکوع ۲۰)

۶ (پہلے سے عقلمندوں کا ذکر ہے) وہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے ہوئے بھی، اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں، (اور غور کے بعد یہ کہتے ہیں) کہ اے ہمارے رب آپ نے یہ سب بیکار تو پیدا کیا نہیں ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں آپ ہم کو عذاب جہنم سے بچا لیجیے۔

(۷) فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ

(سورۃ نساء رکوع ۱۵)

۷ جب تم نماز (خوف جس کا پہلے سے ذکر ہے) پوری کر چکو تو اللہ کی یاد میں مشغول ہو جاؤ، کھڑے بھی بیٹھے بھی اور لیٹے بھی (کسی حال میں بھی اس کی یاد اور

[1] جامع الصغیر

اس کے ذکر سے غافل نہ ہو

(۸) وَاِذَا قَامُوْآ اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا (سورۂ نساء۔ رکوع ۲۱)

۸: (منافقوں کی حالت کا بیان ہے) اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت ہی کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں۔ صرف لوگوں کو اپنا نمازی ہونا دکھلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بھی نہیں کرتے مگر یونہی تھوڑا سا

(۹) اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ (سورۂ مائدہ رکوع ۱۲)

۹: شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تم میں آپس میں عداوت اور بغض پیدا کر دے اور تم کو اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے بتاؤ، اب بھی (ان بُری چیزوں سے) باز آجاؤ گے۔

(۱۰) وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (سورۂ انعام۔ رکوع ۶)

۱۰: اور ان لوگوں کو اپنی مجلس سے علیحدہ نہ کیجئے جو صبح شام اپنے پروردگار کو پکارتے رہتے ہیں جس سے خاص اس کی رضا کا ارادہ کرتے ہیں۔

(۱۱) وَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (سورۂ اعراف رکوع ۳)

۱۱: اور پکارا کرو اس کو (یعنی اللہ کو) خالص کرتے ہوئے اس کے لیے دین کو۔

(۱۲) اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ

۱۲: تم لوگ پکارتے رہو اپنے رب کو عاجزی کرتے ہوئے اور چپکے چپکے بھی۔ بیشک حق تعالیٰ شانہٗ حد سے بڑھنے والوں کو ناپسند کرتے ہیں اور دنیا میں بعد اس

طَمَعاً ط اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ
(سورۂ اعراف۔ رکوع ۷)

کے کر اس کی اصلاح کر دی گئی، فساد نہ پھیلاؤ اور اللہ جل شانہٗ کو پکارا کرو، خوف کے ساتھ (عذاب سے) اور طمع کے ساتھ (رحمت میں) بیشک اللہ کی رحمت اچھے کام کرنے والوں کے بہت قریب ہے۔

(۱۳) وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا ص
(سورہ اعراف ع ۲۲)

۱۳ اللہ ہی کے واسطے ہیں اچھے اچھے نام، پس ان کے ساتھ اللہ کو پکارا کرو۔

(۱۴) وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَۃً وَّدُوْنَ الْجَھْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ
(سورہ اعراف ع ۲۴)

۱۴ اور اپنے رب کی یاد کیا کرو اپنے دل میں اور ذرا دھیمی آواز سے بھی اس حالت میں کہ عاجزی بھی ہو اور اللہ کا خوف بھی ہو (ہمیشہ) صبح کو بھی اور شام کو بھی اور غافلین میں سے نہ ہو۔

(۱۵) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۖ ج
(سورہ انفال ع ۱)

۱۵ ایمان والے تو وہی لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو (اس کی بڑائی کے تصور سے) انکے دل ڈر جاتے ہیں، اور جب ان پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے اللہ پر توکل کرتے ہیں آگے ان کی نماز وغیرہ کے ذکر کے بعد ارشاد ہے یہی لوگ سچے ایمان والے ہیں ان کے لیے بڑے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور مغفرت ہے اور عزت کی روزی ہے)

(۱۶) وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ج صلے اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ط اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ج

(سورہ عدع ۴)

۱۶ اور جو شخص اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کو ہدایت فرماتے ہیں وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے ان کے دلوں کو اطمینان ہوتا ہے، خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر (میں ایسی خاصیت ہے کہ اس) سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے۔

(۱۷) قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ط اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى

(سورہ اسراء ع ۱۲)

۱۷ آپ فرما دیجئے کہ خواہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو جس نام سے بھی پکارو گے وہی بہتر ہے) کیونکہ اس کے لیے بہت اچھے اچھے نام ہیں

(۱۸) وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ (کہف ع ۴)

وفی مسائل السلوک فیہ مطلوبیۃ الذکر ظاھرۃ

۱۸ اور جب آپ بھول جاویں تو اپنے رب کا ذکر کر لیا کیجئے۔

(۱۹) وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ج تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا

(سورہ کہف ع ۴)

۱۹ آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ (بیٹھنے کا) پابند رکھا کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے رہتے ہیں۔ محض اس کی رضا جوئی کے لیے اور محض دنیا کی رونق کے خیال سے آپ کی نظر (یعنی توجہ) ان سے ہٹنے نہ پاوے، (رونق سے یہ مراد ہے کہ رئیس مسلمان ہو جائیں تو اسلام کو فروغ ہو) اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ

اپنی خواہشات کا تابع ہے اور اس کا حال حد سے بڑھ گیا ہے

(۲۰) وَعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكَافِرِينَ عَرْضًا ۙ الَّذِينَ كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ عَن ذِكْرِي ۝ کہف ع ۱۱

۲۰ اور ہم دوزخ کو اس روز (یعنی قیامت کے دن) کافروں کے سامنے پیش کر دیں گے جن کی آنکھوں پر ہماری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا۔

(۲۱) ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا ۚ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا ۝ (سورہ مریم ع ۱)

۲۱ یہ تذکرہ ہے آپ کے پروردگار کی مہربانی فرمانے کا اپنے بندے زکریا (علیہ السلام) پر جب کہ انہوں نے اپنے پروردگار کو چپکے سے پکارا۔

(۲۲) وَأَدْعُو رَبِّي عَسَىٰ أَلَّا أَكُونَ بِدُعَاءِ رَبِّي شَقِيًّا ۝ مریم ع ۳

۲۲ اور پکارتا ہوں میں اپنے رب کو (قطعی) اُمید ہے کہ میں اپنے رب کو پکار کر محروم نہ رہوں گا۔

(۲۳) إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي ۙ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ۝ إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ ۝ (سورہ طٰہٰ)

۲۳ بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم (اے موسےٰ) میری ہی عبادت کیا کرو، اور میری ہی یاد کے لیے نماز پڑھا کرو، بلاشبہ قیامت آنے والی ہے میں اس کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو اس کے کیے کا بدلہ مل جائے۔

(۲۴) وَلَا تَنِيَا فِي ذِكْرِي ۝ (سورہ طٰہٰ ۲)

۲۴ (حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ کو ارشاد ہے) اور میری یاد میں سستی نہ کرنا۔

(۲۵) وَنُوحًا إِذْ نَادَىٰ مِن قَبْلُ

۲۵ اور نوح (علیہ السلام) کا تذکرہ آپ کیجئے)

(سورہ انبیاء ع ۶)

جبکہ پکارا انہوں نے اپنے رب کو (حضرت ابراہیمؑ کے قصے سے پہلے

(۲۶) وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ۚ (سورہ انبیاء رکوع ۶)

۲۶ اور ایوب (علیہ السلام کا ذکر کیجئے) جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھ کو بڑی تکلیف پہنچی اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں۔

(۲۷) وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِى الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ۚ (سورہ انبیاء رکوع ۶)

۲۷ اور مچھلی والے (پیغمبر یعنی حضرت یونس علیہ السلام کا ذکر کیجئے) جب وہ (اپنی قوم سے) خفا ہو کر چلے گئے اور یہ سمجھے کہ ہم ان پر دارو گیر نہ کریں گے پس انہوں نے اندھیروں میں پکارا کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ ہر عیب سے پاک ہیں۔ بیشک میں قصوروار ہوں۔

(۲۸) وَزَكَرِيَّاۤ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِىْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ۚ (سورہ انبیاء ع ۶)

۲۸ اور زکریا (علیہ السلام کا ذکر کیجئے) جب انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب مجھے لاوارث نہ چھوڑ (اور یوں تو) سب وارثوں سے بہتر (اور حقیقی وارث) آپ ہی ہیں۔

(۲۹) اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ۭ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ۝ (سورہ انبیاء ع ۶)

۲۹ بیشک یہ سب (انبیاء جن کا پہلے سے ذکر ہو رہا ہے) نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور پکارتے تھے ہم کو (ثواب کی) رغبت اور (عذاب کا) خوف کرتے ہوئے اور تھے سب کے سب ہمارے لیے عاجزی کرنے والے

(۳۰) وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ إِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ (سورۃ حج ع ۵)

۳۰ اور آپ (جنت وغیرہ کی) خوشخبری سُنا دیجیے ایسے خشوع کرنیوالوں کو جن کا یہ حال ہے کہ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو انکے دل ڈر جاتے ہیں۔

(۳۱) إِنَّهُ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّاحِمِيْنَ ۚ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰى أَنْسَوْكُمْ ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ۝ إِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْا ۙ أَنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُوْنَ ۝ (سورہ مومنون ع ۶)

۳۱ قیامت میں کفار سے گفتگو کے ذیل میں کہا جائے گا کیا تم کو یاد نہیں) میرے بندوں کا ایک گروہ تھا (جو بیچارے ہم سے) یوں کہا کرتے تھے اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لے آئے سو ہم کو بخش دیجیے اور ہم پر رحمت فرمائیے آپ سب سے زیادہ رحم کرنیوالے ہیں پس تم نے ان کا مذاق اڑایا حتیٰ کہ اس مشغلہ نے تم کو ہماری یاد بھی بھلا دی اور تم اُن سے ہنسی کیا کرتے تھے۔ میں نے آج اُن کو اُن کے صبر کا بدلہ دے دیا کہ وہی کامیاب ہوئے

(۳۲) رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۔ الآیۃ (سورہ نور ع ۵)

۳۲ (کامل ایمان والوں کی تعریف کے ذیل میں ہے) وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کو اللہ کے ذکر سے نہ خرید غفلت میں ڈالتی ہے نہ فروخت۔

(۳۳) وَلَذِكْرُ اللّٰهِ أَكْبَرُ (عنکبوت ع ۵)

۳۳ اور اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔

(۳۴) تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ

۳۴ ان کے پہلو خواب گاہوں سے علیحدہ رہتے ہیں اس طرح پر کہ عذاب کے ڈر سے اور رحمت کی اُمید سے وہ اپنے

يُنْفِقُوْنَ ٥ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥

(سورہ سجدہ ع ۲)

رب کو پکارتے ہیں اور ہماری دی ہوئی چیزوں سے خرچ کرتے ہیں پس کسی کو بھی خبر نہیں کہ ایسے لوگوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا کیا سامان خزانہ غیب میں محفوظ ہے جو بدلہ ہے ان کے اعمال کا۔

(فی الدر عن الضحاک ھم قوم لا یزالون کو یذکرون اللہ وفیہ نحوہ عن ابن عباس رض)

فائدہ: ایک حدیث میں آیا ہے کہ بندہ اخیر شب میں اللہ کے یہاں بہت مقرب ہوتا ہے اگر تجھ سے ہو سکے تو اس وقت اللہ کا ذکر کیا کرو

(۳۵) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ٥

(سورہ احزاب ع ۳)

۳۵ بیشک تم لوگوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ موجود تھا یعنی ہر اس شخص کے لیے جو اللہ سے اور آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہو (کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم لڑائی میں ثابت رہے اور جہاد کیا اس کے لیے کیا مانع ہو سکتا ہے)

(۳۶) وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ لا اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ٥

(سورہ احزاب ع ۵)

۳۶ پہلے سے مومنوں کی صفات کا بیان ہے اس کے بعد ارشاد ہے اور بکثرت اللہ کا ذکر کرنیوالے مرد اور اللہ کا ذکر کرنے والی عورتیں اور ان سب کے لیے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

(۳۷) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا لا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً

۳۷ اے ایمان والو تم اللہ تعالیٰ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو، اور صبح و شام

وَّاَصِيْلًا (احزاب ع ۶)

اس کی تسبیح کرتے رہو

(۳۸) وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ۝ۖ (سورہ صٰفّٰت ع ۳)

۳۸ اور پکارا تھا ہم کو نوح (علیہ السلام) نے پس ہم خوب فرمادینے والے ہیں

(۳۹) فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (سورۃ زمر ع ۳)

۳۹ پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جن کے دِل اللہ کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے، یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

(۴۰) اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ڰ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ (سورہ زمر ع ۳)

۴۰ اللہ جلّ جلالہٗ نے بڑا عمدہ کلام (یعنی قرآن) نازل فرمایا جوایسی کتاب کہ باہم ملتی جلتی ہے۔ بار بار دہرائی گئی جس سے ان لوگوں کے بدن کانپ اُٹھتے ہیں جو اپنے ربّ سے ڈرتے ہیں، پھر اُن کے بدن اور دل نرم ہوکر اللہ کے ذکر کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں، یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کو چاہتا ہے اس کے ذریعہ ہدایت فرما دیتا ہے

(۴۱) فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (مومن ع ۲)

۴۱ پس پکارو اللہ کو خالص کرتے ہوئے اس کے لیے دین کو، گو کافروں کو ناگوار ہو

(۴۲) هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ (سورہ مومن ع ۷)

۴۲ وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت کے نہیں پس تم خالص اعتقاد کرکے اس کو پکارا کرو

(۴۳) وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ (سورہ زخرف ع ۴)

۴۳ جو شخص رحمان کے ذکر سے (جان بوجھ کر) اندھا ہوجائے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کردیتے ہیں پس وہ ہر وقت، اس کے ساتھ رہتا ہے

(۴۴) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖۛ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚۛ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا

(سورہ فتح رکوع ۴)

۴۴ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان اور اے مخاطب تو اُن کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں اور کبھی سجدہ اور اللہ کے فضل اور رضا مندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں (اور خشوع وخضوع کے) آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں یہ ان کے اوصاف توراۃ میں ہیں اور انجیل میں جیسا کھیتی کہ اس نے اوّل اپنی سوئی نکالی پھر اس کو قوی کیا پھر وہ کھیتی اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہوگئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی (اسی طرح صحابہؓ میں اوّل ضعف تھا پھر روزانہ قوت بڑھتی گئی اور اللہ نے یہ نشو ونما اس لیے دیا) تاکہ ان سے کافروں کو جلائے۔ اللہ نے تو ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کر رہے ہیں مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے

فائدہ: آیت شریفہ میں گو ظاہر طور پر رکوع وسجود اور نماز کی فضیلت زیادہ تر مقصود ہے اور وہ تو ظاہر ہے لیکن کلمۂ طیبہ کے دوسرے جزء مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی فضیلت بھی اس سے ظاہر ہے۔

امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ اُوپر سے صلح حدیبیہ میں کفار کے انکار پر اور اس بات کے اصرار کرنے پر کہ محمد رسول اللہ نہ لکھو محمد بن عبداللہ لکھو حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ اللہ خود گواہ

ہیں اس بات پر کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جب بھیجنے والا خود اقرار کرے کہ فلاں شخص میرا قاصد ہے تو لاکھ کوئی انکار کرے اس کے انکار سے کیا ہوتا ہے اسی گواہی ہے اقرار کے لیے اللہ جل شانہٗ نے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ارشاد فرمایا۔ اس کے بعد آیت شریفہ میں اور بھی کئی اہم مضامین ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ چہرہ کے آثار نمایاں ہونے کی فضیلت ہے۔ اس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔ ایک یہ بھی ہے کہ شب بیداری کے چہروں پر جو انوار و برکات ظاہر ہوتے ہیں وہ مراد ہیں۔ امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ یہ محقق امر ہے کہ رات کو دو شخص جاگیں ایک لہو و لعب میں مشغول رہے دوسرا قرآن اور علم کے سیکھنے میں مشغول رہے۔ دوسرے دن دونوں کے چہروں کے نور میں کھلا ہوا فرق ہو گا جو شخص لہو لعب میں مشغول رہا وہ اس جیسا ہو ہی نہیں سکتا جو ذکر و شکر میں رات بھر لگا رہے۔ تیسری اہم بات یہ ہے کہ حضرت امام مالکؒ اور ایک جماعت نے علماء کی اس آیت سے ان لوگوں کے کفر پر استدلال کیا ہے جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو گالیاں دیتے ہیں، برا کہتے ہیں، ان سے بغض رکھتے ہیں [1]

(۴۵) اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ
(سورہ حدید ع ۲)

۴۵ کیا ایمان والوں کے لیے اس کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی یاد کے واسطے جھک جائیں۔

(۴۶) اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔
(سورہ مجادلہ ع ۳)

۴۶ (پہلے سے منافقوں کا ذکر ہے) ان پر شیطان کا تسلط ہو گیا، پس اس نے ان کو ذکر اللہ سے غافل کر دیا، یہ لوگ شیطان کا گروہ ہے۔ خوب سمجھ لو یہ بات محقق ہے کہ شیطان کا گروہ خسارہ والا ہے۔

(۴۷) فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ

۴۷ پھر جب (جمعہ کی) نماز پوری ہو چکے تو (تم کو اجازت ہے کہ) تم زمین پر چلو پھرو

---

[1] ابن کثیر

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○

(سورہ جمعہ ع ۲)

اور خدا کی روزی تلاش کرو (یعنی دنیا کے کاموں میں مشغول ہونے کی اجازت ہے لیکن اس میں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرتے رہو تاکہ تم فلاح کو پہونچ جاؤ۔

(۴۸) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ○

(سورہ منافقون ۲۶)

۴۸ اے ایمان والو تم کو تمہارے مال اور اولاد اللہ کے ذکر سے اس کی یاد سے غافل نہ کرنے پائیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارہ والے ہیں (کیونکہ یہ چیزیں تو دنیا ہی میں ختم ہو جانے والی ہیں اور اللہ کی یاد آخرت میں کام دینے والی ہے)

(۴۹) وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ○

(سورہ قلم ۲۶)

۴۹ یہ کافر لوگ جب ذکر قرآن سنتے ہیں (تو شدت عداوت سے) ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرا دیں گے، اور کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ تو مجنون ہیں۔

فائدہ:۔ نگاہ سے پھسلا کر گرا دینا کنایہ ہے دشمنی کی زیادتی سے جیسا کہ ہمارے یہاں بولتے ہیں ایسے دیکھ رہا ہے کہ کھا جائے گا حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ جس کو نظر لگ گئی ہو اس پر اس آیت شریفہ کو پڑھ کر دم کرنا مفید ہے (جمل)

(۵۰) وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۙ

(سورہ جن ع ۱)

۵۰ اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد سے روگردانی اور اعراض کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا

(۵۱) وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ

۵۱ جب خدا کا خاص بندہ (یعنی محمد صلی اللہ

يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ○ قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا ○

(سورہ جن ع۱)

علیہ وسلم خدا کو پکارنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو یہ کافر لوگ اس بندہ پر بھیڑ لگانے کو آجاتے ہیں. آپ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار ہی پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا

(۵۲) وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ○ ط

(سورہ مزمل ع۱)

۵۲ اور آپ اپنے رب کا نام لیتے رہیں اور سب سے تعلقات منقطع کر کے اسی کی طرف متوجہ رہیں (منقطع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے تعلق کے مقابلہ میں سب مغلوب ہوجاویں)

(۵۳) وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ○ ج وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ○ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ○

(سورہ دھر ع۲)

۵۳ اور اپنے رب کا صبح اور شام نام لیتے رہا کیجئے اور کسی قدر رات کے حصہ میں بھی اس کو سجدہ کیا کیجئے اور رات کے بڑے حصہ میں اس کی تسبیح کیا کیجئے" (مراد اس سے تہجد کی نماز ہے) یہ لوگ (جو آپ کے مخالف ہیں) دنیا سے محبت رکھتے ہیں، اور اپنے آگے (آنیوالے) ایک بھاری دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔

(۵۴) قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ ○ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ ○

(سورہ اعلیٰ ع۱)

۵۴ بیشک بامراد ہوگیا وہ شخص جو برے اخلاق سے پاک ہوگیا اور اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا۔

فصل ثانی

احادیثِ ذکر میں

جب کہ اس مضمون میں قرآن کی آیات اس کثرت سے موجود ہیں تو احادیث کا کیا پوچھنا کیونکہ قرآن شریف کے کل تیس پارے ہیں اور حدیث شریف کی لاتعداد کتابیں ہیں اور ہر کتاب میں بے شمار حدیثیں ہیں۔ ایک بخاری شریف ہی کے بڑے بڑے تیس پارے ہیں اور ابوداؤد شریف کے بتیس پارے ہیں اور کوئی کتاب بھی ایسی نہیں کہ اس مبارک ذکر سے خالی ہو، اس لیے احادیث کا احاطہ تو کون کر سکتا ہے۔ نمونہ اور عمل کے واسطے ایک آیت اور ایک حدیث بھی کافی ہے، اور جس کو عمل ہی نہیں کرنا اُس کے لیے دفتر کے دفتر بھی بیکار ہیں کَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَهٗ اِذَا ذَكَرَنِیْ فَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَكَرْتُهٗ فِیْ مَلَاءٍ خَیْرٍ مِّنْهُمْ وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْهِ ذِرَاعًا وَاِنْ تَقَرَّبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ

۱: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں، کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وُہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وُہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں جو معصوم اور بے گناہ ہیں، تذکرہ کرتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ

اِلَیْهِ بَاعًا وَ اِنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُهٗ هَرْوَلَةً۔

اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ ادھر متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اسکی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔

(رواہ احمد والبخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ والبیہقی فی الشعب واخرج احمد والبیہقی فی الاسماء والصفات عن انس بمعناہ بلفظ یَا ابْنَ اٰدَمَ اِذَا ذَکَرْتَنِیْ فِیْ نَفْسِکَ الحدیث وفی الباب عن معاذ بن انس عند الطبرانی باسناد حسن وعن ابن عباس عند البزار باسناد صحیح والبیہقی وغیرھما وعن ابی ھریرۃ عند ابن ماجۃ وابن حبان وغیرھما بلفظ انا مع عبدی اذا ذکرنی وتحرکت بی شفتاہ کما فی الدر المنثور والترغیب للمنذری والمشکوٰۃ مختصرًا وفیہ بروایۃ مسلم عن ابی ذر بمعناہ وفی الاتحاف علقہ البخاری عن ابی ھریرۃ بصیغۃ الجزم ورواہ ابن حبان من حدیث ابی الدرداء اھ)

فائدہ:- اس حدیث شریف میں کئی مضمون وارد ہیں۔ اوّل یہ کہ بندہ کے ساتھ اُس کے گمان کے موافق معاملہ کرتا ہوں جس کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ سے اُس کے لطف وکرم کی اُمید رکھنا چاہیے اُس کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیے۔ یقیناً ہم لوگ گنہگار ہیں اور سراپا گناہ اور اپنی حرکتوں اور گناہوں کی سزا اور بدلہ کا یقین ہے لیکن اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہ ہونا چاہیے۔ کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ محض اپنے لطف وکرم سے بالکل ہی معاف فرمادیں کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ کلام اللہ شریف میں وارد ہے (ترجمہ) حق تعالیٰ شانہٗ شرک کے گناہ کو معاف نہیں فرمائیں گے اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے سب کچھ معاف فرمادیں گے۔ لیکن ضروری نہیں کہ معاف ہی فرمادیں۔ اسی وجہ سے علما فرماتے ہیں کہ ایمان امید وخوف کے درمیان ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان صحابیؓ کے پاس تشریف لے گئے، وہ نزع کی حالت میں تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت

فرمایا کس حال میں ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کی رحمت کا اُمیدوار ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈر رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں یعنی اُمید و خوف جس بندہ کے دِل میں ایسی حالت میں ہوں تو اللہ جل شانہٗ جو اُمید ہے وہ عطا فرما دیتے ہیں اور جس کا خوف ہے۔ اُس سے امن عطا فرما دیتے ہیں [1]

ایک حدیث میں آیا ہے کہ مؤمن اپنے گناہ کو ایسا سمجھتا ہے کہ گویا ایک پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور وہ پہاڑ اس پر گرنے لگا اور فاجر شخص گناہ کو ایسا سمجھتا ہے گویا ایک مکھی بیٹھی تھی اڑا دی یعنی ذرا پرواہ نہیں ہوتی۔ مقصود یہ ہے کہ گناہ خوف اس کے مناسب ہونا چاہیئے اور رحمت کی اُمید اس کے مناسب۔

حضرت معاذؓ [2] طاعون میں شہید ہوئے۔ انتقال کے قریب زمانہ میں بار بار غشی ہوتی تھی جب افاقہ ہوتا تو فرماتے یا اللہ تجھے معلوم ہے کہ مجھ کو تجھ سے محبت ہے۔ تیری عزّت کی قسم تجھے یہ بات معلوم ہے، جب بالکل موت کا وقت قریب آگیا تو فرمایا کہ اے موت تیرا آنا مبارک ہے۔ کیا ہی مبارک مہمان آیا۔ مگر فاقہ کی حالت میں یہ مہمان آیا ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔ اے اللہ تجھے معلوم ہے کہ میں ہمیشہ تجھ سے ڈرتا رہا۔ آج تیرا اُمیدوار ہوں یا اللہ مجھے زندگی سے محبت تھی مگر نہریں کھودنے اور باغ لگانے کے واسطے نہیں تھی، بلکہ گرمیوں کی شدّت پیاس برداشت کرنے اور دین کی خاطر مشقتیں جھیلنے کے لیے اور ذکر کے حلقوں میں علماء کے پاس جم کر بیٹھنے کے واسطے تھی [2]۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ حدیث بالا میں گمان کے موافق معاملہ عام حالات کے اعتبار سے ہے خاص مغفرت کے متعلق نہیں۔ دعا صحت وسعت امن وغیرہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں مثلاً دعا کے ہی متعلق سمجھو، مطلب یہ ہے کہ اگر بندہ یہ یقین کرتا ہے کہ میری دعا قبول ہوتی ہے اور ضرور ہوگی تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے، اور اگر یہ گمان کرے کہ میری دعا قبول نہیں ہوتی تو ویسا ہی معاملہ کیا جاتا ہے چنانچہ دوسری احادیث میں آیا ہے کہ بندہ کی دُعا قبول ہوتی ہے جب تک وہ یہ نہ کہنے لگے کہ میری تو دعا قبول نہیں ہوتی اسی طرح صحت تونگری

---

[1] جمع الفوائد [2] تہذیب اللغات

وغیرہ سب امور کا حال ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو فاقہ کی نوبت آئے اگر اس کو لوگوں سے کہتا پھرے تو تونگری نصیب نہیں ہوتی، اللہ کی پاک بارگاہ میں عرض معروض کرے تو جلد یہ حالت دُور ہو جائے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ حسن ظن اور چیز ہے اور اللہ پر گھمنڈ دوسری چیز ہے۔ کلام اللہ شریف میں مختلف عنوانات سے اس پر تنبیہ کی گئی، ارشاد ہے۔ وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (اور نہ دھوکہ میں ڈالے تم کو دھوکہ باز، یعنی شیطان تم کو یہ سمجھائے کہ گناہ کیے جاؤ اللہ غفور رحیم ہے دوسری جگہ ارشاد ہے اَطَّلَعَ الْغَیْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا۔ کَلَّا (کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا، یا اللہ تعالیٰ سے اُس نے عہد کر لیا ہے ایسا ہرگز نہیں) دوسرا مضمون یہ ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، دوسری حدیث میں ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو جب تک اس کے ہونٹ میری یاد میں حرکت کرتے رہتے ہیں میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں یعنی میری خاص توجہ اس پر رہتی ہے۔ اور خصوصی رحمت کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ تیسرا مضمون یہ ہے کہ میں فرشتوں کے مجمع میں ذکر کرتا ہوں یعنی تفاخر کے طور پر ان کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ آدمی کی خلقت جس ترکیب سے ہوئی ہے اس کے مطابق اس میں اطاعت اور معصیت دونوں کا مادہ رکھا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۸ کے ذیل میں آرہا ہے۔ اس حالت میں طاعت کا کرنا یقیناً تفاخر کا سبب ہے دوسرے اس وجہ سے کہ فرشتوں نے ابتداء خلقت کے وقت عرض کیا تھا کہ "آپ ایسی مخلوق کو پیدا فرماتے ہیں جو دنیا میں خونریزی اور فساد کرے گی"۔ اور اس کی وجہ بھی وہی مادہ فساد کا ان میں ہونا ہے۔ بخلاف فرشتوں کے کہ ان میں یہ مادہ نہیں اسی لیے انہوں نے عرض کیا تھا کہ تیری تسبیح و تقدیس ہم کرتے ہی ہیں تیسرے اس وجہ سے کہ انسان کی اطاعت اور اس کی عبادت فرشتوں کی عبادت سے اس وجہ سے بھی افضل ہے کہ انسان کی عبادت غیب کے ساتھ ہے اور فرشتوں کی عالم آخرت کے مشاہدہ کے ساتھ۔ اسی کی طرف اللہ پاک اس کلام میں اشارہ ہے کہ اگر وہ جنت و دوزخ کو دیکھ لیتے تو کیا ہوتا۔ ان وجوہ سے حق تعالیٰ شانہٗ اپنے یاد کرنے والوں اور اپنی عبادت کرنے والوں کے کارنامے جتاتے

ہیں۔ چوتھا مضمون حدیث میں یہ ہے کہ بندہ جس درجہ میں حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اُس سے زیادہ توجہ اور لطف اللہ جل شانہٗ کی طرف سے اُس بندہ پر ہوتا ہے یہی مطلب ہے قریب ہونے اور دوڑ کر چلنے کا میرا لطف اور میری رحمت تیزی کے ساتھ اُس کی طرف چلتی ہے۔ اب ہر شخص کو اختیار ہے کہ جسقدر رحمت و لطفِ الٰہی کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے اتنی ہی اپنی توجہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف بڑھائے پانچویں بحث اس حدیث شریف میں یہ ہے کہ اس میں فرشتوں کی جماعت کو بہتر بنایا ہے ذکر نے والے شخص سے حالانکہ یہ مشہور امر ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اس کی ایک وجہ تو ترجمہ میں ظاہر کر دی گئی کہ انکا بہتر ہونا ایک خاص حیثیت سے ہے کہ وہ معصوم ہیں اُن سے گناہ ہو ہی نہیں سکتا، دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ باعتبار اکثر افراد کے ہے کہ اکثر افراد فرشتوں کے اکثر آدمیوں بلکہ اکثر مؤمنوں سے افضل ہیں، گو خاص مؤمن جیسے انبیاء علیہم السلام سارے ہی فرشتوں سے افضل ہیں اس کے علاوہ اور بھی وجوہ ہیں جن میں بحث طویل ہے۔

(۲) عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُسْرٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ قَدْ کَثُرَتْ عَلَیَّ فَاَخْبِرْنِیْ بِشَیْءٍ اَتَشَبَّثُ بِہٖ قَالَ لَا یَزَالُ لِسَانُکَ رَطْبًا مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ۔

۲ ایک صحابی رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) احکام تو شریعت کے بہت سے ہیں ہی، مجھے ایک چیز کوئی ایسی بتا دیجیے جس کو میں اپنا دستور اور مشغلہ بنا لوں حضور (صلے اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ذکر سے تو ہر وقت رطب اللسان رہے۔

ایک اور حدیث میں ہے حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ جدائی کے وقت آخری گفتگو جو حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ہوئی وہ یہ تھی میں نے دریافت کیا کہ سب اعمال میں محبوب ترین عمل اللہ کے نزدیک کیا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس حال میں تیری موت آوے کہ اللہ کے ذکر میں رطب اللسان ہو۔

۱ اخرجہ ابن شیبۃ واحمد والترمذی وحسنہ وابن ماجۃ وابن حبان فی صحیحہ والحاکم

وصححہ والبیہقی کذا فی الدر وفی المشکوٰۃ بروایۃ الترمذی وابن ماجۃ وحکی عن الترمذی
حسن غریب ام قلت وصححہ الحاکم واقرہ علیہ الذہبی وفی الجامع الصغیر بروایۃ ابی نعیم فی
الحلیۃ مختصرا بلفظ اَنْ تُفَارِقَ الدُّنْیَا وَلِسَانُکَ رَطْبٌ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ ورقم لہ بالضعف
وبمعناہ عن مالک بن یخامر اَنَّ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ قَالَ لَھُمْ اِنَّ اٰخِرَ کَلَامٍ فَارَقْتُ عَلَیْہِ
رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ قُلْتُ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ قَالَ اَنْ
تَمُوْتَ وَلِسَانُکَ رَطْبٌ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ اخرجہ ابن ابی الدنیا والبزار وابن حبان
والطبرانی والبیہقی کذا فی الدر والحصن الحصین والترغیب للمنذری وذکرہ الجامع
الصغیر مختصرا وعزاہ الی ابن حبان فی صحیحہ وابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ و
الطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی الشعب وفی مجمع الزوائد رواہ الطبرانی باسانید)

فائدہ:- جدائی کے وقت کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضؓ کو اہل یمن کی تبلیغ و تعلیم کے لیے یمن کا امیر بنا کر بھیجا تھا، اس وقت رخصت کے وقت حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ وصیتیں بھی فرمائی تھیں اور انہوں نے کچھ سوالات کیے تھے۔ شریعت کے احکام کے بہت سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر حکم کی بجا آوری تو ضروری ہے لیکن ہر چیز میں کمال پیدا کرنا اور اس کو مستقل مشغلہ بنانا دشوار ہے اس لیے ان میں سے ایک چیز جو سب سے اہم ہو مجھے ایسی بتا دیجئے کہ اس کو مضبوط پکڑ لوں اور ہر وقت ہر جگہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے کرتا رہوں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص کو یہ مل جائیں اس کو دین و دنیا کی بھلائی مل جائے۔ ایک وہ زبان جو ذکر میں مشغول رہنے والی ہو، دوسرے وہ دل جو شکر میں مشغول رہتا ہو تیسرے وہ بدن جو مشقت برداشت کرنے والا ہو، چوتھے وہ بیوی جو اپنے نفس میں اور خاوند کے مال میں خیانت نہ کرے۔ نفس میں خیانت یہ ہے کہ کسی قسم کی گندگی میں مبتلا ہو جائے رطب اللسان کا مطلب اکثر علماء نے کثرت کا لکھا ہے اور یہ عام محاورہ ہے۔ ہمارے عرف میں بھی جو شخص کسی کی تعریف یا تذکرہ کثرت سے کرتا ہے تو یہ بولا جاتا ہے کہ فلاں کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ مگر بندۂ ناچیز کے خیال میں ایک دوسرا مطلب

بھی ہو سکتا ہے وہ یہ کہ جس سے عشق و محبّت ہوتی ہے، اُس کے نام لینے سے مُنہ میں ایک لذّت اور مزہ محسوس ہُوا کرتا ہے۔ جن کو بابِ عشق سے کچھ سابقہ پڑ چکا ہے وہ اس سے واقف ہیں۔ اس بنا پر مطلب یہ ہے کہ اس لذّت سے اللہ کا پاک نام لیا جائے کہ مزہ آ جائے۔ میں نے اپنے بعض بزرگوں کو بکثرت دیکھا ہے کہ ذکر بالجہر کرتے ہوئے ایسی حلاوت آ جاتی ہے کہ پاس بیٹھنے والا بھی اس کو محسوس کرتا ہے کہ ادر ایسا منہ میں پانی بھر جاتا ہے کہ ہر شخص اس کو محسوس کرتا ہے مگر جب یہ حاصل ہوتا ہے کہ جب دل میں چپک ہو اور زبان کثرتِ ذکر کے ساتھ مانوس ہو چکی ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ سے محبّت کی علامت اس کے ذکر سے محبّت ہے اور اللہ سے بُغض کی علامت اس کے ذکر سے بُغض ہے۔

حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کی زبان اللہ کے ذکر سے تر و تازہ رہتی ہے وہ جنّت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

(۳) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُنَبِّئُکُمْ بِخَیْرِ اَعْمَالِکُمْ وَاَزْکَاھَا عِنْدَ مَلِیْکِکُمْ وَاَرْفَعِھَا فِیْ دَرَجَاتِکُمْ وَخَیْرٍ لَّکُمْ مِّنْ اِنْفَاقِ الذَّھَبِ وَالْوَرِقِ وَخَیْرٍ لَّکُمْ مِّنْ اَنْ تَلْقَوْا عَدُوَّکُمْ فَتَضْرِبُوْا اَعْنَاقَھُمْ وَیَضْرِبُوْا اَعْنَاقَکُمْ قَالُوْا بَلٰی قَالَ ذِکْرُ اللّٰہِ۔

۳۔ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین چیز ہے اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ اور تمہارے درجوں کو بہت زیادہ بلند کرنے والی اور سونے چاندی کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور جہاد میں تم دشمنوں کو قتل کرو وہ تم کو قتل کریں اس سے بھی بڑھی ہوئی صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتادیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا ذکر ہے۔

(اخرجه احمد والترمذی وابن ماجه وابن ابی الدنیا والحاکم وصححه والبیہقی کذا فی الدرر والحصن والحصین قلت الحاکم صحیحہ الاسناد ولم یخرجاه واقره علیه الذہبی ورقم له فی الجامع الصغیر بالصحة واخرجه احمد عن معاذ بن جبل رضی کذا فی الدر وفیه الفیا بروایة احمد والترمذی والبیہقی عن اَبِی سَعِیْدٍ سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الْعِبَادِ اَفْضَلُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ قَالَ الذّٰکِرُوْنَ اللّٰهَ کَثِیْرًا قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمِنَ الْغَازِیْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ قَالَ لَوْضَرَبَ بِسَیْفِهٖ فِی الْکُفَّارِ وَالْمُشْرِکِیْنَ حَتّٰی یَنْکَسِرَ وَیَخْتَضِبَ دَمًا لَکَانَ الذَّاکِرُوْنَ اللّٰهَ اَفْضَلَ مِنْهُ دَرَجَةً)

فائدہ: یہ عام حالت اور ہر وقت کے اعتبار سے ارشاد فرمایا ہے ورنہ وقتی ضرورت کے اعتبار سے صدقہ جہاد وغیرہ امور سب سے افضل ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض احادیث میں ان چیزوں کی افضلیت بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ ان ضرورتیں وقتی ہیں اور اللہ پاک کا ذکر دائمی چیز ہے اور سب سے زیادہ اہم اور افضل، ایک حدیث میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر چیز کے لیے کوئی صاف کرنیوالی اور میل کچیل دور کرنے والی چیز ہوتی ہے (مثلاً کپڑے اور بدن کے لیے صابون لوہے کے لیے آگ کی بھٹی وغیرہ) دلوں کی صفائی کرنیوالی چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے، اور کوئی چیز اللہ کے عذاب سے بچانے والی اللہ کے ذکر سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اس حدیث میں چونکہ ذکر کو دل کی صفائی کا ذریعہ اور سبب بتایا ہے۔ اس سے بھی اللہ کے ذکر کا سب سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے اس لیے کہ ہر عبادت اسی وقت، عبادت ہو سکتی ہے جب اخلاص سے ہو اور اس کا مدار دلوں کی صفائی پر ہے اسی وجہ سے بعض صوفیاء نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ذکر سے مراد ذکر قلبی ہے نہ کہ زبانی ذکر، اور ذکر قلبی یہ ہے کہ دل ہر وقت اللہ کے ساتھ وابستہ ہو جائے اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ حالت ساری عبادتوں سے افضل ہے اس لیے کہ جب یہ حالت ہو جائے تو پھر کوئی عبادت چھوٹ ہی نہیں سکتی کہ سارے اعضا ظاہرہ و باطنہ دل کے تابع ہیں جس چیز کے ساتھ دل وابستہ ہو جاتا ہے سارے ہی اعضا اس کے ساتھ ہو جاتے ہیں۔ عشاق کے حالات سے کون بے خبر ہے اور بھی بہت سی احادیث میں

ذکر کا سب سے افضل ہونا وارد ہُوا۔ حضرت سلمانؓ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑا عمل کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ تم نے قرآن شریف پڑھا۔ قرآن پاک میں ہے وَلَذِكْرُ اللهِ اَكْبَرُ کوئی چیز اللہ کے ذکر سے افضل نہیں۔ حضرت سلمان رضؓ نے جس آیت شریفہ کی طرف اشارہ کیا ہے وہ اکیسویں پارے کی پہلی آیت ہے۔ صاحب مجالس الابرار کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اللہ کے ذکر کو صدقہ اور جہاد اور ساری عبادات سے اس لیے افضل فرمایا کہ اصل مقصود اللہ کا ذکر ہے اور ساری عبادتیں اس کا ذریعہ اور آلہ ہیں اور ذکر بھی دو قسم کا ہوتا ہے ایک زبانی اور ایک قلبی جو زبان سے بھی افضل ہے اور وہ مراقبہ اور دل کی سوچ ہے اور یہی مراد ہے اس حدیث سے جس میں آیا ہے کہ ایک گھڑی کا سوچنا ستر برس کی عبادت سے افضل ہے۔ مسند احمد میں ہے۔ حضرت سہلؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ کا ذکر اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے سات لاکھ حصہ زیادہ ہو جاتا ہے۔ اس تقریر سے یہ معلوم ہو گیا کہ صدقہ، اور جہاد وغیرہ جو وقتی چیزیں ہیں وقتی ضرورت کے اعتبار سے ان کی فضیلت بہت زیادہ ہو جاتی ہے۔ لہٰذا ان احادیث میں کوئی اشکال نہیں جن میں ان چیزوں کی بہت زیادہ فضیلت وارد ہوئی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ تھوڑی دیر کا اللہ کے راستہ میں کھڑا ہونا اپنے گھر پر ستر سال کی نماز سے افضل ہے حالانکہ نماز بالاتفاق افضل ترین عبادت ہے۔ لیکن کفار کے ہجوم کے وقت جہاد اس سے بہت زیادہ افضل ہو جاتا ہے۔

(۴) عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِىِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيَذْكُرَنَّ اللهَ اَقْوَامٌ فِى الدُّنْيَا عَلَى الْفُرُشِ الْمُمَهَّدَةِ يُدْخِلُهُمُ اللهُ فِى الدَّرَجَاتِ الْعُلٰى

۴۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ دنیا میں نرم نرم بستروں پر اللہ تعالےٰ کا ذکر کرتے ہیں جس کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ جنت کے اعلےٰ درجوں میں ان کو پہنچا دیتا ہے۔

(اخرجه ابن حبان کذا فی الدر قلت ویؤیدہ الحدیث المتقدم قویا بلفظ ارفعها فی درجاتکم وایضا قوله صلی الله علیه وسلم سبق المفردون قالوا وما المفردون یا رسول الله قال الذاکرون الله کثیرا والذاکرات رواه مسلم کذا فی الحصن وفی روایة قال المستهترون فی ذکر الله یضع الذکر عنهم اثقالهم فیاتون یوم القیامة خفافا رواه الترمذی والحاکم مختصرا وقال صحیح علی شرط الشیخین وفی الجامع رواه الطبرانی عن ابی الدرداء ایضا)

فائدہ:- یعنی دنیا میں مشقتیں جھیلنا، صعوبتیں برداشت کرنا آخرت کے رفع درجات کا سبب ہے اور جتنی بھی دینی امور میں یہاں مشقت اٹھائی جائے گی اتنا ہی بلند مرتبوں کا استحقاق ہو گا لیکن اللہ پاک کے مبارک ذکر کی یہ برکت ہے کہ راحت و آرام سے نرم بستروں پر بیٹھ کر بھی کیا جائے تب بھی رفع درجات کا سبب ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر تم نے ہر وقت ذکر میں مشغول رہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر اور تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کرنے لگیں۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ مفرد لوگ بہت آگے بڑھ گئے۔ صحابہ رضؓ نے عرض کیا کہ مفرد کون ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اللہ کے ذکر میں والہانہ طریقہ پر مشغول ہیں۔ اس حدیث کی بنا پر صوفیا نے لکھا ہے کہ سلاطین اور امراء کو اللہ کے ذکر سے نہ روکنا چاہیے کہ وہ اس کی وجہ سے درجاتِ اعلیٰ حاصل کر سکتے ہیں۔ حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ تو اللہ کے ذکر کو اپنی مسرتوں اور خوشیوں کے اوقات میں کر، وہ تجھ کو مشقتوں اور تکلیفوں کے وقت کام دے گا۔ حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ جب بندہ راحت، خوشی اور ثروت کے اوقات میں اللہ کا ذکر کرتا ہے اور پھر اس کو کوئی مشقت اور تکلیف پہنچے تو فرشتے کہتے ہیں کہ مانوس آواز ہے جو ضعیف بندہ کی ہے پھر اللہ کے یہاں اس کی سفارش کرتے ہیں، اور جو شخص راحت کے اوقات میں اللہ کو یاد نہ کرے پھر کوئی تکلیف کو پہنچے اور اس وقت یاد کرے تو فرشتے کہتے ہیں کیسی غیر مانوس آواز ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں ایک ان میں سے صرف ذاکرین

کے لیے ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کثرت سے کرے وہ نفاق سے بَری ہے، دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ جل شانہٗ اس سے محبّت فرماتے ہیں ایک سفر سے واپسی ہو رہی تھی۔ ایک جگہ پہنچ کر حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا آگے بڑھنے والے کہاں ہیں صحابہ رضؓ نے عرض کیا کہ بعض تیز رو آگے چلے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ آگے بڑھنے والے کہاں ہیں جو اللہ کے ذکر میں والہانہ مشغول ہیں جو شخص یہ چاہے کہ جنّت سے خوب سیراب ہو وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرے۔

(۵) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الَّذِیْ یَذْکُرُ رَبَّہٗ مَثَلُ الْحَیِّ وَالْمَیِّتِ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا، ان دونوں کی مثال زندہ اور مُردے کی سی ہے کہ ذکر کرنے والا زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے والا مُردہ ہے۔

(اخرجہ البخاری ومسلم والبیہقی کذا فی الدر والمشکوٰۃ)۔

فائدہ: زندگی ہر شخص کو محبوب ہے اور مرنے سے ہر شخص گھبراتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ زندہ بھی مُردے کے حکم میں ہے اس کی زندگی بھی بیکار ہے ؎

زندگی نتواں گفت حیاتیکہ مراست
زندہ آنست کہ بادوست وصالے دارد

ترجمہ: کہتے ہیں کہ وہ زندگی ہی نہیں ہے جو میری ہے۔ زندہ وہ ہے جس کو دوست کا وصال حاصل ہو۔

بعض علماء نے فرمایا ہے یہ دل کی حالت کا بیان ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اس کا دل زندہ رہتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا اس کا دل مرجاتا ہے۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ تشبیہ نفع اور نقصان کے اعتبار سے ہے کہ اللہ کا ذکر کرنیوالے شخص

کو جو ستائے وہ ایسا ہے جیسا کسی زندہ کو ستائے کہ اس سے انتقام لیا جائے گا، اور وہ اپنے کیے کو بھگتے گا اور غیر ذاکر کو ستانے والا ایسا ہے جیسا مُردہ کو ستانے والا کہ وہ خود انتقام نہیں لے سکتا۔ صوفیاء کہتے ہیں کہ اس سے ہمیشہ کی زندگی مُراد ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے اخلاص کے ساتھ کرنیوالے مرتے ہی نہیں، بلکہ وہ اس دُنیا سے منتقل ہو جانے کے بعد بھی زندوں کے حکم میں رہتے جیسا کہ قرآنِ پاک میں شہید کے متعلق وارد ہوا ہے بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ اسی طرح ان کے لیے بھی ایک خاص قسم کی زندگی ہے۔

حکیم ترمذیؒ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دِل کو تر کرتا ہے اور نرمی پیدا کرتا ہے اور جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہوتا ہے تو نفس کی گرمی اور شہوت کی آگ سے خشک ہو کر سخت ہو جاتا ہے اور سارے اعضاء سخت ہو جاتے ہیں۔ طاعت سے رُک جاتے ہیں۔ اگر ان اعضاء کو کھینچو تو ٹوٹ جائیں گے جیسے کہ خشک لکڑی کہ جھکانے سے نہیں جھکتی، صرف کاٹ کر جلا دینے کے کام کی رہ جاتی ہے۔

(۶) عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا فِیْ حِجْرِہٖ دَرَاھِمُ یَقْسِمُھَا وَاٰخَرُ یَذْکُرُ اللّٰہَ کَانَ الذَّاکِرُ لِلّٰہِ اَفْضَلَ۔	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اگر ایک شخص کے پاس بہت سے روپے ہوں اور وہ ان کو تقسیم کر رہا ہو اور دوسرا شخص اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو ذکر کرنے والا افضل ہے۔

(اخرجہ الطبرانی کذا فی الدر وفی مجمع الزوائد رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ وثقوا)

فائدہ: یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا کتنی بڑی چیز کیوں نہ ہو لیکن اللہ کی یاد اس کے مقابلہ میں بھی افضل ہے پھر کس قدر خوش نصیب ہیں وہ مالدار جو اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے ہیں اور ان کو اللہ کے ذکر کی بھی توفیق نصیب ہو جائے ایک

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے بھی روزانہ بندوں پر صدقہ ہوتا رہتا ہے اور ہر شخص کو اس کی حیثیت کے موافق کچھ نہ کچھ عطا ہوتا رہتا ہے لیکن کوئی عطا اس سے بڑھ کر نہیں کہ اس کو اللہ کے ذکر کی توفیق نصیب ہو جائے۔ جو لوگ کاروبار میں مشغول رہتے ہیں، تجارت، زراعت اور ملازمت میں گھرے رہتے ہیں اگر تھوڑا بہت وقت اللہ کی یاد کے لیے اپنے اوقات میں سے نکال لیں تو کیسی مفت کی کمائی ہے دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے دو چار گھنٹے اس کام کے لیے نکال لینا کون سی مشکل بات ہے۔ آخر فضولیات اور لغویات میں بہت سا وقت خرچ ہوتا ہے اس کار آمد چیز کے واسطے وقت نکالنا کیا دشوار ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جو اللہ کے ذکر کے لیے چاند، سورج، ستارے اور سایہ کی تحقیق رکھتے ہیں یعنی اوقات کی تحقیق کا اہتمام کرتے ہیں۔ اگرچہ اس زمانہ میں گھڑی گھنٹوں کی کثرت نے اس سے بے نیاز کر دیا، پھر بھی فی الجملہ ان چیزوں کی واقفیت مناسب ہے کہ گھڑی کے خراب اور غلط ہو جانے کی صورت میں اوقات ضائع نہ ہو جائیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ زمین کے جس حصہ پر اللہ کا ذکر کیا جائے، وہ حصہ نیچے ساتوں زمینوں تک دوسرے حصوں پر فخر کرتا ہے۔

۷ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ یَتَحَسَّرُ اَہْلُ الْجَنَّۃِ اِلَّا عَلٰی سَاعَۃٍ مَّرَّتْ بِھِمْ لَمْ یَذْکُرُوا اللّٰہَ تَعَالٰی فِیْھَا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت میں جانے کے بعد اہلِ جنت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی قلق اور افسوس نہیں ہوگا بجز اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ذکر کے بغیر گزر گئی ہو۔

(اخرجہ الطبرانی والبیہقی کذا فی الدر وفی الجامع رواہ الطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی الشعب ورقم لہ بالحسن وفی مجمع الزوائد رواہ الطبرانی ورجالہ ثقات وفی شیخ الطبرانی خلاف واخرج ابن ابی الدنیا والبیہقی عن عائشۃ رض بمعناہ مرفوعا کذا فی الدر وفی الترغیب بمعناہ

عن ابی ھریرۃ موقوفاً وقال رواہ احمد باسناد صحیح ، وابن حبان والحاکم وقال صحیح علی شرط البخاری)

فائدہ:- جنت میں جانے کے بعد جب یہ منظر سامنے ہوگا کہ ایک دفعہ اس پاک نام کو لینے کا اجر وثواب کتنا زیادہ مقدار میں ہے کہ پہاڑوں کے برابر مل رہا ہے تو اس وقت اپنی اس کمائی کے نقصان پر جس قدر بھی افسوس ہوگا ظاہر ہے۔ ایسے خوش نصیب بندے بھی ہیں جن کو دنیا ہی بغیر ذکر اللہ کے اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں لکھا ہے کہ یحییٰ ابن معاذ رازیؒ اپنی مناجات میں کہا کرتے ہیں۔ اِلٰھِیْ لَا یَطِیْبُ اللَّیْلُ اِلَّا بِمُنَاجَاتِکَ وَلَا یَطِیْبُ النَّھَارُ اِلَّا بِطَاعَتِکَ وَلَا تَطِیْبُ الدُّنْیَا اِلَّا بِذِکْرِکَ وَلَا تَطِیْبُ الْاٰخِرَۃُ اِلَّا بِعَفْوِکَ وَلَا تَطِیْبُ الْجَنَّۃُ اِلَّا بِرُؤْیَتِکَ (ترجمہ) یا اللہ رات اچھی نہیں لگتی مگر تجھ سے راز ونیاز کے ساتھ اور دن اچھا معلوم نہیں ہوتا مگر تیری عبادت کے ساتھ اور دنیا اچھی معلوم نہیں ہوتی مگر تیرے ذکر کے ساتھ اور آخرت بھلی نہیں مگر تیری معافی کے ساتھ اور جنت میں لطف نہیں مگر تیرے دیدار کے ساتھ۔

حضرت سرّیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جرجانیؒ کو دیکھا کہ ستّو پھانک رہے ہیں میں نے پوچھا یہ خشک ہی پھانک رہے ہو کہنے لگے کہ میں نے روٹی چبانے اور ستّو پھانکنے کا جب حساب لگایا تو چبانے میں اتنا وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے کہ اس میں آدمی ستّر مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے اس لیے میں نے چالیس برس سے روٹی کھانا چھوڑ دی ستّو پھانک کر گزر کر لیتا ہوں۔

منصورؒ بن معتمر کے متعلق لکھا ہے کہ چالیس برس تک عشاء کے بعد کسی سے بات نہیں کی ربیع بن ہیثم کے متعلق لکھا ہے کہ بیس برس تک جو بات کرتے اس کو ایک پرچہ پر لکھ لیتے اور رات کو اپنے دل سے حساب کرتے کہ کتنی بات اس میں ضروری تھی اور کتنی غیر ضروری

(۸) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ وَاَبِیْ سَعِیْدٍ رضؓ اَنَّھُمَا شَھِدَا عَلٰی رَسُوْلِ

حضرت ابوہریرۃ رضؓ اور حضرت ابوسعیدؓ دونوں حضرات اس کی گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے

اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ لَا یَقْعُدُ قَوْمٌ یَّذْکُرُوْنَ اللہَ اِلَّا حَفَّتْھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَغَشِیَتْھُمُ الرَّحْمَۃُ وَنَزَلَتْ عَلَیْھِمُ السَّکِیْنَۃُ وَذَکَرَھُمُ اللہُ فِیْمَنْ عِنْدَہٗ. اخرجہ ابن ابی شیبۃ و احمد و مسلم والترمذی وابن ماجۃ والبیھقی کذا فی الدر والحصن والمشکوٰۃ وفی حدیث طویل لابی ذرٍّ اُوْصِیْکَ بِتَقْوَی اللہِ فَاِنَّہٗ رَأْسُ الْاَمْرِ کُلِّہٖ وَعَلَیْکَ بِتِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ وَذِکْرِ اللہِ فَاِنَّہٗ ذِکْرٌ لَّکَ فِی السَّمَآءِ وَنُوْرٌ لَّکَ فِی الْاَرْضِ الحدیث ذکرہ فی الجامع الصغیر بروایۃ الطبرانی وعبد بن حمید فی تفسیرہ ورقم لہ بالحسن

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، ارشاد فرماتے تھے جو جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو فرشتے اس جماعت کو سب طرف سے گھیر لیتے ہیں اور رحمت انکو ڈھانپ لیتی ہے اور سکینہ ان پر نازل ہوتی ہے اور اللہ جل شانہٗ ان کا تذکرہ اپنی مجلس میں تفاخر کے طور پر فرماتے ہیں حضرت ابوذرؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں تجھے اللہ کے تقوے کی وصیت کرتا ہوں کہ تمام چیزوں کی جڑ ہے اور قرآن شریف کی تلاوت اور اللہ کے ذکر کا اہتمام کر کہ اس سے آسمانوں میں تیرا ذکر ہوگا اور زمین میں نور کا سبب بنے گا۔ اکثر اوقات چپ رہا کر کہ بھلائی بغیر کوئی کلام نہ ہو۔ یہ بات شیطان کو دور کرتی ہے اور دین کے کاموں میں مددگار ہوتی ہے زیادہ ہنسی سے بھی بچتا رہ کہ اس سے دل مرجاتا ہے اور چہرہ کا نور جاتا رہتا ہے، جہاد کرتے رہنا میری امت کی فقیری یہی ہے مسکینوں سے محبت رکھنا ان کے پاس اکثر بیٹھتے رہنا

اور اپنے سے کم حیثیت لوگوں پر نگاہ رکھنا اور اپنے سے اونچے لوگوں پر نگاہ نہ کرنا کہ اس سے اللہ

کی ان نعمتوں کی ناقدری پیدا ہوتی ہے جو اللہ نے تجھے عطا فرمائی ہیں۔

قرابت والوں سے تعلقات جوڑنے کی فکر رکھنا وہ اگرچہ تجھ سے تعلقات توڑدیں۔ حق بات کہنے میں تردد نہ کرنا گو کسی کو کڑوی لگے۔ اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کی پرواہ نہ کرنا تجھے خود بینی دوسروں کے عیوب پر نظر نہ کرنے والے اور جس عیب میں خود مبتلا ہو اس میں دوسرے پر غصہ نہ کرنا۔

اے ابوذر رضی حسن تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقل مندی نہیں اور ناجائز امور سے بچنا بہترین پرہیزگاری ہے اور خوش خلقی کے برابر کوئی شرافت نہیں۔

فائدہ: سکینہ کے معنی سکون و وقار کے ہیں یا کسی مخصوص رحمت کے جس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں جن کو میں اپنے رسالہ چہل حدیث جدیدہ در فضائل قرآن میں لکھ چکا ہوں امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ کوئی ایسی مخصوص چیز ہے جو طمانیت، رحمت وغیرہ سب کو شامل ہے اور ملائکہ کے ساتھ اترتی ہے حق تعالیٰ شانہٗ کا ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے تفاخر کے طور پر فرمانا ایک تو اس وجہ سے ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت عرض کیا تھا کہ یہ لوگ دنیا میں فساد کریں گے جیسا کہ پہلی حدیث کے ذیل میں گزر چکا ہے دوسرے اس وجہ سے ہے کہ فرشتوں کی جماعت اگر سراپا عبادت، سراپا بندگی و اطاعت ہے لیکن ان میں معصیت کا مادہ بھی نہیں ہے اور انسان میں چونکہ دونوں مادے موجود ہیں اور غفلت اور نافرمانی کے اسباب اس کو گھیرے ہوئے ہیں۔ شہوتیں لذتیں اس کا جزو ہیں اس لیے اس سے ان سب کے مقابلہ میں جو عبادت اور اطاعت ہو اور جو معصیت کا مقابلہ ہو وہ زیادہ قابلِ مدح اور قابلِ قدر ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ نے جنت کو بنایا تو حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد ہوا کہ اس کو دیکھ کر آؤ۔ انہوں نے آکر عرض کیا۔ یا اللہ آپ کی عزت کی قسم جو شخص بھی اس کی خبر سن لے گا اس میں جائے بغیر نہیں رہے گا۔ یعنی لذتیں، راحتیں، فرحتیں نعمتیں جس قدر اس میں رکھی گئی ہیں ان کے سننے اور یقین آجانے کے بعد کون ہوگا۔ جو اس میں جانے کی انتہائی کوشش نہ کرے گا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کو مشقتوں سے ڈھانک دیا کہ نمازیں پڑھنا، روزے رکھنا جہاد کرنا، حج کرنا وغیرہ اس پر سوار کر دیئے گئے

کہ ان کو بجالاؤ تو جنت میں جاؤ اور پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ارشاد ہوا کہ اب دیکھو انہوں نے عرض کیا کہ اب تو یا اللہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کوئی اس میں جا ہی نہ سکے گا۔ اسی طرح جب جہنم کو بنایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اس کے دیکھنے کا حکم ہوا، وہاں کے عذاب، وہاں کے مصائب، گندگیاں اور تکلیفیں دیکھ کر انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ آپ کی عزت کی قسم جو شخص اس کے حالات سن لے گا کبھی بھی اس کے پاس نہ جائے گا حق سبحانہٗ وتقدس نے دنیا کی لذتوں سے اس کو ڈھانک دیا کہ زنا کرنا، شراب پینا، ظلم کرنا، احکام پر عمل نہ کرنا وغیرہ وغیرہ کا پردہ اس پر ڈال دیا گیا، پھر ارشاد ہوا کہ اب دیکھو، انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ اب تو مجھے اندیشہ ہو گیا کہ شاید ہی کوئی اس سے بچے۔ اسی وجہ سے کوئی بندہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے، گناہ سے بچتا ہے تو اس ماحول کے اعتبار سے جس میں وہ ہے قابلِ قدر ہوتا ہے اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ اظہارِ مسرت فرماتے ہیں جن فرشتوں کا اس حدیثِ پاک میں اور اس قسم کی بہت سی حدیثوں میں ذکر آیا ہے وہ فرشتوں کی ایک خاص جماعت ہے جو اسی کام پر متعین ہے کہ جہاں اللہ کے ذکر کی مجلس ہو، اللہ کا ذکر کیا جا رہا ہو وہاں جمع ہوں اور اس کو سنیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت متفرق طور پر پھرتی رہتی ہے اور جس جگہ اللہ کا ذکر سنتی ہے اپنے ساتھیوں کو آواز دیتی ہے کہ آجاؤ اس جگہ تمہارا مقصود اور غرض موجود ہے اور ایک دوسرے پر جمع ہوتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ آسمان تک ان کا حلقہ پہنچ جاتا ہے جیسا کہ تیسرے باب کی دوسری فصل کے نمبر ۴ پر آ رہا ہے۔

(۹) عَنْ مُعٰوِيَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ عَلٰى حَلْقَةٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ فَقَالَ مَا اَجْلَسَكُمْ قَالُوْا جَلَسْنَا نَذْكُرُ اللّٰهَ وَنَحْمَدُهٗ عَلٰى

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے عرض کیا کہ اللہ جل شانہٗ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد و ثنا کر رہے ہیں۔

مَا هَدٰنَا لِلْاِسْلَامِ وَ مَنَّ بِهٖ عَلَيْنَا قَالَ اللّٰهُ مَا اَجْلَسَكُمْ اِلَّا ذٰلِكَ قَالُوْا اللّٰهِ مَا اَجْلَسَنَا اِلَّا ذٰلِكَ قَالَ اَمَا اِنِّىْ لَمْ اَسْتَحْلِفْكُمْ تُهْمَةً لَّكُمْ وَلٰكِنْ اَتَانِىْ جِبْرَئِيْلُ فَاَخْبَرَنِىْ اَنَّ اللّٰهَ يُبَاهِىْ بِكُمُ الْمَلَائِكَةَ (اخرجه ابن ابى شيبه واحمد ومسلم والترمذى والنسائى كذا فى الدر والمشكوٰة)	کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا. یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا. کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو صحابہؓ نے عرض کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہیں. حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بدگمانی کی وجہ سے میں نے تم لوگوں کو قسم نہیں دی. بلکہ جبرئیلؑ میرے پاس ابھی آئے تھے اور یہ خبر سنا گئے کہ اللہ جلّ شانہٗ تم لوگوں کی وجہ سے ملائکہ پر فخر فرما رہے ہیں

فائدہ:- یعنی میں نے جو قسم دے کر پوچھا اس سے مقصود اہتمام اور تاکید تھی، کہ ممکن ہے کوئی اور خاص بات بھی اس کے علاوہ ہو اور وہ بات اللہ جل شانہٗ کے فخر کا سبب ہو اب معلوم ہوگیا کہ صرف یہ تذکرہ ہی سبب فخر ہے کس قدر خوش قسمت تھے وہ لوگ جن کی مقبول عبادتیں تھیں اور ان کی حمد و ثنا پر حق تعالیٰ شانہٗ کے فخر کی خوشخبری ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے دنیا ہی میں معلوم ہو جاتی تھی اور کیوں نہ ہوتا کہ ان حضرات کے کارنامے اسی کے مستحق تھے، ان کے کارناموں کا مختصر تذکرہ میں اپنے رسالہ حکایاتِ صحابہؓ میں نمونہ کے طور پر لکھ چکا ہوں۔

مُلّا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ فخر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ لوگ باوجودیکہ نفس ان کے ساتھ ہے، شیطان ان پر مسلط ہے شہوتیں ان میں موجود ہیں، دنیا کی ضرورتیں ان کے پیچھے لگی ہوئی ہیں، ان سب کے باوجود میرے ذکر سے نہیں ہٹتے۔ تمہارا ذکر و تسبیح اس لحاظ سے کہ تمہارے لیے کوئی مانع بھی ان میں سے نہیں ہے ان کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہے۔

(۱۰) عَنْ اَنَسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ قَوْمٍ اِجْتَمَعُوْا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ لَا یُرِیْدُوْنَ بِذٰلِکَ اِلَّا وَجْھَہٗ اِلَّا نَادَاھُمْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَاءِ اَنْ قُوْمُوْا مَغْفُوْرًا لَّکُمْ قَدْ بُدِّلَتْ سَیِّئَاتُکُمْ حَسَنَاتٍ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بھی لوگ اللہ کے ذکر کے لیے مجتمع ہوں اور ان کا مقصود صرف اللہ ہی کی رضا ہو، تو آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ تم لوگ بخش دیے گئے، اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔

(اخرجہ احمد والبزار وابو یعلی والطبرانی واخرجہ الطبرانی عن سہل بن الحنظلیۃ ایضاً واخرجہ البیہقی عن عبد اللّٰہ رض بن مغفل وزادہ) مَا مِنْ قَوْمٍ اِجْتَمَعُوْا فِیْ مَجْلِسٍ فَتَفَرَّقُوْا وَلَمْ یَذْکُرُوا اللّٰہَ اِلَّا کَانَ ذٰلِکَ عَلَیْھِمْ حَسْرَۃً یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ۔

دوسری حدیث میں ہے اس کے بالمقابل جو اجتماع ایسا ہو کہ اس میں اللہ پاک کا کوئی ذکر ہو ہی نہیں تو یہ اجتماع قیامت کے روز حسرت و افسوس کا سبب ہوگا۔

(کذا فی الدر قال المنذری رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط ورواتہ محتج بھم فی الصحیح وفی الباب عن ابی ھریرۃ احمد وابن حبان وغیرھما وصححہ الحاکم علی شرط مسلم فی موضع وعلی شرط البخاری فی موضع اخری وعزا السیوطی فی الجامع حدیث سہل الی الطبرانی والبیہقی فی الشعب والضیاء۔ ورقم لہ بالحسن وفی الباب ایات ذکرھا فی مجمع الزوائد۔

فائدہ:- یعنی اس اجتماع کی بے برکتی اور اضاعت پر حسرت ہوگی اور کیا بعید ہے کہ وبال سبب کسی وجہ سے بن جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس مجلس میں اللہ کا ذکر نہ ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ ہو اس مجلس والے ایسے ہیں جیسے مرے ہوئے گدھے پر سے اٹھے ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مجلس کا کفارہ یہ ہے کہ اس اختتام پر یہ دعا پڑھے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ

اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو بھی مجلس ایسی ہو جس میں اللہ کا ذکر، حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ ہو وہ مجلس قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہوگی۔ پھر حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے چاہے مغفرت فرمادیں چاہے مطالبہ اور عذاب فرمادیں۔ ایک حدیث ہے کہ مجلسوں کا حق ادا کیا کرو اور وہ یہ ہے کہ اللہ کا ذکر ان میں کثرت سے کرو۔ راہگیروں کو (بوقتِ ضرورت) راستہ بتاؤ (ناجائز چیز سامنے آجائے تو) آنکھیں بند کرلو (یا نیچی کرلو کہ اس پر نگاہ نہ پڑے)

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو یہ چاہے کہ اس کا ثواب بہت بڑی ترازو میں تُلے (یعنی ثواب بہت زیادہ مقدار میں ہو کہ وہی بڑی ترازو میں تلے گا۔ معمولی چیز تو بڑی ترازو کے پاسنگ میں آجائے گی) اس کو چاہیئے کہ مجلس کے اختتام پر یہ دعا پڑھا کرے۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ حدیثِ بالا میں برائیوں کو نیکیوں سے بدل دینے کی بشارت بھی ہے۔ قرآنِ پاک میں بھی سورۂ فرقان کے ختم پر مومنین کی چند صفات ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے۔ فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ (پس یہی لوگ ہیں جن کی برائیوں کو حق تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں)

اس آیت شریفہ کے متعلق علمائے تفسیر کے چند اقوال ہیں۔

ایک یہ کہ سیّئات معاف فرمادی جائیں گی اور حسنات باقی رہ جائیں گی۔ گویا یہ بھی تبدیلی ہے کہ سیئہ کوئی باقی نہیں رہی۔ دوسرے یہ کہ ان لوگوں کو بجائے بُرے اعمال کرنے کے نیک اعمال کی توفیق حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں نصیب ہوگی جیسا کہ بولتے ہیں کہ گرمی کے بجائے سردی ہوگئی۔ تیسرے یہ کہ ان کی عادتوں کا تعلق بجائے بُری چیزوں کے اچھی چیزوں کے ساتھ وابستہ ہوجاتا ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ آدمی کی عادتیں طبعی ہوتی ہیں جو بدلتی نہیں۔ اسی وجہ سے ضرب المثل ہے "جبل گردد جبلت نہ گردد" اور یہ مثل

بھی ایک حدیث سے ماخوذ ہے جس میں ارشاد ہے کہ تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا اور دوسری جگہ چلا گیا تو اس کی تصدیق کرلو لیکن اگر سنو کہ طبیعت بدل گئی تو اس کی تصدیق نہ کرو۔ گویا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ عادت کا زائل ہونا پہاڑ کے زائل ہونے سے بھی زیادہ مشکل ہے اس کے بعد پھر اشکال ہوتا ہے کہ صوفیا اور مشائخ جو عادات کی اصلاح کرتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ عادتیں نہیں بدلتیں بلکہ ان کا تعلق بدل جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کے مزاج میں غصہ ہے، وہ مشائخ کی اصلاح اور مجاہدوں سے ایسا ہو جائے کہ غصہ بالکل باقی نہ رہے یہ تو دشوار ہے۔ ہاں اس غصّہ کا تعلق پہلے سے جن چیزوں کے ساتھ تھا مثلاً بے جا ظلم تکبر وغیرہ اب بجائے ان کے اللہ کی نافرمانیوں پر اس کے احکام کی خلاف ورزی وغیرہ وغیرہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ وہی حضرت عمر رضؓ جو ایک زمانہ میں مسلمانوں کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے تھے ایمان کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے کفار۔ فساق پر اسی طرح ٹوٹتے تھے۔ اسی طرح اور اخلاق کا بھی حال ہے۔ اس توضیح کے بعد اب مطلب یہ ہوا کہ حق تعالیٰ شانہٗ ایسے لوگوں کے اخلاق کا تعلق بجائے معاصی کے حسنات سے فرما دیتے ہیں چوتھے یہ کہ حق تعالیٰ شانہٗ ان کو اپنی برائیوں پر توبہ کی توفیق عطا فرماتے ہیں جس کی وجہ سے پرانے پرانے گناہ یاد آکر ندامت اور توبہ کا سبب ہوتا ہے اور ہر گناہ کے بدلے ایک توبہ جو عبادت ہے اور نیکی ہے ثبت ہو جاتی ہے۔ پانچویں یہ ہے اگر مولائے کریم کو کسی کی کوئی ادا پسند ہوا اور اس کو اپنے فضل سے بُرائیوں کے برابر نیکیاں دے تو کسی کے باپ کا کیا اجارہ ہے، وہ مالک ہے بادشاہ ہے، قدرت والا ہے اس کی رحمت کی وسعت کا کیا کہنا۔ اُس کی مغفرت کا دروازہ کون بند کر سکتا ہے۔ اس کی عطا کو کون روک سکتا ہے جو دے رہا ہے وہ اپنی ہی ملک سے دیتا ہے اس کو اپنی قدرت کے مظاہر بھی دکھانا ہیں۔ اپنی مغفرت کے کرشمے بھی اسی دن ظاہر کرنا ہیں۔ احادیث میں محشر کا نظارہ اور حساب کی جانچ مختلف طریقوں سے وارد ہوئی ہے جس کو بہجۃ النفوس نے مختصر طور پر نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ حساب چند انواع پر منقسم ہوگا۔ ایک نوع یہ ہوگی کہ بعض بندوں سے نہایت مخفی رحمت کے پردہ میں محاسبہ ہوگا اور ان کے گناہ ان کو گنوائے جائیں گے

اور کہا جائے گا کہ تو نے فلاں وقت یہ گناہ کیا، فلاں وقت ایسا کیا اور اس کو اقرار بغیر چارہ نہ ہوگا، حتیٰ کہ وہ گناہوں کی کثرت سے یہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہو گیا تو ارشاد ہوگا کہ ہم نے دنیا میں بھی تجھ پر ستاری کی آج بھی ستاری کرتے ہیں اور معاف کرتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ شخص اور اس جیسا جو ہوگا وہ حساب کے مقام سے واپس جائیگا تو لوگ دیکھ کر کہیں گے کہ یہ کیسا بندہ مبارک ہے کہ اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں، اس لیے کہ ان کو اس کے گناہوں کی خبر ہی نہ ہوئی۔ اسی طرح ایک نوع ایسی ہوگی کہ ان کے لیے چھوٹے بڑے گناہ ہوں گے، اس کے بعد ارشاد ہوگا کہ اچھا ان کے چھوٹے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دو تو وہ جلدی سے کہیں گے کہ ابھی اور بھی گناہ ایسے ہیں جو یہاں ذکر نہیں کیے گئے۔ اسی طرح اور انواع کا ذکر کیا ہے کہ کس کس طرح سے پیشی اور حساب ہوگا۔ حدیث میں ایک قصہ آتا ہے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اس کو پہچانتا ہوں، جو سب سے اخیر میں جہنم سے نکالا جائے گا، اور سب سے اخیر میں جنت میں داخل کیا جائیگا، ایک شخص کو بلایا جائے گا اور فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اس کے بڑے بڑے گناہ تو ابھی ذکر نہ کیے جائیں، چھوٹے چھوٹے گناہ اس کے سامنے پیش کیے جائیں، ان پر باز پرس کی جائے۔ چنانچہ یہ شروع ہو جائے گا اور ایک ایک گناہ وقت کے حوالہ کے ساتھ اس کو جتایا جائیگا، وہ انکار کیسے کر سکتا ہے اقرار کرتا جائے گا۔ اتنے میں ارشادِ ربّی ہوگا، کہ اس کو ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی دی جائے تو جلدی سے کہے گا کہ ابھی تو اور بھی بہت سے گناہ باقی ہیں ان کا تو ذکر ہی نہیں آیا۔ اس قصہ کو نقل فرماتے ہوئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی ہنسی آگئی۔

اس قصے میں اوّل تو جہنم میں سب سے اخیر میں نکلنا ہے یہی کیا کم سزا ہے دوسرے کیا معلوم کون خوش قسمت ایسا ہو سکتا ہے کہ جس کے گناہوں کی تبدیلی ہو اس لیے اللہ کی پاک ذات سے اُمید کرتے ہوئے فضل مانگتے رہنا بندگی کی شان ہے لیکن اس پر مطمئن ہونا جرأت ہے، البتہ سیئات کو حسنات سے بدلنے کا سبب اخلاص سے مجالس ذکر میں حاضری حدیثِ بالا سے معلوم ہوتی ہے لیکن اخلاص بھی اللہ ہی کی

عطا سے ہو سکتا ہے

ایک ضروری بات یہ ہے کہ جہنّم سے اخیر میں نکلنے کے بارے میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں لیکن ان میں کوئی اشکال نہیں۔ ایک معتد بہ جماعت اگر نکلے تو بھی ہر شخص اخیر میں نکلنے والا ہے اور جو قریب اخیر کے نکلے وہ بھی اخیر ہی کہلاتا ہے۔ نیز خاص خاص جماعت کا اخیر بھی مراد ہو سکتا ہے۔ اس حدیث میں اہم مسئلہ اخلاص کا ہے اور اخلاص کی قید اور بھی بہت سی احادیث میں اس رسالہ میں نظر سے گزرے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اخلاص ہی کی قدر ہے جس درجہ کا اخلاص ہوگا، اسی درجہ کی عمل کی قیمت ہوگی۔ صوفیہ کے نزدیک اخلاص یہ ہے کہ گناہوں سے روک دے۔ بہجۃ النفوس میں لکھا ہے ایک بادشاہ کے لیے جو نہایت ہی جابر اور متشدد تھا۔ ایک جہاز میں بہت سی شراب لائی جا رہی تھی، ایک صاحب کا اس جہاز پر گزر ہوا انہوں نے جس قدر مٹکیاں شراب سے بھری ہوئی تھیں سب ہی توڑ دیں ایک چھوڑ دی۔ کسی شخص کی ہمت ان کو روکنے کی نہ پڑی۔ لیکن اس پر حیرت تھی کہ اس بادشاہ کے تشدّد کا مقابلہ بھی کوئی نہ کر سکتا تھا۔ پھر اس نے کس طرح جرأت کی۔ بادشاہ کو اطلاع دی گئی۔ اس کو بھی تعجب ہوا اوّلاً اس بات پر کہ اس کے مال پر کس طرح ایک معمولی آدمی نے جرأت کی اور پھر اس پر کہ ایک مٹکی کیوں چھوڑ دی۔ ان صاحب کو بلایا گیا پوچھا کہ یہ کیوں کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میرے دل میں اس کا تقاضا ہوا اس لیے ایسا کیا۔ تمہارا جو دل چاہے سزا دے دو۔ اس نے پوچھا کہ یہ ایک کیوں چھوڑ دی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے اوّلاً اسلامی غیرت کا تقاضا تھا اس لیے میں توڑتا رہا جب ایک رہ گئی تو میرے دل میں ایک خوشی سی پیدا ہوئی کہ میں نے ایک ناجائز کام کو مٹا دیا تو مجھے اس کے توڑنے میں یہ شبہ ہوا کہ یہ حظِ نفس دل کی خوشی کی وجہ سے ہے اس لیے ایک کو چھوڑ دیا۔ بادشاہ نے کہا اس کو چھوڑ دو یہ مجبور تھا۔

احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ ایک جماعت اس کے پاس آئی اور کہا کہ یہاں ایک قوم ہے جو ایک درخت کو پوجتی ہے۔ یہ سن کر اس کو غصہ آیا اور کلہاڑا کندھے پر رکھ کر اس کو کاٹنے کے

لیے چل دیا، راستہ میں شیطان ایک پیر مرد کی صورت میں ملا۔ عابد سے پوچھا کہاں جا رہے ہو اس نے کہا کہ فلاں درخت کاٹنے جاتا ہوں۔ شیطان نے کہا تمہیں اس درخت سے کیا واسطہ تم اپنی عبادت میں مشغول رہو تم نے اپنی عبادت کو ایک مہمل کام کے واسطے چھوڑ دیا۔ عابد نے کہا یہ بھی عبادت ہے۔ شیطان نے کہا میں نہیں کاٹنے دوں گا چنانچہ دونوں میں مقابلہ ہوا اور عابد اس کے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے خود کو عاجز دیکھ کر خوشامد کی اور کہا اچھا بات سن لے۔ عابد نے اس کو چھوڑ دیا۔ شیطان نے کہا کہ اللہ نے تجھ پر اس کو فرض تو کیا نہیں۔ تیرا اس سے کوئی نقصان نہیں، تو اس کی پرستش نہیں کرتا۔ اللہ کے بہت سے نبی ہیں۔ اگر وہ چاہتا تو کسی نبی کے ذریعہ سے اس کو کٹوا دیتا۔ عابد نے کہا میں ضرور کاٹوں گا۔ پھر مقابلہ ہوا وہ عابد پھر اس کے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے کہا اچھا سن ایک فیصلہ والی بات تیرے نفع کی کہوں، اس نے کہا کہ شیطان نے کہا تو غریب ہے دنیا پر بوجھ بنا ہوا ہے تو اس کام سے باز آ میں تجھے روزانہ تین دینار (اشرفی) دیا کرونگا، جو روزانہ تیرے سرہانے رکھے ہوئے ملا کریں گے۔ تیری بھی ضرورتیں پوری ہو جائیں گی۔ اپنے اعزہ پر بھی احسان کر سکے گا فقیروں کی مدد کر سکے گا اور بہت سے ثواب کے کام کر سکیگا اس میں ایک ثواب ہوگا اور وہ بھی بیکار کہ وہ لوگ پھر دوسرا درخت لگالیں گے۔ عابد کی سمجھ میں آگیا قبول کر لیا۔ دو دن وہ ملے تیسرے دن سے ندارد۔ عابد کو غصہ آیا اور کلہاڑی لے کر پھر چلا راستہ میں وہ بوڑھا پھر ملا، پوچھا کہاں جا رہا ہے عابد نے بتایا اسی درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں بوڑھے نے کہا تو اس کو نہیں کاٹ سکتا، دونوں میں جھگڑا ہوا وہ بوڑھا غالب آگیا اور عابد کے سینہ پر چڑھ گیا۔ اس بوڑھے نے کہا کہ پہلی مرتبہ تیرا غصہ خالص اللہ کے واسطے تھا۔ اس لیے اللہ جل شانہ نے مجھے مغلوب کر دیا تھا۔ اس مرتبہ اس دیناروں کا دخل تھا اس لیے تو مغلوب ہوا۔ حق یہ ہے کہ جو کام خالص اللہ کے واسطے کیا جاتا ہے اس میں بڑی قوت ہوتی ہے۔

(۱۱) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ   نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا عَمِلَ اٰدَمِیٌّ عَمَلاً اَنْجٰی لَہٗ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ

کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذابِ قبر سے زیادہ نجات دینے والا نہیں ہے۔

واخرجہ احمد کذا فی الدر والی احمد عزاہ فی الجامع الصغیر بلفظ انجی لہ من عذاب اللّٰہ و رقم بالصحتہ وفی مجمع الزوائد رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح الا ان زیادا لم یدرک معاذا ثم ذکرہ بطریق اٰخر وقال رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح قلت وفی المشکوٰۃ عنہ موقوفا بلفظ مَا عَمِلَ الْعَبْدُ عَمَلاً اَنْجٰی لَہٗ مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وقال رواہ مالک والترمذی وابن ماجۃ اھ قلت وھکذا رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد وقراہ علیہ الذھبی وفی المشکوٰۃ بروایۃ البیھقی فی الدعوات عن ابن عمر مرفوعا بمعناہ قال القاری رواہ ابن ابی شیبۃ وابن ابی الدنیا وذکرہ فی الجامع الصغیر بروایۃ البیھقی فی الشعب ورقم لہ بالضعف وزاد فی اولہ لکل شئی سقالۃ وسقالۃ القلوب ذکر اللّٰہ وفی مجمع الزوائد بروایۃ جابر مرفوعا نحوہ وقال رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط ورجالھما رجال الصحیح اھ)

فائدہ:- عذابِ قبر کتنی سخت چیز ہے اس سے وہی لوگ واقف ہیں جن کے سامنے وہ احادیث ہیں جو عذابِ قبر کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ حضرت عثمان رضؓ جب کسی قبر پر تشریف لے جاتے تو اس قدر روتے کہ داڑھی مبارک تر ہو جاتی۔ کسی نے پوچھا کہ آپ جنت، دوزخ کے ذکر سے ایسا نہیں روتے جیسا کہ قبر کے سامنے آجانے سے روتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قبر آخرت کی منزلیں میں سب سے پہلی منزل ہے جو شخص اس سے نجات پالے بعد کی سب منزلیں اس پر سہل ہو جاتی ہیں اور جو اس سے نجات نہ پائے بعد کی منزلیں دشوار ہی ہوتی جاتی ہیں۔ پھر آپ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پاک ارشاد سنایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے تھے کہ میں نے کوئی منظر قبر سے زیادہ گھبراہٹ والا نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہ رضؓ ارشاد فرماتی ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد عذابِ قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ حضرت زید رضؓ ارشاد فرماتے ہیں

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم ڈر اور خوف کی وجہ سے مُردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے، ورنہ میں اس کی دعا کرتا کہ اللہ جل شانہٗ تمہیں بھی عذابِ قبر سنا دے آدمیوں اور جنات کے سوا اور جاندار عذابِ قبر کو سنتے ہیں:

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ سفر میں تشریف لے جا رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بدکنے لگی، کسی نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو کیا ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی کو قبر کا عذاب ہو رہا ہے اس کی آواز سے بدکنے لگی۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے تو چند آدمیوں کو دیکھا کہ کھلکھلا کر ہنس رہے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو اکثر یاد کیا کرو تو یہ بات نہ ہو کوئی دن قبر پر ایسا نہیں گزرتا جس میں وہ یہ اعلان نہیں کرتی کہ میں غربت کا گھر ہوں، تنہائی کا گھر ہوں، کیڑوں اور جانوروں کا گھر ہوں جب کوئی مؤمن (کامل ایمان والا) دفن ہوتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے تیرا آنا مبارک ہے، تو نے بہت ہی اچھا کیا کہ آ گیا۔ جتنے لوگ میری پشت پر (یعنی زمین پر) چلتے تھے تو ان سب میں مجھے بہت زیادہ محبوب تھا۔ آج تو میرے سپرد ہوا تو میرا حُسنِ سلوک بھی دیکھے گا اس کے بعد وہ اس قدر وسیع ہو جاتی ہے کہ منتہائے نظر تک کھل جاتی ہے اور جنت کا ایک دروازہ اس میں کھل جاتا ہے جس سے وہاں کی ہوائیں اور خوشبوئیں وغیرہ پہونچتی رہتی ہیں اور جب کافر یا فاجر دفن کیا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے کہ تیرا آنا منحوس اور نامبارک ہے کیا ضرورت تھی تیرے آنے کی، جتنے آدمی میری پشت پر چلتے تھے سب میں زیادہ بغض مجھے تجھ سے تھا۔ آج تو میرے حوالہ ہوا میرا معاملہ بھی دیکھے گا۔ اس کے بعد اس کو اس قدر زور سے بھینچتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں جس طرح ہاتھ میں ہاتھ ڈالنے سے انگلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں۔ اس کے بعد نوے یا ننانوے اژدہے اس پر مسلط ہو جاتے ہیں جو اس کو نوچتے رہتے ہیں اور قیامت تک یہی ہوتا رہے گا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر ایک اژدہا بھی ان میں سے زمین پر پھنکار مار دے تو قیامت تک زمین میں گھاس نہ اُگے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا کہ قبر جنّت کا ایک باغ ہے یا جہنّم کا ایک گڑھا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کا دو قبروں پر گزر ہوا۔ ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے ایک کو چغلخوری کے جُرم میں دُوسرے کو پیشاب کی احتیاط نہ کرنے میں (کہ بدن کو اس سے بچاتا تھا) ہمارے کتنے مہذب لوگ ہیں جو استنجے کو عیب سمجھتے ہیں اور اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ علماء نے پیشاب سے نہ بچنے کو گناہ کبیرہ بتایا ہے۔ ابنِ حجر مکی نے لکھا ہے کہ صحیح روایت میں آیا ہے کہ اکثر عذابِ قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قبر میں سب سے پہلے مطالبہ پیشاب کا ہوتا ہے بالجملہ عذابِ قبر نہایت سخت چیز ہے اور جیسا کہ اس کے ہونے میں بعض گناہوں کو خاص دخل ہے اسی طرح اس سے بچنے میں بھی بعض عبادات کو خصوصی شرافت حاصل ہے چنانچہ متعدد احادیث میں وارد ہے اور عذابِ جہنّم سے بھی حفاظت کا سبب ہے اور اللہ کے ذکر کے بارے میں تو حدیثِ بالا ہے ہی۔

(۱۲) عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیَبْعَثَنَّ اللّٰہُ اَقْوَامًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فِیْ وُجُوْھِھِمُ النُّوْرُ عَلٰی مَنَابِرِ اللُّؤْلُؤِ یَغْبِطُھُمُ النَّاسُ لَیْسُوْا بِاَنْبِیَآءَ وَلَا شُھَدَآءَ فَقَالَ اَعْرَابِیٌّ حَلِّھِمْ لَنَا نَعْرِفْھُمْ قَالَ ھُمُ الْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ مِنْ قَبَائِلَ شَتّٰی وَبِلَادٍ شَتّٰی یَجْتَمِعُوْنَ عَلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ یَذْکُرُوْنَہٗ

حضور صلّے اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ جل شانہٗ بعض قوموں کا حشر اس طرح فرمائیں گے کہ ان کے چہروں میں نور چمکتا ہوا ہوگا وہ موتیوں کے منبروں پر ہوں گے لوگ ان پر رشک کرتے ہونگے وہ انبیاء اور شہداء نہیں ہوں گے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ان کا حال بیان کر دیجئے کہ ہم ان کو پہچان لیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی محبت میں مختلف جگہوں سے مختلف خاندانوں

سے آکر ایک جگہ جمع ہو گئے ہوں اور
اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں۔

دوسری حدیث میں ہے کہ جنّت میں یاقوت کے ستون ہوں گے جن پر زبرجد (زمرد) کے بالاخانے ہوں گے، ان میں چاروں طرف دروازے کھلے ہوئے ہوں گے، وہ ایسے چمکتے ہونگے جیسے کہ نہایت روشن ستارہ چمکتا ہے، ان بالاخانوں میں وہ لوگ رہیں گے جو اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کے واسطے ایک جگہ اکٹھے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کے واسطے آپس میں ملتے جلتے ہیں۔

اخرجه الطبرانی باسناد حسن کذا فی الدر ومجمع الزوائد وشدد الترغیب للمنذری وذکر ایضًا له متابعة بروایة عمرو بن عبسة عند الطبرانی مرفوعًا قال المنذری واسناده مقارب لا بأس به ورقم لحدیث عمرو بن عبسة فی الجامع الصغیر بالحسن وفی مجمع الزوائد رجاله موثوقون وفی مجمع الزوائد عن ابی مالک الاشعری هذا الحدیث مطولًا وفیه حلهم لنا یعنی صفهم لنا شکلهم لنا فسر وجه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسؤال الاعرابی الحدیث. قال رواه احمد والطبرانی بنحوه ورجاله وثقوا قلت وفی الباب عن ابی هریرة عند البیهقی فی الشعب ان فی الجنّة لعُمُدًا مِنْ یَاقُوتٍ عَلَیْهَا غُرَفٌ مِنْ زَبَرْجَدٍ لَهَا اَبْوَابٌ مُفَتَّحَةٌ تُضِیْءُ کَمَا یُضِیْءُ الْکَوْکَبُ الدُّرِّیُّ یَسْکُنُهَا الْمُتَحَابُّوْنَ فِی اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْمُتَجَالِسُوْنَ فِی اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْمُتَلَاقُوْنَ فِی اللّٰہِ کذا فی الجامع الصغیر ورقم له بالضعف وذکر فی مجمع الزوائد له شواهد وکذا فی المشکوٰة۔

فائدہ: اس میں اطباء کا اختلاف ہے کہ زبرجد اور زمرّد ایک ہی پتھر کے دو نام ہیں یا ایک پتھر کی دو قسمیں ہیں یا ایک ہی نوع کے دو پتھر ہیں، بہرحال یہ ایک پتھر ہوتا ہے جو نہایت ہی روشن اور چمکدار ہوتا ہے۔ اس کے پتّے بنتے ہیں جو بازار میں چمکدار کاغذ کی طرح سے بکتے ہیں۔

آج خانقاہوں کے بیٹھنے والوں پر ہر طرح الزام ہے۔ ہر طرف سے فقرے کسے جاتے ہیں، آج انہیں جتنا دل چاہے بُرا بھلا کہہ لیں۔ کل جب آنکھ کھلے گی، اس

وقت حقیقت معلوم ہو گی کہ یہ بوریوں پر بیٹھنے والے کیا کچھ کما کر لے گئے، جب وہ ان منبروں اور بالا خانوں پر ہوں گے اور یہ ہنسنے والے گالیاں دینے والے کیا کما کر لے گئے

فسوف ترى اذا انكشف الغبار ۔۔۔ افرس تحت رجلك ام حمار

(عنقریب جب غبار ہٹ جائے گا تو معلوم ہوگا کہ گھوڑے پر سوار تھے یا گدھے پر)

ان خانقاہوں کی اللہ کے یہاں کیا قدر ہے جن پر آج چاروں طرف سے گالیاں پڑتی ہیں۔ یہ اُن احادیث سے معلوم ہوتا ہے جن میں ان کی فضیلتیں ذکر کی گئی ہیں: ایک حدیث میں وارد ہے کہ جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہو وہ آسمان والوں کے لیے ایسا چمکتا ہے جیسے زمین والوں کے لیے ستارے چمکتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ذکر کی مجالس پر جو سکینہ (ایک خاص رحمت) نازل ہوتی ہے فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں۔ رحمتِ الٰہی ان کو ڈھانک لیتی ہے اور اللہ جل شانہٗ عرش پر ان کا ذکر فرماتے ہیں۔ ابو رزین رضؓ ایک صحابی ہیں وہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے دین کی تقویت کی چیز بتاؤں جس سے تو دونوں جہان کی بھلائی کو پہنچے، وہ اللہ کا ذکر کرنیوالوں کی مجلسیں ہیں ان کو مضبوط پکڑ اور جب تو تنہا ہوا کرے تو جتنی بھی قدرت ہو اللہ کا ذکر کرتا رہ۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آسمان والے ان گھروں کو جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے ایسا چمکدار دیکھتے ہیں جیسا کہ زمین والے ستاروں کو چمکدار دیکھتے ہیں۔ یہ گھر جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے ایسے منور اور روشن ہوتے ہیں کہ اپنے نور کی وجہ سے ستاروں کی طرح چمکتے ہیں اور جن کو اللہ جل شانہٗ نور کے دیکھنے کی آنکھیں عطا فرماتے ہیں وہ یہاں بھی ان کی چمک دیکھ لیتے ہیں۔ بہت سے اللہ کے بندے ایسے ہیں جو بزرگوں کا نور، ان کے گھروں کا نور اپنی آنکھوں سے چمکتا ہوا دیکھتے ہیں چنانچہ حضرت فضیل بن عیاضؒ جو مشہور بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ جن گھروں میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہ آسمان کے نزدیک ایسا چمکتے ہیں جیسا کہ چراغ۔ شیخ عبدالعزیز دباغؒ ابھی قریب ہی زمانہ میں ایک بزرگ گزرے ہیں جو بالکل اُمّی تھے۔ مگر قرآن شریف کی آیت، حدیث قدسی، حدیث نبوی اور موضوع حدیث کو علیحدہ علیحدہ بتا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ متکلم کی زبان سے جب

لفظ نکلتے ہیں تو ان الفاظ کے نور سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کس کا کلام ہے کہ اللہ پاک کے کلام کا نور علیحدہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا نور دوسرا ہے اور دوسرے کلاموں میں یہ دونوں نور نہیں ہوتے۔

تذکرۃ الخلیل یعنی سوانح حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ میں بروایت مولانا ظفر احمد صاحب لکھا ہے کہ حضرتؒ کے پانچویں حج میں جس وقت حضرتؒ مسجد میں طوافِ قدوم کے لیے تشریف لائے تو احقر مولانا محب الدین صاحبؒ (جو اعلیحضرت مولانا الحاج امداد اللہ صاحب مہاجر مکّی نور اللہ مرقدہٗ کے خاص خلفاء میں سے تھے اور صاحبِ کشف مشہور تھے) کے پاس بیٹھا تھا۔ مولانا اس وقت درود شریف کی کتاب کھولے ہوئے اپنا ورد پڑھ رہے تھے کہ دفعۃً میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے، اس وقت حرم میں کون آگیا کہ دفعۃً سارا حرم انوار سے بھر گیا۔ میں خاموش رہا کہ اتنے میں حضرت طواف سے فارغ ہو کر مولانا کے پاس سے گزرے۔ مولانا کھڑے ہو گئے اور ہنس کر فرمایا کہ میں بھی تو کہوں آج حرم میں کون آگیا۔

مجالس ذکر کی فضیلت مختلف عنوانات سے بہت سی احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ افضل ترین رباط نماز ہے اور ذکر کی مجالس۔ رباط کہتے ہیں دار الاسلام کی سرحد کی حفاظت کرنے کو تاکہ کفار اس طرف سے حملہ نہ کریں۔

(۱۳) عَنْ اَنَسٍ رَضِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّۃِ فَارْتَعُوْا قَالَ وَمَا رِیَاضُ الْجَنَّۃِ قَالَ حِلَقُ الذِّکْرِ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جنّت کے باغوں پر گزرو تو خوب چرو۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) جنت کے باغ کیا ہیں ارشاد فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔

(اخرجہ احمد والترمذی وحسنہ وذکرہ فی المشکوٰۃ بروایۃ الترمذی وزاد فی الجامع الصغیر والبیھقی فی الشعب ورقم لہ بالصحۃ وفی الباب عن جابر عند ابن ابی الدنیا والبزار وابی یعلی والحاکم وصححہ والبیھقی فی الدعوات کذا فی الدر وفی الجامع الصغیر بروایۃ الطبرانی عن

ابن عباسؓ بلفظ مجالس العلم وبحلیۃ الترمذی عن ابی ھریرۃؓ بلفظ المساجد محل حلق الذکر وزاد السرتع. سُبْحَانَ اللهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ اَللهُ اَكْبَرُ۔

فائدہ: یہ مقصود یہ ہے کہ کسی خوش قسمت کی ان مجالس اور ان حلقوں تک رسائی ہو جائے تو اس کو بہت زیادہ غنیمت سمجھنا چاہیے کہ یہ دنیا ہی میں جنت کے باغ ہیں اور خوب چرو سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جیسے جانور جب کسی سبزہ زار یا کسی باغ میں چرنے لگتا ہے تو معمولی سے ہٹانے سے بھی نہیں ہٹتا بلکہ مالک کے ڈنڈے وغیرہ بھی کھاتا رہتا ہے لیکن ادھر سے منہ نہیں موڑتا۔ اسی طرح ذکر کرنے والے کو بھی دنیاوی تفکرات اور موانع کی وجہ سے ادھر سے منہ نہیں موڑنا چاہیے اور جنت کے باغ اس لیے فرمائے کہ جیسا کہ جنت میں کسی قسم کی آفت نہیں ہوتی۔ اسی طرح یہ مجالس بھی آفات سے محفوظ رہتی ہیں ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر دلوں کی شفا ہے یعنی دل میں جس قسم کے امراض پیدا ہوتے ہیں تکبر، حسد، کینہ وغیرہ سب ہی امراض کا علاج ہے۔ صاحبؒ الفوائد فی الصلات والعوائد نے لکھا ہے کہ آدمی ذکر پر مداومت سے تمام آفتوں سے محفوظ رہتا ہے اور صحیح حدیث میں آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں تمہیں ذکر اللہ کی کثرت کا حکم کرتا ہوں اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پیچھے کوئی دشمن لگ جائے اور وہ اس سے بھاگ کر کسی قلعہ میں محفوظ ہو جائے اور ذکر کرنے والا اللہ جل شانہ کا ہمنشین ہوتا ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا فائدہ ہوگا کہ وہ مالک الملک کا ہمنشین ہو جائے اس کے علاوہ اس سے شرح صدر ہو جاتا ہے دل منور ہو جاتا ہے اس کے دل کی سختی دور ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ظاہری اور باطنی منافع ہوتے ہیں جن کو بعض علماء نے سو تک شمار کیا ہے۔ انتہٰی

حضرت ابو امامہؓ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جب بھی آپ اندر جاتے ہیں یا باہر آتے ہیں یا کھڑے ہوتے ہیں یا بیٹھتے ہیں تو فرشتے آپ کیلئے دعا کرتے ہیں۔ ابو امامہؓ نے فرمایا اگر تمہارا دل چاہے تو تمہارے لیے بھی وہ دعا کر سکتے ہیں پھر یہ آیت پڑھی۔ یٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا

کَثِیْرًا سے رَحِیْمًا تک گویا اس طرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت اور ملائکہ کی دعا تمہارے ذکر پر متفرع ہے جتنا تم ذکر کرو گے اتنا ہی اُدھر سے ذکر ہوگا۔

(۱۴) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَجِزَ مِنْكُمْ عَنِ اللَّيْلِ اَنْ يُّكَابِدَهٗ وَبَخِلَ بِالْمَالِ اَنْ يُّنْفِقَهٗ وَجَبُنَ عَنِ الْعَدُوِّ اَنْ يُّجَاهِدَهٗ فَلْيُكْثِرْ ذِكْرَ اللّٰهِ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو تم میں سے عاجز ہو راتوں کو محنت کرنے سے اور بخل کی وجہ سے مال بھی نہ خرچ کیا جاتا ہو (یعنی نفلی صدقات) اور بزدلی کی وجہ سے جہاد میں بھی شرکت نہ کر سکتا ہو اس کو چاہیے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرے۔

(رواہ الطبرانی والبیہقی والبزار واللفظ لہ وفی سندہ ابو یحییٰ القتات وبقیۃ محتج بھم فی الصحیح کذا فی الترغیب قلت ھو من رواہ البخاری فی الادب المفرد والترمذی وابی داؤد وابن ماجۃ وثقہ ابن معین وضعفہ اٰخرون وفی التقریب لین الحدیث وفی مجمع الزوائد رواہ البزار والطبرانی وفیہ القتات فقد وثق وضعفہ الجمھور وبقیۃ رجال البزار رجال الصحیح)

فائدہ:- یعنی ہر قسم کی کوتاہی جو عبادات نفلیہ میں ہوتی ہے اللہ کے ذکر کی کثرت اس کی تلافی کر سکتی ہے۔ حضرت انسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ اللہ کا ذکر ایمان کی علامت ہے اور نفاق سے برأت ہے اور شیطان سے حفاظت ہے اور جہنم کی آگ سے بچاؤ ہے اور انہیں منافع کی وجہ سے اللہ کا ذکر بہت سی عبادتوں سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ بالخصوص شیطان کے تسلط سے بچنے میں اس کو خاص دخل ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ شیطان گھٹنے جمائے ہوئے آدمی کے دل پر مسلط رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو یہ عاجز و ذلیل ہو کر پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ آدمی غافل ہوتا ہے تو یہ وسوسے ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔ اسی لیے صوفیاء کرام ذکر کی کثرت کراتے ہیں تاکہ قلب میں اس کے وساوس کی گنجائش نہ رہے اور وہ اتنا قوی ہو جائے کہ اس کا مقابلہ کر سکے۔ یہی راز ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے یہ قوت

قلب یہ اعلیٰ درجہ پر حاصل تھی تو ان کو ضربیں لگانے کی ضرورت پیش نہ آئی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے جتنا بعد ہوتا گیا اتنی ہی قلب کے لیے اس مقوی قلب خمیرہ کی ضرورت بڑھتی گئی۔ اب قلوب اس درجہ ماؤف ہو چکے ہیں کہ بہت سے علاج سے بھی وہ درجہ قوت کا تو حاصل نہیں ہوتا لیکن جتنا بھی ہو جاتا ہے وہی لبا غنیمت ہے کہ وبائی مرض میں جس قدر بھی کمی ہو بہتر ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ نقل ہوا ہے کہ انہوں نے اللہ جل شانہٗ سے دعا کی کہ شیطان کے وسوسہ ڈالنے کی صورت ان پر منکشف ہو جائے کہ کس طرح ڈالتا ہے تو انہوں نے دیکھا کہ دل کے بائیں طرف مونڈھے کے پیچھے مچھر کی شکل سے بیٹھا ہے ایک لمبی سی سونڈ منہ پر ہے جس کو سوئی کی طرح سے دل کی طرف لے جاتا ہے، اس کو ذاکر پاتا ہے تو جلدی سے اس سونڈ کو کھینچ لیتا ہے۔ غافل پاتا ہے تو اس سونڈ کے ذریعہ سے وساوس اور گناہوں کا زہر انجکشن کے طریقہ سے دل میں بھرتا ہے۔ ایک حدیث میں بھی یہ مضمون آیا ہے کہ شیطان اپنی ناک کا اگلا حصہ آدمی کے دل پر رکھے ہوئے بیٹھا رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو ذلت سے پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب وہ غافل ہوتا ہے تو اس کے دل کو لقمہ بنا لیتا ہے۔

(۱۵) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَکْثِرُوْا ذِکْرَ اللّٰہِ حَتّٰی یَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کا ذکر ایسی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنون کہنے لگیں

دوسری حدیث میں ہے کہ ایسا ذکر کرو کہ منافق لوگ تمہیں ریاکار کہنے لگیں

(رواہ احمد و ابویعلی وابن حبان والحاکم فی صحیحہ وقال صحیح الاسناد وروی عن ابن عباس مرفوعًا بلفظ اذکروا اللہ ذکرًا یقول المنافقون انکم مراؤن رواہ الطبرانی ورواہ البیہقی عن ابی الجوزاء مرسلا کذا فی الترغیب والمقاصد الحسنۃ للسخاوی وھکذا فی الدر المنثور للسیوطی الا انہ عزا حدیث ابی الجوزاء الی عبداللہ بن احمد فی زوائد الزھد وعزاہ فی الجامع الصغیر الی سعید بن منصور فی سننہ والبیہقی الشعب ورقم لہ

بالضعف وذکرہ فی الجامع الصغیر ایضًا بروایۃ الطبرانی ابن عباس مسندًا ورقم لہ بالضعف وعزا حدیث ابی سعید الی احمد وابی یعلی فی مسندٖ وابن حبان والحاکم والبیہقی فی الشعب ورقم لہ بالحسن

فائدہ: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منافقوں یا بیوقوفوں کے ریاکار کہنے یا مجنون کہنے سے ایسی بڑی دولت کو چھوڑنا نہ چاہیئے بلکہ اس کثرت اور اہتمام سے کرنا چاہیئے کہ یہ لوگ تمہیں پاگل سمجھ کر تمہارا پیچھا چھوڑدیں اور مجنون جب ہی کہا جائے گا جب نہایت کثرت اور زور سے ذکر کیا جائے، آہستہ میں یہ بات نہیں ہو سکتی۔ ابن کثیرؒ نے حضرت عبداللہ بن عباس سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کوئی چیز بندوں پر ایسی فرض نہیں فرمائی جس کی کوئی حد مقرر نہ کردی ہو اور پھر اس کے عذر کو قبول نہ فرمالیا ہو، بجز اللہ کے ذکر کے کہ نہ اس کی کوئی حد مقرر فرمائی اور نہ عقل رہنے تک کسی کو معذور قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد ہے اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (اللہ جل شانہٗ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو) رات میں دن میں جنگل میں دریا میں سفر میں حضر میں فقر میں تونگری میں بیماری میں صحت میں آہستہ اور پکار کر اور ہر حال میں۔ حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ سے قرآن پاک کے ارشاد وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا میں منقول ہے کہ وہ سونے کی ایک تختی تھی جس پر سات سطریں لکھی ہوئی تھیں جن کا ترجمہ یہ ہے ۱: مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو موت کو جانتا ہو پھر بھی ہنسے ۲: مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہے کہ دنیا آخر ایک دن ختم ہونیوالی ہے پھر بھی اس میں رغبت کرے ۳: مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہو کہ ہر چیز مقدر سے ہے پھر بھی کسی چیز کے جاتے رہنے پر افسوس کرے، ۴ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو آخرت میں حساب کا یقین ہو پھر بھی مال جمع کرے ۵، مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو اللہ کو جانتا ہو پھر کسی اور چیز کا ذکر کرے ۶: مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو جہنم کی آگ کا علم ہو پھر بھی گناہ کرے۔ ۷: مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو جنت کی خبر ہو پھر دنیا میں کسی چیز سے راحت پائے بعض نسخوں میں یہ بھی ہے کہ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو شیطان کو دشمن سمجھے پھر بھی اس کی اطاعت کرے حافظؒ نے

حضرت جابرؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ حضرت جبرئیلؑ مجھے اللہ کے ذکر کی اس قدر تاکید کرتے رہے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ بغیر ذکر کے کوئی چیز نفع نہ دے گی، ان سب روایات سے یہ معلوم ہوا کہ ذکر کی جتنی بھی کثرت ممکن ہو دریغ نہ کرے لوگوں کے مجنوں یا ریا کار کہنے کی وجہ سے اس کو چھوڑ دینا اپنا ہی نقصان کرنا ہے۔

صوفیا ؒ نے لکھا ہے کہ یہ بھی شیطان کا ایک دھوکہ ہے کہ اول وہ ذکر سے اس خیال سے روکتا ہے کہ لوگ دیکھیں گے کوئی دیکھے گا تو کیا کہے گا وغیرہ وغیرہ۔ پھر شیطان کو روکنے کے لیے یہ ایک مستقل ذریعہ اور حیلہ مل جاتا ہے۔ اس لیے یہ تو ضروری ہے کہ دکھلانے کی نیت سے کوئی عمل نہ کرے لیکن اگر کوئی دیکھ لے تو بلا سے دیکھے اس وجہ سے چھوڑنا بھی نہ چاہیے حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ ایک صحابی ہیں جو لڑکپن میں یتیم ہو گئے تھے چچا کے پاس رہتے تھے وہ بہت اچھی طرح رکھتا تھا۔ گھر والوں سے چھپ کر مسلمان ہو گئے۔ گھر والوں کو خبر ہوئی تو چچا نے غصہ میں بالکل ننگا کر کے گھر سے نکال دیا۔ ماں بھی بیزار تھی لیکن پھر ماں تھی ننگا دیکھ کر ایک موٹی سی چادر دے دی جس کو انہوں نے دو ٹکڑے کر کے ایک سے ستر ڈھکا دوسرا اُوپر ڈال لیا اور مدینہ طیبہ حاضر ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پڑے رہا کرتے اور بہت کثرت سے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا یہ شخص ریا کار ہے کہ اس طرح ذکر کرتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں یہ اوّابین میں ہے۔ غزوہ تبوک میں انتقال ہوا۔ صحابہؓ نے دیکھا کہ رات کو قبروں کے قریب چراغ جل رہا ہے قریب جا کر دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اُترے ہوئے ہیں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو ارشاد فرما رہے ہیں کہ لاؤ اپنے بھائی کو مجھے پکڑا دو۔ دونوں حضرات نے نعش کو پکڑا دیا۔ دفن کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ سارا منظر دیکھ کر مجھے تمنا ہوئی کہ یہ نعش تو میری ہوتی حضرت فضیلؒ جو اکابر صوفیہ میں ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ کسی عمل کو اس وجہ سے نہ کرنا کہ لوگ دیکھیں گے یہ بھی ریا میں داخل ہے اور اس وجہ سے کسی عمل کو کرنا کہ لوگ دیکھیں، یہ شرک میں داخل ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض آدمی ذکر کی کنجیاں ہیں کہ جب انکی

صورت دیکھی جائے تو اللہ کا ذکر کیا جائے یعنی ان کی صورت دیکھ کر ہی اللہ کا ذکر یاد آئے ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کے ولی ہیں وہ لوگ جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آتے ہیں ایک حدیث میں آیا ہے کہ تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ کی یاد تازہ ہو ایک حدیث میں ہے کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کے دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آتے ہوں اور اس کے کلام سے علم میں ترقی ہوتی ہو اور اس کے اعمال سے آخرت کی رغبت پیدا ہوتی ہو اور یہ بات جب ہی حاصل ہو سکتی ہے جب کوئی شخص کثرت سے ذکر کا عادی ہو اور جس کو خود ہی توفیق نہ ہو اس کو دیکھ کر کیا کسی کو اللہ کی یاد آسکتی ہے بعض لوگ پکار کر ذکر نے کو بدعت اور ناجائز بتاتے ہیں، یہ خیال حدیث پر نظر کی کمی کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہے مولانا عبدالحی صاحبؒ نے ایک رسالہ سباحۃ الفکر اسی مسئلہ میں تصنیف فرمایا ہے جس میں تقریباً پچاس حدیثیں ایسی ذکر فرمائی ہیں جن سے جہر (پکار کر) ثابت ہوتا ہے البتہ یہ ضروری امر ہے کہ شرائط کے ساتھ اپنی حدود کے اندر رہے کسی کی اذیت کا سبب نہ ہو۔

(۱۶) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلُّهُ اَلْإِمَامُ الْعَادِلُ وَالشَّابُّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللهِ وَرَجُلٌ قَلْبُهُ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللهِ اجْتَمَعَا عَلَى ذٰلِكَ وَتَفَرَّقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ امْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ إِنِّي أَخَافُ اللهَ وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سات آدمی ہیں جن کو اللہ جل شانہٗ اپنی رحمت کے سایہ میں ایسے دن جگہ عطا فرمائے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ایک عادل بادشاہ، دوسرے وہ جوان جو جوانی میں اللہ کی عبادت کرتا ہو، تیسرے وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہتا ہو، چوتھے وہ شخص جن میں اللہ ہی کے واسطے محبت ہو اسی ان کا اجتماع ہو اسی پر جدائی۔ پانچویں وہ شخص جس کو کوئی حسین شریف عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہدے کہ

فَاَخْفَاهَا حَتّٰى لَا تَعْلَمَ	مجھے اللہ کا ڈر مانع ہے۔ چھٹے وہ
شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ	شخص جو ایسے مخفی طریق سے صدقہ
وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ	کرے، کہ دوسرے ہاتھوں کو بھی خبر
خَالِيًا فَفَاضَتْ	نہ ہو ساتویں وہ شخص جو اللہ کا ذکر تنہائی میں
عَيْنَاهُ	کرے، اور آنسو بہنے لگیں۔

(رواہ البخاری مسلم وغیرھما کذا فی الترغیب والمشکوٰۃ وفی الجامع الصغیر بروایۃ مسلم عن ابی ہریرۃ وابی سعید معا وذکرعدۃ طرقہ آخری)

فائدہ:- آنسو بہنے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دیدہ دانستہ اپنے معاصی اور گناہوں کو یاد کر کے رونے لگے اور دُوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ غلبۂ شوق میں بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکلنے لگیں۔ بروایت ثابت بنانی رہ ایک بزرگ کا مقولہ نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ میری کونسی دعا قبول ہوئی، لوگوں نے پوچھا کہ کس طرح معلوم ہو جاتا ہے فرمانے لگے کہ جس دعا میں بدن کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل دھڑکنے لگتا ہے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں وہ دعا قبول ہوتی ہے، ان سات آدمیوں میں جن کا ذکر حدیث پاک میں وارد ہوا ایک شخص وہ بھی ہے جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور رونے لگے اس شخص میں دو خوبیاں جمع ہیں اور دونوں اعلیٰ درجہ کی ہیں ایک اخلاص کہ تنہائی میں اللہ کی یاد میں مشغول ہوا دوسرا اللہ کا خوف یا شوق کہ دونوں میں رونا آتا ہے، اور دونوں کمال ہیں ؎

ہمارا کام ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں
ہماری نیند ہے خیالِ یار ہو جانا

حدیث کے الفاظ ہیں رَجُلٌ ذَكَرَ اللّٰهَ خَالِيًا (ایک وہ آدمی جو اللہ کا ذکر کرے اس حال میں کہ خالی ہو) صوفیاء نے لکھا ہے کہ خالی ہونے کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ آدمیوں سے خالی ہو جس کے معنی تنہائی کے ہیں، یہ عام مطلب ہے دوسرے یہ کہ دل اغیار سے خالی ہو، وہ فرماتے ہیں کہ اصل خلوت یہی ہے اس لیے اکمل درجہ تو یہ ہے کہ

دونوں خلوتیں حاصل ہوں لیکن اگر کوئی شخص مجمع میں ہو اور دل غیروں سے بالکل خالی ہو اور ایسے وقت اللہ کے ذکر سے کوئی شخص رونے لگے تو وہ بھی اس میں داخل ہے کہ مجمع کا ہونا نہ ہونا اس کے حق میں برابر ہے جب اس کا دل مجمع تو درکنار غیر اللہ کے التفات سے بھی خالی ہے تو اس کو مجمع کیا مضر ہو سکتا ہے۔ اللہ کی یاد میں یا اس کے خوف سے رونا بڑی ہی دولت ہے خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو تعالیٰ شانہٗ میسر فرمادیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے وہ اس وقت تک جہنم میں نہیں جا سکتا جب تک دودھ تھنوں میں واپس جائے (اور ظاہر ہے کہ یہ ناممکن ہے پس ایسے ہی اس کا جہنم میں جانا بھی ناممکن ہے)، ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے حتیٰ کہ اس کے آنسوؤں میں سے کچھ زمین پر ٹپک جائیں تو اس کو قیامت کے دن عذاب نہیں ہوگا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو آنکھوں پر جہنم کی آگ حرام ہے۔ ایک آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی ہو اور دوسری وہ جو اسلام اور مسلمانوں کی کفار سے حفاظت کرنے میں جاگی ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو آنکھ اللہ کے خوف سے روئی ہو اس پر جہنم کی آگ حرام ہے اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں جاگی ہو اس پر بھی حرام ہے اور جو آنکھ ناجائز چیز (مثلاً نامحرم وغیرہ) پر پڑنے سے رک گئی ہو اس پر بھی حرام ہے اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں ضائع ہو گئی ہو اس پر بھی جہنم کی آگ حرام ہے

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنے والا وہ ایسا ہے جیسے اکیلا کفار کے مقابلہ میں چل دیا ہو۔

(۱۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُنَادِیْ مُنَادٍ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَیْنَ اُولُوا الْاَلْبَابِ قَالُوْا اَیُّ اُولِی الْاَلْبَابِ تُرِیْدُ قَالَ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ	حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ایک آواز دینے والا آواز دیگا عقلمند لوگ کہاں ہیں؟ لوگ پوچھیں گے کہ عقلمندوں سے کون مراد ہیں جواب ملے گا وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے تھے، کھڑے بیٹھے اور لیٹے

قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۔ عُقِدَ لَهُمْ لِوَاءٌ فَاتَّبَعَ الْقَوْمُ لِوَائَهُمْ وَقَالَ لَهُمْ اُدْخُلُوْهَا خَالِدِيْنَ (اخرجه الاصبهانی فی الترغیب کذا فی الدر)

ہوئے یعنی ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یا اللہ آپ نے یہ سب بے فائدہ تو پیدا کیا ہی نہیں۔ ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں آپ ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے اس کے بعد ان لوگوں کے لیے ایک جھنڈا بنایا جائے گا جس کے پیچھے یہ سب جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کے لیے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

فائدہ: آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں یعنی اللہ کی قدرت کے مظاہر اور اس کی حکمتوں کے عجائب سوچتے ہیں جس سے اللہ جل جلالہٗ کی معرفت میں قوت پیدا ہوتی ہے ؎

الٰہی یہ عالم ہے گلزار تیرا

ابن ابی الدنیاؒ نے ایک مرسل روایت نقل کی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہ رضؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے جو چپ چاپ بیٹھے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کس سوچ میں بیٹھے ہو؟ عرض کیا مخلوقات الٰہیہ کی سوچ میں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اللہ کی ذات میں غور نہ کیا کرو (وہ وراء الوراء ہے) اس کی مخلوقات میں غور کیا کرو۔ حضرت عائشہ رضؓ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب بات سنا دیجئے۔ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کونسی بات ایسی تھی جو عجیبہ نہ تھی۔ ایک مرتبہ رات کو تشریف لائے میرے بستر پر میرے لحاف میں لیٹ گئے پھر ارشاد فرمایا چھوڑ میں تو اپنے رب کی عبادت

کروں۔ یہ فرما کر اُٹھے وضو فرمایا اور نماز کی نیت باندھ کر رونا شروع کر دیا، یہاں تک کہ آنسو سینۂ مبارک پر بہتے رہے پھر اسی طرح رکوع میں روتے رہے پھر سجدہ میں اسی طرح روتے رہے۔ ساری رات اسی طرح گزار دی۔ حتیٰ کہ صبح کی نماز کے لیے حضرت بلال رضؓ بلانے کے لیے آ گئے میں عرض کیا یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ تو بخشے بخشائے ہیں پھر آپ اتنا کیوں روئے؟ ارشاد فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ پھر فرمایا میں کیوں نہ روتا حالانکہ آج یہ آیتیں نازل ہوئیں (یعنی آیاتِ بالا اِنَّ فِی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ تک) پھر فرمایا کہ ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جوان کو پڑھے اور غور و فکر نہ کرے۔ عامر بن عبد قیسؒ کہتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام رضؓ عنہم سے سنا ہے ایک سے دو سے تین سے نہیں (بلکہ ان سے زیادہ سے سنا ہے) کہ ایمان کی روشنی اور ایمان کا نور غور و فکر ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی چھت پر لیٹا ہوا آسمان اور ستاروں کو دیکھ رہا تھا، پھر کہنے لگا خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ تمہارا پیدا کرنے والا بھی کوئی ضرور ہے۔ اے اللہ تو میری مغفرت فرما دے۔ نظرِ رحمت اس کی طرف متوجہ ہوئی اور اس کی مغفرت ہو گئی۔ حضرت ابنِ عباس رضؓ فرماتے ہیں کہ ایک ساعت کا غور تمام رات کی عبادت سے افضل ہے۔ حضرت ابو درداء رضؓ اور حضرت انس رضؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ حضرت انس رضؓ سے یہ بھی نقل کیا گیا کہ ایک ساعت کا غور ان چیزوں میں اسّی سال کی عبادت سے افضل ہے اُمِ درداء رضؓ سے کسی نے پوچھا کہ ابو درداء رضؓ کی افضل ترین عبادت کیا تھی۔ فرمایا غور و فکر بروایت ابوہریرہ رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ ایک ساعت کا غور و فکر ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہے لیکن ان روایتوں کا یہ مطلب نہیں کہ پھر عبادت کی ضرورت نہیں رہتی ہر عبادت اپنی جگہ جو درجہ رکھتی ہے فرض ہو یا واجب سُنت ہو یا مستحب اس کے چھوڑنے پر اسی درجہ کی وعید عذاب یا ملامت ہو گی جس درجہ کی وہ عبادت ہو گی

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ غور و فکر کو افضل عبادات اس لیے کہا گیا کہ اس میں معنی

ذکر کے تو موجود ہوتے ہی ہیں، دو چیزوں کا اضافہ ہوتا ہے ایک اللہ کی معرفت اس لیے کہ غور و فکر معرفت کی کنجی ہے۔ دوسری اللہ کی محبت کہ فکر پر یہ مرتب ہوتی ہے یہی غور و فکر ہے جس کو صوفیاء مراقبہ سے تعبیر فرماتے ہیں۔ بہت سی روایات سے اس کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ مسند ابو یعلیٰ میں بروایت حضرت عائشہ رضہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ وہ ذکر خفی جس کو فرشتے بھی نہ سن سکیں ستر درجہ دو چند ہوتا ہے جب قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ تمام مخلوق کو حساب کے لیے جمع فرمائیں گے اور کراماً کاتبین اعمالنامے لیکر آئیں گے تو ارشاد ہوگا کہ فلاں بندہ کے اعمال دیکھو کچھ اور باقی ہیں، وہ عرض کریں گے کہ ہم نے کوئی بھی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو لکھی نہ ہو اور محفوظ نہ ہو تو ارشاد ہوگا کہ ہمارے پاس اس کی ایسی نیکی باقی ہے جو تمہارے علم میں نہیں وہ ذکر خفی ہے۔ بیہقی نے شعب میں حضرت عائشہ رضہ سے بھی یہ حدیث نقل کی ہے کہ جس ذکر کو فرشتے بھی نہ سن سکیں وہ اس ذکر پر جس کو وہ سنیں ستر درجے بڑھا ہوا ہے۔ یہی مراد ہے اس شعر سے جس میں کہا گیا ہے

میان عاشق و معشوق رمزے است
کراماً کاتبیں راہم خبر نیست

کہ عاشق و معشوق میں ایسی رمز ہوتی ہے جس کو فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی، کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو ایک لحظہ بھی غفلت نہیں ہوتی کہ ان کی ظاہری عبادات تو اپنے اپنے اجر و ثواب حاصل کریں گی ہی، یہ ہر وقت کا ذکر و فکر پوری زندگی کے اوقات میں ستر گنا مزید برآں۔ یہی چیز ہے جس نے شیطان کو دق کر رکھا ہے حضرت جنید رحہ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ خواب میں شیطان کو بالکل ننگا دیکھا۔ انہوں نے فرمایا، کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ آدمیوں کے سامنے ننگا ہوتا ہے وہ کہنے لگا کہ یہ آدمی ہیں، آدمی وہ ہیں جو شونیزیہ کی مسجد میں بیٹھے ہیں جنہوں نے میرے بدن کو دُبلا کر دیا اور میرے جگر کے کباب کر دیے۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں شونیزیہ کی مسجد میں گیا میں نے دیکھا کہ چند حضرات گھٹنوں پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں مشغول ہیں جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ خبیث کی باتوں سے کہیں دھوکہ میں نہ پڑ جانا۔ مسوحیؒ سے بھی اس کے

قریب ہی نقل کیا گیا ہے انہوں نے شیطان کو ننگا دیکھا۔ انہوں نے کہا تجھے آدمیوں کے درمیان اس طرح چلتے شرم نہیں آتی۔ کہنے لگا خدا کی قسم یہ آدمی نہیں اگر یہ آدمی ہوتے تو میں ان کے ساتھ اس طرح نہ کھیلتا جس طرح لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں، آدمی تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے میرے بدن کو بیمار کر دیا اور صوفیاء کی جماعت کی طرف اشارہ کیا۔ ابوسعید خزازؒ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ شیطان نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں لکڑی سے مارنے لگا اس نے ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ غیب سے ایک آواز آئی کہ یہ اس سے نہیں ڈرتا، یہ دل کے نور سے ڈرتا ہے۔ حضرت سعدؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ بہترین ذکر ذکرِ خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہے۔ حضرت عبادہؓ نے بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا ہے کہ بہترین ذکر ذکرِ خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو (یعنی نہ کم ہو کہ گذر نہ ہو سکے نہ زیادہ ہو کہ تکبر اور فواحش میں مبتلا کرے) ابن حبانؒ نے اور ابو یعلیؒ نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ کو ذکرِ خامل سے یاد کیا کرو، کسی نے پوچھا کہ ذکرِ خامل کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ مخفی ذکر۔ ان سب روایتوں سے ذکرِ خفی کی افضلیت معلوم ہوتی ہے اور ابھی قریب ہی وہ روایت گذر چکی جس میں مجنون کہنے کا ذکر گذرا ہے دونوں مستقل چیزیں ہیں جو حالات کے اعتبار سے مختلف ہیں اس کو شیخ تجویز کرتا ہے کہ کس شخص کیلیے کس وقت کیا مناسب ہے۔

(۱۸) عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ سَهْلِ ابْنِ حُنَيْفٍ قَالَ نَزَلَتْ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِيْ بَعْضِ اَبْيَاتِهٖ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ فَخَرَجَ يَلْتَمِسُهُمْ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ میں تھے کہ آیت وَاصْبِرْ نَفْسَكَ نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے اپنے آپکو ان لوگوں کے پاس (بیٹھنے کا) پابند کیجیے جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے نازل ہونے پر ان لوگوں کی تلاش

فَوَجَدَ قَوْمًا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ فِيْهِمْ ثَائِرُ الرَّاْسِ وَجَافُّ الْجِلْدِ وَذُوالثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَلَمَّا رَآهُمْ جَلَسَ مَعَهُمْ وَقَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِيْ اُمَّتِيْ مَنْ اَمَرَنِيْ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِيْ مَعَهُمْ۔

(اخرجه ابن جرير والطبراني و ابن مردويه كذا في الدر)

میں نکلے۔ ایک جماعت کو دیکھا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے۔ بعض لوگ ان میں بکھرے ہوئے بالوں والے ہیں اور خشک کھالوں والے اور صرف ایک کپڑے والے ہیں (کہ ننگے بدن ایک لنگی صرف ان کے پاس ہے) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو ان کے پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے میری اُمّت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ خود مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔

فائدہ:- ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تلاش فرمایا تو مسجد کے آخری حصہ میں بیٹھے ہوئے پایا کہ ذکرُ اللہ میں مشغول تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے میری زندگی ہی میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔ پھر فرمایا تم ہی لوگوں کے ساتھ زندگی ہے اور تمہارے ہی ساتھ مرنا ہے یعنی مرنے جینے کے ساتھی تم ہی لوگ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ وغیرہ حضرات صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت ذکرُ اللہ میں مشغول تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو یہ لوگ چپ ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کیا کر رہے تھے۔ عرض کیا، ذکرِ الٰہی میں مشغول تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ رحمتِ الٰہی تم لوگوں پر اتر رہی ہے تو میرا بھی دل چاہا کہ آکر تمہارے ساتھ شرکت کروں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ الحمد للہ اللہ جلّ شانہٗ نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا کیے جن کے پاس بیٹھنے کا مجھے حکم ہوا۔ ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں اَلَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ سے مراد ذاکرین کی جماعت ہے۔ ان ہی جیسے احکام سے صوفیاؒ نے استنباط کیا ہے کہ مشائخ کو بھی مریدین کے پاس

بیٹھنا ضروری ہے کہ اس میں علاوہ فائدہ پہنچانے کے اختلاط سے شیخ کے نفس کے لیے بھی مجاہدہ تامّہ ہے کہ غیر مہذب لوگوں کی بدعنوانیوں کے تحمل اور برداشت سے نفس میں انقیاد پیدا ہوگا اس کی قوت میں انکسار پیدا ہوگا۔ اس کے علاوہ قلوب کے اجتماع کو اللہ جل جلالہٗ کی رحمت اور رافت کے متوجہ کرنے میں خاص دخل ہے۔ اسی وجہ سے جماعت کی نماز مشروع ہوئی اور یہی بڑی وجہ ہے کہ عرفات کے میدان میں سب حجاج بیک حال ایک میدان میں اللہ کی طرف متوجہ کیے جاتے ہیں جیسا کہ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں متعدد جگہ اس مضمون کو اہتمام سے ارشاد فرمایا ہے، یہ سب اس جماعت کے بارے میں ہے جو اللہ کا ذکر کرنے والی ہو کہ احادیث میں کثرت سے اس کی ترغیب آئی ہے۔ اس کے بالمقابل اگر کوئی شخص غافلین کی جماعت میں پھنس جائے اور اس وقت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو اس کے بارے میں بھی احادیث میں کثرت سے فضائل آئے ہیں۔ ایسے موقع پر آدمی کو اور زیادہ اہتمام اور توجہ سے اللہ کی طرف مشغول رہنا چاہیے تاکہ ان کی نحوست سے محفوظ رہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ غافلین کی جماعت میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے کہ جہاد میں بھاگنے والوں کی جماعت میں سے کوئی شخص جم کر مقابلہ کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے، جیسے بھاگنے والوں کی طرف سے کفار کا مقابلہ کرے، نیز وہ ایسا ہے جیسے اندھیرے گھر میں چراغ نیز وہ ایسا ہے جیسے پت جھڑ والے درختوں میں کوئی شاداب سرسبز درخت ہو ایسے شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ اس کا جنت کا گھر پہلے ہی دکھادیں گے اور ہر آدمی اور حیوان کے برابر اس کی مغفرت کی جاوے گی۔ یہ جب ہے کہ ان مجالس میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہو، ورنہ ایسی مجالس میں شرکت کی ممانعت آئی ہے۔ حدیث میں ہے کہ عشیرۃ یعنی یارانہ کی مجالس سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ عزیزی کہتے ہیں یعنی ایسی مجالس سے جن میں غیر اللہ کا ذکر کثرت سے ہوتا ہو، لغویات اور لہو ولعب میں مشغولی ہوتی ہو۔ ایک بزرگ کہتے ہیں میں ایک مرتبہ بازار جارہا تھا، ایک حبشیہ باندی میرے ساتھ تھی۔ میں نے بازار میں ایک جگہ اس کو بٹھادیا کہ میں واپسی میں اس کو لے لوں گا، وہ وہاں سے چلی آئی۔ جب میں نے واپسی پر اس کو وہاں نہ دیکھا تو مجھے

غصہ آیا میں گھر واپس آیا تو وہ باندی آئی اور کہنے لگی میرے آقا خفگی میں جلدی نہ کریں آپ مجھے ایسے لوگوں کے پاس چھوڑ گئے، جو اللہ کے ذکر سے غافل تھے۔ مجھے یہ ڈر ہوا کہ ان پر کوئی عذاب نازل نہ ہو، وہ زمین میں دھنس نہ جائیں اور میں بھی ان کے ساتھ عذاب میں دھنس نہ جاؤں

(۱۹) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْمَا یَذْکُرُ عَنْ رَبِّهٖ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اُذْکُرْنِیْ بَعْدَ الْعَصْرِ وَبَعْدَ الْفَجْرِ سَاعَةً اَکْفِكَ فِیْمَا بَیْنَهُمَا (اخرجه احمد کذا فی الدر)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل جلالہٗ کا پاک ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ تو صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر مجھے یاد کر لیا کر میں درمیانی حصہ میں تیری کفایت کر دوں گا (ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر کیا کر وہ تیری مطلب برآری میں معین ہوگا)

فائدہ:۔ آخرت کے واسطے نہ سہی دنیا کے واسطے ہم لوگ کیسی کیسی کوشش کر ڈالتے ہیں کیا بگڑ جائے۔ اگر تھوڑی سی دیر صبح اور عصر کے بعد اللہ کا ذکر بھی کر لیا کریں کہ احادیث میں کثرت سے ان دو وقتوں میں اللہ کے ذکر کے فضائل وارد ہوئے ہیں اور جب اللہ جل جلالہٗ کفایت کا وعدہ فرماتے ہیں پھر کسی دوسری چیز کی کیا ضرورت باقی ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایسی جماعت کے ساتھ ہوں، جو صبح کی نماز کے بعد آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول ہو مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ چار عرب غلام آزاد کروں۔ اسی طرح ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے یہ زیادہ پسند ہے چار غلام آزاد کرنے سے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص صبح کی نماز جماعت سے پڑھے۔ پھر آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے اور پھر دو رکعت نفل پڑھے اس کو ایسا ثواب ملے گا جیسا کہ حج اور عمرہ پر ملتا ہے اور حج اور عمرہ بھی وہ جو کامل ہو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں ایک جماعت کے ساتھ صبح کی نماز کے بعد سے سورج نکلنے تک ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ پسند ہے، ان ہی وجوہ سے صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد اوراد کا معمول ہے اور حضرات صوفیاً کے یہاں تو ان دونوں وقتوں کا خاص اہتمام ہے کہ صبح کی نماز کے بعد عموماً اشغال میں اہتمام فرماتے ہیں اور عصر کے بعد اوراد کا اہتمام کرتے ہیں بالخصوص فجر کے بعد فقہاء بھی اہتمام فرماتے ہیں۔ مدوّنہ میں امام مالکؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک باتیں کرنا مکروہ ہیں اور حنفیہ میں سے صاحب دُرِّ مختار نے بھی اسوقت باتیں کرنا مکروہ لکھا ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد اسی ہیئت سے بیٹھے ہوئے بولنے سے قبل یہ دعا دس مرتبہ پڑھے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اپنی ذات اور صفات میں اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ سارا ملک دنیا اور آخرت اسی کا ہے اور جتنی خوبیاں ہیں وہ اسی پاک ذات کے لیے ہیں وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے) تو اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائینگی دس بُرائیاں معاف فرمائی جائینگی اور جنت میں دس درجے بلند کیے جائینگے اور تمام دن شیطان سے اور مکروہات سے محفوظ رہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے جو صبح اور عصر کے بعد اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ (میں اسی اللہ سے جو زندہ ہے ہمیشہ رہنے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اپنے گناہوں کی مغفرت مانگتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں) تین مرتبہ پڑھے اس کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں خواہ سمندر کے برابر ہوں۔

(۲۰) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الدُّنْيَا مَلْعُوْنَةٌ وَمَلْعُوْنٌ مَا فِيْهَا اِلَّا ذِكْرُ اللّٰهِ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے سب ملعون (اللہ کی رحمت سے دور) ہے مگر اللہ کا ذکر اور وہ چیز جو اس کے قریب

وَمَا وَالَاہُ وَعَالِمًا وُمُتَعَلِّمًا اور عالم اور طالب علم

(رواہ الترمذی وابن ماجۃ والبیہقی وقال الترمذی حدیث حسن کذا فی الترغیب وذکرہ فی الجامع الصغیر بروایۃ ابن ماجۃ ورقم لہ بالحسن وذکرہ فی مجمع الزوائد بروایۃ الطبرانی فی الاوسط عن ابن مسعود وکذا السیوطی فی الجامع الصغیر وذکرہ بروایۃ عن ابن مسعود بلفظ اِلَّا اَمْرًا بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَھْیًا عَنْ مُنْکَرٍ اَوْ ذِکْرَ اللّٰہِ ورقم لہ بالصحۃ)

فائدہ:- اس کے قریب ہونے سے مراد ذکر کے قریب ہونا بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں وہ چیزیں مراد ہوں گی جو اللہ کے ذکر میں معین و مددگار ہوں جن میں کھانا پینا بھی بقدر ضرورت داخل ہے اور زندگی کے اسبابِ ضروریہ بھی اس میں داخل ہیں اور اس صورت میں اللہ کا ذکر ہر چیز کو جو عبادت کی قبیل سے ہو، شامل ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے قریب ہونے سے اللہ کا قرب مراد ہو تو اس صورت میں ساری عبادتیں اس میں داخل ہوں گی اور ذکر اللہ سے مخصوص ذکر مراد ہو گا اور دونوں صورتوں میں علم ان میں خود داخل ہو گیا تھا۔ پہلی صورت میں اس وجہ سے کہ علم ہی اللہ کے ذکر کے قریب لے جاتا ہے، کہ "بے علم نتواں خدارا شناخت" (بغیر علم کے اللہ کو پہچان نہیں سکتا)، اور دوسری صورت میں اس وجہ سے کہ علم سے بڑھ کر کون سی عبادت ہو گی لیکن اس کے باوجود پھر عالم اور طالب علم کو علیحدہ اہتمام کی وجہ سے فرمایا کہ علم بہت ہی بڑی دولت ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ علم کا صرف اللہ کے لیے سیکھنا اللہ کے خوف کے حکم میں ہے، اور اس کی طلب (یعنی تلاش کے لیے کہیں جانا) عبادت ہے اور اسکا یاد کرنا تسبیح ہے اور اس کی تحقیقات میں بحث کرنا جہاد ہے اور اس کا پڑھنا صدقہ ہے اور اس کا اہل پر خرچ کرنا اللہ کے یہاں قربت ہے اس لیے کہ علم جائز ناجائز کے پہچاننے کے لیے علامت ہے اور جنت کے راستوں کا نشان ہے۔ وحشت میں جی بہلانے والا اور سفر کا ساتھی ہے (کہ کتاب کا دیکھنا دونوں کام دیتا ہے اسی طرح) تنہائی میں ایک محدّث ہے، خوشی اور رنج میں دلیل ہے۔ دشمنوں پر ہتھیار ہے، حق تعالیٰ شانہٗ اس کی وجہ سے ایک جماعت (علماء) کو بلند مرتبہ کرتا ہے کہ وہ خیر کی طرف بلانے والے ہوتے ہیں

اور ایسے امام ہوتے ہیں کہ ان کے نشانِ قدم پر چلا جائے اور ان کے افعال کا اتباع کیا جائے ان کی رائے کی طرف رجوع کیا جائے۔ فرشتے ان سے دوستی کرنے کی رغبت کرتے ہیں اپنے پروں کو (برکت حاصل کرنے کے لیے یا محبّت کے طور پر) ان پر ملتے ہیں اور ہر تر اور خشک چیز دنیا کی ان کے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا کرتی ہے۔ حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں اور جنگل کے درندے اور چوپائے اور زہریلے جانور (سانپ وغیرہ) تک بھی دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور یہ سب اس لیے کہ علم دلوں کی روشنی ہے آنکھوں کا نور ہے۔ علم کی وجہ سے بندہ امّت کے بہترین افراد تک پہنچ جاتا ہے۔ دنیا اور آخرت کے بلند مرتبوں کو حاصل کر لیتا ہے اس کا مطالعہ روزوں کے برابر ہے اس کا یاد کرنا تہجّد کے برابر ہے اسی سے رشتے جوڑے جاتے ہیں اور اسی سے حلال و حرام کی پہچان ہوتی ہے۔ وہ عمل کا امام ہے اور عمل اس کا تابع ہے۔ سعید لوگوں کو اس کا الہام کیا جاتا ہے اور بدبخت اس سے محروم رہتے ہیں۔ اس حدیث پر مجموعی طور سے بعض نے کلام کیا ہے لیکن جس قسم کے فضائل اس میں ذکر کئے گئے ہیں ان کی تائید دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے نیز ان کے علاوہ اور بہت سے فضائل حدیث کی کتابوں میں بکثرت آئے ہیں، اس وجہ سے عالم اور طالب علم کو خاص طور سے حدیثِ بالا میں ذکر فرمایا ہے۔ حافظ ابن قیمؒ ایک مشہور محدّث ہیں انہوں نے ایک مبسوط رسالہ عربی میں "الوابل الصیّب" کے نام سے ذکر کے فضائل میں تصنیف کیا ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ذکر میں سَو سے بھی زیادہ فائدے ہیں ان میں نمبروار اناسی فائدے انہوں نے ذکر فرمائے ہیں جن کو مختصراً اس جگہ ترتیب وار نقل کیا جاتا ہے اور چونکہ بہت سے فوائد ان میں ایسے ہیں جو کئی کئی فائدوں کو شامل ہیں اس لحاظ سے یہ سو سے بھی زیادہ کو مشتمل ہیں۔

(۱) ذکر شیطان کو دفع کرتا ہے اور اس کی قوت کو توڑتا ہے (۲) اللہ جلّ جلالہٗ کی خوشنودی کا سبب ہے (۳) دل سے فکر و غم کو دور کرتا ہے (۴) دل میں فرحت سرور اور انبساط پیدا کرتا ہے (۵) بدن کو اور دل کو قوت بخشتا ہے (۶) چہرہ اور دل کو منوّر کرتا ہے (۷) رزق کو کھینچتا ہے (۸) ذکر کرنے والے کو ہیبت اور حلاوت کا لباس پہناتا ہے یعنی اس کے دیکھنے

سے رعب پڑتا ہے اور دیکھنے والوں کو حلاوت نصیب ہوتی ہے (۹) اللہ تعالیٰ شانہ کی محبت پیدا کرتا ہے اور محبت ہی اسلام کی روح اور دین کا مرکز ہے اور سعادت اور نجات کا مدار ہے جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ کی محبت تک اس کی رسائی ہو اس کو چاہیے کہ اس کے ذکر کی کثرت کرے جیسا کہ پڑھنا اور تکرار کرنا علم کا دروازہ ہے، اسی طرح اللہ کا ذکر اس کی محبت کا دروازہ ہے (۱۰) ذکر سے مراقبہ نصیب ہوتا ہے جو مرتبۂ احسان تک پہنچا دیتا ہے۔ یہی مرتبہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی نصیب ہوتی ہے گویا اللہ جل شانہٗ کو دیکھ رہا ہے (یہی مرتبہ صوفیاء کا منتہائے مقصد ہوتا ہے) (۱۱) اللہ کی طرف رجوع پیدا کرتا ہے جس سے رفتہ رفتہ یہ نوبت آجاتی ہے کہ ہر چیز میں حق تعالیٰ شانہٗ اس کی جائے پناہ اور ماویٰ وملجا بن جاتے ہیں اور ہر مصیبت میں اسی کی طرف توجہ ہو جاتی ہے (۱۲) اللہ کا قرب پیدا کرتا ہے اور جتنا ذکر میں اضافہ ہوتا ہے۔ اتنا ہی قرب میں اضافہ ہوتا ہے، اور جتنی ذکر سے غفلت ہوتی ہے اتنی ہی اللہ سے دوری ہوتی ہے (۱۳) اللہ کی معرفت کا دروازہ کھولتا ہے (۱۴) اللہ جل شانہٗ کی ہیبت اور اس کی بڑائی دل میں پیدا کرتا ہے، اور اللہ کے ساتھ حضوری پیدا کرتا ہے (۱۵) اللہ جلّ شانہٗ کی بارگاہ میں ذکر کا سبب ہے چنانچہ کلام پاک میں ارشاد ہے فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ اور حدیث میں وارد ہے۔ مَنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهٖ ذَكَرْتُهٗ فِي نَفْسِي الحدیث چنانچہ آیات اور احادیث کے بیان میں پہلے مفصل گذر چکا ہے اگر ذکر میں اس کے سوا کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تب بھی شرافت اور کرامت کے اعتبار سے یہی ایک فضیلت کافی تھی چہ جائیکہ اس میں اور بھی بہت سی فضیلتیں ہیں (۱۶) دل کو زندہ کرتا ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کے لیے ایسا ہے جیسا مچھلی کے لیے پانی۔ خود غور کر لو کہ بغیر پانی کے مچھلی کا کیا حال ہوتا ہے (۱۷) دل اور روح کی روزی ہے اگر ان دونوں کو اپنی روزی نہ ملے تو ایسا ہے جیسا بدن کو اس کی روزی (یعنی کھانا) نہ ملے (۱۸) دل کو زنگ سے صاف کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہوا ہے ہر چیز پر اس کے مناسب زنگ اور میل ہوتا ہے، دل کا میل اور زنگ خواہشات اور غفلت ہیں یہ اس کے لیے صفائی کا کام دیتا ہے (۱۹) لغزشوں اور خطاؤں کو دور کرتا ہے (۲۰)

بندہ کو اللہ جل شانہٗ سے جو وحشت ہو جاتی ہے اس کو دُور کرتا ہے کہ غافل کے دل پر اللہ کی طرف سے ایک وحشت رہتی ہے جو ذکر ہی سے دُور ہوتی ہے (۲۱) جو اذکار بندہ کرتا ہے وہ عرش کے چاروں طرف بندہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے (باب نمبر ۲ فصل نمبر ۲ حدیث نمبر ۱۷) (۲۲) جو شخص راحت میں اللہ جل شانہٗ کا ذکر کرتا ہے، اللہ جل جلالہٗ مصیبت کے وقت اس کو یاد کرتا ہے (۲۳) اللہ کے عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے (۲۴) سکینہ اور رحمت کے اترنے کا سبب ہے اور فرشتے ذکر کرنے والے کو گھیر لیتے ہیں (سکینہ کے معنی باب ہٰذا کی فصل نمبر ۲ حدیث نمبر ۸ میں گذر چکے ہیں (۲۵) اس کی برکت سے زبان غیبت، چغلخوری، جھوٹ، بدگوئی، لغوگوئی سے محفوظ رہتی ہے۔ چنانچہ تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ جس شخص کی زبان اللہ کے ذکر کی عادی ہو جاتی ہے، وہ ان اشیاء سے عموماً محفوظ رہتا ہے اور جس کی زبان عادی نہیں ہوتی ہر نوع کی لغویات میں مبتلا رہتا ہے (۲۶) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں اور لغویات اور غفلت کی مجلسیں شیطان کی مجلسیں ہیں اب آدمی کو اختیار ہے جس قسم کی مجلسوں کو چاہے پسند کرلے اور ہر شخص اسی کو پسند کرتا ہے جس سے مناسبت رکھتا ہے (۲۷) ذکر کی وجہ سے ذکر کرنے والا بھی سعید (نیک بخت) ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا بھی اور غفلت یا لغویات میں مبتلا ہونے والا خود بھی بدبخت ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا بھی (۲۸) قیامت کے دن حسرت سے محفوظ رہتا ہے اس لیے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر وہ مجلس جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہے (۲۹) ذکر کے ساتھ اگر تنہائی کا رونا بھی نصیب ہو جائے تو قیامت کے دن کی تپش اور گرمی میں جبکہ ہر شخص میدانِ حشر میں بلبلا رہا ہو گا، یہ عرش کے سایہ میں ہو گا (۳۰) ذکر میں مشغول رہنے والوں کو ان سب چیزوں سے زیادہ ملتا ہے جو دُعائیں مانگنے والوں کو ملتی ہیں۔ حدیث میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جس شخص کو میرے ذکر نے دعا سے روک دیا اس کو میں دعائیں مانگنے والوں سے افضل عطا کروں گا (۳۱) باوجود سہل ترین عبادت ہونے کے تمام عبادتوں سے افضل ہے اس لیے کہ زبان کو حرکت دینا بدن کے اور تمام

اعضاء کو حرکت دینے سے سہل ہے (۳۲) اللہ کا ذکر جنت کے پودے ہیں (چنانچہ باب ۲ فصل ۲ حدیث ۱۸ میں مفصّل آرہا ہے) (۳۳) جس قدر بخشش اور انعام کا وعدہ اس پر ہے اتنا کسی اور عمل پر نہیں ہے چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ سو مرتبہ کسی دن پڑھے تو اس کے لیے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ہے اور سو نیکیاں اس کے لیے لکھی جاتی ہیں اور سو برائیاں اس سے معاف کردی جاتی ہیں اور شام تک شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور دوسرا کوئی شخص اس سے افضل نہیں ہوتا مگر وہ شخص کہ اس سے زیادہ عمل کرے۔ اسی طرح اور بہت سی احادیث ہیں جن سے ذکر کا افضلِ اعمال ہونا معلوم ہوتا ہے (اور بہت سی ان میں سے اس رسالہ میں مذکور ہیں) (۳۴) دوامِ ذکر کی بدولت اپنے نفس کو بھولنے سے امن نصیب ہوتا ہے جو سبب ہے دارین کی شقاوت کا اس لیے کہ اللہ کی یاد کو بھلا دینا سبب ہوتا ہے خود اپنے نفس کے بھلا دینے کا اور اپنے تمام مصالح کے بھلا دینے کا چنانچہ ارشاد خداوندی ہے وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ (سورۂ حشر رکوع ۳) تم ان لوگوں کی طرح نہ بنو جنہوں نے اللہ سے بے پروائی کی پس اللہ نے ان کو اپنی جانوں سے بے پرواہ کردیا یعنی ان کی عقل ایسی ماری گئی کہ اپنے حقیقی نفع کو نہ سمجھا، اور جب آدمی اپنے نفس کو بھلا دیتا ہے تو اس کی مصالح سے غافل ہوجاتا ہے جیسا کہ کسی شخص کی کھیتی یا باغ ہو اور اس کو بھول جائے اس کی خبر گیری نہ کرے تو لامحالہ وہ ضائع ہوگا اور اس سے امن جب ہی مل سکتا ہے جب اللہ کے ذکر سے زبان کو ہر وقت تر و تازہ رکھے اور ذکر اس کو ایسا محبوب ہوجائے جیسا کہ پیاس کی شدّت کے وقت پانی اور بھوک کے وقت کھانا اور سخت گرمی اور سخت سردی کے وقت مکان اور لباس، بلکہ اللہ کا ذکر اس سے زیادہ کا مستحق ہے اِس لیے کہ ان اشیاء کے نہ ہونے سے بدن کی ہلاکت ہے جو رُوح اور دل کی ہلاکت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے (۳۵) ذکر آدمی کی ترقی کرتا رہتا ہے بستر پر بھی اور بازار میں بھی صحت میں بھی اور بیماری میں بھی نعمتوں اور لذتوں کے ساتھ مشغولی میں بھی، اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو ہر وقت ترقی کا سبب بنتی ہو حتّٰی کہ جس کا دل

نورِ ذکر سے منوّر ہوجاتا ہے وہ سوتا ہوا بھی غافل شب بیداروں سے بڑھ جاتا ہے (۳۶) ذکر کا نور دُنیا میں بھی ساتھ رہتا ہے اور قبر میں بھی ساتھ رہتا ہے اور آخرت میں پل صراط پر آگے آگے چلتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے۔ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا (سورۂ انعام رکوع ۱۵) ایسا شخص جو پہلے مردہ تھا یعنی گمراہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ یعنی مسلمان کر دیا اور اس کو ایسا نور دیا کہ وہ اس نور کو لیے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے یعنی وہ نور ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے کیا ایسا شخص بدحالی میں اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو گمراہیوں کی تاریکیوں میں گھرا ہوا ہو کہ ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا (پس اوّل شخص مومن ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی محبت اور اس کی معرفت اور اس کے ذکر سے منوّر ہے اور دوسرا شخص ان چیزوں سے خالی ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ نور نہایت مُہتم بالشان چیز ہے اور اسی میں پوری کامیابی ہے۔ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طلب اور دعا میں مبالغہ فرمایا کرتے تھے اور اپنے ہر ہر جزو میں نور کو طلب فرماتے تھے چنانچہ احادیث میں متعدد دعائیں ایسی ہیں جن میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دعا فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ آپ کے گوشت، ہڈیوں، پٹھوں، بالوں، کھال، کان آنکھ میں اور اوپر نیچے دائیں بائیں آگے پیچھے نور ہی نور کر دے حتّٰی کہ یہ بھی دعا کی کہ خود مجھ ہی کو سرتاپا نور بنا دے کہ آپ کی ذات ہی نور بن جائے۔ اسی نور کے بقدر اعمال میں نور ہوتا ہے۔ حتّٰی کہ بعض لوگوں کے نیک عمل ایسی حالت میں آسمان پر جاتے ہیں کہ ان پر آفتاب جیسا نور ہوتا ہے اور ایسا ہی نور ان کے چہروں پر قیامت کے دن ہوگا (۳۷) ذکر تصوّف کا اصل اصول ہے اور تمام صوفیاء کے سب طریقوں میں رائج ہے جس شخص کے لیے ذکر کا دروازہ کھل گیا ہے اس شخص کے لیے اللہ جل شانہٗ تک پہنچنے کا دروازہ کھل گیا اور جو اللہ جل شانہٗ تک پہنچ گیا وہ جو چاہتا ہے پاتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے پاس کسی چیز کی بھی کمی نہیں ہے (۳۸) آدمی کے دل میں ایک گوشہ ہے جو اللہ کے ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی پُر نہیں ہوتا اور جب ذکر دل پر مسلط ہو جاتا ہے تو وہ نہ صرف اس گوشہ کو پُر کرتا ہے

بلکہ ذکر کرنے والے کو بغیر مال کے غنی کر دیتا ہے اور بغیر کنبہ اور جماعت کے لوگوں کے دلوں میں عزت والا بنا دیتا ہے اور بغیر سلطنت کے بادشاہ بنا دیتا ہے، اور جو شخص ذکر سے غافل ہوتا ہے وہ باوجود مال و دولت کنبہ اور حکومت کے ذلیل ہوتا ہے۔ ۳۹: ذکر پراگندہ کو مجتمع کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرتا ہے، دُور کو قریب اور قریب کو دور کرتا ہے پراگندہ کو مجتمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے دل پر جو متفرق ہموم غموم تفکرات پریشانیاں ہوتی ہیں ان کو دُور کر کے جمعیتِ خاطر پیدا کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی پر جو تفکرات مجتمع ہیں اُن کو متفرق کر دیتا ہے اور آدمی کی جو لغزشیں اور گناہ جمع ہو گئے ہیں ان کو پراگندہ کر دیتا ہے اور جو شیطان کے لشکر آدمی پر مسلط ہیں ان کو پراگندہ کر دیتا ہے اور آخرت کو جو دُور ہے قریب کر دیتا ہے اور دنیا کو جو قریب ہے دُور کر دیتا ہے۔ ۴۰: ذکر آدمی کے دل کو نیند سے جگاتا ہے غفلت سے چوکنا کرتا ہے اور جب تک دل سوتا رہتا ہے اپنے سارے ہی منافع کھوتا رہتا ہے۔ ۴۱: ذکر ایک درخت ہے جس پر معارف کے پھل لگتے ہیں۔ صوفیاء کی اصطلاح میں احوال اور مقامات کے پھل لگتے ہیں اور جتنی بھی ذکر کی کثرت ہو گی اتنی ہی اس درخت کی جڑ مضبوط ہو گی اور جتنی جڑ مضبوط ہو گی اتنے ہی پھل اس پر زیادہ آئیں گے۔ ۴۲: ذکر اس پاک ذات کے قریب کر دیتا ہے جس کا ذکر کر رہا ہے۔ حتّٰی کہ اس کے ساتھ معیّت نصیب ہو جاتی ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے اِنَّ اللّٰہَ مع الَّذِیْنَ اتَّقَوْا (اللہ جل شانہٗ متقیوں کے ساتھ ہے) اور حدیث میں وارد ہے اَنَا مَعَ عَبْدِیْ مَاذَکَرَنِیْ (میں اپنے بندے کے ساتھ رہتا ہوں جب تک وہ میرا ذکر کرتا رہے)، ایک حدیث میں ہے کہ میرا ذکر کرنے والے میرے آدمی ہیں میں ان کو اپنی رحمت سے دور نہیں کرتا اگر وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہتے ہیں تو میں ان کا حبیب ہوں اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو میں ان کا طبیب ہوں کہ ان کو پریشانیوں میں مبتلا کرتا ہوں تاکہ ان کو گناہوں سے پاک کروں۔ نیز ذکر کی وجہ سے جو اللہ جل شانہٗ کی معیّت نصیب ہوتی ہے وہ ایسی معیت ہے جس کے برابر کوئی دوسری معیّت نہیں ہے نہ وہ زبان سے تعبیر ہو سکتی ہے نہ تحریر میں آسکتی ہے۔ اس کی لذت وہی جان سکتا ہے جس کو یہ نصیب

ہو جاتی ہے (اَللّٰھُمَّ اَمِّنَّا مِنْہُ شَیْئًا) (۴۳) ذکر غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر ہے۔ مالوں کے خرچ کرنے کے برابر ہے، اللہ کے راستے میں جہاد کے برابر ہے (بہت سی روایات میں اس قسم کے مضمون گذر بھی چکے ہیں اور آئندہ بھی آنے والے ہیں (۴۴) ذکر شکر کی جڑ ہے جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ شکر بھی ادا نہیں کرتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبیّنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جل جلالہ سے عرض کیا آپ نے مجھ پر بہت احسانات کیے ہیں مجھے طریقہ بتا دیجئے کہ میں آپ کا بہت شکر ادا کروں۔ اللہ جلّ جلالہٗ نے ارشاد فرمایا کہ جتنا بھی تم میرا ذکر کرو گے اتنا ہی شکر ادا ہو گا۔ دوسری حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ درخواست ذکر کی گئی ہے کہ یا اللہ تیری شان کے مناسب شکر کس طرح ادا ہو۔ اللہ جلّ جلالہٗ نے فرمایا کہ تیری زبان ہر وقت ذکر کے ساتھ تر وتازہ رہے (۴۵) اللہ کے نزدیک پرہیزگار لوگوں میں زیادہ معزز وہ لوگ ہیں جو ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں اس لیے کہ تقویٰ کا منتہا جنّت ہے اور ذکر کا منتہا اللہ کی معیّت ہے (۴۶) دل میں ایک خاص قسم کی قسوت (سختی) ہے جو ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی نرم نہیں ہوتی (۴۷) ذکر دل کی بیماریوں کا علاج ہے (۴۸) ذکر اللہ کے ساتھ دوستی کی جڑ ہے اور ذکر سے غفلت اس کے ساتھ دشمنی کی جڑ ہے (۴۹) اللہ کے ذکر کے برابر کوئی چیز نعمتوں کی کھینچنے والی اور اللہ کے عذاب کو ہٹانے والی نہیں ہے (۵۰) ذکر کرنے والے پر اللہ کی صلوٰۃ (رحمت) اور فرشتوں کی صلوٰۃ (دعا) ہوتی ہے (۵۱) جو شخص یہ چاہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی جنّت کے باغوں میں رہے وہ ذکر کی مجالس میں بیٹھے کیونکہ یہ مجالس جنّت کے باغ ہیں (۵۲) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں (احادیث مذکورہ میں یہ مضمون مفصل گذر چکا ہے) (۵۳) اللہ جل شانہٗ ذکر کرنے والوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں۔ (۵۴) ذکر پر مداومت کرنے والا جنّت میں ہنستا ہوا داخل ہو گا (۵۵) تمام اعمال اللہ کے ذکر ہی کے واسطے مقرر کیے گئے ہیں۔ (۵۶) تمام اعمال میں وہی عمل افضل ہے جس میں ذکر کی کثرت ہو۔ اسی طرح اور اعمال جہاد وغیرہ کا ذکر ہے (۵۷) یہ نوافل اور دوسری نفل عبادات کا قائم مقام ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ فقراء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ یہ مالدار لوگ

بڑے بڑے درجے حاصل کرتے ہیں، یہ روزے نماز میں ہمارے شریک ہیں اور اپنے مالوں کی وجہ سے حج عمرہ جہاد میں ہم سے سبقت لے جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جس سے کوئی شخص تم تک نہ پہنچ سکے، مگر وہ شخص جو یہ عمل کرے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ پڑھنے کو فرمایا (جیسا کہ باب نمبر ۳ فصل نمبر ۲ حدیث نمبر ۷ میں آرہا ہے) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج عمرہ جہاد وغیرہ ہر عبادت کا بدل ذکر کو قرار دیا ہے (۵۸) ذکر دوسری عبادات کے لیے بڑا معین و مددگار ہے کہ اس کی کثرت سے ہر عبادت محبوب بن جاتی ہے اور عبادات میں لذت آنے لگتی ہے اور کسی عبادت میں بھی مشقت اور بار نہیں رہتا (۵۹) ذکر کی وجہ سے ہر مشقت آسان بن جاتی ہے اور ہر دشوار چیز سہل ہو جاتی ہے اور ہر قسم کے بوجھ میں خفت ہو جاتی ہے اور ہر مصیبت زائل ہو جاتی ہے (۶۰) ذکر کی وجہ سے دل سے خوف و ہراس دور ہو جاتا ہے ڈر کے مقام پر اطمینان پیدا کرنے اور خوف کے زائل کرنے میں اللہ کے ذکر کو خصوصی دخل ہے اور اس کی یہ خاص تاثیر ہے۔ جتنی ہی ذکر کی کثرت ہوگی اتنا ہی اطمینان نصیب ہوگا اور خوف زائل ہوگا (۶۱) ذکر کی وجہ سے آدمی میں ایک خاص قوت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے ایسے کام اُس سے صادر ہونے لگتے ہیں جو دشوار نظر آتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضؓ کو جب انہوں نے چکی کی مشقت اور کاروبار کی دشواری کی وجہ سے ایک خادم طلب کیا تو سوتے وقت سُبحان اللہ، الحمدُ للہ ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اور یہ ارشاد فرمایا تھا کہ یہ خادم سے بہتر ہے (۶۲) آخرت کے لیے کام کرنے والے سب دوڑ رہے ہیں اور اس دوڑ میں ذاکرین کی جماعت سب سے آگے ہے۔ عمر مولیٰ غفرۃؒ سے نقل کیا گیا ہے، کہ قیامت میں جب لوگوں کو اعمال کا ثواب ملے گا تو بہت سے لوگ اس وقت حسرت کریں گے کہ ہم نے ذکر کا اہتمام کیوں نہ کیا کہ سب سے زیادہ سہل عمل تھا۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مُفرِّد لوگ آگے بڑھ گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ مُفرِّد لوگ کون ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ذکر پر مرمٹنے والے، کہ

ذکر ان کے بوجھوں کو ہلکا کر دیتا ہے (۶۳) ذکر کرنے والے کی اللہ تعالیٰ شانہٗ تصدیق کرتے ہیں اور اس کو سچّا بتاتے ہیں اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ خود سچّا بنائیں اس کا حشر جھوٹوں کے ساتھ نہیں ہو سکتا۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں میرے بندہ نے سچ کہا۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اور میں سب سے بڑا ہوں (۶۴) ذکر سے جنت میں گھر تعمیر ہوتے ہیں۔ جب بندہ ذکر سے رک جاتا ہے تو فرشتے تعمیر سے رک جاتے ہیں جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ فلاں تعمیر تم نے کیوں روک دی تو وہ کہتے ہیں کہ اس تعمیر کا خرچ ابھی تک نہیں آیا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ سات مرتبہ پڑھے ایک گنبد اس کے لیے جنّت میں تعمیر ہو جاتا ہے (۶۵) ذکر جہنم کے لیے آڑ ہے اگر کسی بد عملی کی وجہ سے جہنّم کا مستحق ہو جائے تو ذکر درمیان میں آڑ بن جاتا ہے اور جتنی ذکر کی کثرت ہوگی اتنی ہی پختہ آڑ ہوگی۔ (۶۶) ذکر کرنے والے کے لیے فرشتے استغفار کرتے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ سے ذکر کیا گیا ہے کہ جب بندہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کہتا ہے یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتا ہے تو فرشتے دُعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اس کی مغفرت فرما۔ (۶۷) جس پہاڑ پر یا میدان میں اللہ کا ذکر کیا جائے وہ فخر کرتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو آواز دے کر پوچھتا ہے کہ کوئی ذکر کرنے والا تجھ پر آج گذرا ہے اگر وہ کہتا ہے کہ ہاں گذرا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے (۶۸) ذکر کی کثرت نفاق سے بری ہونے کا اطمینان (اور سند) ہے کیونکہ اللہ جل شانہٗ نے منافقوں کی صفت یہ بیان کی ہے۔ لَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا (نہیں ذکر کرتے اللہ کا مگر تھوڑا سا) کعبؓ احبار سے نقل کیا گیا ہے کہ جو کثرت سے ذکر کرے وہ نفاق سے بری ہے (۶۹) تمام نیک اعمال کے مقابلہ میں ذکر کے لیے ایک خاص لذّت ہے جو کسی عمل میں بھی نہیں پائی جاتی۔ اگر ذکر میں اس لذّت کے سوا کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تو یہی چیز اس کی فضیلت کے لیے کافی تھی مالک بن دینار کہتے ہیں کہ لذت پانے والے کسی چیز میں بھی ذکر کے برابر لذّت نہیں پاتے (۷۰) ذکر کرنے والوں کے چہروں پر دُنیا میں رونق اور آخرت میں نور ہوگا۔

(۷۱) جو شخص راستوں، گھروں، سفر و حضر میں کثرت سے ذکر کرے۔ قیامت میں اس کے گواہی دینے والے کثرت سے ہوں گے۔ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن کے بارے میں فرماتے ہیں یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا (اُس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی) حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جانتے ہو اس کی خبریں کیا ہیں۔ صحابہؓ نے لاعلمی ظاہر کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ جس مرد و عورت نے جو کام زمین پر کیا ہے وہ بتائے گی کہ فلاں دن فلاں وقت مجھ پر یہ کام کیا ہے (نیک ہو یا بُرا) اس لیے مختلف جگہوں میں کثرت سے ذکر کرنے والوں کے گواہ بھی بکثرت ہوں گے (۷۲) زبان جتنی دیر ذکر میں مشغول رہے گی، لغویات، جھوٹ، غیبت وغیرہ سے محفوظ رہے گی۔ اِس لیے کہ زبان چُپ تو رہتی ہی نہیں یا ذکر اللہ میں مشغول ہو گی ورنہ لغویات میں۔ اسی طرح دل کا حال ہے کہ اگر وہ اللہ کی محبّت میں مشغول نہ ہو گا تو مخلوق کی محبّت میں مبتلا ہو گا (۷۳) شیاطین آدمی کے کھلے دشمن ہیں اور ہر طرح سے اس کو وحشت میں ڈالتے رہتے ہیں اور ہر طرف سے اس کو گھیرے رہتے ہیں جس شخص کا یہ حال ہو کہ اس کے دشمن ہر وقت اس کا محاصرہ کیے رہتے ہوں اس کا جو حال ہو گا ظاہر ہو گا اور دشمن بھی ایسے کہ ہر ایک ان میں سے یہ چاہے کہ جو تکلیف بھی پہنچا سکوں پہنچاؤں، ان لشکروں کو ہٹانے والی چیز ذکر کے سوا کوئی نہیں ہے۔ بہُت سی احادیث میں بہت سی دُعائیں آئی ہیں جن کے پڑھنے سے شیطان قریب بھی نہیں آتا اور سوتے وقت پڑھنے سے رات بھر حفاظت رہتی ہے۔

حافظ ابن قیمؒ نے بھی ایسی دعائیں متعدّد ذکر کی ہیں ان کے علاوہ مصنّف نے چھ نمبروں میں انواعِ ذکر کا تفاضل اور ذکر کی بعض فضیلتیں ذکر کی ہیں اور اس کے بعد پچھتّر فصلیں خصُوصی دعاؤں میں جو خاص خاص اوقات میں وارد ہوئی ہیں ذکر کی ہیں جن کو اختصار کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا ہے کہ توفیق والے کے لیے جو ذکر کیا گیا ہے یہ بھی کافی سے زیادہ ہے اور جس کو توفیق نہیں ہے اس کے لیے ہزارہا فضائل بھی بیکار ہیں۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ۔

باب دوم

کلمۂ طیّبہ

کلمۂ طیّبہ جس کو کلمۂ توحید بھی کہا جاتا ہے جس کثرت سے قرآن پاک اور حدیث شریف میں ذکر کیا گیا ہے۔ شاید ہی اس کثرت سے کوئی دوسری چیز ذکر کی گئی ہو اور جبکہ اصل مقصود تمام شرائع اور تمام انبیاء کی بعثت سے توحید ہی ہے تو پھر جتنی کثرت سے اس کا بیان ہو قرینِ قیاس ہے قرآنِ پاک میں مختلف عنوانات اور مختلف ناموں سے اس کلمہ پاک کو ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ کلمۂ طیّبہ، قولِ ثابت، کلمۂ تقویٰ، مَقَالِیدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمانوں اور زمینوں کی کنجیاں) وغیرہ الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ آئندہ آیات میں آرہا ہے۔ امام غزالیؒ نے احیاء میں نقل کیا ہے کہ یہ کلمۂ توحید ہے کلمۂ اخلاص ہے۔ کلمۂ تقویٰ ہے۔ کلمۂ طیّبہ ہے۔ عُروۃ الوثقیٰ ہے۔ دعوۃ الحق ہے۔ ثمن الجنّۃ ہے اور چونکہ قرآنِ پاک میں مختلف عنوانات سے اس کو ذکر فرمایا گیا اس لیے اس باب کو تین فصلوں پر منقسم کیا گیا پہلی فصل میں ان آیات کا ذکر ہے جن میں کلمۂ طیّبہ مراد ہے اور کلمۂ طیّبہ کا لفظ نہیں ہے، اس لیے ان آیات کی مختصر تفسیر حضرات صحابہ کرامؓ اور خود سیّد البشر علیہ افضل الصّلوٰۃ والسَّلام سے نقل کی گئی۔ دوسری فصل میں ان آیات کا حوالہ ہے جن میں کلمۂ طیّبہ پورا یعنی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ تمام کا تمام ذکر کیا گیا ہے یا کسی معمولی تغیر کے ساتھ جیسے لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اور چونکہ ان میں یہ کلمہ چونکہ خود ہی موجود ہے یا اس کا ترجمہ دوسرے الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس لیے ان آیات کے ترجمہ کی ضرورت نہیں سمجھی گئی صرف حوالہ سورت اور رکوع پر اکتفا کیا گیا، اور

تیسری فصل میں ان احادیث کا ترجمہ اور مطلب ذکر کیا گیا جن میں اس پاک کلمہ کی ترغیب اور حکم فرمایا گیا۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

فصل ـــــ اوّل

اُن آیات میں جن میں لفظ کلمۂ طیّبہ کا نہیں ہے اور مراد کلمۂ طیّبہ ہے۔

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا کَلِمَۃً طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ تُؤْتِیْٓ اُکُلَھَا کُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّھَا ؕ وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ ○ وَمَثَلُ کَلِمَۃٍ خَبِیْثَۃٍ کَشَجَرَۃٍ خَبِیْثَۃِ ۣاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَھَا مِنْ قَرَارٍ

(سورۂ ابراہیم ع ۴)

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی اچھی مثال بیان فرمائی ہے کلمۂ طیّبہ کی کہ وہ مشابہ ہے ایک عمدہ پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ زمین کے اندر گڑی ہوئی ہو اور اس کی شاخیں اُوپر آسمان کی طرف جا رہی ہوں اور وہ درخت اللہ کے حکم سے ہر فصل میں پھل دیتا ہو (یعنی خوب پھلتا ہو) اور اللہ تعالیٰ مثالیں اسی لیے بیان فرماتے ہیں تاکہ لوگ خوب سمجھ لیں اور خبیث کلمہ (یعنی کلمۂ کفر) کی مثال ہے جیسے ایک خراب درخت ہو کہ وہ زمین کے اوپر ہی اوپر سے اکھاڑ لیا جاوے اور اس کو زمین میں کچھ ثبات نہ ہو۔

فائدہ: حضرت ابن عبّاسؓ فرماتے ہیں کہ کلمۂ طیّبہ سے کلمۂ شہادت اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مراد ہے جس کی جڑ مومن کے قول میں ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں کہ اس کی وجہ سے مومن کے اعمال آسمان تک جاتے ہیں اور کلمۂ خبیثہ شرک ہے کہ اس کے ساتھ کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ ایک دوسری حدیث میں ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہر وقت پھل دینے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کو دن رات ہر وقت یاد کرتا ہو۔ حضرت قتادہؒ

تابعیؒ نقل کرتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ یہ مالدار (صدقات کی بدولت) سارا ثواب اُڑا لے گئے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بھلا بتا تو سہی کہ اگر کوئی شخص سامان کو اُوپر نیچے رکھتا چلا جائے تو کیا آسمان پر چڑھ جائے گا میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جس کی جڑ زمین میں ہو اور شاخیں آسمان پر، ہر نماز کے بعد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ دس دس مرتبہ پڑھا کر اس کی جڑ زمین میں ہے، اور شاخیں آسمان پر۔

(۲) مَنْ کَانَ یُرِیْدُ الْعِزَّۃَ فَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ جَمِیْعًا ط اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ (سورہ فاطر رکوع ۶)

جو شخص عزت حاصل کرنا چاہے (وہ اللہ ہی سے عزت حاصل کرے کیوں کہ) ساری عزت اللہ ہی کے واسطے ہے اسی تک اچھے کلمے پہنچتے ہیں اور نیک عمل ان کو پہنچاتا ہے

فائدہ:- اچھے کلموں سے مراد بہت سے مفسرین کے نزدیک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے جیسا کہ عالم مفسرین نے نقل کیا ہے اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد کلماتِ تسبیح ہیں جیسا دوسرے باب میں آئے گا۔

(۳) وَتَمَّتْ کَلِمَۃُ رَبِّکَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ط (سورۂ انعام ع ۱۴)

اور تیرے رب کا کلمہ سچائی اور انصاف (و اعتدال) کے اعتبار سے پورا ہے۔

فائدہ:- حضرت انسؓ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ رب کے کلمہ سے مراد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے اور اکثر مفسرین کے نزدیک کلام اللہ شریف مراد ہے۔

(۴) یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ ج وَیُضِلُّ اللّٰہُ الظّٰلِمِیْنَ قف وَیَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ (سورہ ابراہیم ع ۴)

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو پکی بات (یعنی کلمہ طیبہ) سے دُنیا اور آخرت دونوں میں مضبوط رکھتا ہے اور کافروں کو دونوں جہان میں بچلا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ (اپنی حکمت سے) جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

فائدہ: حضرت براءؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہ جب قبر میں سوال ہوتا ہے تو مسلمان لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی گواہی دیتا ہے۔ آیت شریفہ میں پکی بات سے یہی مراد ہے۔ حضرت عائشہؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ اس سے مراد قبر کا سوال جواب ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مسلمان جب مرتا ہے تو فرشتے اس وقت حاضر ہوتے ہیں اس کو سلام کرتے ہیں جنت کی خوش خبری دیتے ہیں۔ جب وہ مرجاتا ہے تو فرشتے اس کے ساتھ جاتے ہیں اس کی نماز جنازہ میں شریک ہوتے ہیں اور جب دفن ہو جاتا ہے تو اس کو بٹھاتے ہیں اور اس سے سوال و جواب ہوتے ہیں جن میں یہ بھی پوچھا جاتا ہے کہ تیری گواہی کیا ہے وہ کہتا ہے۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ یہی مراد ہے آیت شریفہ میں، حضرت ابو قتادہؓ فرماتے ہیں کہ دنیا میں پکی بات سے مراد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے، اور آخرت میں قبر کا سوال جواب مراد ہے۔ حضرت طاؤسؒ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔

(۵) لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝

(سورۂ رعد رکوع ۲)

سچا پکارنا اسی کے لیے خاص ہے اور خدا کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ ان کی درخواست کو اس سے زیادہ منظور نہیں کر سکتے جتنا پانی اس شخص کی درخواست کو منظور کرتا ہے جو اپنے دونوں ہاتھ اس پانی کی طرف پھیلائے (اور اس پانی کو اپنی طرف بلائے) تاکہ وہ اس کے منہ تک آجائے اور وہ (پانی از خود) اس کے منہ تک آنے والا کسی طرح بھی نہیں اور کافروں کی درخواست محض بے اثر ہے

فائدہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ دعوۃ الحق سے مراد توحید یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ دعوۃ الحق سے شہادت

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی مراد ہے ان کے علاوہ دوسرے حضرات سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے

(۶) قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (سورہ آل عمران رکوع ۷)

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے کہ اے اہلِ کتاب آؤ ایک ایسے کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان (مسلّم ہونے میں) برابر ہے وہ یہ کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالےٰ کیساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو رب قرار نہ دے خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر پھر اس کے بعد بھی وہ اعراض کریں تو تم لوگ اس کے گواہ رہو کہ ہم لوگ تو مسلمان ہیں۔

فائدہ:۔ آیت شریفہ کا مضمون خود ہی صاف ہے کہ کلمہ سے مراد توحید اور کلمۂ طیبہ ہے۔ حضرت ابو العالیہؒ اور مجاہدؒ سے صراحت کے ساتھ منقول ہے کہ کلمہ سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے۔

(۷) كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ وَلَوْ اٰمَنَ اَھْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّھُمْ ۭ مِنْھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُھُمُ الْفٰسِقُوْنَ (سورہ آل عمران رکوع ۱۲)

(اے امّت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تم لوگ (سب اہلِ مذاہب سے) بہترین جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کو نفع پہنچانے کے لیے ظاہر کی گئی ہے تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بُری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اگر اہلِ کتاب بھی ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہتر تھا، ان میں سے بعض تو مسلمان ہیں (جو ایمان لے آئے ہیں) لیکن اکثر حصہ ان میں سے کافر ہے۔

فائدہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ (اچھی بات

کا حکم کرتے ہو، کا مطلب یہ ہے کہ اس کا حکم کرتے ہو کہ وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی گواہی دیں اور اللہ کے احکام کا اقرار کریں اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ساری اچھی چیزوں میں سے بہترین چیز ہے اور سب سے بڑھی ہوئی

(۸) وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ (سورہ ہود ع ۱۰)

اور (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نماز کی پابندی رکھئے دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں بے شک نیک کام مٹا دیتے ہیں (نامۂ اعمال سے) بُرے کاموں کو یہ بات ایک نصیحت ہے۔ نصیحت ماننے والوں کے لیے۔

فائدہ:۔ اس آیت شریفہ کی تفسیر میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت شریفہ کی توضیح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ نیکیاں (اعمال نامہ سے) برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ حضرت ابوذرؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت فرما دیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ سے ڈرتے رہو جب کوئی برائی صادر ہو جائے فوراً کوئی بھلائی اس کے بعد کرو تاکہ اس کی مکافات ہو جائے اور وہ زائل ہو جائے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بھی نیکیوں میں شمار ہے یعنی اس کا ورد، اس کا پڑھنا بھی اس میں داخل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو نیکیوں میں افضل ترین چیز ہے۔ حضرت انسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو بندہ رات میں یا دن میں کسی وقت بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھتا ہے اس کے اعمال نامہ سے برائیاں دھل جاتی ہیں۔

(۹) اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یَعِظُکُمْ

بے شک اللہ تعالیٰ حکم فرماتے ہیں عدل کا اور احسان کا اور قرابت داروں کو دینے کا اور منع کرتے ہیں فحش باتوں سے اور بُری باتوں سے کسی پر ظلم کرنے سے حق تعالیٰ شانہٗ تم

لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ	کو نصیحت فرماتے ہیں تاکہ تم نصیحت کو قبول کرو۔

(سورہ نحل ع ۱۳)

فائدہ:۔ عدل کے معنی تفاسیر میں مختلف آئے ہیں۔ ایک تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی منقول ہے کہ عدل سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اقرار کرنا ہے اور احسان سے مراد فرائض کا ادا کرنا ہے۔

(۱۰): يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۙ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ (سورۂ احزاب ع ۹)	اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور راستی کی (یعنی) بات کہو، اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال اچھے کردیگا اور گناہ معاف فرمادے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔

فائدہ:۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عکرمہؒ دونوں حضرات سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا کے معنی یہ ہیں کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا کرو ایک حدیث میں آیا ہے کہ سب سے زیادہ پکے اعمال تین چیزیں ہیں۔ ہر حال میں اللہ کا ذکر کرنا (غمی ہو یا خوشی ہو یا فراخی)، دوسرے اپنے بارے میں انصاف کا معاملہ کرنا یہ نہ ہو کہ دوسروں پر تو زور دکھلائے اور جب کوئی اپنا معاملہ ہو تو اِدھر اُدھر کی کہنے لگے، تیسرے بھائی کے ساتھ مالی ہمدردی کرنا

(۱۱): فَبَشِّرْ عِبَادِ ۙ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ (سورہ زمر ع ۲)	پس آپ میرے ایسے بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو اس کلام پاک کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر اس کی بہترین باتوں کا اتباع کرتے ہیں، یہی ہیں جن کو اللہ (جل شانہ) نے ہدایت کی اور یہی ہیں جو اہل عقل ہیں۔

فائدہ:۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سعید بن زیدؓ حضرت ابوذر غفاریؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ یہ تینوں حضرات جاہلیت کے زمانہ ہی میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا

کرتے تھے اور یہی مراد ہے اس آیت شریفہ میں اَحْسَنَ الْقَوْلِ سے۔ حضرت زید بن اسلمؓ سے بھی اس کے قریب ہی منقول ہے کہ یہ آیتیں ان تین آدمیوں کے بارہ میں نازل ہوئی ہیں جو جاہلیت کے زمانہ میں بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھا کرتے تھے۔ زید بن عمروؓ بن نفیل، ابوذر غفاریؓ اور سلمان فارسی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم۔

(۱۲) وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۝ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ۝ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (سورۂ زمر رکوع ۴)

اور جو لوگ (اللہ کی طرف سے یا اس کے رسولؐ کی طرف سے) سچی بات لے کر آئے اور خود بھی اس کی تصدیق کی (اس کو سچا جانا) تو یہ لوگ پرہیزگار ہیں، یہ لوگ جو کچھ چاہیں گے ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس سب کچھ ہے یہ بدلہ ہے نیک کام کرنیوالوں کا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے بُرے اعمال کو ان سے دور کر دے (اور معاف کر دے) اور نیک کاموں کا بدلہ (ثواب) دے۔

فائدہ:- جو لوگ اللہ کی طرف سے لانے والے ہیں وہ انبیاء علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں اور جو لوگ اس کے رسول کی طرف سے لانے والے ہیں وہ علماء کرام ہیں شکر اللہ سعیہم۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ سچی بات سے مراد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔ بعض مفسرین سے نقل کیا گیا ہے کہ اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ (جو شخص سچی بات اللہ کی طرف سے لے کر آیا) سے مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور صَدَّقَ بِهٖ (وہ لوگ جنہوں نے اس کی تصدیق کی) سے مراد مومنین ہیں۔

(۱۳) اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا

بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ (جلّ جلالہٗ) ہے پھر مستقیم رہے (یعنی جمے رہے اس کو چھوڑا نہیں) ان پر فرشتے اتریں

وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ ج وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝ (سورۂ سجدہ رکوع ۴)

گے (موت کے وقت اور قیامت میں یہ کہتے ہوئے) کہ تم اندیشہ کرو نہ رنج کرو، اور خوشخبری لو اس جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے ہم تمہارے رفیق تھے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے اور آخرت میں تمہارے لیے جس چیز کو تمہارا دل چاہے وہ موجود ہے اور وہاں جو تم مانگو گے وہ ملے گا (اور یہ سب انعام و اکرام بطور مہمانی کے ہے اللہ جل شانہٗ کی طرف سے (کہ تم اس کے مہمان ہو گے اور مہمان کا اکرام کیا جاتا ہے

فائدہ: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا کے معنی یہ ہیں کہ پھر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر قائم رہے۔ حضرت ابراہیمؒ اور حضرت مجاہدؒ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ پھر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر مرنے تک قائم رہے۔ شرک وغیرہ میں مبتلا نہ ہو۔

(۴) وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ (حٰم سجدہ ع ۵)

بات کی عمدگی کے لحاظ سے کون شخص اس سے اچھا ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور یہ کہے کہ میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

فائدہ: حضرت حسنؒ کہتے ہیں کہ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ سے مؤذن کا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا مراد ہے۔ عاصم بن ہبیرہؒ کہتے ہیں کہ جب تو اذان سے فارغ ہو تو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ کہا کر

(۵) فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ

پس اللہ تعالیٰ نے اپنی سکینہ (سکون تحمل یا خاص رحمت) اپنے رسولؐ پر نازل فرمائی

كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ط (سورۂ فتح ع ۳)

اور مومنین پر اور ان کے تقویٰ کے کلمہ پر (تقویٰ کی بات پر) جمائے رکھا اور وہی اس تقویٰ کے کلمہ کے مستحق اور اہل تھے۔

فائدہ: تقوٰی کے کلمہ سے مراد اکثر روایات میں یہی وارد ہوا ہے کہ کلمہ طیبہ ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ و حضرت سلمہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا ہے کہ اس سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور حضرت اُبی ابن کعبؓ، حضرت علیؓ حضرت عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ وغیرہ بہت سے صحابہؓ سے یہی نقل کیا گیا ہے۔ عطاء خراسانی سے پورا کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ نقل کیا گیا ہے۔ حضرت علیؓ سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ بھی نقل کیا گیا ہے۔ ترمذی نے حضرت براءؓ سے نقل کیا ہے کہ اس سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے

(۱۶) هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ (سورہ رحمٰن رکوع ۳)

بھلا احسان کا بدلہ احسان کے سوا اور بھی کچھ ہو سکتا ہے سو اے (جن و انس) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

فائدہ: حضرت ابن عباسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آیت شریفہ کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص پر میں نے دنیا میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے کا انعام کیا بھلا آخرت میں جنت کے سوا اور کیا بدلہ ہو سکتا ہے۔ حضرت عکرمہؓ سے بھی یہی منقول ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے کا بدلہ جنت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ حضرت حسنؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔

(۱۷) قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (سورہ اعلیٰ رکوع ۱)

فلاح کو پہنچ گیا وہ شخص جس نے تزکیہ کر لیا (پاکی حاصل کی)

فائدہ: حضرت جابرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تزکّی سے مراد یہ ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی گواہی دے اور بتوں کو

خیر یاد کہے۔ حضرت عکرمہؓ کہتے ہیں کہ تزکّیٰ کے معنی یہ ہیں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے۔ یہی حضرت ابن عباس سے بھی نقل کیا گیا ہے۔

(۱۸) فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی ۙ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ۙ فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی (سورہ لیل رکوع ۱)

پس جس شخص نے (اللہ کی راہ میں مال دیا) اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات کی تصدیق کی، آسان کر دیں گے ہم اس کو آسانی کی چیز کیلئے

فائدہ:- آسانی کی چیز سے جنّت مُراد ہے کہ ہر قسم کی راحت اور سہولتیں وہاں میسّر ہیں اور مطلب یہ ہے کہ ایسے اعمال کی توفیق اس کو دیں گے جس سے وہ اعمال سہولت سے ہونے لگیں گے جو جنّت میں جلد پہنچا دینے والے ہوں۔ اکثر مفسرین سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر صدیقؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابن عبّاسؓ سے منقول ہے کہ اچھی بات کی تصدیق سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تصدیق مُراد ہے۔ حضرت ابُو عبدالرحمٰن سلمیؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ اچھی بات سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مراد ہے۔ حضرت امام اعظمؒ نے بروایت ابوالزبیر حضرت جابرؓ سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی پڑھا اور ارشاد فرمایا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تصدیق کرے اور کَذَّبَ بِالْحُسْنٰی پڑھا اور ارشاد فرمایا کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تکذیب کرے۔

(۱۹) مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ فَلَہٗ عَشْرُ اَمْثَالِہَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَۃِ فَلَا یُجْزٰٓی اِلَّا مِثْلَہَا وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ (سورہ انعام ع ۲۰)

جو شخص نیک کام کرے گا اس کو (کم سے کم) دس حصے ثواب کے ملیں گے اور جو بُرا کام کرے گا اس کو اس کے برابر ہی بدلہ ملے گا اور ان لوگوں پر ظلم نہ ہوگا (کہ کوئی نیکی درج نہ کی جائے یا بدی کو بڑھا کر لکھ دیا جائے)

فائدہ:- ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب آیۃ شریفہ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَۃِ نازل ہوئی تو کسی شخص نے عرض کیا یا رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ بھی حسنہ (نیکی) میں داخل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ حسنہ سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُراد

ہے حضرت ابوہریرۃؓ غالباً حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ حَسَنہ سے مراد لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔ حضرت ابوذرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے جیساکہ آیت نمبر ۸ کی ذیل میں گذر چکا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ دس گنا ثواب عوام کے لیے ہے مہاجرین کے لیے سات سو گنا تک ثواب ہو جاتا ہے۔

(۲۰) حٰمٓ ۝ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ ط لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ط اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ ۝ (سورہ غافر ع ۱)

یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے ہر چیز کا جاننے والا ہے، گناہ کا بخشنے والا ہے اور توبہ کا قبول کرنے والا ہے سخت سزا دینے والا ہے قدرت (یا عطا) والا ہے۔ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

فائدہ:- حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے اس آیت شریفہ کی تفسیر میں نقل کیا گیا ہے کہ گناہ کی مغفرت کرنیوالا ہے اس شخص کے لیے جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے اور توبہ قبول کرنیوالا ہے اس شخص کی جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے سخت عذاب والا ہے اُس شخص کے لیے جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نہ کہے ذِی الطَّوْلِ کے معنی غناوالا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ردّ ہے کفار قریش پر جو توحید کے قائل نہ تھے اور اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ کے معنی اسی کی طرف لوٹنا ہے اس شخص کا جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے۔ تاکہ اس کو جنت میں داخل کرے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے اس شخص کا جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نہ کہے تاکہ اس کو جہنم میں داخل کرے۔

(۲۱) فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی ج لَا انْفِصَامَ لَھَا ط (بقرہ ع ۲۴)

پس جو شخص شیطان سے بداعتقاد ہو اور اللہ کے ساتھ خوش عقیدہ ہو تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ پکڑ لیا جس کو کسی طرح شکستگی نہیں

فائدہ:- حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عُرْوَۃُ الْوُثْقٰی (مضبوط حلقہ) یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا سفیانؒ سے بھی یہی منقول ہے کہ عروۃ الوثقیٰ سے مراد کلمہ اخلاص ہے

تکمیل

قلت وقد ورد فی تفسیر آیات اخر عدیدۃ ایضا ان المراد ببعض الالفاظ فی ھذہ الآیات کلمۃ التوحید عند بعضھم فقد قال الراغب فی قولہ فی قصۃ زکریا مصدقا بکلمۃ قیل کلمۃ التوحید وکذا قال فی قولہ تعالیٰ انا عرضنا الامانۃ الآیہ قیل ھی کلمۃ التوحید واقتصرت علیٰ ما مر الا اختصار

فصل دوم

میں ان آیات کا ذکر ہے جن میں کلمہ طیبہ ذکر کیا گیا ہے۔ اکثر جگہ پورا کلمہ مذکور ہے اور کہیں مختصر اور کہیں دوسرے الفاظ میں بعینہٖ کلمہ طیبہ کے معنی مذکور ہیں کہ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے کے معنی ہیں کوئی معبود نہیں ہے اللہ پاک کے سوا یہی معنی مَا مِنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ کے ہیں کہ کوئی معبود نہیں ہے اس کے سوا۔ یہی معنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ کے ہیں اور یہی معنی قریب قریب ہیں لَا نَعْبُدُ اِلَّا اللّٰہَ کے (نہیں عبادت کرتے ہم اللہ کے سوا کسی کی) اور یہی معنی ہیں لَا نَعْبُدُ اِلَّآ اِیَّاہُ کے کہ نہیں عبادت کرتے ہیں ہم اس کے سوا کسی کی۔ اسی طرح اِنَّمَا ھُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ کے معنی ہیں "اس کے سوا نہیں کہ معبود وہی ایک ہے"۔ اسی طرح اور آیات بھی ہیں جن کا مفہوم کلمہ طیبہ ہی کے ہم معنی ہے۔ ان آیات کی سورتوں اور رکوعوں کا حوالہ اس لیے لکھا جاتا ہے کہ پوری آیت کا ترجمہ کوئی دیکھنا چاہے تو مترجم قرآن شریف کو سامنے رکھ کر حوالوں سے دیکھ سکتا ہے اور حق تو یہ ہے کہ سارا ہی کلام مجید کلمہ طیبہ کا مفہوم ہے کہ اصل مقصد تمام قرآن شریف کا اور تمام دین کا توحید ہی ہے۔ توحید ہی کی تعلیم کے لیے مختلف زمانوں میں مختلف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے۔ توحید ہی سب مذاہب میں مشترک رہی ہے اور توحید کے اثبات کے لیے مختلف عنوانات اختیار فرمائے گئے ہیں اور یہی مفہوم کلمہ طیبہ کا ہے۔

۱: وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (سورہ بقرہ ع ۱۹) ۲: اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (سورہ بقرہ ع ۳۴) ۳: اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (سورہ آل عمران رکوع ۱) ۴: شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ (سورہ آل عمران ع ۲) ۵: لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (سورہ آل عمران ع ۲) ۶: وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ (سورہ آل عمران ع ۶) ۷: تَعَالَوْا اِلٰی كَلِمَةٍ سَوَآءٍۭ بَیْنَنَا وَبَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ (سورہ آل عمران رکوع ۷) ۸: اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَیَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ (سورہ نساء رکوع ۱۱) ۹: وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورہ مائدہ ع ۱۰) ۱۰: قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورہ انعام ع ۲) ۱۱: مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِهٖ (سورہ انعام رکوع ۵) ۱۲: ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورہ انعام ع ۱۳) ۱۳: لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ (سورہ انعام ع ۱۳) ۱۴: قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ اِلٰهًا (سورہ اعراف ع ۱۶) ۱۵: لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ (سورہ اعراف رکوع ۲۰) ۱۶: وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوْا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورہ توبہ ع ۵) ۱۷: حَسْبِیَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ (سورہ توبہ رکوع ۱۶) ۱۸: ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ (سورہ یونس ع ۱) ۱۹: فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ (سورہ یونس ع ۴) ۲۰: قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (سورہ یونس ع ۹) ۲۱: فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (سورہ یونس ع ۱۱) ۲۲: فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورہ ہود ع ۲) ۲۳: اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ (سورہ ہود ع ۳) ۲۴: ۲۵: ۲۶: قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ (سورہ ہود رکوع ۵-۶-۸) ۲۷: ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورہ یوسف ع ۵) ۲۸: اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ (سورہ یوسف ع ۵) ۲۹: قُلْ هُوَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (سورہ رعد ع ۴) ۳۰: وَلِیَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورہ ابراهیم ع ۷) ۳۱: اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ (سورہ نحل رکوع ۱) ۳۲: اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورہ نحل ع ۳) ۳۳: اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (سورہ نحل ع ۷) ۳۴: وَلَا تَجْعَلْ

مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ (سورہ بنی اسرائیل ع ۴) ۳۵: قُلْ لَّوْ کَانَ مَعَہٗٓ اٰلِھَۃٌ کَمَا یَقُوْلُوْنَ۔
(سورہ بنی اسرائیل ع ۵) ۳۶: فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِہٖٓ
اِلٰھًا (سورہ کہف ع ۲) ۳۷: ھٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اٰلِھَۃً (سورہ کہف ع ۲)
۳۸: یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ (سورہ کہف ع ۱۲) ۳۹: وَاِنَّ اللّٰہَ رَبِّیْ وَ
رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ (سورہ مریم ع ۲) ۴۰: اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ (سورہ طٰہٰ ع ۱) ۴۱: اِنَّنِیْٓ
اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ (سورہ طٰہٰ ع ۱) ۴۲: اِنَّمَآ اِلٰھُکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا
ھُوَ (سورہ طٰہٰ ع ۵) ۴۳: لَوْ کَانَ فِیْھِمَآ اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا ج (سورہ انبیاء
رکوع ۲) ۴۴: اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اٰلِھَۃً ط (سورہ انبیاء ع ۲) ۴۵: اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْہِ
اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا (سورہ انبیاء ع ۲) ۴۶: اَمْ لَھُمْ اٰلِھَۃٌ تَمْنَعُھُمْ مِّنْ دُوْنِنَا
(سورہ انبیاء ع ۴) ۴۷: اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَنْفَعُکُمْ شَیْئًا وَّلَا یَضُرُّکُمْ
(سورہ انبیاء ع ۵) ۴۸: لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ (سورہ انبیاء ع ۶) ۴۹: اِنَّمَا یُوْحٰٓی
اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ (سورہ انبیاء ع ۷) ۵۰: فَاِلٰھُکُمْ وَّاحِدٌ فَلَہٗ
اَسْلِمُوْا (سورہ حج ع ۵) ۵۱: ۵۲: اُعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ (سورہ
مومنون ع ۲) ۵۳: وَمَا کَانَ مَعَہٗ مِنْ اِلٰہٍ (سورہ مومنون ع ۵) ۵۴: فَتَعٰلَی اللّٰہُ
الْمَلِکُ الْحَقُّ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ (سورہ مومنون ع) ۵۵: وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ
لَا بُرْھَانَ لَہٗ بِہٖ فَاِنَّمَا حِسَابُہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ (سورہ مومنون ع ۶) ۵۶: ءَاِلٰہٌ
مَّعَ اللّٰہِ (پانچ مرتبہ سورہ نمل رکوع ۵ میں وارد ہے) ۵۷: وَھُوَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَہُ الْحَمْدُ
(سورہ قصص ع ۷) ۵۸: مَنْ اِلٰہٌ غَیْرُ اللّٰہِ یَاْتِیْکُمْ بِلَیْلٍ (سورہ قصص ع ۷) ۵۹: وَلَا
تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ قف (سورہ قصص ع ۹) ۶۰: وَاِلٰھُنَا وَاِلٰھُکُمْ
اِلٰہٌ وَّاحِدٌ (سورہ عنکبوت ع ۵) ۶۱: لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ (سورہ فاطر ع ۱)
۶۲: اِنَّ اِلٰھَکُمْ لَوَاحِدٌ (سورہ صٰفّٰت ع ۱) ۶۳: اِنَّھُمْ کَانُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَھُمْ لَآ
اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَسْتَکْبِرُوْنَ (سورہ صٰفّٰت ع ۲) ۶۴: اَجَعَلَ الْاٰلِھَۃَ اِلٰھًا وَّاحِدًا
(سورہ صٓ ع ۱) ۶۵: وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّا اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ (سورہ صٓ ع ۵) ۶۶: ھُوَ

اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ (سورہ زمر ع ۱) ۶۷: ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ لَہُ الْمُلْکُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ (سورہ زمر ع ۱) ۶۸: لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ (سورہ مومن ع ۱) ۶۹: لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ (سورہ مومن ع ۷) ۷۰: ھُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَادْعُوْہُ (سورہ مومن رکوع ۷) ۷۱: یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ (سورہ حم سجدہ ع ۱) ۷۲: اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ (سورہ حم سجدہ ع ۲) ۷۳: اَللّٰہُ رَبُّنَا وَرَبُّکُمْ (سورہ شوریٰ ع ۲) ۷۴: اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِھَۃً یُّعْبَدُوْنَ (سورہ زخرف ع ۴) ۷۵: رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا (سورہ دخان ع ۱) ۷۶: لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ (سورہ دخان ع ۱) ۷۷: اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ (سورہ احقاف ع ۳) ۷۸: فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (سورہ محمد ع ۲) ۷۹: وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ (سورہ ذاریات ع ۳) ۸۰: ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ (سورہ حشر ع ۳) ۸۱: اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْکُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ (سورہ ممتحنہ ع ۱) ۸۲: اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ (سورہ تغابن ع ۲) ۸۳: رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ (سورہ مزمل ع ۱) ۸۴: لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ (سورہ کافرون) ۸۵: قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ (سورہ اخلاص)

یہ پچاسی آیات ہیں جن میں کلمہ طیبہ یا اس کا مضمون وارد ہوا ہے، ان کے علاوہ اور بھی آیات بکثرت ہیں جن میں اس کے معنی اور مفہوم وارد ہوا ہے، اور جیسا میں اس فصل کے شروع میں لکھ چکا ہوں، توحید ہی اصل دین ہے۔ اس لیے جتنا اس میں انہماک اور شغف ہوگا، دین میں پختگی پیدا ہوگی، اسی لیے اس مضمون کو مختلف عبارات میں مختلف طریقوں سے ذکر فرمایا ہے کہ دل کی گہرائیوں میں اتر جائے اور اندرونِ دل میں پختہ ہو جائے اور دل میں اللہ کے ماسوا کی کوئی جگہ باقی نہ رہے۔

فصل سوم

میں ان احادیث کا ذکر ہے جن میں کلمہ طیبہ کے ترغیب و فضائل ذکر فرمائے گئے ہیں۔ اس مضمون میں جب آیات اتنی کثرت سے ذکر فرماتی ہیں تو احادیث کا کیا پوچھنا۔ سب کا احاطہ تو ناممکن ہے اس لیے چند احادیث بطور نمونہ کے ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) عَنْ جَابِرٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَفْضَلُ الدُّعَاءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام اذکار میں افضل لا الہ الا اللہ ہے اور تمام دعاؤں میں افضل الحمد للہ ہے۔

(کذا فی المشکوٰۃ بروایۃ الترمذی وابن ماجۃ وقال المنذری رواہ ابن ماجۃ والنسائی وابن حبان فی صحیحہ والحاکم کلہم من طریق طلحۃ بن خراش عنہ وقال الحاکم صحیح الاسناد قلت رواہ الحاکم بسندین وصححھما واقرہ علیھا الذھبی وکذا رقم لہ بالصحۃ السیوطی فی جامع)

فائدہ :۔ لا الہ الا اللہ کا افضل الذکر ہونا تو ظاہر ہے اور بہت سی احادیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے۔ نیز سارے دین کا مدار ہی کلمہ توحید پر ہے تو پھر اس کے افضل ہونے میں کیا تردد ہے اور الحمد للہ کو افضل دعا اس لحاظ سے فرمایا ہے کہ کریم کی ثنا کا مطلب سوال ہی ہوتا ہے۔ عام مشاہدہ ہے کہ کسی رئیس، امیر، نواب کی تعریف میں قصیدہ خوانی کا مطلب اس سے سوال ہی ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص لا الہ الا اللہ پڑھے اس کے بعد اس کو الحمد للہ بھی کہنا چاہیے اس لیے کہ قرآن پاک میں فَادْعُوْہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وارد ہے۔ مُلّا علی قاری فرماتے ہیں اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تمام ذکروں میں افضل اور سب سے بڑھا ہوا ذکر کلمہ طیبہ ہے کہ یہی دین کی وہ

بنیاد ہے جس پر سارے دین کی تعمیر ہے اور یہ وہ پاک کلمہ ہے کہ دین کی چکی اسی کے گرد گھومتی ہے۔ اسی وجہ سے صوفیاء اور عارفین اسی کلمہ کا اہتمام فرماتے ہیں اور سارے اذکار پر اسکو ترجیح دیتے ہیں اور اسی کی جتنی ممکن ہو کثرت کراتے ہیں کہ تجربہ سے اس میں جسقدر فوائد اور منافع معلوم ہوتے ہیں کسی دوسرے میں نہیں۔ چنانچہ سید علی بن میمون مغربی کا قصہ مشہور ہے کہ جب شیخ عُلوان حَمَوی جو ایک متبحّر عالم، مفتی اور مدرس تھے سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور سید صاحب کی اُن پر خصوصی توجہ ہوئی تو انکو سارے مشاغل درس و تدریس فتویٰ وغیرہ سے روک دیا اور سارا وقت ذکر میں مشغول کر دیا۔ عوام کا تو کام ہی اعتراض اور گالیاں دینا ہے۔ لوگوں نے بڑا شور مچایا کہ شیخ کے منافع سے دُنیا کو محروم کر دیا اور شیخ کو ضائع کر دیا وغیرہ وغیرہ، کچھ دنوں بعد سید صاحب کو معلوم ہوا کہ شیخ کسی وقت کلام اللہ شریف کی تلاوت کرتے ہیں۔ سید صاحب نے اسکو بھی منع فرما دیا، پھر تو پوچھنا ہی کیا۔ سید صاحب پر زندیقی اور بددینی کا الزام لگنے لگا۔ لیکن چند ہی روز بعد شیخ پر ذکر کا اثر ہو گیا اور دل رنگ گیا تو سید صاحب نے فرمایا کہ اب تلاوت شروع کر دو۔ کلام پاک جو کھلا تو ہر ہر لفظ پر وہ وہ علوم و معارف کھلے کہ پوچھنا ہی کیا ہے۔ سید صاحب نے فرمایا کہ میں نے خدانخواستہ تلاوت کو منع نہیں کیا تھا بلکہ اس چیز کو پیدا کرنا چاہتا تھا۔

چونکہ یہ کلمہ دین کی اصل ہے ایمان کی جڑ ہے۔ اس لیے جتنی بھی اس کی کثرت کی جاتے گی اتنی ہی ایمان کی جڑ مضبوط ہو گی ایمان کا مدار اسی کلمہ پر ہے بلکہ دنیا کے وجود کا مدار اسی کلمہ پر ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ قیامت اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے والا کوئی زمین پر ہو۔ دوسری حدیثوں میں آیا ہے کہ جب تک کوئی بھی اللہ اللہ کہنے والا روئے زمین پر ہو قیامت نہیں ہو گی۔

۲: عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ قَالَ مُوْسٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا رَبِّ	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ حضرۃ موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جل جلالہٗ کی

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَبِّ عَلِّمْنِي شَيْئًا اَذْكُرُكَ بِهٖ وَاَدْعُوْكَ بِهٖ قَالَ قُلْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ يَا رَبِّ كُلُّ عِبَادِكَ يَقُوْلُ هٰذَا قَالَ قُلْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ اِنَّمَا اُرِيْدُ شَيْئًا تَخُصُّنِيْ بِهٖ قَالَ يَا مُوْسٰى لَوْ اَنَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَالْاَرَضِيْنَ السَّبْعَ فِيْ كِفَّةٍ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فِيْ كِفَّةٍ مَالَتْ بِهِمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

پاک بارگاہ میں عرض کیا کہ مجھے کوئی ورد تعلیم فرمادیجیے جس سے آپکو یاد کیا کروں اور آپکو پکارا کروں، ارشادِ خداوندی ہوا کہ لا الہ الا اللہ کہا کرو۔ انہوں نے عرض کیا اے پروردگار یہ تو ساری ہی دنیا کہتی ہے ارشاد ہوا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا کرو۔ عرض کیا میرے ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسری طرف لا الہ الا اللہ کو رکھ دیا جائے تو لا الہ الا اللہ والا پلڑا جھک جائے گا۔

(رواہ النسائی وابن حبان والحاکم کلہم من طریق دراج عن ابی الہیثم عنہ وقال الحاکم صحیح الاسناد کذا فی الترغیب قلت قال الحاکم صحیح الاسناد ولم یخرجاہ واقرہ علیہ الذہبی واخرج فی المشکوٰۃ بروایت شرح السنۃ نحوہ زاد فی منتخب الکنز ابا یعلی والحکیم وابا نعیم فی الحلیۃ والبیہقی فی الاسماء وسعید بن منصور فی سننہ وفی مجمع الزوائد رواہ ابو یعلی ورجالہ وثقوا وفیہم ضعف)

فائدہ:۔ اللہ جل جلالہٗ وعم نوالہٗ کی عادت شریفہ یہی ہے کہ جو چیز جس قدر ضرورت کی ہوتی ہے اتنی ہی عام عطا کی جاتی ہے ضروریاتِ دنیویہ ہی میں دیکھ لیا جائے کہ سانس پانی، ہوا کیسی عام ضرورت کی چیزیں ہیں اور اللہ جل شانہٗ نے ان کو کس قدر عام فرما رکھا ہے۔ البتہ یہ ضروری چیز ہے کہ اللہ کے یہاں وزن اخلاص کا ہے۔ جس قدر اخلاص سے کوئی کام کیا جائے گا اتنا ہی وزنی ہوگا اور جس قدر اخلاص کی کمی اور بیدلی سے کیا جائے گا اتنا ہی ہلکا ہوگا۔ اخلاص پیدا کرنے کے لیے بھی جس قدر مفید اس کلمہ کی کثرت ہے، اتنی کوئی دوسری چیز نہیں کہ اس کلمہ کا نام ہی جلاءُ القلوب (دلوں کی صفائی) ہے۔ اسی وجہ سے حضرات صوفیا۔ اس کا ورد کثرت سے بتاتے ہیں اور سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں

کی مقدار میں روزانہ کا معمول تجویز کرتے ہیں۔

مُلّا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرید نے اپنے شیخ سے عرض کیا کہ میں ذکر کرتا ہوں مگر دل غافل رہتا ہے انھوں نے فرمایا کہ ذکر برابر کرتے رہو کہ اس نے ایک عضو یعنی زبان کو اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی اور اس اللہ سے دل کی توجّہ کے لیے دعا کرتے رہو، اس قسم کا واقعہ احیاء العلوم میں بھی ابو عثمان مغربیؒ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ ان سے کسی مُرید نے شکایت کی تھی جس پر انھوں نے یہ جواب دیا تھا۔ درحقیقت بہترین نسخہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا کلامِ پاک میں ارشاد ہے کہ تم شکر کروگے تو میں اضافہ کردوں گا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کا ذکر اس کی بڑی نعمت ہے اس کا شکر ادا کیا کرو کہ اللہ نے ذکر کی توفیق عطا فرمائی۔

(۳) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَنْ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِكَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ ظَنَنْتُ یَا اَبَا هُرَیْرَةَ اَنْ لَّا یَسْئَلُنِیْ عَنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ اَحَدٌ اَوَّلَ مِنْكَ لِمَا رَاَیْتُ مِنْ حِرْصِكَ عَلَی الْحَدِیْثِ اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ خَالِصًا مِّنْ قَلْبِہٖ اَوْ نَفْسِہٖ

حضرت ابو ہریرہؓ نے ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپؐ کی شفاعت کا سب سے زیادہ نفع اٹھانے والا قیامت کے دن کون شخص ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے احادیث پر تمہاری حرص دیکھ کر یہی گمان تھا کہ اس بات کو تم سے پہلے کوئی دوسرا شخص نہ پوچھے گا۔ (پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کا جواب ارشاد فرمایا) کہ سب سے زیادہ سعادت مند اور نفع اٹھانے والا میری شفاعت کے ساتھ وہ شخص ہوگا جو دل کے خلوص کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہے۔

(رواہ البخاری وقد اخرجہ الحاکم بمعناہ وذکر صاحب بہجۃ النفوس فی الحدیث اربعاو ثلثین بحثا)

فائدہ: سعادت کہتے ہیں آدمی کو خیر کی طرف پہنچانے کے لیے توفیقِ الٰہی کے شامل ہونے کو، اور اخلاص سے کلمہ طیبہ پڑھنے والے کا سب سے زیادہ مستحق شفاعت ہونے کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ اس حدیث سے وہ شخص مراد ہے، جو اخلاص سے مسلمان ہوا اور کوئی نیک عمل بجز کلمہ طیبہ پڑھنے کے اس کے پاس نہ ہو اس صورت میں ظاہر ہے کہ سب سے زیادہ سعادت اس کو شفاعت ہی سے حاصل ہو سکتی ہے کہ اپنے پاس تو کوئی عمل نہیں ہے۔ اس مطلب کے موافق یہ حدیث ان احادیث کے قریب قریب ہو گی جن میں ارشاد ہے کہ میری شفاعت میری اُمت کے کبیرہ گناہ والوں کے لیے ہے کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے جہنم میں ڈالے جائیں گے لیکن کلمہ طیبہ کی برکت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ان کو نصیب ہو گی۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کے مصداق وہ لوگ ہیں جو اخلاص سے اس کلمہ کا ورد رکھیں اور نیک اعمال ہوں، ان سب سے زیادہ سعادت مند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ نفع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ان کو پہنچے گا کہ ترقی درجات کا سبب بنے گی علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قیامت کے دن چھ طریقہ سے ہو گی۔ اوّل میدانِ حشر کی قید سے خلاصی کی ہو گی کہ حشر میں ساری مخلوق طرح طرح کے مصائب میں مبتلا پریشان حال یہ کہتی ہوتی ہو گی کہ ہم کو جہنم ہی میں ڈال دیا جاتے مگر ان مصائب سے تو خلاصی ہو۔ اس وقت جلیل القدر انبیاء کی خدمت میں یکے بعد دیگرے حاضری ہو گی کہ آپ ہی اللہ کے یہاں سفارش فرمائیں۔ مگر کسی کو جرأت نہ ہو گی کہ سفارش فرما سکیں۔ بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ یہ شفاعت تمام عالم تمام مخلوق جنّ و انس مسلم و کافر سب کے حق میں ہو گی کہ سب ہی اس سے منتفع ہوں گے۔ احادیثِ قیامت میں اس کا مفصل قصہ مذکور ہے دوسری شفاعت بعض کفار کے حق میں تخفیف عذاب کی ہو گی۔ جیسا کہ ابو طالب کے بارہ میں صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے۔ تیسری شفاعت بعض مومنوں کو جہنم سے نکالنے کے بارہ میں ہو گی جو اس میں داخل ہو چکے ہیں۔ چوتھی شفاعت بعض مومن جو اپنی

بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں داخل ہونے کے مستحق ہو چکے ہیں ان کی جہنم سے معافی اور جہنم میں نہ داخل ہونے کے بارے میں ہوگی۔ پانچویں شفاعت بعض مومنین کے بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہونے میں ہوگی، اور چھٹی شفاعت مومنین کے درجات بلند ہونے میں ہوگی۔

۴ : عَنْ زَيْدِ بْنِ اَرْقَمَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّةَ قِيْلَ وَمَا اِخْلَاصُهَا قَالَ اَنْ تَحْجُزَهٗ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ (رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں جو شخص اخلاص کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اخلاص کی علامت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ حرام کاموں سے اس کو روک دے۔

فائدہ: یہ ظاہر ہے کہ جب حرام کاموں سے رک جائیگا اور لا الٰہ الا اللہ کا قائل ہوگا تو اس کے سیدھا جنت میں جانے میں کیا تردد ہے لیکن اگر حرام کاموں سے نہ رکا تب بھی اس کلمہ پاک کی یہ برکت بلاتردد ہے کہ اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگتنے کے بعد کسی نہ کسی وقت جنت میں ضرور داخل ہوگا۔ البتہ اگر خدانخواستہ بداعمالیوں کی بدولت اسلام و ایمان ہی سے محروم ہو جائے تو دوسری بات ہے۔

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ "تنبیہ الغافلین" میں لکھتے ہیں ہر شخص کے لیے ضروری ہے کہ کثرت سے لا الٰہ الا اللہ پڑھتا رہا کرے اور حق تعالیٰ شانہ سے ایمان کے باقی رہنے کی دعا بھی کرتا رہے اور خود کو گناہوں سے بچاتا رہے۔ اس لیے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ گناہوں کی نحوست سے آخر میں ان کا ایمان سلب ہو جاتا ہے اور دنیا سے کفر کی حالت میں جاتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہوگی کہ ایک شخص کا نام ساری عمر مسلمانوں کی فہرست میں رہا ہو مگر قیامت میں وہ کافروں کی فہرست میں ہو۔ یہ حقیقی حسرت اور کمال حسرت ہے۔ اس شخص پر افسوس نہیں ہوتا جو گرجا یا بت خانہ میں ہمیشہ رہا ہو اور وہ آخر میں کافروں کی فہرست میں شمار کیا جائے۔ افسوس تو

اس پر ہے جو مسجد میں رہا ہو اور کافروں میں شمار ہو جائے اور یہ بات گناہوں کی کثرت سے تنہائیوں میں حرام کاموں میں مبتلا ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس دوسروں کا مال ہوتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ دوسروں کا ہے مگر دل کو سمجھاتے ہیں کہ میں کسی وقت اس کو واپس کر دوں گا اور صاحب حق سے معاف کرالوں گا مگر اس کی نوبت نہیں آتی اور موت اس سے قبل آجاتی ہے، بہت سے لوگ ہیں کہ بیوی کو طلاق ہو جاتی ہے اور وہ اس کو سمجھتے ہیں مگر پھر بھی اس سے ہمبستری کرتے ہیں اور اسی حالت میں موت آجاتی ہے کہ توبہ کی بھی توفیق نہیں ہوتی۔ ایسے ہی حالات میں آخر میں ایمان سلب ہو جاتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ حدیث کی کتابوں میں ایک قصہ لکھا ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں ایک نوجوان کا انتقال ہونے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اس سے کلمہ نہیں پڑھا جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور اس سے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ایک قفل سا دل پر لگا ہوا ہے۔ تحقیق حالات سے معلوم ہوا کہ اس کی ماں اس سے ناراض ہے اور اس نے ماں کو ستایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ماں کو بلایا اور دریافت فرمایا کہ کوئی شخص بہت سی آگ جلا کر اس تمہارے لڑکے کو اس میں ڈالنے لگے تو تم سفارش کرو گی۔ اس نے عرض کیا ہاں حضورؐ کروں گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا ہے تو اس کا قصور معاف کر دے۔ انھوں نے سب معاف کر دیا۔ پھر اس سے کلمہ پڑھنے کو کہا گیا تو فوراً پڑھ لیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے انھوں نے آگ سے نجات پائی۔ اس قسم کے سینکڑوں واقعات پیش آتے ہیں کہ ہم لوگ ایسے گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں جن کی نحوست دین اور دنیا دونوں میں نقصان پہنچاتی ہے۔ صاحب احیاءؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے خطبہ پڑھا جس میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کو اس طرح سے کہے کہ خلط ملط نہ ہو تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ اس کو واضح فرما دیں کہ خلط ملط کا کیا مطلب ہے ارشاد فرمایا کہ دنیا کی محبت اور اس کی طلب میں لگ جانا۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ انبیاء کی سی باتیں کرتے

ہیں اور متکبر اور جابر لوگوں کے سے عمل کرتے ہیں اگر کوئی اس کلمہ کو اس طرح کہے کہ یہ کام نہ کرتا ہو تو جنّت اس کے لیے واجب ہے

۵ : عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاقَالَ عَبْدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِلَّا فُتِحَتْ لَہٗ اَبْوَابُ السَّمَآءِ حَتّٰی یُفْضِیَ اِلَی الْعَرْشِ مَا اُجْتُنِبَ الْکَبَآئِرَ۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی بندہ ایسا نہیں کہ لا الٰہ الا اللہ کہے اور اس کے لیے آسمانوں کے دروازے نہ کھل جائیں یہاں تک کہ یہ کلمہ سیدھا عرش تک پہنچتا ہے بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچتا ہے

(رواہ الترمذی وقال حدیث حسن غریب کذا فی الترغیب وھکذا فی المشکوٰۃ لکن لیس فیہا حسن بل غریب فقط قال القاری ورواہ النسائی وابن حبان وعزاہ السیوطی فی الجامع الی الترمذی ورقم لہ بالحسن وحکاہ السیوطی فی الدر من طریق ابن مردویہ عن ابی ھریرۃؓ ولیس فیہ ما اجتنب الکبائر وفی الجامع الصغیر بروایۃ الطبرانی عن معقل بن یسار لکل شئ مفتاح ومفتاح السمٰوات قول لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ورقم لہ بالضعف)

فائدہ: کتنی بڑی فضیلت ہے اور قبولیّت کی انتہا ہے کہ یہ کلمہ براہ راست عرشِ معلّٰی تک پہنچتا ہے اور یہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ اگر کبیرہ گناہوں کے ساتھ بھی کہا جاتے تو نفع سے اس وقت بھی خالی نہیں۔

مُلّا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ کبائر سے بچنے کی شرط قبول کی جلدی اور آسمان کے سب دروازے کھلنے کے اعتبار سے ہے ورنہ ثواب اور قبول سے کبائر کے ساتھ بھی خالی نہیں بعض علماء نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ ایسے شخص کے واسطے مرنے کے بعد اس کی رُوح کے اعزاز میں آسمان کے سب دروازے کھل جائیں گے۔ ایک حدیث میں آیا ہے دو کلمے ایسے ہیں کہ ان میں سے ایک کے لیے عرش سے نیچے کوئی منتہا نہیں، دوسرا آسمان اور زمین کو (اپنے نُور یا اپنے اجر سے) بھر دے گا لا الٰہ الا اللہ دوسرا اللہ اکبر۔

۶ : عَنْ يَعْلَى بْنِ شَدَّادٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي شَدَّادُ بْنُ أَوْسٍ وَعُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ حَاضِرٌ يُصَدِّقُ قَالَ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ فِيكُمْ غَرِيبٌ يَعْنِي أَهْلَ الْكِتَابِ قُلْنَا لَا يَا رَسُولَ اللهِ فَأَمَرَ بِغَلْقِ الْأَبْوَابِ وَقَالَ ارْفَعُوا أَيْدِيَكُمْ وَقُولُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ فَرَفَعْنَا أَيْدِيَنَا سَاعَةً ثُمَّ قَالَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ إِنَّكَ بَعَثْتَنِي بِهٰذِهِ الْكَلِمَةِ وَوَعَدْتَنِي عَلَيْهَا الْجَنَّةَ وَأَنْتَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ثُمَّ قَالَ أَبْشِرُوا فَإِنَّ اللهَ قَدْ غَفَرَ لَكُمْ

حضرت شدادؓ فرماتے ہیں اور حضرت عبادہؓ اس واقعہ کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کوئی اجنبی (غیر مسلم) تو مجمع میں نہیں۔ ہم نے عرض کیا کوئی نہیں ارشاد فرمایا کواڑ بند کر دو اسکے بعد ارشاد فرمایا ہاتھ اٹھاؤ اور کہو لا الہ الا اللہ ہم نے تھوڑی دیر ہاتھ اٹھائے رکھے (اور کلمہ طیبہ پڑھا) پھر فرمایا الحمد للہ اے اللہ تو نے مجھے یہ کلمہ دیکر بھیجا ہے اور اس کلمہ پر جنت کا وعدہ کیا ہے اور تو وعدہ خلاف نہیں ہے اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ خوش ہو جاؤ، اللہ نے تمہاری مغفرت فرما دی۔

(رواہ احمد باسناد حسن والطبرانی وغیرہما کذا فی الترغیب قلت واخرجہ الحاکم وقال اسمٰعیل بن عیاش احد ائمۃ اہل الشام وقد نسب الی سوء الحفظ وانا علی شرطی فی امثالہ وقال الذہبی راشد ضعفہ الدارقطنی وغیرہ ووثقہ رحیم اھ وفی مجمع الزوائد رواہ احمد والطبرانی والبزار ورجالہ موثقون اھ)

فائدہ: غالباً اجنبی کو اسی لیے دریافت فرمایا تھا اور اسی لیے کواڑ بند کرائے تھے کہ ان لوگوں کے کلمہ طیبہ پڑھنے پر تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مغفرت کی بشارت کی اُمید ہوگی۔ اوروں کے متعلق یہ امید نہ ہو۔ صوفیاء نے اس حدیث سے مشائخ کا اپنے مُریدین کی جماعت کو ذکر تلقین کرنے پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ جامع الاصول میں لکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کو جماعۃً اور منفرداً ذکر تلقین کرنا ثابت ہے۔ جماعت کو

تلقین کرنے میں اس حدیث کو پیش کیا ہے۔ اس صورت میں کواڑوں کا بند کرنا مستفیدین کی توجہ کے تام کرنے کی غرض سے ہوا اور اسی وجہ سے اجنبی کو دریافت فرمایا کہ غیر کا مجمع میں ہونا حضور پر تشتّت کا سبب اگرچہ نہ ہو لیکن مستفیدین کے تشتّت کا احتمال تو تھا ہی۔

چہ خوش است باتو بزمے بنہفتہ ساز کردن درِ خانہ بند کردن سرِ شیشہ باز کردن

(کیسی مزے کی چیز ہے تیرے ساتھ خفیہ ساز باز کر لینا، گھر کا دروازہ بند کر لینا اور بوتل کا منہ کھول دینا)

۷: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَکَیْفَ نُجَدِّدُ اِیْمَانَنَا قَالَ اَکْثِرُوْا مِنْ قَوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو یعنی تازہ کرتے رہا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ایمان کی تجدید کریں؟ ارشاد فرمایا کہ لا الٰہ الا اللہ کو کثرت سے پڑھتے رہا کرو۔

(رواہ احمد والطبرانی واسنادہ حسن کذا فی الترغیب قلت ورواہ الحاکم فی صحیحہ وقال صحیح الاسناد وقال الذہبی صدقۃ (الراوی) ضعفوہ قلت ہو من رواۃ ابی داؤد والترمذی واخرج لہ البخاری فی الادب المفرد وقال فی التقریب صدوق لہ اوہام وذکرہ السیوطی فی الجامع الصغیر بروایۃ احمد والحاکم ورقم لہ بالصحۃ وفی مجمع الزوائد رواہ احمد اسنادہ جید وفی موضع اٰخر رواہ احمد واحمد والطبرانی ورجال احمد ثقات)

فائدہ: ایک روایت میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ ایمان پرانا ہو جاتا ہے جیسا کہ کپڑا پرانا ہو جاتا ہے اس لیے اللہ جلّ شانہٗ سے ایمان کی تجدید مانگتے رہا کرو۔ پرانا ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ معاصی سے قوتِ ایمانیہ اور نورِ ایمان جاتا رہتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نشان (دھبہ) اس کے دل میں ہو جاتا ہے اگر وہ سچی توبہ کر لیتا ہے تو وہ نشان دُھل جاتا ہے ورنہ جما رہتا ہے اور پھر جب دوسرا گناہ کرتا ہے تو دوسرا نشان ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سے آخر دل بالکل کالا ہو

جاتا ہے اور زنگ آلود ہو جاتا ہے جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے سورۃ تطفیف میں ارشاد فرمایا ہے۔ کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اس کے بعد اس کے دل کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ حق بات اس میں اثر اور سرایت ہی نہیں کرتی، ایک حدیث میں آیا ہے کہ چار چیزیں آدمی کے دل کو برباد کر دیتی ہیں۔ احمقوں[1] سے مقابلہ، گناہوں کی کثرت، عورتوں[3] کے ساتھ کثرتِ اختلاط اور مُردہ[4] لوگوں کے پاس کثرت سے بیٹھنا۔ کسی نے پوچھا کہ مُردوں سے کیا مراد ہے فرمایا ہر وہ مالدار جس کے اندر مال نے اکڑ پیدا کر دی ہو۔

۸ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوْا مِنْ شَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَبْلَ اَنْ يُّحَالَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهَا۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کثرت سے کرتے رہا کرو اس سے قبل کہ ایسا وقت آئے کہ تم اس کلمہ کو نہ کہہ سکو۔

(رواہ ابو یعلی باسناد جید قوی کذا فی الترغیب وعزاہ فی الجامع الی ابی یعلی وابن عدی فی الکامل ورقم لہ بالضعف وناد لقنوھا موتاکم وفی مجمع الزوائد رواہ ابو یعلی ورجالہ رجال الصحیح غیر ضمام ھو ثقۃ۔)

فائدہ: یعنی موت حائل ہو جائے کہ اس کے بعد کسی عمل کا بھی وقت نہیں رہتا زندگی کا زمانہ بہت ہی تھوڑا سا ہے اور یہی عمل کرنے اور تخم بو لینے کا وقت ہے اور مرنے کے بعد کا زمانہ بہت ہی وسیع ہے اور وہاں وہی مل سکتا ہے جو یہاں بو یا گیا تھا۔

۹ : عَنْ عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُوْلُهَا عَبْدٌ حَقًّا مِّنْ قَلْبِهٖ فَيَمُوْتُ عَلٰی ذٰلِكَ اِلَّا حُرِّمَ عَلَى النَّارِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ دل سے حق سمجھ کر اس کو پڑھے اور اسی حال میں مر جائے مگر وہ جہنم پر حرام ہو جائے وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔

(رواہ الحاکم وقال صحیح علی شرطہما ورویاہ بنحوہ کذا فی الترغیب)

فائدہ: بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے ان سب سے اگر یہ مُراد ہے کہ وہ مسلمان ہی اس وقت ہوا ہے تب تو کوئی اشکال ہی نہیں کہ اسلام لانے کے بعد کُفر کے گناہ بالاتفاق معاف ہیں اور اگر یہ مراد ہے کہ پہلے سے مسلمان تھا اور اخلاص کے ساتھ اس کلمہ کو کہہ کر مرا ہے تب بھی کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے سارے ہی گناہ معاف فرمادیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا تو خود ہی ارشاد ہے کہ شرک کے علاوہ سارے ہی گناہ جسکے چاہیں گے معاف فرمادیں گے۔ مُلّا علی قاریؒ نے بعض علماء سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ اور اس قسم کی احادیث اس وقت کے اعتبار سے ہیں جب تک دوسرے احکام نازل نہیں ہوتے تھے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے مُراد اس کلمہ کو اس کے حق کی ادائیگی کے ساتھ کہنا جیسا کہ پہلے حدیث نمبر ۴ میں گذر چکا ہے۔ حضرت بصریؒ وغیرہ حضرات کی بھی یہی رائے ہے۔ امام بخاریؒ کی تحقیق یہ ہے کہ ندامت کے ساتھ ساتھ کلمہ کو کہا ہو کہ یہی حقیقت توبہ کی ہے اور پھر اسی حال پر انتقال ہوا ہو۔ مُلّا علی قاریؒ کی تحقیق یہ ہے کہ اس سے ہمیشہ جہنم میں رہنے کی حُرمت مُراد ہے ان سب کے علاوہ ایک کھلی ہوئی بات یہ بھی ہے وہ یہ کہ کسی چیز کا کوئی خاص اثر ہونا اس کے منافی نہیں کہ کسی عارض کی وجہ سے وہ اثر نہ کر سکے۔ سقمونیا کا اثر اسہال ہے۔ لیکن اس کے بعد اگر کوئی قابض چیز کھالی جائے تو یقیناً سقمونیا کا اثر نہ ہوگا۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس دوا کا وہ اثر نہیں رہا، بلکہ اس عارض کی وجہ سے اس شخص پر اثر نہ ہو سکا۔

۱۰: عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَفَاتِیْحُ الْجَنَّۃِ شَهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرنا جنّت کی کنجیاں ہیں۔

(رواہ احمد کذا فی المشکوٰۃ والجامع الصغیر و رقم لہ بالضعف و فی مجمع الزوائد رواہ احمد و رجالہ وثقوا الا ان شہراً لم یسمع عن معاذ اھ رواہ البزار کذا فی الترغیب و زاد السیوطی فی الدر ابن مردویہ والبیہقی وذکرہ فی المقاصد الحسنۃ بروایۃ احمد بلفظ مِفْتَاحُ الْجَنَّۃِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ واختلف فی وجہ حمل الشہادۃ وھی مفرد علی المفاتیح وھی جمع علی اقوال اوجہہا عندی انہا لما کانت مفتاحاً لکل باب من ابوابہ صارت کالمفاتیح)

فائدہ: کنجیاں اس لحاظ سے فرمایا کہ ہر دروازہ اور ہر جنّت کی کنجی یہی کلمہ ہے۔ اس لیے ساری

کنجیاں یہی کلمہ ہوا، یا اس لحاظ سے کہ یہ کلمہ بھی دو جزو لیے ہوتے ہے۔ ایک لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ کا اقرار دوسرے محمد رّسول اللہ کا اقرار، اس لیے دو ہو گئے کہ دونوں کے مجموعہ سے کھل سکتا ہے اور بھی ان روایات میں جہاں جہاں جنّت کے دخول اور جہنّم کے حرام ہونے کا ذکر ہے اس سے مُراد پورا ہی کلمہ ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جنّت کی قیمت لا الٰہ الا اللّٰہ ہے۔

۱۱ : عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فِيْ سَاعَةٍ مِنْ لَيْلٍ اَوْ نَهَارٍ اِلَّا طُمِسَتْ مَا فِي الصَّحِيْفَةِ مِنَ السَّيِّئَاتِ حَتّٰى تَسْكُنَ اِلٰى مِثْلِهَا مِنَ الْحَسَنَاتِ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بھی بندہ کسی وقت بھی دن میں یا رات میں "لا الٰہ الا اللّٰہ" کہتا ہے تو اعمالنامہ میں سے بُرائیاں مٹ جاتی ہیں، اور ان کی جگہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

(رواہ ابو یعلی کذا فی الترغیب وفی مجمع الزوائد فیہ عثمان بن عبد الرحمٰن الزہری وھو متروک اھ)

فائدہ :- بُرائیاں مٹ کر نیکیاں لکھی جانے کے متعلق باب اوّل فصل ثانی کے نمبر ۱۰ پر مفصل گزر چکا ہے اور اس قسم کی آیات اور روایات کے چند معنی لکھے گئے ہیں۔ ہر معنی کے اعتبار سے گناہوں کا اس حدیث میں اعمالنامہ سے مٹانا تو معلوم ہوتا ہی ہے۔ البتّہ اخلاص ہونا ضروری ہے اور کثرت سے اللہ کا پاک نام لینا اور کلمہ طیّبہ کا کثرت سے پڑھنا خود بھی اخلاص پیدا کرنے والا ہے۔ اسی لیے اس پاک کلمہ کا نام کلمۃ اخلاص ہے۔

۱۲ : عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَمُوْدًا مِنْ نُوْرٍ بَيْنَ يَدَيِ الْعَرْشِ فَاِذَا قَالَ الْعَبْدُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اهْتَزَّ ذٰلِكَ الْعَمُوْدُ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ اُسْكُنْ فَيَقُوْلُ كَيْفَ اَسْكُنُ وَلَمْ تَغْفِرْ لِقَائِلِهَا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عرش کے سامنے نور کا ایک ستون ہے جب کوئی شخص لا الٰہ الا اللّٰہ کہتا ہے تو وہ ستون ہلنے لگتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ ٹھہر جا۔ وہ عرض کرتا ہے کیسے ٹھہروں۔ حالانکہ کلمہ طیّبہ پڑھنے والے کی

فَیَقُوْلُ اِنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَہٗ فَیَسْکُنُ عِنْدَ ذٰلِکَ

ابھی تک مغفرت نہیں ہوئی ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا میں نے اس کی مغفرت کر دی تو وہ ستون ٹھہر جاتا ہے۔

(رواہ البزار وھو غریب کذا فی الترغیب وفی مجمع الزوائد فیہ عبداللہ بن بن ابراھیم بن ابی عمرو وھو ضعیف جداً اھ قلت وبسط السیوطی فی اللآلی علی طرقہ وذکر لہ شواھد)

فائدہ:۔ محدثین حضراتؒ کو اس روایت میں کلام ہے لیکن علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ یہ روایت کئی طریقوں سے مختلف الفاظ سے نقل کی گئی ہے بعض روایتوں میں اس کے ساتھ اللہ جل شانہٗ کا یہ بھی ارشاد وارد ہے کہ میں نے کلمہ طیبہ اس شخص کی زبان پر اسی لیے جاری کرا دیا تھا کہ اس کی مغفرت کروں کس قدر لطف و کرم ہے اللہ کا کہ خود ہی توفیق عطا فرماتے ہیں اور پھر خود ہی اس لطف کی تکمیل میں مغفرت فرماتے ہیں۔ حضرت عطاؒ کا قصہ مشہور ہے کہ وہ ایک مرتبہ بازار تشریف لے گئے وہاں ایک دیوانی باندی فروخت ہو رہی تھی۔ انہوں نے خرید لی۔ جب رات کا کچھ حصہ گذرا تو وہ دیوانی اٹھی اور وضو کر کے نماز شروع کر دی اور نماز میں اس کی یہ حالت تھی کہ آنسوؤں سے دم گھٹا جا رہا تھا۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ اے میرے معبود آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم مجھ پر رحم فرما دیجیے عطاؒ نے یہ سن کر فرمایا کہ لونڈی یوں کہہ اے اللہ مجھے آپ سے محبت رکھنے کی قسم۔ یہ سن کر اس کو غصہ آیا اور کہنے لگی، اس کے حق کی قسم اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تمہیں یوں میٹھی نیند نہ سُلاتا اور مجھے یوں کھڑا نہ کرتا اس کے بعد اس نے یہ اشعار پڑھے۔

اَلْکَرْبُ مُجْتَمِعٌ وَّالْقَلْبُ مُحْتَرِقٌ ۔۔۔ وَالصَّبْرُ مُفْتَرِقٌ وَّالدَّمْعُ مُسْتَبِقٌ

کَیْفَ الْقَرَارُ عَلٰی مَنْ لَّا قَرَارَ لَہٗ ۔۔۔ مِمَّا جَنَاہُ الْھَوٰی وَالشَّوْقُ وَالْقَلَقُ

یَا رَبِّ اِنْ کَانَ شَیْءٌ فِیْہِ لِیْ فَرَجٌ ۔۔۔ فَامْنُنْ عَلَیَّ بِہٖ مَادَامَ بِیْ رَمَقٌ

ترجمہ:۔ بے چینی جمع ہو رہی ہے اور دل جل رہا ہے اور صبر جدا ہو گیا اور آنسو بہ رہے ہیں اس کو کس طرح قرار آ سکتا ہے جس کو عشق و شوق اور بے چینی کے حملوں ہی کی وجہ سے ذرا بھی

سکون نہیں۔ اے اللہ اگر کوئی چیز ایسی ہو سکتی ہے جس میں غم سے نجات ہو تو زندگی میں اس کو عطا فرما ـــــ اس کے بعد اس نے کہا اے اللہ میرا اور آپ کا معاملہ اب راز میں نہیں رہا مجھے اٹھا لیجیے یہ کہہ کر ایک چیخ ماری اور مر گئی۔ اس قسم کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں اور کھلی ہوئی بات ہے کہ توفیق جب تک شاملِ حال نہ ہو کیا ہو سکتا ہے، وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ؕ (اور تم بدون خدائے رب العالمین کے چاہے، کچھ نہیں چاہ سکتے ہو)

۱۳: عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ عَلٰى اَهْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْشَةٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ وَلَا مُنْشَرِهِمْ وَكَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى اَهْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَهُمْ يَنْفُضُوْنَ التُّرَابَ عَنْ رُءُوْسِهِمْ وَيَقُوْلُوْنَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَيْسَ عَلٰى اَهْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْشَةٌ عِنْدَ الْمَوْتِ وَلَا عِنْدَ الْقَبْرِ۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "لا الہ الا اللہ" والوں پر نہ قبروں میں وحشت ہے نہ میدانِ حشر میں۔ اس وقت گویا وہ منظر میرے سامنے ہے کہ جب وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے (قبروں سے) اٹھیں گے اور کہیں گے کہ تمام اس اللہ کے لیے ہے جس نے ہم سے ہمیشہ کے لیے رنج و غم دور کر دیا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ "لا الہ الا اللہ" والوں پر نہ موت کے وقت وحشت ہوگی نہ قبر کے وقت۔

(رواہ الطبرانی والبیہقی کلاھما من روایۃ یحییٰ بن عبد الحمید الحمانی وفی متنہ نکارۃ کذا فی الترغیب وذکرہ فی الجامع الصغیر بروایۃ الطبرانی عن ابن عمرؓ ورقم لہ بالضعف وفی اسنی المطالب رواہ الطبرانی وابو یعلی بسند ضعیف وفی مجمع الزوائد رواہ الطبرانی وفی روایۃ لَيْسَ عَلٰى اَهْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْشَةٌ عِنْدَ الْمَوْتِ وَلَا عِنْدَ الْقَبْرِ فی الاولی یحیی الحمانی وفی الاخری مجاشع بن عمرو وکلاھما ضعیف اھ وقال السخاوی فی المقاصد الحسنۃ رواہ ابو یعلی والبیہقی فی الشعب والطبرانی بسند ضعیف عن ابن عمرؓ اھ قلت وما حکم علیہ المنذری بالنکارۃ فبناہ انہ حمل اَهْلَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَلَى الظَّاهِرِ عَلٰى كُلِّ

مُسْلِمٍ وَمَعْلُوْمٌ اَنَّ بَعْضَ الْمُسْلِمِیْنَ یُعَذَّبُوْنَ فِی الْقَبْرِ وَالْحَشْرِ فَیَکُوْنُ الْحَدِیْثُ مُخَالِفًا لِلْمَعْرُوْفِ فَیَکُوْنُ مُنْکَرًا لٰکِنَّہٗ اِنْ اُرِیْدَ بِہِ الْمَخْصُوْصُ بِھٰذِہِ الصِّفَۃِ فَیَکُوْنُ مُوَافِقًا لِلنُّصُوْصِ الْکَثِیْرَۃِ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَالْحَدِیْثِ وَالسَّابِقُوْنَ اُولٰئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمِنْھُمْ سَابِقٌ بِالْخَیْرَاتِ بِاِذْنِ اللّٰہِ وَسَبْعُوْنَ اَلْفًا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ وَغَیْرُ ذٰلِکَ مِنَ الْاٰیَاتِ وَالرِّوَایَاتِ فَالْحَدِیْثُ مُوَافِقٌ لَّھَا مُخَالِفٌ فَیَکُوْنُ مَعْرُوْفًا لَا مُنْکَرًا وذکر السیوطی فی الجامع الصغیر بروایۃ ابن مردویۃ و البیھقی فی البعث عَنْ عُمَرَ بِلَفْظِ سَابِقٌ وَمُقْتَصِدٌ نَاجٍ وَظَالِمُنَا مَغْفُوْرٌ لَّہٗ ورقم لہ بالحسن قلت ویؤیدہ حدیث سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ الْمُسْتَھْتَرُوْنَ فِیْ ذِکْرِ اللّٰہِ یَضَعُ الذِّکْرُ عَنْھُمْ اَثْقَالَھُمْ فَیَاْتُوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ خِفَافًا رواہ الترمذی والحاکم عن ابی ھریرۃ والطبرانی عن ابی الدرداء کذا فی الجامع ورقم لہ بالصحۃ وفی الاتحاف عن ابی الدرداء مَوْقُوْفًا اَلَّذِیْنَ لَا تَزَالُ اَلْسِنَتُھُمْ رَطْبَۃً مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ وَھُمْ یَضْحَکُوْنَ وفی الجامع الصغیر بروایۃ الحاکم ورقم لہ بالصحۃ اَلسَّابِقُ وَالْمُقْتَصِدُ یَدْخُلَانِ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ. وَالظَّالِمُ لِنَفْسِہٖ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا ثُمَّ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ)

فائدہ :- حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السّلام حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غمگین تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے عرض کیا کہ اللہ جلّ جلالہٗ نے آپ کو سلام فرمایا اور ارشاد فرمایا ہے کہ آپ کو رنجیدہ اور غمگین دیکھ رہا ہوں، یہ کیا بات ہے ؟ (حالانکہ حق تعالیٰ شانہٗ دلوں کے بھید جاننے والے ہیں لیکن اکرام و اعزاز اور اظہارِ شرافت کے واسطے اس قسم کے سوال کراتے جاتے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل مجھے اپنی اُمّت کا فکر بہت بڑھ رہا ہے کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا۔ حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے دریافت کیا کہ کفّار کے بارے میں یا مسلمانوں کے بارہ میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے بارے میں فکر ہے۔ حضرت جبرئیلؑ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لیا اور ایک مقبرہ پر تشریف لے گئے جہاں قبیلہ بنو سلمہ

کے لوگ دفن تھے۔ حضرت جبریلؑ نے ایک قبر پر پَر مارا اور ارشاد فرمایا کہ قُم بِاِذنِ اللّٰہ (اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا) اس قبر سے ایک شخص نہایت حسین، خوبصورت چہرہ والا اٹھا وہ کہہ رہا تھا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ حضرت جبریلؑ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ لوٹ جا وہ چلا گیا۔ پھر دوسری قبر پر دوسرا پَر مارا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ اس میں سے ایک شخص نہایت بدصورت کیری آنکھوں والا کھڑا ہوا، وہ کہہ رہا تھا۔ ہائے افسوس، ہائے شرمندگی، ہائے مصیبت۔ پھر حضرت جبریلؑ نے فرمایا اپنی جگہ لوٹ جا۔ اس کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جس حالت پر یہ لوگ مرتے ہیں اسی حالت پر اُٹھیں گے۔ حدیث بالا میں لا اِلٰہ الا اللہ والوں سے بظاہر وہ لوگ مُراد ہیں جن کو اس کلمہ پاک کے ساتھ خصوصی لگاؤ، خصوصی مناسبت، خصوصی اشتغال ہو اس لیے کہ دودھ والا، جوتوں والا، موتی والا، برف والا وہی شخص کہلاتا ہے جس کے ہاں ان چیزوں کی خصوصی بکری اور خصوصی ذخیرہ موجود ہو۔ اس لیے لاالہ الا اللہ والوں کے ساتھ اس معاملہ میں کوئی اشکال نہیں۔ قرآن پاک میں سورۂ فاطر میں اس اُمّت کے تین طبقے بیان فرمائے ہیں۔ ایک طبقہ سابق بالخیرات کا بیان فرمایا جن کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ وہ بے حساب جنّت میں داخل ہوں گے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص سَو مرتبہ لاالہ الّا اللہ پڑھا کرے اس کو حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن ایسی حالت میں اٹھائیں گے کہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ان کا چہرہ روشن ہو گا۔ حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کی زبانیں اللہ کے ذکر سے تروتازہ رہتی ہیں وہ جنت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

۱۴: عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ یَسْتَخْلِصُ رَجُلًا مِّنْ اُمَّتِیْ عَلٰی رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ فَیَنْشُرُ عَلَیْہِ تِسْعَۃً

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن میری اُمّت میں سے ایک شخص کو منتخب فرما کر تمام دنیا کے سامنے بلائیں گے اور اس کے سامنے ننانوے دفتر اعمال کے کھولیں گے۔ ہر دفتر اتنا بڑا ہو گا کہ منتہائے نظر

وَتِسْعِيْنَ سِجِلًّا كُلُّ سِجِلٍّ مِثْلُ مَدِّ الْبَصَرِ ثُمَّ يَقُوْلُ أَتُنْكِرُ مِنْ هٰذَا شَيْئًا أَظَلَمَكَ كَتَبَتِي الْحَافِظُوْنَ فَيَقُوْلُ لَا يَا رَبِّ فَيَقُوْلُ أَفَلَكَ عُذْرٌ فَيَقُوْلُ لَا يَا رَبِّ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى بَلٰى إِنَّ لَكَ عِنْدَنَا حَسَنَةً فَإِنَّهُ لَا ظُلْمَ عَلَيْكَ الْيَوْمَ فَتُخْرَجُ بِطَاقَةٌ فِيْهَا أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ فَيَقُوْلُ أُحْضُرْ وَزْنَكَ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ مَا هٰذِهِ الْبِطَاقَةُ مَعَ هٰذِهِ السِّجِلَّاتِ فَقَالَ فَإِنَّكَ لَا تُظْلَمُ الْيَوْمَ فَتُوْضَعُ السِّجِلَّاتُ فِيْ كَفَّةٍ فَطَاشَتِ السِّجِلَّاتُ وَثَقُلَتِ الْبِطَاقَةُ فَلَا يَثْقُلُ مَعَ اللّٰهِ شَيْءٌ

تک (یعنی جہاں تک نگاہ جا سکے وہاں تک) پھیلا ہُوا ہوگا۔ اس کے بعد اس سے سوال کیا جاتے گا کہ ان اعمالناموں میں سے تو کسی چیز کا انکار کر سکتا ہے میرے ان فرشتوں نے جو اعمال لکھنے پر متعیّن تھے تجھ پر کچھ ظلم کیا ہے، (کہ کوئی گناہ بغیر کیے ہوتے لکھ لیا ہو یا کرنے سے زیادہ لکھ لیا ہو) وہ عرض کریگا نہیں (نہ انکار کی گنجائش ہے نہ فرشتوں نے ظلم کیا) پھر ارشاد ہوگا کہ تیرے پاس ان بداعمالیوں کا کا عذر ہے وہ عرض کریگا کوئی عذر بھی نہیں، ارشاد ہوگا اچھا تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہے۔ پھر ایک کاغذ کا پُرزہ نکالا جاتے گا جس پر أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ لکھا ہُوا ہوگا کہ جا اس کو تلوا لے۔ وہ عرض کریگا کہ اتنے دفتروں کے مقابلہ میں یہ پُرزہ کیا کام دے گا ارشاد ہوگا کہ آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا۔ پھر ان سب دفتروں کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جاوے گا اور دوسری جانب وہ پُرزہ ہوگا تو دفتروں والا پلڑا اڑنے لگے گا اس پُرزہ کے وزن کے مقابلہ میں۔ پس بات یہ ہے کہ اللہ کے نام سے کوئی چیز وزنی نہیں۔

(رواہ الترمذی وقال حسن غریب وابن ماجۃ وابن حبان فی صحیحہ والبیہقی والحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم کذا فی الترغیب قلت کذا قال الحاکم فی کتاب الایمان واخرجہ ایضاً فی کتاب الدعوات وقال صحیح الاسناد واقرہ فی الموضعین الذہبی وفی المشکوٰۃ اخرجہ بروایۃ الترمذی وابن ماجۃ وزاد السیوطی فی الدر فیمن عزاہ الیہم احمد وابن مردویہ واللالکائی والبیہقی فی البعث وفیہ اختلاف فی بعض الالفاظ کقولہ فی اوّل الحدیث یُصَاحُ بِرَجُلٍ مِنْ اُمَّتِیْ عَلٰی رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ وفیہ ایضاً فَیَقُوْلُ اَفَلَکَ عُذْرٌ اَوْحَسَنَةٌ فَیَهَابُ الرَّجُلُ فَیَقُوْلُ بَلٰی اِنَّ لَکَ عِنْدَنَا حَسَنَةً الحدیث وعلم منہ ان الاستدراک فی الحدیث علی محلہ ولاحاجۃ اذا الی ما اولہ القاری فی المرقاۃ وذکر السیوطی ما یؤید الروایۃ من الروایات الاخر)

فائدہ :- یہ اخلاص ہی کی برکت ہے کہ ایک مرتبہ کلمہ طیبہ اخلاص کے ساتھ پڑا ہوا ان سب دفتروں پر غالب آگیا۔ اس لیے ضروری ہے کہ آدمی کسی مسلمان کو بھی حقیر نہ سمجھے اور اپنے کو اس سے افضل نہ سمجھے۔ کیا معلوم کہ اس کا کون سا عمل اللہ کے یہاں مقبول ہو جائے جو اس کی نجات کے لیے کافی ہو جائے اور اپنا حال معلوم نہیں کہ کوئی عمل قابلِ قبول ہو گا یا نہیں حدیث شریف میں ایک قصہ آتا ہے کہ بنی اسرائیل میں دو آدمی تھے ایک عابد تھا دوسرا گنہگار۔ وہ عابد اس گنہگار کو ہمیشہ ٹوکا کرتا تھا وہ کہہ دیتا تھا کہ مجھے میرے خدا پر چھوڑ۔ ایک دن اس عابد نے غصہ میں آکر کہہ دیا کہ خدا کی قسم تیری مغفرت کبھی نہیں ہوگی۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے عالمِ ارواح میں دونوں کو جمع فرمایا اور گنہگار کو اس لیے کہ وہ رحمت کا امیدوار تھا معاف فرمایا اور عابد کو قسم کھانے کی پاداشں میں عذاب کا حکم فرما دیا اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ قسم نہایت سخت تھی۔ خود حق تعالیٰ شانہٗ تو ارشاد فرمائیں اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (حق تعالیٰ کفر و شرک کی مغفرت نہیں فرمائیں گے اس کے علاوہ ہر گناہ کی جس کے لیے چاہیں گے مغفرت فرماویں گے) تو کسی کو کیا حق ہے یہ کہنے کا کہ فلاں کی مغفرت نہیں ہو سکتی۔ لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ معاصی پر، گناہوں پر

ناجائز باتوں پر گرفت نہ کی جاتے ٹوکا نہ جاتے قرآن وحدیث میں سینکڑوں جگہ اس کا حکم ہے نہ ٹوکنے پر وعید ہے۔ احادیث میں بکثرت آیا ہے کہ جو لوگ کسی کو گناہ کرتے دیکھیں اور اس کے روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں تو وہ خود اس کی سزا میں مبتلا ہوں گے عذاب میں شریک ہوں گے۔ اس مضمون کو میں اپنے رسالہ فضائلِ تبلیغ میں مُفصّل لکھ چکا ہوں جس کا دل چاہے اس کو دیکھے۔ یہاں ایک ضروری چیز یہ بھی قابلِ لحاظ ہے کہ جہاں دینداروں کا گناہگاروں کو قطعی جہنمی سمجھ لینا مہلک ہے وہاں جہلاء کا ہر شخص کو مقتدا اور بڑا بنا لینا خواہ وہ کتنے ہی کفریات بکتے "سمِّ قاتل اور نہایت مہلک ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی بدعتی کی تعظیم کرتا ہے وہ اسلام کے منہدم کرنے پر اعانت کرتا ہے۔ بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں دجال، مکّار، کذّاب پیدا ہوں گے جو ایسی احادیث تم کو سنا دیں گے جو تم نے نہ سُنی ہوں گی ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو گمراہ کریں اور فتنہ میں ڈال دیں۔

۱۵: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ جِیْئَ بِالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَمَا بَیْنَھُنَّ وَمَا تَحْتَھُنَّ فَوُضِعْنَ فِیْ کِفَّۃِ الْمِیْزَانِ وَوُضِعَتْ شَھَادَۃُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فِی الْکِفَّۃِ الْاُخْرٰی لَرَجَحَتْ بِھِنَّ۔

حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمام آسمان و زمین اور جو لوگ ان کے درمیان میں ہیں وہ سب اور تمام چیزیں جو ان کے درمیان میں ہیں وہ سب کچھ اور جو کچھ ان کے نیچے ہے وہ سب کا سب ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور لا الٰہ الا اللہ کا اقرار دوسری جانب رکھ دیا جائے تو وُہی بڑھ جائے گا۔

(اخرجہ الطبرانی کذا فی الدر و ھکذا فی مجمع الزوائد وَزَادَ فِیْ اَوَّلِہٖ لَقِّنُوْا اَمْوَاتَکُمْ شَھَادَۃَ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَمَنْ قَالَھَا عِنْدَ مَوْتِہٖ وَجَبَتْ لَہُ الْجَنَّۃُ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَمَنْ قَالَھَا فِیْ صِحَّتِہٖ قَالَ تِلْکَ اَوْجَبُ ثُمَّ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ الحدیث قال رواہ الطبرانی و رجالہ ثقات الا ان ابن ابی طلحہ لم یسمع من ابن عباس رض)

فائدہ :- اس قسم کا مضمون بہت سی مختلف روایتوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ کے پاک نام کے برابر کوئی بھی چیز نہیں۔ بدقسمتی اور محرومی ہے ان لوگوں کی جو اس کو ہلکا سمجھتے ہیں۔ البتہ اس میں وزن اخلاص سے پیدا ہوتا ہے۔ جس قدر اخلاص ہوگا اتنا ہی وزنی یہ پاک نام ہو سکتا ہے اسی اخلاص کے پیدا کرنے کے واسطے مشائخ صوفیاء کی جوتیاں سیدھی کرنی پڑتی ہیں۔ ایک حدیث میں اس ارشادِ نبوی سے پہلے ایک اور مضمون مذکور ہے وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میّت کو لاالٰہ الا اللہ تلقین کیا کرو جو شخص مرتے وقت اس پاک کلمہ کو کہتا ہے اس کے لیے جنّت واجب ہو جاتی ہے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر کوئی تندرستی ہی میں کہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو اور بھی زیادہ جنّت کو واجب کرنے والا ہے اس کے بعد یہ قسمیہ مضمون ارشاد فرمایا جو اُوپر ذکر کیا گیا ہے۔

۱۶ : عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رض قَالَ جَاءَ النَّحَّامُ ابْنُ زَيْدٍ وَقَرْدُ بْنُ كَعْبٍ وَبَحْرِيُّ ابْنُ عَمْرٍو فَقَالُوْا يَا مُحَمَّدُ مَا تَعْلَمُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا غَيْرَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بِذٰلِكَ بُعِثْتُ وَاِلٰى ذٰلِكَ اَدْعُوْ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ قَوْلِهِمْ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً (الاٰية)

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ تین کافر حاضر ہوئے اور پوچھا کہ اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں جانتے، (نہیں مانتے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا الٰہ الا اللہ (نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا) اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہُوا ہوں اور اسی کی طرف لوگوں کو بلاتا ہُوں۔ اسی بارہ میں آیت قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً نازل ہُوئی۔

(اخرجہ ابن اسحاق وابن المنذر وابن حاتم وابو الشیخ کذا فی الدر المنثور)

فائدہ :- حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہُوا

ہُوں یعنی نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور اسی کلمہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں خصوصیت ہے بلکہ سارے ہی نبی اس کلمہ کے ساتھ نبی بنا کر بھیجے گئے اور سب ہی انبیاءؑ نے اسی کلمہ کی طرف دعوت دی ہے۔ حضرت آدم علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر خاتم الانبیاء فخرِ رُسُل صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی بھی نبی ایسا نہیں ہے جو اس مبارک کلمہ کی دعوت نہ دیتا ہو۔ کس قدر بابرکت اور مہتم بالشان کلمہ ہے کہ سارے انبیاءؑ اور سارے سچے مذہب اسی پاک کلمہ کی طرف بلانے والے اور اسی کے شائع کرنے والے رہے۔ آخر کوئی بات تو ہے کہ اس سے کوئی بھی سچا مذہب خالی نہیں۔ اسی کلمہ کی تصدیق میں قرآن پاک کی آیت قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً (سورہ انعام ع ۲) نازل ہوئی۔ جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں حق تعالیٰ شانہٗ کی گواہی کا ذکر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ "لا الٰہ الا اللہ" کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی تصدیق فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں میرے بندہ نے سچ کہا ہے، میرا سوا کوئی معبود نہیں۔

۱۷: عَنْ لَيْثٍ قَالَ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامِ اُمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَثْقَلُ النَّاسِ فِي الْمِيزَانِ ذَلَّتْ اَلْسِنَتُهُمْ بِكَلِمَةٍ ثَقُلَتْ عَلٰى مَنْ كَانَ قَبْلَهُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

حضرت عیسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت کے اعمال (حشر کے ترازو میں اس لیے) سب سے زیادہ بھاری ہیں کہ ان کی زبانیں ایک ایسے کلمہ کے ساتھ مانوس ہیں جو اُن سے پہلی اُمّتوں پر بھاری تھا، وہ کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ہے۔

اخرج الاصبهانی فی الترغیب کذا فی الدر

فائدہ:- یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ اُمّتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الفُ الفُ صلوٰۃٍ وّ تحیّۃ کے درمیان کلمہ طیّبہ کا جتنا زور اور کثرت ہے کسی اُمّت میں بھی اتنی کثرت نہیں ہے مشائخ سلوک کی لاکھوں نہیں کروڑوں کی مقدار ہے اور پھر ہر شیخ کے کم و بیش سینکڑوں مُرید اور تقریباً سب ہی کے یہاں کلمہ طیّبہ کا ورد ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کے معمولات میں

داخل ہے۔ جامع الاصول میں لکھا ہے کہ لفظ اللہ کا ذکر ورد کے طور پر کم از کم پانچ ہزار کی مقدار ہے اور زیادہ کے لیے کوئی حد نہیں اور صوفیاء کے لیے کم از کم پچیس ہزار روزانہ اور لا الٰہ الا اللہ کی مقدار کے متعلق لکھا ہے کہ روزانہ پانچ ہزار روزانہ ہو۔ یہ مقداریں مشائخ سلوک کی تجویز کے موافق کم و بیش ہوتی رہتی ہیں۔ میرا مقصود حضرت عیسٰی علی نبینا وعلیہ الصلٰوۃ والسلام کی تائید میں مشائخ کا اندازہ بیان کرنا ہے۔ کہ ایک ایک شخص کے لیے روزانہ کی مقداریں کم از کم یہ بتائی گئی ہیں۔

ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے "قول جمیل" میں اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں ابتدائے سلوک میں ایک ہی سانس میں لا الٰہ الا اللہ دو سو مرتبہ کہا کرتا تھا۔

شیخ ابو یزیدؒ قرطبی فرماتے ہیں میں نے یہ سُنا کہ جو شخص ستّر ہزار مرتبہ لا الٰہ الا اللہ پڑھے اس کو دوزخ کی آگ سے نجات ملے گی۔ میں نے یہ خبر سُن کر ایک نصاب یعنی ستّر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کے لیے بھی پڑھا اور کئی نصاب خود اپنے لیے پڑھ کر ذخیرۂ آخرت بنایا۔ ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا۔ جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحبِ کشف ہے جنّت دوزخ کا بھی اس کو کشف ہوتا ہے، مجھے اس کی صحت میں کچھ تردّد تھا ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا کہ دفعتہً اس نے ایک چیخ ماری اور اس کا سانس پھولنے لگا اور کہا کہ میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے اس کی حالت مجھے نظر آئی۔ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ میں اس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اس کی ماں کو بخش دوں، جس سے اس کی سچائی کا بھی مجھے تجربہ ہو جائے گا۔ چنانچہ میں نے ایک نصاب ستّر ہزار کا ان نصابوں میں سے جو اپنے لیے پڑھے تھے اس کی ماں کو بخش دیا۔ میں نے اپنے دل میں چپکے ہی سے بخشا تھا اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ تھی مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا کہ چچا میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹا دی گئی۔ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ مجھے اس قصہ سے دو فائدے ہوئے ایک تو اس برکت کا جو ستّر ہزار کی مقدار میں میں نے سُنی تھی اس کا تجربہ ہوا دوسرے اس نوجوان کی سچائی کا یقین ہو گیا۔

یہ ایک واقعہ ہے اس قسم کے نامعلوم کتنے واقعات اس اُمت کے افراد میں پائے جاتے ہیں۔ صوفیاء کی اصطلاح میں ایک معمولی چیز پاس انفاس ہے یعنی اس کی مشق کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر کے بغیر باہر نہ جائے نہ اندر آئے۔ اُمت محمدیہ کے کروڑوں افراد ایسے ہیں جن کو اس کی مشق حاصل ہے تو پھر کیا تردد ہے کہ حضرت عیسیٰ علی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد میں کہ ان کی زبانیں اس کلمہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ مانوس اور منقاد ہوگئیں۔

۱۸: عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَکْتُوْبٌ عَلٰی بَابِ الْجَنَّۃِ اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا لَآ اُعَذِّبُ مَنْ قَالَھَا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنّت کے دروازہ پر یہ لکھا ہوا ہے (اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا لَآ اُعَذِّبُ مَنْ قَالَھَا) میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جو شخص اس (کلمہ) کو کہتا رہے گا میں اس کو عذاب نہیں کروں گا۔

(اخرجہ ابوالشیخ کذا فی الدر)

فائدہ:۔ گناہوں پر عذاب کا ہونا دوسری احادیث میں بکثرت آیا ہے اس سے اگر دائمی عذاب مُراد ہو تو کوئی اشکال نہیں لیکن کوئی خوش قسمت ایسے اخلاص سے اس جملہ کا ورد رکھنے والا ہو کہ باوجود گناہوں کے اس کو بالکل عذاب نہ کیا جائے یہ بھی رحمت خداوندی سے بعید نہیں ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۱۴ میں گذرا اس کے علاوہ نمبر ۹ میں بھی کچھ تفصیل گذر چکی ہے۔

۱۹: عَنْ عَلِیٍّ قَالَ حَدَّثَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ جِبْرَئِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اِنِّیْ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ جلّ جلالہٗ کا ارشاد ہے کہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں

اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِیْ مَنْ جَآءَ نِیْ مِنْکُمْ بِشَهَادَةِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بِالْاِخْلَاصِ دَخَلَ فِیْ حِصْنِیْ وَ مَنْ دَخَلَ حِصْنِیْ اَمِنَ عَذَابِیْ۔

لہٰذا میری ہی عبادت کیا کرو، جو شخص تم میں سے اخلاص کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہوا آوے گا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوگا وہ میرے عذاب سے مامون ہوگا۔

(اخرجه ابونعیم فی الحلیة کذا فی الدر وابن عساکر کذا فی الجامع الصغیر و فیه ایضاً بروایة الشیرازی عن علی ورقم له بالصحة و فی الباب عن عتبان ابن مالک بلفظ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَی النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَبْتَغِیْ بِذٰلِکَ وَجْهَ اللّٰهِ رواه الشیخان وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ بلفظ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُعَذِّبُ مِنْ عِبَادِهٖ اِلَّا الْمَارِدَ الْمُتَمَرِّدَ الَّذِیْ یَتَمَرَّدُ عَلَی اللّٰهِ وَاَبٰی اَنْ یَّقُوْلَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رواه ابن ماجة)

فائدہ :۔ اگر یہ بھی کبائر سے بچنے کے ساتھ مشروط ہو جیسا کہ حدیث نمبر ۵ میں گذر چکا تب تو کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر کبائر کے باوجود یہ کلمہ کہے تو پھر قواعد کے موافق تو عذاب سے مراد دائمی عذاب ہے ہاں اللہ جلّ شانہٗ کی رحمت قواعد کی پابند نہیں۔ قرآنِ پاک کا صاف ارشاد ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ شرک کو معاف نہیں فرمائیں گے۔ اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے معاف فرماویں گے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اسی شخص کو عذاب کرتے ہیں جو اللہ پر تمرّد (ہیکڑی) کرے اور لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکار کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ حق تعالیٰ شانہٗ کے غُصّے کو دُور کرتا ہے جب تک کہ دُنیا کو دین پر ترجیح نہ دینے لگیں اور جب دُنیا کو دین پر ترجیح دینے لگیں اور لا الٰہ الا اللہ کہتے رہیں تو حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ تم اپنے دعوٰی میں سچّے نہیں ہو۔

۲۰ : عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَفْضَلُ الذِّکْرِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَفْضَلُ الدُّعَآءِ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام ذکروں میں افضل لا الٰہ الا اللہ ہے اور تمام دعاؤں میں افضل استغفار ہے۔ پھر اس کی تائید میں سورۃ محمّد کی

الْاِسْتِغْفَارُ ثُمَّ قَرَأَ فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِکَ الآیۃ
آیت فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تلاوت فرمائی۔

(اخرجہ الطبرانی وابن مردویہ والدیلمی کذا فی الدر وفی الجامع الصغیر بروایۃ الطبرانی مَا مِنَ الذِّکْرِ اَفْضَلُ مِنْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا مِنَ الدُّعَاءِ اَفْضَلُ مِنَ الْاِسْتِغْفَارِ ورقم لہ بالحسن)

فائدہ :- اِس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذر چکا ہے کہ لاالٰہ الا اللہ سب اذکار سے افضل ہے جس کی وجہ صُوفیہ نے یہ لکھی ہے کہ دل کے پاک کرنے میں اس ذکر کو خاص مناسبت ہے۔ اس کی برکت سے دل ساری ہی گندگیوں سے پاک ہوجاتا ہے اور جب اس کے ساتھ اِستغفار بھی شامل ہوجاتے تو پھر کیا ہی کہنا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب حضرت یونس علیہ السّلام کو مچھلی نے کھالیا تو اس کے پیٹ میں ان کی دُعا یہ تھی لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ جو شخص بھی ان الفاظ سے دُعا مانگے گا وہ ضرور قبول ہوگی۔ اس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذرا ہے کہ سب سے افضل اور بہترین ذکر لاالٰہ الا اللہ ہے لیکن وہاں سب سے افضل دُعا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ارشاد ہوا تھا اور یہاں استغفار وارد ہے۔ اس قسم کا اختلاف حالات کے اعتبار سے بھی ہوتا ہے۔ ایک مُتّقی پرہیزگار ہے اس کے لیے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سب سے افضل ہے۔ ایک گنہ گار ہے تو وہ استغفار کا بہُت محتاج ہے اس کے حق میں استغفار سب سے اہم ہے۔ اس کے علاوہ افضلیت بھی مختلف وجُوہ سے ہوتی ہے۔ مُنافع کے حاصل کرنے کے واسطے اللہ کی حمد و ثنا سب سے زیادہ نافع ہے اور مُضرّتیں اور تنگیاں دُور کرنے کے لیے استغفار سب سے زیادہ مُفید ہے ان کے علاوہ اور بھی وجوہ اس قسم کے اختلاف کی ہوتی ہیں۔

۲۱ : عَنْ اَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ رضؓ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَیْکُمْ بِلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
حضرت ابُوبکر صدّیق رضؓ حضُورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم سے نقل کرتے ہیں کہ لاالٰہ الا اللہ اور استغفار کو بہُت کثرت سے

وَالْاِسْتِغْفَارِ فَاَكْثِرُوْا مِنْهُمَا فَاِنَّ اِبْلِيْسَ قَالَ اَهْلَكْتُ النَّاسَ بِالذُّنُوْبِ وَاَهْلَكُوْنِيْ بِلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَالْاِسْتِغْفَارِ فَلَمَّا رَأَيْتُ ذٰلِكَ اَهْلَكْتُهُمْ بِالْاَهْوَاءِ وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُهْتَدُوْنَ

پڑھا کر۔ شیطان کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا اور انھوں نے مجھے لا الٰہ الا اللہ سے ہلاک کر دیا۔ جب میں نے دیکھا (کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا) تو میں نے ان کو ہوائے نفس (یعنی بدعات) سے ہلاک کیا اور وہ اپنے کو ہدایت پر سمجھتے رہے۔

(اخرجہ ابو یعلی کذا فی الدر والجامع الصغیر ورقم لہ بالضعف)

فائدہ :۔ لا الٰہ الا اللہ اور استغفار سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے، کہ شیطان کا منتہائے مقصد دل پر اپنا زہر چڑھانا ہے جس کا ذکر باب اوّل فصل دوم کے نمبر ۱۴ پر گذر چکا ہے۔ یہ زہر جب ہی چڑھتا ہے جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہو ورنہ شیطان کو ذلت کے ساتھ دل سے واپس ہونا پڑتا ہے اور اللہ کا ذکر دلوں کی صفائی کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ ہر چیز کے لیے ایک صفائی ہوتی ہے دلوں کی صفائی اللہ کا ذکر ہے۔ اسی طرح استغفار کے بارہ میں کثرت سے احادیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ دلوں کے میل اور زنگ کو دور کرنے والا ہے۔ ابو علی دقاقؒ کہتے ہیں کہ جب بندہ اخلاص سے لا الٰہ کہتا ہے تو ایک دم دل صاف ہو جاتا ہے جیسا آئینہ پر بھیگا ہوا کپڑا پھیرا جائے) پھر وہ الا اللہ کہتا ہے تو صاف دل پر اس کا نور ظاہر ہوتا ہے ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ شیطان کی ساری ہی کوشش بے کار ہو گئی اور ساری محنت رائیگاں گئی۔ ہوائے نفس سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ناحق کو حق سمجھنے لگے اور جو دل میں آجائے اُسی کو دین اور مذہب بنا لے۔ قرآن شریف میں کتنی جگہ اس کی مذمت وارد ہوتی ہے ایک جگہ ارشاد ہے اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ط فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ط اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ٥ سورہ جاثیہ رکوع ۳ (کیا آپ نے

اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفس سے بنا رکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے اسکو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی اور آنکھ پر پردہ ڈال دیا کہ حق بات کو نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ دل میں اُترتی ہے پس اللہ کے (گمراہ کر دینے کے بعد) کون ہدایت کر سکتا ہے پھر بھی تم نہیں سمجھتے) دوسری جگہ ارشاد ہے وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ——— سورہ قصص رکوع ۵ (ایسے شخص سے زیادہ گمراہ کون ہو گا جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو بغیر اس کے کہ کوئی دلیل اللہ کی طرف سے (اس کے پاس) ہو اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا) اور بھی متعدد جگہ اس قسم کا مضمون وارد ہے یہ شیطان کا بہت ہی سخت حملہ ہے کہ وہ غیر دین کو دین کے لباس میں سمجھاوے اور آدمی اس کو دین سمجھ کر کرتا رہے تو اس سے توبہ کیوں کر سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص زناکاری چوری وغیرہ گناہوں میں مبتلا ہو تو کسی نہ کسی وقت توبہ اور چھوڑ دینے کی اُمید ہے لیکن جب کسی ناجائز کام کو وہ عبادت سمجھتا ہے تو اس سے توبہ کیوں کرے اور کیوں اس کو چھوڑ دے بلکہ دن بدن اس میں ترقی کرے گا۔ یہی مطلب ہے شیطان کے اس کہنے کا کہ میں نے گناہوں میں مُبتلا کیا لیکن ذکر اذکار توبہ استغفار سے وہ مجھے دق کرتے رہے تو میں نے ایسے جال میں پھانس دیا کہ اس سے نکل ہی نہیں سکتے۔ اس لیے دین کے ہر کام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم اور صحابہ کرامؓ کے طریقہ کو اپنا رہبر بنانا ہی ضروری امر ہے اور کسی ایسے طریقہ کو اختیار کرنا جو خلافِ سُنّت ہو نیکی برباد گناہ لازم ہے۔ امام غزالیؒ نے حسن بصریؒ سے بھی نقل کیا ہے، وہ فرماتے ہیں۔ ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ شیطان کہتا ہے کہ میں نے اُمّت محمدیہ کے سامنے گناہوں کو زیب و زینت کے ساتھ پیش کیا مگر ان کے استغفار نے میری کمر توڑ دی تو میں نے ایسے گناہ ان کے پاس پیش کیے جن کو وہ گناہ ہی نہیں سمجھتے کہ ان سے استغفار کریں اور وہ اہواء۔ یعنی بدعات ہیں کہ وہ ان کو دین سمجھ کر کرتے ہیں۔ وہبؒ بن منبہ کہتے ہیں کہ اللہ سے ڈر، تو شیطان کو مجمعوں میں لعنت کرتا ہے اور چپکے سے اس کی اطاعت کرتا ہے اور اس سے دوستی کرتا ہے

بعض صوفیاء سے منقول ہے کہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ جیسے محسن کے احسانات معلوم ہونے کے بعد اور ان کے اقرار کے بعد اس کی نافرمانی کی جائے اور شیطان کی دشمنی کے باوجود اس کی عیاری اور سرکشی معلوم ہونے کے باوجود اس کی اطاعت کی جائے۔

۲۲: عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَمُوْتُ عَبْدٌ يَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَرْجِعُ ذٰلِكَ اِلٰى قَلْبٍ مُّوْقِنٍ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَفِيْ رِوَايَةٍ اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص بھی اس حال میں مرے کہ لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہُ محمدٌ رَّسولُ اللّٰہِ کی سچے دل سے شہادت دیتا ہو ضرور جنّت میں داخل ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ضرور اس کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمادیں گے۔

(اخرجہ احمد والنسائی والطبرانی والحاکم والترمذی فی نوادر الاصول وابن مردویہ والبیہقی فی الاسماء والصفات کذا فی الدر وابن ماجہ وفی الباب عن عمران بلفظ مَنْ عَلِمَ اَنَّ اللّٰهَ رَبُّهٗ وَاَنِّيْ نَبِيُّهٗ مُوْقِنًا مِّنْ قَلْبِهٖ حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ رواہ البزار ورقم لہ فی الجامع بالصحۃ وفیہ ایضاً بروایۃ البزار عن اَبِيْ سَعِيْدٍ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّةَ ورقم لہ بالصحۃ)

فائدہ:۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا ہے خوشخبری سنو اور دوسروں کو بھی بشارت سنادو کہ جو شخص سچے دل سے لا الٰہ الّا اللّٰہُ کا اقرار کرے وہ جنّت میں داخل ہوگا۔ اللہ جلّ جلالہٗ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے اور اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت زیادہ اجر و ثواب رکھتا ہے۔ دنیا کے دکھاوے کے واسطے لوگوں کے خوش کرنے کے واسطے کوئی کام کیا جاوے وہ تو ان کی سرکار میں بیکار ہے بلکہ کرنے والے کے لیے وبال ہے لیکن اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت کچھ رنگ لاتا ہے اس لیے اخلاص سے جو شخص کلمہ شہادت پڑھے اس کی

ضرور مغفرت ہوگی وہ ضرور جنّت میں داخل ہو کر رہے گا۔ اس میں ذرا بھی تردّد نہیں یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے کچھ دنوں سزا بھگت کر داخل ہو لیکن ضروری نہیں کسی کا اخلاص مالکُ الملک کو پسند ہو، اس کی کوئی خدمت ہی پسند آجائے تو وہ سارے ہی گناہوں کو معاف فرما سکتے ہیں۔ ایسی کریم ذات پر ہم مرمٹیں کتنی سخت محرومی ہے۔ بہرحال ان احادیث میں کلمۂ طیبہ کے پڑھنے والے کے لیے بہت کچھ وعدے ہیں جن میں دونوں احتمال ہیں۔ قواعد کے مطابق گناہوں کی سزا کے بعد معافی اور کرم لطف احسان اور مراحم خسروانہ میں بلا عذاب معافی۔

یحییٰ رح بن اکثم ایک محدّث ہیں۔ جب ان کا انتقال ہوا تو ایک شخص نے ان کو خواب میں دیکھا ——— اُن سے پوچھا کیا گذری۔ فرمانے لگے کہ میری پیشی ہوئی، مجھ سے فرمایا او گنہگار بوڑھے! تو نے فلاں کام کیا، فلاں کیا میرے گناہ گنوائے گئے اور کہا گیا کہ تو نے ایسے ایسے کام کیے۔ میں نے عرض کیا یا اللہ مجھے آپ کی طرف سے یہ حدیث نہیں پہنچی ——— فرمایا، کیا حدیث　عرض کیا مجھ سے عبدالرزّاق رح نے کہا اُن سے معمر رح نے کہا، ان سے زہری رح نے کہا اُن سے عروہ نے کہا اُن سے حضرت عائشہ رض نے کہا، اُن سے حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا، اُن سے حضرت جبرئیل نے عرض کیا اُن سے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوا اور میں اس کو (اس کے اعمال کی وجہ سے) عذاب دینے کا ارادہ بھی کروں لیکن اس کے بڑھاپے سے شرما کر معاف کر دیتا ہوں اور یہ آپ کو معلوم ہے کہ میں بوڑھا ہوں، ارشاد ہوا کہ عبدالرزاق رح نے سچ کہا اور معمر رح نے بھی سچ کہا، زہری رح نے بھی سچ کہا۔ عروہ نے بھی سچ نقل کیا۔ عائشہ رض نے بھی سچ کہا اور نبی ؐ نے بھی سچ کہا اور جبرئیل نے بھی سچ کہا اور میں نے بھی سچّی بات کہی۔ یحییٰ رح کہتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے جنّت میں داخلہ کا ارشاد فرما دیا۔

۲۴: عَنْ اَنَسٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیْسَ شَیْءٌ اِلَّا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ اللّٰہِ حِجَابٌ

حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر عمل کے لیے اللہ کے یہاں پہنچنے کیلیے درمیان میں حجاب ہوتا ہے مگر لَا

اِلَّا قَوْلَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ دُعَاءَ	الٰہ اِلاّ اللّٰہ اور باپ کی دُعا بیٹے کیلئے
الْوَالِدِ۔	ان دونوں کیلئے کوئی حجاب نہیں۔

(اخرجہ ابن مردویہ کذا فی الدر وفی الجامع الصغیر بروایۃ ابن النجار ورقم لہ بالضعف وفی الجامع الصغیر بروایتہ الترمذی عن ابن عمرو ورقم لہ بالصحۃ اَلتَّسْبِیْحُ نِصْفُ الْمِیْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ تَمْلَأُہٗ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَیْسَ لَھَا دُوْنَ اللّٰہِ حِجَابٌ حَتّٰی تَخْلُصَ اِلَیْہِ)

فائدہ: پردہ نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اِن چیزوں کے قبول ہونے میں ذرا سی بھی دیر نہیں لگتی اور امور کے درمیان میں قبول تک اور بھی واسطے حائل ہوتے ہیں لیکن یہ چیزیں براہِ راست بارگاہ الٰہی تک فوراً پہنچتی ہیں۔

ایک کافر بادشاہ کا قِصّہ لکھا ہے کہ نہایت مُتشدّد اور مُتعصب تھا۔ اتفاق سے مسلمانوں کے ساتھ ایک لڑائی میں گرفتار ہو گیا، چونکہ مسلمانوں کو اس سے بہت تکلیفیں پہنچی تھیں، اس لیے انتقام کا جوش ان میں بھی بہت تھا، اس کو ایک دیگ میں ڈال کر آگ پر رکھ دیا، اس نے اوّل اپنے بتوں کو پکارنا شروع کیا اور مدد چاہی۔ جب کچھ بن نہ پڑا تو وہیں مسلمان ہوا اور لاَ الٰہ الاّ اللّٰہ کا ورد شروع کیا، لگاتار پڑھ رہا تھا اور ایسی حالت میں جس خلوص اور جوش سے پڑھا جا سکتا ہے ظاہر ہے فوراً اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے مدد ہوئی اور اس زور سے بارش ہوئی کہ وہ ساری آگ بجھ گئی اور دیگ ٹھنڈی ہو گئی، اس کے بعد زور سے آندھی چلی جس سے وہ دیگ اُڑی اور کسی شہر میں جہاں سب ہی کافر تھے جا کر گری۔ یہ شخص لگاتار کلمۂ طیبہ پڑھ رہا تھا، لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور اعجوبہ دیکھ کر متحیر تھے، اس سے حال دریافت کیا، اس نے اپنی سرگذشت سُنائی جس سے وہ لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔

۲۴: عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ رضؓ قَالَ	حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد
قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ	ہے نہیں آئے گا کوئی شخص قیامت کے
وَسَلَّمَ لَنْ یُّوَافِیَ عَبْدٌ یَوْمَ	دن کہ لاَ الٰہ الاّ اللّٰہ کو اس طرح سے کہتا

الْقِیٰمَۃِ یَقُوْلُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَبْتَغِیْ بِذٰلِکَ وَجْہَ اللّٰہِ اِلَّا حَرَّمَ عَلَی النَّارِ

ہو کہ اللہ کی رضا کے سوا کوئی مقصود نہ ہو، مگر جہنّم اس پر حرام ہوگی۔

(اخرجہ احمد والبخاری ومسلم وابن ماجۃ والبیہقی فی الاسماء والصفات کذا فی الدر)

فائدہ :- جو شخص اخلاص کے ساتھ کلمۂ طیّبہ کا وِرد کرتا رہا اس پر جہنّم کی آگ کا حرام ہونا ظاہری قواعد کے موافق تو مقیّد ہے کبائر گناہ نہ ہونے کے ساتھ یا جہنّم کے حرام ہونے سے اس میں ہمیشہ کا رہنا حرام ہے لیکن اللہ جلّ شانہٗ اس پاک کلمہ کو اخلاص سے پڑھنے والے کو باوجود گناہوں کے بالکل ہی جہنم سے معاف فرمادیں تو کون روکنے والا ہے۔ احادیث میں ایسے بندوں کا بھی ذکر آتا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ بعض لوگوں کو فرمائیں گے تُو نے فلاں فلاں گناہ کیا، اس طرح جب بہت سے گناہ گنواتے جاچکیں گے اور وہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہو گیا او۔ اقرار بغیر چارۂ کار نہ ہوگا تو ارشاد ہوگا کہ ہم نے دنیا میں تیری ستّاری کی آج بھی ستّاری کرتے ہیں تجھے معاف کر دیا۔ اس نوع کے بہت سے واقعات حدیث میں موجود ہیں اس لیے ان ذاکرین کے لیے بھی اس قسم کا معاملہ ہو تو بعید نہیں ہے۔ اللہ کے پاک نام میں بڑی برکت اور بہبودی ہے اس لیے جتنی بھی کثرت ہوسکے دریغ نہ کرنا چاہیے۔ کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ مبارک ہستیاں جنہوں نے اس پاک کلمہ کی برکات کو سمجھا اور اس کے وِرد میں عمریں ختم کر دیں۔

۲۵ : عَنْ یَحْیٰی بْنِ طَلْحَۃَ رضؓ بْنِ عُبَیْدِ اللّٰہِ قَالَ رُؤِیَ طَلْحَۃُ حَزِیْنًا فَقِیْلَ لَہٗ مَالَکَ قَالَ اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ کَلِمَۃً لَا یَقُوْلُہَا عَبْدٌ عِنْدَ مَوْتِہٖ اِلَّا نَفَّسَ اللّٰہُ عَنْہُ کُرْبَتَہٗ

حضرت طلحہؓ کو لوگوں نے دیکھا کہ نہایت غمگین بیٹھے ہیں۔ کسی نے پوچھا کیا بات ہے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے یہ سُنا تھا کہ مجھے ایک کلمہ معلوم ہے کہ جو شخص مرتے وقت اس کو کہے تو موت کی تکلیف اس سے ہٹ جائے اور رنگ چمکنے لگے اور خوشی کا منظر دیکھے مگر مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے اس کلمہ

وَاَشْرَقَ لَوْنُهٗ وَرَاَى مَا مَا يَسُرُّهٗ، وَمَا مَنَعَنِيْ اَنْ اَسْاَلَهٗ عَنْهَآ اِلَّا الْقُدْرَةُ عَلَيْهِ حَتّٰى مَاتَ فَقَالَ عُمَرُ رض اِنِّيْ لَاَعْلَمُهَا قَالَ فَمَا هِيَ قَالَ لَا نَعْلَمُ كَلِمَةً هِيَ اَعْظَمُ مِنْ كَلِمَةٍ اَمَرَ بِهَا عَمَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ فَهِيَ وَاللّٰهِ هِيَ ۔	کے پوچھنے کی قدرت نہ ہوتی (اس کا رنج ہو رہا ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے معلوم ہے طلحہؓ (خوش ہو کر) کہنے لگے کیا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا ہمیں معلوم ہے کہ کوئی کلمہ اس سے بڑھا ہوا نہیں ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا (ابو طالب) پر پیش کیا تھا اور وہ ہے لا الہ الا اللہ فرمایا واللہ یہی ہے واللہ یہی ہے ۔

(اخرجہ البیہقی فی الاسماء والصفات کذا فی الدر قلت اخرجہ الحاکم وقال صحیح علی شرط الشیخین واقرہ علیہ الذہبی واخرجہ احمد واخرج ایضاً من مسند عمرؓ بمعناہ بزیادۃ فیہا و اخرجہ ابن ماجہ عن یحیی بن طلحۃ عن امہ وفی شرح الصدور للسیوطی واخرج ابو یعلی والحاکم بسند صحیح عن طلحۃ وعمر قالا سمعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انی اعلم کلمۃ الحدیث)

فائدہ :- کلمہ طیبہ کا سراسر نور و سرور ہونا بہت سے روایات سے معلوم و مفہوم ہوتا ہے حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں حضرت ابو بکر صدیقؓ سے نقل کیا ہے کہ اندھیرے پانچ ہیں اور پانچ ہی ان کے لیے چراغ ہیں، دنیا کی محبت اندھیرا ہے جس کا چراغ تقویٰ ہے اور گناہ اندھیرا ہے جس کا چراغ توبہ ہے اور قبر اندھیرا ہے جس کا چراغ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے اور آخرت اندھیرا ہے جس کا چراغ نیک عمل ہے، اور پل صراط اندھیرا ہے جس کا چراغ یقین ہے۔ رابعہ عدویہ (رحمۃ اللہ علیہ) مشہور ولیہ ہیں۔ رات بھر نماز میں مشغول رہتیں، صبح صادق کے بعد تھوڑی دیر سو رہتیں اور جب صبح کا چاندنا اچھی طرح ہو جاتا تو گھبرا کر اٹھتیں اور نفس کو ملامت کرتیں کہ کب تک سوتا رہے گا عنقریب قبر کا زمانہ آنے والا ہے۔ جس میں صور پھونکنے تک سونا ہی ہوگا۔ جب انتقال کا وقت قریب ہوا تو ایک خادمہ کو وصیت فرمائی کہ یہ ادنیٰ گدڑی جس کو وہ تہجد کے وقت پہنا

کرتی تھیں، اس میں مجھے کفن دے دینا اور کسی کو میرے مرنے کی خبر نہ کرنا۔ چنانچہ حسبِ وصیّت تجہیز و تکفین کر دی گئی بعد میں اُس خادمہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ نہایت عُمدہ لباس پہنے ہوئے ہیں، اس نے دریافت کیا کہ وہ آپ کی گدڑی کیا ہوئی جس میں کفن دیا گیا تھا فرمایا کہ لپیٹ کر میرے اعمال کے ساتھ رکھ دی گئی۔ انہوں نے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں کہا کہ اللہ کا ذکر جتنا بھی کر سکو کرتی رہو کہ اس کی وجہ سے تم قبر میں قابلِ رشک بن جاؤ گی۔

۲۶: عَنْ عُثْمَانَ رضؓ قَالَ اِنَّ رِجَالًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حِیْنَ تُوُفِّیَ حَزِنُوْا عَلَیْہِ حَتّٰی کَادَ بَعْضُھُمْ یُوَسْوِسُ قَالَ عُثْمَانُ رضؓ وَکُنْتُ مِنْھُمْ فَبَیْنَنَا اَنَا جَالِسٌ مَرَّ عَلَیَّ عُمَرُ رضؓ وَسَلَّمَ فَلَمْ اَشْعُرْ بِہٖ فَاشْتَکٰی عُمَرُ رضؓ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ رضؓ ثُمَّ اَقْبَلَا حَتّٰی سَلَّمَا عَلَیَّ جَمِیْعًا فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ رضؓ مَا حَمَلَکَ عَلٰی اَنْ لَّا تَرُدَّ عَلٰی اَخِیْکَ عُمَرَ رضؓ سَلَامَہٗ قُلْتُ مَا فَعَلْتُ فَقَالَ عُمَرُ رضؓ بَلٰی وَاللّٰہِ لَقَدْ فَعَلْتَ قَالَ قُلْتُ وَاللّٰہِ مَا شَعُرْتُ اَنَّکَ مَرَرْتَ وَلَا سَلَّمْتَ قَالَ اَبُوْبَکْرٍ رضؓ صَدَقَ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (رُوحی فداہ) کے وصال کے وقت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اسقدر سخت صدمہ تھا کہ بہت سے مختلف طور کے وساوس میں مبتلا ہو گئے تھے۔ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی ان ہی لوگوں میں تھا جو وساوس میں گھرے ہوئے تھے حضرت عمرؓ میرے پاس تشریف لائے مجھے سلام کیا، مگر مجھے مطلق پتہ نہ چلا، انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے شکایت کی (کہ عثمانؓ بھی بظاہر خفا ہیں کہ میں نے سلام کیا انہوں نے جواب بھی نہ دیا) اس کے بعد دونوں حضرات اکٹھے تشریف لائے اور سلام کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے دریافت فرمایا کہ تم نے اپنے بھائی عمرؓ کے سلام کا جواب نہ دیا (کیا بات ہے) میں نے عرض کیا کہ میں نے تو ایسا نہیں کیا حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسا ہی ہوا۔ میں

عُثْمَانَ قَدْ شَغَلَهٗ عَنْ ذٰلِكَ اَمْرٌ فَقُلْتُ اَجَلْ قَالَ مَا هُوَ قُلْتُ تَوَفَّى اللّٰهُ تَعَالٰى نَبِيَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ نَسْأَلَهٗ عَنْ نَجَاةِ هٰذَا الْاَمْرِ قَالَ اَبُوْبَكْرٍؓ قَدْ سَأَلْتُهٗ عَنْ ذٰلِكَ فَقُمْتُ اِلَيْهِ وَقُلْتُ لَهٗ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ اَنْتَ اَحَقُّ بِهَا قَالَ اَبُوْبَكْرٍؓ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا نَجَاةُ هٰذَا الْاَمْرِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَبِلَ مِنِّي الْكَلِمَةَ الَّتِيْ عَرَضْتُ عَلٰى عَمِّيْ فَرَدَّهَا فَهِيَ لَهٗ نَجَاةٌ

عرض کیا کہ مجھے تو آپ کے آنے کی بھی خبر نہیں ہوئی کہ کب آتے نہ سلام کا پتہ چلا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا سچ ہے ایسا ہی ہوا ہوگا۔ غالباً تم کسی سوچ میں بیٹھے ہوگے۔ میں نے عرض کیا واقعی میں ایک گہری سوچ میں تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے دریافت فرمایا کیا تھا میں نے عرض کیا حضورؐ کا وصال ہوگیا اور ہم نے یہ بھی نہ پوچھ لیا کہ اس کام کی نجات کس چیز میں ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں پوچھ چکا ہوں میں اُٹھا، اور میں نے کہا تم پر میرے ماں باپ قربان واقعی تم ہی زیادہ مستحق تھے اس کے دریافت کرنے کے (کہ دین کی ہر چیز میں آگے بڑھنے والے ہو) حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا میں نے حضورؐ سے دریافت کیا تھا کہ اس کام کی نجات کیا ہے آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص اس کلمہ کو قبول کرلے جس کو میں نے اپنے چچا ابو طالب پر ان کے انتقال کے وقت) پیش کیا تھا اور انہوں رد کر دیا تھا، وہی کلمہ نجات ہے۔

(رواہ احمد کذا فی المشکوٰۃ وفی مجمع الزوائد رواہ احمد والطبرانی فی الاوسط باختصار وابویعلی بتمامہ والبزار بنحوہ وفیہ رجل لم یسم لکن الزہری وثقہ وابہمہ اوقلت وذکر فی مجمع الزوائد لہٗ متابعات بالفاظ متقاربہ)

فائدہ :۔ وساوس میں مُبتلا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ اسوقت رنج وغم کی شدّت میں ایسے پریشان ہو گئے تھے کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابیؓ اور بہادر تلوار ہاتھ میں لے کر کھڑے ہو گئے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضُور کا وصال ہو گیا اس کی گردن اُڑا دوں گا۔ حضُور تو اپنے رَبّ سے ملنے تشریف لے گئے ہیں، جیسا کہ حضرت موسیٰ طُور پر تشریف لے گئے تھے۔ بعض صحابہؓ کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ دین اب ختم ہو چکا بعض اس سوچ میں تھے کہ اب دین کے فروغ کی کوئی صورت نہیں ہو سکتی۔ بعض بالکل گم تھے کہ ان سے بولا ہی نہ جاتا تھا۔ ایک ابوبکرؓ صدّیق کا دَم تھا جو حضُور کیساتھ کمال عشق اور کمالِ مُحبّت کے باوجود اس وقت ثابت قدم اور جمے ہوئے قدم سے کھڑے تھے۔ انھوں نے للکار کر خطبہ پڑھا جس میں وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ والی آیت پڑھی جس کا ترجمہ ہے کہ محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم نرے رسول ہی تو ہیں (خدا تو نہیں ہے جسے موت آہی نہ سکے) پس اگر وہ مر جائیں یا شہید ہو جائیں تو تم لوگ (دین سے) پھر جاؤگے اور جو شخص دین سے پھر جاتے گا وہ خدا کا تو کوئی نقصان نہیں کریگا اپنا ہی کچھ کھودے گا) مختصر طور پر اس قصّہ کو میں نے اپنے رسالہ حکایاتِ صحابہؓ میں لکھ چکا ہوں، آگے جو ارشاد ہے کہ اس کام کی نجات کیا ہے اس کے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ دین کے کام تو بہت سے ہیں ان سب کاموں میں مدار کس چیز پر ہے کہ جس کے بغیر چارۂ کار نہ ہو۔ اس مطلب کے موافق جواب ظاہر ہے کہ دین کا سارا مدار کلمہ شہادت پر ہے اور اسلام کی جڑ ہی کلمہ طیبہ ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کام یعنی دین میں دقّتیں بھی پیش آتی ہیں، وساوس بھی گھیرتے ہیں، شیطان کی رخنہ اندازی بھی مستقل ایک مصیبت ہے، دُنیاوی ضروریات بھی اپنی طرف کھینچتی ہیں، اس صُورت میں مطلب ارشادِ نبوی کا یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کی کثرت ان سب چیزوں کا علاج ہے کہ وہ اخلاص پیدا کرنے والا ہے دِلوں کا صاف کرنے والا ہے شیطان کی ہلاکت کا سبب ہے جیسا کہ ان سب روایات میں اس کے اثرات بہت سے ذکر کیے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا کلمہ اپنے پڑھنے والے سے ننانویں قسم کی بلائیں دور کرتا ہے جن میں سب سے کم غم ہے جو ہر وقت آدمی پر سوار رہتا ہے

۲۷: عَنْ عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنِّیْ لَاَعْلَمُ کَلِمَۃً لَا یَقُوْلُھَا عَبْدٌ حَقًّا مِنْ قَلْبِہٖ اِلَّا حُرِّمَ عَلَی النَّارِ فَقَالَ لَہٗ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ اَنَا اُحَدِّثُکَ مَاھِیَ ھِیَ کَلِمَۃُ الْاِخْلَاصِ الَّتِیْ اَعَزَّ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی بِھَا مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابَہٗ وَھِیَ کَلِمَۃُ التَّقْوٰی الَّتِیْ اَلَاصَ عَلَیْھَا نَبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَمَّہٗ اَبَاطَالِبٍ عِنْدَ الْمَوْتِ شَھَادَۃُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سُنا تھا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ جو شخص اس کو حق سمجھ کر اخلاص کے ساتھ دل سے (یقین کرتے ہوئے) اس کو پڑھے تو جہنّم کی آگ اس پر حرام ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں بتاؤں وہ کلمہ کیا ہے، وہ وہی کلمہ ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو اور اس کے صحابہؓ کو عزت دی، وُہ وُہی تقویٰ کا کلمہ ہے جس کی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ نے اپنے چچا ابوطالب سے ان کے انتقال کے وقت خواہش کی تھی وہ شہادت ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی۔

رواہ احمد و اخرجہ الحاکم بھذا اللفظ وقال صحیح علی شرطھما واقرہ علیہ الذہبی واخرجہ الحاکم بروایۃ عثمانؓ عن عمرؓ مرفوعا اِنِّیْ لَاَعْلَمُ کَلِمَۃً لَا یَقُوْلُھَا عَبْدٌ حَقًّا من قلبہ فَیَمُوْتُ عَلٰی ذٰلِکَ اِلَّا حَرَّمَہُ اللّٰہُ عَلَی النَّارِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وقال ھٰذا صحیح علی شرطھما ثم ذکر لہ شاھدین من حدیثھما

فائدہ:- حضورؐ کے چچا ابوطالب کا قصہ حدیث تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں مشہور و معروف ہے کہ جب ان کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو چونکہ ان کے احسانات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر کثرت سے تھے، اس لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ اے میرے چچا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ لیجیے تاکہ مجھے قیامت کے دن آپ کی سفارش کا موقع مل سکے اور میں اللہ کے یہاں آپ کے اسلام کی گواہی دے سکوں، انہوں نے فرمایا کہ لوگ مجھے یہ طعنہ دیں گے کہ موت کے ڈر سے بھتیجے

کا دین قبول کر لیا، اگر یہ خیال نہ ہوتا تو میں اس وقت اس کلمہ کے کہنے سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا، اس پر حضور رنجیدہ واپس تشریف لائے۔ اسی کلمہ میں قرآن پاک کی آیت اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ (سورۂ قصص ع ۶) نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں فرما سکتے، بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کرتا ہے، اس قصہ سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ جو لوگ فسق و فجور میں مُبتلا رہتے ہیں خدا اور اس کے رسولؐ سے بیگانہ رہتے ہیں اور یہ سمجھے ہیں کہ کسی عزیز بزرگ کی دعا سے بیڑا پار ہو جائے گا غلطی میں مُبتلا ہیں۔ کام چلانے والا صرف اللہ ہی ہے اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے اسی سے سچا تعلق قائم کرنا ضروری ہے البتہ اللہ والوں کی صحبت، ان کی دعا، اُن کی توجہ معین و مددگار بن سکتی ہے۔

۲۸ : عَنْ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا اَذْنَبَ اٰدَمُ الذَّنْبَ الَّذِیْ اَذْنَبَہٗ رَفَعَ رَأْسَهٗ اِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ اَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اِلَّا غَفَرْتَ لِیْ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ مَنْ مُحَمَّدٌ فَقَالَ تَبَارَكَ اسْمُكَ لَمَّا خَلَقْتَنِیْ رَفَعْتُ رَأْسِیْ اِلٰى عَرْشِكَ فَاِذَا فِيْهِ مَكْتُوْبٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ فَعَلِمْتُ اَنَّهٗ لَيْسَ اَحَدٌ اَعْظَمَ عِنْدَكَ قَدْرًا عَمَّنْ جَعَلْتَ اسْمَهٗ مَعَ اسْمِكَ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ يَا اٰدَمُ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت آدم (علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے جب وہ گناہ صادر ہو گیا (جس کی وجہ سے جنّت سے دُنیا میں بھیج دیئے گئے تو ہر وقت روتے تھے اور دُعا و استغفار کرتے رہتے) ایک مرتبہ آسمان کی طرف مُنہ کیا اور عرض کیا یا اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں۔ وحی نازل ہوئی کہ محمدؐ کون ہیں (جن کے واسطے سے تم نے استغفار کی) عرض کیا کہ جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا لا اِلٰہ اِلّا اللہ محمّدٌ رّسول اللہ تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمّد (صلّی اللہ علیہ وسلم) سے اُونچی ہستی کوئی نہیں ہے جن کا نام تم نے اپنے نام کے ساتھ رکھا۔ وحی

اِنَّہٗ اٰخِرُ النَّبِیِّیْنَ مِنْ ذُرِّیَّتِکَ وَلَوْلَاہُ مَا خَلَقْتُکَ	نازل ہوئی کہ وہ خاتم النّبیّین ہیں تمہاری اولاد میں سے ہیں، لیکن وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کیے جاتے۔

(اخرجہ الطبرانی فی الصغیر والحاکم وابو نعیم والبیہقی کلاھما فی الدلائل وابن عساکر فی الدر وفی مجمع الزوائد رواہ الطبرانی فی الاوسط والصغیر وفیہ من لم اعرفھم قلت ویؤیدالاخر الحدیث المشہور لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاکَ قال القاری فی الموضوعات الکبیر موضوع لکن معناہ صحیح وفی التشرف معناہ ثابت ویؤیدالاوّل ماورد فی غیر روایۃ من انہ مکتوب علی العرش واوراق الجنۃ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کما بسط طرقہ السیوطی فی مناقب اللآلی فی غیر موضع وبسط لہ شواھد ایضًا فی تفسیرہ فی سورۃ الم نشرح)

حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس وقت کیا کیا دعائیں کیں اور کس کس طرح گڑگڑائے۔ اس بارے میں بہت سے روایات وارد ہوئی ہیں اور ان پر کوئی تعارض بھی نہیں جس پر مالک کی ناراضگی، آقا کی خفگی ہوتی ہو وہی جانتا ہے، اِن بے حقیقت آقاؤں کی ناراضگی کی وجہ سے نوکروں اور خادموں پر کیا کچھ گذر جاتا ہے، اور وہاں مالک الملک رزّاقِ عالم اور مختصر یہ کہ خدا کا عتاب تھا اور گذر کس پر رہی تھی اس شخص پر جس کو فرشتوں سے سجدہ کرایا، اپنا مقرّب بنایا، جو شخص جتنا ہی مقرب ہوتا ہے اتنا ہی عتاب کا اس پر اثر ہوتا ہے بشرطیکہ کمینہ نہ ہو اور وہ تو نبی تھے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اس قدر روتے ہیں کہ تمام دنیا کے آدمیوں کا رونا اگر جمع کیا جاتے تو ان کا رونا بڑھ جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر اُن کے آنسوؤں کو اُن کی تمام اولاد کے آنسوؤں سے وزن کیا جاوے تو اُن کے آنسو بڑھ جائیں گے ایسی حالت میں کس کس طرح زاری فرمائی ہوگی ظاہر ہے ؎

یاں لب پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں
واں ایک خامشی مری سب کے جواب میں

اِس لیے روایات میں جو ذکر کیا گیا ان سب کے مجموعہ میں کوئی اشکال نہیں منجملہ ان کے یہ بھی ہے کہ حضورؐ کا وسیلہ اختیار فرمایا، دوسرا مضمون عرش پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا ہونا یہ اور بھی بہت سی روایتوں میں آیا ہے۔

حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں میں جنّت میں داخل ہوا تو میں نے اس کی دونوں جانبوں میں تین سطریں سونے کے پانی سے لکھی ہوئی دیکھیں۔ پہلی سطر میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا تھا۔ دوسری سطر میں مَاقَدَّمْنَا وَجَدْنَا وَمَا اَکَلْنَا رَبِحْنَا وَمَا خَلَفْنَا خَسِرْنَا تھا (جو ہم نے آگے بھیج دیا یعنی صدقہ وغیرہ کر دیا وہ پالیا اور جو دُنیا میں کھایا وہ نفع میں رہا اور جو کچھ چھوڑ آئے وہ نقصان رہا) اور تیسری سطر میں تھا اُمَّۃٌ مُّذْنِبَۃٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ (اُمّت گناہ گار اور مالک بخشنے والا) ایک بزرگ کہتے ہیں میں ہندوستان کے ایک شہر میں پہنچا تو میں نے وہاں ایک درخت دیکھا جس کے پھل بادام کے مشابہ ہوتے ہیں اس کے دو چھلکے ہوتے ہیں جب ان کو توڑا جاتا ہے تو ان کے اندر سے ایک سبز پتّہ لپٹا ہوا نکلتا ہے جب اس کو کھولا جاتا ہے تو سُرخی سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ملتا ہے۔ مَیں نے اس قصّہ کو ابُو یعقوبؒ انصاری سے ذکر کیا، انہوں نے کہا تعجب کی بات نہیں میں نے ایلہ میں ایک مچھلی شکار کی تھی اس کے ایک کان پر لا الٰہ الا اللہ اور دوسرے پر محمّد رسُول اللہ لکھا ہوا تھا۔

۲۹: عَنْ اَسْمَاءَ رضؓ بِنْتِ یَزِیْدَ بْنِ السَّکَنِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ اِسْمُ اللّٰہِ الْاَعْظَمُ فِیْ ھَاتَیْنِ الْاٰیَتَیْنِ وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ وَآلٓمّٓ ۞ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ

حضرت اسماءؓ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم سے نقل کرتی ہیں کہ اللہ کا سب سے بڑا نام (جو اسم اعظم کے نام سے عام طور پر مشہور ہے) اِن دو آیتوں میں ہے (بشرطیکہ اخلاص سے پڑھی جائیں)۔ وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ (سورہ بقرہ ع ۱۹) اور آلٓمّٓ ۞ اَللّٰہُ لَآ

اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (س آل عمران ع۱)

(اخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد والدارمی وابو داؤد والترمذی وصححہ وابن ماجۃ وابو مسلم الکجی فی السنن وابن الضریس وابن ابی حاتم والبیہقی فی الشعب کذا فی الدر)

فائدہ:- اسمِ اعظم کے متعلق روایاتِ حدیث میں کثرت سے وارد ہوئی ہیں کہ جو دعا بھی اس کے بعد مانگی جاتی ہے وہ قبول ہوتی ہے۔

البتہ اسم اعظم کی تعیین میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور یہ عادت اللہ ہے کہ ہر ایسی مہتم بالشان چیز میں اخفاء کی وجہ سے اختلاف پیدا فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ شبِ قدر کی تعیین میں جمعہ کے دن میں نماز قبول ہونے کے خاص وقت میں اختلاف ہوا، اس میں بہت سی مصالح ہیں جن کو میں اپنے رسالہ فضائل رمضان میں لکھ چکا ہوں اسی طرح اسم اعظم کی تعیین میں بھی مختلف روایات وارد ہوئیں۔ منجملہ ان کے یہ روایت بھی ہے جو اوپر ذکر کی گئی اور بھی روایات میں ان آیتوں کے متعلق ارشاد وارد ہوا ہے حضرت انسؓ حضورﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ متمرد اور شریر شیاطین پر ان دو آیتوں سے زیادہ سخت کوئی آیت نہیں وہ دو آیتیں وَاِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ سے شروع ہیں۔ ابراہیمؒ بن وسمہ کہتے ہیں کہ مجنونانہ حالت نظر کے لیے ان آیات کا پڑھنا مفید ہے، جو شخص ان آیات کے پڑھنے کا اہتمام رکھے اس قسم کی چیزوں سے محفوظ رہے۔ وَاِلٰـھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ پوری آیت (س بقرہ رکوع ۱۹) اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ آیۃ الکرسی اور سورۂ بقر کی آخری آیت اور اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سے مُحْسِنِیْنَ تک (س اعراف رکوع ۷) اور سورۂ حشر کی آخری آیتیں (ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ سے) ہمیں یہ بات پہنچی کہ سب آیات (جن کو گنوایا) عرش کے کونوں پر لکھی ہوئی ہیں اور ابراہیمؒ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ بچوں کو اگر ڈر لگتا ہو یا نظر کا اندیشہ ہو تو یہ آیات ان کے لیے لکھ دیا کرو۔ علامہ شامیؒ نے حضرت امام اعظمؒ سے نقل کیا ہے کہ اسم اعظم لفظ اللہ ہے اور لکھا ہے کہ یہی قول علامہ طحاویؒ اور بہت سے نقل کیا گیا ہے اور اکثر عارفین (اکابر صوفیاء) کی یہی تحقیق ہے اسی وجہ سے ان کے نزدیک بھی اسی پاک نام کا کثرت سے ذکر ہوتا ہے۔ سید الطائفہ حضرت شیخ عبدالقادر

جیلانی نور اللہ مرقدہٗ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے فرماتے ہیں کہ اسمِ اعظم اللہ ہے بشرطیکہ جب تو اس پاک نام کو لے تو تیرے دل میں اس کے سوا کچھ نہ ہو فرماتے ہیں کہ عوام کے لیے اس پاک نام کو اس طرح لینا چاہیے کہ جب یہ زبان پر جاری ہو تو عظمت اور خوف کے ساتھ ہو اور خواص کے لیے اس طرح ہو کہ اس پاک نام والے کی ذات و صفات کا بھی استحضار ہو اور اخصُّ الخواص کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس پاک ذات کے سوا دل میں کوئی چیز بھی نہ ہو، کہتے ہیں کہ قرآنِ پاک میں بھی یہ نام اتنی کثرت سے ذکر کیا گیا کہ حد نہیں جس کی مقدار دو ہزار تین سو ساٹھ بتاتے ہیں۔ شیخ اسمٰعیل فرغانیؒ کہتے ہیں کہ مجھے ایک عرصہ سے اسمِ اعظم سیکھنے کی تمنّا تھی، مجاہدے بہت کرتی تھا۔ کئی کئی دن فاقے کرتا حتیٰ کہ فاقوں کی وجہ سے بیہوش ہو کر گر جاتا۔ ایک روز میں دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ دو آدمی مسجد میں داخل ہوئے اور میرے قریب کھڑے ہو گئے۔ مجھے ان کو دیکھ کر خیال ہوا کہ یہ فرشتے معلوم ہوتے ہیں، ان میں سے ایک نے دُوسرے سے پُوچھا کیا تُو اسمِ اعظم سیکھنا چاہتا ہے؟ اس نے کہا ہاں بتا دیجیے۔ میں یہ گفتگو سُن کر غور کرنے لگا، اُس نے کہا کہ وہ لفظ اللہ ہے بشرطیکہ صدق و لجا سے ہو۔ شیخ اسمٰعیلؒ کہتے ہیں کہ صدقِ لجا کا مطلب یہ ہے کہ کہنے والے کی حالت اس وقت ایسی ہو کہ جیسا کوئی شخص دریا میں غرق ہو رہا ہو اور کوئی بھی اس کا بچانے والا نہ ہو تو ایسے وقت میں جس خلوص سے نام لیا جائے گا وہ حالت مُراد ہے۔ اسمِ اعظم معلوم ہونے کے بعد بڑی اہلیت اور بڑے ضبط و تحمّل کی ضرورت ہے ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ان کو اسمِ اعظم آتا تھا، ایک فقیر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے تمنّا و استدعا کی، کہ مجھے بھی سکھا دیجئے اُن بزرگ نے فرمایا کہ تم میں اہلیّت نہیں ہے۔ فقیر نے کہا کہ مجھ میں اس کی اہلیّت ہے تو بزرگ نے فرمایا کہ اچھا فلاں جگہ جا کر بیٹھ جاؤ اور جو واقعہ وہاں پیش آوے اس کی مجھے خبر دو، فقیر اس جگہ گئے دیکھا کہ ایک بُوڑھا شخص گدھے پر لکڑیاں لادے آ رہا ہے سامنے سے ایک سپاہی آیا جس نے اس بوڑھے کو مار پیٹ کی اور لکڑیاں چھین لیں۔ فقیر کو اس سپاہی پر بہت غُصّہ آیا، واپس آکر بُزرگ سے سارا قصہ سُنایا اور کہا کہ مجھے

اگر اسمِ اعظم آجاتا تو اس سپاہی کے لیے بددعا کرتا، بزرگ نے کہا کہ اس لکڑی والے ہی سے میں نے اسمِ اعظم سیکھا تھا۔

۳۰: عَنْ اَنَسٍ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَفِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ ذَرَّۃٍ مِنَ الْاِیْمَانِ اَخْرِجُوْا مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَوْ ذَکَرَنِیْ اَوْ خَافَنِیْ فِیْ مَقَامٍ

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن) حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرمائیں گے کہ جہنم سے ہر اس شخص کو نکال لو جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہو اور اس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی ایمان ہو اور اس شخص کو نکال لو جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہو یا مجھے (کسی طرح بھی) یاد کیا ہو یا کسی موقعہ پر مجھ سے ڈرا ہو۔

(اخرجہ الحاکم بروایت المؤمل عن المبارکؒ بن فضالۃ وقال صحیح الاسناد واقرہ علیہ الذھبی وقال الحاکم قد تابع ابوداؤد مؤملا علی روایتہ واختصرہ)

فائدہ:۔ اس پاک کلمہ میں حق تعالیٰ شانہٗ نے کیا کیا برکات رکھی ہیں اس کا معمولی سا اندازہ اتنی ہی بات سے ہو جاتا ہے کہ سو برس کا بوڑھا جس کی تمام عمر کفر و شرک میں گذری ہو ایک مرتبہ اس پاک کلمہ کو ایمان کے ساتھ پڑھنے سے مسلمان ہو جاتا ہے اور عمر بھر کے سارے گناہ زائل ہو جاتے ہیں اور ایمان لانے کے بعد اگر گناہ بھی کئے ہوں تب بھی اس کلمہ کی برکت سے کسی نہ کسی وقت جہنم سے ضرور نکلے گا۔ حضرت حذیفہ رضؓ جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدار ہیں فرماتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے (ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے) کہ اسلام ایسا دھندلا رہ جائے گا جیسے کپڑے کے نقش و نگار (پرانے ہو جانے سے) دھندلے ہو جاتے ہیں کہ نہ کوئی روزہ کو جانے گا نہ حج کو نہ زکوٰۃ کو، آخر ایک رات ایسی ہو گی کہ قرآن پاک بھی اٹھا لیا جائے گا، کوئی آیت اس کی باقی نہ رہے گی۔ بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں یہ کہیں گی کہ ہم نے اپنے بڑوں کو پڑھتے سنا تھا کہ ہم بھی اس کو پڑھیں گے۔ حضرت حذیفہ رضؓ کے ایک

شاگردنے عرض کیا کہ جب زکوٰۃ حج روزہ کوئی رکن نہ ہوگا تو یہ کلمہ ہی کیا کام دے گا، حضرت حذیفہؓ نے سکوت فرمایا، انہوں نے پھر یہی عرض کیا۔ تیسری مرتبہ میں حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ (کبھی نہ کبھی وقت) جہنم سے نکالے گا، جہنم سے نکالے گا، جہنم سے نکالے گا، یعنی ارکان اسلام کے ادا نہ کرنے کا عذاب بھگتنے کے بعد کسی نہ کسی وقت اس کلمہ کی برکت سے نجات پاتے گا یہی مطلب ہے حدیثِ بالا کا کہ اگر ایمان کا ذرّا سا بھی حصّہ ہے تب بھی جہنم سے کبھی نہ کبھی وقت نکالا جاتے گا۔ ایک حدیث میں ہے جو شخص لاالہ الا اللہ پڑھے وہ اس کو کسی نہ کسی دن ضرور کام دے گا گو اس کو کچھ نہ کچھ سزا بھگتنا پڑے۔

۳۱ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَمْرٍو رضـ قَالَ اَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْرَابِیٌّ عَلَیْہِ جُبَّۃٌ مِنْ طَیَالِسَۃٍ مَکْفُوْفَۃٍ بِالدِّیْبَاجِ فَقَالَ اِنَّ صَاحِبَکُمْ ھٰذَا یُرِیْدُ یَرْفَعُ کُلَّ رَاعٍ وَابْنَ رَاعٍ وَیَضَعُ کُلَّ فَارِسٍ فَقَامَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُغْضَبًا فَاَخَذَ بِمَجَامِعِ ثَوْبِہٖ فَاجْتَذَبَہٗ وَقَالَ اَلَا اَرٰی عَلَیْکَ ثِیَابَ مَنْ لَّا یَعْقِلُ ثُمَّ رَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَجَلَسَ فَقَالَ اِنَّ نُوْحًا لَمَّا حَضَرَتْہُ الْوَفَاۃُ دَعَا ابْنَیْہِ فَقَالَ اِنِّیْ قَاصٌّ عَلَیْکُمَا الْوَصِیَّۃَ اٰمُرُکُمَا

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص گاؤں کا رہنے والا آیا جو ریشمی جُبّہ پہنے ہوتے تھا اور اس کے کناروں پر دیبا کی گوٹ تھی (صحابہؓ سے خطاب کر کے) کہنے لگا کہ تمہارے ساتھی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ چاہتے ہیں کہ ہر چرواہے (بکری چرانے والے) اور چرواہے زادے کو بڑھا دیں اور شہسوار اور شہسواروں کی اولاد کو گرادیں۔ حضورؐ ناراضگی سے اُٹھے، اور اس کے کپڑوں کو گریبان سے پکڑ کر ذرا کھینچا اور ارشاد فرمایا کہ (تو ہی بتا) تو بیوقوفوں کے سے کپڑے نہیں پہنے ہوتے ہے، پھر اپنی جگہ واپس تشریف فرما ہوتے اور ارشاد فرمایا کہ حضرت نوح علیٰ نبیّنا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب انتقال ہونے لگا تو اپنے دونوں صاحبزادوں کو بلایا

بِاثْنَتَيْنِ وَأَنْهَاكُمَا عَنِ اثْنَتَيْنِ أَنْهَاكُمَا عَنِ الشِّرْكِ وَالْكِبْرِ وَآمُرُكُمَا بِلَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَإِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا فِيْهِمَا لَوْ وُضِعَتْ فِي كِفَّةِ الْمِيْزَانِ وَوُضِعَتْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فِي الْكِفَّةِ الْأُخْرٰى كَانَتْ أَرْجَحَ مِنْهُمَا وَلَوْ أَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا فِيْهِمَا كَانَتْ حَلْقَةً فَوُضِعَتْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ عَلَيْهَا لَقَصَمَتْهُمَا وَآمُرُكُمَا بِسُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ فَإِنَّهُمَا صَلٰوةُ كُلِّ شَيْءٍ وَبِهِمَا يُرْزَقُ كُلُّ شَيْءٍ۔

اور ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں (آخری) وصیت کرتا ہوں جس میں دو چیزوں سے روکتا ہوں اور دو چیزوں کا حکم کرتا ہوں۔ جن سے روکتا ہوں ایک شرک ہے دوسرا تکبر اور جن چیزوں کا حکم کرتا ہوں ایک لا الٰہ الا اللہ ہے کہ تمام آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے اگر سب ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے میں (اخلاص سے کہا ہوا) لا الٰہ الا اللہ رکھ دیا جائے تو وہی پلڑا جھک جائے گا اور اگر تمام آسمان وزمین اور جو کچھ اُن میں ہے ایک حلقہ بنا کر اس پاک کلمہ کو اس پر رکھ دیا جائے تو وہ وزن سے ٹوٹ جائے، اور دوسری چیز جس کا حکم کرتا ہوں وہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ ہے کہ یہ دو لفظ ہر مخلوق کی نماز ہیں اور انہیں کی برکت سے ہر چیز کو رزق عطا فرمایا جاتا ہے۔

اخرجہ الحاکم وقال صحیح الاسناد ولم یخرجہ للصقعب ابن زہیر فانہ ثقۃ قلیل الحدیث اھ واقرہ علیہ الذہبی وقال الصقعب ثقۃ ورواہ ابن عجلان عن زید بن اسلم مرسلا اھ قلت ورواہ احمد فی مسندہ بزیادۃ فیہ بطرق وفی بعضٍ منہا فَاِنَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعَ وَالْاَرَضِيْنَ السَّبْعَ كُنَّ حَلْقَةً مُّبْهَمَةً قَصَمَتْهُنَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وذکر المنذری فی الترغیب عن ابن عمر مختصراً وفیہ لَوْ كَانَتْ لَقَصَمَتْهُنَّ حَتّٰى تَخْلُصَ اِلَى اللّٰهِ ثم قال رواہ البزار ورواتہ محتج بہم

فی الصحیح الا بن اسحاق و ھو فی النسائیؒ بن صالح بن سعید رفعہ الیٰ سلیمان بن یسار الی رجل من الانصار لم یسمہ ورواہ الحاکم عن عبداللہ وقال صحیح الاسناد ثمّ ذکر لفظہ قلت وحدیث سلیمان بن یسار یاتی فی بیان التسبیح و فی مجمع الزوائد رواہ احمد و رواہ الطبرانی بنحوہ و رواہ البزار من حدیث ابن عمرؓ ورجال احمد ثقات وقال فی روایۃ البزار محمدؐ بن اسحاق و ھو مدلس و ھو ثقۃ

فائدہ :- حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کا کپڑوں کے متعلق ارشاد فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر سے باطن پر استدلال کیا جاتا ہے جس شخص کا ظاہر حال خراب ہے اس کے باطن کا حال بھی بظاہر ویسا ہی ہے اس لیے ظاہر کو بہتر رکھنے کی سعی کی جاتی ہے، کہ باطن اس کے تابع ہوتا ہے، اسی لیے صوفیہ کرام ظاہری طہارت وضو وغیرہ کا اہتمام کراتے ہیں تاکہ باطن کی طہارت حاصل ہو جائے جو لوگ یہ کہہ دیتے ہیں اجی باطن اچھا ہونا چاہیئے ظاہر چاہے کیسا ہی ہو صحیح نہیں، باطن کا اچھا ہونا مستقل مقصود ہے اور ظاہر بہتر ہونا مستقل نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعاؤں میں ہے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ سَرِیْرَتِیْ خَیْرًا مِّنْ عَلَانِیَتِیْ وَاجْعَلْ عَلَانِیَتِیْ صَالِحَۃً (اے اللہ میرے باطن کو میرے ظاہر سے زیادہ بہتر بنا اور میرے ظاہر کو صالح اور نیک بنا دے) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا تعلیم فرمائی ہے۔

٣٢ : عَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ اَبَا بَکْرٍؓ دَخَلَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ کَئِیْبٌ فَقَالَ لَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَالِیْ اَرَاکَ کَئِیْبًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کُنْتُ عِنْدَ ابْنِ عَمٍّ لِّیْ اَلْبَارِحَۃَ فُلَانٌ وَھُوَ یَکِیْدُ بِنَفْسِہٖ قَالَ فَھَلْ لَقَّنْتَہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ قَدْ

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رنجیدہ سے ہو کر حاضر ہوئے حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ میں تمہیں رنجیدہ دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے۔ انھوں نے عرض کیا کیا گذشتہ شب میرے چچازاد بھائی کا انتقال ہو گیا۔ میں نزع کی حالت میں ان کے پاس بیٹھا تھا (اس منظر سے طبیعت پر اثر ہے) حضورؐ نے فرمایا تم نے اس کو لآ الٰہ الاّ اللہ کی تلقین بھی کی تھی؟ عرض کیا کی تھی، فرمایا

قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ فَقَالَهَا قَالَ نَعَمْ قَالَ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ يَا رَسُوْلَ اللهِ كَيْفَ هِيَ لِلْاَحْيَاءِ قَالَ هِيَ اَهْدَمُ لِذُنُوْبِهِمْ هِيَ اَهْدَمُ لِذُنُوْبِهِمْ	کہ اس نے یہ کلمہ پڑھ لیا تھا؟ عرض کیا کہ پڑھ لیا تھا ارشاد فرمایا کہ جنّت اس کے لیے واجب ہوگئی حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسُولؐ اللہ زندہ لوگ اس کلمہ کو پڑھیں تو کیا ہو حضُورؐ نے دو مرتبہ فرمایا کہ کلمہ ان کے گناہوں کو بہت ہی منہدم کردینے والا ہے۔ (یعنی بالکل ہی مٹا دینے والا ہے)

(رواہ ابویعلی والبزار وفیہ زائدۃ بن ابی الرقاد وثقہ القواریری وضعفہ البخاری وغیرہ کذا فی مجمع الزوائد واخرج بمعناہ عن ابن عباسؓ ایضاً قلت وروی عن علیؓ مَرْفُوْعًا مَنْ قَالَ اِذَا مَرَّ بِالْمَقَابِرِ اَلسَّلَامُ عَلٰٓى اَهْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مِنْ اَهْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ كَيْفَ وَجَدْتُمْ قَوْلَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ يَا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ اِغْفِرْ لِمَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَةِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ غُفِرَلَهُ ذُنُوْبُ خَمْسِيْنَ سَنَةً قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ مَنْ لَّمْ تَكُنْ لَهُ ذُنُوْبُ خَمْسِيْنَ سَنَةً قَالَ لِوَالِدَيْهِ وَلِقَرَابَتِهِ وَلِعَامَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ رواہ الدیلمی فی تاریخ ہمدان والرافعی وابن النجار کذا فی منتخب کنز العمال لکن روی نحوہ السیوطی فی ذیل اللآلی وتکلم علی سندہ وقال الاسناد کلہ ظلمات ورمی رجالہ بالکذب وفی تنبیہ الغافلین وروی عَنْ بَعْضِ الصَّحَابَةِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مِنْ قَلْبِهٖ خَالِصًا وَمَدَّهَا بِالتَّعْظِيْمِ كَفَّرَ اللهُ عَنْهُ اَرْبَعَةَ اٰلَافِ ذَنْبٍ مِنَ الْكَبَائِرِ قِيْلَ اِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ اَرْبَعَةُ اٰلَافِ ذَنْبٍ قَالَ يُغْفَرُ مِنْ ذُنُوْبِ اَهْلِهٖ وَجِيْرَانِهٖ قلت وروی بمعناہ مرفوعاً لکنہم حکموا علیہ بالوضع کما فی ذیل اللآلی نعم یؤیدہ الامر بدفن جوار الصالح وتاذیہ بجوار السوء ذکرہ السیوطی فی اللآلی بطرق وورد السلام علی اھل القبور بالفاظ مختلفۃ فی کنز العمال وغیرہ)

فائدہ:- مقابر میں اور میت کے قریب کلمۂ طیبہ پڑھنے کے متعلق بھی کثرت سے احادیث میں ارشاد ہوا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جنازہ کے ساتھ کثرت سے لا الٰہ الا اللہ پڑھا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ میری اُمّت کا شعار (نشان) جب وہ پُل صراط پر چلیں گے تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب وہ اپنی قبروں سے اُٹھیں گے تو ان کا نشان لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ہوگا، تیسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے اندھیروں میں ان کا نشان لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ ہوگا۔ لا الٰہ الا اللہ کو کثرت سے پڑھنے کی برکتیں مرنے سے پہلے بھی بسا اوقات نزع کے وقت سے محسوس ہو جاتی ہیں۔ اور بعض اللہ کے بندوں کو اس سے بھی پہلے ظاہر ہو جاتی ہیں، ابو العباسؒ کہتے ہیں کہ میں اپنے شہر اشبیلیہ میں بیمار پڑا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ بہت سے پرندے بڑے بڑے اور مختلف رنگ کے سفید سُرخ اور سبز ہیں جو ایک ہی دفعہ سب کے سب پَر سمیٹ لیتے ہیں اور ایک ہی مرتبہ کھول دیتے ہیں اور بہت سے آدمی ہیں جن کے ہاتھ میں بڑے بڑے طباق ڈھکے ہوئے ہیں جن کے اندر کچھ ڈھکا ہوا ہے۔ میں اس سب کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ یہ موت کے تحفے ہیں میں جلدی جلدی کلمہ طیبہ پڑھنے لگا، ان میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تمہارا وقت ابھی نہیں آیا یہ ایک اور مومن کے لیے تحفہ ہے جس کا وقت آگیا ہے۔ حضرت عُمر بن عبد العزیزؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو فرمایا مجھے بٹھادو، لوگوں نے بٹھادیا، پھر فرمایا (یا اللہ) تُو نے مجھے بہت سے کاموں کا حکم فرمایا مجھ سے اس میں کوتاہی ہوئی، تو نے مجھے بہت سی باتوں سے منع فرمایا مجھ سے اس میں نافرمانی ہوئی۔ تین مرتبہ یہی کہتے رہے اس کے بعد فرمایا لیکن لا الٰہ الا اللہ یہ فرما کر ایک جانب غور سے دیکھنے لگے۔ کسی نے پوچھا کیا دیکھتے ہو فرمایا کچھ سبز چیزیں ہیں کہ نہ وہ آدمی ہیں نہ جن۔ اس کے بعد انتقال فرمایا، زبیدہ کو کسی نے خواب میں دیکھا، اُن سے پُوچھا کیا گذری۔ انہوں نے کہا ان چار کلموں کی بدولت میری مغفرت ہوگئی۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اُفْنِیْ بِھَا عُمْرِیْ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اُدْخِلُ بِھَا قَبْرِیْ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَخْلُوْ بِھَا وَحْدِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَلْقٰی بِھَا رَبِّیْ (لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ اپنی عُمر کو ختم کروں گی اور لا الٰہ الا اللہ

ہی کو قبر میں لے جاؤں گی اور لا الہ الا اللہ ہی کے ساتھ تنہائی کا وقت گذاروں گی اور لا الہ الا اللہ ہی کے ساتھ تنہائی کا وقت گذاروں گی اور لا الہ الا اللہ ہی کو لے کر اپنے رب کے پاس جاؤں گی۔

۳۳: عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رضؓ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْصِنِیْ قَالَ اِذَا عَمِلْتَ سَیِّئَۃً فَاَتْبِعْھَا حَسَنَۃً تَمْحُھَا قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَمِنَ الْحَسَنَاتِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ ھِیَ اَفْضَلُ الْحَسَنَاتِ۔

حضرت ابو ذر غفاریؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ مجھے کوئی وصیت فرما دیجیے ارشاد ہوا کہ جب کوئی برائی سرزد ہو جاتے تو کفارہ کے طور پر فوراً کوئی نیک کام کر لیا کرو (تاکہ برائی کی نحوست دُھل جاتے) میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ لا الہ الا اللہ پڑھنا بھی نیکیوں میں داخل ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے۔

(رواہ احمد وفی مجمع الزوائد رواہ احمد ورجالہ ثقات الا ان شمر بن عطیہ حدثہ عن اشیاخہ ولم یسم احداً منھم قال السیوطی فی الدر اخرجہ ایضاً ابن مردویہ والبیہقی فی الاسماء والصفات قلت واخرجہ الحاکم بلفظ یَا اَبَا ذَرٍّ اِتَّقِ اللّٰہَ حَیْثُ وَاَتْبِعِ السَّیِّئَۃَ الْحَسَنَۃَ تَمْحُھَا وَخَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ وقال صحیح علی شرطھا واقرہ علیہ الذہبی وذکرہ السیوطی فی الجامع مختصراً ورقم لہ بالصحۃ)

فائدہ: برائی اگر گناہ صغیرہ ہے تو نیکی سے اس کا محو ہو جانا اور مٹ جانا ظاہر ہے اور اگر کبیرہ ہے تو قواعد کے موافق توبہ سے محو ہو سکتی ہے یا محض اللہ کے فضل سے جیسا پہلے بھی گذر چکا ہے۔ بہر صورت محو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پھر وہ گناہ نہ اعمالنامہ میں رہتا ہے نہ کہیں اس کا ذکر ہوتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ وہ گناہ کراماً کاتبین کو بھلا دیتے ہیں اور اس گناہ گار کے ہاتھ پاؤں کو بھی بھلا دیتے ہیں اور زمین کے اس حصہ کو بھی جس پر وہ گناہ کیا گیا ہے حتّٰی کہ کوئی بھی اس گناہ کی گواہی دینے والا نہیں رہتا۔ گواہی کا مطلب یہ ہے کہ قیامت

میں آدمی کے ہاتھ پاؤں اور بدن کے دُوسرے حصّے نیک یا بداعمال جو بھی کئے ہوں اِن کی گواہیاں دیں گے جیسا کہ باب سوم فصل دوم حدیث نمبر ۱۸ کے تحت میں آرہا ہے۔ حدیث بالا کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے جن میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ گناہ کیا ہی نہیں، یہ مضمون کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے توبہ اس کو کہتے ہیں کہ جو گناہ ہو چکا اس پر انتہائی ندامت اور شرم ہو اور آیندہ کے لیے پکّا ارادہ ہو کہ پھر کبھی اس گناہ کو نہیں کروں گا۔ ایک حدیث میں حضور کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کر اور کسی کو اس کا شریک نہ بنا اور ایسے اخلاص سے عمل کر جیسا کہ وہ پاک ذات تیرے سامنے ہو، اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار اور اللہ کی یاد ہر پتھر اور ہر درخت کے قریب کر (تاکہ بہت سے گواہ قیامت کے دن ملیں) اور جب کوئی بُرائی ہو جائے تو اس کے کفارہ میں کوئی نیکی کیا کر، اگر بُرائی مخفی کی ہے تو نیکی بھی مخفی کی ہو اگر برائی کو علی الاعلان کیا ہے تو اس کے کفارہ میں نیکی بھی علی الاعلان ہو۔

۳۴: عَنْ تَمِیْمِ الدَّارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ عَشَرَ مَرَّاتٍ کُتِبَتْ لَہٗ اَرْبَعُوْنَ اَلْفَ حَسَنَۃٍ

حضور کا ارشاد ہے کہ جو شخص لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَۃً وَّلَا وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ کو دس مرتبہ پڑھے گا چالیس ہزار نیکیاں اس کے لیے لکھی جائیں گی۔

(اخرجہ احمد قلت اخرج الحاکم شواھدہ بالفاظ مختلفۃ)

فائدہ:۔ کلمہ طیبہ کی خاص خاص مقدار پر بھی حدیث کی کتابوں میں بڑی فضیلتیں ذکر فرمائی گئی ہیں، ایک حدیث میں آیا ہے جب تم فرض نماز پڑھا کرو تو ہر فرض کے بعد

دس مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ پڑھا کرو، اس کا ثواب ایسا ہے کہ جیسے ایک غلام آزاد کر دیا۔

۳۵: عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ اَوْفٰی رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ کَتَبَ اللّٰہُ لَہٗ اَلْفَیْ اَلْفِ حَسَنَۃٍ۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ پڑھے اس کے لیے بیس لاکھ نیکیاں لکھی جائیں گی۔

(رواہ الطبرانی کذا فی الترغیب وفی مجمع الزوائد فیہ فائد ابو الورقا متروک)

فائدہ:- کس قدر اللہ جلّ شانہٗ کی طرف سے انعام و احسان کی بارش ہے کہ ایک معمولی سی چیز کے پڑھنے پر جس میں نہ مشقت نہ وقت خرچ ہو پھر بھی ہزار ہزار لاکھ لاکھ نیکیاں عطا ہوتی ہیں لیکن ہم لوگ اس قدر غفلت اور دُنیاوی اغراض کے پیچھے ہوتے ہوئے ہیں کہ ان الطاف کی بارشوں سے کچھ بھی وصول نہیں کرتے، اللہ جلّ شانہٗ کے یہاں ہر نیکی کے لیے کم از کم دس گنا ثواب تو متعین ہے ہی بشرطیکہ اخلاص سے ہو اس کے بعد اخلاص ہی کے اعتبار سے ثواب بڑھتا رہتا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اسلام لانے سے جتنے گناہ حالتِ کفر میں کیے ہیں وہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد پھر حساب ہے ہر نیکی دس گنے سے لے کر سات سو تک اور جہاں تک اللہ چاہیں لکھی جاتی ہے اور بُرائی ایک ہی لکھی جاتی ہے اور اگر اللہ جلّ شانہٗ اس کو معاف فرما دیں تو وہ بھی نہیں لکھی جاتی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب بندہ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو صرف ارادہ سے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جب عمل کرتا ہے تو دس نیکیاں سات سو تک اور اس کے بعد جہاں تک اللہ تعالیٰ شانہٗ چاہیں لکھی جاتی ہیں۔ اس قسم کی اور بھی احادیث بکثرت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ کے یہاں دینے میں کمی نہیں

کوئی لینے والا ہو، یہی چیز اللہ والوں کی نگاہ میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے دُنیا کی بڑی سے بڑی دولت بھی ان کو نہیں لبھا سکتی

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعمال چھ طریقے کے ہیں اور آدمی چار طریقے کے۔ دو عمل تو واجب کرنے والے ہیں اور ایک برابر سرابر اور ایک دس گنا اور ایک سات سو گنا، دو عمل جو واجب کرنے والے ہیں ایک یہ کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ شرک نہ کرتا ہو وہ ضرور جنّت میں داخل ہو گا دوسرے جو شخص شرک کی حالت میں مرے ضرور جہنم میں جائے گا اور جو عمل برابر سرابر ہے وہ نیکی کا ارادہ ہے کہ دل اس کے لیے پختہ ہو گیا ہو، (مگر اس عمل کی نوبت نہ آئی ہو) اور دس گنا اجر ہے اگر عمل بھی کرلے، اور اللہ کے راستہ میں (جہاد وغیرہ میں) خرچ کرنا سات سو درجہ کا اجر رکھتا ہے اور گناہ اگر کرے تو ایک کا بدلہ ایک ہی ہے اور چار قسم کے آدمی یہ ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جن پر دُنیا میں وُسعت ہے آخرت میں تنگی ہے، بعض ایسے ہیں جن پر دُنیا میں تنگی ہے آخرت میں وُسعت، بعض ایسے ہیں کہ جن کو دونوں جگہ تنگی ہے (کہ دُنیا میں فقر اور آخرت میں عذاب ہے) بعض ایسے ہیں کہ دونوں جہاں میں وُسعت ہے۔ ایک شخص حضرت ابُو ہریرہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے سُنا ہے کہ آپ یہ نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ بعض نیکیوں کا بدلہ دس لاکھ گنا عطا فرماتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا اس میں تعجب کی کیا بات ہے میں نے خدا کی قسم ایسا ہی سُنا ہے، دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے حضُورؐ سے سُنا ہے کہ بعض نیکیوں کا ثواب بیس لاکھ تک ملتا ہے اور جب حق تعالیٰ شانہٗ یُضَاعِفْهَا وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًا ارشاد فرمائیں (اس کے ثواب کو بڑھاتے ہیں اور اپنے پاس سے بہت سا اجر دیتے ہیں) جس چیز کو اللہ تعالیٰ اجرِ عظیم فرمائیں اس کی مقدار کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ثواب کی اتنی بڑی مقداریں جب ہی ہو سکتی ہیں جب ان الفاظ کے معانی کا تصوّر اور لحاظ کرکے پڑھے کہ یہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی اہم صفات ہیں۔

۳۶ : عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ   حضُورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْکُمْ مِنْ اَحَدٍ یَتَوَضَّاُ فَیُبْلِغُ اَوْ فَیُسْبِغُ الْوُضُوْءَ ثُمَّ یَقُوْلُ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اِلَّا فُتِحَتْ لَہٗ اَبْوَابُ الْجَنَّۃِ الثَّمَانِیَۃِ یَدْخُلُ مِنْ اَیِّھَا شَآءَ

کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح کرے (یعنی سنتوں اور آداب کی پوری رعایت کرے) پھر یہ دُعا پڑھے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں کہ جس دروازہ سے چاہے داخل ہو۔

(رواہ مسلم و ابوداؤد و ابن ماجۃ وقالا فَیُحْسِنُ الْوُضُوْءَ زاد ابوداؤد ثُمَّ یَرْفَعُ طَرْفَہٗ اِلَی السَّمَآءِ ثُمَّ یَقُوْلُ فذکرہ ورواہ الترمذی کابی داؤد وزاد اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ الحدیث وتکلم فیہ کذا فی الترغیب زاد السیوطی فی الدر ابن ابی شیبۃ والدارمی)

فائدہ: جنت میں داخل ہونے کے لیے ایک دروازہ بھی کافی ہے، پھر آٹھوں کا کُھل جانا یہ غایت اعزاز و اکرام کے طور پر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو اور ناحق کسی کا خون نہ کیا ہو، وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔

۳۷: عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یَقُوْلُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مِائَۃَ مَرَّۃٍ اِلَّا بَعَثَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَوَجْھُہٗ کَالْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ وَلَمْ یُرْفَعْ لِاَحَدٍ

حضور اقدس صلی اللہ کا ارشاد ہے کہ جو شخص سو مرتبہ لا الٰہ الا اللہ پڑھا کرے حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن اس کو ایسا روشن چہرہ والا اُٹھائیں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے، اور جس دن یہ تسبیح پڑھے اس دن اس سے افضل عمل والا وہی

یَوْمَئِذٍ عَمَلٌ اَفْضَلُ مِنْ عَمَلِہٖ اِلَّا مَنْ قَالَ مِثْلَ قَوْلِہٖ اَوْ زَادَ
شخص ہوسکتا ہے جو اس سے زیادہ پڑھے

(رواہ الطبرانی وفیہ عبدالوہاب بن ضحاک متروک کذا فی مجمع الزوائد قلت ھو من رواۃ ابن ماجۃ ولا شک انھم ضعفوہ جدًا الا ان معناہ مؤید بروایات ظھا ما تقدم من روایات یحیٰی ابن طلحہ ولا شک انہ افضل الذکر ولہ شاہد من حدیث ام ھانی الاٰتی)

فائدہ:- متعدد آیات و روایات سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دل کے لیے بھی نور ہے اور چہرے کے لیے بھی نور ہے اور یہ تو مشاہدہ بھی ہے کہ جن اکابر کا اس کلمہ کی کثرت معمول ہے ان کا چہرہ دنیا ہی میں نورانی ہوتا ہے

۳۸: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِفْتَحُوْا عَلٰی صِبْیَانِکُمْ اَوَّلَ کَلِمَۃٍ بِلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَقِّنُوْھُمْ عِنْدَ الْمَوْتِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَاِنَّہٗ مَنْ کَانَ اَوَّلُ کَلَامِہٖ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاٰخِرُ کَلَامِہٖ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ثُمَّ عَاشَ اَلْفَ سَنَۃٍ لَمْ یُسْئَلْ عَنْ ذَنْبٍ وَّاحِدٍ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بچہ کو شروع میں جب بولنا سکھنے لگے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یاد کراؤ اور جب مرنے کا وقت آئے جب بھی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تلقین کرو جس شخص کا اول کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہو اور آخری کلمہ بھی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہو وہ ہزار برس بھی زندہ رہے تو (ان شاء اللہ) کسی گناہ کا اس سے مطالبہ نہیں ہوگا (یا اس وجہ سے کہ گناہ صادر نہ ہوگا یا اگر صادر ہوا تو توبہ وغیرہ سے معاف ہو جائے گا، یا اس وجہ سے کہ اللہ جل جلالہٗ اپنے فضل سے معاف فرمائیں گے)۔

موضوع ابن محمویہ وابوہ مجہولان وقد ضعف البخاری ابراہیم بن مہاجر حکاہ السیوطی عن ابن الجوزی ثم تعقبہ بقولہ الحدیث فی المستدرک واخرجہ البیہقی فی الشعب عن الحاکم و قال متن غریب لم نکتبہ الا بھذا الاسناد واوردہ الحافظ ابن حجر فی امالیہ ولم یقدح فیہ لین وقد اخرج لہ مسلم فی المتابعات کذا فی اللآلی وذکرہ السیوطی فی شرح الصدور

ولم یقدح فیہ بشیٔ قلت وقد ورد فی التلقین احادیث کثیرۃ ذکرہ الحافظ فی التخلیص وقال فی جملۃ من رواھا ومن عروۃ بن مسعود الثقفی رواہ العقیلی باسناد ضعیف ثم قال روی فی الباب احادیث صحاح عن غیر واحد من الصحابۃ رواہ ابن ابی الدنیا فی کتاب المحتضرین من طریق عروۃ بن مسعود عن ابیہ عَنْ حُذَیْفَۃَ بِلَفْظِ لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَاِنَّھَا تَھْدِمُ مَا قَبْلَھَا من الخطایا وروی فیہ ایضاً عن عمر و عثمان و ابن مسعود وانس وغیرھم اھ وفی الجامع الصغیر لقنوا موتاکم۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رواہ احمد ومسلم والاربعۃ عن ابی سعید ومسلم وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃؓ والنسائی عن عائشۃؓ ورقم لہ بالصحۃ وفی الحصن اِذَا اَفْصَحَ الْوَلَدُ فَلْیُعَلِّمْہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وفی الحرز رواہ ابن السنی عن عمرو بن العاص اھ قلت ولفظہ فی عمل الیوم واللیلۃ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ وَجَدْتُّ فِیْ کِتَابِ جَدِّی الَّذِیْ حَدَّثَہٗ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَفْصَحَ اَوْلَادُکُمْ فَعَلِّمُوْھُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ثُمَّ لَا تُبَالُوْا مَتٰی مَاتُوْا وَاِذَا اثَّغَرُوْا فَمُرُوْھُمْ بِالصَّلٰوۃِ وفی الجامع الصغیر بروایۃ احمد وابی داؤد والحاکم عَنْ مُعَاذٍؓ مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِہٖ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ ورقم لہ بالصحۃ وفی مجمع الزوائد عَنْ عَلِیٍّؓ رَفَعَہٗ مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِہٖ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَمْ یَدْخُلِ النَّارَ وفی غیر روایۃ مرفوعۃ مَنْ لُقِّنَ عِنْدَ الْمَوْتِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ)

فائدہ: تلقین اس کو کہتے ہیں کہ مرتے وقت آدمی کے پاس بیٹھ کر کلمہ پڑھا جائے تاکہ اس کو سُن کر وہ بھی پڑھنے لگے، اُس پر اُس وقت جبر یا تقاضا نہیں کرنا چاہیے کہ وہ شدتِ تکلیف میں ہوتا ہے، اخیر وقت میں کلمہ تلقین کرنے کا حکم اور بھی بہت سی احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔ متعدد حدیثوں میں یہ بھی ارشادِ نبوی وارد ہوا ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نصیب ہو جاتے اس کے گناہ ایسے گرجاتے ہیں جیسے سیلاب کی وجہ سے تعمیر۔ بعض احادیث میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت یہ مبارک کلمہ نصیب ہو جاتا ہے تو پچھلی خطائیں معاف ہو جاتی ہیں، ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے مُردوں

کو لا الہ الا اللہ کا توشہ دیا کرو، ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی کرتا ہے مرنے کے وقت ایک فرشتہ اُس کے پاس آتا ہے جو شیطان کو دور کر دیتا ہے اور مرنے والے کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تلقین کرتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی بچہ کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے لگے اس سے حساب معاف ہے۔

ایک بات کثرت سے تجربہ میں آئی ہے کہ اکثر و بیشتر تلقین کا فائدہ جب ہی ہوتا ہے کہ زندگی میں بھی اس پاک کلمہ کی کثرت رکھتا ہو، ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ بھُس فروخت کیا کرتا تھا، جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو لوگ اس کو کلمہ طیبہ کی تلقین کیا کرتے تھے اور وہ کہتا تھا کہ یہ گٹھہ اتنے کا ہے اور یہ اتنے کا ہے اسی طرح اور بھی متعدد واقعات نُزْھَةُ الْبَسَاتِیْن میں بھی لکھے ہیں اور مشاہدہ میں بھی آتے ہیں۔

بسا اوقات کسی گناہ کا کرنا بھی اس کا سبب بن جاتا ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ نصیب نہیں ہوتا۔ علماء نے لکھا ہے کہ افیون کھانے میں ستر نقصان ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ یاد نہیں آتا اس کے بالمقابل مسواک میں ستر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ یاد آتا ہے ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ مرتے وقت اس کو کلمہ شہادت تلقین کیا گیا وہ کہنے لگا کہ اللہ سے دعا کرو میری زبان سے نکلتا نہیں، لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اُس نے کہا میں بولنے میں بے احتیاطی کرتا تھا، ایک دوسرے شخص کا قصہ ہے کہ جب اس کو تلقین کی گئی تو کہنے لگا کہ مجھ سے کہا نہیں جاتا، لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اُس نے کہا کہ ایک عورت مجھ سے تولیہ خریدنے آئی تھی مجھے وہ اچھی لگی، میں اس کو دیکھتا رہا اور بھی بہت سے واقعات اس نوع کے ہیں جن میں سے بعض تذکرہ قرطبیہ میں بھی لکھے ہیں، بندہ کا کام ہے کہ گناہوں سے توبہ کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ شانہٗ سے توفیق کی دعا کرتا رہے۔

۳۹: عَنْ اُمِّ ھَانِیٍٔ رض قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا یَسْبِقُھَا

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الٰہ الا اللہ سے نہ تو کوئی عمل بڑھ سکتا ہے اور نہ یہ کلمہ کسی گناہ کو چھوڑ

عَمَلٌ وَلَا تَتْرُكُ ذَنْبًا سکتا ہے۔

(رواہ ابن ماجہ کذا فی منتخب کنز العمال قلت واخرجہ الحاکم فی حدیث طویل وصححہ ولفظہ قول لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَا یَتْرُكُ ذَنْبًا وَلَا یَشْبَهُهَا عَمَلٌ اھ وتعقب عَلَیْہِ الذہبی بان زکریا ضعیف وسقط بین محمد وام ہانی وذکرہ فی الجامع بروایتہ ابن ماجۃ ورقم لہ بالضعف)

فائدہ :- کسی عمل کا اس سے نہ بڑھ سکنا تو ظاہر ہے کہ کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہے جو بغیر کلمہ طیبہ پڑھے کار آمد ہو سکتا ہو، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض ہر عمل ایمان کا محتاج ہے اگر ایمان ہے تو وہ اعمال بھی مقبول ہو سکتے ہیں ورنہ نہیں اور کلمہ طیبہ جو خود ایمان لانا ہی ہے وہ کسی عمل کا بھی محتاج نہیں، اسی وجہ سے اگر کوئی شخص فقط ایمان رکھتا ہو اور ایمان کے علاوہ کوئی صالح عمل نہ ہو تو بھی وہ کسی نہ کسی وقت انشاء اللہ جنت میں ضرور جائے گا، اور جو شخص ایمان نہ رکھتا ہو خواہ وہ کتنے ہی پسندیدہ اعمال کرے نجات کے لیے کافی نہیں، دوسرا جزو کہ کسی گناہ کو نہ چھوڑنا ہے اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ جو شخص آخری وقت میں مسلمان ہوا اور کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد فوراً ہی مر جائے تو ظاہر ہے کہ اس ایمان لانے سے پہلے کفر کی حالت میں جتنے گناہ کئے تھے وہ سب بالاجماع جاتے رہے اور اگر پہلے سے پڑھنا مراد ہو تو حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ یہ کلمہ دلوں کی صفائی اور صیقل ہونے کا ذریعہ ہے، جب اس پاک کلمہ کی کثرت ہوگی تو دل کی صفائی کی وجہ سے توبہ کئے بغیر چین ہی نہ پڑے گا اور آخر کار گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جائے گا، ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو سونے کے وقت اور جاگنے کے وقت لا الہ الا اللہ کا اہتمام ہو اس کو دنیا پر آخرت پر ستعد کرے گی اور مصیبت سے اس کی حفاظت کرے گی۔

۱۴: عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّ سَبْعُوْنَ

حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں (بعض روایات میں ستتر آتی ہیں) ان میں سب سے افضل لا الٰہ

شُعْبَةً فَاَفْضَلُهَا قَوْلُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِيْمَانِ۔

اِلَّا اللّٰہ کا پڑھنا ہے اور سب سے کم درجہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز (اینٹ لکڑی کانٹے وغیرہ) کا ہٹا دینا ہے اور حیا بھی (ایک خصوصی) شعبہ ہے ایمان کا۔

(رواہ الستۃ وغیرھم بالفاظ مختلفۃ واختلاف یسیر فی العدد وغیرہ وھذا اٰخرھا اردت ایرادہ فی ھذا الفصل رعایۃ لعدد الاربعین واللہ الموفق لما یحب ویرضیٰ)

فائدہ:- حیا کو خصوصی اہتمام کی وجہ سے ذکر فرمایا کہ یہ بہت سے گناہوں زنا چوری، فحش گوئی، ننگا ہونا، گالی گلوچ وغیرہ سے بچنے کا سبب ہے۔ اسی طرح رسوائی کے خیال سے بہت سے نیک کام کرنے ضروری ہو جاتے ہیں بلکہ دنیا اور آخرت کی شرم سارے ہی نیک کاموں پر ابھارتی ہے، نماز، زکوٰۃ، حج وغیرہ تو ظاہر ہیں اسی طرح سے اور بھی تمام احکام بجالانے کا سبب ہے، اسی وجہ سے مثل مشہور ہے "تو بے حیا باش و ہرچہ خواہی کن" تو بے غیرت ہو جا پھر جو چاہے کر، اس معنی میں صحیح حدیث بھی وارد ہے، اِذَا لَمْ تَسْتَحْيِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ، جب تو حیا دار نہ رہے تو پھر جو چاہے کر کہ ساری فکر غیرت اور شرم ہی کی ہے اگر حیا ہے تو یہ خیال بھی ضروری ہے کہ نماز نہ پڑھوں گا تو آخرت میں کیا منہ دکھلاؤں گا اور شرم نہیں ہے تو پھر یہ خیال ہوتا ہے، کہ کوئی کہہ کر کیا کرلے گا۔

تنبیہ: اس حدیث شریف میں ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ارشاد فرمائی ہیں، اس بارے میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور متعدد روایات میں ستتر کا عدد آیا ہے اسی لیے ترجمہ میں اس طرف اشارہ بھی کر دیا تھا، ان ستتر کی تفصیل میں علماء نے بہت سی مستقل تصانیف فرمائی ہیں، امام ابو حاتم بن حبانؒ فرماتے ہیں کہ میں اس حدیث کا مطلب ایک مدت تک سوچتا رہا، جب عبادتوں کو گنتا تو وہ ستتر سے بہت زیادہ ہو جاتیں۔ احادیث کو تلاش کرتا اور حدیث شریف میں جن چیزوں کو خاص طور سے ایمان کی شاخوں کے ذیل میں ذکر

کیا ہے ان کو شمار کرتا تو وہ اس عدد سے کم ہو جاتیں۔ میں قرآنِ پاک کی طرف متوجہ ہوا اور قرآن شریف میں جن چیزوں کو ایمان کے ذیل میں ذکر کیا ہے ان کو شمار کیا تو وہ بھی اس عدد سے کم تھیں، تو میں نے قرآن اور حدیث شریف دونوں کو جمع کیا اور دونوں میں جن چیزوں کو ایمان کا جزو قرار دیا اُن کو شمار کر کے جو چیزیں دونوں میں مشترک تھیں اُن کو ایک ایک عدد شمار کر کے ان دیکھی تو دونوں کا مجموعہ مکررات کو نکال کر اس عدد کے موافق ہو گیا تو میں سمجھا کہ حدیث شریف کا مفہوم یہی ہے۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے ان شاخوں کی تفصیل بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے اور اجتہاد سے ان تفصیلات کے مُراد ہونے کا حکم لگایا ہے۔ حالانکہ اس مقدار کی خصوصی تفصیل معلوم نہ ہونے سے ایمان میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا جبکہ ایمان کے اصول وفروع سارے بالتفصیل معلوم ومحقق ہیں، خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس تعداد کی تفصیل اللہ اور اس کے رسولؐ کے علم میں ہے اور شریعتِ مطہرہ میں موجود ہے، تو اس تعداد کے ساتھ تفصیل کا علم نہ ہونا کچھ مُضر نہیں۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان شاخوں میں سب سے اعلیٰ توحید یعنی کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ قرار دیا ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ ایمان میں سب سے اُوپر اس کا درجہ ہے اس سے اُوپر کوئی چیز ایمان کی شاخ نہیں ہے، جس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ اصل توحید ہے جو ہر مکلّف پر ضروری ہے اور سب سے نیچے دفع کرنا ہے اس چیز کا جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچانے کا احتمال رکھتی ہو، باقی سب شاخیں ان کے درمیان ہیں جن کی تفصیل معلوم ہونا ضروری نہیں۔ اجمالاً ان پر ایمان لانا کافی ہے، جیسا کہ سب فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن ان کی تفصیل اور ان کے نام ہم نہیں جانتے لیکن ایک جماعتِ محدّثین نے ان سب شاخوں کی تفصیل میں مختلف تصانیف فرمائی ہیں، چنانچہ ابو عبد اللہ حلیمیؒ نے ایک کتاب اسی مضمون میں تصنیف فرمائی ہے جس کا نام فوائد المنہاج رکھا ہے اور امام بیہقیؒ نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس کا نام ہی شُعَبُ الایمان رکھا ہے۔ اسی طرح شیخ عبد الجلیلؒ نے بھی ایک

لکھی ہے۔ اس کا نام بھی شعب الایمان رکھا ہے اور اسحاق بن قرطبیؒ نے کتاب النصائح اسی مضمون میں تصنیف فرمائی ہے اور امام ابو حاتمؒ نے اپنی کتاب کا نام وصف الایمان وشعبہ رکھا ہے۔ شراحِ بخاری نے اس باب میں مختلف تصانیف سے تلخیص کرتے ہوتے ان کو مختصر طور پر جمع فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دراصل ایمانِ کامل تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے اوّل تصدیق قلبی یعنی دل سے جملہ امور کا یقین کرنا، دوسرے زبان کا اقرار و عمل، تیسرے بدن کے اعمال یعنی ایمان کی جملہ شاخیں تین حصوں میں منقسم ہیں اوّل وہ جن کا تعلق نیّت و اعتقاد اور عمل قلبی سے ہے، دُوسرے وُہ جن کا تعلق زبان سے ہے۔ تیسرے وہ جن کا تعلق باقی حصّہ بدن سے ہے، ایمان کی جملہ چیزیں ان تین میں داخل ہیں۔

پہلی قسم: جو تمام عقائد کو شامل ہے، اس کا خلاصہ تیس ۳۰ چیزیں ہیں۔

۱: اللہ پر ایمان لانا جس میں اس کی ذات، اس کی صفات پر ایمان لانا داخل ہے اور اس کا یقین بھی کہ وہ پاک ذات ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اس کا کوئی مثل ہے۔ ۲: اللہ کے ماسوا سب چیزیں بعد کی پیدا وار ہیں ہمیشہ سے وُہی ایک ذات ہے۔ ۳: فرشتوں پر ایمان لانا۔ ۴: اللہ کی اتاری ہوئی کتابوں پر ایمان لانا۔ ۵: اللہ کے رسُولوں پر ایمان لانا۔ ۶: تقدیر پر ایمان لانا کہ بھلی ہو یا بُری سب اللہ کی طرف سے ہے۔ ۷: قیامت کے حق ہونے پر ایمان لانا جس میں قبر کا سوال جواب، قبر کا عذاب مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا، حساب ہونا، اعمال کا تلنا اور پُل صراط پر گذرنا سب ہی داخل ہے۔ ۸: جنّت کا یقین ہونا اور یہ کہ مومن انشاء اللہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ ۹: جہنّم کا یقین ہونا اور یہ کہ اس میں سخت سے سخت عذاب ہیں اور وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ رہے گی۔ ۱۰: اللہ تعالیٰ شانہٗ سے محبّت رکھنا۔ ۱۱: اللہ کے واسطے دوسروں سے محبّت رکھنا اور اللہ ہی کے واسطے بُغض رکھنا (یعنی اللہ والوں سے محبّت اور اس کی نافرمانی کرنے والوں سے بُغض رکھنا) اور اسی میں داخل ہے صحابہ کرامؓ بالخصوص مہاجرین اور انصار کی محبت اور آلِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت۔ ۱۲: حضورِ اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنا جس میں آپ کی تعظیم بھی آگئی اور حضورؐ پر درُود شریف پڑھنا اور آپؐ کی سُنتوں کا اتباع کرنا بھی داخل ہے۔ ۱۳: اخلاص جس میں ریا نہ کرنا اور نفاق سے بچنا بھی داخل ہے۔ ۱۴: توبہ یعنی دِل سے گناہوں پر ندامت اور آئندہ نہ کرنے کا عہد۔ ۱۵: اللہ کا خوف۔ ۱۶: اللہ کی رحمت کا امیدوار ہونا۔ ۱۷: اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا۔ ۱۸: شُکر گزاری۔ ۱۹: وفا۔ ۲۰: صبر۔ ۲۱: تواضع جس میں بڑوں کی تعظیم بھی داخل ہے۔ ۲۲: شفقت و رحمت جس میں بچّوں پر شفقت کرنا بھی داخل ہے۔ ۲۳: مقدر پر راضی ہونا۔ ۲۴ توکّل۔ ۲۵: خود بینی اور خودستائی کا چھوڑنا جس میں اصلاحِ نفس بھی داخل ہے۔ ۲۶: کینہ اور خلش نہ رکھنا جس میں حسد بھی داخل ہے۔ ۲۷: عینی میں یہ نمبر رہ گیا ہے میرے خیال میں اس جگہ حیا کرنا ہے جو کاتب کی غلطی سے رہ گیا ہے۔ ۲۸: غصہ نہ کرنا۔ ۲۹: فریب نہ دینا جس میں بدگمانی نہ کرنا اور کسی کے ساتھ مکر نہ کرنا بھی داخل ہے۔ ۳۰: دُنیا کی محبت دل سے نکال دینا جس میں مال اور جاہ کی محبت بھی داخل ہے۔ علّامہ عینی فرماتے ہیں کہ امُورِ بالا میں دل کے تمام اعمال داخل ہیں اگر کوئی چیز بظاہر معلوم ہو تو وہ غور کرنے پر ان نمبروں میں سے کسی نہ کسی نمبر میں داخل ہو گی۔

دُوسری قِسم: زبان کا عمل جس کے سات شعبے ہیں۔

۱: کلمہ طیبہ کا پڑھنا۔ ۲: قرآنِ پاک کی تلاوت کرنا۔ ۳: علم سیکھنا۔ ۴: علم دُوسروں کو سکھانا۔ ۵: دُعا کرنا۔ ۶: اللہ کا ذکر جس میں اِستغفار بھی داخل ہے۔ ۷: لغو باتوں سے بچنا۔

تیسری قِسم: باقی بدن کے اعمال جو کُل چالیس ہیں اور تین حصّوں پر مُنقسم ہیں۔

پہلا حصّہ: اپنی ذات سے تعلق رکھتا ہے یہ سولہ شاخیں ہیں۔

۱: پاکی حاصل کرنا جس میں بدن کی پاکی، کپڑے کی پاکی، مکان کی پاکی سب ہی داخل ہیں اور بدن کی پاکی میں وضو بھی داخل ہے اور حیض و نفاس اور جنابت کا غُسل بھی۔ ۲: نماز کی پابندی کرنا اور اس کو قائم کرنا۔ جس میں فرض نفل ادا قضا سب داخل ہے۔

۳: صدقہ جس میں زکوٰۃ صدقہ فطر وغیرہ بھی داخل ہے۔ ۴: روزہ فرض ہو یا نفل۔ ۵: حج کرنا فرض ہو یا نفل اور اسی میں عمرہ بھی داخل ہے اور طواف بھی۔ ۶: اعتکاف کرنا جس میں لیلۃ القدر کو تلاش کرنا بھی داخل ہے۔ ۷: دین کی حفاظت کے لیے گھر چھوڑنا جس میں ہجرت بھی داخل ہے۔ ۸: نذر کو پورا کرنا۔ ۹: قسموں کی نگہداشت رکھنا۔ ۱۰: کفاروں کا ادا کرنا۔ ۱۱: ستر کا نماز میں اور نماز کے علاوہ ڈھانکنا۔ ۱۲: قربانی کرنا اور قربانی کے جانوروں کی خبر گیری کرنا اور ان کا اہتمام کرنا۔ ۱۳: جنازہ کا اہتمام کرنا اور اس کے جملہ امور کا انتظام کرنا۔ ۱۴: قرض کا ادا کرنا۔ ۱۵: معاملات کا درست کرنا سود سے بچنا۔ ۱۶: سچی بات کی گواہی دینا حق کو نہ چھپانا۔

دوسرا حصہ: کسی دوسرے کے ساتھ برتاؤ جس کی چھ شاخیں ہیں۔

۱: نکاح کے ذریعہ سے حرام کاری سے بچنا۔ ۲: اہل وعیال کے حقوق کی رعایت کرنا اور ان کا ادا کرنا، اس میں نوکروں اور خادموں کے حقوق بھی داخل ہیں۔ ۳: والدین کے ساتھ سلوک کرنا، نرمی برتنا، فرمانبرداری کرنا۔ ۴: اولاد کی اچھی تربیت کرنا۔ ۵: صلہ رحمی کرنا۔ ۶: بڑوں کی فرمانبرداری اور اطاعت کرنا۔

تیسرا حصہ: حقوقِ عامہ، جو اٹھارہ شعبوں میں منقسم ہیں۔

۱: عدل کے ساتھ حکومت کرنا۔ ۲: حقانی جماعت کا ساتھ دینا۔ ۳: حکام کی اطاعت کرنا (بشرطیکہ خلاف شرع حکم نہ ہو)۔ ۴: آپس کے معاملات کی اصلاح کرنا جس میں مفسدوں کو سزا دینا، باغیوں سے جہاد کرنا بھی داخل ہے۔ ۵: نیک کاموں میں دوسروں کی مدد کرنا۔ ۶: نیک کاموں کا حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا جس میں وعظ وتبلیغ بھی داخل ہے۔ ۷: حدود کا قائم کرنا۔ ۸: جہاد کرنا جس میں مورچوں کی حفاظت بھی داخل ہے۔ ۹: امانت کا ادا کرنا جس میں خمس جو غنیمت کے مالوں میں ہوتا ہے وہ بھی داخل ہے۔ ۱۰: قرض کا دینا اور ادا کرنا۔ ۱۱: پڑوسیوں کا حق ادا کرنا، ان کا اکرام کرنا۔ ۱۲: معاملہ اچھا کرنا جس میں جائز طریقہ سے مال کا جمع کرنا بھی داخل ہے۔ ۱۳: مال کا اپنے محل (موقع) پر خرچ کرنا، اسراف اور بخل سے بچنا بھی اس میں داخل ہے۔ ۱۴:

سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا۔ ۱۵: چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہنا۔ ۱۶: دُنیا کو اپنے نقصان سے اپنی تکلیف سے بچانا۔ ۱۷: لہو و لعب سے بچنا۔ ۱۸: راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا۔

یہ ستتّر شاخیں ہوئیں ان میں بعض کو ایک دُوسرے میں ضم بھی کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ اچھے معاملہ میں مال کا جمع کرنا اور خرچ کرنا دونوں داخل ہو سکتے ہیں، اسی طرح غور کرنے سے اور بھی اعداد کو کم کیا جا سکتا ہے اور اس لحاظ سے ستّر والی یا ساٹھ والی روایت کے تحت بھی یہ تفصیل آ سکتی ہے۔ اس تفصیل میں بندہ نے علّامہ عینیؒ کے کلام کو جو بخاری شریف کی شرح میں ہے اصل قرار دیا ہے کہ انہوں نے نمبروار ان چیزوں کو ذکر فرمایا ہے اور حافظ ابن حجرؒ کی فتح الباری اور علّامہ قاریؒ کی مرقات سے توضیح و اضافہ کیا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ایمان کے سارے شعبے مجملاً یہ ہیں جو مذکور ہوئے۔ آدمی کو چاہیے کہ ان میں غور و فکر کرے جو اوصاف اس میں ان میں سے پائے جاتے ہوں اُن پر اللہ جلّ شانہٗ کا شکر ادا کرے کہ اسی کی توفیق و لُطف سے ہر بھلائی حاصل ہو سکتی ہے اور جن اوصاف میں کمی ہو ان کے حاصل کرنے کی سعی کرے اور اللہ تعالیٰ سے اُن کے حصُول کی توفیق مانگتا رہے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ

مؤلف خواجہ محمد اسلام کی دیگر مقبولِ عام کتابیں

۱۔ جنت کا منظر ۲۔ محبوبؐ کے حُسن و جمال کا منظر

۳۔ حُسن پرستوں کے انجام کا منظر ۴۔ محبوبِ خُدا کی دُعائیں

باب سوم

کلمہ سوم کے فضائل میں

یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اور بعض روایات میں ان کلمات کے ساتھ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ بھی وارد ہوا ہے، احادیث میں ان کلمات کی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے، یہ کلمات تسبیحات فاطمہ کے نام سے بھی مشہور ہیں اِس لیے کہ یہ کلمات حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سب سے زیادہ لاڈلی صاحبزادی حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی تعلیم فرمائے ہیں جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ اس باب میں بھی چونکہ کلام پاک کی آیات اور احادیث بکثرت وارد ہوئی ہیں اس لیے دو فصلوں پہ اس کو منقسم کر دیا۔ پہلی فصل آیاتِ قرآنیہ میں اور دوسری احادیثِ نبویہ میں۔

فصل — اوّل

اِن آیات کے بیان میں جن میں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کا مضمون ذِکر فرمایا گیا ہے، یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جو چیز جتنی مہتم بالشان ہوتی ہے اتنے ہی اہتمام سے ذکر کی جاتی ہے اور مختلف طریقوں سے ذہن نشین کی جاتی ہے چنانچہ ان کلمات کا مفہوم بھی قرآنِ پاک میں مختلف طریقوں سے ذکر فرمایا گیا ہے، اِن میں سب سے پہلا کلمہ سُبحان اللہ ہے۔ سُبحان اللہ کے معنی ہیں اللہ جلّ شانہٗ ہر عیب اور بُرائی سے پاک ہے۔ میں اس کی پاکی کا پُورا پورا اقرار کرتا ہوں اس مضمون کو حکم سے بھی ذِکر فرمایا ہے کہ اللہ کی پاکی بیان کرو، خبر سے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ فرشتے اور دوسری مخلوقات اللہ

کی پاکی کا اقرار و بیان کرتی رہتی ہیں، وغیرہ وغیرہ اسی طرح دوسرے الفاظ کا بھی یہی حال ہے کہ مختلف عنوانات سے کلام اللہ شریف میں ان مضامین کا ذکر فرمایا ہے۔

۱ : وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۔ (سورہ بقرۃ ع ۴)

(فرشتوں کا مقولہ انسان کی پیدائش کے وقت) ہم بحمد اللہ آپ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور آپ کی پاکی کا دِل سے اقرار کرتے رہتے ہیں۔

۲ : قَالُوا سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ○ (سورۂ بقرہ ع ۴)

(ملائکہ کا جب بمقابلہ انسان امتحان ہوا تو) کہا آپ تو ہر عیب سے پاک ہیں ہم کو اس کے سوا کچھ بھی علم نہیں جتنا آپ نے بتا دیا ہے۔ بیشک آپ بڑے علم والے ہیں بڑی حکمت والے ہیں۔

۳ : وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ (سورہ آل عمران ع ۴)

اور اپنے ربّ کو بکثرت یاد کیجیو اور اس کی تسبیح کیجیو دن ڈھلے بھی اور صبح کے وقت بھی۔

۴ : رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ (سورہ آل عمران ع ۲۰)

(سمجھ دار لوگ جو اللہ کے ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں اور قدرت کے کارناموں میں غور و فکر کرتے رہتے ہیں) یہ کہتے ہیں اے ہمارے ربّ آپ نے یہ سب بے فائدہ تو پیدا نہیں کیا ہے (بلکہ بڑی حکمتیں اس میں ہیں) آپ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے۔ ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں آپ ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا دیجئے

۵ : سُبْحَانَهٗ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۔ (سورہ نساء ع ۲۳)

وہ ذات اس سے پاک ہے کہ اس کے اولاد ہو۔

۶ : قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُوْنُ

(قیامت میں جب حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و

لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ ط

(سورہ مائدہ ع ۱۶)

علیہ السّلام سے سوال ہوگا کہ اپنی اُمّت کو تثلیث کی تعلیم کیا تم نے دی تھی تو) وہ کہیں گے (توبہ توبہ) میں تو آپ کو (شرک سے اور ہر عیب سے) پاک سمجھتا ہوں میں ایسی بات کیسے کہتا جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہ تھا۔

۷: سُبْحَانَهٗ وَ تَعَالٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ

(سورہ انعام ع ۱۲)

اللہ جل جلالہٗ ان سب باتوں سے پاک ہے جن کو (یہ کافر لوگ اللہ کی شان میں) کہتے ہیں (کہ اس کے اولاد ہے یا شریک ہے وغیرہ وغیرہ)

۸: فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَكَ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ہ

(سورۂ اعراف ع ۱۷)

(جب طور پر حق تعالیٰ شانہٗ کی ایک تجلّی سے حضرت موسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ السلام بے ہوش ہو کر گر گئے تھے) پھر جب افاقہ ہُوا تو عرض کیا کہ بے شک آپ کی ذات (ان آنکھوں کے دیکھنے سے اور ہر عیب سے) پاک ہے میں (دیدار کی درخواست سے) توبہ کرتا ہوں اور سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔

۹: اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ یَسْجُدُوْنَ ہ

(سورہ اعراف ع ۲۴)

بے شک جو اللہ کے مقرب ہیں (یعنی فرشتے) وہ اس کی عبادت سے تکبّر نہیں کرتے اور اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے رہتے ہیں۔

فائدہ: صوفیاء نے لکھا ہے کہ آیت میں تکبّر کی نفی کو مقدم کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ تکبّر کا ازالہ عبادات پر اہتمام کا ذریعہ ہے اور تکبّر سے عبادات میں کوتاہی

واقع ہوتی ہے۔

۱۰: سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (سورہ توبہ ع ۵)
اس کی ذات پاک ہے اِن چیزوں سے جن کو وہ (کافر اس کا) شریک بناتے ہیں۔

۱۱: دَعْوٰهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ج وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (سورہ یونس ع ۱)
(ان جنتیوں کے) مُنہ سے یہ بات نکلے گی۔ سبحانک اللّٰھمّ اور آپس کا ان کا سلام ہوگا السلام علیکم اور جب دُنیا کی دِقتوں کو یاد کریں گے اور خیال کریں گے، کہ اب ہمیشہ کے لیے اُن سے خلاصی ہوگئی تو آخر میں کہیں گے الحمد اللہ رب العلمین۔

۱۲: سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ٥ (سورہ یونس ع ۲)
وہ ذات پاک اور برتر ہے ان چیزوں سے جن کو وہ کافر شریک بناتے ہیں۔

۱۳: قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ط هُوَ الْغَنِيُّ (سورہ یونس ع ۷)
وہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ جلّ شانہٗ کے اولاد ہے، اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے، وہ کسی کا محتاج نہیں۔

۱۴: وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (سورہ یوسف ع ۱۲)
اور اللہ جلّ شانہٗ (ہر عیب سے) پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

۱۵: وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ج (سورہ رعد ع ۲)
اور رعد (فرشتہ) اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتا ہے اور دوسرے فرشتے بھی اس کے ڈر سے (تسبیح و تحمید کرتے ہیں)

فائدہ:۔ عُلماء نے لکھا ہے کہ جو شخص بجلی کے کڑکنے کے وقت سُبْحَانَ الَّذِیْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ پڑھے گا، اس کو بجلی کے نقصان سے حفاظت حاصل ہوگی، ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ جب بجلی کی کڑک سُنا کرو تو اللہ کا ذکر کیا کرو بجلی ذکر کرنے والے تک نہیں جاسکتی، دوسری حدیث میں وارد

ہے کہ بجلی کی کڑک کے وقت تسبیح کیا کرو تکبیر کہا کرو۔

۱۶: وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (سورہ حجر ع ۶)

اور ہم کو معلوم ہے کہ یہ لوگ (جو نامناسب کلمات آپؐ کی شان میں) کہتے ہیں اُن سے آپؐ کے دل کو تنگی ہوتی ہے پس (اس کی پرواہ نہ کیجیے) آپ اپنے ربّ کی تسبیح و تحمید کرتے رہیں اور سجدہ کرنے والوں (یعنی نمازیوں) میں شامل رہیں اور اپنے ربّ کی عبادت کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کی وفات کا وقت آوے۔

۱۷: سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ (سورہ نحل ع ۱)

وہ ذات لوگوں کے شرک سے پاک اور بالاتر ہے۔

۱۸: وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ سُبْحَانَهٗ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ (سورہ نحل ع ۷)

اور وہ اللہ کے لیے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں۔ وہ ذات اس سے پاک ہے (اور تماشا یہ ہے کہ) اپنے لیے ایسی چیز تجویز کرتے ہیں جس کو خود پسند کرتے ہیں۔

۱۹: سُبْحَانَ الَّذِىْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى (بنی اسرائیل ع ۱)

(ہر عیب سے) پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو رات کے وقت مسجد حرام (یعنی مسجد کعبہ) سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی (معراج کا قصہ)

۲۰: سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝ (سورۂ بنی اسرائیل ع ۵)

(۲۰ تا ۲۲) یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور بہت زیادہ بلند مرتبہ ہیں۔ تمام ساتوں آسمان اور زمین اور جتنے (آدمی فرشتے اور جن) ان کے درمیان ہیں ہیں

۲۱: تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ

وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ط

سب کے سب اس کی تسبیح کرتے ہیں۔

(سورہ بنی اسرائیل ع ۵)

۲۲: وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ

(اور یہی نہیں بلکہ کوئی چیز بھی (جاندار ہو یا بے جان) ایسی نہیں جو اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح نہ کرتی ہو لیکن تم لوگ ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔

(سورہ بنی اسرائیل ع ۵)

۲۳: قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝

(آپ ان لغو مطالبوں کے جواب میں جو وہ کرتے ہیں) کہہ دیجئے کہ سبحان اللہ میں تو ایک آدمی ہوں، رسول ہوں (خدا نہیں ہوں کہ جو چاہے کروں)۔

(سورہ بنی اسرائیل ع ۱۰)

۲۴: وَيَقُوْلُوْنَ سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۝

(ان علماء پر جب قرآن شریف پڑھا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر جاتے ہیں) اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب پاک ہے، بیشک اس کا وعدہ ضرور پورا ہونے والا ہے۔

(سورہ بنی اسرائیل ع ۱۲)

۲۵: فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا

پس (حضرت زکریا علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) حجرہ میں سے باہر تشریف لائے اور اپنی قوم کو اشارہ سے فرمایا کہ تم لوگ صبح اور شام خدا کی تسبیح کیا کرو۔

(سورہ مریم ع ۱)

۲۶: مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحَانَهٗ

اللہ جلّ شانہٗ کی یہ شان ہی نہیں کہ وہ اولاد اختیار کرے وہ ان سب قصوں سے پاک ہے۔

(سورہ مریم ع ۲)

۲۷: وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ

(محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان لوگوں کی نامناسب باتوں پر صبر کیجئے) اور

غُرُوْبِهَاجِ وَمِنْ اٰنَاۤئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى

(سورہ طٰہٰ ع ۸)

اپنے رب کی حمد (وثنا) کے ساتھ تسبیح کرتے رہا کیجئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور غروب سے پہلے اور رات کے اوقات میں تسبیح کیا کیجئے اور دن کے اوّل و آخر میں تاکہ آپ (اس ثواب اور بے انتہا بدلے پر جو اُن کے مقابلہ میں ملنے والا ہے بیحد) خوش ہو جائیں گے۔

۲۸: يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ

(سورہ انبیاء ع ۲)

(اللہ کے مقبول بندے اس کی عبادت سے تھکتے نہیں۔ شب و روز اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں کسی وقت بھی موقوف نہیں کرتے۔

۲۹: فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○

(سورہ انبیاء ع ۲)

اللہ تعالیٰ جو کہ مالک ہے عرش کا، اُن سب امور سے پاک ہے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں (کہ نعوذ باللہ اس کے شریک ہیں یا اس کے اولاد ہے۔)

۳۰: وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ط

(سورہ انبیاء ع ۲)

یہ (کافر لوگ) یہ کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) رحمٰن نے (یعنی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو) اولاد بنایا ہے، اس کی ذات اس سے پاک ہے۔

۳۱: وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ط

(سورہ انبیاء ع ۶)

ہم نے پہاڑوں کو داؤد (علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السلام) کے تابع کر دیا تھا، کہ ان کی تسبیح کے ساتھ وہ بھی تسبیح کیا کریں اور (اسی طرح) پرندوں کو (تابع کر دیا تھا کہ وہ بھی حضرت داؤدؑ کی تسبیح کے ساتھ تسبیح کیا کریں)

۳۲: لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (سورہ انبیاء ع ۶)

(حضرت یونس ؑ نے تاریکیوں میں پکارا) کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ سب عیوب سے پاک ہیں میں بیشک قصور وار ہوں۔

۳۳: سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یَصِفُوْنَ (سورۂ مومنون ع ۵)

اللہ تعالیٰ ان سب امور سے پاک ہیں جو یہ بیان کرتے ہیں۔

۳۴: سُبْحَانَکَ ھٰذَا بُھْتَانٌ عَظِیْمٌ (سورہ نور ع ۲)

سُبحان اللہ! یہ لوگ (جو کچھ حضرت عائشہ ؓ کی شان میں تہمت لگاتے ہیں) بہت بڑا بہتان ہے۔

۳۵: یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ (سورہ نور ع ۵)

اِن (مسجدوں) میں ایسے لوگ صبح و شام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں جن کو اللہ کی یاد سے نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے نہ خریدنا غفلت میں ڈالتا ہے نہ فروخت کرنا وہ ایسے دن (کے عذاب) سے ڈرتے ہیں جس میں بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ جائیں گی (یعنی قیامت کے دن سے)۔

۳۶: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ ط کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسْبِیْحَہٗ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِمَا یَفْعَلُوْنَ (سورۂ نور ع ۶)

(اے مخاطب کیا تجھے (دلائل اور مشاہدہ سے) یہ معلوم نہیں ہوا کہ اللہ جل شانہٗ کی تسبیح کرتے ہیں، وہ سب جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، اور خصوصاً پرندے بھی جو پر پھیلاتے ہوئے (اُڑتے پھرتے) ہیں سب کو اپنی اپنی دُعا (نماز) اور اپنی اپنی

تسبیح (کا طریقہ) معلوم ہے اور اللہ جلّ شانہٗ کو سب کا حال اور جو کچھ لوگ کرتے ہیں وہ سب معلوم ہے۔

۳۷: قَالُوْا سُبْحَانَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوْا قَوْمًاۢ بُوْرًا ○ (سورہ فرقان ع ۲)

قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ ان کافروں کو اور جن کو یہ پوجتے تھے سب کو جمع کر کے ان معبودوں سے پوچھے گا کیا تم نے ان کو گمراہ کیا تھا تو) وہ کہیں گے سبحان اللہ ہماری کیا طاقت تھی، کہ آپ کے سوا اور کسی کو کارساز تجویز کرتے بلکہ یہ (احمق خود ہی بجائے شکر کے کفر میں مبتلا ہو گئے) کہ آپ نے ان کو اور ان کے بڑوں کو خوب ثروت عطا فرمائی، یہاں تک کہ یہ لوگ (دولت کے نشہ میں شہوتوں میں مبتلا ہوئے اور) آپ کی یاد کو بھلا دیا اور خود ہی برباد ہو گئے۔

۳۸: وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۭ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ○ (سورہ فرقان ع ۵)

اور اس ذات پاک پر توکل رکھیے جو زندہ ہے اور کبھی اس کو فنا نہیں اور اسی کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہیے (یعنی تسبیح و تحمید میں مشغول رہیئے۔ کسی کی مخالفت کی پرواہ نہ کیجیے) کیونکہ وہ پاک ذات اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار ہے۔ (قیامت میں ہر شخص کی مخالفت کا بدلہ دیا جائے گا۔)

۳۹: وَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (سورہ نمل ع ۱)

اللہ رب العالمین ہر قسم کی کدورت سے پاک ہے۔

۴۰: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (سورہ قصص ع ۷)

اللہ جلّ جلالہٗ ان سب چیزوں سے پاک ہے جن کو یہ مشرک بیان کرتے ہیں اور ان سے بالاتر ہے۔

۴۱: فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ○ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ

(سورۂ روم ع ۲)

پس تم اللہ کی تسبیح کیا کرو، شام کے وقت (یعنی رات میں) اور صبح کے وقت اور اسی کی حمد (کی جاتی) ہے تمام آسمانوں میں اور زمین میں اور اسی کی (تسبیح وتحمید کیا کرو) شام کے وقت بھی (یعنی عصر کے وقت بھی) اور ظہر کے وقت بھی۔

۴۲: سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔

(سورہ روم ع ۴)

اللہ جلّ شانہٗ کی ذات پاک اور بالاتر ہے اُن چیزوں سے جن کو یہ لوگ اس کی طرف (منسوب کرکے) بیان کرتے ہیں۔

۴۳: اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ○

(سورہ سجدہ ع ۲)

پس ہماری آیتوں پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو وہ آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رَبّ کی تسبیح وتحمید کرنے لگتے ہیں اور وہ لوگ تکبّر نہیں کرتے۔

۴۴: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ○ (سورہ احزاب ع ۶)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا ذِکر خوب کثرت سے کرو اور صبح شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔

۴۵: قَالُوْا سُبْحَانَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ۔

(سورہ سبا ع ۵)

(جب قیامت میں ساری مخلوق کو جمع کرکے حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے پوچھیں گے کیا یہ لوگ تمہاری پرستش کرتے تھے تو) وہ کہیں گے آپ (شرک وغیرہ عیوب سے) پاک ہیں ہمارا محض آپ سے تعلّق ہے نہ کہ اُن سے)

۴۶: سُبْحَانَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ

وہ پاک ذات ہے جس نے تمام جوڑ کی

كُلَّهَا۔ (یعنی ایک دوسرے کے مقابل) چیزیں پیدا کیں۔

(سورہ یٰس ع ۳)

۴۷ فَسُبْحَانَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ (سورہ یٰس ع ۵)

پس پاک ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے، اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

۴۸: فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ لَلَبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ (سورہ صافات ع ۵)

پس اگر یونس علیہ السلام تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتے تو قیامت تک اسی (مچھلی) کے پیٹ میں رہتے۔

۴۹: سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ (سورہ صافات ع ۵)

اللہ کی ذات پاک ہے ان چیزوں سے جن کو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔

۵۰: وَ إِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ ۝ (سورہ صافات ع ۵)

(فرشتے کہتے ہیں کہ ہم سب ادب سے صف بستہ کھڑے رہتے ہیں) اور اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔

۵۱: سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ج وَ سَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ج وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ۝ (سورہ صافات ع ۵)

آپ کا ربّ جو عزّت (وعظمت) والا ہے پاک ہے ان چیزوں سے جن کو یہ بیان کرتے ہیں اور سلام ہو پیغمبروں پر اور تمام تعریف اللہ ہی کے واسطے ثابت ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے

۵۲: إِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهُ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِشْرَاقِ وَالطَّيْرَ مَحْشُورَةً ط كُلٌّ لَّهُ أَوَّابٌ (سورہ ص ع ۲)

ہم نے پہاڑوں کو حکم کر رکھا تھا کہ ان کے (حضرت داؤد علیہ السلام کے) ساتھ شریک ہو کر صبح و شام تسبیح کیا کریں اسی طرح پرندوں کو بھی حکم کر رکھا تھا (جو کہ تسبیح کے وقت) ان کے پاس جمع ہو جاتے

تھے اور سب (پہاڑ اور پرندے مل کر حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ) اللہ کی طرف رجوع کرنے والے (اور تسبیح و تحمید میں مشغول ہونے والے) ہوتے ہیں۔

۵۳: سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ○ (سورہ زمر ع ۱)

وہ عیوب سے پاک ہے ایسا اللہ ہے جو اکیلا ہے۔ (کوئی اس کا شریک نہیں) زبردست ہے۔

۵۴: سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (سورہ زمر ع ۷)

وہ ذات پاک اور برتر ہے اس چیز سے جس کو یہ لوگ شریک کرتے ہیں۔ آپ

۵۵: وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ قِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (سورہ زمر ع ۸)

(قیامت میں) فرشتوں کو دیکھیں گے کہ عرش کے چاروں طرف حلقہ باندھے کھڑے ہوں گے اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہوں گے اور (اس دن) تمام بندوں کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا اور (ہر طرف سے) کہا جائے گا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو عالم کا پروردگار ہے)

۵۶: اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا

جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اس کے چاروں طرف ہیں وہ اپنے رب کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں، اور ایمان والوں کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ (اور کہتے ہیں) کہ اے ہمارے پروردگار

فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (سورہ مومن ع۱)

آپ کی رحمت اور علم ہر شئی کو شامل ہے۔ پس ان لوگوں کو بخش دیجئے جنہوں نے توبہ کر لی ہے اور آپ کے راستہ پر چلتے ہیں اور اِن کو جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے۔

۵۷: وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ٥ (سورہ مومن ع۶)

صبح اور شام ہمیشہ اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہیئے۔

۵۸: فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ ٥ (سورہ حم سجدہ ع۵)

جو آپ کے رب کے نزدیک ہیں (یعنی مقرب ہیں مراد فرشتے ہیں) وہ رات دن اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور ذرا بھی نہیں اکتاتے۔

۵۹: وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ط (سورہ شوریٰ ع۱)

اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے جو زمین میں رہتے ہیں ان کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

۶۰: وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (سورہ زخرف ع۱)

(اور تم سواریوں پر بیٹھ جانے کے بعد اپنے رب کی یاد کیا کرو۔) اور کہو پاک ہے وہ ذات جس نے اِن سواریوں کو ہمارے تابع کیا اور ہم تو ایسے نہ تھے کہ ان کو تابع کر سکتے، اور بے شک ہم کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

۶۱: سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ (سورہ زخرف ع۷)

آسمانوں اور زمین کا پروردگار جو مالک ہے عرش کا بھی، پاک ہے اِن چیزوں سے جن کو یہ بیان کرتے ہیں۔

۶۲ : وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا
(سورہ فتح ع ۱)

اور تسبیح کرتے رہو اس کی صبح کے وقت اور شام کے وقت۔

۶۳ : فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ
(سورہ ق ع ۳)

پس ان لوگوں کی ناملائم باتوں پر جو کچھ وہ کہیں صبر کیجئے اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہیئے آفتاب نکلنے سے پہلے اور آفتاب کے غروب ہونے کے بعد اور رات میں بھی اس کی تسبیح و تحمید کیجئے۔

۶۴ : سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝
(سورہ طور ع ۲)

اللہ کی ذات پاک ہے ان چیزوں سے جن کو وہ شریک کرتے ہیں۔

۶۵ : وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ۝
(سورہ طور ع ۲)

اور اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیا کیجئے (مجلس سے یا سونے سے) اُٹھنے کے بعد (یعنی تہجد کے وقت) اور رات کے وقت بھی اس کی تسبیح کیا کیجئے اور ستاروں کے (غروب ہونے کے) بعد بھی۔

۶۶-۶۷ : فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝
سورہ واقعہ ع ۲-۳- دو جگہ

پس اپنے اُس بڑی عظمت والے رب کے نام کی تسبیح کیجئے۔

۶۸ : سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝
(سورۂ حدید ع ۱)

اللہ جل شانہ کی تسبیح کرتے ہیں وہ سب کچھ جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

۶۹ : سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا

اللہ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب چیزیں

فِى الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (سورہ حشر ع ۱)	جو زمین میں ہیں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔
۷۰: سُبْحَانَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (سورہ حشر ع ۳)	اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اس چیز سے جس کو یہ شریک کرتے ہیں۔
۷۱: يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (سورہ حشر ع ۳)	اللہ تعالیٰ شانہٗ کی تسبیح کرتی رہتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔
۷۲: سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (سورہ صف ع ۱)	اللہ جلّ شانہٗ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اور وہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔
۷۳: يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ (سورہ جمعہ ع ۱)	اللہ جلّ شانہٗ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں وہ بادشاہ ہے (سب عیبوں سے) پاک ہے زبردست ہے حکمت والا ہے۔
۷۴: يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ (سورہ تغابن ع ۱)	اللہ جلّ شانہٗ کی تسبیح کرتی ہیں وہ سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اُسی کے لیے ساری سلطنت ہے اور وہی تعریف کے قابل ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔
۷۵-۷۶: قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ○ قَالُوْا	ان میں سے جو افضل تھا وہ کہنے لگا کہ میں نے تم سے (پہلے ہی) کہا نہ تھا اللہ

سُبْحَانَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝ (سورہ قلم ع ۱)

کی تسبیح کیوں نہیں کرتے وہ لوگ کہنے لگے سُبحانَ ربِّنا (ہمارا رب پاک ہے) بیشک ہم خطاوار ہیں۔

۷۷: فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝ (سورہ الحاقۃ ع ۲)

پس اپنے عظمت والے پروردگار کے نام کی تسبیح کرتے رہیئے۔

۷۸: وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۝ (سورہ دھر رکوع ۲)

اپنے پروردگار کا نام صبح و شام لیا کیجئے اور رات کو بھی اس کے لیے سجدہ کیجئے اور رات کے بڑے حصے میں اس کی تسبیح کیا کیجئے۔

۷۹: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى (سورہ اعلیٰ ع ۱)

آپ اپنے عالی شان پروردگار کے نام کی تسبیح کرتے رہیئے۔

۸۰: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ط اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ (سورہ نصر ع ۱)

پس آپ اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہیے اور اس سے مغفرت طلب کرتے رہیے بیشک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

فائدہ:۔ یہ اَسّی آیات ہیں جن میں اللہ جَلّ جلالہٗ وعَمّ نوالہٗ کی تسبیح کا حکم ہے۔ اس کی پاکی بیان کرنے اور اقرار کرنے کا حکم ہے یا اس کی ترغیب ہے۔ جس مضمون کو اللہ مالکُ الملک نے اس اہتمام سے اپنے پاک کلام میں بار بار فرمایا ہو، اس کے مہتم بالشان ہونے میں کیا تردّد ہو سکتا ہے ان میں سے بہت سی آیات میں تسبیح کے ساتھ دوسرے کلمۂ تمجید یعنی اللہ کی تعریف کرنا اس کی حمد بیان کرنا اور اسی میں الحمد للہ کہنا بھی ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ اوپر کی آیات سے معلوم ہو گیا، اِن کے علاوہ خاص طور پر اللہ کی تعریف کا بیان جو مفہوم ہے الحمدُ لِلّٰہ کا اور آیات میں بھی آیا ہے اور سب سے اہم یہ کہ اللہ جَلّ شانہٗ کے پاک کلام کا شروع ہی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے ہے

اس سے بڑھ کر اس پاک کلمہ کی اور کیا فضیلت ہوگی کہ اللہ جلّ جلالہٗ نے قرآن پاک کا شروع اس سے فرمایا ہے۔

۱ : اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (س فاتحہ ع ۱)

سب تعریف اللہ کو لائق ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

۲ : اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّھِمْ یَعْدِلُوْنَ (س انعام ع ۱)

تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا اور اندھیروں اور نور کو بنایا پھر بھی کافر لوگ (دوسروں کو) اپنے رب کے برابر کرتے ہیں۔

۳ : فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (سورہ انعام ع ۵)

پھر (ہماری گرفت سے) ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی اور تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے (اس کا شکر ہے) جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

۴ : وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ ج (سورۂ اعراف رکوع ۵)

اور (جنّت میں پہنچنے کے بعد) وہ لوگ کہنے لگے تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچا دیا اور کبھی بھی یہاں تک نہ پہنچتے، اگر اللہ جل شانہٗ کو ہم کو نہ پہنچاتے۔

۵ : اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ وَالْاِنْجِیْلِ (س اعراف ع ۱۹)

جو لوگ ایسے رسول نبی اُمّی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

فائدہ :- تورات میں جو صفات حضورؐ کی نقل کی گئی ہیں اُن میں یہ بھی ذکر کیا گیا ہے

کہ اُن کی اُمّت بہت کثرت سے اللہ کی حمد کرنے والی ہے چنانچہ دُرِّ منثور میں کئی روایات سے یہ مضمون نقل کیا گیا ہے۔

۶: اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (پ ۱۱ ع ۳)

(اُن مجاہدوں کے اوصاف جن کے نفوس کو اللہ جلّ شانہٗ نے جنّت کے بدلہ میں خرید لیا ہے یہ ہیں کہ) وہ گناہوں سے توبہ کرنے والے ہیں، اللہ کی حمد کرنے والے ہیں، روزہ رکھنے والے ہیں، یا اللہ کی رضا کے لیے سفر کرنے والے ہیں رکوع اور سجدہ کرنے والے ہیں (یعنی نمازی ہیں) نیک باتوں کا حکم کرنے والے ہیں اور بُری باتوں سے روکنے والے ہیں (تبلیغ کرنے والے ہیں اور اللہ کی حدود کی (یعنی احکام کی) حفاظت کرنے والے ہیں (ایسے) مومنوں کو آپ خوشخبری سُنا دیجئے۔

۷: وَاٰخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

(س ابراھیم ع ۶)

اور آخری پکار اُن کی یہی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے)۔

۸: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ط (سورہ ابراھیم ع ۶)

تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے بڑھاپے میں مجھ کو (دو بیٹے) اسمٰعیل و اسحٰق (علیٰ نبیّنا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام عطا فرمائے تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے (پھر بھی وہ لوگ اس طرف متوجہ نہیں ہوتے۔) بلکہ اکثر ان میں سے ناسمجھ ہیں۔

۹: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

(س نحل ع ۱۰)

۱۰: يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ

جس دن (صُور پھُنکے گا اور تم کو زندہ

بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

(س بنی اسرائیل ع ۵)

کو زندہ کر کے پکارا جائے گا تو تم مجبوراً اس کی حمد (وثنا) کرتے ہوئے حکم کی تعمیل کرو گے اور (ان حالات کو دیکھ کر) گمان کرو گے (کہ تم دنیا اور قبر میں) بہت ہی کم مدت ٹھہرے تھے۔

۱۱: وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِىٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا

(سورہ بنی اسرائیل ع ۱۲)

اور آپ (علی الاعلان کہہ دیجئے کہ تمام تعریف اسی اللہ کے لیے ہے جو نہ اولاد رکھتا ہے اور نہ اس کا کوئی سلطنت میں شریک ہے اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے اور اس کی خوب تکبیر (بڑائی بیان) کیا کیجئے۔

۱۲: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۝

(س کہف ع ۱)

تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے، جس نے اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر کتاب نازل فرمائی اور اس کتاب میں کسی قسم کی ذرا سی بھی کجی نہیں رکھی۔

۱۳: فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ

(سورہ مومنون ع ۲)

(حضرت نوح علیہ السلام کو خطاب ہے کہ جب تم کشتی میں بیٹھ جاؤ) تو کہنا کہ تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں ظالموں سے نجات دی۔

۱۴: وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

(س نمل ع ۲)

اور (حضرت سلیمانؑ اور حضرت داؤدؑ) نے کہا تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی۔

۱۵: قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى (س نمل ع ۵)

آپ (خطبہ کے طور پر) کہیے تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور اس کے ان بندوں پر سلام ہو جن کو اس نے منتخب فرمایا۔

۱۶: وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيَاتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا (س نمل ع ۷)

اور آپ کہہ دیجئے کہ سب تعریفیں اللہ ہی کے واسطے ہیں وہ عنقریب تم کو اپنی نشانیاں دکھاوے گا پس تم اس کو پہچان لوگے۔

۱۷: لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (سورہ قصص ع ۷)

حمد وثنا کے لائق دُنیا اور آخرت میں وہی ہے اور حکومت بھی اسی کے لیے اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

۱۸: قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ط بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (س عنکبوت ع ۶)

آپ کہیئے تمام تعریف اللہ ہی کے واسطے ہے (یہ لوگ مانتے نہیں) بلکہ اکثر ان میں سمجھتے بھی نہیں۔

۱۹: وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ o (س لقمٰن ع ۲)

اور جو شخص کفر کرے (ناشکری کرے) تو اللہ تعالیٰ تو بے نیاز ہے تمام خوبیوں والا ہے۔

۲۰: قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ط بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (سورہ لقمٰن ع ۳)

آپ کہہ دیجیے تمام تعریف اللہ کے لیے ہے (یہ لوگ مانتے نہیں) بلکہ اکثر ان میں سے جاہل ہیں۔

۲۱: اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ o (س لقمٰن ع ۳)

بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ تمام خوبیوں والا ہے۔

۲۲: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي

تمام تعریف اسی اللہ کے لیے ہے جس کی

مِلک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کی حمد (وثنا) ہو گی آخرت میں (کسی دوسرے کی پوچھ نہیں)۔

۲۳: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (س فاطر ع ۱)

تمام تعریف اللہ کے لیے جو آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے اور زمین کا۔

۲۴: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ (س فاطر ع ۳)

اے لوگو تم محتاج ہو اللہ کے اور وہ بے نیاز ہے اور تمام خوبیوں والا ہے۔

۲۵: وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۙ الَّذِیْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ (س فاطر ع ۴)

جب مسلمان جنّت میں داخل ہوں گے تو (ریشمی لباس پہنائے جائیں گے) اور کہیں گے تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے ہم سے (ہمیشہ کیلئے) رنج دور کر دیا، بیشک ہمارا رب بڑا بخشنے والا بڑا قدر کرنے والا ہے جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ کے رہنے کے مقام میں پہنچا دیا نہ ہم کو کوئی کلفت پہنچے گی، اور نہ ہم کو کوئی خستگی پہنچے گی۔

۲۶: وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (س صافات ع ۵)

اور سلام ہو رسولوں پر اور تمام تعریف اللہ ہی کے واسطے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

۲۷: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (س زمر ع ۳)

تمام تعریف اللہ کے واسطے ہے (مگر یہ لوگ سمجھتے نہیں) بلکہ اکثر جاہل ہیں۔ اور

۲۸: وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا

(جب مسلمان جنّت میں داخل ہوں گے تو) کہیں گے کہ تمام تعریف اس اللہ کے واسطے

الْاَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝

(س زمر ع۸)

ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا اور ہم کو اس زمین کا مالک بنادیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں، نیک عمل کرنے والوں کا کیا ہی اچھا بدلہ ہے۔

۲۹: فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

(س جاثیہ ع۴)

پس اللہ ہی کے لیے تمام تعریف ہے جو پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔

۳۰: وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط

(س بروج ع۱)

(ایک کافر بادشاہ کے مسلمانوں کو ستانے اور تکلیفیں دینے کا پہلے ذکر ہے) اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہیں پایا تھا بجز اس کے کہ وہ خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست ہے اور تعریف کا مستحق ہے اسی کے لیے سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی۔

فائدہ:- ان آیات میں اللہ کی حمد اور اس کی تعریف کی ترغیب، اس کا حکم اس کی خبر ہے احادیث میں بھی کثرت سے اللہ کی تعریف کرنے والوں کے فضائل خاص طور پر ذکر کیے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جنت کی طرف سب سے پہلے وہ لوگ بلائے جائیں گے جو ہر حال میں راحت ہو یا تکلیف اللہ کی تعریف کرنے والے ہوں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہ کو اپنی تعریف بہت پسند ہے اور ہونا بھی چاہیئے کہ درحقیقت تعریف کی مستحق صرف اللہ ہی کی ذات پاک ہے، غیر اللہ کی تعریف، کیا جس کے قبضہ میں کچھ بھی نہیں حتّٰی کہ وہ خود بھی اپنے قبضہ میں نہیں، ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن افضل بندے وہ ہوں گے جو کثرت سے اللہ کی حمد و ثنا کرتے رہے ہوں گے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ حمد شکر کی اصل اور بنیاد ہے جس نے اللہ کی حمد نہیں کی اُس نے اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کیا، ایک حدیث میں

آیا ہے کسی نعمت پر حمد کرنا اس نعمت کے زائل ہو جانے سے حفاظت ہے، ایک علیث میں ہے کہ اگر دُنیا ساری کی ساری میری اُمّت میں سے کسی کے ہاتھ میں ہو اور وہ الحمدُ للہ کہے تو یہ کہنا اس سب سے افضل ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب حق تعالیٰ شانُہٗ کوئی نعمت کسی بندہ کو عطا فرماتے ہیں اور وہ اس نعمت پر حمد کرتا ہے تو وہ بڑھ جاتی ہے خواہ نعمت کتنی ہی بڑی ہو۔ ایک صحابیؓ حضورؐ کے پاس بیٹھے تھے انہوں نے آہستہ سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا طَیِّبًا مُّبَارَکًا فِیْہِ کہا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ دُعا کس نے پڑھی وہ صحابی اس سے ڈرے کہ شاید کوئی نامناسب بات ہوگئی ہو۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں ہے اُس نے بُری بات نہیں کہی۔ تب ان صحابیؓ نے عرض کیا کہ یہ دُعا میں نے پڑھی تھی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں نے تیرہ فرشتوں کو دیکھا ہے کہ ہر ایک اُن میں سے اس کی کوشش کرتا تھا کہ اس کلمہ کو سب سے پہلے وہ لے جاتے۔ اور یہ حدیث تو مشہور ہے کہ جو مہتم بالشان کام بغیر اللہ کی تعریف کے شروع کیا جاتے گا، وہ بے برکت ہوگا اسی وجہ سے عام طور پر ہر کتاب، اللہ کی تعریف کے ساتھ شروع کی جاتی ہے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کسی کا بچہ مرجاتا ہے تو حق تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ میرے بندے کے بچے کی رُوح نکال لی، وہ عرض کرتے ہیں کہ نکال لی، پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اس کے دل کے ٹکڑے کو لے لیا، وہ عرض کرتے ہیں بیشک لے لیا، ارشاد ہوتا ہے پھر میرے بندے نے اس پر کیا کہا۔ عرض کرتے ہیں تیری حمد کی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا اس کے بدلے میں جنّت میں ایک گھر اس کے لیے بنادو اور اس کا نام بیت الحمد (تعریف کا گھر) رکھو، ایک حدیث میں آیا ہے، کہ حق تعالیٰ شانُہٗ اس سے بے حد راضی ہوتے ہیں کہ بندہ کوئی لقمہ کھائے یا پانی کا گھونٹ پیے اور اس پر الحمدُ للہ کہے۔

تیسرا کلمہ تہلیل تھا یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا جس کا مُفصّل بیان اس سے پہلے باب میں گذر چکا ہے، چوتھا کلمہ تکبیر کہلاتا ہے، یعنی اللہ کی بڑائی بیان کرنا، اس کی بلندی اور بڑائی کا اقرار کرنا جس کا مصداق اللہ اکبر کہنا بھی ہے وہ ان آیات میں بھی گذر چکا

ہے اِن کے علاوہ صرف تکبیر کا یعنی اللہ کی عظمت اور بڑائی کا بیان بھی بہت سی آیات میں وارد ہوا ہے جن میں سے چند آیات ذکر کی جاتی ہیں۔

۱: وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (س بقرہ ع ۲۳)

اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو، اس بات پر کہ تم کو ہدایت فرمائی اور تاکہ تم شکر کرو اللہ تعالیٰ کا۔

۲: عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ٥ (س رعد ع ۲)

وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے، (سب سے) بڑا ہے اور عالی شان رتبہ والا ہے۔

۳: كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ٥ (حج ع ۵)

اسی طرح اللہ جل شانہٗ نے (قربانی کے جانوروں کو تمہارے لیے مسخر کر دیا، تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو، اس بات پر کہ اُس نے تم کو ہدایت (اور قربانی کرنے کی توفیق دی) اور (محمدؐ) اخلاص والوں کو (اللہ کی رضا کی) خوشخبری سنا دیجیے۔

۴، ۵: وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ٥ (س حج ع ۸، س لقمن ع ۳)

اور بے شک اللہ جل شانہٗ ہی عالی شان اور بڑائی والا ہے۔

۶: حَتّٰى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ٥ (س سبا ع ۳)

جب فرشتوں کو اللہ کی طرف سے کوئی حکم ہوتا ہے تو وہ خوف کے مارے گھبرا جاتے ہیں) یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ پروردگار کا کیا حکم ہے وہ کہتے ہیں کہ فلاں حق بات کا حکم ہوا واقعی وہ عالیشان اور بڑے مرتبے والا ہے۔

۷: فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ٥ (س مؤمن ع ۲)

پس حکم اللہ ہی کے لیے ہے جو عالی شان ہے بڑے رتبہ والا ہے۔

۸ : وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (من جاثیہ ع ۴)

اور اسی (پاک ذات) کے لیے بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی بردست حکمت والا ہے۔

۹ : هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ (من حشر ع ۳)

وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ ہے (سب عیبوں سے) پاک ہے (سب نقصانات سے) سالم ہے امن دینے والا ہے نگہبانی کرنے والا ہے (یعنی آفتوں سے بچانے والا ہے) زبردست ہے، خرابی کا درست کرنے والا ہے، بڑائی والا ہے۔

فائدہ :- ان آیات میں اللہ جل شانہٗ کی بڑائی اور عظمت کی ترغیب اور اس کا حکم فرمایا گیا ہے احادیث میں بھی خصوصیت کے ساتھ اللہ کی بڑائی کا حکم اس کی ترغیب کثرت سے وارد ہوتی ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جب یہ دیکھو کہ کہیں آگ لگ گئی تو تکبیر (یعنی اللہ اکبر کثرت سے) پڑھا کرو، یہ اس کو بجھا دے گی، دوسری حدیث میں ہے کہ تکبیر (یعنی اللہ اکبر کہنا) آگ کو بجھا دیتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ تکبیر کہتا ہے تو اس کا نور زمین سے آسمان تک سب چیزوں کو ڈھانپ لیتا ہے، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ مجھے جبرئیلؑ نے تکبیر کا حکم کیا، ان آیات و احادیث کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و رفعت، اس کی حمد و ثنا اور علو شان کو مختلف عنوانات سے کلام اللہ شریف میں بہت سے مختلف الفاظ سے ذکر فرمایا ہے، ان کے علاوہ بہت سی آیات ایسی ہیں جن میں ان تسبیحات کے الفاظ ذکر نہیں فرماتے لیکن مراد یہ تسبیحات ہیں۔ چنانچہ چند آیات حسب ذیل ہیں۔

۱ : فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ

پس حاصل کر لیے حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمے (ان کے

الرَّحِیْمُ ○ (س بقرہ ع ۴) ذریعہ سے توبہ کی) پس اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ساتھ اس پر توجہ فرمائی بیشک وہی ہے بڑی توبہ قبول کرنیوالا بڑا مہربان۔

فائدہ:۔ ان کلمات کی تفسیر میں مختلف احادیث وارد ہوتی ہیں۔ منجملہ ان کے یہ ہے کہ وہ کلمات یہ تھے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَ بِحَمْدِکَ رَبِّ عَمِلْتُ سُوْٓءًا وَ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْلِیْ اِنَّکَ اَنْتَ خَیْرُ الْغَافِرِیْنَ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَبِحَمْدِکَ رَبِّ عَمِلْتُ سُوْٓءًا وَظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَکَ وَ بِحَمْدِکَ رَبِّ عَمِلْتُ سُوْٓءًا وَ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ط

اس قسم کے مضمون کی اور بھی متعدد احادیث وارد ہوتی ہیں جن کو علامہ سیوطیؒ نے دُرِّمنثور میں لکھا ہے اور ان میں تسبیح و تحمید مذکور ہے۔

۲: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (س انعام ع ۲۰)

جو شخص ایک نیکی لے کر آوے گا، اس کو دس گنا اجر ملے گا اور جو شخص بُرائی لے کر آوے گا اس کو اس کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جو مسلمان ان کا اہتمام کرے جنت میں داخل ہو اور وہ دونوں بہت معمولی چیزیں ہیں مگر ان پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں، ایک یہ کہ سُبْحَانَ اللہِ اَلْحَمْدُ لِلہِ اللہُ اَکْبَرُ ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ پڑھ لیا کرے تو روزانہ ایک سو پچاس مرتبہ (پانچوں نمازوں کے بعد کا مجموعہ) ہو جائے گا اور دس گنا ہو جانے کی وجہ سے پندرہ سو نیکیاں حساب میں شمار کی جائیں گی اور دوسری چیز یہ کہ سوتے وقت اللہُ اَکْبَرُ چونتیس مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلہِ تنتیس مرتبہ سُبْحَانَ اللہِ تنتیس مرتبہ پڑھ لیا کرے تو سو کلمے ہو گئے جن کا ثواب ایک ہزار نیکیاں ہو گئیں، اب ان کی اور دن بھر کی نمازوں کی بعد کی میزان کل دو ہزار پانچ سو نیکیاں ہو

گئیں، بھلا اعمال تولنے کے وقت ڈھائی ہزار بُرائیاں روزانہ کی کس کی ہوں گی جو اِن پر غالب آجائیں بندۂ ناچیز کہتا ہے، صحابۂ کرامؓ میں اگرچہ ایسا کوئی نہ ہوگا جس کی ڈھائی ہزار برائیاں روزانہ ہوں مگر اس زمانہ میں ہم لوگوں کی روزانہ کی بد اعمالیاں روزانہ کی اس سے بھی بدرجہا زائد ہیں، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (رُوحی فِداہُ) نے اپنی شفقت سے بُرائیوں پر نیکیوں کے غالب آجانے کا نسخہ ارشاد فرمادیا۔ عمل کرنا نہ کرنا بیمار کا کام ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ صحابہؓ نے عرض کیا، یا رسُولؐ اللہ یہ کیا بات ہے کہ یہ دونوں چیزیں ایسی سہل اور ان کو کرنے والے بہت کم ہیں۔ حضُور نے ارشاد فرمایا کہ سونے کا وقت ہوتا ہے تو شیطان ان کے پڑھنے سے پہلے ہی سُلا دیتا ہے، اور نماز کا وقت ہوتا ہے تو وہ کوئی ایسی بات یاد دلاتا ہے کہ پڑھنے سے پہلے ہی اُٹھ کر چلا جاوے۔ ایک حدیث میں حضُور نے ارشاد فرمایا کیا تم اس سے عاجز ہو کہ ہزار نیکیاں روزانہ کمایا کرو، کسی نے عرض کیا یا رسُول اللہ ہزار نیکیاں روزانہ کس طرح کمائی جائیں، ارشاد فرمایا کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ سو مرتبہ پڑھو ہزار نیکیاں ہو جائیں گی۔

۳: اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ۝ (س کہف ع ۶)

مال اور اولاد دنیاوی زندگی کی ایک رونق (فقط) ہے اور باقیات صالحات (وہ نیک اعمال جو ہمیشہ رہنے والے ہیں) وہ تمہارے رَبّ کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی (بدرجہا) بہتر ہیں اور اُمید کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں کہ اُن کے ساتھ اُمیدیں قائم کی جائیں بخلاف مال اور اولاد کے کہ اُن سے امیدیں قائم کرنا بے کار ہے۔

۴: وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ۭ وَالْبَاقِيَاتُ الصَّالِحَاتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ

اور اللہ تعالیٰ ہدایت والوں کی ہدایت بڑھاتا ہے اور باقیات صالحات تمہارے رَبّ کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی

مَّرَدًّا ۞ (س مریم ع ۵) بہتر ہیں اور انجام کے اعتبار سے بھی۔

فائدہ :۔ اگرچہ باقیاتِ صالحات (وہ نیک عمل جو ہمیشہ رہنے والے ہیں) میں سارے ہی ایسے اعمال داخل ہیں جن کا ثواب ہمیشہ ملتا رہتا ہے لیکن بہت سی احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اس کا مصداق یہی تسبیحیں ہیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ باقیات صالحات کو کثرت سے پڑھا کرو، کسی نے دریافت کیا کہ وہ کیا چیز ہیں حضور نے ارشاد فرمایا کہ تکبیر (اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا) تہلیل (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنا) تسبیح (سُبْحَانَ اللّٰہِ کہنا) تحمید (اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا) اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ دوسری حدیث میں آیا ہے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو خبردار رہو سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ باقیات صالحات ہی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو اپنی حفاظت کا انتظام کر لو۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہؐ کسی دشمن کے حملہ سے جو درپیش ہے حضورؐ نے فرمایا نہیں بلکہ جہنم کی آگ سے حفاظت کا انتظام کرو اور وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کا پڑھنا ہے کہ یہ قیامت کے دن آگے بڑھنے والے کلمے ہیں (کہ سفارش کریں یا آگے بڑھانے والے ہیں کہ پڑھنے والے کو جنّت کیطرف بڑھاتے ہیں) اور پیچھے رہنے والے ہیں (کہ حفاظت کریں) احسان کرنے والے ہیں اور باقیاتِ صالحات ہیں اور بھی بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے جن کو علامہ سیوطی نے درِ منثور میں ذکر فرمایا ہے۔

۵ : لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۞ اللہ ہی کے واسطے ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی۔ (س زمر ع ۶) (س شوریٰ ع ۲)

فائدہ :۔ حضرت عثمانؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ میں نے حضورؐ سے مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی آسمانوں اور زمین کی کنجیوں کے بارے میں دریافت کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا :۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاہِرُ وَالْبَاطِنُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہیں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضِ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہیں اور یہ عرش کے خزانہ سے نازل ہوئی اور بھی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔

۶: اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُہٗ (س فاطر ع ۲)

اسی کی طرف اچھے کلمے پہنچتے ہیں، اور نیک عمل ان کو پہنچاتا ہے۔

فائدہ :۔ کلمہ طیبہ کے بیان میں بھی اس آیت کا ذکر گذر چکا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم تمہیں کوئی حدیث سناتے ہیں تو قرآن شریف سے اس کی سند اور تائید بتا دیتے ہیں مسلمان جب سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ تَبَارَکَ اللّٰہُ پڑھتا ہے تو فرشتہ اپنے پروں میں نہایت احتیاط سے ان کلموں کو آسمان پر لے جاتا ہے اور جس آسمان پر گذرتا ہے اس کے فرشتے اس پڑھنے والے کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور اس کی تائید یہ آیت شریفہ اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ ہے۔ حضرت کعبؓ احبار فرماتے ہیں کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کے لیے عرش کے گرد اگرد ایک بھنبھناہٹ ہے جس میں اپنے پڑھنے والوں کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔ بعض روایات میں حضرت کعبؓ نے حضورؐ سے یہ مضمون نقل کیا ہے اور ایک دوسرے صحابی حضرت نعمانؓ نے بھی اس قسم کا مضمون خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے نقل کیا ہے۔

فصل ــــــ دوم

ان احادیث کے بیان میں جن میں ان کلمات کی فضیلت اور ترغیب فرمائی گئی ہے۔

۱: عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ اِلَی

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو ایسے کلمے ہیں کہ زبان پر بہت ہلکے اور ترازو میں بہت وزنی اور اللہ کے نزدیک بہت محبوب ہیں وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ

الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ (رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجۃ کذا فی الترغیب) اور سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ ہیں۔

فائدہ :- زبان پر ہلکے کا مطلب یہ ہے کہ پڑھنے میں نہ وقت خرچ ہو کہ بہت مختصر ہیں نہ یاد کرنے میں کوئی وقت یا دیر لگے اس کے باوجود جب اعمال کے تولنے کا وقت آئیگا تو ترازو میں ان کلموں کی کثرت کی وجہ سے بہت زیادہ وزن ہو جائے گا، اور اگر کوئی بھی فائدہ نہ ہوتا تو بھی اس سے بڑھ کر کیا چیز تھی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ دو کلمے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری کو اِن ہی دو کلموں پر ختم فرمایا اور یہی حدیث کتاب کے ختم پر ذکر فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں ارشادِ نبوی ہے کہ کوئی شخص تم میں سے اس بات کو نہ چھوڑے کہ ہزار نیکیاں روزانہ کر لیا کرے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سو مرتبہ پڑھ لیا کرے، ہزار نیکیاں ہو جائیں گی، اتنے گناہ تو انشاء اللہ روزانہ کے ہوں گے بھی نہیں اور اس تسبیح کے علاوہ جتنے نیک کام کیے ہوں گے ان کا ثواب علیحدہ نفع میں رہا ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح و شام ایک ایک تسبیح سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کی پڑھے اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے خواہ سمندر کی جاگوں سے بھی زیادہ ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اللّٰہُ اَکْبَرُ سے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے (سردی میں) درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔

۲: عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اُخْبِرُکَ بِاَحَبِّ الْکَلَامِ اِلَی اللّٰہِ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَخْبِرْنِیْ بِاَحَبِّ الْکَلَامِ اِلَی اللّٰہِ فَقَالَ اِنَّ اَحَبَّ الْکَلَامِ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَ

حضرت ابوذر رض فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے بتاؤں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کلام کیا ہے میں نے عرض کیا ضرور بتاویں ارشاد فرمایا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ دوسری حدیث میں ہے سُبْحَانَ رَبِّیْ وَبِحَمْدِہٖ ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ اللہ نے جس چیز کو اپنے فرشتوں کے لیے اختیار فرمایا

اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ۔

وہی افضل ترین ہے اور وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ ہے۔

(رواہ مسلم والنسائی والترمذی الا انہ قال سُبْحَانَ رَبِّیْ وَ بِحَمْدِہٖ وَقَالَ حسن صحیح وعزاہ السیوطی فی الجامع الصغیر الی مسلم واحمد والترمذی ورقم لہ بالصحۃ وفی روایۃ لمسلم اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُئِلَ اَیُّ الْکَلَامِ اَفْضَلُ قَالَ مَا اصْطَفَی اللّٰہُ لِمَلٰئِکَتِہٖ اَوْ لِعِبَادِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ کذا فی الترغیب قلت واخرج الاخیر الحاکم وصححہ علی شرط مسلم واقرہ علیہ الذہبی وذکرہ السیوطی فی الجامع بروایۃ احمد عن رجل مختصرا ورقم لہ بالصحۃ)

فائدہ:- پہلی فصل کی کئی آیتوں میں یہ مضمون گذر چکا ہے کہ ملائکہ جو عرش کے قریب ہیں اور اُن کے علاوہ سب اللہ کی شانہٗ کی تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے ہیں۔ اُن کا مشغلہ یہی ہے کہ وہ اللہ کی پاکی بیان کرنے میں اور حمد کرنے میں مشغول رہیں۔ اسی وجہ سے جب آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا وقت ہوا تو اُنھوں نے یہی بارگاہِ الٰہی میں ذکر کیا کہ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَ نُقَدِّسُ لَکَ جیسا کہ اس سے پہلی فصل کی پہلی آیت میں گذر چکا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آسمان (عظمتِ الٰہی کے بوجھ سے) بولتا ہے۔ (چرچراتا ہے جیسا کہ چارپائی وغیرہ وزن سے بولنے لگتی ہے) اور آسمان کے لیے حق ہے کہ وہ بولے (کہ ہیبت کا بوجھ سخت ہوتا ہے) قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ آسمان میں ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدہ کی حالت میں اللہ کی تسبیح و تحمید میں مشغول نہ ہو۔

۳: عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ اَبِیْ طَلْحَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ جَدِّہٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ کہے اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی اور جو شخص سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ سو مرتبہ پڑھے گا اُس کے لیے ایک لاکھ چوبیس

الْجَنَّةَ اَوْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ	ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی۔ صحابہؓ نے عرض
وَمَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ	کیا یا رسول اللہ ایسی حالت میں تو کوئی
مِائَةَ مَرَّةٍ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ	بھی (قیامت میں) ہلاک نہیں ہو سکتا (کہ
مِائَةَ اَلْفِ حَسَنَةٍ وَّاَرْبَعًا	نیکیاں غالب ہی رہیں گی) حضورؐ نے
وَّعِشْرِيْنَ اَلْفَ حَسَنَةٍ قَالُوْا	فرمایا (بعض لوگ پھر بھی ہلاک ہوں گے
يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِذًا لَّا يَهْلِكُ مِنَّا	اور کیوں نہ ہوں) بعض آدمی اتنی نیکیاں
اَحَدٌ قَالَ بَلٰى اِنَّ اَحَدَكُمْ	لے کر آئیں گے کہ اگر پہاڑ پر رکھ دی جائیں
لَيَجِيْئُ بِالْحَسَنَاتِ لَوْ وُضِعَتْ	تو وہ دب جائے لیکن اللہ کی نعمتوں
عَلٰى جَبَلٍ اَثْقَلَتْهُ ثُمَّ تَجِيْئُ	کے مقابلہ میں وہ کالعدم ہو جائیں گی، البتہ
النِّعَمُ فَتَذْهَبُ بِتِلْكَ ثُمَّ	اللہ جل شانہٗ پھر اپنی رحمت اور فضل سے
يَتَطَاوَلُ الرَّبُّ بَعْدَ ذٰلِكَ بِرَحْمَتِهٖ	دستگیری فرمائیں گے۔

(رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد کذا فی الترغیب قلت واقرہ علیہ الذہبی)

فائدہ:- اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں دب جانے اور کالعدم ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں جہاں نیکیاں اور برائیاں تولی جائیں گی وہاں اس چیز کا بھی مطالبہ اور محاسبہ ہوگا کہ اللہ جل شانہٗ نے جو نعمتیں عطا فرمائی تھیں ان کا کیا حق ادا کیا، اور کیا شکر ادا کیا۔ بندہ کے پاس ہر چیز اللہ ہی کی عطا کی ہوئی ہے، ہر چیز کا ایک حق ہوتا ہے اس حق کی ادائیگی کا مطالبہ ہوتا ہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ اَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ الحدیث (فی المشکوٰۃ بروایۃ المسلم قلت ورواہ ابو داؤد وابن ماجۃ) جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر صبح کو ہر آدمی کے ہر جوڑ اور ہر ہڈی پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے، دوسری حدیث میں ہے کہ آدمی میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اس کے ذمہ ضروری ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے ایک صدقہ کرے یعنی اس بات کے شکر میں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے سونے کے بعد جو مر جانے کے مشابہ حالت تھی پھر از سر نو زندگی بخشی اور ہر عضو صحیح سالم رہا۔ صحابہؓ نے عرض کیا اتنا صدقہ روزانہ

کرنے کی طاقت کون رکھتا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہر تسبیح صدقہ ہے، ہر تکبیر صدقہ ہے، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے، اللہُ اکبر کہنا صدقہ ہے، راستہ سے کسی تکلیف دینے والی چیز کا ہٹا دینا صدقہ ہے، غرض بہت سے صدقات شمار کرائے اس قسم کی اور بھی احادیث ہیں جن میں سے آدمی کی اپنی ذات میں جو اللہ کی نعمتیں ہیں اِن کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ کھانے پینے راحت و آرام کے متعلق جتنی اللہ کی نعمتیں ہر وقت میسر ہوتی ہیں وہ مزید برآں۔

قرآنِ پاک میں سورۃ اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ میں بھی اس کا ذکر ہے کہ قیامت میں اللہ کی نعمتوں سے بھی سوال ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بدن کی صحت، کانوں کی صحت آنکھوں کی صحت سے سوال ہوگا کہ اللہ کی یہ نعمتیں اپنے لطف سے عطا فرمائیں اِن کو کس کام میں خرچ کیا (یا چوپاؤں کی طرح صرف پیٹ پالنے میں خرچ کیا) چنانچہ دوسری جگہ سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا (کان، آنکھ، دِل ہر شخص سے اِن سب کی قیامت کے دِن پوچھ ہوگی کہ ان چیزوں کا استعمال کہاں کیا) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جن نعمتوں سے سوال ہوگا، اِن میں بے فکری جو اللہ کی بڑی دولت ہے اور صحتِ بدن بھی ہے، مجاہدؒ کہتے ہیں کہ دُنیا کی ہر لذت نعمتوں میں داخل ہے جن سے سوال ہوگا حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس میں عافیت بھی داخل ہے۔ ایک شخص نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ (پھر اُس دِن نعمتوں سے بھی سوال کیے جاؤ گے) کا مطلب کیا ہے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ گیہوں کی روٹی اور ٹھنڈا پانی مُراد ہے کہ اس سے بھی سوال ہوگا اور رہنے کے لیے مکان سے بھی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسُولؐ اللہ کن نعمتوں کا سوال ہوگا آدھی بھوک روٹی ملتی ہے اور وہ بھی جَو کی (پیٹ بھر آئی روٹی بھی میسر نہیں) وحی نازل ہوئی، کیا پاؤں میں جوتا نہیں پہنتے، کیا ٹھنڈا پانی نہیں پیتے یہ بھی تو اللہ کی نعمتیں ہیں، ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض صحابہؓ نے اس آیت شریفہ کے نازل ہونے پر عرض کیا، یا

رسول اللہؐ کن نعمتوں سے سوال ہوگا، کھجور اور پانی صرف یہ دو چیزیں کھانے پینے کو ملتی ہیں، اور ہماری تلواریں (جہاد کے لیے) ہر وقت کندھوں پر رہتی ہیں اور دشمن (کافر کوئی نہ کوئی) مقابل (جس کی وجہ سے وہ دو چیزیں بھی اطمینان اور بے فکری سے نصیب نہیں ہوتیں) حضورؐ نے فرمایا کہ عنقریب نعمتیں میسر ہونے والی ہیں۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت میں جن نعمتوں سے سوال ہوگا اِن میں سب سے اول یہ ہوگا کہ ہم نے تیرے بدن کو تندرستی عطا فرمائی (یعنی اس تندرستی کا کیا حق ادا کیا اور اس میں اللہ کی رضا کی کیا خدمت ادا کی) اور ہم نے ٹھنڈے پانی سے تجھ کو سیراب کیا (درحقیقت اللہ کی بڑی نعمت ہے جہاں ٹھنڈا پانی میسر نہیں ہوتا اِن سے کوئی اس کی قدر پوچھے، یہ اللہ کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ حد نہیں مگر ہم لوگوں کو اس کے نعمتِ عظمیٰ ہونے کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا چہ جائیکہ اس کا شکر اس کی ادائیگی حق) ایک حدیث میں وارد ہے کہ جن نعمتوں سے سوال ہوگا یہ ہیں، وہ روٹی کا ٹکڑا جس سے پیٹ بھرا جاتا ہے۔ وہ پانی جس سے پیاس بجھائی جاتی ہے وہ کپڑا جس سے بدن ڈھانکا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ دوپہر کے وقت سخت دھوپ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ پریشان ہو کر گھر سے چلے۔ مسجد میں پہنچے ہی تھے کہ حضرت عمرؓ بھی اسی حالت میں تشریف لے آئے۔ حضرت ابوبکرؓ کو بیٹھا ہوا دیکھ کر دریافت کیا کہ تم اس وقت یہاں کہاں فرمایا کہ بھوک کی بے تابی نے پریشان کیا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا، واللہ اسی چیز نے مجھے بھی مجبور کیا کہ کہیں جاؤں، یہ دونوں حضرات یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ سردارِ دو عالم نبیِّ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اِن کو دیکھ کر دریافت فرمایا کہ تم اس وقت کہاں؟ عرض کیا، یا رسول اللہ بھوک نے پریشان کیا جس سے مضطرب ہو کر نکل پڑے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اسی مجبوری سے میں بھی آیا ہوں۔ تینوں حضرات اکٹھے ہو کر حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان پر پہنچے، وہ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ بیوی نے بڑی مسرت و افتخار سے اِن حضرات کو بٹھایا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا ابو ایوب کہاں گئے ہیں۔ عرض کیا ابھی حاضر ہوتے ہیں کسی ضرورت سے گئے ہوئے ہیں، اتنے میں ابو ایوب بھی حاضر ہوگئے اور فرطِ خوشی میں کھجور کا ایک بڑا سا خوشہ توڑ لائے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ

سارا خوشہ گیہوں توڑا، اس میں کچی اور آدھ کچری بھی ٹوٹ گئیں۔ چھانٹ کر پکی ہوئی توڑ لیتے انہوں نے عرض کیا، اس خیال سے توڑا کہ ہر قسم کی سامنے ہوں جو پسند ہو وہ نوش فرمائیں (کہ بعض مرتبہ پکی ہوئی سے آدھ کچری زیادہ پسند ہوتی ہیں) خوشہ سامنے رکھ کر جلدی سے گئے اور ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور جلدی جلدی کچھ تو ویسے ہی بھون لیا کچھ سالن تیار کر لیا۔ حضورؐ نے ایک روٹی میں تھوڑا سا گوشت رکھ کر ابو ایوبؓ کو دیا کہ یہ فاطمہؓ کو پہنچا دو، اس کو بھی کئی دن سے کچھ نہیں مل سکا، وہ فوراً پہنچا کر آئے، ان حضرات نے بھی سیر ہو کر نوش فرمایا، اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو یہ اللہ کی نعمتیں ہیں، روٹی ہے گوشت ہے ہر قسم کی کچی اور پکی کھجوریں ہیں، یہ فرما کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور ارشاد فرمایا، اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہی وہ نعمتیں ہیں جن سے قیامت میں سوال ہوگا، جن حالات کے تحت میں اس وقت یہ چیزیں میسّر ہوتی تھیں اُن کے لحاظ سے) صحابہؓ کو بڑی گرانی اور فکر پیدا ہو گیا (کہ ایسی مجبوری اور اضطرار کی حالت میں یہ چیزیں میسّر آئیں اور ان پر سوال وحساب ہوگا) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا ذکر ادا کرنا تو ضروری ہے ہی۔ جب اس قسم کی چیزوں پر ہاتھ ڈالو تو اوّل بِسْمِ اللہ پڑھو اور جب کھا چکو تو کہو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هُوَ اَشْبَعَنَا وَاَنْعَمَ عَلَیْنَا وَاَفْضَلَ (تمام تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہم کو پیٹ بھر کر کھلایا اور ہم پر انعام فرمایا اور بہت زیادہ عطا فرمایا) اس دُعا کا پڑھنا شکر ادا کرنے میں کافی ہے۔ اس قسم کے واقعات کئی مرتبہ پیش آئے جو متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے ذکر کیے گئے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ ابو الہیثمؓ مالک بن تیہان کے مکان پر تشریف لے جانے کی نوبت پیش آئی۔ اسی قسم کا ایک واقعہ ایک اور صاحب سے پیش آیا جن کو واقفیؓ کہا جاتا تھا۔ حضرت عمرؓ کا گذر ایک شخص پر ہوا جو کوڑھی بھی تھا اور اندھا، بہرا، گونگا بھی تھا۔ آپ نے ساتھیوں سے فرمایا کہ تم لوگ اللہ کی کچھ نعمتیں اس شخص پر بھی دیکھتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کے پاس کونسی نعمت ہے، آپ نے ارشاد فرمایا کیا پیشاب سہولت سے نہیں کر سکتا؟ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قیامت میں تین دربار ہیں ایک

دربار میں نیکیوں کا حساب ہے دُوسرے میں اللہ کی نعمتوں کا حساب ہے۔ تیسرے میں گناہوں کا مطالبہ ہے۔ نیکیاں نعمتوں کے مقابلہ میں ہو جائیں گی اور بُرائیاں باقی رہ جائیں گی، جو اللہ کے فضل کے تحت میں ہوں گی، ان سب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ کی جس قدر نعمتیں ہر آن اور ہر دم آدمی پر ہوتی ہیں ان کا شکر کرنا ان کا حق ادا کرنا بھی آدمی کے ذمّہ ہے اس لیے جتنی مقدار بھی نیکیوں کی پیدا ہو سکے ان کو حاصل کرنے میں کمی نہ کرے اور کسی مقدار کو بھی زیادہ نہ سمجھے کہ وہاں پہنچ کر معلوم ہو گا کتنے کتنے گناہ ہم نے اپنی آنکھ ناک کان اور بدن کے دُوسرے حصّوں سے ایسے کیے ہیں جن کو ہم گناہ سمجھتے ہی نہ تھے حضُور کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کی قیامت میں اللہ کے یہاں پیشی نہ ہو کہ اس وقت نہ کوئی پردہ درمیان میں حائل ہو گا نہ ترجمان (وکیل وغیرہ) دائیں طرف دیکھے گا تو اپنے اعمال کا انبار ہو گا، بائیں طرف دیکھے گا تب بھی یہی منظر ہو گا۔ جس قسم کے بھی اچھے یا بُرے اعمال کیے ہیں وہ سب ساتھ ہوں گے، جہنّم کی آگ سامنے ہو گی، اس لیے جہاں تک ممکن ہو صدقہ سے جہنم کی آگ کو دفع کرو، خواہ کھجُور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں سب سے اوّل یہ سوال ہو گا کہ ہم نے تجھے بدن کی صحت عطا کی، اور ٹھنڈا پانی پینے کو دیا (یعنی ان چیزوں کا کیا حق ادا کیا) دوسری حدیث میں ہے کہ اس وقت تک آدمی حساب کے میدان سے نہ ہٹ سکے گا جب تک پانچ چیزوں کا سوال نہ ہو جاتے۔ عُمر کس کام میں خرچ کی؟ جوانی (کی قوّت) کس مشغلہ میں صرف کی؟ مال کس طریقہ سے کمایا اور کس طریقہ سے خرچ کیا (یعنی کمائی کے اور خرچ کے طریقے جائز تھے یا ناجائز) جو کچھ علم حاصل کیا (خواہ کسی درجہ کا ہو) اس میں کیا عمل کیا (یعنی جو مسائل معلوم تھے ان پر عمل کیا یا نہیں)۔

۴: عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقِيْتُ اِبْرَاهِيْمَ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ

حضُورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شبِ معراج میں جب میری مُلاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی، تو اُنھوں نے فرمایا کہ اپنی اُمّت کو میرا سلام کہہ دینا اور

اِقْرَأْ اُمَّتَكَ مِنِّي السَّلَامَ وَ
اَخْبِرْهُمْ اَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ
التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَاءِ وَاَنَّهَا
قِيْعَانٌ وَاَنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ
اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ
اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ (رواه الترمذی
والطبرانی فی الصغیر والاوسط وزاد
لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وقال
الترمذی حسن غریب من ھذا الوجہ
ورواه الطبرانی ایضاً باسناد واہ
من حدیث سلمان الفارسی) وَعَنِ ابْنِ
عَبَّاسٍ رض مَرْفُوْعًا مَنْ قَالَ سُبْحَانَ
اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ
اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ غُرِسَ لَهٗ
بِكُلِّ وَاحِدَةٍ مِنْهُنَّ شَجَرَةٌ فِي
الْجَنَّةِ (رواه الطبرانی واسناده حسن
لاباس بہ فی المتابعات) وَعَنْ جَابِرٍ
مَرْفُوْعًا مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ
الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ غُرِسَتْ لَهٗ
نَخْلَةٌ فِي الْجَنَّةِ۔

یہ کہنا کہ جنت کی نہایت عمدہ پاکیزہ مٹی ہے
اور بہترین پانی، لیکن وہ بالکل چٹیل میدان ہے
اور اس کے پودے (درخت) سُبْحَانَ اللّٰهِ
وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ہیں (جتنے کسی کا دل چاہے درخت
لگالے) ایک حدیث میں اس کے بعد لَاحَوْلَ
وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ بھی ہے دوسری
حدیث میں ہے کہ ان کلموں میں سے ہر کلمہ
کے بدلے ایک درخت جنت میں لگایا جاتا
ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص سُبْحَانَ
اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھے گا
ایک درخت جنت میں لگایا جاوے گا، ایک
حدیث میں ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ
وسلم تشریف لے جا رہے تھے حضرت
ابوہریرہ کو دیکھا کہ ایک پودا لگا رہے ہیں
دریافت فرمایا کیا کر رہے ہو انہوں نے
عرض کیا درخت لگا رہا ہوں، ارشاد فرمایا میں
بتاؤں بہترین پودے جو لگاتے جاویں سُبْحَانَ
اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ہر کلمہ سے
ایک درخت جنت میں لگتا ہے۔

(رواه الترمذی وحسنہ والنسائی الا انہ قال شجرة وابن حبان فی صحیحہ والحاکم فی
الموضعین باسنادین قال فی احدھما علی شرط مسلم وفی الاخر علی شرط البخاری وذکره
فی الجامع الصغیر بروایۃ الترمذی وابن حبان والحاکم ورقم لہ بالصحۃ) وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رض

أنّ النّبيّ صلّى الله عليه وسلّم مرّ به وهو يغرس الحديث رواه ابن ماجة باسناد حسن والحاكم وقال صحيح الاسناد كذا في الترغيب وعزاه في الجامع الى ابن ماجة والحاكم ورقم له بالصحة قلت وفي الباب من حديث ابي ايوب مرفوعا رواه احمد باسناد حسن وابن ابي الدنيا وابن حبان في صحيحه ورواه ابن ابي الدنيا والطبراني من حديث ابن عمر رض ايضاً مرفوعاً مختصراً الا ان في حديثهما الحوقلة فقط كما في الترغيب قلت وذكر السيوطي في الدر حديث ابن عباس رض مرفوعا بلفظ حديث ابن مسعود رض وقال اخرجه ابن مردويه وذكره ايضاً حديث مسعود وقال اخرجه الترمذي وحسنه والطبراني وابن مردويه قلت وذكره في الجامع الصغير برواية الطبراني ورقم له بالصحة وذكره في مجمع الزوائد عدة روايات في معنى هذا الحديث)

فائدہ:۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبیناو علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلام بھیجا ہے اس لیے علماء نے لکھا ہے کہ جس شخص کے پاس یہ حدیث پہنچے اس کو چاہیے کہ حضرت خلیل اللہ کے سلام کے جواب میں وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ کہے۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ جنت کی مٹی بہترین ہے اور میٹھا پانی، اس کے دو مطلب ہیں، اوّل یہ کہ صرف اس جگہ کی حالت کا بیان کرنا ہے کہ بہترین جگہ ہے جس کی مٹی کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ مشک وزعفران کی ہے اور پانی نہایت لذیذ۔ ایسی جگہ ہر شخص اپنا مسکن بنانا چاہتا ہے اور تفریح وراحت کے لیے باغ وغیرہ لگانے کے اسباب مُہیّا ہوں تو کون چھوڑ سکتا ہے، دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ زمین بہتر اور پانی بہتر ہو، وہاں پیداوار بہت اچھی ہوتی ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ سُبحان اللہ کہہ دینے سے ایک درخت وہاں قائم ہو جاوے گا، اور پھر وہ جگہ اور پانی کی عمدگی کی وجہ سے خود ہی نشوونما پاتا رہے گا۔ صرف ایک مرتبہ بیج ڈال دینا ہے باقی سب کچھ خود ہی ہو جاتے گا۔ اس حدیث میں جنّت کو چٹیل میدان فرمایا ہے اور جن احادیث میں جنّت کا حال بیان کیا گیا ہے، اُن میں جنت میں ہر قسم کے میوے باغ، درختوں وغیرہ کا موجود ہونا بتایا گیا ہے بلکہ جنت کے معنٰی ہی باغ کے ہیں، اس لیے بظاہر

اشکال واقع ہوتا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اصل کے اعتبار سے وہ میدان ہے لیکن جس حالت پر وہ نیک عمل لوگوں کو دی جاتے گی اُن کے اعمال کے موافق اس میں باغ اور درخت وغیرہ موجود ہوں گے دوسری توجیہ بعض علماء نے یہ فرمائی کہ جنت کے وہ باغ وغیرہ ان اعمال کے موافق ملیں گے، جب ان اعمال کی وجہ سے اور ان کے برابر ملے تو گویا یہ اعمال ہی درختوں کا سبب ہوتے۔ تیسری توجیہہ یہ فرمائی گئی ہے کہ کم سے کم مقدار جو ہر شخص کے حصّہ میں ہے وہ ساری دُنیا سے کہیں زائد ہے اس میں بہت سے حصّہ میں خود اپنے اصلی باغ موجود ہیں اور بہت سا حصّہ خالی پڑا ہوا ہے جتنا کوئی ذکر تسبیح وغیرہ کرے گا، اتنے ہی درخت اور لگ جائیں گے، شیخ المشائخ حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ارشاد جو کوکب دُری میں نقل کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس کے سارے درخت خمیر کی طرح سے ایک جگہ مجتمع ہیں۔ ہر شخص جس قدر اعمالِ خیر کرتا رہتا ہے، اتنا ہی اس کے حصّہ کی زمین میں لگتے رہتے اور نشو و نما پاتے رہتے ہیں۔

۵: عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ ھَالَہُ اللَّیْلُ اَنْ یُّکَابِدَہٗ اَوْ بَخِلَ بِالْمَالِ اَنْ یُّنْفِقَہٗ اَوْ جَبُنَ عَنِ الْعَدُوِّ اَنْ یُّقَاتِلَہٗ فَلْیُکْثِرْ مِنْ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ فَاِنَّھَا اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ جَبَلِ ذَھَبٍ یُّنْفِقُہٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص رات کی مشقت جھیلنے سے ڈرتا ہو (کہ راتوں کو جاگنے اور عبادت میں مشغول رہنے سے قاصر ہو) یا بُخل کی وجہ سے مال خرچ کرنا دشوار ہو یا بُزدلی کی وجہ سے جہاد کی ہمت نہ پڑتی ہو اُس کو چاہیے کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کثرت سے پڑھا کرے کہ اللہ کے نزدیک یہ کلام پہاڑ کے بقدر سونا خرچ کرنے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

---

[1] یہ عربی میں ترمذی شریف کی شرح ہے۔

(رواہ الفریابی والطبرانی واللفظ لہ وھو حدیث غریب ولا بأس باسنادہ انشاءاللہ

کذا فی الترغیب وفی مجمع الزوائد رواہ الطبرانی وفیہ سلیمان بن احمد الواسطی و ثقہ

عیدان و ضعفہ الجمھور والغالب علی بقیۃ رجالہ التوثیق و فی الباب

عن ابی ھریرۃ مرفوعًا اخرجہ ابن مردویہ و ابن عباس رض ایضًا عند ابن

مردویہ کذا فی الدر)

فائدہ :- کس قدر اللہ کا فضل ہے کہ ہر قسم کی مشقت سے بچنے والوں کے لیے بھی فضائل اور درجات کا دروازہ بند نہیں فرمایا، راتوں کو جاگا نہیں جاتا، کنجوسی سے پیسہ خرچ نہیں ہوتا، بزدلی اور کم ہمتی کی وجہ سے جہاد جیسا مبارک عمل نہیں ہوتا، اس کے بعد بھی اگر دین کی قدر ہے آخرت کا فکر ہے تو اس کے لیے راستہ کھلا ہوا ہے۔ پھر بھی کچھ کما نہ سکے تو کم نصیبی کے سوا اور کیا ہے۔ پہلے یہ مضمون ذرا تفصیل سے گذر چکا ہے۔

۶: عَنْ سُمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحَبُّ الْكَلَامِ اِلَى اللّٰهِ اَرْبَعٌ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ لَا يَضُرُّكَ بِاَيِّهِنَّ بَدَاْتَ

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب چار کلمے ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ان میں سے جس کو چاہے پہلے پڑھے اور جس کو چاہے بعد میں (کوئی خاص ترتیب نہیں) ایک حدیث میں ہے کہ یہ کلمے قرآن پاک میں بھی موجود ہیں۔

(رواہ مسلم وابن ماجۃ والنسائی وزاد وھن من القرآن و رواہ النسائی ایضًا

وابن حبان فی صحیحہ من حدیث ابی ھریرۃ رض کذا فی الترغیب وعزا السیوطی حدیث سمرۃ

الی احمد ایضًا ورقم لہ بالصحۃ و حدیث ابی ھریرۃ رض الی مسند الفردوس

للدیلمی ورقم لہ ایضًا بالصحۃ)

فائدہ: یعنی قرآن پاک کے الفاظ میں بھی یہ کلمے کثرت سے وارد ہوتے ہیں، اور قرآن پاک

میں ان کا حکم اور ان کی ترغیب وارد ہوتی ہے۔ چنانچہ پہلی فصل میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ عیدوں کو ان کلموں کے ساتھ مزین کیا کرو، یعنی عید کی زینت یہ ہے کہ ان کلموں کا کثرت سے ورد کیا جاتے۔

۷ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ اِنَّ الْفُقَرَاءَ الْمُهَاجِرِیْنَ اَتَوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا قَدْ ذَهَبَ اَهْلُ الدُّثُوْرِ بِالدَّرَجَاتِ الْعُلٰی وَالنَّعِیْمِ الْمُقِیْمِ فَقَالَ مَا ذَاكَ قَالُوْا یُصَلُّوْنَ كَمَا نُصَلِّیْ وَیَصُوْمُوْنَ كَمَا نَصُوْمُ وَیَتَصَدَّقُوْنَ وَلَا نَتَصَدَّقُ وَیُعْتِقُوْنَ وَلَا نُعْتِقُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَفَلَا اُعَلِّمُكُمْ شَیْئًا تُدْرِكُوْنَ بِهٖ مَنْ سَبَقَكُمْ وَتَسْبِقُوْنَ بِهٖ مَنْ بَعْدَكُمْ وَلَا یَكُوْنُ اَحَدٌ اَفْضَلَ مِنْكُمْ اِلَّا مَنْ صَنَعَ مِثْلَ مَا صَنَعْتُمْ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ تُسَبِّحُوْنَ وَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ فقراء مہاجرین جمع ہو کر حاضر ہوتے اور عرض کیا، یا رسول اللہؐ یہ مالدار سارے بلند درجے لے اڑے اور ہمیشہ کی رہنے والی نعمت انہیں کے حصہ میں آگئی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کیوں عرض کیا کہ نماز روزہ میں تو یہ ہمارے شریک ہیں کہ ہم بھی کرتے ہیں یہ بھی، اور مالدار ہونے کی وجہ سے یہ لوگ صدقہ کرتے ہیں، غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم ان چیزوں سے عاجز ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں کہ تم اس پر عمل کر کے اپنے سے پہلوں کو پکڑ لو اور بعد والوں سے بھی آگے بڑھے رہو اور کوئی شخص تم سے اس وقت تک افضل نہ ہو جب تک ان ہی اعمال کو نہ کرے صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتا دیجئے۔ ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے بعد سبحان اللہ، الحمد للہ اللہ اکبر ۳۳، ۳۳ مرتبہ پڑھ لیا کرو (ان حضرات نے شروع کر دیا مگر اس زمانہ کے

تُكَبِّرُوْنَ وَ تَحْمَدُوْنَ دُبُرَ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِيْنَ مَرَّةً قَالَ اَبُوْ صَالِحٍ فَرَجَعَ فُقَرَاءُ الْمُهَاجِرِيْنَ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا سَمِعَ اِخْوَانُنَا اَهْلُ الْاَمْوَالِ بِمَا فَعَلْنَا فَفَعَلُوْا مِثْلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ

مالدار بھی اسی نمونہ کے تھے انہوں نے بھی معلوم ہونے پر شروع کر دیا) تو فقراء دوبارہ حاضر ہوتے کہ یا رسول اللہؐ ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی سُن لیا اور وہ بھی یہی کرنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے اس کو کون روک سکتا ہے ایک دوسری حدیث میں بھی اسی طرح یہ قصّہ ذکر کیا گیا، اس میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تمہارے لیے بھی اللہ نے صدقہ کا قائم مقام بنا رکھا ہے سُبحان اللہ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے، الحمدُ للہ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے، بیوی سے صحبت کرنا صدقہ ہے صحابہؓ نے تعجب سے عرض کیا یا رسول اللہؐ بیوی سے ہمبستری میں اپنی شہوت پوری کرے اور یہ صدقہ ہو جائے۔ حضورؐ نے فرمایا اگر حرام میں مبتلا ہو تو گناہ ہو گا یا نہیں، صحابہؓ نے عرض کیا ضرور ہو گا، ارشاد فرمایا، اسی طرح حلال میں صدقہ اور اجر ہے۔

(متفق علیہ ولیس قول ابی صالح الی اٰخرہ الا عندہ مسلم وفی روایۃ للبخاری تُسَبِّحُوْنَ فِيْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ عَشْرًا وَّ تَحْمَدُوْنَ عَشْرًا وَّ تُكَبِّرُوْنَ عَشْرًا بَدَلَ ثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِيْنَ كذا فی المشکوٰۃ وَعَنْ ابی ذرؓ بنحو ھذا الحدیث وفیہ اِنَّ بِكُلِّ تَسْبِيْحَةٍ صَدَقَةً وَّبِكُلِّ تَحْمِيْدَةٍ صَدَقَةً وَفِيْ بُضْعِ اَحَدِكُمْ صَدَقَةً قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَاْتِيْ اَحَدُنَا

شَهْوَتَهٗ يَكُوْنُ لَهٗ فِيْهَا اَجْرٌ الحديث اخرجه احمد وفی الباب عن ابی الدرداء عند احمد)

فائدہ:۔ مطلب یہ ہے کہ اس نیّت سے صحبت کرنا کہ حرام کاری سے بچے ثواب اور اجر کا سبب ہے۔ اِسی قصّہ کو ایک دوسری حدیث میں اس اشکال کے جواب میں کہ بیوی سے ہمبستری اپنی شہوت کا پورا کرنا ہے۔ حضورؐ کا یہ جواب نقل کیا گیا، بتاؤ اگر بچہ پیدا ہو جاتے، پھر وہ جوان ہونے لگے اور تم اس کی خوبیوں کی اُمید باندھنے لگو، پھر وہ مرجائے کیا تم ثواب کی اُمید رکھتے ہو، عرض کیا گیا کہ بیشک اُمید ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں تم نے اسے پیدا کیا کیوں تم نے اسے پیدا کیا تم نے اس کو ہدایت کی تھی، تم نے اس کو روزی دی تھی بلکہ اللہ ہی نے پیدا کیا ہے، اسی نے ہی ہدایت دی ہے وہی روزی عطا کرتا ہے۔ اسی طرح صحبت سے تم نُطفہ کو حلال جگہ رکھتے ہو پھر اللہ کے قبضہ میں ہے کہ چاہے اس کو زندہ کرے کہ اس سے اولاد پیدا کر دے یا مُردہ کر دے کہ اولاد پیدا نہ ہو، اس حدیث کا مقتضیٰ یہ ہے کہ یہ اجر و ثواب بچّہ کے پیدا ہونے کا سبب ہونے کی وجہ سے ہے۔

۸: عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَبَّحَ اللّٰهَ فِیْ دُبُرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَحَمِدَ اللّٰهَ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ وَكَبَّرَ اللّٰهَ ثَلٰثًا وَّثَلٰثِيْنَ فَتِلْكَ تِسْعَةٌ وَّتِسْعُوْنَ وَقَالَ تَمَامُ الْمِائَةِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ غُفِرَتْ خَطَايَاهُ وَاِنْ كَانَتْ مِثْلَ زَبَدِ الْبَحْرِ۔ (رواه مسلم كذا فی المشكوٰة وكذا فی مسند احمد)

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ، الحمد للہ ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ اور ایک مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پڑھے، اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں خواہ اتنی کثرت سے ہوں جتنے سمندر کے جھاگ۔

فائدہ :- خطایا کی مغفرت کے بارہ میں پہلے کئی حدیثوں کے تحت میں بحث گذر چکی ہے کہ اِن خطایا سے مُراد علماء کے نزدیک صغیرہ گناہ ہیں۔ اس حدیث میں تین کلمے ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایک مرتبہ وارد ہوا ہے۔ اس سے اگلی حدیث میں دو کلمے ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ آرہا ہے۔ حضرت زیدؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ ہم کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہر ایک کو ۳۳ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنے کا حکم فرمایا تھا۔ ایک انصاریؓ نے خواب میں دیکھا کوئی شخص کہتا ہے ہر کلمہ کو پچیس مرتبہ کر لو ان کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۲۵ مرتبہ کا اضافہ کر لو۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا۔ حضورؐ نے قبول فرما لیا اور اس کی اجازت فرما دی کہ ایسا ہی کر لیا جائے۔ ایک حدیث میں سُبْحَانَ اللّٰہِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہر کلمہ کو ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ کا حکم ہے اور ایک حدیث میں ۱۰، ۱۰ مرتبہ وارد ہوا ہے۔ ایک حدیث میں ہر نماز کے بعد چاروں کلمے ۱۰۰، ۱۰۰ مرتبہ وارد ہوئے ہیں جیسا کہ حصن حصین میں ان روایات کو ذکر کیا گیا ہے یہ اختلاف بظاہر حالات کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ آدمی فراغت اور مشاغل کے اعتبار سے مختلف ہیں جو لوگ دوسرے ضروری کاموں میں مشغول ہیں ان کے لیے کم مقدار تجویز فرمائی، اور جو لوگ فارغ ہیں اِن کے لیے زیادہ مقدار۔ لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ جو عدد احادیث میں مذکور ہیں ان کی رعایت ضروری ہے کہ جو چیز دوا کے طور پر استعمال کی جاتی ہے اس میں مقدار کی رعایت بھی اہم ہے۔

۹: عَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُعَقِّبَاتٌ لَا یَخِیْبُ قَائِلُھُنَّ اَوْ فَاعِلُھُنَّ دُبُرَ کُلِّ صَلٰوۃٍ مَّکْتُوْبَۃٍ ثَلٰثٌ وَّ ثَلٰثُوْنَ تَسْبِیْحَۃً وَّثَلٰثٌ وَّ ثَلٰثُوْنَ تَحْمِیْدَۃً وَّاَرْبَعٌ وَّ ثَلٰثُوْنَ تَکْبِیْرَۃً	حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چند پیچھے آنے والے (کلمات) ایسے ہیں جن کا کہنے والا نامُراد نہیں ہوتا، وہ یہ ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۴ مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

(رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ وعزاہ السیوطی فی الجامع الی احمد ومسلم والترمذی والنسائی ورقم لہ بالضعف فی الباب عن ابی الدرداء عند الطبرانی)

فائدہ :- اِن کلمات کو پیچھے آنے والے یا تو اس وجہ سے فرمایا کہ یہ نمازوں کے بعد پڑھے جاتے ہیں یا اس وجہ سے کہ گناہوں کے بعد پڑھنے سے اِن کو دھونے اور مٹا دینے والے ہیں یا اس وجہ سے کہ یہ کلمات ایک دُوسرے کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں نمازوں کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳، ۳۳ بار اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ مرتبہ پڑھنے کا حکم کیا گیا ہے۔

۱۰؎ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَفَعَهٗ اَمَا يَسْتَطِيْعُ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّعْمَلَ كُلَّ يَوْمٍ مِثْلَ اُحُدٍ عَمَلًا قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنْ يَّسْتَطِيْعُ قَالَ كُلُّكُمْ يَسْتَطِيْعُ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَاذَا قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ وَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ وَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ وَّاللّٰهُ اَكْبَرُ اَعْظَمُ مِنْ اُحُدٍ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ روزانہ اُحد (جو مدینہ منورہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے) کے برابر عمل کر لیا کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ اس کی کون طاقت رکھتا ہے (کہ اتنے بڑے پہاڑ کے برابر عمل کرے) حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہر شخص طاقت رکھتا ہے صحابہؓ نے عرض کیا اس کی کیا صورت ہے ارشاد فرمایا کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ کا ثواب اُحد سے زیادہ ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا اُحد سے زیادہ ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کا اُحد سے زیادہ ہے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کا اُحد سے زیادہ ہے۔

(للکبیر والبزار کذا فی مجمع الفوائد والیہما عزاہ فی الحصن و مجمع الزوائد وقال رجالہما رجال الصحیح)

فائدہ :- یعنی ان کلموں میں سے ہر کلمہ ایسا ہے جس کا ثواب اُحد پہاڑ سے زیادہ ہے اور ایک پہاڑ کیا معلوم کتنے ایسے پہاڑوں سے زیادہ ہے حدیث میں آیا ہے کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سارے آسمانوں اور زمینوں کو ثواب سے بھر دیتے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ سبحان اللہ کا ثواب آدھی ترازو ہے اور الحمد للہ اس کو پُر کر دیتی ہے اور اللہ اکبر آسمان زمین کے درمیان کو پُر کر دیتی ہے، ایک حدیث میں حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ مجھے ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس پر آفتاب نکلے۔ مُلّا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ یہ مُراد ہے کہ ساری ہی دُنیا اللہ کے واسطے خرچ کر دوں تو اس بھی یہ زیادہ محبوب ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہوائی تخت پر تشریف لے جا رہے تھے پرندے آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے اور جنّ والنس وغیرہ لشکر دو قطارہ، ایک عابد پر گذر ہوا جس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس وُسعتِ ملکی اور عموم سلطنت کی تعریف کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کے اعمالنامہ میں ایک تسبیح سلیمان بن داؤد کے سارے ملک سے اچھی ہے کہ یہ ملک فنا ہو جاتے گا اور تسبیح باقی رہنے والی چیز ہے۔

۱۱: عَنْ اَبِیْ سَلَامٍ مَوْلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بَخٍ بَخٍ خَمْسٌ مَا اَثْقَلَھُنَّ فِی الْمِیْزَانِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا واہ واہ پانچ چیزیں (اعمالنامہ تُلنے کی) ترازو میں کتنی زیادہ وزنی ہیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور وہ بچہ جو مر جاتے اور باپ (اسی طرح ماں بھی) اس پر صبر کرے۔

(الحدیث اخرجہ احمد فی مسندہ ورجالہ ثقات کما فی مجمع الزوائد والحاکم وقال صحیح الاسناد واقرہ علیہ الذہبی وذکرہ فی الجامع الصغیر بروایۃ البزار عن ثوبان وبروایۃ

النسائی وابن حبان والحاکم عن ابی سلمیٰ وبروایۃ احمد عن ابی امامۃ ورقم لہ بالحسن وذکرہ مجمع الزوائد بروایۃ ثوبان وابی سلمیٰ راعی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم وسفینۃ ومولیٰ لرسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم لم یسم وصحح بعض طرقہا)

فائدہ :- یہ مضمون کئی صحابہؓ سے متعدد احادیث میں نقل کیا گیا ہے بخ بخ بڑے سرور اور فرحت کا کلمہ ہے۔ جس چیز کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم اس خوشی اور مسرت سے ارشاد فرما رہے ہوں، عطا فرما رہے ہوں کیا محبّت کا دعویٰ کرنے والوں کے ذِمّہ نہیں ہے کہ اِن کلموں پر مرمٹیں کہ حضورؐ کی اس خوشی کی قدر دانی اور اس کا استقبال یہی ہے۔

۱۲ : عَنْ سُلَیْمَانَؒ بْنِ یَسَارٍ عَنْ رَجُلٍ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ نُوْحٌ لِابْنِہٖ اِنِّیْ مُوْصِیْکَ بِوَصِیَّۃٍ وَقَاصِرُھَا لِکَیْ لَا تَنْسَاھَا اُوْصِیْکَ بِاثْنَیْنِ وَاَنْھَاکَ عَنِ اثْنَیْنِ اَمَّا الَّتِیْ اُوْصِیْکَ بِھِمَا فَیَسْتَبْشِرُ اللّٰہُ بِھِمَا وَصَالِحُ خَلْقِہٖ وَھُمَا یُکْثِرَانِ الْوُلُوْجَ عَلَی اللّٰہِ اُوْصِیْکَ بِلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَاِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَوْ کَانَتَا حَلْقَۃً قَصَمَتْھُمَا وَلَوْ کَانَتَا فِیْ کِفَّۃٍ وَزَنَتْھُمَا وَاُوْصِیْکَ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ میں تمہیں وصیّت کرتا ہوں اور اس خیال سے کہ بھول نہ جاؤ نہایت مختصر کہتا ہوں اور یہ ہے کہ دو کام کرنے کی وصیّت کرتا ہوں اور دو کاموں سے روکتا ہوں جن دو کاموں کے کرنے کی وصیّت کرتا ہوں، وہ دونوں ایسے ہیں کہ اللہ جلّ جلالہٗ اُن سے نہایت خوش ہوتے ہیں اور اللہ کی نیک مخلوق اُن سے خوش ہوتی ہے، ان دونوں کاموں کی اللہ کے یہاں رسائی (اور مقبولیت) بھی بہت زیادہ ہے، اِن دو میں سے ایک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے کہ اگر تمام آسمان اور زمین ایک حلقہ ہو جائیں تو بھی

بِسُبْحَانَ اللّٰہِ وَ بِحَمْدِہٖ فَاِنَّھُمَا صَلٰوۃُ الْخَلْقِ وَ بِھَا یُرْزَقُ الْخَلْقُ وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ اِنَّہٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا وَ اَمَّا اللَّتَانِ اَنْھَاکَ عَنْھُمَا فَیَحْتَجِبُ اللّٰہُ مِنْھُمَا وَ صَالِحُ خَلْقِہٖ اَنْھَاکَ عَنِ الشِّرْکِ وَالْکِبْرِ۔

یہ پاک کلمہ ان کو توڑ کر آسمان پر جاتے بغیر نہ رہے اور اگر تمام آسمان اور زمین کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جاتے اور دوسرے میں یہ پاک کلمہ ہو تب بھی وہی پلڑا جھک جائیگا اور دوسرا کام جو کرنا ہے وہ سُبحان اللہ وبحمدہٖ کا پڑھنا ہے کہ یہ کلمہ ساری مخلوق کی عبادت ہے اور اسی کی برکت سے ساری مخلوق کو روزی دی جاتی ہے کوئی بھی چیز مخلوق میں ایسی نہیں، جو اللہ کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم لوگ ان کا کلام سمجھتے نہیں ہو اور جن دو چیزوں سے منع کرتا ہوں وہ شرک اور تکبّر ہے کہ ان دونوں کی وجہ سے اللہ سے حجاب ہوجاتا ہے، اور اللہ کی نیک مخلوق سے حجاب ہوجاتا ہے۔

(رواہ النسائی واللفظ لہ والبزار والحاکم من حدیث عبداللّٰہ بن عمرو وقال صحیح الاسناد کذافی الترغیب قلت وقد تقدم فی بیان التھلیل حدیث عبد اللّٰہ بن عمرو مرفوعًا وتقدم فیہ ایضًا مافی الباب و تقدم فی الاٰیات قولہ عزاسمہ وان من شیءٍ الا یسبح بحمدہ الاٰیۃ وَاَخْرَجَ ابْنُ جَرِیْرٍ وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَاَبُوالشَّیْخِ فِی الْعَظَمَۃِ عَنْ جَابِرٍ مَرْفُوْعًا اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِشَیْءٍ اَمَرَبِہٖ نُوْحٌ ابْنَہٗ اِنَّ نُوْحًا قَالَ لِاِبْنِہٖ یَابُنَیَّ اٰمُرُکَ اَنْ تَقُوْلَ سُبْحَانَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا صَلٰوۃُ الْخَلْقِ وَ تَسْبِیْحُ الْخَلْقِ وَبِھَا یُرْزَقُ الْخَلْقُ واخرج احمد وابن مردویہ عَنْ ابْنِ عُمَرَ مَرْفُوْعًا اَنَّ نُوْحًا لَمَّا حَضَرَتْہُ الْوَفَاۃُ قَالَ لِاِبْنَیْہِ اٰمُرُکُمَا بِسُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ فَاِنَّھَا صَلٰوۃُ کُلِّ شَیْءٍ وَبِھَا یُرْزَقُ کُلُّ شَیْءٍ کذافی الدر)

فائدہ:- لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے بیان میں بھی اس حدیث کا مضمون گذر چکا ہے تسبیح کے متعلق جو ارشاد اس حدیث میں ہے قرآن پاک کی آیات میں بھی گذر چکا ہے۔ وَ اِنْ

مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ قرآن پاک کی آیت ہے۔ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے کہ شبِ معراج میں آسمانوں کی تسبیح خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنی۔ ایک مرتبہ حضور کا ایسی جماعت پہ گذر ہوا جو اپنے گھوڑوں اور اونٹوں پر کھڑی ہوئی تھی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جانوروں کو منبر اور کرسیاں نہ بناؤ بہت سے جانور سواروں سے بہتر اور اُن سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنے والے ہوتے ہیں۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے کہ کھیتی بھی تسبیح کرتی ہے اور کھیتی والے کو اس کا ثواب ملتا ہے ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں ثرید تھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کھانا تسبیح کر رہا ہے، کسی نے عرض کیا آپ اس کی تسبیح سمجھتے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہاں سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد آپؐ نے ایک شخص سے فرمایا کہ اس کو فلاں شخص کے قریب کر دو، وہ پیالہ اِن کے قریب کیا گیا تو انہوں نے بھی تسبیح سُنی، اس کے بعد پھر ایک تیسرے صاحب کے قریب اسی طرح کیا گیا انہوں نے بھی سُنا۔ کسی نے درخواست کی کہ مجمع کے سب ہی لوگوں کو سُنایا جاتے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر اِن میں سے کسی کو سُنائی نہ دے تو لوگ سمجھیں گے یہ گناہ گار ہے۔ اس چیز کا تعلق کشف سے ہے۔ حضراتِ انبیاء کرام کو تو یہ چیز بدرجۂ اتم حاصل تھی اور ہونا چاہیئے تھی۔ حضراتِ صحابہ کرامؓ کو بھی بسا اوقات حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت اور انوارِ قُرب کی بدولت یہ چیز حاصل ہو جاتی تھی۔ سینکڑوں واقعات اس کے شاہد ہیں۔ صُوفیاء کو بھی اکثر یہ چیز مجاہدوں کی کثرت سے حاصل ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ جمادات وحیوانات کی تسبیح ان کا کلام اور ان کی گفتگو سمجھ لیتے ہیں لیکن محققین مشائخ کے نزدیک چونکہ یہ چیز نہ دلیلِ کمال ہے نہ موجبِ قُربِ الٰہی کہ جو بھی اس قسم کے مجاہدے کرتا ہے وہ حاصل کر لیتا ہے خواہ اس کو حق تعالیٰ کے یہاں قُرب حاصل ہو یا نہ ہو، اس لیے محققین اس کو غیر اہم سمجھتے ہیں کہ جب مبتدی اس میں لگ جاتا ہے تو دُنیا کی سیر کا ایک شوق پیدا ہو کر ترقی کے لیے مانع بن جاتا ہے، مجھے اپنے حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے بعض خدام کے متعلق معلوم ہے کہ جب ان کو یہ صورتِ کشف پیدا ہونے لگی

تو حضرت نے چند روز کے لیے اہتمام سے سب ذکر شغل چھڑا دیا تھا کہ مبادا یہ حالت ترقی پکڑ جائے اس کے علاوہ یہ حضرات اس لیے بھی بچتے ہیں کہ اس صورت میں دوسرے کے گناہوں کا اظہار ہوتا ہے جو ان حضرات کے لیے تکدّر کا سبب بنتا ہے۔ علّامہ شعرانیؒ نے میزان الکبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظمؒ جب کسی شخص کو وضو کرتے ہوتے دیکھتے تو اس پانی میں جو گناہ دھلتا ہوا نظر آتا اس کو معلوم کر لیتے یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ کبیرہ گناہ ہے یا صغیرہ مکروہ فعل ہے یا خلافِ اولیٰ جیسا کہ حسّی چیزیں نظر آیا کرتی ہیں۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہو جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ کوفہ کی جامع مسجد کے وضو خانہ میں تشریف فرما تھے۔ ایک جوان وضو کر رہا تھا، اس کے وضو کا پانی گرتے ہوتے آپ نے دیکھا۔ اس کو چپکے سے نصیحت کر بیٹا والدین کی نافرمانی سے توبہ کر لے اس نے توبہ کی ایک دوسرے شخص کو دیکھا تو اس کو نصیحت فرمائی کہ بھائی زنا نہ کیا کر بہت بڑا عیب ہے اس وقت اس نے بھی زنا سے توبہ کی۔ ایک اور شخص کو دیکھا کہ شراب خوری لہو لعب کا پانی گر رہا ہے اس کو بھی نصیحت فرمائی اس نے بھی توبہ کی، الغرض اس کے بعد امام صاحبؒ نے اللہ جل جلالہٗ سے دعا کی کہ اے اللہ اس چیز کو مجھ سے دور فرما دے کہ میں لوگوں کی برائیوں پر مطلع ہونا نہیں چاہتا۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے دعا قبول فرمائی اور یہ چیز زائل ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ اسی زمانہ میں امام صاحبؒ نے مستعمل پانی کے ناپاک ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔ کیونکہ جب وہ پانی گندہ اور متعفن نظر آتا تھا تو کیسے اس کو پاک فرماتے مگر جب یہ چیز زائل ہو گئی تو اس کو ناپاک فرمانا بھی چھوڑ دیا۔ ہمارے حضرت مولانا الشاہ عبد الرحیم صاحب رائپوری نور اللہ مرقدہٗ کے خدام میں ایک صاحب تھے جو کئی کئی روز اس وجہ سے استنجے نہیں جا سکتے تھے کہ ہر جگہ انوار نظر آتے تھے اور بھی سینکڑوں ہزاروں واقعات اس قسم کے ہیں جن میں کسی قسم کے تردّد کی گنجائش نہیں کہ جن لوگوں کو کشف سے کوئی حصہ ملتا ہے وہ اس حصہ کے بقدر طول کو معلوم کر لیتے ہیں۔

۱۳: عَنْ اُمِّ هَانِیٍٔ رض قَالَتْ مَرَّ بِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

حضرت اُمِّ ہانیؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ

وَسَلَّمَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَدْ كَبِرْتُ وَضَعُفْتُ اَوْكَمَا قَالَتْ فَمُرْنِيْ بِعَمَلٍ اَعْمَلُهُ وَاَنَا جَالِسَةٌ قَالَ سَبِّحِي اللهَ مِائَةَ تَسْبِيْحَةٍ فَاِنَّهُ تَعْدِلُ لَكِ مِائَةَ رَقَبَةٍ تُعْتِقِيْنَهَا مِنْ وُلْدِ اِسْمٰعِيْلَ وَاحْمِدِي اللهَ مِائَةَ تَحْمِيْدَةٍ فَاِنَّهَا تَعْدِلُ لَكِ مِائَةَ فَرَسٍ مُسْرَجَةٍ مُلْجَمَةٍ تَحْمِلِيْنَ عَلَيْهَا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَكَبِّرِي اللهَ مِائَةَ تَكْبِيْرَةٍ فَاِنَّهَا تَعْدِلُ لَكِ مِائَةَ بَدَنَةٍ مُقَلَّدَةٍ مُتَقَبَّلَةٍ وَهَلِّلِي اللهَ مِائَةَ تَهْلِيْلَةٍ قَالَ اَبُوْ خَلَفٍ اَحْسِبُهُ قَالَ تَمْلَاُ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَلَا يُرْفَعُ لِاَحَدٍ عَمَلٌ اَفْضَلُ مِمَّا يُرْفَعُ لَكِ اِلَّا اَنْ يَاْتِيَ بِمِثْلِ مَا اَتَيْتِ

میں بوڑھی ہوگئی ہوں اور ضعیف ہوں کوئی ایسا عمل بتادیجئے کہ بیٹھے بیٹھے کرتی رہا کروں۔ حضورؐ نے فرمایا سُبحان اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو عرب غلام آزاد کئے اور الحمد للہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو گھوڑے مع سامان لگام وغیرہ جہاد میں سواری کے لیے دے دیئے اور اللہ اکبر سو مرتبہ پڑھا کرو یہ ایسا ہے گویا تُم نے سو اونٹ قربانی میں ذبح کیے اور وہ قبول ہو گئے اور لا الٰہ الا اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب تو تمام آسمان زمین کے درمیان کو بھر دیتا ہے اور اس سے بڑھ کر کسی کا کوئی عمل نہیں جو مقبول ہو۔ حضرت ابو رافعؓ کی بیوی حضرت سلمیٰؓ نے بھی حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وظیفہ مختصر سا بتا دیجئے زیادہ لمبا نہ ہو۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ اکبر دس مرتبہ پڑھا کرو، اللہ جلّ شانہٗ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ میرے لیے ہے پھر اللّٰھم اغفرلی دس مرتبہ پڑھا کرو، حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ ہاں میں نے مغفرت کر دی۔ دس مرتبہ تم اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ کہو دس مرتبہ اللہ جلّ شانہٗ فرماتے ہیں کہ میں نے مغفرت

کردی)

(رواہ احمد باسناد حسن واللفظ لہ والنسائی ولم یقل ولا یرفع الی اٰخرہ والبیہقی بتمامہ وابن ابی الدنیا فجعل ثواب الرقاب فی التحمید والفرس فی التسبیح وابن ماجۃ بمعناہ باختصار والطبرانی فی الکبیر منجو احمد ولم یقل احسبہ وفی الاوسط باسناد حسن بمعناہ کذا فی الترغیب باختصار قلت رواہ الحاکم بمعناہ وصححہ وعزاہ فی الجامع الصغیر الی احمد والطبرانی والحاکم ورقم لہ بالصحۃ وذکرہ فی مجمع الزوائد بطرق وقال اسانیدھم حسنۃ وفی الترغیب ایضا عن ابی امامۃ مرفوعا منجو حدیث الباب مختصرا وقال رواہ الطبرانی ورواۃ الصحیح خلا سلیم بن عثمان الفوزی یکشف حالہ فانہ لا یحضرنی الان فیہ جرح ولا عدالۃ اھ وفی الباب عن سلمی ام بنی ابی رافع قالت یا رسول اللہ اخبرنی بکلمات ولا تکثر علی الحدیث مختصرا وفیہ التکبیر والتسبیح عشرا عشرا واللھم اغفرلی عشرا قال المنذری رواہ الطبرانی ورواتہ محتج بھم فی الصحیح اھ قلت و بمعناہ عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَیْبٍ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ مَرْفُوْعًا بِلَفْظِ مَنْ سَبَّحَ اللّٰہَ مِائَةً بِالْغَدَاةِ وَمِائَةً بِالْعَشِیِّ كَانَ كَمَنْ حَجَّ مِائَةَ حَجَّةٍ الحدیث وجعل فیہ التحمید کمن حمل علی مائۃ فرس والتھلیل کمن اعتق مائۃ رقبۃ من ولد اسمٰعیل ذکرہ فی المشکوٰۃ بروایۃ الترمذی وقال حسن غریب)

فائدہ :۔ ضعفاء اور بوڑھوں کے بالخصوص عورتوں کے لیے کس قدر سہل اور مختصر چیز حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ نے تجویز فرمادی ہے دیکھئے ایسی مختصر چیزوں پر جن میں زیادہ مشقت ہے نہ چلنا پھرنا ہے کتنے بڑے بڑے ثوابوں کا وعدہ ہے، کتنی کم نصیبی ہوگی اگر ان کو وصول نہ کیا جائے۔ حضرت امِّ سُلَیْمؓ کہتی ہیں میں نے حضورؐ سے عرض کیا کوئی چیز مجھے تعلیم فرمادیجئے جس کے ذریعہ سے نماز میں دُعا کیا کروں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۱۰۔۱۰ مرتبہ پڑھ لیا کرو اور جو چاہے اس کے بعد دُعا کرو، دوسری حدیث میں اس کے بعد یہ ارشاد ہے کہ جو چاہے دعا کیا کرو حق تعالیٰ شانہٗ اس دُعا پر فرماتے ہیں ہاں ہاں (میں نے قبول کی) کتنے سہل

اور معمولی الفاظ ہیں جن کو نہ یاد کرنا پڑتا ہے نہ ان میں کوئی محنت اٹھانی پڑتی ہے دن بھر ہم لوگ بکواس میں گذار دیتے ہیں تجارت کے ساتھ دکان پر بیٹھے بیٹھے یا کھیتی کے ساتھ زمین کے انتظامات میں مشغول رہتے ہوئے اگر زبان سے ان تسبیحوں کو پڑھتے رہیں تو دنیا کی کمائی کے ساتھ ہی آخرت کی کتنی بڑی دولت ہاتھ آجاتے۔

۱۴: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰٓئِکَةً یَطُوْفُوْنَ فِی الطُّرُقِ یَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّکْرِ فَاِذَا وَجَدُوْا قَوْمًا یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ تَنَادَوْا هَلُمُّوْا اِلٰی حَاجَتِکُمْ فَیَحُفُّوْنَهَا بِاَجْنِحَتِهِمْ اِلَی السَّمَآءِ فَاِذَا تَفَرَّقُوْا عَرَجُوْا وَصَعِدُوْا اِلَی السَّمَآءِ فَیَسْأَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ یَعْلَمُ مِنْ اَیْنَ جِئْتُمْ فَیَقُوْلُوْنَ جِئْنَا مِنْ عِنْدِ عِبَادٍ لَکَ یُسَبِّحُوْنَکَ وَیُکَبِّرُوْنَکَ وَیَحْمَدُوْنَکَ فَیَقُوْلُ هَلْ رَاَوْنِیْ فَیَقُوْلُوْنَ لَا فَیَقُوْلُ کَیْفَ لَوْ رَاَوْنِیْ فَیَقُوْلُوْنَ لَوْ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو راستوں وغیرہ میں گشت کرتی رہتی ہے اور جہاں کہیں ان کو اللہ کا ذکر کرنے والے ملتے ہیں تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو بلا کر سب جمع ہو جاتے ہیں اور ذکر کرنے والوں کے گرد آسمان تک جمع ہوتے رہتے ہیں، جب وہ مجلس ختم ہو جاتی ہے تو وہ آسمان پر جاتے ہیں، اللہ جل جلالہٗ باوجودیکہ ہر چیز کو جانتے ہیں پھر بھی دریافت فرماتے ہیں کہ تم کہاں سے آئے ہو وہ عرض کرتے ہیں کہ تیرے بندوں کی فلاں جماعت کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح و تکبیر اور تحمید (بڑائی بیان کرنے میں اور تعریف کرنے) میں مشغول تھے ارشاد ہوتا ہے کیا ان لوگوں نے مجھے دیکھا ہے عرض کرتے ہیں یا اللہ دیکھا تو نہیں ارشاد ہوتا ہے

رَأَوْكَ كَانُوْا اَشَدَّ
لَكَ عِبَادَةً وَّ اَشَدَّ لَكَ
تَمْجِيْدًا وَّ اَكْثَرَ لَكَ
تَسْبِيْحًا فَيَقُوْلُ فَمَا يَسْأَلُوْنَ
فَيَقُوْلُوْنَ يَسْأَلُوْنَكَ الْجَنَّةَ
فَيَقُوْلُ وَهَلْ رَأَوْهَا
فَيَقُوْلُوْنَ لَا فَيَقُوْلُ
فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا
فَيَقُوْلُوْنَ لَوْ اَنَّهُمْ رَأَوْهَا
كَانُوْا اَشَدَّ عَلَيْهَا حِرْصًا
وَّ اَشَدَّ لَهَا طَلَبًا وَّ
اَعْظَمَ فِيْهَا رَغْبَةً
قَالَ فَمِمَّ يَتَعَوَّذُوْنَ
فَيَقُوْلُوْنَ يَتَعَوَّذُوْنَ مِنَ
النَّارِ فَيَقُوْلُ وَهَلْ
رَأَوْهَا فَيَقُوْلُوْنَ لَا
فَيَقُوْلُ فَكَيْفَ لَوْ رَأَوْهَا
فَيَقُوْلُوْنَ لَوْ اَنَّهُمْ رَأَوْهَا
كَانُوْا اَشَدَّ مِنْهَا
فِرَارًا وَّ اَشَدَّ لَهَا
مَخَافَةً فَيَقُوْلُ اُشْهِدُكُمْ
اَنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ
فَيَقُوْلُ مَلَكٌ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا،
عرض کرتے ہیں کہ اور بھی زیادہ عبادت
میں مشغول ہوتے اور اس سے بھی زیادہ
تیری تسبیح اور تعریف میں منہمک ہوتے
ارشاد ہوتا ہے کہ وہ چاہتے ہیں، عرض
کرتے ہیں کہ وہ جنّت چاہتے ہیں ارشاد
ہوتا ہے کیا انھوں نے جنّت کو دیکھا
ہے عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو نہیں ارشاد
ہوتا ہے کہ اگر دیکھ لیتے تو کیا ہوتا عرض
کرتے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ شوق اور
تمنّا اور اس کی طلب میں لگ جاتے پھر
ارشاد ہوتا ہے کہ کس چیز سے پناہ مانگ
رہے تھے عرض کرتے ہیں کہ جہنم سے
پناہ مانگ رہے تھے ارشاد ہوتا ہے کیا
انہوں نے جہنم کو دیکھا ہے عرض کرتے
ہیں کہ دیکھا تو ہے نہیں ارشاد ہوتا
ہے کہ اگر دیکھتے تو کیا ہوتا عرض کرتے
ہیں اور بھی زیادہ اس سے بھاگتے اور
بچنے کی کوشش کرتے ارشاد ہوتا ہے
اچھا تم گواہ رہو کہ میں نے اس مجلس
والوں سب کو بخش دیا۔ ایک فرشتہ
عرض کرتا ہے یا اللہ فلاں شخص اس
مجلس میں اتفاقاً اپنی کسی ضرورت سے

فُلَانٌ لَيْسَ مِنْهُمْ اِنَّمَا	آیا تھا وہ اس مجلس کا شریک نہیں
جَاءَ لِحَاجَةٍ قَالَ	تھا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جماعت
هُمُ الْقَوْمُ لَا يَشْقٰى	ایسی مبارک ہے کہ اِن کے پاس
بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ۔	بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوتا،
	(لہٰذا اس کو بھی بخش دیا)۔

(رواہ البخاری ومسلم والبیہقی فی الاسماء والصفات کذا فی الدر والمشکوٰۃ)

فائدہ :۔ اس قسم کا مضمون متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ذکر کی مجالس اور ذکر کرنے والی جماعتوں اور افراد کی تلاش میں رہتی ہے اور جہاں مل جاتی ہے انکے پاس یہ جماعت بیٹھتی ہے اُن کا ذکر سنتی ہے چنانچہ پہلے باب کی حدیث نمبر ۸ میں یہ مضمون گذر چکا ہے اور اس میں یہ گذر چکا ہے کہ فرشتوں سے تفاخر کے طور پر اللہ جل جلالہٗ اس کا ذکر کیوں فرماتے ہیں فرشتہ کا یہ عرض کرنا کہ ایک شخص مجلس میں ایسا بھی تھا کہ جو اپنی ضرورت سے آیا تھا واقعہ کا اظہار ہے کہ اس وقت یہ حضرات بمنزلہ گواہوں کے ہیں اور اِن لوگوں کی عبادت اور ذکر اللہ میں مشغولی کی گواہی دے رہے ہیں، اسی وجہ سے اس کے اظہار کی ضرورت پیش آئی کہ مبادا اعتراض ہو جاتے لیکن یہ اللہ کا لطف ہے کہ ذاکرین کی برکت سے ان کے پاس اپنی ضرورت سے بیٹھنے والے کو بھی محروم نہ فرمایا۔ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (س توبہ ع ۱۵) (اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو) صوفیاء کا ارشاد ہے کہ اللہ جل جلالہٗ کے ساتھ رہو اگر یہ نہیں ہو سکتا تو پھر ان لوگوں کیساتھ رہو جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہنے کا مطلب یہ ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ارشاد ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بندہ نوافل کے ذریعہ میرے قرب میں ترقی کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور جب میں محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سُنے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے دیکھے اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے پکڑے، اس

کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلے جو وہ مجھ سے مانگتا ہے اس کو دیتا ہوں۔ ہاتھ پاؤں بن جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ہر کام اللہ کی رضا اور محبت کے ذیل میں ہوتا ہے اس کا کوئی عمل بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف نہیں ہوتا۔ صُوفیاء کے احوال اور اُن کے واقعات جو کثرت سے تواریخ میں موجود ہیں وہ شاہدِ عدل ہیں اور وہ اتنی کثرت سے ہیں کہ اُن کے انکار کی بھی گنجائش نہیں، ایک رسالہ اس باب میں نزہتہ البساتین کے نام سے مشہور ہے جس سے اس قسم کے حالات کا پتہ چلتا ہے۔

شیخ ابوبکر کتانیؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ میں چند صوفیاء کا اجتماع تھا جن میں سب سے کم عمر حضرت جنید بغدادی تھے۔ اس مجمع میں محبّتِ الٰہی پر بحث شروع ہوئی کہ مُحبّ کون ہے مختلف حضرات مختلف ارشادات فرماتے رہے۔ حضرت جنیدؒ چپ رہے، ان حضرات نے ان سے فرمایا کہ تم بھی کچھ کہو، اس پر انھوں نے سر جھکا کر روتے ہوتے فرمایا کہ عاشق وہ ہے جو اپنی خودی سے جاتا رہے، خدا کے ذکر کے ساتھ وابستہ ہوگیا ہو اور اس کا حق ادا کرتا ہو دل سے اللہ کی طرف دیکھتا ہو، اس کے دل کو انوارِ ہیبت نے جلا دیا ہو، اس کے لیے خدا کا ذکر شراب کا پیالہ ہو اگر کلام کرتا ہو تو اللہ ہی کا کلام ہو، گویا حق تعالیٰ شانہٗ اس کی زبان سے کلام فرماتا ہے اگر حرکت ہو تو اللہ ہی کے حکم سے اگر تسکین پاتا ہو تو اللہ ہی کے ساتھ، اور جب یہ حالت ہو جاتی ہے تو پھر کھانا پینا سونا جاگنا سب کاروبار اللہ ہی کی رضا کے واسطے ہو جاتے ہیں۔ نہ دنیا کا رسم و رواج قابلِ التفات رہتا ہے، نہ لوگوں کی طعن و تشنیع قابلِ وقعت۔ حضرت سعید بن المسیّبؒ مشہور تابعی ہیں، بڑے محدثین میں شمار ہوتے ہیں، اُن کی خدمت میں ایک شخص عبداللہ بن ابی وداعہؒ کثرت سے حاضر ہوا کرتے تھے ایک مرتبہ چند روز حاضر نہ ہو سکے۔ کئی روز کے بعد جب حاضر ہوئے، تو حضرت سعیدؒ نے دریافت فرمایا کہاں تھے عرض کیا میری بیوی کا انتقال ہو گیا ہے اس کی وجہ سے مشاغل میں پھنسا رہا۔ فرمایا ہم کو خبر نہ کی ہم بھی جنازہ میں شریک ہوتے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اُٹھ کر آنے لگا فرمایا دُوسرا نکاح کر لیا میں نے عرض کیا حضرت مجھ سے کون نکاح کر دے گا، دو

تین آنے کی میری حیثیت ہے آپ نے فرمایا ہم کر دیں گے اور یہ کہہ کر خطبہ پڑھا اور اپنی بیٹی کا نکاح نہایت معمولی مہر آٹھ دس آنہ پر مجھ سے کر دیا (اتنی مقدار مہر کی ان کے نزدیک جائز ہو گی جیسا کہ بعض ائمہ کا مذہب ہے۔ حنفیہ کے نزدیک ڈھائی روپے سے کم جائز نہیں)۔ نکاح کے بعد میں اُٹھا اور اللہ ہی کو معلوم ہے کہ مجھے کس قدر مسرّت تھی خوشی میں سوچ رہا تھا کہ رخصتی کے انتظام کے لیے کس سے قرض مانگوں، کیا کروں، اسی فکر میں شام ہو گئی میرا روزہ تھا مغرب کے وقت روزہ افطار کیا۔ نماز پڑھ کر گھر آیا، چراغ جلایا روٹی اور زیتون کا تیل موجود تھا اس کو کھانے لگا کہ کسی شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ کہا سعید ہے میں سوچنے لگا کہ کون سعید ہے حضرت کی طرف میرا خیال بھی نہ گیا کہ چالیس برس سے اپنے گھر یا مسجد کے سوا کہیں جانا آنا تھا ہی نہیں باہر آکر دیکھا کہ سعید بن المسیبؒ ہیں میں نے عرض کیا آپ نے مجھے نہ بلا لیا۔ فرمایا میرا ہی آنا مناسب تھا۔ میں نے عرض کیا کیا ارشاد ہے فرمایا مجھے یہ خیال آیا کہ اب تمہارا نکاح ہو چکا ہے تنہا رات کو سونا مناسب نہیں اس لیے تمہاری بیوی کو لایا ہوں یہ فرما کر اپنی لڑکی کو دروازے کے اندر کر دیا اور دروازہ بند کر کے چلے گئے، وہ لڑکی شرم کی وجہ سے گر گئی۔ میں نے اندر سے کواڑ بند کئے اور وہ روٹی اور تیل جو چراغ کے سامنے رکھا تھا وہاں سے ہٹا دیا کہ اس کی نظر نہ پڑے اور مکان کی چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کو آواز دی لوگ جمع ہو گئے تو میں نے کہا، کہ حضرت سعیدؒ نے اپنی لڑکی سے میرا نکاح کر دیا ہے اور اس وقت وہ اس کو خود ہی پہنچا گئے ہیں، سب کو بڑا تعجب ہوا کہنے لگے واقعی وہ تمہارے گھر میں ہے؟ میں نے کہا ہاں، اس کا چرچا ہوا۔ میری والدہ کو خبر ہوئی وہ بھی اسی وقت آگئیں اور کہنے لگیں اگر تین دن تک تو نے اس کو چھیڑا تو تیرا منہ نہ دیکھوں گی۔ ہم تین دن میں اس کی تیاری کر لیں۔ تین دن کے بعد جب میں اس لڑکی سے ملا تو دیکھا نہایت خوبصورت، قرآن شریف کی بھی حافظ اور سُنّت رسول صلعم سے بھی بہت زیادہ واقف۔ شوہر کے حقوق سے بھی بہت زیادہ باخبر۔ ایک مہینہ تک نہ تو حضرت سعیدؒ میرے پاس آتے نہ میں ان کی

خدمت میں حاضر ہو سکا۔ ایک ماہ کے بعد حاضر ہوا تو وہاں ایک مجمع تھا۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا جب سب چلے گئے تو فرمایا، اس ساتھی کو کیسا پایا میں نے عرض کیا کہ نہایت بہتر ہے کہ دوست دیکھ کر خوش ہوں، دشمن جلیں، فرمایا اگر کوئی بات ناگوار ہو تو لکڑی سے خبر لینا۔ میں واپس آگیا تو ایک آدمی کو بھیجا جو بیس ہزار درہم (تقریباً پانچ ہزار روپے) مجھے دے گیا، اس لڑکی کو عبد الملک بن مروان بادشاہ نے اپنے بیٹے ولید کے لیے جو ولی عہد بھی تھا مانگا تھا مگر حضرت سعیدؒ نے عذر کر دیا تھا جس کی وجہ سے عبد الملک ناراض بھی ہوا اور ایک حیلہ سے حضرت سعیدؒ کے سو کوڑے سخت سردی میں لگوائے اور پانی کا گھڑا اُن پر گروایا۔

۱۵: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضـ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ قَالَ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ كُتِبَتْ لَهٗ بِكُلِّ حَرْفٍ عَشْرُ حَسَنَاتٍ وَمَنْ اَعَانَ عَلٰى خُصُوْمَةٍ بَاطِلٍ لَمْ يَزَلْ فِيْ سَخَطِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْزِعَ وَمَنْ حَالَتْ شَفَاعَتُهٗ دُوْنَ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ فَقَدْ ضَادَّ اللّٰهَ فِيْ اَمْرِهٖ وَمَنْ بَهَتَ مُؤْمِنًا اَوْ مُؤْمِنَةً حَبَسَهُ اللّٰهُ فِيْ رَدْغَةِ الْخَبَالِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يَخْرُجَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی اور جو شخص کسی جھگڑے میں ناحق کی حمایت کرتا ہے وہ اللہ کے غصّہ میں رہتا ہے جب تک کہ اس سے توبہ کرے اور جو اللہ کی کسی سزا میں سفارش کرے (اور شرعی سزا ملنے میں حارج ہو) وہ اللہ کا مقابلہ کرتا ہے اور جو شخص کسی مومن مرد یا عورت پر بہتان باندھے وہ قیامت کے دن ردغۃ الخبال میں قید کیا جائے گا یہاں تک کہ اس بہتان سے نکلے اور کس طرح اس سے نکل سکتا ہے۔

مِمَّا قَالَ وَلَيْسَ بِخَارِجٍ۔ (رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجالہما رجال الصحیح

کذا فی مجمع الزوائد قلت اخرجہ ابوداؤد بدون ذکر التسبیح فیہ)

فائدہ:- ناحق کی حمایت آج کل ہماری طبیعت بن گئی ہے ایک چیز کو ہم سمجھتے ہیں کہ ہم غلطی پر ہیں مگر رشتہ داروں کی طرف داری ہے، پارٹی کا سوال ہے۔ لاکھ اللہ کے غصہ میں داخل ہوں اللہ کی ناراضگی ہو اس کا عتاب ہو مگر کنبہ برادری کی بات کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ ہم اس ناحق کرنے والے کو ٹوک نہ سکیں اور سکوت کریں، یہ بھی نہیں بلکہ ہر طرح سے اس کی حمایت کریں گے۔ کسی دوست نے چوری کی ظلم کیا عیاشی کی، اس کے حوصلے بلند کریں گے، اس کی ہر طرح مدد کریں گے کیا یہی ہے ہمارے ایمان کا مقتضا یہی ہے دینداری، اسی پر اسلام کے ساتھ ہم فخر کرتے ہیں یا اپنے اسلام کو دوسروں کی نگاہ میں بھی بدنام کرتے ہیں اور اللہ کے یہاں خود بھی ذلیل ہوتے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص عصبیت پر کسی کو بلاتے یا عصبیت پر لڑے وہ ہم میں سے نہیں ہے دوسری حدیث میں ہے کہ عصبیت سے یہ مراد ہے کہ ظلم پر اپنی قوم کی مدد کرے۔ رَدْغَۃُ الْخَبَال وہ کیچڑ ہے جو جہنمی لوگوں کے لہو پیپ وغیرہ سے جمع ہو جائے کس قدر گندی اور اذیت دینے والی جگہ ہے جس میں ایسے لوگوں کو قید کر دیا جائے گا جو مسلمانوں پر بہتان باندھتے ہوں۔ آج دنیا میں بہت سرسری معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے متعلق جو چاہا منہ بھر کر کہہ دیا۔ کل جب زبان سے کہی ہوئی ہر بات کو ثابت کرنا پڑے گا اور ثبوت بھی وہی جو شرعاً معتبر ہو، دنیا کی طرح نہیں کہ چرب زبانی اور جھوٹی باتیں ملا کر دوسرے کو چپ کرا دیا جائے، اس وقت آنکھیں کھلیں گی کہ ہم نے کیا کہا تھا اور کیا نکلا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی بعض کلام زبان سے ایسا نکالتا ہے جس کی پرواہ بھی نہیں کرتا لیکن اس کی وجہ سے جہنم میں پھینک دیا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آدمی بعضی بات صرف اس وجہ سے کہتا ہے کہ لوگ ذرا ہنس پڑیں گے لیکن اس کی وجہ سے اتنی دور (جہنم میں) پھینک دیا جاتا ہے جتنی دور آسمان سے زمین ہے پھر ارشاد فرمایا کہ زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے زیادہ سخت ہے، ایک حدیث

میں ہے جو کسی کو کسی گناہ سے عار دلادے وہ خود مرنے سے پہلے اس گناہ میں مبتلا ہوتا ہے امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ گناہ مراد ہے جس سے گناہ گار توبہ کر چکا ہو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی زبان مبارک پکڑ کر کھینچتے تھے کہ تیری بدولت ہم ہلاکتوں میں پڑتے ہیں۔ ابن المنکدرؒ مشہور محدثین میں ہیں اور تابعی ہیں انتقال کے وقت رونے لگے۔ کسی نے پوچھا کیا بات ہے فرمانے لگے مجھے کوئی گناہ تو ایسا معلوم نہیں جو میں نے کیا ہو، اس پر روتا ہوں کہ کوئی بات ایسی ہو گئی ہو جس کو میں نے سرسری سمجھا ہو اور وہ اللہ کے نزدیک سخت ہو۔

۱۶: عَنْ اَبِیْ بَرْزَۃَ الْاَسْلَمِیِّؓ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ بِاٰخِرِہٖ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَّقُوْمَ مِنَ الْمَجْلِسِ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ فَقَالَ رَجُلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّکَ لَتَقُوْلُ قَوْلًا مَا کُنْتَ تَقُوْلُہٗ فِیْمَا مَضٰی قَالَ کَفَّارَۃٌ لِّمَا یَکُوْنُ فِی الْمَجْلِسِ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اخیر زمانۂ عمر شریف میں یہ تھا کہ جب مجلس سے اُٹھتے تو سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ پڑھا کرتے تھے کسی نے عرض کیا کہ آج کل ایک دعا کا معمول حضورؐ کا ہے پہلے تو یہ معمول نہیں تھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مجلس کا کفارہ دوسری روایت میں بھی یہ قصہ مذکور ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں حضرت جبرئیل نے مجھے بتاتے ہیں۔

(رواہ ابن ابی شیبۃ وابوداؤد والنسائی والحاکم وابن مردویہ کذا فی الدر وفیہ ایضًا بروایۃ ابن ابی شیبۃ عن ابی العالیۃ بزیادۃ علمنیھن جبرئیل ؑ)

فائدہ: حضرت عائشہؓ سے بھی نقل کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی مجلس سے اُٹھتے تو سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ رَبِّیْ وَبِحَمْدِکَ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ

أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ پڑھتے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ اس دعا کو بڑی کثرت سے پڑھتے ہیں ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجلس کے ختم پر اس کو پڑھ لیا کرے تو اس مجلس میں جو لغزشیں اس سے ہوئی ہوں وہ سب معاف ہو جاتیں گی، مجالس میں عموماً فضول باتیں بیکار تذکرے ہو ہی جاتے ہیں کتنی مختصر دعا ہے اگر کوئی شخص ان دعاؤں میں سے کوئی سی ایک دعا پڑھ لے تو مجلس کے وبال سے خلاصی پا سکتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ نے کیسی کیسی سہولتیں مرحمت فرمائی ہیں۔

۱۷: عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ مِنْ جَلَالِ اللّٰهِ مِنْ تَسْبِيْحِهٖ وَتَحْمِيْدِهٖ وَتَكْبِيْرِهٖ وَتَهْلِيْلِهٖ يَتَعَاطَفْنَ حَوْلَ الْعَرْشِ لَهُنَّ دَوِيٌّ كَدَوِيِّ النَّحْلِ يَذْكُرْنَ بِصَاحِبِهِنَّ اَلَا يُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ لَّا يَزَالَ لَهٗ عِنْدَ اللّٰهِ شَيْئٌ يُذَكِّرُ بِهٖ۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے ہیں یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھتے ہیں تو یہ کلمات عرش کے چاروں طرف گشت لگاتے ہیں کہ ان کے لیے ہلکی سی آواز (بھنبھناہٹ) ہوتی ہے اور اپنے پڑھنے والے کا تذکرہ کرتے ہیں کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ کوئی تمہارا تذکرہ کرنے والا اللہ کے پاس موجود ہو جو تمہارا ذکرِ خیر کرتا رہے۔

(رواه احمد والحاكم وقال صحيح الاسناد قال الذهبي موسى بن سالم قال ابوحاتم منكر الحديث ولفظ الحاكم كدوي النحل يقلن لصاحبهن واخرجه بسند اخر وصححه على شرط مسلم واقره عليه الذهبي وفيه كدوي النحل يذكرن بصاحبهن)

فائدہ:- جو لوگ حکام رس ہیں کرسی نشین کہلاتے ہیں کوئی ان سے پوچھے کہ بادشاہ نہیں وزیر نہیں، وائسرائے کو بھی چھوڑ دیجئے، کسی گورنر کے یہاں ان کی تعریف ہو جاتی ان کا ذکرِ خیر آجاتے تو پھولے نہیں سماتے دماغ آسمان پر پہنچ جاتا ہے۔ حالانکہ اس تذکرہ

سے نہ تو دین کا نفع نہ دُنیا کا۔ دین کا نفع نہ ہونا تو ظاہر اور کھلا ہوا ہے اور دُنیا کا نفع نہ ہونا اس وجہ سے کہ شاید جتنا نفع اس قسم کے تذکروں سے ہوتا ہو اس سے زیادہ نقصان اس نوع کے مرتبے اور تذکرے حاصل کرنے میں پہنچ جاتا ہے جائداد دین فروخت کر کے اور سُودی قرض لے کر ایسے مرتبے حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مفت کی عداوتیں مول لی جاتی ہیں اور ہر قسم کی ذلتیں برداشت کی جاتی ہیں الیکشنوں کے منظر سب کے سامنے ہیں کہ کیا کیا کرنا پڑتا ہے، اس کے بالمقابل اللہ جلّ جلالہٗ کے عرش پر تذکرہ، مالک الملک کے حضور میں تذکرہ، اس پاک ذات کے ہاں تذکرہ جس کے قبضہ میں بادشاہوں کے دل ہیں حاکموں کے اختیارات اس کے اختیار میں ہیں نفع اور نقصان کا واحد مالک وُہی ہے سارے جہان کے تمام آدمی حاکم و محکوم، بادشاہ و رعایا کسی کو نقصان پہنچانا چاہیں اور وہ مالک الملک نہ چاہے تو بال بیکا نہیں کر سکتا۔ ساری مخلوق کسی کو نفع پہنچانا چاہے اور اس کی رضا نہ ہو تو ایک قطرہ پانی نہیں پلا سکتی۔ ایسی پاک ذات کے یہاں اپنا ذکرِ خیر ہو کوئی دُنیا کی اس کا مقابلہ کر سکتی ہے؟ کوئی عزت دُنیا کی خواہ کتنی ہی بڑی ہو جائے اس کی برابری کر سکتی ہے؟ نہیں ہرگز نہیں اور اس کے مقابلہ میں دُنیا کی کسی عزت کو اگر وقیع سمجھا جائے تو کیا اپنے اوپر ظلم نہیں۔

۱۸: عَنْ يُسَيْرَةَ وَكَانَتْ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ قَالَتْ قَالَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكُنَّ بِالتَّسْبِيْحِ وَالتَّهْلِيْلِ وَالتَّقْدِيْسِ وَاعْقِدْنَ بِالْاَنَامِلِ فَاِنَّهُنَّ مَسْئُوْلَاتٌ مُسْتَنْطَقَاتٌ وَلَا تَغْفُلْنَ فَتَنْسَيْنَ (فخ)

حضرت یسیرہؓ جو ہجرت کرنے والی صحابیات میں سے ہیں فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے اوپر تسبیح (سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنا) اور تہلیل (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) اور تقدیس (اللہ کی پاکی بیان کرنا مثلاً سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ پڑھنا یا سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ وَرَبُّ الْمَلٰئِكَةِ کہنا) لازم کر لو اور انگلیوں پر گِنا کرو اس لیے کہ انگلیوں سے قیامت میں سوال کیا جاوے گا (اور ان سے

جواب طلب کیا جائے گا کہ کیا عمل کئے اور جواب میں) گویائی دی جائے گی اور اللہ کے ذکر سے غفلت نہ کرنا (اگر ایسا کرو گی تو اللہ کی) رحمت سے محروم کردی جاؤ گی۔

(رواہ الترمذی و ابوداؤد کذا فی المشکوٰۃ وفی المنھل اخرجہ ایضًا احمد والحاکم اھ وقال الذھبی فی تلخیصہ صحیح وکذا رقم لہ بالصحۃ فی الجامع الصغیر وبسط صاحب الاتحاف فی تخریجہ وقال عبد اللہ بن عمروؓ رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعقد التسبیح رواہ ابوداؤد والنسائی والترمذی وحسنہ والحاکم کذا فی الاتحاف وبسط فی تخریجہ ثم قال قال الحافظ معنی العقد المذکور فی الحدیث احصاء العدد وھو اصطلاح العرب بوضع بعض الانامل علی بعض عقد انملۃ اخری فالاحاد والعشرات بالیمین والمئون والالاف بالیسار اھ)

فائدہ:- قیامت میں آدمی کے بدن سے، اس کے ہاتھ پاؤں سے بھی سوال ہو گا کہ ہر حصۂ بدن نے کیا کیا نیک کام کئے اور کیا کیا ناجائز اور بُرے کام کیے قرآن میں متعدد جگہ اس کا ذکر ہے ایک جگہ ارشاد ہے۔ یَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ الآیۃ سورۂ نور ع ۳ جس روز ان کے خلاف گواہی دیں گی ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور پاؤں ان کے کاموں کی (یعنی گناہوں کی جن کو یہ کرتے تھے) دوسری جگہ ارشاد ہے وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ الآیات (سورہ حم سجدہ ع ۳) اس جگہ کئی آیتوں میں اس کا ذکر ہے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ جس دن (حشر میں) اللہ کے دشمن جہنم کی طرف جمع کیے جائیں گے پھر ان کو ایک جگہ روک دیا جائے گا، پھر سب کے سب اس جہنم کے قریب آجائیں گے تو ان کے کان، آنکھیں، کھالیں ان پر گواہیاں دیں گے (اور بتائیں گی کہ ہمارے ذریعہ سے اس شخص نے کیا کیا گناہ کیے، اسوقت وہ لوگ تعجب سے) ان سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی (ہم تو دُنیا میں تمہاری ہی لذّت اور راحت کے واسطے گناہ کرتے تھے) وہ جواب دیں گے کہ ہم کو اس اللہ نے گویائی عطا کی جس نے سب چیزوں کو گویائی عطا فرمائی اسی نے تم کو بھی اوّل پیدا کیا تھا اور اسی کے پاس اب تم لوٹائے گئے ہو، احادیث میں اس گواہی کے متعدد واقعات ذکر کیے گئے ہیں۔ ایک

حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن کافر باوجودیکہ اپنی بداعمالیوں کو جانتا ہوگا پھر بھی انکار کرے گا کہ میں نے گناہ نہیں کیے، اس سے کہا جائے گا کہ یہ تیرے پڑوسی تجھ پر گواہی دیتے ہیں وہ کہیگا کہ یہ لوگ دشمنی سے جھوٹ بولتے ہیں پھر کہا جائے گا تیرے عزیز و اقارب گواہی دیتے ہیں وہ ان کو جھٹلائے گا تو اس کے اعضاء کو گواہ بنایا جائے گا، ایک حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے ران گواہی دے گی کہ کیا کیا بداعمالیاں اس سے کرائی گئی تھیں، ایک حدیث میں ہے کہ پل صراط سے آخری گزرنے والا اس طرح گرتا پڑتا گذریگا جیسے کہ بچہ جب اس کو باپ مار رہا ہو کہ وہ کبھی ادھر گرتا ہے اُدھر، فرشتے اس سے کہیں گے کہ اچھا اگر تو سیدھا چل کر پل صراط سے گذر جائے تو اپنے سب اعمال بتادے گا وہ اس کا وعدہ کرے گا کہ میں سچ سچ سب بتادوں گا اور اللہ کی عزت کی قسم کھا کر کہے گا کہ کچھ نہیں چھپاؤں گا، وہ کہیں گے اچھا سیدھا کھڑا ہو جا اور چل، وہ سہولت سے پل صراط پر سے گذر جائے گا، اور پار ہو جانے کے بعد اس سے پوچھا جائے گا کہ اچھا اب بتا، وہ سوچے گا کہ اگر میں نے اقرار کر لیا تو ایسا نہ ہو کہ مجھ کو واپس کر دیا جائے، اس لیے صاف انکار کر دے گا کہ میں نے کوئی بُرا عمل نہیں کیا، فرشتے کہیں گے کہ اچھا اگر ہم نے گواہ پیش کر دیئے تو وہ اِدھر اُدھر دیکھے گا کہ کوئی آس پاس نہیں اُس کو خیال ہو گا کہ اب گواہ کہاں سے آئیں گے سب اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچ گئے ہیں، اس لیے کہے گا کہ اچھا لاؤ گواہ تو اس کے اعضاء کو حکم کیا جاوے گا اور وہ کہنا شروع کرینگے تو مجبوراً اس کو اقرار کرنا پڑے گا کہ بے شک ابھی اور بھی بہت سے مُہلک گناہ بیان کرنے باقی ہیں تو ارشاد ہوگا کہ اچھا ہم نے مغفرت کر دی غرض اِن وجوہ سے ضرورت ہے کہ آدمی کے اعضاء سے نیک کام بھی بکثرت ہوں تاکہ گواہ دونوں قسم کے مل سکیں، اسی لیے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث بالا میں انگلیوں پر شمار کرنے کا حکم فرمایا ہے اسی وجہ سے دوسری احادیث میں مسجد میں کثرت سے آجانے کا حکم ہے کہ نشاناتِ قدم بھی گواہی دیں گے اور ان کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ کس قدر خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے لیے برائی کا گواہ کوئی بھی گواہ نہ ہو کہ گناہ کیے ہی نہیں یا توبہ وغیرہ سے

معاف ہو گئے اور بھلائی اور نیکی کے گواہ سینکڑوں ہزاروں ہوں جس کی سہل ترین صورت یہ ہے کہ جب کوئی گناہ صادر ہو جائے فوراً توبہ سے اس کو محو کر ڈالیں کہ پھر وہ کالعدم ہو جاتے ہیں جیسا کہ باب دوم فصل سوم حدیث نمبر ۳۳ کے تحت گذر چکا ہے اور نیکیاں اعمال ناموں میں باقی رہیں جس کے گواہ بھی موجود ہوں اور جن جن اعضاء سے یہ نیک اعمال کئے ہیں وہ سب گواہی دیں۔ متعدد احادیث میں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انگلیوں پر گننا مختلف الفاظ سے نقل کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (انگلیوں) پر تسبیح گنتے تھے۔ اس کے حدیث بالا میں اللہ کے ذکر سے غفلت پر رحمتِ الٰہیہ سے محروم کیے جانے کی وعید ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے محروم رہتے ہیں وہ اللہ کی رحمت سے بھی محروم رہتے ہیں، قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں (رحمت کے ساتھ) تمہارا ذکر کروں گا، حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنی یاد کو بندہ کی یاد پر مرتب فرمایا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُوْنَ (سورۂ زخرف ع ۴) اور جو شخص اللہ کے ذکر سے (خواہ کسی قسم کا ہو قرآن پاک کا ہو یا کسی اور قسم کا جان بوجھ کر) اندھا بن جائے ہم اس پر ایک شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں پس وہ شیطان ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے اور وہ شیطان اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر سب کے سب ان لوگوں کو جو اللہ کے ذکر سے اندھے بن گئے ہیں سیدھے) راستہ سے ہٹاتے رہتے ہیں اور یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں۔

حدیث میں ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان مقرر ہے۔ کافر کے ساتھ تو وہ ہر وقت شریکِ حال رہتا ہے۔ کھانے میں بھی پینے میں بھی۔ لیکن مومن سے ذرا دور رہتا ہے اور ہر وقت منتظر رہتا ہے جب ذرا اس کو غافل پاتا ہے فوراً اس پر حملہ کر دیتا ہے دوسری جگہ ارشاد ہے يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ الٰی اٰخر السورة (سورۂ منافقون ع ۲) اے ایمان والو تمکو تمہارے مال اور اولاد (اور اسی طرح دوسری

چیزیں) اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وُہی خسارے والے ہیں اور ہم نے جو کچھ مال و دولت عطا کر رکھا ہے اس میں سے (اللہ کے راستہ میں اس سے پہلے پہلے خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کی موت آجاتے اور پھر (حسرت و افسوس سے) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھے کچھ دِنوں اور مہلت کیوں نہ دی تاکہ میں خیرات کر لیتا اور نیک بندوں میں شامل ہو جاتا اور اللہ جلّ جلالہٗ کسی کو بھی موت کا وقت آجانے کے بعد مُہلت نہیں دیتے اور اللہ کو تمہارے سارے اعمال کی پوری پوری خبر ہے (جیسا کرو گے بھلا یا بُرا ویسا ہی پاؤ گے) اللہ جلّ شانہٗ کے ایسے بھی بندے ہیں جن کو کسی وقت بھی غفلت نہیں ہوتی۔ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جگہ دیکھا کہ ایک مجنوں شخص ہے لڑکے اس کو ڈھیلے مار رہے ہیں۔ میں نے اُن کو دھمکایا وہ لڑکے کہنے لگے کہ یہ شخص یوں کہتا ہے کہ میں خدا کو دیکھتا ہوں۔ میں اس کے قریب گیا تو وہ کچھ کہہ رہا تھا۔ میں نے غور سے سُنا تو وہ کہہ رہا تھا کہ تو نے بہت ہی اچھا کیا، کہ ان لڑکوں کو مجھ پر مُسلّط کر دیا میں نے کہا کہ یہ لڑکے تجھ پر ایک تہمت لگاتے ہیں کہنے لگا کہ کیا کہتے ہیں، میں نے کہا یہ کہتے ہیں کہ تم خُدا کو دیکھنے کے مُدعی ہو، یہ سُن کر اس نے ایک چیخ ماری اور یہ کہا شبلی اس ذات کی قسم جس نے اپنی محبت میں مجھ کو شکستہ حال بنا رکھا ہے اور اپنے قرب و بُعد میں مجھ کو بھٹکا رکھا ہے اگر تھوڑی دیر بھی وہ مجھ سے غائب ہو جاتے (یعنی حضوری حاصل نہ رہے) تو میں دردِ فراق سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں، یہ کہہ کر وہ مجھ سے مُنہ موڑ کر یہ شعر پڑھتا ہوا بھاگ گیا۔

خَیَالُکَ فِیْ عَیْنِیْ وَ ذِکْرُکَ فِیْ فَمِیْ   وَمَثْوَاکَ فِیْ قَلْبِیْ فَاَیْنَ تَغِیْبُ

تیری صُورت میری نگاہ میں جمی رہتی ہے، اور تیرا ذکر میری زبان پر ہر وقت رہتا ہے، تیرا ٹھکانہ میرا دل ہے پس تو کہاں غائب ہو سکتا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو کسی نے کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تلقین کیا فرمانے لگے میں کسی وقت بھی اس کو بھولا نہیں (یعنی یاد تو اس کو دلاؤ جس کو کسی وقت بھی غفلت ہوتی ہو) حضرت ممشاد دینوریؒ مشہور بزرگ ہیں جس وقت ان کا انتقال ہونے

لگا تو کسی پاس بیٹھنے والے نے دُعا کی حق تعالیٰ شانہٗ آپ کو (جنّت کی) فلاں فلاں دولت عطا فرمائیں تو ہنس پڑے، فرمانے لگے تیس برس سے جنّت اپنے سارے ساز و سامان کے ساتھ میرے سامنے ظاہر ہوتی رہی ہے ایک دفعہ بھی تو (اللہ جلّ شانہٗ کی طرف سے توجہ ہٹا کر ادھر توجہ نہیں کی۔ حضرت رویمؒ کو انتقال کے وقت کسی نے کلمہ تلقین فرمایا تو کہنے لگے کہ میں اس کے غیر کو اچھی طرح جانتا ہی نہیں۔ احمد بن خضرویہ کے انتقال کا وقت تھا، کسی شخص نے کوئی بات پوچھی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے، فرمایا، پچانوے ۹۵ برس سے ایک دروازہ کھٹکھٹا رہا ہوں وہ اس وقت کھلنے والا ہے، مجھے معلوم نہیں وہ سعادت کے ساتھ کھلتا ہے یا بدبختی کے ساتھ، مجھے اس وقت بات کرنے کی فرصت کہاں۔

۱۹: وَعَنْ جُوَيْرِيَةَ رضـ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهَا بُكْرَةً حِيْنَ صَلَّى الصُّبْحَ وَهِيَ فِيْ مَسْجِدِهَا ثُمَّ رَجَعَ بَعْدَ اَنْ اَضْحٰى وَهِيَ جَالِسَةٌ قَالَ مَا زِلْتِ عَلَى الْحَالِ الَّتِيْ فَارَقْتُكِ عَلَيْهَا قَالَتْ نَعَمْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ قُلْتُ بَعْدَكِ اَرْبَعَ كَلِمَاتٍ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ لَوْ وُزِنَتْ بِمَا قُلْتِ مُنْذُ الْيَوْمِ لَوَزَنَتْهُنَّ

اُمّ المومنین حضرت جویریہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے وقت اُن کے پاس سے نماز کے لیے تشریف لے گئے اور یہ اپنے مصلّے پر بیٹھی ہوئی (تسبیح میں مشغول تھیں) حضورؐ چاشت کی نماز کے بعد (دوپہر کے قریب) تشریف لائے تو اسی حال میں بیٹھی ہوئی تھیں حضورؐ نے دریافت فرمایا تم اسی حال پر ہو جس پر میں نے چھوڑا تھا۔ عرض کیا جی ہاں! حضورؐ نے فرمایا میں نے تم سے جدا ہونے کے بعد) چار کلمے تین مرتبہ پڑھے اگر ان کو اس سب کے مقابلہ میں تولا جائے جو تم نے صبح سے پڑھا ہے تو وہ غالب ہو جائیں گے، وہ کلمے یہ ہیں سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضَا نَفْسِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ (رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ قال القاری وکذا اصحاب السنن الاربعۃ وفی الباب عن صفیۃ قالت دخل علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وبین یدی اربعۃ الاف نواۃ اسبح بھن الحدیث اخرجہ الحاکم و وقال الذھبی صحیح)

(اللہ کی تسبیح کرتا ہوں اور اس کی تعریف کرتا ہوں بقدر اس کی مخلوقات کے عدد کے اور بقدر اس کی مرضی اور خوشنودی کے اور بقدر وزن اس کے عرش کے اور اس کے کلمات کی مقدار کے موافق)

وَعَنْ سَعْدِ ابْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍؓ اَنَّہٗ دَخَلَ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی امْرَأَۃٍ وَبَیْنَ یَدَیْھَا نَوًی اَوْحَصًی تُسَبِّحُ بِہٖ فَقَالَ اَلَا اُخْبِرُکِ بِمَا ھُوَ اَیْسَرُ عَلَیْکِ مِنْ ھٰذَا اَوْ اَفْضَلُ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَاءِ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی الْاَرْضِ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا بَیْنَ ذٰلِکَ وَسُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا ھُوَ خَالِقٌ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ مِثْلَ ذٰلِکَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ مِثْلَ ذٰلِکَ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مِثْلَ ذٰلِکَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت سعدؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک صحابیؓ عورت کے پاس تشریف لے گئے ان کے سامنے کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں رکھی ہوئی تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ حضور نے فرمایا میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جو اس سے سہل ہو (یعنی کنکریوں پر گننے سے سہل ہو) یا (یہ ارشاد فرمایا کہ) اس سے افضل ہو۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ اخیر تک، اللہ کی تعریف کرتی ہوں بقدر اس مخلوق کے جو آسمان میں پیدا کی اور بقدر اس مخلوق کے جو زمین میں پیدا کی اور بقدر اس مخلوق کے جو ان دونوں کے درمیان ہے یعنی آسمان زمین کے درمیان ہے اور اللہ کی پاکی بیان کرتی ہوں بقدر اس کے جس کو وہ پیدا کرنے والا ہے اور اس سب کے برابر اَللّٰہُ اَکْبَرُ

مِثْلَ ذٰلِكَ ۔ اور اس کے برابر ہی الحمد للہ
اور اسی کی مانند لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ۔

(رواہ ابوداؤد والترمذی وقال الترمذی حدیث غریب کذافی المشکوٰۃ قال القاری و فی نسخۃ حسن غریب اھ وفی المنھل اخرجہ ایضًا النسائی وابن ماجۃ وابن حبان و الحاکم والترمذی وقال حسن غریب من ھذا الوجہ اھ قلت وصححہ الذھبی)

فائدہ :- مُلّا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ اِن کیفیات کے ساتھ تسبیح کے افضل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اِن الفاظ کے ذِکر کرنے سے اِن کیفیات اور صفات کی طرف ذہن متوجہ ہو گا اور یہ ظاہر ہے کہ جتنا بھی تدبّر اور غور وفکر زیادہ ہو گا اتنا ہی ذِکر افضل ہو گا، اس لیے قرآن پاک جو تدبّر سے پڑھا جاتے وہ تھوڑا سا بھی اس تلاوت سے بہت زیادہ افضل ہے، جو بلا تدبّر کے ہو اور بعض علماء نے کہا ہے کہ افضلیت اس حیثیت سے ہے کہ اس میں اللہ جلّ جلالہٗ کی حمد وثنا کے شمار سے عجز کا اظہار ہے جو کمال ہے عبدیت کا۔ اسی وجہ سے بعض صوفیاء سے نقل کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ گناہ تو بلا حساب اور بے شمار کرتے ہو اور اللہ کے پاک نام کو شمار سے گِن کر کہتے ہو اس کا مطلب یہ نہیں کہ شمار نہ کرنا چاہیے اگر ایسا ہوتا تو پھر احادیث میں کثرت سے خاص خاص اوقات میں شمار کیوں بتائی جاتی، حالانکہ بہت سی احادیث میں خاص خاص مقداروں پر خاص خاص وعدے فرماتے گئے ہیں۔ بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ صرف شمار پر قناعت نہ کرنا چاہیے بلکہ جو اوراد مخصوص اوقات میں متعین ہیں اُن کو پورا کرنے کے علاوہ خالی اوقات میں بھی جتنا ممکن ہو بے شمار اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا چاہیے کہ یہ ایسی بڑی دولت ہے جو شمار کی پابندیوں اور اس کی حدود سے بالاتر ہے۔
ان احادیث سے تسبیح متعارف یعنی دھاگہ میں پروئے دانوں کا جواز ثابت ہوتا ہے بعض لوگوں نے اس کو بدعت کہہ دیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے جب اس کی اصل ثابت ہے۔ حضورؐ نے کنکریوں اور گٹھلیوں پر گنتے ہوتے دیکھا اور اس پر انکار نہیں فرمایا تو پھر اصل ثابت ہو گئی، دھاگہ میں پرو دینے اور نہ پرونے میں کوئی فرق نہیں اسی وجہ سے جملہ مشائخ اور فقہاء اس کا استعمال فرماتے رہے ہیں۔ مولانا عبدالحیؒ صاحبؒ نے ایک

مستقل رسالہ "نزہتہ الفکر" اس بارے میں تصنیف فرمایا ہے۔ ملّا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح دلیل ہے تسبیح متعارف کے جواز کی، اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان گٹھلیوں یا کنکریوں پر گنتے ہوتے دیکھا اور اس پر انکار نہیں فرمایا جو شرعی دلیل ہے اور کھلے ہوتے دانے یا پروتے ہوتے ہیں کوئی فرق نہیں ہے، اس لیے جو لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں ان کا قول قابلِ اعتماد نہیں ہے فرماتے ہیں کہ صوفیاء کی اصطلاح میں اس کو شیطان کا کوڑا کہا جاتا ہے۔ حضرت جنید بغدادی کے ہاتھ میں کسی نے ایسے وقت میں بھی تسبیح دیکھی جب وہ منتہاتے کمال پر پہنچ چکے تھے تو ان سے اس بارہ میں سوال کیا، فرمایا جس چیز کے ذریعہ سے ہم اللہ تک پہنچے ہیں، اس کو کیسے چھوڑ دیں۔ بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں رہتی تھیں اور وہ ان پر گن کر تسبیح پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو صفیہؓ صحابی سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ کنکریوں پر گنا کرتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے گٹھلیاں اور کنکریاں دونوں نقل کی گئی ہیں۔ حضرت ابو سعید خدری سے بھی کنکریوں پر پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔ مرقاۃ میں لکھا ہے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس ایک دھاگہ رہتا تھا جس میں گرہیں لگی ہوتی تھیں ان پر شمار فرمایا کرتے تھے، اور ابو داؤد میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں بھری رہتیں، ان پر تسبیح پڑھا کرتے اور جب وہ تھیلی خالی ہو جاتی تو ایک باندی تھی جو ان سب کو پھر اس میں بھر دیتی اور حضرت ابو ہریرہؓ کے پاس رکھ دیتی۔ خالی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تھیلی میں سے نکالتے رہتے اور باہر ڈالتے رہتے تھے اور جب وہ خالی ہو جاتی تو سارے دانے سمیٹ کر وہ باندی پھر اس تھیلی میں بھر دیتی حضرت ابو درداؓ سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس ایک تھیلی میں عجوہ کھجور کی گٹھلیاں جمع رہتیں صبح کی نماز پڑھ کر اس تھیلی کو لے کر بیٹھتے اور جب تک وہ خالی ہوتی بیٹھے پڑھتے رہتے، جب زوال کا وقت ہوتا تو وہ چھڑا اٹھا لیا جاتا، وہ اپنی ضروریات میں مشغول ہو جاتے ظہر کی نماز کے بعد وہ پھر بچھا دیا جاتا اور شام تک ان کو پڑھتے رہتے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے پوتے نقل کرتے ہیں کہ دادا ابا کے پاس ایک دھاگہ تھا جس میں دو ہزار گرہیں لگی ہوتی تھیں، اس وقت تک

نہیں سوتے تھے جب تک ایک مرتبہ ان پر تسبیح نہ پڑھ لیتے۔ حضرت امام حسینؓ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس ایک دھاگہ تھا جس میں گرہیں لگی ہوئی تھیں، ان پر تسبیح پڑھا کرتی تھیں۔ صوفیاء کی اصطلاح میں تسبیح کا نام مذکرہ (یاد دلانے والی) بھی ہے، اس وجہ سے کہ جب یہ ہاتھ میں ہوتی ہے تو خواہ مخواہ پڑھنے کو جی چاہتا ہی ہے اس لیے گویا اللہ کے نام کو یاد دلانے والی ہے، اس بارہ میں ایک حدیث بھی نقل کی جاتی ہے، جو حضرت علیؓ سے نقل کی گئی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تسبیح کیا ہی اچھی مذکرہ (یعنی یاد دلانے والی چیز) ہے، اس باب میں ایک مسلسل حدیث مولانا عبدالحئیؒ صاحب نے نقل فرمائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مولانا سے لے کر اوپر تک ہر استاذ نے اپنے شاگرد کو ایک تسبیح عطا فرمائی اور اس کے پڑھنے کی اجازت بھی دی۔ اخیر میں حضرت جنیدؒ بغدادی کے شاگرد تک یہ سلسلہ پہنچتا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ حضرت جنیدؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو میں نے ان سے کہا کہ آپ اس علو مرتبہ پر بھی تسبیح ہاتھ میں رکھتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے استاذ سری سقطیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو ان سے یہی سوال کیا تھا انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے استاذ حضرت بشر حافیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو یہی سوال کیا تھا انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے استاذ حضرت عمر مکیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو یہی سوال کیا تھا، انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے استاذ حضرت حسن بصریؒ (جو سارے مشائخ چشتیہ کے سرگروہ ہیں) کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو عرض کیا تھا کہ آپ کی اس رفعتِ شان اور علو مرتبہ کے باوجود بھی اب تک تسبیح آپ کے ہاتھ میں ہے تو انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم نے تصوف کی ابتداء میں اس سے کام لیا تھا اور اس کے ذریعہ سے ترقی حاصل کی تھی تو گوارا نہیں کہ اب اخیر میں اس کو چھوڑ دیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنے دل سے زبان سے ہاتھ سے ہر طرح سے اللہ کا ذکر کروں محدثانہ حیثیت سے ان میں کلام بھی کیا گیا ہے۔

۲۱ : عَنِ ابْنِ اَعْبُدٍ قَالَ قَالَ عَلِيٌّ اَلَا اُحَدِّثُكَ عَنِّيْ وَعَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى

حضرت علیؓ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا کہ میں تمہیں اپنا اور اپنی بیوی فاطمہؓ کا جو حضورؐ کی صاحبزادی اور سب گھر والوں میں

اللہُ علیہِ وسلّمَ وَ کانَتْ مِنْ
اَحَبِّ اَھْلِہٖ اِلَیْہِ قُلْتُ بَلٰی
قَالَ اِنَّھَا جَرَّتْ بِالرَّحٰی حَتّٰی
اَثَّرَ فِیْ یَدِھَا وَ اسْتَقَتْ بِالْقِرْبَۃِ
حَتّٰی اَثَّرَ فِیْ نَحْرِھَا وَکَنَسَتِ
الْبَیْتَ حَتّٰی اِغْبَرَّتْ ثِیَابُھَا
فَاَتَی النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ
وَسَلَّمَ خَدَمٌ فَقُلْتُ لَوْ اَتَیْتِ
اَبَاکِ فَسَاَلْتِہٖ خَادِمًا
فَاَتَتْہُ فَوَجَدَتْ عِنْدَہٗ
حِدَاثًا فَرَجَعَتْ فَاَتَاھَا
مِنَ الْغَدِ فَقَالَ مَا کَانَ
حَاجَتُکِ فَسَکَتَتْ فَقُلْتُ
اَنَا اُحَدِّثُکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
جَرَّتْ بِالرَّحٰی حَتّٰی اَثَّرَتْ
فِیْ یَدِھَا وَحَمَلَتْ بِالْقِرْبَۃِ
حَتّٰی اَثَّرَتْ فِیْ نَحْرِھَا فَلَمَّا
اَنْ جَاءَکَ الْخَدَمُ اَمَرْتُھَا
اَنْ تَاْتِیَکَ فَتَسْتَخْدِمَکَ
خَادِمًا یَقِیْھَا حَرَّ مَا ھِیَ
فِیْہِ قَالَ اِتَّقِی اللّٰہَ یَا فَاطِمَۃُ
وَاَدِّیْ فَرِیْضَۃَ رَبِّکِ
وَاعْمَلِیْ عَمَلَ اَھْلِکِ فَاِذَا

زیادہ لاڈلی تھیں قصہ نہ سناؤں انہوں نے
عرض کیا ضرور سنائیں، فرمایا کہ وہ خود چکی
پیستی تھیں جس سے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے
تھے اور خود ہی مشک بھر کر لاتی تھیں،
جس سے سینہ پر رسی کے نشان پڑ گئے
تھے خود ہی جھاڑو دیتی تھیں جس کی وجہ
سے کپڑے میلے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ
حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں کچھ لونڈی غلام آئے۔ میں نے حضرت
فاطمہؓ سے کہا کہ تم اگر اپنے والد صاحب
کی خدمت میں جا کر ایک خادم مانگ لاؤ
تو اچھا ہے سہولت رہے گی۔ وہ گئیں۔
حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں لوگوں کا مجمع تھا، اس لیے واپس چلی
آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے
روز خود ہی مکان پر تشریف لائے اور
فرمایا تم کل کس کام کو آئی تھیں وہ چپ
ہو گئیں (شرم کی وجہ سے بول بھی نہ سکیں)
میں نے عرض کیا حضور چکی سے ہاتھ میں
نشان پڑ گئے۔ مشکیزہ بھرنے کی وجہ سے
سینہ پر بھی نشان پڑ گیا ہے۔ جھاڑو
دینے کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے ہیں
کل آپ کے پاس کچھ لونڈی غلام آئے

اَخَذْتِ مَضْجَعَكِ فَسَبِّحِيْ ثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِيْنَ وَاحْمَدِيْ ثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِيْنَ وَكَبِّرِيْ اَرْبَعًا وَّ ثَلٰثِيْنَ فَتِلْكَ مِائَةٌ فَهِيَ خَيْرٌ لَّكِ مِنْ خَادِمٍ قَالَتْ رَضِيْتُ عَنِ اللّٰهِ وَعَنْ رَّسُوْلِهٖ

(اخرجه ابوداؤد) وفی الباب عن الفضل بن الحسن الضمری اَنَّ اُمَّ الحکم اَوْ ضُبَاعَةَ ابْنَتَیِ الزُّبَیْرِ بن عبد المطلب حَدَّثَتْهُ عَنْ اِحْدٰهُمَا اَنَّهَا قَالَتْ اَصَابَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْيًا فَذَهَبْتُ اَنَا وَ اُخْتِيْ وَ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَشَكَوْنَا اِلَيْهِ مَا نَحْنُ فِيْهِ وَسَاَلْنَاهُ اَنْ يَّاْمُرَ لَنَا بِشَيْءٍ مِّنَ السَّبْيِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَقَكُنَّ يَتَامٰى بَدْرٍ وَّلٰكِنْ سَاَدُلُّكُنَّ عَلٰى مَا هُوَ خَيْرٌ لَّكُنَّ مِنْ ذٰلِكَ تُكَبِّرْنَ اللّٰهَ عَلٰى اَثَرِ كُلِّ صَلٰوةٍ ثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِيْنَ تَكْبِيْرَةً وَّ ثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِيْنَ تَسْبِيْحَةً وَّ ثَلٰثًا وَّ ثَلٰثِيْنَ تَحْمِيْدَةً وَّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

تھے، اس لیے میں نے ان سے کہا تھا کہ ایک خادم اگر مانگ لائیں تو ان مشغولوں میں سہولت ہو جائے گی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ فاطمہؓ اللہ سے ڈرتی رہو اور اس کے فرض ادا کرتی رہو اور گھر کے کاروبار کرتی رہو اور جب سونے کے لیے لیٹو تو سُبحانَ اللہ ۳۳ مرتبہ اَلحمدُ لِلّٰہ ۳۳ مرتبہ اَللّٰہُ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ خادم سے بہتر ہے، انہوں نے عرض کیا میں اللہ (کی تقدیر) اور اس کے رسولؐ کی تجویز سے راضی ہوں۔

دُوسری حدیث میں حضورؐ کی پھوپھی زاد بہنوں کا قصہ بھی اسی قسم کا ہے وہ کہتی ہیں کہ ہم دو بہنیں اور حضورؐ کی بیٹی فاطمہؓ تینوں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنی مشقت اور دِقتیں ذکر کر کے ایک خادم کی طلب کی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ خادم دینے میں تو بدر کے یتیم تم سے مقدم ہیں میں تمہیں خادم سے بھی بہتر چیز بتاؤں۔ ہر نماز کے بعد یہ تینوں کلمے یعنی سُبحانَ اللہ، اَلحمدُ لِلّٰہ، اَللّٰہُ اکبر ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور ایک مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پڑھ لیا کرو یہ خادم سے

(رواہ ابوداؤد وفی الجامع الصغیر بروایتے بہتر ہے۔
ابن منذۃ عن جلیس کان یامر نسائہ اذا ارادت احداھن ان تنام ان
تحمد الحدیث ورقم لہ بالضعف)

فائدہ:۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں اور عزیزوں کو خاص طور سے ان تسبیحات کا حکم فرمایا کرتے تھے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو یہ حکم فرمایا کرتے تھے کہ جب وہ سونے کا ارادہ کریں تو سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ ہر ایک ۳۳ مرتبہ پڑھیں۔ حدیث بالا میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیوی مشقتوں اور تکلیفوں کے مقابلہ میں ان تسبیحات کو تلقین فرمایا، اس کی ظاہری وجہ تو ظاہر ہے کہ مسلمان کے لیے دنیوی مشقت اور تکلیف قابلِ التفات نہیں ہے اس کو ہر وقت آخرت اور مرنے کے بعد کی راحت و آرام کی فکر ضروری ہے۔ اس لیے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چند روزہ زندگی کی مشقت اور تکلیف کی طرف سے توجہ ہٹا کر آخرت کی راحت کے سامان بڑھانے کی طرف متوجہ فرمایا اور ان تسبیحات کا آخرت میں زیادہ سے زیادہ نافع ہونا ان روایات سے جو اس باب میں ذکر کی گئیں ظاہر ہے، اس کے علاوہ دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ان تسبیحات کو حق تعالیٰ شانہٗ نے جہاں دینی منافع اور ثمرات سے شرف بخشا ہے دنیوی منافع بھی ان میں رکھے ہیں، اللہ کے پاک کلام میں، اس کے رسول کے پاک کلام میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن میں آخرت کے ساتھ ساتھ دنیاوی منافع بھی حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دجال کے زمانہ میں مومنوں کی غذا فرشتوں کی غذا ہوگی۔ یعنی تسبیح و تقدیس (سُبحان اللہ وغیرہ الفاظ کا پڑھنا) کہ جس شخص کا کلام ان چیزوں کا پڑھنا ہوگا حق تعالیٰ شانہٗ اس سے بھوک کی مشقت کو زائل کردیں گے، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس دنیا میں بغیر کھاتے پیے صرف اللہ کے ذکر پر گذارہ ممکن ہو سکتا ہے اور دجال کے زمانہ میں عام مومنین کو یہ دولت حاصل ہوگی تو اس زمانہ میں خواص کو اس حالت کا میسر ہو جانا کچھ مشکل نہیں اس لیے جن بزرگوں سے اس قسم کے واقعات بکثرت منقول ہیں کہ معمولی غذا پر یا بلا غذا

کے وہ کئی کئی دن گذار دیتے تھے ان میں کوئی وجہ انکار یا تکذیب کی نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر کہیں آگ لگ جائے تو تکبیر (یعنی اللہ اکبر کثرت سے) پڑھا کرو، یہ اس کو بجھا دیتی ہے۔ حصن حصین میں نقل کیا گیا ہے کہ جب کسی شخص کو کسی کام میں تعب اور مشقت معلوم ہو یا قوت کی زیادتی مطلوب ہو تو سوتے وقت سُبحان اللہ ۳۳ مرتبہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳ مرتبہ اَللّٰہُ اَکبر ۳۴ مرتبہ پڑھے یا تینوں کلمے ۳۳، ۳۳ مرتبہ پڑھے یا کوئی سا ایک ۳۴ مرتبہ پڑھے (چونکہ مختلف احادیث میں مختلف عدد آئے ہیں اس لیے سب ہی کو نقل کر دیا ہے) حافظ ابن تیمیہؒ نے بھی ان احادیث سے جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو خادم کے بدلے یہ تسبیحات تعلیم فرمائیں، یہ استنباط کیا ہے کہ جو شخص ان پر مداومت کرے، اس کو مشقت کے کاموں میں تکان اور تعب نہیں ہوگا، حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اگر معمولی تعب ہو ابھی تب بھی مضرت نہ ہوگی۔ مُلّا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ یہ عمل مجرّب ہے یعنی تجربہ سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اِن تسبیحوں کا سوتے وقت پڑھنا ازالۂ تکان اور زیادتیٔ قوت کا سبب ہوتا ہے۔ علّامہ سیوطیؒ نے مرقاۃ الصعود میں لکھا ہے کہ ان تسبیحوں کا خادم سے بہتر ہونا آخرت کے اعتبار سے بھی ہو سکتا ہے کہ آخرت میں یہ تسبیحیں جتنی مفید کار آمد اور نافع ہوں گی، دنیا میں خادم اتنا کار آمد اور نافع نہیں ہو سکتا، اور دُنیا کے اعتبار سے بھی ہو سکتا ہے کہ ان تسبیحوں کی وجہ سے کام پر جس قدر قوت اور ہمت ہو سکتی ہے خادم سے اتنا کام نہیں ہو سکتا ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جو ان پر عمل کرے وہ جنت میں داخل ہو اور وہ دونوں بہت سہل ہیں لیکن ان پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں، ایک یہ کہ ان تسبیحوں کو ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ پڑھے کہ یہ پڑھنے میں ایک سو پچاس ہوئیں لیکن اعمال کی ترازو میں پندرہ سو ہوں گی، دوسرے یہ کہ سوتے وقت سُبحان اللہ اَلحمد للّٰہ ۳۳، ۳۳ مرتبہ پڑھے اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھے کہ یہ پڑھنے میں سَو مرتبہ ہوئیں اور ثواب کے اعتبار سے ایک ہزار ہوئیں۔ کسی نے پوچھا یا رسُول اللہ یہ کیا بات ہے کہ ان پر عمل کرنے والے بہت تھوڑے

ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ نماز کے وقت شیطان آتا ہے اور کہتا ہے، کہ فلاں ضرورت ہے اور فلاں کام ہے اور جب سونے کا وقت ہوتا ہے وہ اِدھر اُدھر کی ضرورتیں یاد دلاتا ہے جس سے پڑھنا رہ جاتا ہے۔ ان احادیث میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ دو جہان کے سردار کی بیٹی اپنے ہاتھ سے آٹا پیسیں حتیٰ کہ ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے، خود ہی پانی بھر کر لائیں حتیٰ کہ سینہ پر مشک کی رسّی کے نشان ہو گئے، خود ہی گھر کی جھاڑو وغیرہ سارا کام کرتیں جس سے ہر وقت کپڑے میلے رہتے آٹا گوندھنا، روٹی پکانا غرض سب ہی کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں، کیا ہماری بیبیاں یہ سارے کام تو کیا ان میں سے آدھے بھی اپنے ہاتھ سے کرتی ہیں اور اگر نہیں کرتیں تو کتنی غیرت کی بات ہے کہ جن کے آقاؤں کی یہ زندگی ہو، ان کے نام لیوا، ان کے نام پر فخر کرنے والوں کی زندگی اس کے آس پاس بھی نہ ہو؟ چاہیے تو یہ تھا کہ خادموں کا عمل ان کی مشقت آقاؤں سے کچھ آگے ہوتی مگر افسوس کہ یہاں اس کے آس پاس بھی نہیں۔

فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکیٰ وَ اللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ

خاتمہ

خاتمہ میں ایک نہایت مہتم بالشان چیز کو ذکر کرتا ہوں اور اسی پر اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں۔ یہ تسبیحات جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے نہایت ہی اہم اور دین و دنیا میں کار آمد مفید ہیں۔ جیسا کہ احادیث بالا سے معلوم ہوا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن کے اہتمام اور فضیلت کی وجہ سے ایک خاص نماز کی ترغیب فرمائی ہے جو صلوٰۃ التسبیح (تسبیح کی نماز) کے نام سے مشہور ہے اور اسی وجہ سے اس کو صلوٰۃ التسبیح کہا جاتا ہے کہ یہ تسبیحات اس میں تین سو مرتبہ پڑھی جاتی ہیں۔ حضورؐ نے بہت ہی اہتمام اور

ترغیبوں کے ساتھ اس نماز کو تعلیم فرمایا۔ چنانچہ حدیث شریف یہ ہے۔

۱: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لِلْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ یَا عَبَّاسُ یَا عَمَّاہُ اَلَا اُعْطِیْكَ اَلَا اَمْنَحُكَ اَلَا اُخْبِرُكَ اَلَا اَفْعَلُ بِكَ عَشْرَ خِصَالٍ اِذَا اَنْتَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ غَفَرَ اللّٰہُ لَكَ ذَنْبَكَ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ قَدِیْمَہٗ وَحَدِیْثَہٗ خَطَاءَہٗ وَعَمَدَہٗ صَغِیْرَہٗ وَکَبِیْرَہٗ سِرَّہٗ وَعَلَانِیَتَہٗ اَنْ تُصَلِّیَ اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ تَقْرَأُ فِیْ کُلِّ رَکْعَۃٍ فَاتِحَۃَ الْکِتَابِ وَسُوْرَۃً فَاِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَاءَۃِ فِیْ اَوَّلِ رَکْعَۃٍ وَاَنْتَ قَائِمٌ قُلْتَ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ خَمْسَ عَشَرَۃَ ثُمَّ تَرْکَعُ فَتَقُوْلُھَا وَاَنْتَ رَاکِعٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَكَ مِنَ الرُّکُوْعِ فَتَقُوْلُھَا عَشْرًا ثُمَّ تَھْوِیْ سَاجِدًا فَتَقُوْلُھَا وَاَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا ثُمَّ تَرْفَعُ رَاْسَكَ مِنَ السُّجُوْدِ فَتَقُوْلُھَا عَشْرًا ثُمَّ تَسْجُدُ فَتَقُوْلُھَا عَشْرًا

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا، اے عباس، اے میرے چچا کیا میں تمہیں ایک عطیہ کروں، ایک بخشش کروں ایک چیز بتاؤں تمہیں دس چیزوں کا مالک بناؤں جب تم اس کام کو کرو گے، تو حق تعالیٰ شانہٗ تمہارے سب گناہ پہلے اور پچھلے پرانے اور نئے غلطی سے کئے ہوئے اور جان بوجھ کر کئے ہوئے اور چھوٹے بڑے، چھپ کر کیے ہوئے اور کھلّم کھلّا کئے ہوئے سب ہی معاف فرما دیں گے وہ کام یہ ہے کہ چار رکعت نفل نمازِ التسبیح کی نیّت باندھ کر پڑھو اور ہر رکعت میں جب اَلْحَمْدُ اور سورت پڑھ چکو تو رکوع سے پہلے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پندرہ مرتبہ پڑھو پھر جب رکوع کرو تو دس مرتبہ اس میں پڑھو پھر جب رکوع سے کھڑے ہو تو دس مرتبہ پڑھو۔ پھر سجدہ کرو تو دس مرتبہ اس میں پڑھو پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھو تو دس مرتبہ پڑھو پھر جب دوسرے سجدہ میں جاؤ تو دس مرتبہ اس میں پڑھو پھر جب دوسرے سجدے سے اٹھو تو (دوسری رکعت میں) کھڑے

ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ فَتَقُولُهَا عَشْرًا فَذٰلِكَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فِيْ اَرْبَعِ رَكَعَاتٍ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تُصَلِّيَهَا فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مَرَّةً فَافْعَلْ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ مَرَّةً فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ كُلِّ شَهْرٍ مَرَّةً فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ عُمْرِكَ سَنَةٍ مَرَّةً فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِيْ عُمْرِكَ مَرَّةً۔

ہونے سے پہلے بیٹھ کر دس مرتبہ پڑھو ان سب کی میزان پچھتّر ہوئی، اسی طرح ہر رکعت میں پچھتّر دفعہ ہوگا اگر ممکن ہو سکے تو روزانہ ایک مرتبہ اس نماز کو پڑھ لیا کرو یہ نہ ہو سکے تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر مہینہ میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو، یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک مرتبہ تو پڑھ ہی لو۔

(رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ والبیھقی فی الدعوات الکبیر وروی الترمذی عن ابی رافع نحوہ کذا فی المشکوٰۃ قلت واخرجہ الحاکم وقال ھذا حدیث وصلہ موسٰی بن عبدالعزیز عن الحکم بن ابان وقد اخرجہ ابوبکر محمد بن اسحٰق وابو داؤد وعبدالرحمٰن احمد بن شعیب فی الصحیح ثم قال بعد ما ذکر توثیق رواتہ واما ارسال ابراھیم بن الحکم عن ابیہ فلا یوھن وصل الحدیث فان الزیادۃ من الثقۃ اولی من الارسال علی ان امام عصرہ فی الحدیث اسحٰق بن ابراھیم الحنظلی قد اقام ھٰذا الاسناد عن ابراھیم بن الحکم ووصلہ اھ قال السیوطی فی اللآلی ھذا اسناد حسن وما قال الحاکم اخرجہ النسائی فی کتابہ الصحیح لم نرہ فی شیئ من نسخ السنن لا الصغری ولا الکبرٰی)

۲: وَعَنْ اَبِي الْجَوْزَاءِ عَنْ رَجُلٍ كَانَتْ لَهٗ صُحْبَةٌ يَرَوْنَ اَنَّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِئْتِنِيْ غَدًا اَحْبُوْكَ وَاُثِيْبُكَ

ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضورؐ نے فرمایا کل صبح کو آنا تم کو ایک بخشش کروں گا ایک چیز دوں گا، ایک عطیہ کروں گا، وہ صحابیؓ کہتے ہیں میں ان الفاظ سے یہ سمجھا کہ کوئی (مال) عطا فرمائیں گے جب

وَاُعْطِيْكَ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ يُعْطِيْنِيْ عَطِيَّةً قَالَ اِذَا زَالَ النَّهَارُ فَقُمْ فَصَلِّ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ فذكر نحوه وفيه وَقَالَ فَاِنَّكَ لَوْ كُنْتَ اَعْظَمَ اَهْلِ الْاَرْضِ ذَنْبًا غُفِرَلَكَ بِذٰلِكَ قَالَ قُلْتُ فَاِنْ لَّمْ اَسْتَطِعْ اَنْ اُصَلِّيَهَا تِلْكَ السَّاعَةَ قَالَ صَلِّهَا مِنَ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ (رواه ابوداؤد)

۳: عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ وَجَّهَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَعْفَرَ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ اِلٰى بِلَادِ الْحَبْشَةِ فَلَمَّا قَدِمَ اعْتَنَقَهٗ وَقَبَّلَهٗ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ثُمَّ قَالَ اَلَا اَهَبُ لَكَ اَلَا اُبَشِّرُكَ اَلَا اَمْنَحُكَ اَلَا اُتْحِفُكَ قَالَ نَعَمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ تُصَلِّيْ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ۔

فذكره نحوه اخرجه الحاكم وقال اسناد صحيح لاغبار عليه وتعقبه

میں حاضر ہوا) تو فرمایا کہ جب دوپہر کو آفتاب ڈھل چکے تو چار رکعت نماز پڑھو اسی طریقہ سے بتایا جو پہلی حدیث میں گذرا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر تم ساری دُنیا کے لوگوں سے زیادہ گنہگار ہوگے، تو تمہارے گناہ معاف ہوجائیں گے میں نے عرض کیا کہ اگر اس وقت کسی وجہ سے نہ پڑھ سکوں تو ارشاد فرمایا کہ جب وقت ہو سکے دن میں یا رات میں پڑھ لیا کرو۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچازاد بھائی حضرت جعفرؓ کو حبشہ بھیجدیا تھا جب وہ وہاں سے واپس مدینہ طیبہ پہنچے تو حضورؐ نے گلے لگایا اور پیشانی پر بوسہ دیا، پھر فرمایا میں تجھے ایک چیز دوں، ایک خوشخبری سناؤں، ایک بخشش کروں، ایک تحفہ دوں، انہوں نے عرض کیا ضرور، حضورؐ نے فرمایا چار رکعت نماز پڑھ، پھر اسی طریقہ سے بتائی جو اوپر گذرا اس حدیث میں ان چار کلموں کے ساتھ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ بھی آیا ہے۔

الذهبي بان احمد بن داؤد كذبه الدار قطني كذا في المنهل وكذا قال غيره تبعا للحافظ لكن في النسخة التي بايدينا من المستدرك وقد صحت الرواية عن ابن عمران رسول الله صلى الله

علیہ وسلم علّم ابن عمہ جعفراً ثم ذکر الحدیث بسندہ وقال فی اٰخرہ ھذا اسناد صحیح لا غبار علیہ وھکذا قال الذھبی فی اول الحدیث واٰخرہ ثم لا یذھب علیک ان فی ھذا الحدیث زیادۃ لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم ایضا علی الکلمات الاربع)

۴: وَعَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلَا اَھَبُ لَکَ اَلَا اُعْطِیْکَ اَلَا اَمْنَحُکَ فَظَنَنْتُ اَنَّہٗ یُعْطِیْنِیْ مِنَ الدُّنْیَا شَیْئًا لَمْ یُعْطِہٖ اَحَدًا مِّنْ قَبْلِیْ قَالَ اَرْبَعَ رَکَعَاتٍ۔

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں مجھ سے حضور نے فرمایا کہ میں تمہیں بخشش کروں، ایک عطیہ دوں ایک چیز عطا کروں وہ کہتے ہیں میں یہ سمجھا کہ کوئی دنیا کی ایسی چیز دینے کا ارادہ ہے جو کسی کو نہیں دی (اسی وجہ سے اس قسم کے الفاظ بخشش عطا وغیرہ کو بار بار فرماتے ہیں) پھر آپ نے چار رکعت نماز سکھائی جو اوپر گذری اس میں یہ بھی فرمایا کہ جب التحیات کے لیے بیٹھو تو پہلے ان تسبیحوں کو پڑھو پھر التحیات پڑھنا۔

(فذکر الحدیث وفی اٰخرہ غیر انک اذا جلست للتشھد قلت ذلک عشر مرات قبل التشھد الحدیث اخرجہ الدار قطنی فی الافراد وابو نعیم فی القربان وابن شاھین فی الترغیب کذا فی اتحاف السادۃ شرح الاحیاء)

۵: قال الترمذی وقد روی ابن المبارک وغیر واحد من اھل العلم صلوٰۃ التسبیح وذکروا الفضل فیہ حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَبْدَۃَ نَا اَبُوْ وَھْبٍ سَاَلْتُ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ الْمُبَارَکِ عَنِ الصَّلٰوۃِ الَّتِیْ یُسَبَّحُ فِیْھَا قَالَ یُکَبِّرُ ثُمَّ یَقُوْلُ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ

حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ اور بہت سے علماء سے اس نماز کی فضیلت نقل کی گئی ہے اور اس کا یہ طریقہ نقل کیا گیا ہے کہ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھنے کے بعد اَلْحَمْد شریف پڑھنے سے پہلے پندرہ دفعہ ان کلموں کو پڑھے پھر اَعُوْذُ اور بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ کر اَلْحَمْد شریف اور پھر کوئی سُورت پڑھے، سُورت کے بعد

وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ ثُمَّ يَقُوْلُ خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ يَتَعَوَّذُ وَيَقْرَأُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُوْرَةً ثُمَّ يَقُوْلُ عَشْرَ مَرَّاتٍ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ ثُمَّ يَرْكَعُ فَيَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ فَيَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ يَسْجُدُ

رکوع سے پہلے دس مرتبہ پڑھے پھر رکوع میں دس مرتبہ پھر رکوع سے اُٹھ کر، پھر دونوں سجدوں میں اور دونوں سجدوں کے درمیان میں بیٹھ کر دس دس مرتبہ پڑھے اور یہ پچھتّر پوری ہوگئی (لہٰذا دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھ کر پڑھنے کی ضرورت نہیں رہی) رکوع میں پہلے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم اور سجدہ میں پہلے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھے پھران کلموں کو پڑھے (حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس طریقہ سے نقل کیا گیا ہے)

فَيَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ يَرْفَعُ رَاْسَهٗ فَيَقُوْلُهَا عَشْرًا ثُمَّ يَسْجُدُ الثَّانِيَةَ فَيَقُوْلُهَا عَشْرًا يُصَلِّيْ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ عَلٰى هٰذَا فَذٰلِكَ خَمْسٌ وَّسَبْعُوْنَ تَسْبِيْحَةً فِيْ كُلِّ رَكْعَةٍ ثُمَّ قَالَ قَالَ اَبُوْ وَهْبٍ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُ الْعَزِيْزِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ اَنَّهٗ قَالَ يَبْدَأُ فِي الرُّكُوْعِ بِسُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ وَفِي السَّجْدَةِ بِسُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ثَلٰثًا ثُمَّ يُسَبِّحُ التَّسْبِيْحَاتِ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْمُبَارَكِ اِنْ سَهَا فِيْهَا يُسَبِّحُ فِيْ سَجْدَتَيِ السَّهْوِ عَشْرًا عَشْرًا قَالَ لَا اِنَّمَا هِيَ ثَلٰثُ مِائَةِ تَسْبِيْحَةٍ اھ مختصرًا قلت وھٰکذا رواہ الحاکم وقال رواتہ عن ابن المبارک کلھم ثقات اثبات ولا یتھم عبداللہ ان یعلّمہ مالم یصح عندہ سندہ اھ وقال الغزالی فی الاحیاء بعد ما ذکرہ حدیث ابن عباس المذکور وفی روایۃ اخرٰی انہ یقول فی اول الصلوٰۃ سبحانک اللّٰھم ثم یسبح خمس عشرۃ تسبیحۃ قبل القراءۃ وعشرًا بعد القراءۃ والباقی کما سبق عشرًا عشرًا ولا یسبح بعد السجود الاخیر وھٰذا ھو الاحسن وھو اختیار ابن المبارک اھ قال الزبیدی فی الاتحاف ولفظ القوت ھٰذہ الروایۃ احب الوجھین الی اھ قال الزبیدی ای لا یسبح فی الجلسۃ الاولٰی بین الرکعتین ولا فی جلسۃ التشھد شیئًا کما فی القوت قال

کذلک رویناہ فی حدیث عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم علّمہ صلوٰۃ التسبیح فذکرہ اھ ثم قال الزبیدی واما حدیث عبداللہ بن جعفر فاخرجہ الدارقطنی من وجہین عن عبداللہ بن زیاد بن سمعان قال فی احدھما عن معاویۃ واسماعیل بن عبداللہ ابنی جعفر عن ابیہما وقال فی الاخریٰ عن عون بدل اسمٰعیل عن ابیہما قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا اعطیک فذکر الحدیث وابن سمعان ضعیف وھذہ الروایۃ ھی التی اشار الیہا صاحب القوت وھی الثانیہ عندہ قال فیہا یفتتح الصلوٰۃ فیکبر ثم یقول فذکر الکلمات وزاد فیہا الحوقلۃ ولم یذکر ھذا السجدۃ الثانیہ عند القیام ان یقولہا قال وھو الذی اختارہ ابن المبارک اھ قال المنذری فی الترغیب وروی البیہقی من حدیث ابی جناب الکلبی عن ابی الجوزاء عن ابن عمرو بن العاص فذکر الحدیث بالصفۃ التی رواھا الترمذی عن ابن المبارک ثم قال وھذا یوافق ما رویناہ عن ابن المبارک ورواہ قتیبۃ بن سعید عن یحییٰ بن سلیم عن عمران بن مسلم عن ابی الجوزاء قال نزل علی عبداللہ بن عمرو بن العاص فذکر الحدیث وخالفہ فی رفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولم یذکر التسبیحات فی ابتداء القراءۃ انما ذکرھا بعدھا ثم ذکر جلسۃ الاستراحۃ کما ذکرھا سائر الرواۃ اھ قلت حدیث ابی الجناب مذکور فی السنن علی ھذا الطریق طریق ابن المبارک وما ذکر من کلام البیہقی لیس فی السنن بھذا اللفظ فلعلہ ذکرہ فی الدعوات الکبیر وما فی السنن انہ ذکرا ولا حدیث ابی الجناب تعلیقا مرفوعا ثم قال قال ابوداؤد ورواہ روح بن المسیب وجعفر بن سلیمان عن عمرو بن مالک النکری عن ابی الجوزاء عن ابن عباس قولہ وقال فی حدیث روح فقال حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اھ وظاھر ان الاختلاف فی السند فقط لا فی الفاظ الحدیث وذکرہ شارح الاقناع من فروع الشافعیہ صلوٰۃ التسبیح واقتصر علی صفۃ ابن المبارک فقط قال البجیرمی ھذہ روایۃ ابن مسعودؓ والذی علیہ مشائخنا انہ لا یسبح قبل القراءۃ بل بعدھا خمسۃ عشر والعشرۃ فی جلسۃ الاستراحۃ وھذہ روایۃ ابن عباس اھ مختصراً وعلم منہ ان طریق ابن المبارک مروی عن ابن مسعود ایضاً لکن لم اجد حدیث ابن مسعود فیما عندی من الکتب بل المذکور فیہا علی ما بسطہ صاحب المنھل وشارح الاحیاء وغیرھما ان حدیث صلوٰۃ التسبیح مروی عن جماعۃ من الصحابہ منہم عبداللہ والفضل ابنا

العباس وابوھما عباس بن عبد المطلب وعبد اللہ بن عمرو بن العاص وعبد اللہ بن عمر بن الخطاب وابو رافع مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی بن ابی طالب واخوہ جعفر بن ابی طالب وابنہ عبد اللہ بن جعفر وام المومنین ام سلمۃ والانصاری غیر مسمی وقد قیل انہ جابر بن عبد اللہ قالہ الزبیدی وبسط فی تخریج احادیثھم وعلم مما سبق ان حدیث صلوٰۃ التسبیح مروی بطرق کثیرۃ وقد افرط ابن الجوزی ومن تبعہ فی ذکرہ فی الموضوعات ولذا تعقب علیہ غیر واحد من ائمۃ الحدیث کالحافظ ابن حجر والسیوطی والزرکشی قال ابن المدینی قد اساء ابن الجوزی بذکرہ ایاہ فی الموضوعات کذا فی اللآلی قال الحافظ وممن صححہ او حسنہ ابن مندۃ والف فیہ کتابا والآجری والخطیب وابو سعد السمعانی وابو موسیٰ المدینی وابو الحسن بن المفضل والمنذری وابن الصلاح والنووی فی تہذیب الاسماء والسبکی وآخرون کذا فی الاتحاف وفی المرقاۃ عن ابن حجر صححہ الحاکم وابن خزیمہ وحسنہ جماعۃ اھ قلت وبسط السیوطی فی اللآلی فی تحسینہ وحکی عن ابی منصور الدیلمی صلوٰۃ التسبیح اشہر الصلوات واصحہا اسنادا۔

فائدہ: صلوٰۃ التسبیح بڑی اہم نماز ہے جس کا اندازہ کچھ احادیث بالا سے ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر شفقت اور اہتمام سے اس کو تعلیم فرمایا ہے علمائے امت، محدثین، فقہاء، صوفیہ ہر زمانہ میں اس کا اہتمام فرماتے رہے ہیں، امام حدیث حاکمؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے صحیح ہونے پر بھی یہ دلیل ہے کہ تبع تابعین کے زمانہ سے ہمارے زمانہ تک مقتدا حضرات اس پر مداومت کرتے اور لوگوں کو تعلیم دیتے رہے ہیں جن میں عبد اللہ بن مبارکؒ بھی ہیں۔ یہ عبد اللہ بن مبارکؒ امام بخاری کے استادوں کے استاد ہیں بیہقیؒ کہتے ہیں کہ ابن مبارکؒ سے پہلے ابو الجوزاءؒ جو معتمد تابعی ہیں اس کا اہتمام کیا کرتے تھے، روزانہ جب ظہر کی اذان ہوتی تو مسجد میں جاتے اور جماعت کے وقت تک اس کو پڑھ لیا کرتے۔ عبد العزیز بن ابی رواّدؒ جو ابن مبارکؒ کے بھی استاد ہیں، بڑے عابد زاہد اور متقی لوگوں میں ہیں کہتے ہیں کہ جو جنت کا ارادہ کرے اس کو ضروری ہے، کہ صلوٰۃ التسبیح کو مضبوط پکڑے، ابو عثمان حیریؒ جو بڑے زاہد ہیں کہتے ہیں کہ میں نے مصیبتوں اور غموں کے ازالہ کے لیے صلوٰۃ التسبیح جیسی کوئی چیز

نہیں دیکھی۔ علامہ تقی سبکیؒ فرماتے ہیں کہ یہ نماز بڑی اہم ہے بعض لوگوں کے انکار کی وجہ سے دھوکا میں نہ پڑنا چاہیے۔ جو شخص اس نماز کے ثواب کو سن کر بھی غفلت کرے وہ دین کے بارے میں سستی کرنے والا ہے صلحاء کے کاموں سے دور ہے اس کو پکا آدمی نہ سمجھنا چاہیے۔ مرقاۃ میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ ہر جمعہ کو پڑھا کرتے تھے۔

فائدہ ۲: بعض علماء نے اس وجہ سے اس حدیث کا انکار کیا ہے کہ اتنا زیادہ ثواب صرف چار رکعت پر مشکل ہے بالخصوص کبیرہ گناہوں کا معاف ہونا۔ لیکن جب روایت بہت سے صحابہؓ سے منقول ہے تو انکار مشکل ہے البتہ دوسری آیات و احادیث کی وجہ سے کبیرہ گناہوں کی معافی کے لیے توبہ کی شرط ہوگی۔

فائدہ ۳: احادیث بالا میں اس نماز کے دو طریقے بتاتے گئے ہیں، اول یہ کہ کھڑے ہو کر الحمد شریف اور سورۃ کے پندرہ مرتبہ چاروں کلمے سُبْحَانَ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھے پھر رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کے بعد دس مرتبہ پڑھے، پھر رکوع سے کھڑے ہو کر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ، رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کے بعد دس مرتبہ پڑھے، پھر دونوں سجدوں میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کے بعد دس دس مرتبہ پڑھے، اور دونوں سجدوں کے درمیان جب بیٹھے دس مرتبہ پڑھے اور جب دوسرے سجدہ سے اٹھے تو اللہ اکبر کہتا ہوا اٹھے اور بجائے کھڑے ہونے کے بیٹھ جاتے اور دس مرتبہ پڑھ کر بغیر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنے کے کھڑا ہو جاتے اور دو رکعت کے بعد اسی طرح چوتھی رکعت کے بعد پہلے ان کلموں کو دس دس مرتبہ پڑھے پھر التحیات پڑھے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ کے بعد اَلْحَمْدُ سے پہلے پندرہ مرتبہ پڑھے اور پھر اَلْحَمْدُ اور سورۃ کے بعد دس مرتبہ پڑھے اور باقی سب طریقہ بدستور، البتہ اس صورت میں نہ تو دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھنے کی ضرورت ہے اور نہ التحیات کے ساتھ پڑھنے کی۔ علماء نے لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ کبھی اس طرح پڑھ لیا کرے کبھی اس طرح۔

فائدہ ۴: چونکہ یہ نماز عام طور سے رائج نہیں ہے اس لیے اس کے متعلق چند

مسائل بھی لکھے جاتے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کو سہولت ہو۔

مسئلہ ۱: اس نماز کے لیے کوئی سورۃ قرآن کی متعین نہیں جونسی دل چاہے پڑھے لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ سورۃ حدید، سورۃ حشر، سورۃ صف، سورۃ جمعہ، سورۃ تغابن میں سے چار سورتیں پڑھے۔ بعض حدیثوں میں بیس آیتوں کے بقدر آیا ہے اس لیے ایسی سورتیں پڑھے جو بیس آیتوں کے قریب قریب ہوں۔ بعض نے اذا زلزلت، والعادیات، تکاثر، والعصر، کافرون، نصر، اخلاص لکھا ہے کہ ان میں سے پڑھ لیا کرے۔

مسئلہ ۲: ان تسبیحوں کو زبان سے ہرگز نہ گنے کہ زبان سے گننے سے نماز ٹوٹ جاتی گی، انگلیوں کو بند کر کے گننا اور تسبیح ہاتھ میں لے کر اس پر گننا جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ انگلیاں جس طرح اپنی جگہ پر رکھی ہیں ویسی ہی رہیں اور ہر کلمہ پر ایک ایک انگلی کو اسی جگہ دباتا رہے۔

مسئلہ ۳: اگر کسی جگہ تسبیح پڑھنا بھول جائے تو دوسرے رکن میں اس کو پورا کرے البتہ بھولے ہوئے کی قضا رکوع سے اٹھ کر اور دو سجدوں کے درمیان نہ کرے۔ اسی طرح پہلی اور تیسری رکعت کے بعد اگر بیٹھے تو ان میں بھی بھولے ہوئے کی قضا نہ کرے بلکہ صرف اُن ہی کی تسبیح پڑھے اور ان کے بعد رکن ہو اسمیں بھولی ہوئی بھی پڑھ لے مثلاً اگر رکوع میں پڑھنا بھول گیا تو ان کو پہلے سجدہ میں پڑھ لے اسی طرح پہلے سجدہ کی دوسرے سجدہ میں اور دوسرے سجدہ کی دوسری رکعت میں کھڑا ہو کر پڑھ لے اور اگر رہ جائے تو آخری قعدہ میں التحیات سے پہلے پڑھ لے۔

مسئلہ ۴: اگر سجدہ سہو کسی وجہ سے پیش آجائے تو اس میں تسبیح نہیں پڑھنا چاہیے اسلئے کہ مقدار تین سو ہے وہ پوری ہو چکی ہاں اگر کسی وجہ سے اس مقدار میں کمی رہ گئی ہو تو سجدہ سہو میں پڑھ لے۔

مسئلہ ۵: بعض احادیث میں آیا ہے کہ التحیات کے بعد سلام سے پہلے یہ دعا پڑھے

رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ من حدیث ابن عباس ولفظہ اذا فرغت قلت بعد التشہد قبل التسلیم اللّٰھم الخ

کذا فی الاتحاف وقال اوردہ الطبرانی ایضاً من حدیث العباس وفی سندہ متروک اھ قلت زاد فی المرقاۃ فی اٰخر الدعاء

بعض الالفاظ بعد قولہ خالق النور زدتہا تکمیلا للفائدۃ دعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ تَوْفِیْقَ اَھْلِ الْھُدٰی وَاَعْمَالَ اَھْلِ الْیَقِیْنِ وَمُنَاصَحَۃَ اَھْلِ التَّوْبَۃِ وَعَزْمَ اَھْلِ الصَّبْرِ وَجِدَّ اَھْلِ الْخَشْیَۃِ وَطَلَبَ اَھْلِ الرَّغْبَۃِ وَتَعَبُّدَ اَھْلِ الْوَرَعِ وَعِرْفَانَ اَھْلِ الْعِلْمِ حَتّٰی اَخَافَکَ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مَخَافَۃً تَحْجُزُنِیْ بِھَا عَنْ مَّعَاصِیْکَ وَحَتّٰی اَعْمَلَ بِطَاعَتِکَ عَمَلًا اَسْتَحِقُّ بِہٖ رِضَاکَ وَحَتّٰی اُنَاصِحَکَ فِی التَّوْبَۃِ خَوْفًا مِّنْکَ وَحَتّٰی اُخْلِصَ لَکَ النَّصِیْحَۃَ حُبًّا لَّکَ وَحَتّٰی اَتَوَکَّلَ عَلَیْکَ فِی الْاُمُوْرِ حُسْنَ الظَّنِّ بِکَ سُبْحَانَ خَالِقِ النُّوْرِ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْلَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

اے اللہ میں آپ سے ہدایت والوں کی سی توفیق مانگتا ہوں اور یقین والوں کے عمل اور توبہ والوں کا خلوص مانگتا ہوں اور صابرین کی پختگی اور آپ سے ڈرنے والوں کی سی کوشش (یا احتیاط) مانگتا ہوں اور رغبت والوں کی سی طلب اور پرہیزگاروں کی سی عبادت اور علماء کی سی معرفت تاکہ آپ سے ڈرنے لگوں اے اللہ! ایسا ڈر جو مجھے آپ کی نافرمانی سے روک دے اور تاکہ میں آپ کی اطاعت سے ایسے عمل کرنے لگوں جن کی وجہ سے آپکی رضا اور خوشنودی کا مستحق بن جاؤں، تاکہ خلوص کی توبہ آپ کے ڈر سے کرنے لگوں تاکہ سچا اخلاص آپکی محبت کی وجہ سے کرنے لگوں اور تاکہ آپ کے ساتھ حسن ظن کیوجہ سے آپ پر توکل کرنے لگوں، اے نور کے پیدا کرنے والے! تیری ذات پاک ہے اے ہمارے رب ہمیں کامل نور عطا فرما اور تو ہماری مغفرت فرما بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے اے ارحم الراحمین اپنی رحمت سے درخواست قبول فرما۔

مسئلہ ۶: اس نماز کا اوقات مکروہہ کے علاوہ باقی دن رات کے تمام اوقات میں پڑھنا جائز ہے۔ البتہ زوال کے بعد پڑھنا زیادہ بہتر ہے پھر دن میں کسی وقت پھر رات کو۔

مسئلہ ۷: بعض حدیثوں میں سوم کلمہ کے ساتھ لاحول کو بھی ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ اوپر تیسری حدیث میں گذرا اسلئے اگر کبھی کبھی اسکو پڑھ لے تو اچھا ہے۔ زکریا کاندھلوی

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ شب جمعہ ۲۶ شوال ۱۳۵۸ھ

قد افلح المؤمنون الذین هم فی صلاتهم خاشعون (القرآن)

فضائلِ نماز عکسی

مصنفہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب

رحمۃ اللہ تعالیٰ

ناشر: خواجہ محمد اسلام

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	فصل اوّل	
	جماعت کے فضائل میں	۴۸
۱	عن ابن عمرؓ صلوٰۃ الجماعۃ لسبع وعشرین	۴۸
۲	عن ابی ہریرۃؓ تضعف خمسًا وعشرین	۵۰
۳	عن ابن مسعودؓ شرع سنن الہدیٰ	۵۲
۴	عن انسؓ من صلی اربعین یوم فی جماعۃ کتب لہ براءتان	۵۴
۵	عن ابی ہریرۃؓ من توضأ فاحسن ثم راح فوجد الناس صلوا الخ	۵۵
۶	عن قباث صلوٰۃ الرجلین یوم احدہما من اربعۃ تتریٰ	۵۶
۷	عن سہل بشر المشائین فی الظلم	۵۷
	فصل دوم	
	جماعت چھوڑنے پر عتاب کا بیان	۶۰
۱	عن ابن عباسؓ من سمع النداء ولم یمنعہ عذر لم تقبل منہ	۶۱
۲	عن معاذؓ الجفاء والکفر الخ	۶۲
۳	عن ابی ہریرۃؓ ہممت ان آمر فتیتی فیجمعوا لی حطبًا الخ	۶۲
۴	عن ابی درداءؓ من ثلثۃ فی قریۃ والابدو الخ	۶۳
۵	عن ابن عباسؓ من یصوم ویقوم اللیل ولا یشہد الجماعۃ الخ	۶۴
۶	عن کعبؓ فی تفسیر یوم یکشف الآیۃ	۶۴
	باب سوم	۶۶
	خضوع وخشوع کے بیان میں	۶۶
	تفسیر آیات خشوع	
۱	عن عمارؓ لینصرف وما کتب لہ الا عشر صلوٰتہ الخ	۸۰
۲	عن انسؓ اتم قیامہا تخرج بیضاء سفرۃ تقول حفظک اللہ والا تقول ضیعک اللہ	۸۱
۳	عن ابی ہریرۃؓ اول ما یحاسب الصلوٰۃ و یکمل الفریضۃ عن التطوع	۸۲
۴	عن عبد اللہ بن قرطؓ اول ما یحاسب الصلوٰۃ فان صلحت صلح سائر عملہ	۸۴
۵	عن ابی قتادہؓ اسوء الناس سرقۃ	۸۵
۶	عن ام رومانؓ رآنی ابوبکرؓ اتمیل الخ	۸۷
۷	عن عمران بن حصینؓ فی قولہ تعالیٰ ان الصلوٰۃ تنہیٰ عن الفحشاء والمنکر	۸۸
۸	عن جابرؓ رفعہ افضل الصلوٰۃ طول القنوت	۹۰
۹	نماز میں بارہ ہزار چیزیں	۹۲
۱۰	آخری گذارش	۱۰۲

تمت

خطبہ و تمہید

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنَشۡکُرُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ وَاَتۡبَاعِہِ الۡحُمَاۃِ لِلدِّیۡنِ الۡقَوِیۡمِ وَبَعۡدُ فَھٰذِہٖ اَرۡبَعُوۡنَۃٌ فِیۡ فَضَائِلِ الصَّلٰوۃِ جَمَعۡتُھَا اِمۡتِثَالًا لِاَمۡرِ عَمِّیۡ وَصِنۡوِ اَبِیۡ رَقَّاہُ اللّٰہُ اِلَی الۡمَرَاتِبِ الۡعُلۡیَا وَوَفَّقَنِیۡ وَاِیَّاہُ لِمَا یُحِبُّ وَیَرۡضٰی اما بعد اس زمانہ میں دین کی طرف سے جتنی بے توجہی اور بے التفاتی کی جا رہی ہے وہ محتاج بیان نہیں حتیٰ کہ اہم ترین عبادت نماز جو بالاتفاق سب کے نزدیک ایمان کے بعد تمام فرائض پر مقدم ہے اور قیامت میں سب سے اوّل اسی کا مطالبہ ہوگا، اس سے بھی نہایت غفلت اور لاپرواہی ہے، اس سے بڑھ کر یہ کہ دین کی طرف متوجہ کرنے والی کوئی آواز کانوں تک نہیں پہنچتی، تبلیغ کی کوئی صورت بار آور نہیں ہوتی تجربہ سے یہ بات خیال میں آتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات لوگوں تک پہنچانے کی سعی کی جائے اگرچہ اس میں بھی جو مراحل حائل ہیں، وہ بھی مجھ سے بے بضاعت کے لیے کافی ہیں، تاہم امید یہ ہے کہ جو لوگ خالی الذہن ہیں وہ دین کا مقابلہ نہیں کرتے ہیں، یہ پاک الفاظ انشاء اللہ تعالیٰ ان پر ضرور اثر کریں گے اور کلام اور صاحبِ کلام کی برکت سے نفع کی توقع ہے نیز دوسرے دوستوں کو اس میں کامیابی کی امیدیں زیادہ ہیں، جس کی وجہ سے مخلصین کا اصرار بھی ہے اس لیے اس رسالہ میں صرف نماز کے متعلق چند احادیث کا ترجمہ پیش کرتا ہوں چونکہ نفسِ تبلیغ بندہ ناچیز کا ایک مضمون رسالہ فضائلِ تبلیغ کے نام سے شائع ہو چکا ہے اس وجہ سے اسکو سلسلۂ تبلیغ کا نمبر ۲ قرار دیکر فضائل نماز کے ساتھ موسوم کرتا ہوں وَمَا تَوۡفِیۡقِیۡ اِلَّا بِاللّٰہِ تَوَکَّلۡتُ وَاِلَیۡہِ اُنِیۡبُ۔ نماز کے بارے میں تین قسم کے حضرات عام طور پر پائے جاتے ہیں، ایک جماعت وہ ہے جو سرے سے نماز کی پرواہ نہیں کرتی دوسرا گروہ وہ ہے جو نماز تو پڑھتا ہے مگر جماعت کا اہتمام نہیں کرتا تیسرے وہ لوگ ہیں جو نماز بھی پڑھتے ہیں اور جماعت کا اہتمام بھی کرتے ہیں مگر لاپرواہی اور بری طرح سے پڑھتے ہیں اس لیے اس رسالہ میں تینوں مضامین کی مناسبت سے تین باب ذکر کیے گئے ہیں اور ہر باب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات اور ان کا ترجمہ پیش کر دیا ہے مگر ترجمہ میں وضاحت اور سہولت کا لحاظ کیا ہے لفظی ترجمہ کی زیادہ رعایت نہیں کی، چونکہ نماز کی تبلیغ کرنیوالے اکثر اہل علم بھی ہوتے ہیں اسلئے حدیث کا حوالہ اور اس کے متعلق جو مضامین اہل علم سے تعلق رکھتے تھے وہ عربی میں لکھ دیئے گئے ہیں کہ عوام کو ان سے کچھ فائدہ نہیں ہے اور تبلیغ کرنیوالے حضرات کو بسا اوقات ضرورت پڑ جاتی ہے اور ترجمہ فوائد وغیرہ اردو میں لکھے گئے ہیں

باب اوّل

نماز کی اہمیّت کے بیان میں

اِس باب میں دو فصلیں ہیں فصل اوّل میں نماز کی فضیلت کا بیان ہے اور دوسری فصل میں نماز کے چھوڑنے پر جو وعید اور عتاب حدیث میں آیا ہے اُس کا بیان ہے

فصل اوّل

نماز کی فضیلت کے بیان میں

(۱) عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَہَادَۃِ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَاءِ الزَّکٰوۃِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ (متفق علیہ) وقال المنذری فی الترغیب رواہ البخاری و مسلم وغیرہما عن غیر واحد من صحابۃ

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے سب سے اوّل لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دینا یعنی اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اس کے بعد نماز کا قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا حج کرنا، رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

فائدہ:۔ یہ پانچوں چیزیں ایمان کے بڑے اصول اور اہم ارکان ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پاک حدیث میں بطورِ مثال کے اسلام کو ایک خیمہ کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو پانچ ستونوں پر قائم ہوتا ہے، پس کلمہ شہادت خیمہ کی درمیانی لکڑی کی طرح ہے اور بقیہ چاروں ارکان بمنزلہ ان چار ستونوں کے ہیں جو چاروں کونوں پر ہوں، اگر درمیانی لکڑی نہ ہو تو خیمہ کھڑا ہو ہی

نہیں سکتا اور اگر یہ لکڑی موجود ہو اور چاروں طرف کے کونوں میں کوئی سی لکڑی نہ ہو تو خیمہ قائم تو ہو جائے گا لیکن جونسے کونے کی لکڑی نہیں ہو گی وہ جانب ناقص اور گری ہوئی ہو گی، اس پاک ارشاد کے بعد اب ہم لوگوں کو اپنی حالت پر خود ہی غور کر لینا چاہیے کہ اسلام کے خیمہ کو ہم نے کس درجہ تک قائم کر رکھا ہے اور اسلام کا کونسا رکن ایسا ہے جس کو ہم نے پورے طور پر سنبھال رکھا ہے' اسلام کے یہ پانچوں ارکان نہایت اہم ہیں حتیٰ کہ اسلام کی بنیاد انہی کو قرار دیا گیا ہے اور ایک مسلمان کے لیے بحیثیت مسلمان ہونے کے ان سب کا اہتمام نہایت ضروری ہے مگر ایمان کے بعد سب سے اہم چیز نماز ہے' حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے یہاں سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے ارشاد فرمایا کہ نماز، میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کیا ہے' ارشاد فرمایا کہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک، میں نے عرض کیا کہ اس کے بعد کون سا ہے' ارشاد فرمایا جہاد، ملّا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں علماء کے اس قول کی دلیل ہے کہ ایمان کے بعد سب سے مقدم نماز ہے' اس کی تائید اس حدیث صحیح سے بھی ہوتی ہے جس میں ارشاد ہے اَلصَّلٰوۃُ خَیْرُ مَوْضُوْعٍ یعنی بہترین عمل جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے مقرر فرمایا وہ نماز ہے (اھ) اور احادیث میں کثرت سے یہ مضمون صاف اور صحیح حدیثوں میں نقل کیا گیا ہے کہ تمہارے سب اعمال میں سب سے بہتر عمل نماز ہے چنانچہ جامع صغیر میں حضرت ثوبانؓ' ابن عمروؓ' سلمہؓ، ابو امامہؓ، عبادہ رضی اللہ عنہم پانچ صحابہ سے یہ حدیث نقل کی گئی ہے اور حضرت ابن مسعودؓ و انسؓ سے اپنے وقت پر نماز کا پڑھنا افضل ترین عمل نقل کیا گیا ہے۔[1] حضرت ابن عمرؓ اور ام فروہؓ سے اوّل وقت میں نماز پڑھنا نقل کیا گیا ہے مقصد سب کا قریب قریب ایک ہی ہے۔

(۲) عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَرَجَ فِی الشِّتَاءِ وَالْوَرَقُ یَتَھَافَتُ فَاَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْ شَجَرَۃٍ قَالَ فَجَعَلَ ذٰلِکَ الْوَرَقُ یَتَھَافَتُ فَقَالَ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سردی کے موسم میں باہر تشریف لائے اور پتے درختوں پر سے گر رہے تھے، آپ نے ایک درخت کی

---

[1] جامع الصغیر

يَا اَبَاذَرٍّ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لَيُصَلِّي الصَّلٰوةَ يُرِيْدُ بِهَا وَجْهَ اللّٰهِ فَتَهَافَتُ عَنْهُ ذُنُوْبُهٗ كَمَا تَهَافَتُ هٰذَا الْوَرَقُ عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ

ٹہنی ہاتھ میں لی، اس کے پتے اور بھی گرنے لگے، آپؐ نے فرمایا اے ابوذرؓ مسلمان بندہ جب اخلاص سے اللہ کے لیے نماز پڑھتا ہے تو اس سے اس کے گناہ ایسے ہی گرتے ہیں جیسے یہ پتے درخت سے گر رہے ہیں۔

(رواہ احمد باسناد) حسن کذا فی الترغیب

فائدہ: سردی کے موسم میں درختوں کے پتے ایسی کثرت سے گرتے ہیں کہ بعضے درختوں پر ایک بھی پتہ نہیں رہتا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اخلاص سے نماز پڑھنے کا اثر بھی یہی ہے کہ اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ایک بھی نہیں رہتا، مگر ایک بات قابلِ لحاظ ہے، علماء کی تحقیق آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ کی وجہ سے یہ ہے کہ نماز وغیرہ عبادات سے صرف گناہِ صغیرہ معاف ہوتے ہیں، کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا، اس لیے نماز کے ساتھ توبہ و استغفار کا اہتمام بھی کرنا چاہیے اس سے غافل نہ ہونا چاہیے۔ اللہ جل شانہٗ اپنے فضل سے کسی کے گناہ کبیرہ بھی معاف فرما دیں تو دوسری بات ہے۔

(۳) عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ قَالَ كُنْتُ مَعَ سَلْمَانَ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَاَخَذَ غُصْنًا مِنْهَا يَابِسًا فَهَزَّهٗ حَتّٰى تَحَاتَّ وَرَقُهٗ ثُمَّ قَالَ يَا اَبَا عُثْمَانَ اَلَا تَسْاَلُنِيْ لِمَ اَفْعَلُ هٰذَا قُلْتُ وَلِمَ تَفْعَلُهٗ قَالَ هٰكَذَا فَعَلَ بِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مَعَهٗ تَحْتَ الشَّجَرَةِ وَاَخَذَ مِنْهَا غُصْنًا يَابِسًا فَهَزَّهٗ حَتّٰى تَحَاتَّ وَرَقُهٗ فَقَالَ يَا سَلْمَانُ اَلَا تَسْاَلُنِيْ لِمَ اَفْعَلُ هٰذَا قُلْتُ وَلِمَ تَفْعَلُهٗ قَالَ اِنَّ الْمُسْلِمَ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ صَلَّى

ابو عثمانؓ کہتے ہیں کہ میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا انہوں نے اس درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اس کو حرکت دی، جس سے اس کے پتے گر گئے، پھر مجھ سے کہنے لگے کہ ابو عثمانؓ تم نے مجھ سے نہ پوچھا کہ میں نے یہ کیوں کیا، میں نے کہا بتا دیجئے کیوں کیا انہوں نے کہا کہ میں ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک درخت کے نیچے تھا آپؐ نے بھی درخت کی ایک خشک ٹہنی پکڑ کر اسی طرح کیا تھا جس سے اس ٹہنی کے پتے جھڑ گئے تھے پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ سلمان پوچھتے نہیں کہ میں نے اس طرح کیوں کیا میں نے عرض کیا کہ بتا

الصَّلٰوۃِ الْخَمْسِ تَحَاتُّ خَطَایَاہُ کَمَا تَحَاتَّ ھٰذَا الْوَرَقُ وَقَالَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ ط

(رواہ احمد والنسائی والطبرانی ورواۃ احمد محتج بھم فی الصحیح الا علی بن زید کذا فی الترغیب)

دیجئے کیوں کیا، آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ جب مسلمان اچھی طرح سے وضو کرتا ہے پھر پانچوں نمازیں پڑھتا ہے تو اس کی خطائیں اس سے ایسی گر جاتی ہیں جیسے یہ پتے گرتے ہیں پھر آپ نے قرآن کی آیۃ اقم الصلوٰۃ طرفی النہار تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قائم کر نماز کو دن کے دونوں سروں میں اور رات کے کچھ حصوں میں بے شک نیکیاں دور کر دیتی ہیں گناہوں کو، یہ نصیحت ہے، نصیحت ماننے والوں کے لیے،

فائدہ: حضرت سلمانؓ نے جو عمل کر کے دکھایا یہ صحابہ کرامؓ کے تعشق کی ادنیٰ مثال ہے، جب کسی شخص کو کسی سے عشق ہوتا ہے اس کی ہر ادا بھاتی ہے اور اسی طرح ہر کام کے کرنے کو جی چاہا کرتا ہے جس طرح محبوب کو کرتے دیکھتا ہے جو لوگ محبت کا ذائقہ چکھ چکے ہیں وہ اس کی حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں، اسی طرح صحابہ کرامؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات نقل کرنے میں اکثر ان افعال کی بھی نقل کرتے ہیں جو اس ارشاد کے وقت حضورؐ نے کیے تھے، نماز کا اہتمام اور اس کی وجہ سے گناہوں کا معاف ہونا جس کثرت سے روایات میں ذکر کیا گیا ہے اس کا احاطہ دشوار ہے، پہلے بھی متعدد روایات میں یہ مضمون گذر چکا ہے، علماء نے اس کو صغیرہ گناہوں کے ساتھ مخصوص کیا ہے جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا، مگر احادیث میں صغیرہ کبیرہ کی کچھ قید نہیں ہے مطلق گناہوں کا ذکر ہے، میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم کے وقت اس کی دو وجہیں ارشاد فرمائی تھیں، ایک یہ کہ مسلمان کی شان سے یہ بعید ہے کہ اس کے ذمہ کوئی کبیرہ ہو، اوّلاً تو اس سے گناہ کبیرہ کا صادر ہونا ہی مشکل ہے اور اگر ہو بھی گیا تو بغیر توبہ کے اس کو چین آنا مشکل ہے مسلمان کی مسلمانی شان کا مقتضیٰ یہ ہے کہ جب اس سے کبیرہ صادر ہو جائے تو اتنے روئے پیٹے کر اس کو دھو نہ لے اس کو چین نہ آئے گا البتہ صغیرہ گناہ ایسے ہیں کہ ان کی طرف بسا اوقات التفات نہیں ہوتا ہے اور ذمہ پر رہ جاتے ہیں جو نماز وغیرہ سے معاف ہو جاتے ہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ جو شخص اخلاص سے نماز پڑھے گا اور آداب و مستحبات کی رعایت رکھے گا وہ

خود ہی نہ معلوم کتنی مرتبہ توبہ استغفار کرے گا اور نماز میں التحیات کی اخیر دعا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ الخ میں تو توبہ و استغفار خود ہی موجود ہے ان روایات میں وضو کو بھی اچھی طرح سے کرنے کا حکم ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے آداب و مستحبات کی تحقیق کر کے ان کا اہتمام کرے، مثلاً ایک سنّت اس کی مسواک ہی ہے جس کی طرف عام طور پر بے توجہی ہے حالانکہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو نماز مسواک کے بعد پڑھی جاتی وہ اس نماز سے جو بلا مسواک پڑھی جائے ستّر درجہ افضل ہے ایک حدیث میں وارد ہے کہ مسواک کا اہتمام کیا کرو، اس میں دس فائدے ہیں مُنہ کو صاف کرتی ہے، اللہ کی رضا کا سبب ہے شیطان کو غصہ دلاتی ہے مسواک کرنیوالے کو اللہ تعالیٰ محبوب رکھتے ہیں اور فرشتے محبوب رکھتے ہیں، مسوڑھوں کو قوّت دیتی ہے، بلغم کو قطع کرتی ہے، مُنہ میں خوشبو پیدا کرتی ہے، صفرا کو دور کرتی ہے، نگاہ کو تیز کرتی ہے، مُنہ کی بدبو کو زائل کرتی ہے اور ان سب کے علاوہ یہ ہے کہ سنت ہے (منبہات ابن حجر) علماء نے لکھا ہے کہ مسواک کے اہتمام میں ستّر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ شہادت پڑھنا نصیب ہوتا ہے اور اس کے بالمقابل افیون کھانے میں ستّر مضرتیں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ یاد نہیں آتا۔ اچھی طرح وضو کرنے کے فضائل احادیث میں بڑی کثرت سے آتے ہیں، وضو کے اعضا قیامت کے دن روشن اور چمکدار ہوں گے اور اس سے حضورؐ فوراً اپنی اُمتی کو پہچان جائیں گے۔

(۴) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَرَأَیْتُمْ لَوْاَنَّ نَھْرًا بِبَابِ اَحَدِکُمْ یَغْتَسِلُ فِیْہِ کُلَّ یَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ ھَلْ یَبْقٰی مِنْ دَرَنِہٖ شَیْءٌ قَالُوْا لَا یَبْقٰی مِنْ دَرَنِہٖ شَیْءٌ قَالَ فَکَذٰلِکَ مَثَلُ الصَّلٰوۃِ الْخَمْسِ یَمْحُو اللّٰہُ بِھِنَّ الْخَطَایَا (رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی ورواہ ابن ماجہ من حدیث عثمان کذا فی الترغیب)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا بتاؤ اگر کسی شخص کے دروازہ پر ایک نہر جاری ہو جس میں وہ پانچ مرتبہ روزانہ غسل کرتا ہو، کیا اس کے بدن پر کچھ میل باقی رہے گا، صحابہؓ نے عرض کیا کہ کچھ بھی باقی نہیں رہے گا، حضورؐ نے فرمایا کہ یہی حال پانچوں نمازوں کا ہے کہ اللہ جل شانہٗ ان کی وجہ سے گناہوں کو زائل کر دیتے ہیں۔

۴ ب. عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الصَّلٰوةِ الْخَمْسِ كَمَثَلِ نَهْرٍ جَارٍ غَمْرٍ عَلٰى بَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ

(رواہ مسلم کذا فی الترغیب)

حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ پانچوں نمازوں کی مثال ایسی ہے کہ کسی کے دروازے پر ایک نہر ہو جس کا پانی جاری ہو اور بہت گہرا ہو اس میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرے۔

فائدہ: جاری پانی گندگی وغیرہ سے پاک ہوتا ہے اور پانی جتنا بھی گہرا ہوگا اتنا ہی صاف اور شفاف ہوگا، اسی لیے اس حدیث میں اس کا جاری ہونا اور گہرا ہونا فرمایا گیا ہے اور جتنے صاف پانی سے آدمی غسل کریگا اتنی ہی صفائی بدن پر آئے گی، اسی طرح نمازوں کی وجہ سے اگر آداب کی رعایت رکھتے ہوئے پڑھی جائیں تو گناہوں سے صفائی حاصل ہوتی ہے۔ جس قسم کا مضمون ان دو حدیثوں میں ارشاد ہوا ہے، اسی قسم کا مضمون کئی حدیثوں میں مختلف صحابہؓ سے مختلف الفاظ میں نقل کیا گیا ہے، ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا گیا ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ پانچوں نمازیں درمیانی اوقات کے لیے کفارہ ہیں یعنی ایک نماز سے دوسری نماز تک جو صغیرہ گناہ ہوتے ہیں وہ نماز کی برکت سے معاف ہوجاتے ہیں اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا مثلاً ایک شخص کا کوئی کارخانہ ہے جس میں کوئی کاروبار ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس کے بدن پر کچھ گرد و غبار اور میل کچیل لگ جاتا ہے اور اس کے کارخانے اور مکان کے درمیان پانچ نہریں پڑتی ہیں جب وہ کارخانہ سے گھر جاتا ہے تو ہر نہر پر غسل کرتا ہے اسی طرح سے پانچوں نمازوں کا حال ہے کہ جب کبھی درمیانی اوقات میں کچھ خطا اور لغزش ہوجاتی ہے تو نمازوں میں دعا استغفار کرنے سے اللہ جل شانہٗ بالکل اس کو معاف فرمادیتے ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود اس قسم کی مثالوں سے اس امر کا سمجھا دینا ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے نماز کو گناہوں کی معافی میں بہت قوی تاثیر عطا فرمائی ہے اور چونکہ مثال سے بات ذرا اچھی طرح سمجھ میں آجاتی ہے اس لیے مختلف مثالوں سے حضورؐ نے اس مضمون کو واضح فرمادیا ہے۔ اللہ جل شانہٗ کی اس رحمت اور وسعت مغفرت اور لطف و انعام اور کرم سے ہم لوگ فائدہ نہ اٹھائیں تو کسی کا کیا نقصان ہے اپنا ہی کچھ کھوتے ہیں، ہم لوگ گناہ کرتے ہیں، نافرمانیاں

کرتے ہیں، حکم عدولیاں کرتے ہیں، تعمیل ارشاد میں کوتاہیاں کرتے ہیں، اس کا مقتضا یہ تھا کہ قادر و عادل بادشاہ کے یہاں ضرور سزا ہوتی اور اپنے کیے کو بھگتتے، مگر اللہ کے کرم کے قربان کہ جس نے اپنی نافرمانیاں اور حکم عدولیاں کرنے کی تلافی کا طریقہ بھی بتا دیا، اگر ہم اس سے نفع حاصل نہ کریں تو ہماری حماقت ہے، حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت اور لطف تو عطا کے واسطے بہانے ڈھونڈتے ہیں، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص سوتے ہوئے یہ ارادہ کرے کہ تہجد پڑھوں گا اور پھر آنکھ نہ کھلے تو اس کا ثواب اس کو ملے گا اور سونا مفت میں رہا، کیا ٹھکانہ ہے اللہ کی دین اور عطا کا اور جو کریم اس طرح عطائیں کرتا ہو، اس سے نہ لینا کتنی سخت محرومی اور کتنا زبردست نقصان ہے۔

(۵) عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حَزَبَهٗ اَمْرٌ فَزَعَ اِلَى الصَّلٰوةِ (اخرجه احمد وابوداود وابن جرير كذا فى الدر المنثور)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی سخت امر پیش آتا تھا تو نماز کی طرف فوراً متوجہ ہوتے تھے۔

فائدہ: نماز اللہ کی بڑی رحمت ہے اس لیے ہر پریشانی کے وقت میں ادھر متوجہ ہو جانا گویا اللہ کی رحمت کی طرف متوجہ ہو جانا ہے اور جب رحمتِ الٰہی مساعد و مددگار ہو تو پھر کیا مجال ہے کسی پریشانی کی کہ باقی رہے بہت سی روایتوں میں مختلف طور سے یہ مضمون وارد ہوا ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جو ہر قدم پر حضور کا اتباع فرمانے والے ہیں ان کے حالات میں یہ چیز نقل کی گئی ہے، حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ جب آندھی چلتی ہے تو حضور فوراً مسجد میں تشریف لے جاتے تھے اور جب تک آندھی بند نہ ہو جاتی مسجد سے نہ نکلتے اسی طرح جب سورج یا چاند گرہن ہو جاتا تو حضور فوراً نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے حضرت صہیبؓ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ پہلے انبیاء کا بھی یہی معمول تھا کہ ہر پریشانی کے وقت نماز کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ پہلے انبیاء کا بھی یہی معمول تھا کہ ہر پریشانی کے وقت نماز کی

لے ترغیب

طرف متوجہ ہو جاتے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ سفر میں تھے، راستہ میں اطلاع ملی کہ بیٹے کا انتقال ہو گیا ہے، اونٹ سے اترے دو رکعت نماز پڑھی پھر اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور پھر فرمایا کہ ہم نے وہ کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور قرآن پاک کی آیت وَ اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلوٰۃِ تلاوت کی، ایک اور قصہ اسی قسم کا نقل کیا گیا ہے، کہ حضرت ابن عباسؓ تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں ان کے بھائی قثمؓ کے انتقال کی خبر ملی، راستہ سے ایک طرف ہو کر اونٹ سے اترے، دو رکعت نماز پڑھی اور التحیات میں بہت دیر تک دعائیں پڑھتے رہے، اس کے بعد اٹھے اور اونٹ پر سوار ہوئے اور قرآن پاک کی آیت وَ اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلوٰۃِ وَ اِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخَاشِعِیْنَ تلاوت فرمائی (ترجمہ) اور مدد حاصل کرو صبر کے ساتھ اور نماز کے ساتھ اور بے شک وہ نماز دشوار ضرور ہے، مگر جن کے دلوں میں خشوع ہے، ان پر کچھ دشوار نہیں، خشوع کا بیان تیسرے باب میں مفصل آرہا ہے، انہیں کا ایک اور قصہ ہے کہ ازواج مطہراتؓ میں سے کسی کے انتقال کی خبر ملی تو سجدہ میں گر گئے، کسی نے دریافت کیا کہ یہ کیا بات تھی آپؓ نے فرمایا کہ حضورؐ کا ہم کو یہی ارشاد ہے کہ جب کوئی حادثہ دیکھو تو سجدہ میں (یعنی نماز میں) مصروف ہو جاؤ، اس سے بڑا حادثہ اور کیا ہوگا کہ ام المومنینؓ کا انتقال ہو گیا، حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت جب قریب آیا تو جو لوگ وہاں موجود تھے ان سے فرمایا کہ میں ہر شخص کو اس سے روکتا ہوں کہ وہ مجھے روئے، اور جب میری روح نکل جائے تو ہر شخص وضو کرے اور اچھی طرح سے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے وضو کرے پھر مسجد میں جائے اور نماز پڑھ کر میرے واسطے استغفار کرے اس لیے کہ اللہ جل شانہ' نے وَ اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلوٰۃِ کا حکم فرمایا ہے اس کے بعد مجھے قبر کے گڑھے میں پہنچا دینا حضرت ام کلثومؓ کے خاوند حضرت عبدالرحمن بیمار تھے اور ایک دفعہ ایسی سکتہ کی سی حالت ہو گئی کہ سب نے انتقال ہو جانا تجویز کر لیا، حضرت ام کلثوم اٹھیں اور نماز کی نیت باندھ لی نماز سے فارغ ہوئیں تو حضرت عبدالرحمن کو بھی افاقہ ہوا، لوگوں سے پوچھا کیا میری حالت موت کی سی ہو گئی تھی، لوگوں نے عرض کیا، جی ہاں، فرمایا کہ دو فرشتے میرے پاس آئے اور مجھ

سے کہا کہ چلو احکم الحاکمین کی بارگاہ میں تمہارا فیصلہ ہوتا ہے، وہ مجھے لے جانے لگے تو ایک تیسرے فرشتے آئے اور ان دونوں سے کہا کہ تم چلے جاؤ ان لوگوں میں ہیں جن کی قسمت میں سعادت اسی وقت لکھ دی گئی تھی جب یہ ماں کے پیٹ میں تھے اور ابھی ان کی اولاد کو ان سے مزید فوائد حاصل کرتے ہیں، اس کے بعد ایک مہینہ تک حضرت عبدالرحمٰنؓ زندہ رہے پھر انتقال ہوا۔[1]

حضرت نضرؓ کہتے ہیں کہ دن میں ایک مرتبہ سخت اندھیرا ہو گیا، میں دوڑا ہوا حضرت انسؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ حضورؐ کے زمانہ میں بھی کبھی ایسی نوبت آئی ہے انہوں نے فرمایا کہ خدا کی پناہ حضورؐ کے زمانہ میں تو ذرا بھی ہوا تیز چلتی تھی تو ہم سب مسجدوں کو دوڑ جاتے تھے کہ کہیں قیامت تو نہیں آگئی۔[2] عبداللہ بن سلامؓ کہتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پر کسی قسم کی تنگی پیش آتی تو ان کو نماز کا حکم فرمایا کرتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے۔ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا۔ الآیۃ اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرتے رہیے اور خود بھی اس کا اہتمام کیجئے، ہم آپ سے روزی کموانا نہیں چاہتے روزی تو آپ کو ہم دیں گے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس شخص کو کوئی ضرورت پیش آئے دینی یا دنیاوی اس کا تعلق مالک الملک سے ہو یا کسی آدمی سے، اس کو چاہیے کہ بہت اچھی طرح وضو کرے، پھر دو رکعت نماز پڑھے۔ پھر اللہ جل شانہ کی حمد وثنا کرے اور پھر درود شریف اس کے بعد یہ دعا پڑھے تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کی حاجت ضرور پوری ہوگی، دعا یہ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَلَا هَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

وہب بن منبہؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے حاجتیں نماز کے ذریعہ طلب کی جاتی ہیں، اور پہلے لوگوں کو جب کوئی حادثہ پیش آتا تھا تو وہ نماز ہی کی طرف متوجہ ہوتے تھے، جس پر

---

[1] درمنثور [2] ابوداؤد

بھی کوئی حادثہ گزرتا وہ جلدی سے نماز کی طرف رجوع کرتا، کہتے ہیں کوفہ میں ایک قلی تھا، جس پر لوگوں کو بہت اعتماد تھا، امین ہونے کی وجہ سے تاجروں کا سامان روپیہ وغیرہ بھی لے جاتا، ایک مرتبہ وہ سفر میں جارہا تھا راستہ میں ایک شخص اس کو ملا، پوچھا کہاں کا ارادہ ہے۔ قلی نے کہا فلاں شہر کا، وہ کہنے لگا کہ مجھے بھی جانا ہے، میں پاؤں چل سکتا تو تیرے ساتھ ہی چلتا، کیا یہ ممکن ہے کہ ایک دینار کرایہ پر مجھے خچر پر سوار کرلے، قلی نے اس کو منظور کرلیا، وہ سوار ہوگیا، راستہ میں ایک دوراہا ملا، سوار نے پوچھا کدھر کو چلنا چاہیے۔ قلی نے شارع عام کا راستہ بتایا، سوار نے کہا یہ دوسرا راستہ قریب کا ہے اور جانور کے لیے بھی سہولت کا ہے کہ سبزہ اس پر خوب ہے، قلی نے کہا یہ دوسرا راستہ میں نے دیکھا نہیں سوار نے کہا میں بارہا اس راستہ پر چلا ہوں۔ قلی نے کہا اچھی بات ہے اسی راستہ سے چلتے ہیں، تھوڑی دور چل کر وہ راستہ ایک وحشت ناک جنگل پر ختم ہوگیا جہاں بہت سے مُردے پڑے ہوتے تھے، وہ شخص سواری سے اترا اور کمر سے خنجر نکال کر قلی کے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ قلی نے کہا کہ ایسا نہ کر، یہ خچر اور سامان سب کچھ لے لے یہی تیرا مقصود ہے، مجھے قتل نہ کر، اس نے نہ مانا اور قسم کھالی کہ پہلے تجھے ماروں گا، پھر سب کچھ لوں گا۔ قلی نے بہت عاجزی کی، مگر اس ظالم نے ایک نہ مانی۔ قلی نے کہا اچھا مجھے دو رکعت آخری نماز پڑھنے دے۔ اس نے قبول کیا اور ہنس کر کہا، جلدی سے پڑھ لے اِن مُردوں نے بھی یہی درخواست کی تھی مگر ان کی نماز نے کچھ بھی کام نہ دیا۔ اس قلی نے نماز شروع کی۔ الحمد شریف پڑھ کر سورت بھی یاد نہ آئی، ادھر وہ ظالم کھڑا تقاضا کر رہا تھا کہ جلدی ختم کر، بے اختیار اس کی زبان پر یہ آیت جاری ہوئی اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ الآیہ۔ یہ پڑھ رہا تھا اور رو رہا تھا کہ ایک سوار نمودار ہوا جس کے سر پر چمکتا ہوا خود (لوہے کی ٹوپی) تھا اس نے نیزہ مار کر اس ظالم کو ہلاک کر دیا، جس جگہ وہ ظالم گرا، آگ کے شعلے اس جگہ سے اٹھنے لگے یہ نمازی بے اختیار سجدہ میں گر گیا، اللہ کا شکر ادا کیا، نماز کے بعد اس سوار کی طرف دوڑا، اس سے پوچھا کہ خدا کے واسطے اتنا بتا دو کہ تم کون ہو کیسے آئے، اس نے کہا کہ میں اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ کا غلام ہوں، اب تم مامون ہو جہاں چاہے[1] جاؤ۔ یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

[1] نزہۃ المجالس

درحقیقت نماز ایسی ہی بڑی دولت ہے کہ اللہ کی رضا کے علاوہ دنیا کے مصائب سے بھی اکثر نجات کا سبب ہوتی ہے اور سکونِ قلب تو حاصل ہوتا ہی ہے ابن سیرینؒ کہتے ہیں کہ اگر مجھے جنت میں جانے اور دو رکعت نماز پڑھنے میں اختیار دیدیا جائے تو میں دو رکعت ہی کو اختیار کروں گا، اس لیے کہ جنت میں جانا میری اپنی خوشی کے واسطے ہے، اور دو رکعت نماز میں میرے مالک کی رضا ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے بڑا قابلِ رشک ہے وہ مسلمان جو ہلکا پھلکا ہو (یعنی اہل وعیال کا زیادہ بوجھ نہ ہو) نماز سے وافر حصہ اس کو ملا ہو، روزی صرف گزارے کے قابل ہو جس پر صبر کرکے عمر گزار دے اللہ کی عبادت اچھی طرح کرتا ہو، گمنامی میں پڑا ہو، جلدی سے مرجاوے نہ میراث زیادہ ہو نہ رونے والے زیادہ ہوں۔[1] ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے گھر میں نماز کثرت سے پڑھا کرو گھر کی خیر میں اضافہ ہوگا۔[2]

(۷) عَنْ اَبِیْ مُسْلِمٍ التَّغْلَبِیِّ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی اَبِیْ اُمَامَۃَ وَھُوَ فِی الْمَسْجِدِ فَقُلْتُ یَا اَبَا اُمَامَۃَ اِنَّ رَجُلًا حَدَّثَنِیْ مِنْکَ اِنَّکَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ تَوَضَّأَ فَاَسْبَغَ الْوُضُوْءَ غَسَلَ یَدَیْہِ وَوَجْہَہٗ وَمَسَحَ عَلٰی رَأْسِہٖ وَاُذُنَیْہِ ثُمَّ قَامَ اِلَی الصَّلٰوۃِ الْمَفْرُوْضَۃِ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ فِیْ ذٰلِکَ الْیَوْمِ مَا مَشَتْ اِلَیْہِ رِجْلَاہُ وَقَبَضَتْ عَلَیْہِ یَدَاہُ وَسَمِعَتْ اِلَیْہِ اُذُنَاہُ وَنَظَرَتْ اِلَیْہِ عَیْنَاہُ وَحَدَّثَ بِہٖ نَفْسَہٗ مِنْ سُوْءٍ فَقَالَ وَاللّٰہِ لَقَدْ سَمِعْتُہٗ مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِرَارًا

ابو مسلمؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو امامہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ مسجد میں تشریف فرما تھے، میں نے عرض کیا کہ مجھ سے ایک صاحب نے آپ کی طرف یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرے اور پھر فرض نماز پڑھے تو حق تعالیٰ جل شانہٗ اس دن وہ گناہ جو چلنے سے ہوتے ہوں اور گناہ جس کو اس کے ہاتھوں نے کیا ہو اور وہ گناہ جو اس کے کانوں سے صادر ہوئے ہوں اور وہ گناہ جن کو اس نے آنکھوں سے کیا ہو، اور وہ گناہ جو اس کے دل میں پیدا ہوتے ہوں، سب کو معاف فرما دیتے ہیں، حضرت ابو امامہؓ نے

---

[1] جامع الصغیر　　[2] ایضاً

فرمایا کہ میں نے یہ مضمون نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی دفعہ سنا ہے،

(رواہ احمد والغالب علی سندہ الحسن وتقدم لہ شواہد فی الوضوء کذا فی الترغیب قلت وقد ورد معنی الحدیث عن ابی امامۃ بطرق فی مجمع الزوائد)

فائدہ: یہ مضمون بھی کئی صحابہ رض سے نقل کیا گیا ہے چنانچہ حضرت عثمان رض حضرت ابوہریرہ رض حضرت انس رض حضرت عبداللہ صنابحی رض حضرت عمرو بن عبسہ رض وغیرہ حضرات سے مختلف الفاظ کے ساتھ متعدد روایات میں ذکر کیا گیا ہے اور جو حضرات اہلِ کشف ہوتے ہیں ان کو گناہوں کا زائل ہوجانا محسوس بھی ہوتا ہے چنانچہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا قصہ مشہور ہے کہ وضو کا پانی گرتے ہوئے یہ محسوس فرما لیتے تھے کہ کون سا گناہ اس میں دھل رہا ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی نقل کیا گیا ہے کہ کسی شخص کو اس بات سے مغرور نہیں ہونا چاہیئے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس گھمنڈ پر کہ نماز سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں گناہ پر جرأت نہیں کرنا چاہیئے اس لیے کہ ہم لوگوں کی نماز اور عبادات جیسی ہوتی ہیں ان کو اگر حق تعالیٰ جل شانہٗ اپنے لطف و کرم سے قبول فرما لیں تو ان کا لطف احسان و انعام ہے ورنہ ہماری عبادتوں کی حقیقت ہمیں معلوم ہے۔ اگرچہ نماز کا یہ اثر ضروری ہے کہ اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں مگر ہماری نماز اس قابل بھی ہے اس کا علم اللہ ہی کو ہے اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ اس وجہ سے گناہ کرنا کہ میرا مالک کریم ہے معاف کرنے والا ہے انتہائی بے غیرتی ہے اس کی مثال تو ایسی ہوئی کہ کوئی یوں کہے کہ اپنے ان بیٹوں سے جو فلاں کام کریں درگزر کرتا ہوں تو وہ نالائق بیٹے اس وجہ سے کہ باپ نے درگزر کرنے کو کہہ دیا ہے جان جان کر اس کی نافرمانیاں کریں۔

(۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ کَانَ رَجُلَانِ ... رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَلِیٍّ حَیٌّ مِنْ قُضَاعَةَ اَسْلَمَا مَعَ فَاسْتُشْهِدَ اَحَدُهُمَا وَاُخِّرَ الْاٰخَرُ

حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں کہ ایک قبیلہ کے دو صحابی ایک ساتھ مسلمان ہوئے ان میں سے ایک صاحب جہاد میں شہید ہوگئے اور دوسرے صاحب کا ایک سال بعد انتقال ہوا۔ میں نے خواب میں دیکھا

سَنَةً قَالَ طَلْحَةُ بْنُ عُبَيْدِ اللهِ فَرَأَيْتُ الْمُؤَخَّرَ مِنْهُمَا اُدْخِلَ الْجَنَّةَ قَبْلَ الشَّهِيْدِ فَتَعَجَّبْتُ لِذٰلِكَ فَاَصْبَحْتُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْذُكِرَ لِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ اَلَيْسَ قَدْ صَامَ بَعْدَهٗ رَمَضَانَ وَصَلّٰى سِتَّةَ اٰلَافٍ رَكْعَةٍ وَكَذَا رَكْعَةً صَلٰوةَ سَنَةٍ

کروہ صاحب جن کا ایک سال بعد انتقال ہوا تھا اُن شہید سے بھی پہلے جنّت میں داخل ہو گئے تو مجھے بڑا تعجب ہوا کہ شہید کا درجہ تو بہت اونچا ہے وہ پہلے جنت میں داخل ہوتے میں نے حضورؐ سے خود عرض کیا یا کسی اور نے عرض کیا تو حضورِ اقدسؐ نے فرمایا کہ جن صاحب کا بعد میں انتقال ہوا ان کی نیکیاں نہیں دیکھتے کتنی زیادہ ہو گئیں، ایک رمضان المبارک کے پورے روزے بھی ان کے زیادہ ہوئے اور چھ ہزار اور اتنی اتنی رکعتیں نماز کی ایک سال میں ان کی بڑھ گئیں۔

(رواہ احمد باسناد حسن ورواہ ابن ماجۃ وابن حبان فی صحیحہ والبیہقی کلھم عن طلحۃ بنحوہ اطول منہ وزاد ابن ماجۃ وابن حبان فی اٰخرہٖ فلما بینہما اطول ما بین السماء والارض کذا فی الترغیب ولفظ احمد فی نسخۃ التی بایدینا او کذا او کذا رکعۃ بلفظ او وفی الدر اخرجہ مالکؒ واحمد والنسائی وابن خزیمۃ والحاکم وصححہ والبیہقی فی شعب الایمان عن عامر بن سعد قال سمعت سعدا وناسا من الصحابۃ یقولون کان رجلان اخوان فی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان احدھما افضل من الاٰخر فتوفی الذی ھو افضلھما ثم عمر الاٰخر بعدہ اربعین لیلۃ الحدیث وقد اخرج ابوداؤد بمعنی حدیث الباب من حدیث عبید بن خالد بلفظ قتل احدھما ومات الاٰخر بعدہ بجمعۃ الحدیث)

فائدہ:- اگر ایک سال کے تمام مہینے انتیس دن کے لگائے جائیں اور صرف فرض اور وتر کی رکعتیں شمار کی جائیں تب بھی چھ ہزار نو سو ساٹھ رکعتیں ہوتی ہیں اور جتنے مہینے تیس دن کے ہوں گے بیس بیس رکعتوں کا اضافہ ہوتا رہے گا اور سنتیں اور نوافل بھی شمار کیے جائیں تو پوچھنا ہی کیا۔ ابن ماجہ میں یہ قصہ اور بھی مفصّل آیا ہے اس میں حضرت طلحہؓ جو خواب دیکھنے

والے ہیں وہ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک قبیلہ کے دو آدمی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ساتھ آئے اور اکٹھے ہی مسلمان ہوئے ایک صاحب بہت مستعد اور ہمت والے تھے، وہ ایک لڑائی میں شہید ہو گئے اور دوسرے صاحب کا ایک سال بعد انتقال ہوا، میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہوں اور وہ دونوں صاحبان بھی وہاں موجود ہیں، اندر سے ایک شخص آئے اور ان کو جن کا ایک سال بعد انتقال ہوا تھا اندر جانے کی اجازت ہو گئی اور جو صاحب شہید ہوئے تھے کھڑے رہ گئے تھوڑی دیر بعد پھر اندر سے ایک شخص آئے اور ان شہید کو بھی اجازت ہو گئی اور مجھ سے کہا کہ تمہارا ابھی وقت نہیں آیا، تم واپس چلے جاؤ۔ میں نے صبح کو لوگوں سے اپنے خواب کا تذکرہ کیا، سب کو اس پر تعجب ہوا کہ ان شہید کو بعد میں اجازت کیوں ہوئی، ان کو تو پہلے ہونی چاہیے تھی۔ آخر حضورؐ سے لوگوں نے تذکرہ کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس میں تعجب کی کیا بات ہے لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ وہ شہید بھی ہوئے اور بہت زیادہ مستعد اور ہمت والے بھی تھے اور جنت میں یہ دوسرے صاحب پہلے داخل ہو گئے، حضورؐ نے فرمایا کہ انہوں نے ایک سال عبادت زیادہ نہیں کی، عرض کیا بے شک کی، ارشاد فرمایا کیا انہوں نے پورے ایک رمضان کے روزے ان سے زیادہ نہیں رکھے، عرض کیا گیا بے شک رکھے، ارشاد فرمایا، کیا انہوں نے اتنے اتنے سجدے ایک سال کی نمازوں کے زیادہ نہیں کیے، عرض کیا گیا بے شک کیے، حضورؐ نے فرمایا پھر ان دونوں میں آسمان زمین کا فرق ہو گیا۔ اھ

اس نوع کے قصے کئی لوگوں کے ساتھ پیش آئے ابو داؤد شریف میں دو صحابہؓ کا قصہ اسی قسم کا صرف آٹھ دن کے فرق سے ذکر کیا گیا ہے کہ دوسرے صاحب کا انتقال ایک ہفتہ بعد ہوا، پھر بھی جنت میں پہلے داخل ہو گئے، حقیقت میں ہم لوگوں کو اس کا اندازہ ہی نہیں کہ نماز کتنی قیمتی چیز ہے آخر کوئی بات تو ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بتلائی ہے حضورؐ کی آنکھ کی ٹھنڈک جو انتہائی محبت کی علامت ہے، کمعمولی چیز نہیں، ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو بھائی تھے، ان میں سے ایک چالیس روز پہلے انتقال کر گئے دوسرے بھائی کا چالیس روز بعد انتقال ہوا، پہلے بھائی زیادہ بزرگ تھے، لوگوں نے

ان کو بہت بڑھانا شروع کر دیا حضورؐ نے ارشاد فرمایا کیا دوسرے بھائی مسلمان نہ تھے، صحابہؓ نے عرض کیا کہ بے شک مسلمان تھے مگر معمولی درجہ میں تھے حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم کہ ان چالیس دن کی نمازوں نے ان کو کس درجہ تک پہنچا دیا ہے، نماز کی مثال ایک میٹھی اور گہری نہر کی سی ہے جو دروازہ پر جاری ہو اور آدمی پانچ دفعہ اس میں نہاتا ہو تو اس کے بدن پر کیا میل رہ سکتا ہے، اس کے بعد پھر دوبارہ حضورؐ نے فرمایا کہ تمہیں کیا معلوم کہ اس کی نمازوں نے جو بعد میں پڑھی گئیں اس کو کس درجہ تک پہنچا دیا ہے۔[1]

(۸) عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ يُبْعَثُ مُنَادٍ عِنْدَ حَضْرَةِ كُلِّ صَلٰوةٍ فَيَقُوْلُ يَا بَنِیْ اٰدَمَ قُوْمُوْا فَاَطْفِئُوْا مَا اَوْقَدْتُمْ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ فَيَقُوْمُوْنَ فَيَتَطَهَّرُوْنَ وَيُصَلُّوْنَ الظُّهْرَ فَيُغْفَرُ لَهُمْ مَا بَيْنَهُمَا فَاِذَا حَضَرَتِ الْعَصْرُ فَمِثْلُ ذٰلِكَ فَاِذَا حَضَرَتِ الْمَغْرِبُ فَمِثْلُ ذٰلِكَ فَاِذَا حَضَرَتِ الْعَتَمَةُ فَمِثْلُ ذٰلِكَ فَيَنَامُوْنَ فَمُدْلِجٌ فِیْ خَيْرٍ وَّمُدْلِجٌ فِیْ شَرٍّ (رواه الطبرانی فی الکبیر کذا فی الترغیب)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب نماز کا وقت آتا ہے تو ایک فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ اے آدم کی اولاد اٹھو اور جہنم کی اس آگ کو جسے تم نے (گناہوں کی بدولت) اپنے اوپر جلانا شروع کر دیا ہے بجھاؤ، چنانچہ (دیندار لوگ) اٹھتے ہیں، وضو کرتے ہیں، ظہر کی نماز پڑھتے ہیں جس کی وجہ سے ان کی گناہوں کی (صبح سے ظہر تک کی) مغفرت کر دی جاتی ہے۔ اسی طرح پھر عصر کے وقت پھر مغرب کے وقت پھر عشا کے وقت (غرض ہر نماز کے وقت یہی صورت ہوتی ہے) عشا کے بعد لوگ سونے میں مشغول ہو جاتے ہیں، اس کے بعد اندھیرے میں بعض لوگ برائیوں (زناکاری، بدکاری، چوری وغیرہ) کی طرف چل دیتے ہیں اور بعض لوگ بھلائیوں (نماز، وظیفہ، ذکر وغیرہ) کی طرف چلنے لگتے ہیں۔

فائدہ: حدیث کی کتابوں میں بہت کثرت سے یہ مضمون آیا ہے کہ اللہ جل شانہٗ

[1] قال المنذری رواہ مالک واللفظ لہ واحمد باسناد حسن والنسائی وابن خزیمہ فی صحیحہ

اپنے لطف سے نماز کی بدولت گناہوں کو معاف فرماتے ہیں اور نماز میں چونکہ استغفار خود موجود ہے جیساکہ اوپر گذرا، اس لیے صغیرہ اور کبیرہ ہر قسم کے گناہ اس میں داخل ہو جاتے ہیں، بشرطیکہ دل سے گناہوں پر ندامت ہو، خود حق تعالیٰ کا ارشاد ہے، اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ جیساکہ حدیث ۳ میں گذرا حضرت سلمانؓ ایک بڑے مشہور صحابی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ جب عشا کی نماز ہو لیتی ہے تو تمام آدمی تین جماعتوں میں منقسم ہو جاتے ہیں، ایک وہ جماعت ہے جس کے لیے یہ رات نعمت ہے اور کمائی ہے اور بھلائی ہے، یہ وہ حضرات ہیں جو رات کی فرصت کو غنیمت سمجھتے ہیں اور جب لوگ اپنے اپنے راحت و آرام اور سونے میں مشغول ہو جاتے ہیں تو یہ لوگ نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں ان کی رات ان کے لیے اجر و ثواب بن جاتی ہے، دوسری جماعت وہ ہے جس کے لیے رات وبال ہے، عذاب ہے یہ وہ جماعت ہے جو رات کی تنہائی اور فرصت کو غنیمت سمجھتی ہے اور گناہوں میں مشغول ہو جاتی ہے، ان کی رات ان پر وبال بن جاتی ہے، تیسری جماعت وہ ہے جو عشا کی نماز پڑھ کر سو جاتی ہے اس کے لیے نہ وبال ہے نہ کمائی، نہ کچھ گیا نہ آیا۔[۱]

۹۔ عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ بْنِ رِبْعِیٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اِنِّیْ افْتَرَضْتُ عَلٰی اُمَّتِکَ خَمْسَ صَلَوٰتٍ وَعَھِدْتُّ عِنْدِیْ عَھْدًا اَنَّہٗ مَنْ حَافَظَ عَلَیْھِنَّ لِوَقْتِھِنَّ اَدْخَلْتُہُ الْجَنَّۃَ فِیْ عَھْدِیْ وَمَنْ لَّمْ یُحَافِظْ عَلَیْھِنَّ فَلَا عَھْدَ لَہٗ عِنْدِیْ

حضورؐ کا یہ ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے یہ فرمایا کہ میں نے تمہاری امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور اس کا میں نے اپنے لیے عہد کر لیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں نمازوں کو ان کے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے، اس کو اپنی ذمہ داری پر جنت میں داخل کروں گا۔ اور جو ان نمازوں کا اہتمام نہ کرے، تو مجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔

(کذا فی الدر المنثور بروایت ابی داؤد وابن ماجۃ وفیہ ایضًا اخرج مالک وابن ابی شیبۃ واحمد وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان والبیہقی عن عبادۃ بن الصامت فذکر معنی حدیث الباب مرفوعًا باطول منہ)

[۱] در منثور

فائدہ:- ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون اور وضاحت سے آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں جو شخص ان میں لاپروائی سے کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے اچھی طرح وضو کرے اور وقت پر ادا کرے خشوع وخضوع سے پڑھے حق تعالیٰ کا عہد ہے کہ اس کو جنت میں ضرور داخل فرمائیں گے اور جو شخص ایسا نہ کرے اللہ تعالیٰ کا کوئی عہد اس سے نہیں چاہے اس کی مغفرت فرمائیں چاہے عذاب دیں، کتنی بڑی فضیلت ہے نماز کی کہ اس کے اہتمام سے اللہ کے عہد میں اور ذمہ داری میں آدمی داخل ہو جاتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی معمولی سا حاکم یا دولت مند کسی شخص کو اطمینان دلا دے یا کسی مطالبہ کا ذمہ دار ہو جاتے یا کسی قسم کی ضمانت کرے تو وہ کتنا مطمئن اور خوش ہوتا ہے اور اس حاکم کا کس قدر احسانمند اور گرویدہ بن جاتا ہے، یہاں ایک معمولی عبادت پر جس میں کچھ مشقت بھی نہیں ہے، مالک الملک دوجہاں کا بادشاہ عہد کرتا ہے پھر بھی لوگ اس چیز سے غفلت اور لاپرواہی کرتے ہیں، اس میں کسی کا کیا نقصان ہے اپنی ہی کم نصیبی اور اپنا ہی ضرر ہے۔

۱۰ عَنْ اَبِیْ سَلْمَانَ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَدَّثَہٗ قَالَ لَمَّا فَتَحْنَا خَیْبَرَ اَخْرَجُوْا غَنَائِمَھُمْ مِنَ الْمَتَاعِ وَالسَّبْیِ فَجَعَلَ النَّاسُ یَتَبَایَعُوْنَ غَنَائِمَھُمْ فَجَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لَقَدْ رَبِحْتُ رِبْحًا مَا رَبِحَ الْیَوْمَ مِثْلَہٗ اَحَدٌ مِّنْ اَھْلِ الْوَادِیْ قَالَ وَیْحَکَ مَا رَبِحْتَ۔ قَالَ مَا زِلْتُ اَبِیْعُ وَاَبْتَاعُ حَتّٰی رَبِحْتُ ثَلٰثَمِائَۃِ اُوْقِیَۃٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَا اُنَبِّئُکَ

ایک صحابی فرماتے ہیں کہ ہم لوگ لڑائی میں جب خیبر کو فتح کر چکے تو لوگوں نے اپنے مال غنیمت کو نکالا جس میں متفرق سامان تھا۔ اور قیدی تھے۔ اور خرید و فروخت شروع ہو گئی (کہ ہر شخص اپنی ضروریات خریدنے لگا اور دوسری زائد چیزیں فروخت کرنے لگا) اتنے میں ایک صحابیؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے آج کے دن اس تجارت میں اس قدر نفع ہوا کہ ساری جماعت میں سے کسی کو بھی اتنا نفع نہیں مل سکا۔ حضورؐ نے تعجب سے پوچھا کہ کتنا کمایا، انہوں نے عرض کیا کہ حضورؐ میں سامان خریدتا رہا اور بیچتا رہا، جس میں تین سو اوقیہ

بِخَيْرٍ رَجُلٍ رَبِحَ قَالَ مَا هُوَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، قَالَ رَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ۔

(اخرجہ ابوداؤد وسکت عنہ المنذری)

چاندی نفع میں بچی، حضورؐ نے ارشاد فرمایا، میں تمہیں بہترین نفع کی چیز بتاؤں، انہوں نے عرض کیا حضورؐ ضرور بتائیں، ارشاد فرمایا کہ فرض نماز کے بعد دو رکعت نفل۔

فائدہ:- ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے اور ایک درہم تقریباً چار آنہ کا تو اس حساب سے تین ہزار روپیہ ہوا۔ جس کے مقابلہ میں دو جہاں کے بادشاہ کا ارشاد ہے کہ یہ کیا نفع ہوا حقیقی نفع وہ ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنے والا ہے اور کبھی نہ ختم ہونیوالا ہے۔ اگر حقیقت میں ہم لوگوں کے ایمان ایسے ہی ہو جائیں اور دو رکعت نماز کے مقابلہ میں تین ہزار روپے کی وقعت نہ رہے تو پھر واقعی زندگی کا لطف ہے اور حق تو یہ ہے کہ نماز ہے ہی ایسی دولت، اسی وجہ سے حضور اقدس سیّد البشر فخرِ رسلؐ نے اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں بتلائی ہے اور وصال کے وقت آخری وصیّت جو فرمائی ہے، اس میں نماز کے اہتمام کا حکم فرمایا ہے (کنز العمال) متعدد حدیثوں میں اس کی وصیّت مذکور ہے۔ منجملہ ان کے حضرت امّ سلمہؓ کہتی ہیں کہ آخری وقت میں جب زبانِ مبارک سے پورے لفظ نہیں نکل رہے تھے اس وقت بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز اور غلاموں کے حقوق کی تاکید فرمائی تھی۔ حضرت علیؓ سے بھی نقل کیا گیا کہ آخری کلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز کی تاکید اور غلاموں کے بارے میں اللہ سے ڈرنے کا حکم تھا۔ حضور اقدسؐ نے نجد کی طرف ایک مرتبہ جہاد کے لیے لشکر بھیجا جو بہت ہی جلدی واپس لوٹ آیا اور ساتھ ہی بہت سا مال غنیمت لے کر آیا، لوگوں کو بڑا تعجب ہوا کہ اتنی ذرا سی مدّت میں اتنی بڑی کامیابی اور مال و دولت کے ساتھ واپس آگیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں اس سے بھی کم وقت میں اس مال سے زیادہ غنیمت اور دولت کمانے والی جماعت بتاؤں؟ یہ وہ لوگ ہیں جو صبح کی نماز میں جماعت میں شریک ہوں اور آفتاب نکلنے تک وہیں بیٹھے رہیں اور آفتاب نکلنے کے بعد (جب مکروہ وقت جو تقریباً بیس منٹ رہتا ہے نکل جائے) تو دو رکعت (اشراق کی) نماز پڑھیں، یہ لوگ بہت تھوڑے سے وقت میں بہت زیادہ دولت کمانے والے ہیں،

ہ جامع الصغیر

حضرت شقیق بلخیؒ مشہور صوفی اور بزرگ ہیں فرماتے ہیں ہم نے پانچ چیزیں تلاش کیں ان کو پانچ جگہ پایا۔ روزی کی برکت چاشت کی نماز میں ملی اور قبر کی روشنی تہجد کی نماز میں ملی۔ منکر نکیر کے سوال کا جواب طلب کیا تو اسے قرأت میں پایا اور پل صراط کا سہولت سے پار ہونا روزہ اور صدقہ میں پایا اور عرش کا سایہ خلوت میں پایا (نزہتہ المجالس) حدیث کی کتابوں میں نماز کے بارے میں بہت ہی تاکید اور بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں ان سب کا احاطہ کرنا مشکل ہے، تبرکاً چند احادیث کا صرف ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

۱ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے میری امت پر سب چیزوں سے پہلے نماز فرض کی اور قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کا حساب ہوگا ۲ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو ۳ آدمی اور شرک کے درمیان نماز ہی حائل ہے ۴ اسلام کی علامت نماز ہے جو شخص دل کو فارغ کر کے اور اوقات اور مستحبات کی رعایت رکھ کر نماز پڑھے وہ مومن ہے ۵ حق تعالیٰ شانہٗ نے کوئی چیز ایمان اور نماز سے افضل فرض نہیں کی، اگر اس سے افضل کسی اور چیز کو فرض کرتے تو فرشتوں کو اس کا حکم دیتے، فرشتے دن رات کوئی رکوع میں ہے کوئی سجدے میں ۶ نماز دین کا ستون ہے ۷ نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے ۸ نماز مومن کا نور ہے ۹ نماز افضل جہاد ہے ۱۰ جب آدمی نماز میں داخل ہوتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی طرف پوری توجہ فرماتے ہیں جب وہ نماز سے ہٹ جاتا ہے تو وہ بھی توجہ ہٹا لیتے ہیں ۱۱ جب کوئی آفت آسمان سے اترتی ہے تو مسجد کے آباد کرنے والوں سے ہٹ جاتی ہے ۱۲ اگر آدمی کسی وجہ سے جہنم میں جاتا ہے تو اس کی آگ سجدے کی جگہ کو نہیں کھاتی ۱۳ اللہ نے سجدہ کی جگہ کو آگ پر حرام فرما دیا ہے ۱۴ سب سے زیادہ پسندیدہ عمل اللہ کے نزدیک وہ نماز ہے جو وقت پر پڑھی جائے ۱۵ اللہ جل شانہٗ کو آدمی کی ساری حالتوں میں سب سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ اس کو سجدہ میں پڑا ہوا دیکھیں کہ پیشانی زمین سے رگڑ رہا ہے ۱۶ اللہ جل شانہٗ کے ساتھ آدمی کو سب سے زیادہ قرب سجدہ میں ہوتا ہے ۱۷ جنت کی کنجیاں نماز ہیں ۱۸ جب آدمی نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اللہ جل شانہٗ کے اور اس نمازی کے درمیان پردے ہٹ جاتے ہیں جب تک کہ کھانسی وغیرہ

میں مشغول نہ ہو ۱۹۔ نماز ہی شہنشاہ کا دروازہ کھٹکانا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو دروازہ کھٹکاتا ہی رہے تو کھلتا ہی ہے ۲۰۔ نماز کا مرتبہ دین میں ایسا ہی ہے جیسا کہ سر کا درجہ ہے بدن میں ۲۱۔ نماز دل کا نور ہے جو اپنے دل کو نورانی بنانا چاہے (نماز کے ذریعہ سے) بنا لے ۲۲۔ جو شخص اچھی طرح وضو کرے اس کے بعد خشوع و خضوع سے دو یا چار رکعت نماز فرض یا نفل پڑھ کر اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہے اللہ تعالیٰ شانہٗ معاف فرما دیتے ہیں ۲۳۔ زمین کے جس حصہ پر نماز کے ذریعہ سے اللہ کی یاد کی جاتی ہے وہ حصہ زمین کے دوسرے ٹکڑوں پر فخر کرتا ہے ۲۴۔ جو شخص دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے کوئی دعا مانگتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی وہ دعا قبول فرما لیتے ہیں خواہ فوراً ہو یا کسی مصلحت سے کچھ دیر کے بعد مگر قبول ضرور فرماتے ہیں، ۲۵۔ جو شخص تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے جس کو اللہ اور اس کے فرشتوں کے سوا کوئی نہ دیکھے تو اس کو جہنم کی آگ سے بَری ہونے کا پروانہ مل جاتا ہے ۲۶۔ جو شخص ایک فرض نماز ادا کرے اللہ جل شانہٗ کے یہاں ایک مقبول دعا اس کی ہو جاتی ہے، ۲۷۔ جو پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہے ان کے رکوع و سجود اور وضو وغیرہ کو اہتمام کے ساتھ اچھی طرح سے پورا کرتا رہے جنت اس کے لئے واجب ہو جاتی ہے اور دوزخ اس پر حرام ہو جاتی ہے ۲۸۔ مسلمان جب تک پانچوں نمازوں کا اہتمام کرتا رہتا ہے، شیطان اس سے ڈرتا ہے اور جب وہ نمازوں میں کوتاہی کرنے لگتا ہے تو شیطان کو اس پر جرأت ہو جاتی ہے، اور اس کے بہکانے کی طمع کرنے لگتا ہے ۲۹۔ سب سے افضل عمل اوّل وقت نماز پڑھنا ہے، ۳۰۔ نماز ہر متقی کی قربانی ہے ۳۱۔ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نماز کو اوّل وقت پڑھنا ہے ۳۲۔ صبح کو جو شخص نماز کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں ایمان کا جھنڈا ہوتا ہے اور جو بازار کو جاتا ہے اس کے ہاتھ میں شیطان کا جھنڈا ہوتا ہے ۳۳۔ ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعتوں کا ثواب ایسا ہے جیسا کہ تہجّد کی چار رکعتوں کا ۳۴۔ ظہر سے پہلے چار رکعتیں تہجد کی چار رکعتوں کے برابر شمار ہوتی ہیں ۳۵۔ جب آدمی نماز کو کھڑا ہوتا ہے تو رحمت الٰہیہ اس کی طرف متوجّہ ہو جاتی ہے ۳۶۔ افضل ترین نماز آدھی رات کی ہے مگر اس کے پڑھنے والے بہت ہی کم ہیں ۳۷۔ میرے پاس حضرت جبرئیلؑ آئے اور کہنے لگے اے محمّد صلی اللہ علیہ وسلم، خواہ کتنا ہی آپ

زندہ رہیں آخر ایک دن مرنا ہے اور جس سے چاہیں محبت کریں آخر ایک دن اس سے جدا ہونا ہے اور آپ جس قسم کا بھی عمل کریں (برا یا بھلا) اس کا بدلہ ضرور ملے گا۔ اس میں کوئی تردد نہیں کہ مومن کی شرافت تہجد کی نماز میں ہے اور مومن کی عزت لوگوں سے استغنا ہے ۳۸۔ اخیر رات کی دو رکعتیں تمام دنیا سے افضل ہیں اگر مجھے مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو امت پر فرض کر دیتا ۳۹۔ تہجد ضرور پڑھا کرو کہ تہجد صالحین کا طریقہ ہے اور اللہ کے قرب کا سبب ہے۔ تہجد گناہوں سے روکتا ہے اور خطاؤں کی معافی کا ذریعہ ہے اس سے بدن کی تندرستی بھی ہوتی ہے ۴۰۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے کہ اے آدم کی اولاد تو دن کے شروع میں چار رکعتوں سے عاجز نہ بن میں تمام دن تیرے کاموں کی کفایت کروں گا۔

حدیث کی کتابوں میں بہت کثرت سے نماز کے فضائل اور ترغیبیں ذکر کی گئی ہیں۔ چالیس کے عدد کی رعایت سے اتنے پر کفایت کی گئی کہ اگر کوئی ان کو حفظ کر لے تو چالیس حدیثیں حفظ یاد کرنے کی فضیلت حاصل کر لے گا۔ حق یہ ہے کہ نماز ایسی بڑی دولت ہے کہ اس کی قدر وہی کر سکتا ہے جس کو اللہ جل شانہٗ نے اس کا مزہ چکھا دیا ہو، اسی دولت کی وجہ سے حضورؐ نے اپنی آنکھ کی ٹھنڈک اسی میں فرمائی اور اسی لذت کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رات کا اکثر حصہ نماز ہی میں گذار دیتے تھے یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال کے وقت خاص طور پر نماز کی وصیت فرمائی اور اس کے اہتمام کی تاکید فرمائی۔ متعدد احادیث میں ارشاد نبویؐ نقل کیا گیا اِتَّقُوا اللّٰهَ فِي الصَّلٰوةِ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ تمام اعمال میں مجھے نماز سب سے زیادہ محبوب ہے۔ ایک صحابیؓ کہتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد نبوی پر گذرا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، مجھے بھی شوق ہوا۔ حضورؐ کے پیچھے نیت باندھ لی۔ حضورؐ سورۂ بقرہ پڑھ رہے تھے۔ میں نے خیال کیا کہ سو آیتوں پر رکوع کر دیں گے مگر جب وہ گذر گئیں اور رکوع نہ کیا، تو میں نے سوچا کہ دو سو پر رکوع کریں گے مگر وہاں بھی نہ کیا تو مجھے خیال ہوا کہ سورت کے ختم ہی پر کریں گے۔ جب سورت ختم ہوئی تو حضورؐ نے کئی مرتبہ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ پڑھا اور سورہ آل عمران شروع کر دی۔ میں سوچ میں پڑ گیا۔ آخر میں نے خیال

گیا کہ آخر اس کے ختم پر تو رکوع کریں ہی گے، حضور نے اس کو ختم فرمایا اور تین مرتبہ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ پڑھا اور سورۂ مائدہ شروع کر دی اس کے ختم کر کے رکوع کیا اور رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ پڑھتے رہے اور اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھتے رہے جو سمجھ میں نہ آیا۔ اس کے بعد اسی طرح سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی بھی پڑھتے اس کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھتے تھے اس کے بعد دوسری رکعت میں سورۂ انعام شروع کر دی۔ میں حضورؐ کے ساتھ نماز پڑھنے کی ہمت نہ کر سکا اور مجبور ہو کر چلا آیا۔ پہلی رکعت میں تقریباً پانچ سیپارے ہوئے اور پھر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھنا جو نہایت اطمینان سے تجوید اور ترتیل کے ساتھ ایک ایک آیت جدا جدا کر کے پڑھتے تھے، ایسی صورت میں کتنی لانبی رکعت ہوئی ہوگی انہیں وجوہ سے آپ کے پاؤں پر نماز پڑھتے پڑھتے ورم آجاتا تھا، مگر جس چیز کی لذّت دل میں اتر جاتی ہے اس میں مشقت اور تکلیف دشوار نہیں رہتی، ابو اسحٰق سبیعیؒ مشہور محدّث ہیں، سَو برس کی عمر میں انتقال فرمایا، اس پر افسوس کیا کرتے تھے کہ بڑھاپے اور ضعف کی وجہ سے نماز کا لطف جاتا رہا۔ دو رکعتوں میں صرف دو سورتیں سورۂ بقرہ اور سورۂ آلِ عمران پڑھی جاتی ہیں زیادہ نہیں پڑھا جاتا (تہذیب التہذیب) یہ دو سورتیں بھی پونے چار پاروں کی ہیں۔ محمدؒ بن سماک فرماتے ہیں کہ کوفہ میں میرا ایک پڑوسی تھا اس کا ایک لڑکا تھا جو دن کو ہمیشہ روزہ رکھتا اور رات بھر نماز میں اور شوقیہ اشعار میں رہتا تھا وہ سوکھ کر ایسا ہو گیا کہ صرف ہڈی اور چمڑا رہ گیا، اس کے والد نے مجھ سے کہا کہ تم اس کو ذرا سمجھاؤ۔ میں ایک مرتبہ اپنے دروازہ پر بیٹھا تھا۔ وہ سامنے سے گذرا۔ میں نے اُسے بلایا وہ آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا، میں نے کہنا شروع کیا ہی تھا کہ وہ کہنے لگا، چچا شاید آپ محنت میں کمی کا مشورہ دیں گے، چچا جان میں نے اس محلّے کے چند لڑکوں کے ساتھ یہ طے کیا تھا کہ دیکھیں کون شخص عبادت میں زیادہ کوشش کرتا ہے انہوں نے کوشش اور محنت کی اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلا لیے گئے جب وہ بلائے گئے تو بڑی خوشی اور سرور کے ساتھ گئے۔ ان میں سے میرے سوا کوئی باقی نہیں رہا، میرا عمل دن میں دو بار ان پر ظاہر ہوتا ہوگا وہ کیا کہیں گے جب اس میں کوتاہی پائیں گے۔ چچا جان اُن نوجوانوں نے بڑے بڑے مجاہدے کیے، ان کی محنتیں اور مجاہدے بیان کرنے لگا۔ جن کو سن کر ہم لوگ متحیّر رہ

گئے، اس کے بعد وہ لڑکا اُٹھ کر چلا گیا، تیسرے دن ہم نے سُنا کہ وہ بھی رخصت ہو گیا رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً" ذرنہۃ، اب بھی اس گئے گزرے زمانے میں اللہ کے بندے ایسے دیکھے جاتے ہیں جو رات کا اکثر حصّہ نماز میں گذار دیتے ہیں اور دن میں دین کے دوسرے کاموں تبلیغ و تعلیم میں منہمک رہتے ہیں حضرت مجدّد الف ثانیؒ کے نام نامی سے کون شخص ہندوستان میں ناواقف ہوگا ان کے ایک خلیفہ مولانا عبد الواحدؒ لاہوری نے ایک دن ارشاد فرمایا کیا جنّت میں نماز نہ ہوگی، کسی نے عرض کیا کہ حضرت جنّت میں نماز کیوں ہو وہ تو اعمال کے بدلہ کی جگہ ہے نہ کہ عمل کرنے کی، اس پر ایک آہ کھینچی اور رونے لگے اور فرمایا کہ بغیر نماز کے جنّت میں کیونکر گذرے گی، ایسے ہی لوگوں سے دُنیا قائم ہے اور زندگی کو وصول کرنے والی حقیقت میں یہی مبارک ہستیاں ہیں، اللہ جل شانہٗ اپنے لطف اور اپنے پر مرمٹنے والوں کے طفیل اس روسیاہ کو بھی نوازدے تو اس کے لطف عام سے کیا بعید ہے، ایک پُر لطف قصّہ پر اس فصل کو ختم کرتا ہوں، حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں لکھا ہے، ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے دُنیا میں تین چیزیں محبوب ہیں، خوشبو، عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے، حضورؐ کے پاس چند صحابہؓ تشریف فرما تھے، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ارشاد فرمایا آپ نے سچ فرمایا اور مجھے تین چیزیں محبوب ہیں، آپ کا چہرہ دیکھنا، اپنے مال کو آپ پر خرچ کرنا اور یہ کہ میری بیٹی آپؐ کے نکاح میں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا سچ ہے اور مجھے تین چیزیں محبوب ہیں۔ امر بالمعروف، نہی عن المنکر (اچھے کاموں کا حکم کرنا اور بُری باتوں سے روکنا)، اور پُرانا کپڑا، حضرت عثمانؓ نے فرمایا آپ نے سچ کہا اور مجھے تین چیزیں محبوب ہیں بھوکوں کو کھلانا، ننگوں کو کپڑا پہنانا اور قرآن پاک کی تلاوت کرنا حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا آپؐ نے سچ فرمایا اور مجھے تین چیزیں پسند ہیں، مہمان کی خدمت، گرمی کا روزہ اور دشمن پر تلوار، اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور عرض کیا کہ مجھے حق تعالیٰ نے بھیجا ہے اور فرمایا اگر میں (یعنی جبرائیل) دُنیا والوں میں ہوتا تو بتاؤں مجھے کیا پسند ہوتا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا بتاؤ۔ عرض کیا بھولے ہوؤں کو راستہ بتانا، غریب عبادت کرنے والوں سے محبت رکھنا اور عیالدار مفلسوں کی مدد کرنا اور اللہ جل شانہٗ کو بندوں کی تین چیزیں پسند ہیں (اللہ کی راہ میں، طاقت

کا خرچ کرنا (مال سے ہو یا جان سے) اور (گناہ پر) ندامت کے وقت رونا اور فاقہ پر صبر کرنا.
حافظ ابن قیم زاد المعاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز روزی کو کھینچنے والی ہے صحت کی محافظ ہے، بیماریوں کو دفع کرنے والی ہے، دل کو تقویت پہنچاتی ہے، چہرہ کو خوبصورت اور منور کرتی ہے، جان کو فرحت پہنچاتی ہے اعضاء میں نشاط پیدا کرتی ہے، کاہلی کو دفع کرتی ہے شرح صدر کا سبب ہے، روح کی غذا ہے، دل کو منور کرتی ہے، اللہ کے انعام کی محافظ ہے اور عذاب الٰہی سے حفاظت کا سبب ہے، شیطان کو دور کرتی ہے اور رحمٰن سے قرب پیدا کرتی ہے غرض روح اور بدن کی صحت کی حفاظت میں اس کو خاص دخل ہے اور دونوں چیزوں میں اس کی عجیب تاثیر ہے، نیز دنیا اور آخرت کی مضرتوں کے دور کرنے میں اور دونوں جہان کے منافع پیدا کرنے میں اس کو بہت خصوصیت ہے.

فصل دوم

نماز کے چھوڑنے پر جو وعید اور عتاب حدیث میں آیا ہے اس کا بیان

حدیث کی کتابوں میں نماز نہ پڑھنے پر بہت سخت سخت عذاب ذکر کئے گئے ہیں نمونے کے طور پر چند حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں. سچی خبر دینے والے کا ایک ارشاد بھی سمجھدار کے لیے کافی تھا مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کے قربان کہ آپ نے کئی کئی طرح سے اور بار بار اس چیز کی طرف متوجہ فرمایا کہ ان کے نام لیوا ان کی امت کہیں اس میں کوتاہی نہ کرنے لگے پھر افسوس ہے ہمارے حال پر کہ ہم حضور کے اس اہتمام کے باوجود نماز کا اہتمام نہیں کرتے اور بے غیرتی اور بے حیائی سے اپنے کو امتی اور متبع رسول اور اسلام کا دھنی بھی سمجھتے ہیں.

۱- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ رواه احمد و مسلم و قال بَيْنَ الرَّجُلِ وَ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز چھوڑنا آدمی کو کفر سے ملا دیتا ہے، ایک جگہ ارشاد ہے کہ بندہ کو اور کفر کو ملانے والی چیز صرف نماز چھوڑنا ہے ایک جگہ ارشاد ہے کہ ایمان اور کفر کے

بَيْنَ الشِّرْكِ وَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ — درمیان نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔

(ابوداؤد والنسائی ولفظہ لیس بین العبد وبین الکفر الا ترک الصلوۃ والترمذی ولفظہ قال بین الکفر والایمان ترک الصلوۃ وابن ماجۃ ولفظہ قال بین العبد وبین الکفر ترک الصلوۃ کذا فی الترغیب للمنذری وقال السیوطی فی الدر لحدیث جابر اخرجہ ابن ابی شیبۃ واحمد وابوداؤد والترمذی وصححہ والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان والحاکم وصححہ عن بُرَیْدَۃَ مَرْفُوْعًا اَلْعَهْدُ الَّذِیْ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمُ الصَّلٰوةُ فَمَنْ تَرَكَهَا فَقَدْ كَفَرَ)

فائدہ:۔ اس قسم کا مضمون اور بھی کئی حدیثوں میں آیا ہے، ایک حدیث میں آیا ہے کہ ابر کے دن نماز جلدی پڑھا کرو کیونکہ نماز چھوڑنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ ابر کی وجہ سے وقت کا پتہ نہ چلے اور نماز قضا ہو جائے، اس کو بھی نماز کا چھوڑنا ارشاد فرمایا، کتنی سخت بات ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے چھوڑنے والے پر کفر کا حکم لگاتے ہیں گو علماء نے اس حدیث کو انکار کے ساتھ مقیّد فرمایا ہے مگر حضورؐ کے ارشاد کی فکر اتنی سخت چیز ہے کہ جس کے دل میں ذرا بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ کی وقعت اور حضورؐ کے ارشاد کی اہمیت ہوگی اس کے لیے یہ ارشادات نہایت سخت ہیں، اس کے علاوہ بڑے بڑے صحابہؓ جیسا کہ حضرت عمرؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ حضرات کا مذہب یہی ہے کہ بلا عذر جان کر نماز چھوڑنے والا کافر ہے، ائمہ میں سے حضرت امام احمد بن حنبلؒ، اسحٰق بن راہویہؒ، ابن مبارکؒ کا بھی یہی مذہب نقل کیا جاتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ۔[1]

۱۲ عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِؓ قَالَ اَوْصَانِیْ خَلِیْلِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعِ خِصَالٍ فَقَالَ لَا تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّاِنْ قُطِّعْتُمْ اَوْ حُرِّقْتُمْ اَوْ صُلِّبْتُمْ وَلَا تَتْرُكُوا الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدِيْنَ فَمَنْ تَرَكَهَا مُتَعَمِّدًا

حضرت عبادہؓ کہتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سات نصیحتیں کی ہیں۔ جن میں سے چار یہ ہیں۔ اوّل یہ کہ اللہ کا شریک کسی کو نہ بناؤ چاہے تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جاویں یا تم جلا دیئے جاؤ یا تم سولی پر چڑھا دیئے جاؤ۔ دوسری یہ کہ جان کر نماز نہ چھوڑو، جو جان

---

[1] ترغیب

فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْمِلَّةِ وَلَا تَرْكَبُوا الْمَعْصِيَةَ فَإِنَّهَا سَخَطُ اللّٰهِ وَلَا تَشْرَبُوا الْخَمْرَ فَإِنَّهَا رَأْسُ الْخَطَايَا كُلِّهَا۔

بوجھ کر نماز چھوڑ دے وہ مذہب سے نکل جاتا ہے تیسری یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو کہ اس سے حق تعالیٰ ناراض ہو جاتے ہیں، چوتھی یہ کہ شراب نہ پیو کہ وہ ساری خطاؤں کی جڑ ہے۔

(الحدیث رواہ الطبرانی ومحمد بن نصر فی کتاب الصلوٰۃ باسنادین لاباس بہما کذا فی الترغیب و هکذا ذکرہ السیوطی فی الدر المنثور وعزاہ الیہما وفی المشکوٰۃ بروایۃ ابن ماجۃ عن ابی الدرداءؓ نحوہ)

فائدہ: ایک دوسری حدیث میں حضرت ابو الدرداءؓ بھی اسی قسم کا مضمون فرماتے ہیں کہ مجھے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ اللہ کا شریک کسی کو نہ کرنا خواہ تیرے ٹکڑے کر دیے جاویں یا آگ میں جلا دیا جائے، دوسری نماز جان بوجھ کر نہ چھوڑنا، جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑتا ہے اس سے اللہ تعالیٰ شانہٗ بری الذمہ ہیں تیسری شراب نہ پینا کہ ہر برائی کی کنجی ہے۔

۳۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ أَوْصَانِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَشْرِ كَلِمَاتٍ قَالَ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَإِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَيْكَ وَإِنْ أَمَرَاكَ أَنْ تَخْرُجَ مِنْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ وَلَا تَتْرُكَنَّ صَلٰوةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا فَإِنَّ مَنْ تَرَكَ صَلٰوةً مَكْتُوبَةً مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْهُ ذِمَّةُ اللّٰهِ وَلَا تَشْرَبَنَّ خَمْرًا فَإِنَّهُ رَأْسُ كُلِّ فَاحِشَةٍ وَإِيَّاكَ وَالْمَعْصِيَةَ فَإِنَّ بِالْمَعْصِيَةِ حَلَّ سَخَطُ اللّٰهِ وَإِيَّاكَ وَالْفِرَارَ مِنَ

حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دس باتوں کی وصیت فرمائی ا۔ یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ گو تو قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے ۲۔ والدین کی نافرمانی نہ کرنا گو وہ تجھے اس کا حکم کریں کہ بیوی کو چھوڑ دے یا سارا مال خرچ کر دے ۳۔ فرض نماز جان کر نہ چھوڑنا، جو شخص فرض نماز جان کر چھوڑ دیتا ہے، اللہ کا ذمہ اس سے بری ہے، ۴۔ شراب نہ پینا کہ ہر برائی اور فحش کی جڑ ہے۔ ۵۔ اللہ کی نافرمانی نہ کرنا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا غضب اور قہر نازل ہوتا ہے۔ ۶۔ لڑائی میں نہ بھاگنا چاہے سب ساتھی مر

الزَّحْفِ وَاِنْ هَلَكَ النَّاسُ وَاِنْ اَصَابَ النَّاسَ مَوْتٌ فَاثْبُتْ وَاَنْفِقْ عَلٰى اَهْلِكَ مِنْ طَوْلِكَ وَلَا تَرْفَعْ عَنْهُمْ عَصَاكَ اَدَبًا وَاَخِفْهُمْ فِى اللّٰهِ

جائیں، ۸ اگر کسی جگہ وبا پھیل جاوے (جیسے طاعون وغیرہ) تو وہاں سے نہ بھاگنا۔ ۹ اپنے گھر والوں پر اپنی طاقت کے مطابق خرچ کرنا، ۹ تنبیہ کے واسطے ان پر سے لکڑی نہ ہٹانا، ۱۰ اللہ تعالیٰ سے ان کو ڈراتے رہنا۔

(رواه احمد والطبرانى فى الكبير واسناد احمد صحيح لوسلم من الانقطاع فان عبدالرحمٰن ابن جبير لم يسمع من معاذ كذا فى الترغيب واليهما عزاه السيوطى فى الدر ولم يذكر الانقطاع ثم قال واخرج الطبرانى عن اميمة مولاة رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت كنت اصب على رسول الله صلى الله عليه وسلم وضوءه فدخل رجل فقال اوصنى فقال لا تشرك بالله شيئا وان قطعت اوحرقت ولا تعص والديك وان امراك ان تتخلى من اهلك ودنياك فتخله ولا تشربن خمرا فانه مفتاح كل شر ولا تتركن صلوٰة متعمدا فمن فعل ذلك فقد برأت منه ذمة الله ورسوله)

فائدہ:۔ لکڑی نہ ہٹانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس سے بے فکر نہ ہوں کہ باپ تنبیہ نہیں کرتا اور مارتا نہیں جو چاہے کرتے رہو بلکہ ان کو حدودِ شرعیہ کے تحت میں کبھی کبھی مارتے رہنا چاہیئے کہ بغیر مار کے اکثر تنبیہ نہیں ہوتی، آج کل اولاد کو شروع میں تو محبت کے جوش میں تنبیہ نہیں کی جاتی جب وہ بُری عادتوں میں پختہ ہو جاتے ہیں تو پھر روتے پھرتے ہیں حالانکہ یہ اولاد کے ساتھ محبت نہیں سخت دشمنی ہے کہ اس کو بری باتوں سے روکا نہ جائے، اور مار پیٹ کو محبت کے خلاف سمجھا جائے، کون سمجھدار اس کو گوارا کر سکتا ہے کہ اولاد کے پھوڑے پھنسی کو بڑھایا جائے اور اس وجہ سے کہ نشتر لگانے سے زخم اور تکلیف ہوگی۔ عملِ جراحی نہ کرایا جائے۔ بلکہ بچہ لاکھ روئے منہ بنائے بھاگے بہرحال نشتر لگانا ہی پڑتا ہے بہت سی حدیثوں میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ بچہ کو سات برس کی عمر میں نماز کا حکم کرو اور دس برس کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر مارو، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بچوں کی نماز

لے درمنثور

کی نگرانی کیا کرو اور اچھی باتوں کی ان کو عادت ڈالو۔ حضرت لقمان حکیم کا ارشاد ہے کہ باپ کی مار اولاد کے لیے ایسی ہے جیسا کہ کھیتی کے لیے پانی۔[۱] حضور کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص اپنی اولاد کو تنبیہ کرے، یہ ایک صاع صدقہ سے بہتر ہے۔[۲] ایک صاع تقریباً ساڑھے تین سیر غلہ کا ہوتا ہے ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت کرے جو گھر والوں کو تنبیہ کے واسطے گھر میں کوڑا لٹکائے رکھے۔[۳] ایک حدیث میں ارشاد ہے کوئی باپ اپنی اولاد کو اس سے افضل عطیہ نہیں دے سکتا کہ اس کو اچھا طریقہ تعلیم کرے۔[۴]

۴۔ عَنْ نَوْفَلِ بْنِ مُعٰوِيَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ فَاتَتْهُ صَلٰوةٌ فَكَاَنَّمَا وُتِرَ اَهْلَهٗ وَمَالَهٗ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کی ایک نماز بھی فوت ہو گئی وہ ایسا ہے کہ گویا اس کے گھر کے لوگ اور مال و دولت چھین لیا گیا ہو۔

(رواہ ابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب زاد السیوطی فی الدر النسائی ایضاً قلت ورواہ احمد فی مسندہ)

فائدہ: نماز کا ضائع کرنا اکثر بال بچوں کی وجہ سے ہوتا ہے کہ ان کی خیر خبر میں مشغول رہے یا مال و دولت کمانے کے لالچ میں ضائع کی جاتی ہے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز کا ضائع کرنا انجام کے اعتبار سے ایسا ہی ہے گویا بال بچے اور مال و دولت سب ہی چھین لیا گیا ہو اور وہ اکیلا کھڑا رہ گیا ہو یعنی جتنا خسارہ اور نقصان اس حالت میں ہے اتنا ہی نماز کے چھوڑنے میں ہے یا جس قدر رنج و صدمہ اس حالت میں ہو اتنا ہی نماز کے چھوٹنے میں ہونا چاہیے۔ اگر کسی شخص سے کوئی معتبر آدمی یہ کہہ دے اور اُسے یقین آجائے کہ فلاں راستہ لٹتا ہے اور جو رات کو اس راستہ سے جاتا ہے تو ڈاکو اس کو قتل کر دیتے ہیں اور مال چھین لیتے ہیں تو کون بہادر ہے کہ اس راستہ سے رات کو چلے، رات در کنار دن کو بھی مشکل سے اس راستہ کو چلے گا۔ مگر اللہ کے سچے رسول ؐ کا یہ پاک ارشاد ایک دو نہیں کئی کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے اور ہم مسلمان حضورؐ کے سچے ہونے کا دعوےٰ بھی جھوٹی زبانوں سے کرتے ہیں مگر اس پاک ارشاد کا ہم پر اثر کیا ہے ہر شخص کو معلوم ہے۔

---

[۱] درمنثور [۲] ایضاً [۳] جامع الصغیر

۵. عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ فَقَدْ اَتٰى بَابًا مِّنْ اَبْوَابِ الْكَبَائِرِ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص دو نمازوں کو بلا کسی عذر کے ایک وقت میں پڑھے وہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر پہنچ گیا

(رواہ الحاکم وقال حنش هو ابن قیس ثقة وقال الحافظ بل واہ بمرة لانعلم احداوثقه غیر حصین بن نمیر کذا فی الترغیب زاد السیوطی فی الدر الترمذی ایضاً وذکر فی اللآلی له شواهد وکذا فی التعقبات وقال الحدیث اخرجه الترمذی وقال حنش ضعف احمد وغیرہ والعمل علی هذا عند اهل العلم فاشار بذلک الی ان الحدیث اعتضد بقول اهل العلم وقد صرح غیر واحد بان من دلیل صحة الحدیث قول اهل العلم به وان لم یکن له اسناد یعتمد علی مثله اھ)

فائدہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو ایک نماز جب اس کا وقت ہو جائے، دوسری جنازہ جب تیار ہو جائے تیسری بے نکاحی عورت جب اس کے جوڑ کا خاوند مل جائے (یعنی فوراً نکاح کر دینا چاہیے) بہت سے لوگ جو اپنے آپ کو دیندار بھی سمجھتے ہیں اور گویا نماز کے پابند بھی سمجھے جاتے ہیں وہ کئی کئی نمازیں معمولی بہانہ سے، سفر کا ہو، دکان کا ہو، ملازمت کا ہو، گھر آکر اکٹھی پڑھ لیتے ہیں یہ گناہ کبیرہ ہے کہ بلا کسی عذر بیماری وغیرہ کے نماز کو اپنے وقت پر پڑھا نہ جاوے۔ گو بالکل نماز نہ پڑھنے کے برابر گناہ نہ ہو، لیکن بے وقت پڑھنے کا بھی سخت گناہ ہے اس سے خلاصی نہ ہوئی۔

۶. عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ ذَكَرَ الصَّلٰوةَ يَوْمًا فَقَالَ مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا وَّبُرْهَانًا وَّنَجَاةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ وَمَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ تَكُنْ لَّهٗ نُوْرًا وَّلَا بُرْهَانًا وَّلَا نَجَاةً وَّكَانَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَعَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَاُبَيِّ

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا ذکر فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرے تو نماز اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگی، اور حساب پیش ہونے کے وقت حجت ہوگی اور نجات کا سبب ہوگی اور جو شخص نماز کا اہتمام نہ کرے اس کے لیے قیامت کے دن نہ نور ہوگا۔ اور نہ اس کے پاس کوئی حجت ہوگی اور نہ نجات کا کوئی

بن خلف — ذریعہ اس کا حشر فرعون ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

(اخرجہ وابن حبان والطبرانی کذا فی الدر المنثور للسیوطی وقال الھیثمی رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجال احمد ثقات وقال ابن حجر فی الزواجر اخرجہ احمد بسند جید وزاد فیہ قارون الیضامع فرعون وغیرہ کذا ازادہ فی منتخب الکنز بروایۃ ابن نصر وفی المشکوٰۃ ایضا بروایۃ احمد والدارمی والبیھقی فی الشعب وابن قیم فی کتاب الصلوٰۃ)

فائدہ:- فرعون کو تو ہر شخص جانتا ہے کہ کس درجہ کا کافر تھا، حتّٰی کہ خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور ہامان اس کا وزیر کا نام ہے اور اُبی بن خلف مکّہ کے مشرکین میں سے بڑا سخت دشمنِ اسلام تھا، ہجرت سے پہلے نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتا تھا کہ میں نے ایک گھوڑا پالا ہے اس کو بہت کچھ کھلاتا ہوں اس پر سوار ہو کر (نعوذ باللہ) آپ کو قتل کروں گا۔ حضورؐ نے ایک مرتبہ اس سے فرمایا تھا کہ انشاء اللہ میں ہی تجھ کو قتل کروں گا۔ احد کی لڑائی میں وہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اگر آج وہ بچ گئے تو میری خیر نہیں، چنانچہ حملہ کے ارادہ سے وہ حضورؐ کے قریب پہنچ گیا۔ صحابہؓ نے ارادہ بھی فرمایا کہ دُور ہی سے اس کو نمٹا دیں، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ آنے دو جب وہ قریب آیا تو حضورؐ نے ایک صحابیؓ کے ہاتھ سے برچھا لے کر اس کو مارا جو اس کی گردن پر لگا اور ہلکا سا خراش اس کی گردن پر آگیا مگر اس کی وجہ سے گھوڑے سے لڑھکتا ہوا گرا، اور کئی مرتبہ گرا اور بھاگتا ہوا اپنے لشکر میں پہنچ گیا اور چلّاتا تھا کہ خدا کی قسم مجھے مُحمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قتل کر دیا۔ کفار نے اس کو اطمینان دلایا کہ معمولی خراش ہے کوئی فکر کی بات نہیں، مگر وہ کہتا تھا کہ مُحمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مکّہ میں کہا تھا کہ میں تجھ کو قتل کروں گا، خُدا کی قسم اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں مر جاتا، لکھتے ہیں کہ اس کے چلّانے کی آواز ایسی ہو گئی جیسا کہ بیل کی ہوتی ہے، ابوسفیان نے جو اس لڑائی میں بڑے زوروں پر تھا اس کو شرم دلائی کہ اس ذرا سی خراش سے اتنا چلّاتا ہے۔ اُس نے کہا تجھے خبر بھی ہے کہ یہ کس کی مار ہے، یہ مُحمّدؐ کی مار ہے، مجھے اس سے جس قدر تکلیف ہو رہی ہے، لات اور عزّیٰ (دو مشہور بتوں کے نام ہیں) کی قسم اگر یہ تکلیف سارے حجاز والوں کو تقسیم کر دی جائے تو سب ہلاک ہو جائیں، مُحمّدؐ نے مجھ سے مکّہ میں کہا تھا کہ میں تجھے قتل کروں گا، میں نے اسی وقت سمجھ لیا تھا کہ میں ان کے ہاتھ سے ضرور مارا جاؤں گا، میں ان سے چھوٹ نہیں سکتا، اگر وہ اس کے بعد مجھ پر تھوک بھی دیتے تو میں

اس سے مرجاتا، چنانچہ مکہ مکرمہ پہنچنے سے ایک دن پہلے وہ راستہ ہی میں مرگیا۔ ہم مسلمانوں کے لیے نہایت غیرت اور عبرت کا مقام ہے کہ ایک کافر پکے کافر اور سخت دشمن کو تو حضورؐ کے ارشاد کے سچا ہونے کا اس قدر یقین ہو کہ اس کو اپنے مارے جانے میں ذرا بھی تردّد یا شک نہ تھا، لیکن ہم لوگ حضورؐ کو نبی ماننے کے باوجود، حضورؐ کو سچا ماننے کے باوجود، حضورؐ کے ارشادات کو یقینی کہنے کے باوجود، حضورؐ کے ساتھ سچی محبت کے دعوے کے باوجود، حضورؐ کی اُمّت میں فخر ہونے کے باوجود کتنے ارشادات پر عمل کرتے ہیں اور جن چیزوں میں حضورؐ نے عذاب بتائے ہیں ان سے کتنا ڈرتے ہیں، کتنا کانپتے ہیں، یہ ہر شخص کے اپنے ہی گریبان میں منہ ڈال کر دیکھنے کی بات ہے، کوئی دوسرا کسی کے متعلق کیا کہہ سکتا ہے، ابن حجرؒ نے کتاب الزواجر میں قارون کا بھی فرعون وغیرہ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان کے ساتھ حشر ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اکثر انہی وجہ سے نماز میں سستی ہوتی ہے جو ان لوگوں میں پائی جاتی تھیں پس اگر اس کی وجہ مال و دولت کی کثرت ہے تو قارون کے ساتھ حشر ہوگا اور اگر حکومت وسلطنت ہے تو فرعون کے ساتھ اور وزارت (یعنی ملازمت یا مصاحبت) ہے تو ہامان کے ساتھ اور تجارت ہے تو اُبی بن خلف کے ساتھ، اور جب ان لوگوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگیا تو پھر جس قسم کے بھی عذاب احادیث میں وارد ہوئے خواہ وہ حدیثیں متکلم فیہ ہوں، ان میں کوئی اشکال نہیں رہا کہ جہنم کے عذاب سخت سے سخت ہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ اس کو اپنے ایمان کی وجہ سے ایک نہ ایک دن ان سے خلاصی ہو جائے گی اور وہ لوگ ہمیشہ کے لیے اس میں رہیں گے لیکن خلاصی ہونے کا زمانہ کیا کچھ ہنسی کھیل ہے نہ معلوم کتنے ہزار برس ہوں گے۔

۱۱۔ قَالَ بَعْضُهُمْ وَرَدَ فِي الْحَدِيْثِ اِنَّ مَنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلٰوةِ اَكْرَمَهُ اللهُ تَعَالٰى بِخَمْسِ خِصَالٍ يَرْفَعُ عَنْهُ ضِيْقَ الْعَيْشِ وَعَذَابَ الْقَبْرِ وَيُعْطِيْهِ اللهُ كِتَابَهُ بِيَمِيْنِهٖ وَيَمُرُّ عَلَى الصِّرَاطِ كَالْبَرْقِ وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کا اہتمام کرتا ہے، حق تعالیٰ شانہ پانچ طرح سے اس کا اکرام و اعزاز فرماتے ہیں ایک یہ کہ اس پر سے رزق کی تنگی ہٹادی جاتی ہے، دوسرے یہ کہ اس سے عذاب قبر ہٹادیا جاتا ہے تیسرے یہ کہ قیامت کو اس کے اعمالنامے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے (جن کا

وَمَنْ تَهَاوَنَ عَنِ الصَّلٰوةِ عَاقَبَهُ اللّٰهُ
بِخَمْسَ عَشَرَةَ عُقُوْبَةً خَمْسَةٌ فِي
الدُّنْيَا وَثَلٰثَةٌ عِنْدَ الْمَوْتِ وَثَلٰثٌ
فِي قَبْرِهٖ وَثَلٰثٌ عِنْدَ خُرُوْجِهٖ مِنَ
الْقَبْرِ فَاَمَّا اللَّوَاتِي فِي الدُّنْيَا فَالْاُوْلٰى
تُنْزَعُ الْبَرَكَةُ مِنْ عُمُرِهٖ وَالثَّانِيَةُ تُمْحٰى
سِيْمَاءُ الصَّالِحِيْنَ مِنْ وَجْهِهٖ وَالثَّالِثَةُ
كُلُّ عَمَلٍ يَعْمَلُهٗ لَا يَاْجُرُهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَالرَّابِعَةُ لَا يُرْفَعُ لَهٗ دُعَاءٌ اِلَى السَّمَاءِ
وَالْخَامِسَةُ لَيْسَ لَهٗ حَظٌّ فِي دُعَاءِ
الصَّالِحِيْنَ وَاَمَّا الَّتِي تُصِيْبُهٗ عِنْدَ
الْمَوْتِ فَاِنَّهٗ يَمُوْتُ ذَلِيْلًا وَالثَّانِيَةُ
يَمُوْتُ جُوْعًا وَالثَّالِثَةُ يَمُوْتُ عَطْشَانًا
فَلَوْ سُقِيَ بِحَارَ الدُّنْيَا مَا رُوِيَ مِنْ
عَطْشِهٖ وَاَمَّا الَّتِي تُصِيْبُهٗ فِي قَبْرِهٖ
فَالْاُوْلٰى يُضَيِّقُ عَلَيْهِ الْقَبْرُ حَتّٰى
تَخْتَلِفَ اَضْلَاعُهٗ وَالثَّانِيَةُ يُوْقَدُ عَلَيْهِ
الْقَبْرُ نَارًا فَيَتَقَلَّبُ عَلَى الْجَمْرِ لَيْلًا
وَنَهَارًا وَالثَّالِثَةُ يُسَلَّطُ عَلَيْهِ فِي قَبْرِهٖ
ثُعْبَانٌ اِسْمُهُ الشُّجَاعُ الْاَقْرَعُ عَيْنَاهُ
مِنْ نَارٍ وَاَظْفَارُهٗ مِنْ حَدِيْدٍ طُوْلُ
كُلِّ ظُفْرٍ مَسِيْرَةُ يَوْمٍ يُكَلِّمُ الْمَيِّتَ
فَيَقُوْلُ اَنَا الشُّجَاعُ الْاَقْرَعُ وَصَوْتُهٗ

حال سورۃ الحاقہ میں مفصل مذکور ہے کہ جن لوگوں کے
نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیئے جائیں گے وہ نہایت
خوش وخرم ہر شخص کو دکھاتے پھریں گے، اور چھٹے
یہ کہ پل صراط پر سے بجلی کی طرح گزر جائیں گے پانچویں
یہ کہ حساب سے محفوظ رہیں گے اور جو شخص نماز میں
سستی کرتا ہے اس کو پندرہ طریقے سے عذاب
ہوتا ہے پانچ طرح دنیا میں اور تین طرح سے موت
کے وقت اور تین طرح قبر میں اور تین طرح قبر سے
نکلنے کے بعد، دنیا کے پانچ تو یہ ہیں اول یہ کہ اس کی
زندگی میں برکت نہیں رہتی، دوسرے یہ کہ صلحاء کا نور
اس کے چہرہ سے ہٹا دیا جاتا ہے تیسرے یہ کہ اس
کے نیک کاموں کا اجر ہٹا دیا جاتا ہے چوتھے
اس کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں، پانچویں یہ کہ
نیک بندوں کی دعاؤں میں اس کا استحقاق
نہیں رہتا اور موت کے وقت کے تین عذاب
یہ ہیں کہ اول ذلت سے مرتا ہے، دوسرے
بھوکا مرتا ہے، تیسرے پیاس کی شدت میں موت
آتی ہے اگر سمندر بھی پی لے تو پیاس نہیں بجھتی، قبر
کے تین عذاب یہ ہیں اول اس پر قبر اتنی تنگ
ہو جاتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی
ہیں، دوسرے قبر میں آگ جلادی جاتی ہے تیسرے
قبر میں ایک سانپ اس پر ایسی شکل کا مسلط ہوتا
ہے جس کی آنکھیں آگ کی ہوتی ہیں اور ناخن لوہے کے

مِثْلُ الرَّعْدِ الْقَاصِفِ يَقُوْلُ اَمَرَنِيْ رَبِّيْ اَنْ اَضْرِبَكَ عَلٰى تَضْيِيْعِ صَلٰوةِ الصُّبْحِ اِلٰى بَعْدِ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَاَضْرِبَكَ عَلٰى تَضْيِيْعِ صَلٰوةِ الظُّهْرِ اِلَى الْعَصْرِ وَاَضْرِبَكَ عَلٰى تَضْيِيْعِ صَلٰوةِ الْعَصْرِ اِلَى الْمَغْرِبِ وَاَضْرِبَكَ عَلٰى تَضْيِيْعِ صَلٰوةِ الْمَغْرِبِ اِلَى الْعِشَاءِ وَاَضْرِبَكَ عَلٰى تَضْيِيْعِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ اِلَى الْفَجْرِ فَكُلَّمَا ضَرَبَهٗ ضَرْبَةً يَغُوْصُ فِي الْاَرْضِ سَبْعِيْنَ ذِرَاعًا فَلَا يَزَالُ فِي الْقَبْرِ مُعَذَّبًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَاَمَّا الَّتِيْ تُصِيْبُهٗ عِنْدَ خُرُوْجِهٖ مِنَ الْقَبْرِ فِيْ مَوْقِفِ الْقِيٰمَةِ فَشِدَّةُ الْحِسَابِ وَسَخَطُ الرَّبِّ وَدُخُوْلُ النَّارِ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَاِنَّهٗ يَاْتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَعَلٰى وَجْهِهٖ ثَلٰثَةُ اَسْطُرٍ مَكْتُوْبَاتٍ اَلسَّطْرُ الْاَوَّلُ يَا مُضَيِّعَ حَقِّ اللّٰهِ اَلسَّطْرُ الثَّانِيْ يَا مَخْصُوْصًا بِغَضَبِ اللّٰهِ اَلثَّالِثُ كَمَا ضَيَّعْتَ فِي الدُّنْيَا حَقَّ اللّٰهِ فَاٰيِسْ الْيَوْمَ اَنْتَ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

اتنے لانبے کہ ایک دن پورا چل کر اس کے ختم تک پہنچا جائے اس کی آواز بجلی کی کڑک کی طرح ہوتی ہے۔ وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے میرے ربّ نے تجھ پر مسلّط کیا ہے کہ تجھے صبح کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے آفتاب کے نکلنے تک مارے جاؤں اور ظہر کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے عصر تک مارے جاؤں اور پھر عصر کی نماز ضائع کرنے کی وجہ سے غروب تک اور مغرب کی نماز کی وجہ سے عشاء تک اور عشاء کی نماز کی وجہ سے صبح تک مارے جاؤں جب وہ ایک دفعہ اس کو مارتا ہے تو اس کی وجہ سے وہ مردہ ستر ہاتھ زمین میں دھنس جاتا ہے۔ اسی طرح قیامت تک اس کو عذاب ہوتا رہے گا۔ اور قبر سے نکلنے کے بعد تین عذاب یہ ہیں ایک حساب سختی سے کیا جائے گا۔ دوسرے حق تعالیٰ شانہٗ کا اس پر غصہ ہوگا تیسرے جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔ یہ کل میزان چودہ ہوئی ممکن ہے کہ پندرھواں بھول سے رہ گیا ہو اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس کے چہرہ پر تین سطریں لکھی ہوئی ہوتی ہیں پہلی سطر "او اللہ کے حق کو ضائع کرنے والے" دوسری سطر "او اللہ کے غصہ کے ساتھ مخصوص" تیسری سطر "جیسا کہ تو نے دنیا میں اللہ کے حق کو ضائع کیا، آج تو اللہ کی رحمت سے مایوس ہے"

(وما ذكر في هذا الحديث من تفصيل العدد لا يطابق جملة الخمس عشرة لان المفصل اربعة عشر فقط فلعل الراوي نسي الخامس عشر كذا في الزواجر لابن حجر المكي قلت وهو كذلك فان

ابا اللیث السمرقندی ذکر الحدیث فی قرۃ العیون فجعل ستۃ فی الدنیا فقال الخامسۃ تمقتہ الخلائق فی الدار الدنیا والسادس لیس لہ حظ فی دعاء الصالحین ثم ذکر الحدیث بتمامہ ولم یعزہ الی احد وفی تنبیہ الغافلین للشیخ نصر بن محمد بن ابراھیم السمرقندی یقال من داوم علی الصلوٰۃ الخمس فی الجماعۃ اعطاہ اللّٰہ خمس خصال ومن تھاون بھا فی الجماعۃ عاقبہ اللّٰہ باثنی عشر خصلۃ ثلثۃ فی الدنیا وثلثۃ عند الموت وثلثۃ فی القبر وثلثۃ یوم القیٰمۃ ثم ذکر نحوھا ثم قال وروی عن ابی ذر عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نحو ھذا و ذکر السیوطی فی ذیل اللآلی بعد ما اخرج بمعناہ من تخریج ابن النجار فی تاریخ بغداد بسندہ الی ابی ھریرۃ قال فی المیزان ھذا حدیث باطل رکبہ محمد بن علی بن عباس علی ابی بکر بن زیاد النیسابوری قلت لکن ذکر الحافظ فی المنبھات، عن ابی ھریرۃؓ مرفوعا الصلوٰۃ عماد الدین وفیھا عشر خصال الحدیث ذکرتہ فی الھندیۃ وذکر الغزالی فی دقائق الاخبار بنحو ھذا اتم منہ وقال من حافظ علیھا اکرمہ اللّٰہ بخمس عشرۃ الخ مفصلاً)

فائدہ: یہ حدیث پوری اگرچہ عام کتب حدیث میں مجھے نہیں ملی، لیکن اس میں جتنی قسم کے ثواب اور عذاب ذکر کیے گئے ہیں، ان کی اکثر کی تائید بہت سی روایات سے ہوتی ہے، جن میں سے بعض پہلے گزر چکے اور بعض آگے آ رہے ہیں اور پہلی روایات میں بے نمازی کا اسلام سے نکل جانا بھی مذکور ہے تو پھر جس قدر عذاب ہو تھوڑا ہے، البتہ یہ ضرور ہے کہ جو کچھ مذکور ہے اور آئندہ آ رہا ہے وہ سب اس فعل کی سزا ہے اس کے مستحق سزا ہونے کے بعد اور اس دفعہ کی فردِ جرم کے ساتھ ہی ارشاد خداوندی اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ کہ اللہ تعالیٰ شرک کی تو معافی نہیں فرمائیں گے اس کے علاوہ جس کی دل چاہے معافی فرمادیں گے۔ اس آیتِ شریفہ اور اس جیسی آیات اور احادیث کی بنا پر اگر معاف فرمادیں تو زہے قسمت، احادیث میں آیا ہے کہ قیامت میں تین عدالتیں ہیں ایک کفر و اسلام کی اس میں بالکل بخشش نہیں، دوسری حقوق العباد کی، اس میں حق والے کا حق ضرور دلایا جائے گا، چاہے اس سے لیا جائے جس کے ذمہ ہے یا اس کو معاف فرمانے کی مرضی ہو، تو اپنے پاس سے دیا جائے گا تیسری عدالت اللہ تعالیٰ کے اپنے حقوق کی ہے اس میں بخشش کے

دروازے کھول دیئے جائیں گے، اس بنا پر یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اپنے افعال کی سزائیں تو یہی ہیں جو احادیث میں وارد ہوئیں لیکن مراحمِ خسروانہ اس سے بالاتر ہیں، ان کے علاوہ اور بھی بعض قسم کے عذاب اور ثواب احادیث میں آتے ہیں، بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ صبح کی نماز کے بعد صحابہؓ سے دریافت فرماتے کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے اگر کوئی خواب دیکھتا تو بیان کر دیتا، حضورؐ اس کی تعبیر ارشاد فرما دیتے ایک مرتبہ حضورؐ نے حسبِ معمول دریافت فرمایا اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں نے ایک خواب دیکھا ہے کہ دو شخص آئے اور مجھے اپنے ساتھ لے گئے اس کے بعد بہت لمبا خواب ذکر فرمایا، جس میں جنت دوزخ اور اس میں مختلف قسم کے عذاب لوگوں کو ہوتے دیکھے منجملہ ان کے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا سر پتھر سے کچلا جا رہا ہے اور اس زور سے پتھر مارا جاتا ہے کہ وہ پتھر لڑھکتا ہوا دور جا پڑتا ہے، اتنے اس کو اٹھایا جاتا ہے وہ سر پھر ویسا ہی ہو جاتا ہے تو دوبارہ اس پتھر کو زور سے مارا جاتا ہے اسی طرح اس کے ساتھ برتاؤ کیا جا رہا ہے حضورؐ نے اپنے دونوں ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ یہ کون شخص ہے تو انہوں نے بتایا کہ اس شخص نے قرآن شریف پڑھا تھا اور اس کو چھوڑ دیا تھا اور فرض نماز چھوڑ کر سو جاتا تھا، ایک دوسری حدیث میں اسی قسم کا ایک اور قصہ ہے جس میں ہے کہ حضورؐ نے ایک جماعت کے ساتھ برتاؤ دیکھا تو حضرت جبرئیلؑ سے دریافت کیا انہوں نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز میں سستی کرتے تھے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ جو لوگ نماز کے اوقات معلوم کرنے کا اہتمام کرتے ہیں ان میں ایسی برکت ہوتی ہے جیسی حضرت ابراہیمؑ اور ان کی اولاد میں ہوئی۔ حضرت انسؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص دنیا سے ایسے حال میں رخصت ہو کہ اخلاص کے ساتھ ایمان رکھتا ہو، اس کی عبادت کرتا ہو، نماز پڑھتا ہو، زکوٰۃ ادا کرتا ہو تو وہ ایسی حالت میں دنیا سے رخصت ہوگا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس سے راضی ہوں گے حضرت انسؓ حضورؐ سے حق تعالیٰ شانہٗ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں کسی جگہ عذاب بھیجنے کا ارادہ کرتا ہوں مگر وہاں ایسے لوگوں کو دیکھتا ہوں جو مسجدوں کو آباد کرتے ہیں، اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہیں، اخیر راتوں میں استغفار کرتے ہیں تو عذاب کو موقوف کر دیتا ہوں

---

[۱] ترغیب [۲] در منثور [۳] ایضاً [۴] ایضاً

حضرت ابو داؤدؓ نے حضرت سلمانؓ کو ایک خط لکھا جس میں یہ لکھا کہ مسجد میں اکثر اوقات گزار کرو میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ مسجد متقی کا گھر ہے اور اللہ جل شانہٗ نے اس بات کا عہد فرمالیا ہے کہ جو شخص مسجد میں اکثر رہتا ہے اس پر رحمت کروں گا اس کو راحت دوں گا اور قیامت میں پل صراط کا راستہ آسان کردوں گا اور اپنی رضا نصیب کروں گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضور سے نقل کرتے ہیں کہ مسجدیں اللہ کے گھر ہیں اور گھر آنے والے کا اکرام ہوتا ہی ہے اس لیے اللہ پر ان کا اکرام ضروری ہے جو مسجدوں میں حاضر ہونے والے ہیں۔ ابو سعید خدریؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ جو شخص مسجد سے الفت رکھے حق تعالیٰ شانہٗ اس سے الفت رکھتے ہیں حضرت ابو ہریرہؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ جب مردہ قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو جو لوگ قبر تک ساتھ گئے تھے وہ ابھی واپس بھی نہیں ہوتے کہ فرشتے اس کے امتحان کے لیے آتے ہیں، اس وقت اگر وہ مومن ہے تو نماز اس کے سر کے قریب ہوتی ہے اور زکوٰۃ دائیں جانب اور روزہ بائیں جانب اور باقی جتنے بھلائی کے کام کیے تھے وہ پاؤں کی جانب ہو جاتے ہیں اور ہر طرف سے اس کا احاطہ کر لیتے ہیں کہ اس کے قریب تک کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا اور فرشتے دور ہی سے کھڑے ہو کر سوال کرتے ہیں[1]۔ ایک صحابیؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ جب حضورؐ کے گھر والوں پر خرچ کی کچھ تنگی ہوتی تو آپ ان کو نماز کا حکم فرماتے اور آیت تلاوت فرماتے۔ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ط اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کیجیے اور خود بھی اس کا اہتمام کرتے رہیے ہم آپ سے روزی دکھوانا نہیں چاہتے روزی تو ہم دیں گے اور بہترین انجام تو پرہیزگاری ہی کا ہے۔ حضرت اسماءؓ کہتی ہیں میں نے حضورؐ سے سنا کہ قیامت کے دن سارے آدمی ایک جگہ جمع ہوں گے اور فرشتہ جو بھی آواز دے گا سب کو سنائی دے گی اس وقت اعلان ہو گا کہاں ہیں وہ لوگ جو راحت اور تکلیف ہر حال میں اللہ کی حمد کرتے تھے یہ سن کر ایک جماعت اٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہو جائے گی، پھر اعلان ہو گا کہاں ہیں وہ لوگ جو راتوں کو عبادت میں مشغول رہتے تھے اور ان کے پہلو بستروں

[1] در منثور

سے دُور رہتے تھے، پھر ایک جماعت اُٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنّت میں داخل ہو جائے گی۔ پھر اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی تھی پھر ایک جماعت اُٹھے گی اور بغیر حساب کتاب کے جنّت میں داخل ہو جائے گی۔ ایک اور حدیث میں بھی یہی قصّہ آیا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ اعلان ہوگا۔ آج محشر والے دیکھیں گے کہ کریم لوگ کون ہیں اور اعلان ہوگا کہاں ہیں وہ لوگ جن کو تجارتی مشاغل اللہ کے ذکر سے اور نماز سے نہیں روکتے تھے[1]۔ شیخ نصر سمرقندی نے تنبیہ الغافلین میں بھی یہ حدیث لکھی ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ جب یہ حضرات بغیر حساب کتاب کے چھوٹ چکیں گے تو جہنم سے ایک دُمنق لمبی گردن ظاہر ہوگی۔ جو لوگوں کو پھاندتی ہوئی چلی آئے گی۔ اس میں دو چمکدار آنکھیں ہوں گی اور نہایت فصیح زبان ہوگی وہ کہے گی کہ میں ہر اس شخص پر مسلّط ہوں جو متکبّر بدمزاج ہو اور مجمع میں سے ایسے لوگوں کو اس طرح چُن لے گی جیسا کہ جانور دانہ چگتا ہے۔ ان سب کو چُن کو جہنّم میں پھینک دے گی۔ اس کے بعد پھر اسی طرح دوبارہ نکلے گی اور کہے گی کہ اب میں ہر اس شخص پر مسلّط ہوں جس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کو ایذا دی۔ ان لوگوں کو بھی جماعت سے چُن کر لے جائے گی اس کے بعد سہ بارہ پھر نکلے گی اور اس مرتبہ تصویر والوں کو چُن کرلے جائے گی، اس کے بعد یہ تینوں قسم کے آدمی مجمع سے چھٹ جائیں گے تو حساب کتاب شروع ہوگا۔ کہتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں شیطان آدمیوں کو نظر آجاتا تھا۔ ایک صاحب نے اس سے کہا کہ کوئی ترکیب بتاؤ کہ میں تجھ جیسا ہو جاؤں۔ شیطان نے کہا کہ ایسی فرمائش تو آج تک مجھ سے کسی نے بھی نہیں کی تجھے اس کی کیا ضرورت پیش آئی انہوں نے کہا میرا دل چاہتا ہے شیطان نے کہا، اس کی ترکیب یہ ہے کہ نماز میں سستی کر اور قسم کھانے میں ذرا پروانہ کر جھوٹی سچی ہر طرح کی قسمیں کھایا کر، ان صاحب نے کہا کہ میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ کبھی نماز نہ چھوڑوں گا اور کبھی قسم نہ کھاؤں گا شیطان نے کہا کہ تیرے سوا مجھ سے چال کے ساتھ کسی نے کچھ نہیں لیا، میں نے بھی عہد کر لیا ہے کہ آدمی کو کبھی نصیحت نہیں کروں گا۔

حضرت اُبیؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اس امت کو رفعت و عزّت اور دین

---

[1] ترغیب

کے فروغ کی بشارت دو لیکن دین کے کسی کام کو جو شخص دُنیا کے واسطے کرے آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں[1]، ایک حدیث میں آیا ہے حضور اقدس ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ شانہٗ کی بہترین صورت میں زیارت کی، مجھ سے ارشاد ہوا کہ محمدؐ ملأ اعلیٰ والے یعنی فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے ہیں، میں نے عرض کیا مجھے تو علم نہیں تو حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنا دستِ مبارک میرے سینہ پر رکھ دیا جس کی ٹھنڈک سینہ کے اندر تک محسوس ہوئی اور اس کی برکت سے تمام عالم مجھ پر منکشف ہو گیا، پھر مجھ سے ارشاد فرمایا، اب بتاؤ فرشتے کس چیز میں جھگڑ رہے تھے، میں نے عرض کیا کہ درجہ بلند کرنے والی چیزوں میں اور ان چیزوں میں جو گناہوں کا کفّارہ ہو جاتی ہیں اور جماعت کی نماز کی طرف جو قدم اٹھتے ہیں، ان کے ثواب میں اور سردی کے وقت وضو کو اچھی طرح سے کرنے کے فضائل میں اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز تک انتظار میں بیٹھے رہنے کی فضیلت میں، جو شخص ان کا اہتمام کرے گا بہترین حالت میں زندگی گزارے گا اور بہترین حالت میں مرے گا، متعدد احادیث میں آیا ہے حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں اے ابن آدم تُو دن کے شروع میں میرے لیے چار رکعت پڑھ لیا کر میں تمام دن کے تیرے کام بنا دیا کروں گا۔

تنبیہ الغافلین میں ایک حدیث لکھی ہے کہ نماز اللہ کی رضا کا سبب ہے، فرشتوں کی محبوب چیز ہے انبیاء کی سنت ہے اس میں معرفت کا نور پیدا ہوتا ہے دعا قبول ہوتی ہے، رزق میں برکت ہوتی ہے، یہ ایمان کی جڑ ہے، بدن کی راحت ہے، دشمن کے لیے ہتھیار ہے، نمازی کے لیے سفارشی ہے، قبر میں چراغ ہے اور اس کی وحشت میں دل بہلانے والی ہے منکر نکیر کے سوال کا جواب ہے اور قیامت کی دھوپ میں سایہ ہے، اور اندھیرے میں روشنی ہے، جہنم کی آگ کے لیے آڑ ہے، اعمال کے ترازو کا بوجھ ہے پل صراط پر جلدی سے گزارنے والی ہے جنت کی کنجی ہے، حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں حضرت عثمان غنیؓ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص نماز کی محافظت کرے اوقات کی پابندی کیساتھ اس کا اہتمام کرے حق تعالیٰ نو چیزوں کے ساتھ اس کا اکرام فرماتے ہیں اوّل یہ کہ اسکو محبوب

---

[1] ترغیب

رکھتے ہیں، دوسرے تندرستی عطا فرماتے ہیں تیسرے فرشتے اس کی حفاظت فرماتے ہیں چوتھے اس کے گھر میں برکت عطا فرماتے ہیں پانچویں اس کے چہرہ پر صلحاء کے انوار ظاہر ہوتے ہیں چھٹے اس کا دل نرم فرماتے ہیں ساتویں وہ پل صراط پر بجلی کی طرح سے گزر جائیگا، آٹھویں جہنم سے نجات فرما دیتے ہیں، نویں جنت میں ایسے لوگوں کا پڑوس نصیب ہوگا جن کے بارے میں لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ الآیۃ وارد ہے یعنی قیامت میں نہ ان کو کوئی خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ نماز دین کا ستون ہے اس میں دس خوبیاں ہیں، چہرہ کی رونق ہے، دل کا نور ہے، بدن کی راحت اور تندرستی کا سبب ہے قبر کا انس ہے، اللہ کی رحمت اترنے کا ذریعہ ہے، آسمان کی کنجی ہے، اعمال ناموں کی ترازو کا وزن ہے (کہ اس سے نیک اعمال کا پلڑا بھاری ہو جاتا ہے) اللہ کی رضا کا سبب ہے جنت کی قیمت ہے اور دوزخ کی آڑ ہے، جس شخص نے اس کا اہتمام کیا اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے اس کو چھوڑا، اپنے دین کو گرا دیا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ گھر میں نماز پڑھنا نور ہے۔ نماز سے اپنے گھروں کو منور کیا کرو اور یہ تو مشہور حدیث ہے کہ میری امت قیامت کے دن وضو اور سجدہ کی وجہ روشن ہاتھ پاؤں اور روشن چہرہ والی ہوگی اسی علامت سے دوسری امتوں سے پہچانی جائے گی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب آسمان سے کوئی بلا یا آفت نازل ہوتی ہے تو مسجد کے آباد کرنے والوں سے ہٹالی جاتی ہے۔ متعدد حدیثوں میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم پر حرام کر دیا ہے کہ سجدہ کے نشان کو جلائے (یعنی اگر اپنے اعمال بد کی وجہ سے وہ جہنم میں داخل بھی ہوگا تو سجدہ کا نشان جس جگہ ہوگا اس پر آگ کا اثر نہ ہو سکے گا) ایک حدیث میں ہے کہ نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے اور صدقہ اس کی کمر توڑ دیتا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ نماز شفا ہے۔ دوسری جگہ اس کے متعلق ایک قصہ نقل کیا کہ حضرت ابوہریرہؓ ایک مرتبہ پیٹ کے بل لیٹے ہوتے تھے، حضورؐ نے دریافت فرمایا کیا پیٹ میں درد ہے، عرض کیا جی ہاں، فرمایا اٹھ نماز پڑھ، نماز میں شفا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جنت کو خواب میں دیکھا تو حضرت بلالؓ کے جوتوں کے گھسٹنے کی آواز بھی

---

۱ منبہات ابن حجرؒ ۲ جامع الصغیر ۳ ایضاً ۴ ایضاً ۵ ایضاً ۶ ابن کثیر

سنا دی، صبح کو حضورؐ نے پوچھا کہ تیرا وہ خصوصی عمل کیا ہے، جس کی وجہ سے جنت میں بھی تُو دُنیا کی طرح سے میرے ساتھ ساتھ چلتا رہا، عرض کیا کہ رات دن میں جس وقت بھی میرا وضو ٹوٹ جاتا ہے تو وضو کرتا ہوں، اس کے بعد تحیۃ الوضو کی نماز جتنی مقدور ہو پڑھتا ہوں[1] سفیریؒ نے کہا ہے کہ صبح کی نماز چھوڑنے والے کو ملائکہ او فاجر سے پکارتے ہیں اور ظہر کی نماز چھوڑنے والے کو او خاسر (خسارہ والے) سے اور عصر کی نماز چھوڑنے والے کو عاصی سے اور مغرب کی نماز چھوڑنے والے کو کافر سے اور عشاء کی نماز چھوڑنے والے کو او مُضَیِّع (اللہ کا حق ضائع کرنے والے) سے پکارتے ہیں[2]، علامہ شعرانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ مصیبت ہر اس آبادی سے ہٹا دی جاتی ہے کہ جہاں کے لوگ نمازی ہوں جیسا کہ ہر اس آبادی پر نازل ہوتی ہے جہاں کے لوگ نمازی نہ ہوں ایسی جگہوں میں زلزلوں کا آنا بجلیوں کا گرنا، مکانوں کا دھنس جانا کچھ بھی مستبعد نہیں اور کوئی یہ خیال نہ کرے کہ مَیں تو نمازی ہوں مجھے دوسروں سے کیا غرض اس لیے کہ جب بلا نازل ہوتی ہے تو عام ہوا کرتی ہے (خود حدیث شریف میں مذکور ہے کسی نے سوال کیا کہ ہم لوگ ایسی صورت میں ہلاک ہو سکتے ہیں کہ ہم میں صلحاء موجود ہوں حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہاں جب خباثت کا غلبہ ہو جائے) اس لیے کہ ان کے ذمہ یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی وسعت کے موافق دوسروں کو بُری باتوں سے روکیں اور اچھی باتوں کا حکم کریں۔[3]

۸ - رُوِیَ اَنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ قَالَ مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوۃَ حَتّٰی مَضٰی وَقْتُھَا ثُمَّ قَضٰی عُذِّبَ فِی النَّارِ حُقُبًا وَّ الْحُقُبُ ثَمَانُوْنَ سَنَۃً وَّ السَّنَۃُ ثَلٰثُمِائَۃٍ وَّ سِتُّوْنَ یَوْمًا كُلُّ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُہٗ اَلْفَ سَنَۃٍ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص نماز کو قضا کر دے گا گو وہ بعد میں پڑھ بھی لے پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک حقب جہنم میں جلے گا اور حقب کی مقدار اسی برس کی ہوتی ہے اور ایک برس تین سو ساٹھ دن کا اور قیامت کا ایک دن ایک ہزار برس کے برابر ہوگا (اس حساب سے ایک حقب کی مقدار دو کروڑ ۸۸ لاکھ برس ہوئی ۲،۸۸،۰۰،۰۰۰)۔

كذا فی مجالس الابرار قلت لم اجدہ فیما عندی من كتب الحدیث الا ان مجالس الابرار مدحہ شیخ مشائخنا الشاہ عبد العزیز الدهلویؒ ثم قال الراغب فی قولہ تعالٰی لابثین فیها احقابا قیل

---

[1] فتح [2] غالیۃ المواعظ [3] زواجر

جمع الحقب ای الدھر قیل و الحقبہ ثمانون عاماً و الصحیح ان الحقبہ مدۃ من الزمان مبھمۃ و اخرج ابن کثیر فی تفسیر قولہ تعالیٰ فویل للمصلین الذین ھم عن صلوتھم ساھون عن ابن عباس ان فی جھنم لوادیا تستعیذ جھنم من ذلک الوادی فی کل یوم اربع مأۃ مرۃ اعد ذلک الوادی للمرائین من امۃ محمد الحدیث وذکر ابو اللیث السمرقندی فی قرۃ العیون عن ابن عباس ان فی جھنم لوادیا تستعیذ جھنم من ذلک الوادی مرفوعا الذین ھم عن صلوتھم ساھون قال ھم الذین یؤخرون الصلوۃ عن وقتھا وصحح الحاکم و البیھقی وقفہ واخرج الحاکم عن عبد اللہ فی قولہ تعالیٰ فسوف یلقون غیا قال واد فی جھنم لبعید القعر خبیث الطعم وقال صحیح الاسناد ۱۲)

فائدہ: حقب کے معنی لغت میں بہت زیادہ زمانہ کے ہیں اکثر حدیثوں میں اس کی مقدار یہی آئی ہے جو اوپر گزری یعنی اسّی سال، درمنثور میں متعدد روایات سے یہی مقدار منقول ہے حضرت علیؓ نے ہلال ہجریؒ سے دریافت فرمایا کہ حقب کی کیا مقدار ہے انہوں نے کہا کہ حقب اسّی برس کا ہوتا ہے اور ہر برس بارہ مہینے کا اور ہر مہینہ تیس دن کا اور ہر دن ایک ہزار برس کا حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے بھی صحیح روایت سے اسّی برس منقول ہے، حضرت ابو ہریرہؓ نے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا ہے کہ ایک حقب اسّی سال کا ہوتا ہے اور ایک سال تین سو ساٹھ دن کا اور ایک دن تمہارے دنوں کے اعتبار سے (یعنی دنیا کے موافق) ایک ہزار دن کا، یہی مضمون حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے بھی حضورؐ سے نقل فرمایا ہے اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس بھروسہ پر نہیں رہنا چاہئے کہ ایمان کی بدولت جہنم سے آخر نکل جائیں گے اتنے سال یعنی دو کروڑ اٹھاسی لاکھ برس جلنے کے بعد نکلنا ہوگا، وہ بھی جب ہی کہ اور وجہ زیادہ پڑے رہنے کی نہ ہو اس کے علاوہ اور بھی کچھ مقدار اس سے کم و بیش حدیث میں آئی ہے مگر اول تو اوپر والی مقدار کئی حدیثوں میں آئی ہے اس لئے یہ مقدم ہے دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ آدمیوں کی حالت کے اعتبار سے کم و بیش ہو۔ ابو اللیث سمرقندیؒ نے قرۃ العیون میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا ہے جو شخص ایک فرض نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑ دے اس کا نام جہنم کے دروازہ پر لکھ دیا جاتا ہے اور اس کو اس میں جانا

ضروری ہے اور حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا یہ کہو کہ اے اللہ ہم میں کسی کو شقی محروم نہ کرو پھر فرمایا جانتے ہو شقی محروم کون ہے صحابہ کے استفسار پر ارشاد فرمایا کہ شقی محروم نماز کا چھوڑنے والا ہے اس کا کوئی حصہ اسلام میں نہیں، ایک حدیث میں ہے، کہ دیدہ دانستہ بلا عذر نماز چھوڑنے والے کی طرف حق تعالیٰ قیامت میں التفات ہی نہ فرمائیں گے اور عذاب الیم (دکھ دینے والا عذاب)، اس کو دیا جائے گا، ایک حدیث سے نقل کیا ہے کہ دس آدمیوں کو خاص طور سے عذاب ہوگا منجملہ ان کے نماز کو چھوڑنے والا بھی ہے کہ اس کے ہاتھ بندھے ہوئے ہوں گے اور فرشتے منہ اور پشت پر ضرب لگا رہے ہوں گے، جنت کہے گی کہ تیرا میرا کوئی تعلق نہیں، نہ میں تیرے لیے نہ تو میرے لیے، دوزخ کہے گی کہ آجا میرے پاس آجا، تو میرے لیے ہے میں تیرے لیے، یہ بھی نقل کیا ہے کہ جہنم میں ایک وادی (جنگل) ہے جس کا نام ہے لم لم، اس میں سانپ ہیں جو اونٹ کی گردن کے برابر موٹے ہیں اور ان کی لمبائی ایک مہینہ کی مسافت کے برابر ہے اس میں نماز چھوڑنے والوں کو عذاب دیا جائے گا، ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک میدان ہے جس کا نام جُبّ الحزن ہے وہ بچھوؤں کا گھر ہے اور ہر بچھو خچر کے برابر بڑا ہے وہ بھی نماز چھوڑنے والوں کو ڈسنے کے لیے ہیں ہاں مولائے کریم معاف کر دے تو کون پوچھنے والا ہے مگر کوئی معافی چاہے بھی تو، ابن حجرؒ نے زواجر میں لکھا ہے کہ ایک عورت کا انتقال ہوگیا تھا اسکا بھائی دفن میں شریک تھا اتفاق سے دفن کرتے ہوئے ایک تھیلی قبر میں گر گئی اسوقت خیال نہیں آیا بعد میں یاد آئی تو بہت رنج ہوا چپکے سے قبر کھول کر نکالنے کا ارادہ کیا قبر کو کھولا تو وہ آگ کے شعلوں سے بھر رہی تھی روتا ہوا گھر آیا اور ماں سے حال بیان کیا اور پوچھا یہ کیا بات ہے، ماں نے بتایا کہ وہ نماز میں سستی کرتی تھی اور قضا کر دیتی تھی

(۹) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَا سَهْمَ فِی الْاِسْلَامِ لِمَنْ لَّا صَلٰوةَ لَهٗ وَلَا صَلٰوةَ لِمَنْ لَّا وُضُوْءَ لَهٗ

حضورِ اقدسؐ کا ارشاد ہے کہ اسلام میں کوئی بھی حصہ نہیں اس شخص کا جو نماز نہ پڑھتا ہو اور بے وضو کی نماز نہیں ہوتی دوسری حدیث میں ہے کہ دین بغیر نماز کے نہیں ہے نماز دین کے لیے ایسی ہے جیسا آدمی کے بدن کے لیے سر ہوتا ہے۔

(اخرجه البزار واخرج الحاکم عن عائشة مرفوعا وصححه ثلث احلف علیهن لا یجعل اللّٰه من له سهم فی الاسلام کمن لا سهم له وسهام الاسلام الصّوم والصلوٰة والصدقة الحدیث واخرج الطبرانی فی الاوسط عن ابی

عن عمر مرفوعاً لا دین لمن لا صلوٰۃ لہ انما موضع الصلوٰۃ من الدین کموضع الراس من الجسد کذا فی الدر المنثور)

فائدہ: جو لوگ نماز پڑھ کر اپنے کو مسلمان کہتے ہیں یا حمیتِ اسلامی کے لمبے چوڑے دعوے کرتے ہیں وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات پر ذرا غور کر لیں اور جن اسلاف کی کامیابیوں تک پہنچنے کے خواب دیکھتے ہیں ان کے حالات کی بھی تحقیق کریں کہ وہ دین کو کس مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھے پھر دنیا انکے قدم کیوں چومتی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی آنکھوں میں پانی اتر آیا لوگوں نے عرض کیا کہ اس کا علاج تو ہو سکتا ہے مگر چند روز آپ نماز نہ پڑھ سکیں گے انہوں نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ جو شخص نماز نہ پڑھے وہ اللہ جل شانہ کے ہاں ایسی حالت میں حاضر ہوگا کہ حق تعالیٰ شانہ اس پر ناراض ہونگے ایک حدیث میں آیا ہے کہ لوگوں نے کہا پانچ دن لکڑی پر سجدہ کرنا پڑیگا انہوں نے فرمایا کہ ایک رکعت بھی اس طرح نہیں پڑھوں گا عمر بھر بینائی کو صبر کر لینا ان حضرات کے یہاں اس سے سہل تھا کہ نماز چھوڑیں حالانکہ اس عذر کی وجہ سے نماز کو چھوڑنا جائز بھی تھا حضرت عمرؓ کے اخیر زمانہ میں جب برچھا مارا گیا تو ہر وقت خون جاری رہتا تھا اور اکثر اوقات غفلت رہتی تھی حتیٰ کہ اسی غفلت میں انتقال بھی ہو گیا مگر بیماری کے ان دنوں میں جب نماز کا وقت ہوتا تو انکو ہوشیار کیا جاتا اور نماز کی درخواست کیجاتی وہ اسی حالت میں نماز ادا کرتے اور یہ فرماتے کہ ہاں ہاں ضرور جو شخص نماز نہ پڑھے اسلام میں اس کا کوئی دخل نہیں ہمارے یہاں بیمار کی خیر خواہی راحت رسانی اس میں سمجھی جاتی ہے کہ اس کو نماز کی تکلیف نہ دیجائے بعد میں فدیہ دیدیا جائیگا ان حضرات کے یہاں خیر خواہی یہ تھی جو عبادت بھی چلتے چلاتے کر سکے دریغ نہ کیا جاتے ببیں تفاوتِ راہ از کجا است تا بہ کجا حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ حضورؐ سے ایک خادم مانگا کہ وہ کاروبار میں مدد کرے حضورؐ نے فرمایا یہ تین غلام ہیں جو پسند ہو لے لو، انہوں نے عرض کیا آپ ہی پسند فرما دیں حضورؐ نے ایک شخص کے متعلق فرمایا کہ اس کو لے لو یہ نمازی ہے مگر اس کو مارنا نہیں، ہمیں نمازیوں کو مارنے کی ممانعت ہے۔ اس قسم کا ایک واقعہ ایک اور صحابی ابو الہیثمؓ کے ساتھ بھی ہوا انہوں نے بھی حضورؐ سے غلام مانگا تھا اس کے بالمقابل ہمارا ملازم نمازی بن جائے تو ہم اس کو طعن کرتے ہیں اور حماقت سے اس کی نماز میں اپنا حرج سمجھتے ہیں حضرت سفیان ثوریؒ پر ایک مرتبہ غلبہ حال ہوا تو سات دن تک کھاتے نہ پیتے اور نہ سوتے تھے شیخ کو اس کی اطلاع کی گئی دریافت کیا کہ نماز کے اوقات تو محفوظ رہتے ہیں یعنی نماز کے اوقات کا تو اہتمام رہتا ہے، لوگوں نے عرض کیا کہ نماز کے اوقات بیشک محفوظ ہیں فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ لَمْ یَجْعَلْ لِلشَّیْطَانِ عَلَیْہِ سَبِیْلاً تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس نے شیطان کو اس پر مسلط نہ ہونے دیا

باب دوم

جماعت کے بیان میں

جیسا کہ شروع رسالہ میں لکھا جا چکا ہے، بہت سے حضرات نماز پڑھتے ہیں لیکن جماعت کا اہتمام نہیں کرتے حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جس طرح نماز کے بارہ میں بہت سخت تاکید آئی ہے اسی طرح جماعت کے بارہ میں بھی بہت سی تاکیدیں وارد ہوئی ہیں، اس باب میں دو فصلیں ہیں، پہلی فصل جماعت کے فضائل میں اور دوسری فصل جماعت کے چھوڑنے پر عتاب میں،

فصل اوّل

جماعت کے فضائل میں

۱۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوۃِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّ عِشْرِیْنَ دَرَجَۃً

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ جماعت کی نماز اکیلے کی نماز سے ستائیس درجہ زیادہ ہوتی ہے (رواہ مالک والبخاری و مسلم والترمذی والنسائی کذا فی الترغیب)

فائدہ: جب آدمی نماز پڑھتا ہے اور ثواب ہی کی نیت سے پڑھتا ہے تو معمولی سی بات ہے کہ گھر میں نہ پڑھے مسجد میں جا کر جماعت سے پڑھ لے کہ نہ اس میں کچھ مشقت ہے نہ دقت اور اتنا بڑا ثواب حاصل ہوتا ہے کون ایسا شخص ہوگا جس کو ایک روپے کے ستائیس یا اٹھائیس روپے ملتے ہوں اور وہ چھوڑ دے مگر دین کی چیزوں میں اتنے بڑے منافع سے بھی بے توجہی کی جاتی ہے اس کی وجہ اس کے سوا کیا ہو سکتی ہے کہ ہم لوگوں کو دین کی پرواہ نہیں اسکا نفع ہم لوگوں کی نگاہ میں نفع نہیں دنیا کی تجارت جس میں ایک آنہ یا دو آنہ فی روپیہ نفع ملتا ہے،

اس کے پیچھے دن بھر خاک چھانتے ہیں، آخرت کی تجارت میں ستائیس گنا نفع ہے وہ ہمارے لیے مصیبت ہے جماعت کی نماز کے لیے جاتے میں دکان کا نقصان سمجھا جاتا ہے، بکری کا بھی نقصان بتایا جاتا ہے، دکان کے بند کرنے کی بھی دقت لکھی جاتی ہے لیکن جن لوگوں کے ہاں اللہ جل شانہٗ کی عظمت ہے اللہ کے وعدوں پر ان کو اطمینان ہے اس کے اجر و ثواب کی کوئی قیمت ہے ان کے ہاں یہ لچر عذر کچھ بھی وقعت نہیں رکھتے ایسے ہی لوگوں کی اللہ جل شانہٗ نے کلام پاک میں تعریف فرمائی ہے رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ الآیۃ تیسرے باب کے شروع میں پوری آیت مع ترجمہ موجود ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا جو معمول اذان کے بعد اپنی تجارت کے ساتھ تھا وہ حکایات صحابہؓ کے پانچویں باب میں مختصر طور پر گزر چکا، سالم حداد ایک بزرگ تھے، تجارت کرتے تھے جب اذان کی آواز سنتے تو رنگ متغیر ہو جاتا اور زرد پڑ جاتا بیقرار ہو جاتے، دکان کھلی چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے اور یہ اشعار پڑھتے۔

إِذَا مَا دَعَا دَاعِيكُمْ قُمْتُ مُسْرِعًا ٭ مُجِيبًا لِمَوْلَى جَلَّ لَيْسَ لَهُ مِثْلُ

جب تمہارا منادی (موذن) پکارنے کے واسطے کھڑا ہو جاتا ہے تو میں جلدی سے کھڑا ہو جاتا ہوں ایسے مالک کی پکار کو قبول کرتے ہوئے جس کی بڑی شان ہے اور اسکا کوئی مثل نہیں۔

أُجِيبُ إِذَا نَادَى بِسَمْعٍ وَطَاعَةٍ ٭ وَبِي نَشْوَةٌ لَبَّيْكَ يَا مَنْ لَهُ الْفَضْلُ

جب وہ منادی (موذن) پکارتا ہے تو میں بحالت نشاط، اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ جواب میں کہتا ہوں کہ اے فضل و بزرگی والے! لبیک (یعنی حاضر ہوتا ہوں)

وَيَصْفَرُّ لَوْنِي خِيفَةً وَمَهَابَةً ٭ وَيَرْجِعُ لِي عَنْ كُلِّ شُغْلٍ بِهِ شُغْلُ

اور میرا رنگ خوف اور ہیبت سے زرد پڑ جاتا ہے اور اس پاک ذات کی مشغولی مجھے ہر کام سے بے خبر کر دیتی ہے۔

وَحَقِّكُمْ مَا لَذَّ لِي غَيْرُ ذِكْرِكُمْ ٭ وَذِكْرُ سِوَاكُمْ فِي فَمِي قَطُّ لَا يَحْلُو

تمہارے حق کی قسم تمہارے ذکر کے سوا مجھے کوئی چیز بھی لذیذ نہیں معلوم ہوتی اور تمہارے سوا کسی کے ذکر میں بھی مجھے مزہ نہیں آتا۔

مَتَى يَجْمَعُ الْأَيَّامُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ٭ وَيَفْرَحُ مُشْتَاقٌ إِذَا جُمِعَ الشَّمْلُ

دیکھئے زمانہ مجھ کو اور تم کو کب جمع کرے گا اور مشتاق تو جب ہی خوش ہوتا ہے جب اجتماع نصیب ہوتا ہے۔

فَمَنْ شَاهَدَتْ عَيْنَاهُ نُوْرَ جَمَالِكُمْ　　يَمُوْتُ اشْتِيَاقًا نَحْوَكُمْ قَطُّ لَا يَسْلُوْ

جس کی آنکھوں نے تمہارے جمال کا نور دیکھ لیا ہے تمہارے اشتیاق میں مرجائے گا کبھی بھی تسلی نہیں پا سکتا[1]۔

حدیث میں آیا ہے کہ جو لوگ کثرت سے مسجد میں جمع رہتے ہوں وہ مسجد کے کھونٹے ہیں فرشتے ان کے ہمنشین ہوتے ہیں اگر وہ بیمار ہوجائیں تو فرشتے ان کی عیادت کرتے ہیں اور وہ کسی کام کو جائیں تو فرشتے ان کی اعانت کرتے ہیں[2]۔

۲۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلٰوةُ الرَّجُلِ فِیْ جَمَاعَةٍ تُضْعَفُ عَلٰى صَلٰوتِهٖ فِیْ بَيْتِهٖ وَفِیْ سُوْقِهٖ خَمْسًا وَّعِشْرِيْنَ ضِعْفًا وَّذٰلِكَ اَنَّهٗ اِذَا تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ الْوُضُوْءَ ثُمَّ خَرَجَ اِلَى الْمَسْجِدِ لَا يُخْرِجُهٗ اِلَّا الصَّلٰوةُ لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً اِلَّا رُفِعَتْ لَهٗ بِهَا دَرَجَةٌ وَّحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ فَاِذَا صَلّٰى لَمْ تَزَلِ الْمَلٰٓئِكَةُ تُصَلِّیْ عَلَيْهِ مَا دَامَ فِیْ مُصَلَّاهُ مَا لَمْ يُحْدِثْ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَيْهِ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ وَلَا يَزَالُ فِیْ صَلٰوةٍ مَّا انْتَظَرَ الصَّلٰوةَ (رواه البخاری واللفظ له ومسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجه كذا فی الترغیب)

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی کی وہ نماز جو جماعت سے پڑھی گئی ہو، اس نماز سے جو گھر میں پڑھ لی ہو یا بازار میں پڑھ لی ہو، پچیس درجہ المضاعف ہوتی ہے اور بات یہ ہے کہ جب آدمی وضو کرتا ہے اور وضو کو کمال درجہ تک پہنچا دیتا ہے پھر مسجد کی طرف صرف نماز کے ارادہ سے چلتا ہے کوئی اور ارادہ اس کے ساتھ شامل نہیں ہوتا تو جو قدم بھی رکھتا ہے اس کی وجہ سے ایک نیکی بڑھ جاتی ہے اور ایک خطا معاف ہوجاتی ہے اور پھر جب نماز پڑھ کر اسی جگہ بیٹھا رہتا ہے تو جب تک وہ باوضو بیٹھا رہے گا فرشتے اس کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور جب تک آدمی نماز کے انتظار میں رہتا ہے وہ نماز کا ثواب پاتا ہے۔

---

[1] نزہۃ　[2] حاکم

فائدہ:- پہلی حدیث میں ستائیس درجہ کی زیادتی بتلائی گئی تھی اور اس حدیث میں پچیس[۲۵] درجہ کی، ان دونوں حدیثوں میں جو اختلاف ہوا ہے علماء نے اس کے بہت سے جوابات تحریر فرمائے ہیں جو شروح حدیث میں تحریر ہیں منجملہ ان کے یہ ہے کہ نمازیوں کے حال کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ بعضوں کو پچیس درجہ کی زیادتی ہوتی ہے اور بعضوں کو اخلاص کی وجہ سے ستائیس کی ہوجاتی ہے بعض علماء نے نماز کے اختلاف پر محمول فرمایا ہے کہ سری نمازوں میں پچیس ہے اور جہری میں ستائیس ہے بعض نے ستائیس عشاء اور صبح کے لیے بتایا کہ ان دونوں نمازوں میں جانا مشکل معلوم ہوتا ہے اور پچیس باقی نمازوں میں. بعض شراح نے لکھا ہے کہ اس امت پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعامات کی بارش بڑھتی ہی چلی گئی جیسا کہ اور بھی بہت سی جگہ اسکا ظہور ہے. اس لیے اول پچیس درجہ تھا بعد میں ستائیس ہوگیا بعض شراح نے ایک عجیب بات سمجھی ہے وہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کا ثواب پہلی حدیث سے بہت زیادہ ہے اس لیے اس حدیث میں یہ ارشاد نہیں کہ وہ پچیس درجہ کی زیادتی ہے بلکہ یہ ارشاد ہے کہ پچیس درجہ المضاعف ہوتی ہے جس کا ترجمہ دوچند اور دوگنا ہوتا ہے یعنی یہ کہ پچیس مرتبہ تک دوگنا اجر ہوتا چلا جاتا ہے اس صورت میں جماعت کی ایک نماز کا ثواب تین کروڑ پینتیس لاکھ چون ہزار چار سو بتیس (۳۳۵۵۴۴۳۲) درجہ ہوا. حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت سے یہ ثواب کچھ بعید نہیں اور جب نماز کے چھوڑنے کا گناہ ایک حقبہ ہے جو پہلے باب میں گذرا تو اس کے پڑھنے کا ثواب یہ ہونا قرین قیاس بھی ہے اس کے بعد حضور ﷺ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ یہ تو خود ہی غور کر لینے کی چیز ہے کہ جماعت کی نماز میں کس قدر اجر و ثواب اور کس کس طرح حسنات کا اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے کہ جو شخص گھر سے وضو کر کے محض نماز کی نیت سے مسجد میں جائے تو اس کے ہر ہر قدم پر ایک نیکی کا اضافہ اور ایک خطا کی معافی ہوتی چلی جاتی ہے. بنو سلمہ مدینہ طیبہ میں ایک قبیلہ تھا ان کے مکانات مسجد سے دور تھے. انہوں نے ارادہ کیا کہ مسجد کے قریب ہی کہیں منتقل ہوجائیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا وہیں رہو. تمہارے مسجد تک آنے کا ہر ہر قدم لکھا جاتا ہے. ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص گھر سے وضو کر کے نماز کو جائے وہ ایسا ہے جیسا کہ گھر سے احرام باندھ کر حج کو جائے. اس کے بعد حضور ﷺ ایک اور فضیلت کی طرف اشارہ

فرماتے ہیں کہ جب نماز پڑھ چکے تو اس کے بعد جب تک مصلے پر رہے فرشتے مغفرت اور رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں فرشتے اللہ کے مقبول اور معصوم بندے ہیں ان کی دعا کی برکات خود ظاہر ہیں۔ محمد بن سماعہؒ ایک بزرگ عالم ہیں جو امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے شاگرد ہیں، ایک سو تین سال کی عمر میں انتقال ہوا ہے۔ اس وقت دو سو رکعات نفل روزانہ پڑھتے تھے کہتے ہیں کہ مسلسل چالیس برس تک میری ایک مرتبہ کے علاوہ تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی صرف ایک مرتبہ جبدن میری والدہ کا انتقال ہوا ہے اس کی مشغولی کی وجہ سے تکبیر اولیٰ فوت ہوگئی تھی یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری جماعت کی نماز فوت ہوگئی تھی تو میں نے اس وجہ سے کہ جماعت کی نماز کا ثواب پچیس درجہ زیادہ ہے اس نماز کو پچیس دفعہ پڑھا تاکہ وہ عدد پورا ہو جائے تو خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ اے محمد! پچیس دفعہ نماز تو پڑھ لی مگر ملائکہ کی آمین کا کیا ہوگا۔ ملائکہ کی آمین کا مطلب یہ ہے کہ بہت سی احادیث نبوی میں یہ ارشاد آیا ہے کہ جب امام سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہتا ہے تو ملائکہ بھی آمین کہتے ہیں جس شخص کی آمین ملائکہ کی آمین کے ساتھ ہوجاتی ہے اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں تو خواب میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے۔ مولانا عبد الحیؒ صاحب فرماتے ہیں کہ اس قصے میں اس طرف اشارہ ہے کہ جماعت کا ثواب مجموعی طور سے جو حاصل ہوتا ہے وہ اکیلے میں حاصل ہو ہی نہیں سکتا چاہے ایک ہزار مرتبہ اس نماز کو پڑھ لے اور یہ ظاہر بات ہے کہ ایک آمین کی موافقت ہی صرف نہیں بلکہ مجمع کی شرکت نماز سے فراغت کے بعد ملائکہ کی دعا جس کا اس حدیث میں ذکر ہے، ان کے علاوہ اور بہت سی خصوصیات ہیں جو جماعت ہی میں پائی جاتی ہیں ایک ضروری امر یہ بھی قابل لحاظ ہے علماء نے لکھا ہے کہ فرشتوں کی اس دعا کا مستحق جب ہی ہوگا جب نماز نماز بھی ہو اور اگر ایسے ہی پڑھی کہ پرانے کپڑے کی طرح لپیٹ کر منہ پر مار دی گئی تو پھر فرشتوں کی دعا کا مستحق نہیں ہوتا۔

۳۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّلْقَى اللّٰهَ غَدًا مُسْلِمًا فَلْيُحَافِظْ عَلٰى	حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ کل قیامت کے دن اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ

فوائد بہیہ　بہجۃ

هٰٓؤُلَآءِ الصَّلَوَاتِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى شَرَعَ لِنَبِيِّكُمْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُنَنَ الْهُدٰى وَ اِنَّهُنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى وَ لَوْ اَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِىْ بُيُوْتِكُمْ كَمَا يُصَلِّىْ هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِىْ بَيْتِهٖ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ وَ مَا مِنْ رَّجُلٍ يَّتَطَهَّرُ فَيُحْسِنُ الطُّهُوْرَ ثُمَّ يَعْمِدُ اِلٰى مَسْجِدٍ مِّنْ هٰذِهِ الْمَسَاجِدِ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ خُطْوَةٍ يَّخْطُوْهَا حَسَنَةً وَّ يَرْفَعُهٗ بِهَا دَرَجَةً وَّيَحُطُّ عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةً وَلَقَدْ رَاَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا اِلَّا مُنَافِقٌ مَّعْلُوْمُ النِّفَاقِ وَلَقَدْ كَانَ الرَّجُلُ يُؤْتٰى بِهٖ يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يُقَامَ فِى الصَّفِّ وفى رواية لَقَدْ رَاَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنِ الصَّلٰوةِ اِلَّا مُنَافِقٌ قَدْ عُلِمَ نِفَاقُهٗ اَوْ مَرِيْضٌ اِنْ كَانَ الرَّجُلُ لَيَمْشِىْ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ حَتّٰى يَاْتِىَ الصَّلٰوةَ۔

میں مسلمان بن کر حاضر ہو وہ ان نمازوں کو ایسی جگہ ادا کرنے کا اہتمام کرے جہاں اذان ہوتی ہے یعنی مسجد میں، اسلئے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے تمہارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ایسی سنتیں جاری فرمائی ہیں جو سراسر ہدایت ہیں انہیں میں سے یہ جماعت کی نمازیں بھی ہیں اگر تم لوگ اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو گے جیسا کہ فلاں شخص پڑھتا ہے تو تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے چھوڑنے والے ہو گے اور یہ سمجھ لو کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے اور جو شخص اچھی طرح وضو کرے اس کے بعد مسجد کی طرف جائے تو ہر ہر قدم پر ایک ایک نیکی لکھی جائے گی اور ایک ایک خطا معاف ہو گی اور ہم تو اپنا یہ حال دیکھتے تھے کہ جو شخص کھلم کھلا منافق ہو وہ تو جماعت سے رہ جاتا تھا ورنہ حضورؐ کے زمانہ میں عام منافقوں کو بھی جماعت چھوڑنے کی ہمت نہ ہوتی تھی یا کوئی سخت بیمار، ورنہ جو شخص دو آدمیوں کے سہارے سے گھسٹتا ہوا جا سکتا تھا وہ بھی صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا۔

وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰى وَاِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدَى الصَّلٰوةَ فِى الْمَسْجِدِ الَّذِىْ يُؤَذَّنُ فِيْهِ (رواہ مسلم وابو داؤد والنسائی وابن ماجۃ کذا فی الترغیب والدر المنثور والسنۃ نوعان سنۃ الھدیٰ وتارکھا یستوجب اساءۃ کالجماعۃ والاذان والزوائد وتارکھا لا یستوجب اساءۃ کسیر النبی صلی اللہ علیہ

وسلم فی لباسہ وقعودہ کذا فی نور الانوار والاضافۃ فی سنۃ الھدیٰ بیانیۃ ای سنۃ ھی ھدی والحمل مبالغۃ کذا فی قمر الاقمار)

فائدہ: صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے یہاں جماعت کا اس قدر اہتمام تھا کہ اگر بیمار بھی کسی طرح جماعت میں جا سکتا تھا تو وہ بھی جا کر شریک ہو جاتا تھا چاہے دو آدمیوں کو کھینچ کر لے جانے کی نوبت آتی اور یہ اہتمام کیوں نہ ہوتا جبکہ ان کے اور ہمارے آقا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح اہتمام تھا چنانچہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات میں یہی صورت پیش آئی کہ مرض کی شدت کی وجہ سے بار بار غشی ہوتی تھی اور کئی کئی دفعہ وضو کا پانی طلب فرماتے تھے آخر ایک مرتبہ وضو فرمایا اور حضرت عباسؓ اور ایک دوسرے صحابی کے سہارے سے مسجد میں تشریف لے گئے کہ زمین پر پاؤں مبارک اچھی طرح جمتا بھی نہ تھا حضرت ابوبکرؓ نے تعمیل ارشاد میں نماز پڑھانا شروع کر دی تھی حضورؐ جا کر نماز میں شریک ہوئے ۔[1] حضرت ابو درداءؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا وہ بالکل سامنے ہے اور تو اس کو دیکھ رہا ہے اور اپنے آپ کو مُردوں کی فہرست میں شمار کیا کر زندوں میں اپنے کو سمجھ ہی نہیں کہ پھر نہ کسی بات کی خوشی نہ کسی بات سے رنج) اور مظلوم کی بددعا سے اپنے کو بچا اور جو تو اتنی بھی طاقت رکھتا ہو کہ زمین پر گھسٹ کر عشاء اور صبح کی جماعت میں شریک ہو سکے تو دریغ نہ کر ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ منافقوں پر عشاء اور صبح کی نماز بہت بھاری ہے ، اگر ان کو یہ معلوم ہو جاتا کہ جماعت میں کتنا ثواب ہے تو زمین پر گھسٹ کر جاتے اور ان کو جماعت سے پڑھتے ۔[2]

۴ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى لِلّٰهِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فِيْ جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيْرَةَ الْاُوْلٰى كُتِبَ لَهٗ بَرَاءَتَانِ بَرَاءَةٌ مِّنَ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِّنَ النِّفَاقِ ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص چالیس دن اخلاص کے ساتھ ایسی طرح نماز پڑھے کہ تکبیرِ اولیٰ فوت نہ ہو تو اس کو دو پروانے ملتے ہیں ایک پروانہ جہنم سے چھٹکارے کا دوسرا نفاق سے بری ہونے کا۔

---

[1] صحیحین [2] ترغیب

(رواه الترمذی وقال لا اعلم احدا رفعه الا ما روی مسلم بن قتیبۃ عن طعمۃ ابن عمر وقال البجلی ومسلم وبقیۃ رواتہ ثقات کذا فی الترغیب قلت ولہ شواھد من حدیث عمر رفعہ من صلی فی مسجد جماعۃ اربعین لیلۃ لا تفوتہ الرکعۃ الاولٰی من صلوٰۃ العشاء کتب اللّٰہ لہ بھا عتقا من النار رواہ ابن ماجۃ واللفظ لہ والترمذی وقال نحو حدیث انس یعنی المتقدم ولم یذکر لفظہ وقال مرسل یعنی ان عمارۃ الراوی عن انس لم یدرک انسا وعزاہ فی منتخب الکنز الی البیہقی فی الشعب وابن عساکر وبن النجار)

فائدہ: یعنی جو اس طرح چالیس دن اخلاص سے نماز پڑھے کہ شروع سے امام کے ساتھ شریک ہو اور نماز شروع کرنے کی تکبیر جب امام کہے تو اسی وقت یہ بھی نماز میں شریک ہو جائے تو وہ شخص نہ جہنم میں داخل ہو گا نہ منافقوں میں داخل ہو گا۔ منافق وہ لوگ کہلاتے ہیں جو اپنے کو مسلمان ظاہر کریں لیکن دل میں کفر رکھتے ہوں اور چالیس دن کی خصوصیت بظاہر اس وجہ سے ہے کہ حالات کے تغیر میں چالیس دن کو خاص دخل ہے۔ چنانچہ آدمی کی پیدائش کی ترتیب جس حدیث میں آئی ہے اس میں بھی چالیس دن تک نطفہ رہنا پھر گوشت کا ٹکڑا چالیس دن تک، اسی طرح چالیس چالیس دن میں اس کا تغیر ذکر فرمایا ہے اسی وجہ سے صوفیاء کے ہاں چلہ بھی خاص اہمیت رکھتا ہے کتنے خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کی برسوں بھی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوتی۔

۵۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّاَ فَاَحْسَنَ وُضُوْءَہٗ ثُمَّ رَاحَ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلَّوْا اَعْطَاہُ اللّٰہُ مِثْلَ اَجْرِ مَنْ صَلَّاھَا وَحَضَرَھَا لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئٌ[1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر مسجد میں نماز کے لیے جائے اور وہاں پہنچکر معلوم ہو کہ جماعت ہو چکی تو بھی اس شخص کو جماعت کی نماز کا ثواب ہو گا اور اس ثواب کی وجہ سے ان لوگوں کے ثواب میں کچھ کمی نہیں ہو گی جنہوں نے جماعت سے نماز پڑھی ہے

(رواہ ابو داؤد والنسائی والحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم کذا فی الترغیب وفیہ ایضا عن

---

[1] کذا فی الاصل ولفظ ابی داؤد شیئاً بالنصب وھو الظاہر۔ ز

سعید بن المسیب قال حضر رجلا من الانصار الموت فقال انی محدثکم حدیثا ما احدثکموہ الا احتسابا انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا توضاء احدکم فاحسن الوضوء الحدیث وفیہ فان اتی المسجد فصلی فی جماعۃ غفرلہ فان اتی المسجد وقد صلوا بعضا وبقی بعض صلی ما ادرک واتم ما بقی کان کذلک فان اتی المسجد وقد صلوا فاتم الصلوٰۃ کان کذلک رواہ ابو داؤد)

فائدہ: یہ اللہ کا کس قدر انعام واحسان ہے کہ محض کوشش اور سعی پر جماعت کا ثواب مل جائے گو جماعت نہ مل سکے۔ اللہ کی اس دین پر بھی ہم لوگ خود ہی نہ لیں تو کسی کا کیا نقصان ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ محض اس کھٹکا سے کہ جماعت ہو چکی ہوگی مسجد میں جانا ملتوی نہ کرنا چاہیے اگر جا کر معلوم ہو کہ جماعت ہو چکی ہے تب بھی ثواب تو مل ہی جائیگا۔ البتہ اگر پہلے سے یقینا معلوم ہو جائے کہ جماعت ہو چکی ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

۶- عَنْ قَبَاثِ بْنِ اَشْیَمَ اللَّیْثِیِّ رضی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃُ الرَّجُلَیْنِ یَؤُمُّ اَحَدُھُمَا صَاحِبَہٗ اَزْکٰی عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ صَلٰوۃِ اَرْبَعَۃٍ تَتْرٰی وَصَلٰوۃُ اَرْبَعَۃٍ اَزْکٰی عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ صَلٰوۃِ ثَمَانِیَۃٍ تَتْرٰی وَ صَلٰوۃُ ثَمَانِیَۃٍ یَؤُمُّھُمْ اَحَدُھُمْ اَزْکٰی عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ صَلٰوۃِ مِائَۃٍ تَتْرٰی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے کہ دو آدمیوں کی جماعت کی نماز کہ ایک امام ہو ایک مقتدی اللہ کے نزدیک چار آدمیوں کی علیحدہ علیحدہ نماز سے زیادہ پسندیدہ ہے اسی طرح چار آدمیوں کی نماز آٹھ آدمیوں کی متفرق نماز سے بڑھی ہوئی ہے اور آٹھ آدمیوں کی جماعت کی نماز سو آدمیوں کی متفرق نمازوں سے زیادہ محبوب ہے۔ ایک دوسری حدیث میں ہے اسی طرح جتنی بڑی جماعت میں نماز پڑھی جائے گی وہ اللہ کو زیادہ محبوب ہے مختصر جماعت سے۔

(رواہ البزاز والطبرانی باسناد لا باس بہ کذا فی الترغیب وفی مجمع الزوائد رواہ البزاز و الطبرانی فی الکبیر ورجال الطبرانی موثقون وعزاہ فی الجامع الصغیر الی الطبرانی والبیہقی و رقم لہ بالصحۃ وعن ابی بن کعب رفعہ بمعنی حدیث الباب وفیہ قصہ وفی آخرہ وکلما کثر فھو

احب الی اللّٰہ عزوجل رواہ احمد و ابوداؤد و النسائی و ابن خزیمۃ و ابن حبان فی صحیحیہما

والحاکم وقد جزم یحییٰ بن معین والذھلی بصحۃ ھذا الحدیث کذا فی الترغیب)

فائدہ:- جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دو چار آدمی مل کر گھر یا دوکان وغیرہ پر جماعت کر لیں وہ کافی ہے اوّل تو اس میں مسجد کا ثواب شروع ہی سے نہیں ہوتا دوسرے کثرتِ جماعت کے ثواب سے بھی محرومی ہوتی ہے۔ مجمع جتنا زیادہ ہوگا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے واسطے ایک کام کرنا ہے تو پھر جس طریقہ میں اس کی خوشنودی زیادہ ہو اسی طریقہ سے کرنا چاہیے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ تین چیزوں کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں ایک جماعت کی صف کو، ایک اس شخص کو جو آدھی رات (تہجد) کی نماز پڑھ رہا ہو تیسرے اس شخص کو جو کسی لشکر کے ساتھ لڑ رہا ہو۔[1]

۷۔ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدِنِ السَّاعِدِيِّ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشِّرِ الْمَشَّائِيْنَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

حضرت سہل رضؓ فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ اندھیرے میں مسجدوں میں بکثرت جاتے رہتے ہیں، ان کو قیامت کے دن کے پورے پورے نور کی خوش خبری سنا دے۔

(رواہ ابن ماجۃ و ابن خزیمۃ فی صحیحہ والحاکم واللفظ لہ وقال صحیح علی شرط الشیخین کذا فی الترغیب وفی المشکوٰۃ بروایۃ الترمذی و ابی داؤد عن بریدۃ ثم قال رواہ ابن ماجۃ عن سہل ابن سعد و انس اھ قلت ولہ شاھد فی منتخب کنز العمال بروایۃ الطبرانی عن ابی امامۃ بلفظ بشر المدلجین الی المساجد فی الظلم بمنابر من نور یوم القیمۃ یفزع الناس ولا یفزعون وذکر السیوطی فی الدر المنثور فی تفسیر قولہ تعالیٰ انما یعمر مساجد اللّٰہ عدۃ روایات فی ھذا المعنی)

فائدہ:- یعنی آج دنیا میں اندھیری رات میں مسجد میں جانے کی قدر اس وقت معلوم ہو گی جب قیامت کا ہولناک منظر سامنے ہوگا اور ہر شخص مصیبت میں گرفتار ہوگا۔ آج کے اندھیروں کی مشقت کا بدلہ اور اس کی قدر اس وقت ہوگی جب ایک چمکتا ہوا نور اور آفتاب سے کہیں زیادہ روشنی ان کے ساتھ ساتھ ہوگی، ایک حدیث میں ہے کہ وہ قیامت کے

[1] جامع الصغیر

دن نور کے منبروں پر ہوں گے اور بیفکرے اور لوگ گھبراہٹ میں ہوں گے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن ارشاد فرمائیں گے کہ میرے پڑوسی کہاں ہیں فرشتے عرض کریں گے کہ آپ کے پڑوسی کون ہیں؟ ارشاد ہوگا کہ مسجدوں کو آباد کرنے والے ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب جگہوں سے زیادہ محبوب مسجدیں ہیں اور سب میں زیادہ ناپسند بازار ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ مسجدیں جنّت کے باغ ہیں[1]۔ ایک صحیح حدیث میں وارد ہے حضرت ابوسعیدؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں جس شخص کو دیکھو کہ مسجد کا عادی ہے اس کے ایماندار ہونے کی گواہی دو[2]۔ اس کے بعد اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ یہ آیت تلاوت فرمائی یعنی مسجدوں کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں[3]۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ مشقت کے وقت وضو کرنا اور مسجد کی طرف قدم اٹھانا اور نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں بیٹھے رہنا گناہوں کو دھو دیتا ہے[4]۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص جتنا مسجد سے دور ہوگا اتنا ہی زیادہ ثواب[5] ہوگا، اس کی وجہ یہی ہے کہ ہر ہر قدم پر اجر و ثواب ہے اور جتنی دور مسجد ہوگی اتنے ہی قدم زیادہ ہوں گے۔ اسی وجہ سے بعض صحابہؓ چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر لوگوں کو ان کا ثواب معلوم ہو جائے تو لڑائیوں سے انکو حاصل کیا جائے۔ ایک اذان کہنا، دوسری جماعت کی نمازوں کے لیے دوپہر کے وقت جانا، پہلی صف میں نماز پڑھنا[6]۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن جب ہر شخص پریشان حال ہوگا اور آفتاب نہایت تیزی پر ہوگا سات آدمی ایسے ہوں گے جو اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوں گے، ان میں ایک شخص وہ بھی ہوگا جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے کہ جب کسی ضرورت سے باہر آئے تو پھر مسجد ہی میں واپس جانے کی خواہش ہو، ایک حدیث میں وارد ہے، جو شخص مسجد سے الفت رکھتا ہے اللہ جل شانہٗ اس سے الفت فرماتے ہیں[7]۔

شریعت مطہرہ کے ہر حکم میں خیر و برکت، اجر و ثواب تو بے پایاں ہے ہی اس کے ساتھ ہی بہت سی مصلحتیں بھی ان احکام میں جو ملحوظ ہوتی ہیں ان کی حقیقت تک پہنچنا تو مشکل

---

[1] جامع الصغیر [2] ایضاً [3] در [4] جامع الصغیر [5] ، [6] ، [7] ایضاً

ہے اللہ جل شانہٗ کے علوم اور ان کے مصالح تک کس کی رسائی ہے مگر اپنی اپنی استعداد اور حوصلہ کے موافق جہاں تک اپنی سمجھ کام دیتی ہے ان کی مصالح سمجھ میں آتی ہیں اور جتنی استعداد ہوتی ہے اتنی ہی خوبیاں معلوم ہوتی رہتی ہیں۔ علماء نے جماعت کی مصالح بھی اپنی اپنی سمجھ کے موافق تحریر فرمائی ہیں۔ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے حجۃ اللہ البالغہ میں ایک تقریر اس کے متعلق ارشاد فرمائی ہے جس کا ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ:۔

رسم و رواج کے مہلکات سے بچنے کے لیے اس سے زیادہ نافع کوئی چیز نہیں، کہ عبادات میں سے کسی عبادت کو ایسی عام رسم اور عام رواج بنا لیا جائے جو علی الاعلان ادا کی جائے اور ہر شخص کے سامنے خواہ وہ سمجھ دار ہو یا ناسمجھ وہ ادا کی جا سکے، اس کے ادا کرنے میں شہری اور غیر شہری برابر ہوں بمسابقت اور تفاخر اسی پر کیا جائے اور ایسی عام ہو جائے اور ضروریاتِ زندگی میں اس طرح داخل ہو جائے کہ اس سے علیحدگی ناممکن اور دشوار بن جائے تاکہ وہ اللہ کی عبادت کے لیے مؤید ہو جائے اور وہ رسم و رواج جو موجب مضرت و نقصان تھا وہی حق کی طرف کھینچنے والا بن جائے اور چونکہ عبادات میں کوئی عبادت بھی نماز سے زیادہ مہتم بالشان اور دلیل و حجت کے اعتبار سے بڑھی ہوئی نہیں اس لیے ضروری ہوا کہ آپس میں اس کے رواج کو خوب شائع کیا جائے اور اس کے لیے خاص طور سے اجتماع کیا جائے اور آپس میں اتفاق سے اس کو ادا کیا جائے۔ نیز ہر مذہب اور دین میں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو مقتدا ہوتے ہیں کہ ان کا اتباع کیا جاتا ہے اور کچھ لوگ دوسرے درجہ میں ایسے ہوتے ہیں جو کسی معمولی سی ترغیب و تنبیہ کے محتاج ہوتے ہیں اور کچھ لوگ تیسرے درجہ میں بہت ناکارہ اور ضعیف الاعتقاد ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو اگر مجمع میں عبادت کا مکلف نہ کیا جائے تو وہ سستی اور کاہلی کی وجہ سے عبادت بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ اس وجہ سے مصلحت کا مقتضا یہی ہے کہ یہ سب لوگ اجتماعی طور پر عبادت کو ادا کریں تاکہ جو لوگ عبادت چھوڑنے والے ہیں وہ عبادت کرنے والوں سے ممتاز ہو جائیں اور رغبت کرنے والوں اور بے رغبتی کرنے والوں میں کھلا تفاوت ہو جائے اور ناواقف لوگ علماء کے اتباع سے واقف بن جائیں اور جاہل لوگوں کو عبادت کا طریقہ معلوم ہو جائے اور اللہ کی عبادت ان لوگوں میں اس پگھلی ہوئی چاندی کی طرح سے ہو جائے جو کسی ماہر

کے سامنے رکھی جاتے جس سے جائز، ناجائز اور کھرے کھوٹے میں کھلا فرق ہو جائے، جائز کی تقویت کی جائے اور ناجائز کو روکا جائے۔

اس کے علاوہ مسلمانوں کے ایسے اجتماع میں جس میں اللہ کی طرف رغبت کرنے والے اس کی رحمت کے طلب کرنے والے، اس سے ڈرنے والے موجود ہوں اور سب کے سب اللہ ہی کی طرف ہمہ تن متوجّہ ہوں برکتوں کے نازل ہونے اور رحمت کے متوجہ ہونے کی عجیب خاصیت رکھی ہے۔

نیز امّتِ محمّدیہ کے قیام کا مقصد ہی یہ ہے کہ اللہ کا بول بالا ہو اور دین اسلام کو تمام دینوں پر غلبہ ہو اور یہ ممکن نہیں جب تک یہ طریقہ رائج نہ ہو، سب کے سب عوام، خواص شہر کے رہنے والے اور گاؤں کے رہنے والے چھوٹے بڑے ایک جگہ جمع ہو کر اس چیز کو جو اسلام کا سب سے بڑا شعار ہے، اور سب سے بالاتر عبادت ہے ادا نہ کریں، ان وجوہ سے شریعت جمعہ اور جماعت کے اہتمام کی طرف متوجہ ہوئی، ان کے اظہار و اعلان کی ترغیبیں اور چھوڑنے پر وعیدیں نازل ہوئیں اور چونکہ اظہار و اجتماع ایک صرف محلّہ اور قبیلہ کا ہے اور ایک تمام شہر کا، اور محلّہ کا اجتماع ہر وقت سہل ہے اور تمام شہر کا ہر وقت مشکل ہے کہ اس میں تنگی ہے اس لیے محلّہ کا اجتماع ہر نماز کے وقت قرار دیا اور جماعت کی نماز اس کے لیے مشروع ہوئی اور تمام شہر کا اجتماع آٹھویں دن قرار دیا اور جمعہ کی نماز اس کے لیے تجویز ہوئی

فصلِ دوم

جماعت کے چھوڑنے پر عتاب کے بیان میں

حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے احکام کی پابندی پر جیسے کہ انعامات کا وعدہ فرمایا ہے ایسے ہی تعمیل نہ کرنے پر ناراضی اور عتاب بھی فرمایا ہے۔ یہ بھی اللہ کا فضل ہے کہ تعمیل میں بے گراں انعامات کا وعدہ ہے ورنہ بندگی کا مقتضا صرف عتاب ہی ہونا چاہیے تھا کہ بندگی کا فرض

ہے تعمیل ارشاد، پھر اس پر انعام کے کیا معنی اور نافرمانی کی صورت میں جتنا بھی عتاب و عذاب ہو وہ برمحل کہ آقا کی نافرمانی سے بڑھ کر اور کیا جرم ہو سکتا ہے بس کسی خاص عتاب یا تنبیہ کے فرمانے کی ضرورت نہ تھی مگر پھر بھی اللہ جل شانہٗ اور اس کے پاک رسول ؐ نے ہم پر شفقت فرمائی کہ طرح طرح سے متنبہ فرمایا اس کے نقصانات بتائے مختلف طور سے سمجھایا، پھر بھی ہم نہ سمجھیں تو اپنا ہی نقصان ہے

۱۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ يَمْنَعْهُ مِنِ اتِّبَاعِهٖ عُذْرٌ قَالُوْا وَمَا الْعُذْرُ قَالَ خَوْفٌ اَوْ مَرَضٌ لَمْ تُقْبَلْ مِنْهُ الصَّلٰوةُ الَّتِيْ صَلّٰى۔

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور بلا کسی عذر کے نماز کو نہ جائے (وہیں پڑھ لے)، تو وہ نماز قبول نہیں ہوتی۔ صحابہ رضؓ نے عرض کیا کہ عذر سے کیا مراد ہے، ارشاد ہوا کہ مرض ہو یا کوئی خوف ہو۔

(رواہ ابوداؤد و ابن حبان فی صحیحہ و ابن ماجۃ بنحوہ کذا فی الترغیب وفی المشکوٰۃ رواہ ابوداؤد والدارقطنی)

فائدہ: قبول نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس نماز پر جو ثواب اور انعام حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ہوتا وہ نہ ہوگا گو فرض ذمہ سے اتر جائے گا اور یہی مراد ہے ان حدیثوں سے جن میں آیا ہے کہ اس کی نماز نہیں ہوتی اس لیے کہ ایسا ہونا بھی کچھ ہونا ہوا جس پر انعام و اکرام نہ ہوا۔ یہ ہمارے امام کے نزدیک ہے ورنہ صحابہؓ اور تابعینؒ کی ایک جماعت کے نزدیک ان احادیث کی بنا پر بلا عذر جماعت کا چھوڑنا حرام ہے اور جماعت سے پڑھنا فرض ہے حتیٰ کہ بہت سے علماء کے نزدیک نماز ہوتی ہی نہیں۔ حنفیہ کے نزدیک اگرچہ نماز ہو جاتی ہے مگر نماز کے چھوڑنے کا مجرم تو ہو ہی جائے گا۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے ایک حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا کہ اس شخص نے اللہ کی نافرمانی کی حضرت ابن عباس رضؓ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور جماعت سے نماز نہ پڑھے نہ اس نے بھلائی کا ارادہ کیا نہ اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا گیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اذان کی آواز سنے اور جماعت میں

حاضر نہ ہو اس کے کان پگھلے ہوئے سیسے سے بھر دیئے جائیں تو بہتر ہے۔

۲- عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ الْجَفَاءُ كُلُّ الْجَفَاءِ وَالْكُفْرُ وَالنِّفَاقُ مَنْ سَمِعَ مُنَادِيَ اللّٰهِ يُنَادِيْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَلَا يُجِيْبُهُ

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سراسر ظلم ہے اور کفر ہے اور نفاق ہے اس شخص کا فعل جو اللہ کے منادی (یعنی موذن) کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے۔

(رواہ احمد والطبرانی من روایۃ زبان بن فائد کذا فی الترغیب وفی مجمع الزوائد رواہ الطبرانی فی الکبیر وزبان ضعفہ ابن معین ووثقہ ابوحاتم اھ وعزاہ فی الجامع الصغیر الی الطبرانی ورقم لہ بالضعف)

فائدہ: کتنی سخت وعید اور ڈانٹ ہے اس حدیث پاک میں کہ اس کی اس حرکت کو کفار کا فعل اور منافقوں کی حرکت بتایا ہے کہ گویا مسلمان سے یہ بات ہو ہی نہیں سکتی۔ ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ آدمی کی بدبختی اور بدنصیبی کے لیے یہ کافی ہے کہ موذن کی آواز سنے اور نماز کو نہ جائے۔ سلیمانؓ بن ابی حثمہ جلیل القدر لوگوں میں سے تھے حضورؐ کے زمانہ میں پیدا ہوئے مگر حضورؐ سے روایت سننے کی نوبت کم عمری کی وجہ سے نہیں آئی حضرت عمرؓ نے ان کو بازار کا نگران بنا رکھا تھا، ایک دن اتفاق سے صبح کی نماز میں موجود نہ تھے حضرت عمرؓ اس طرف تشریف لے گئے تو ان کی والدہ سے پوچھا کہ سلیمانؓ آج صبح کی نماز میں موجود نہیں تھے والدہ نے کہا کہ رات بھر نفلوں میں مشغول رہا، نیند کے غلبہ سے آنکھ لگ گئی۔ آپؓ نے فرمایا میں صبح کی جماعت میں شریک ہوں یہ مجھے اس سے پسندیدہ ہے کہ رات بھر نفلیں پڑھوں

۳- عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اٰمُرَ فِتْيَتِيْ فَيَجْمَعُوْا لِيْ حُزَمًا مِّنْ حَطَبٍ ثُمَّ اٰتِيْ قَوْمًا يُصَلُّوْنَ فِيْ بُيُوْتِهِمْ لَيْسَتْ بِهِمْ عِلَّةٌ فَاُحَرِّقَهَا عَلَيْهِمْ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میرا دل چاہتا ہے کہ چند جوانوں سے کہوں کہ بہت سا ایندھن اکٹھا کر کے لائیں پھر میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو بلا عذر گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اور جا کر ان کے گھروں کو جلادوں۔

(رواہ مسلم وابوداؤد وابن ماجۃ والترمذی کذا فی الترغیب قال السیوطی فی الدر اخرج ابن ابی شیبۃ والبخاری ومسلم وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ رفعہ اثقل الصلوٰۃ علی المنافقین صلوٰۃ العشاء وصلوٰۃ الفجر ولو یعلمون ما فیھما لاتوھما ولو حبواً ولقد ھممت امر بالصلوٰۃ فتقام الحدیث بنحوہ)

فائدہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود اس شفقت اور رحمت کے جو امت کے حال پر تھی اور کسی شخص کی ادنیٰ سی تکلیف بھی گوارا نہ تھی ان لوگوں پر جو گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں اس قدر غصہ ہے کہ ان کے گھروں میں آگ لگا دینے کو بھی آمادہ ہیں۔

۱۳۔ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ ثَلٰثَۃٍ فِیْ قَرْیَۃٍ وَّلَا بَدْوٍ لَا تُقَامُ فِیْھِمُ الصَّلٰوۃُ اِلَّا اسْتَحْوَذَ عَلَیْھِمُ الشَّیْطٰنُ فَعَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَۃِ فَاِنَّمَا یَاْکُلُ الذِّئْبُ مِنَ الْغَنَمِ الْقَاصِیَۃَ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس گاؤں یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور وہاں باجماعت نماز نہ ہوتی ہو تو ان پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے، اس لیے جماعت کو ضروری سمجھو، بھیڑیا اکیلی بکری کو کھا جاتا ہے اور آدمیوں کا بھیڑیا شیطان ہے۔

(رواہ احمد وابوداؤد والنسائی وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحیھما والحاکم وزاد رزین فی جامعہ وان ذئب الانسان الشیطٰن اذا خلا بہ اکلہ کذا فی الترغیب ورقم لہ فی الجامع الصغیر بالصحۃ وصححہ الحاکم واقرہ علیہ الذھبی)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ کھیتی باڑی میں مشغول رہتے ہیں اگر تین آدمی ہوں تو ان کو جماعت سے نماز پڑھنا چاہیے بلکہ دو کو بھی جماعت سے پڑھنا اولیٰ ہے کسان عام طور سے اول تو نماز پڑھتے ہی نہیں کہ ان کے لیے کھیتی کی مشغولی اپنے نزدیک کافی عذر ہے اور جو بہت دیندار سمجھے جاتے ہیں وہ بھی اکیلے ہی پڑھ لیتے ہیں۔ حالانکہ اگر چند کھیت والے بھی ایک جگہ جمع ہو کر پڑھیں تو کتنی بڑی جماعت ہو جائے اور کتنا بڑا ثواب حاصل کریں، چار پیسے کے واسطے سردی گرمی دھوپ بارش سب سے بے نیاز ہو کر دن بھر مشغول رہتے ہیں لیکن اتنا بڑا ثواب ضائع کرتے ہیں اور اس کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے۔ حالانکہ یہ لوگ اگر جنگل میں جماعت سے نماز پڑھیں تو اور بھی زیادہ ثواب کا سبب ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ پچاس

نمازوں کا ثواب ہو جاتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی بکریاں چرانے والا کسی پہاڑ کی جڑ میں (یا جنگل میں) اذان کہتا ہے اور نماز پڑھنے لگتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس سے بے حد خوش ہوتے ہیں اور تعجب و تفاخر سے فرشتوں سے فرماتے ہیں، دیکھو جی میرا بندہ اذان کہہ کر نماز پڑھنے لگا، یہ سب میرے ڈر کی وجہ سے کر رہا ہے میں نے اس کی مغفرت کر دی اور جنت میں داخلہ طے کر دیا۔

۵ ۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ يَصُوْمُ النَّهَارَ وَيَقُوْمُ اللَّيْلَ وَلَا يَشْهَدُ الْجَمَاعَةَ وَلَا الْجُمُعَةَ فَقَالَ هٰذَا فِى النَّارِ ۔

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے کسی نے پوچھا کہ ایک شخص دن بھر روزہ رکھتا ہے اور رات بھر نفلیں پڑھتا ہے مگر جمعہ اور جماعت میں شریک نہیں ہوتا (اس کے متعلق کیا حکم ہے) آپؓ نے فرمایا کہ یہ شخص جہنمی ہے۔

(رواہ الترمذی موقوفا کذا فی الترغیب وفی تنبیہ الغافلین روی عن مجاهد ان رجلا جاء الی ابن عباس فقال یا ابن عباس ما تقول فی رجل فذکرہ بلفظہ زاد فی آخرہ فاختلف الیہ شهراً یسأله عن ذلك وهو يقول هو فی النار)

فائدہ: گو ایک خاص زمانہ تک سزا بھگتنے کے بعد جہنم سے نکل آئے کہ بہر حال مسلمان ہے مگر نہ معلوم کتنے عرصہ تک پڑا رہنا پڑے گا۔ جاہل صوفیوں میں وظیفوں اور نفلوں کا تو زور ہوتا ہے مگر جماعت کی پرواہ نہیں ہوتی، اس کو وہ بزرگی سمجھتے ہیں۔ حالانکہ کمال بزرگی اللہ کے محبوب کا اتباع ہے، ایک حدیث میں وارد ہے کہ تین شخصوں پر حق تعالیٰ شانہٗ لعنت بھیجتے ہیں ایک اس شخص پر جس سے نمازی (کسی معقول وجہ سے) ناراض ہوں اور وہ امامت کرے، دوسرے وہ عورت جس کا خاوند اس سے ناراض ہو، تیسرے اس شخص پر جو اذان کی آواز سنے اور جماعت میں شریک نہ ہو۔

۶ ۔ اَخْرَجَ ابْنُ مَرْدُوْيَهِ عَنْ كَعْبِ الْحَبْرِ قَالَ وَالَّذِىْ اَنْزَلَ التَّوْرَاةَ عَلٰى مُوْسٰى وَالْاِنْجِيْلَ عَلٰى عِيْسٰى وَالزَّبُوْرَ عَلٰى دَاوٗدَ

حضرت کعب احبارؓ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس پاک ذات کی جس نے تورات حضرت موسیٰ پر اور انجیل حضرت عیسیٰ پر اور زبور حضرت داؤد پر اور

وَالْفُرْقَانَ عَلٰى مُحَمَّدٍ اُنْزِلَتْ هٰذِهِ الْاٰيَاتُ فِي الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ حَيْثُ يُنَادٰى بِهِنَّ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ اِلٰى قَوْلِهٖ وَهُمْ سَالِمُوْنَ اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ اِذَا نُوْدِيَ بِهَا وَاَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ فِي الشُّعَبِ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ اَلصَّلَوَاتُ فِي الْجَمَاعَاتِ وَاَخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ الرَّجُلُ يَسْمَعُ الْاَذَانَ فَلَا يُجِيْبُ الصَّلٰوةَ كَذَا فِي الدُّرِّ الْمَنْثُوْرِ قلت وتمام الاٰية يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سَالِمُوْنَ ۝

نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام، نازل فرمائی اور قرآن شریف سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا کہ یہ آیتیں فرض نمازوں کو جماعت سے ایسی جگہ پڑھنے کے بارہ میں جہاں اذان ہوتی ہو نازل ہوئی ہیں (ترجمہ آیات) جس دن حق تعالیٰ شانہٗ ساق کی تجلّی فرمائیں گے. جو ایک خاص قسم کی تجلّی ہو گی اور لوگ اس دن سجدہ کے لیے بلائیں جاویں گے تو یہ لوگ سجدہ نہیں کر سکیں گے. ان کی آنکھیں شرم کے مارے جھکی ہوئی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی اس لیے کہ یہ لوگ دنیا میں سجدہ کی طرف بلائے جاتے تھے اور صحیح سالم و تندرست تھے. (پھر بھی سجدہ نہیں کرتے تھے)

فائدہ :- ساق کی تجلّی ایک خاص قسم کی تجلّی ہے. جو میدانِ حشر میں ہوگی اس تجلّی کو دیکھ کر سارے مسلمان سجدہ میں گر جائیں گے. مگر بعض لوگ ایسے ہوں گے. جن کی کمر تختہ ہو جائے گی اور سجدہ پر قدرت نہ ہوگی. یہ کون لوگ ہوں گے. اس کے بارے میں تفسیریں مختلف وارد ہوئی ہیں. ایک تفسیر یہ ہے جو کعب احبار سے منقول ہے اور اسی کے موافق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے بھی منقول ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے. جو دنیا میں جماعت کے واسطے بلائے جاتے تھے اور جماعت کی نماز نہیں پڑھتے تھے دوسری تفسیر بخاری شریف میں ابو سعید خدریؓ سے منقول ہے کہ میں نے حضور سے سنا کہ یہ لوگ وہ ہوں گے، جو دنیا میں ریا اور دکھلاوے کے واسطے نماز پڑھتے تھے. تیسری تفسیر یہ ہے کہ یہ کافر لوگ ہیں جو دنیا میں سرے سے نماز ہی نہیں پڑھتے تھے، چوتھی تفسیر یہ ہے کہ اس سے مراد منافق ہیں واللہ اعلم وعلمہ اتم

بہر حال اس تفسیر کے موافق جس کو حضرت کعب احبارؓ قسم کھا کر ارشاد فرما رہے ہیں اور حضرت ابن عباسؓ جیسے جلیل القدر صحابی امام تفسیر سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ کتنا سخت معاملہ ہے کہ میدانِ حشر میں ذلت و نکبت ہو اور جہاں سارے مسلمان سجدہ میں مشغول ہوں اس سے سجدہ ادا نہ ہو سکے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی وعیدیں جماعت کے چھوڑنے پر آئی ہیں۔ مسلمان کے لیے تو ایک وعید کی ضرورت نہیں کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم و ارشاد ہی سب کچھ ہے اور جس کو اس کی ضرورت نہیں۔ اس کے لیے ہزار طرح کی وعیدیں بھی بیکار ہیں۔ جب سزا کا وقت آئے گا تو پشیمانی ہوگی جو بیکار ہوگی۔

تیسرا باب

خشوع خضوع کے بیان میں

بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں اور ان میں سے بہت سے ایسے بھی ہیں جو جماعت کا بھی اہتمام فرماتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ایسی بری طرح پڑھتے ہیں کہ وہ نماز بجائے اس کے کہ ثواب و اجر کا سبب ہو، ناقص ہونے کی وجہ سے منہ پر مار دی جاتی ہے۔ گو نہ پڑھنے سے یہ بھی بہتر ہے۔ کیونکہ نہ پڑھنے کی صورت میں جو عذاب ہے وہ بہت زیادہ سخت ہے اور اس صورت میں یہ ہوا کہ وہ قابلِ قبول نہ ہوئی اور منہ پر پھینک کر مار دی گئی، اس پر کوئی ثواب ثواب نہیں ہوا لیکن نہ پڑھنے میں جس درجہ کی نافرمانی اور نخوت ہوگی وہ اس صورت میں نہ ہوگی، البتہ یہ مناسب ہے کہ جب آدمی وقت خرچ کرے کاروبار چھوڑے، مشقت اٹھائے تو اس کی کوشش کرنی چاہئے کہ جتنی زیادہ سے زیادہ وزنی اور قیمتی پڑھ لے اس میں کوتاہی نہ کرے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے۔ گو وہ قربانی کے بارے میں ہے۔ مگر احکام تو سارے ایک ہیں۔ فرماتے ہیں۔ لَن یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآؤُھَا وَلٰکِنْ یَّنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ نہ تو حق

تعالیٰ شانہٗ کے پاس ان کا گوشت پہنچتا ہے نہ ان کا خون بلکہ اس کے پاس تو تمھارا تقویٰ اور اخلاص پہنچتا ہے۔ پس جس درجہ کا اخلاص ہو گا۔ اسی درجہ کی مقبولیت ہو گی۔ حضرت معاذؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے جب مجھے یمن بھیجا تو میں نے آخری وصیت کی درخواست کی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دین کے ہر کام میں اخلاص کا اہتمام کرنا کہ اخلاص سے تھوڑا عمل بھی بہت کچھ ہے۔ حضرت ثوبانؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ اخلاص والوں کے لئے خوش حالی ہو کہ وہ ہدایت کے چراغ ہیں ان کی وجہ سے سخت سے سخت فتنے دور ہو جاتے ہیں۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ ضعیف لوگوں کی برکت سے اس امت کی مدد فرماتے ہیں نیز ان کی دعا سے ان کی نماز سے ان کے اخلاص سے۔ نماز کے بارے میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے۔ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۙ بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں جو ایسے ہیں کہ دکھلاوا کرتے ہیں بے خبر ہونے کی بھی مختلف تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ وقت کی خبر نہ ہو قضا کر دے، دوسرا یہ کہ متوجہ نہ ہو اور ادھر ادھر مشغول ہو، تیسرے یہ کہ یہی خبر نہ ہو کتنی رکعتیں ہوئیں۔ دوسری جگہ منافقین کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ہیں تو بہت کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں۔ صرف لوگوں کو دکھلاتے ہیں (کہ ہم بھی نمازی ہیں) اور اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے مگر بہت تھوڑا سا، ایک جگہ چند انبیاء کرام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر فرما کر ارشاد ہے فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۙ پس ان نبیوں کے بعد بعضے ایسے ناخلف پیدا ہوئے، جنہوں نے نماز کو برباد کر دیا اور خواہشاتِ نفسانیہ کے پیچھے پڑ گئے سو عنقریب آخرت میں خرابی دیکھیں گے۔ غیٌ کا ترجمہ لغت میں گمراہی ہے جس سے مراد آخرت کی خرابی اور ہلاکت ہے اور بہت سے مفسرین نے لکھا ہے کہ غیّ جہنم کا ایک طبقہ ہے۔ جس میں لہو پیپ وغیرہ جمع ہو گا۔ اس میں یہ لوگ ڈال دیئے جائیں گے۔ ایک جگہ ارشاد ہے۔ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى

وَلَا یُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَھُمْ کَارِھُوْنَ ۝ (ترجمہ) اور ان کی خیر خیرات مقبول ہونے کے کوئی چیز بجز اس کے مانع نہیں ہے کہ انہوں نے اللہ کے ساتھ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ کفر کیا اور نماز نہیں پڑھتے مگر کاہلی سے اور نیک کام میں خرچ نہیں کرتے مگر گرانی سے" اس کے بالمقابل اچھی طرح سے نماز پڑھنے والوں کے بارے میں ارشاد ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ خَاشِعُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِلزَّکٰوۃِ فَاعِلُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِفُرُوْجِھِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰی اَزْوَاجِھِمْ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُمْ فَاِنَّھُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۝ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْعٰدُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمٰنٰتِھِمْ وَعَھْدِھِمْ رَاعُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَوٰتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ (ترجمہ) بے شک کامیابی اور فلاح کو پہنچ گئے وہ مومن جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں اور وہ لوگ جو لغویات سے اعراض کرتے ہیں اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں (یا اپنے اخلاق کو درست کرنے والے ہیں) اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ بجز اپنی بیبیوں کے اور باندیوں کے کہ ان میں کوئی حرج نہیں البتہ جو ان کے علاوہ اور جگہ شہوت پوری کرنا چاہیں وہ لوگ حد سے گزرنے والے ہیں اور جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کی رعایت کرنے والے ہیں اور اپنی نمازوں کا اہتمام کرنے والے ہیں۔ یہی لوگ جنت کے وارث ہیں۔ جو فردوس کے وارث بنے گے اور ہمیشہ ہمیشہ کو اس میں رہیں گے۔ حدیث میں آیا ہے کہ فردوس جنت کا اعلیٰ اور افضل ترین حصہ ہے وہاں سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔ اسی پر عرش الٰہی ہوگا۔ جب تم جنت کی دعا کیا کرو تو جنت الفردوس مانگا کرو۔ دوسری جگہ نماز کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے۔ وَاِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخٰشِعِیْنَ الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّھُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّھِمْ وَاَنَّھُمْ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ (ترجمہ) "بے شک نماز دشوار ہے۔ مگر جن کے دلوں میں خشوع ہے ان پر کچھ بھی دشوار نہیں، یہ وہ لوگ ہیں جو اس کا خیال رکھتے ہیں کہ بلاشبہ وہ اپنے رب سے قیامت میں ملنے والے ہیں اور مرنے کے بعد اسی کی طرف لوٹ کے جانے والے ہیں"۔ ایسے ہی لوگوں کی تعریف میں ایک جگہ ارشاد خداوندی ہے۔

فِی بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۙ رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۙ لِیَجْزِیَھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَیَزِیْدَھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ ط وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ۝ پ ۱۸ ع ۱۰۔ ایسے گھروں میں جن کے متعلق اللہ جل شانہٗ نے حکم فرما دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے۔ ان کو بلند کیا جائے۔ ان میں صبح وشام اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جن کو اللہ کی یاد سے اور نماز کے قائم کرنے سے اور زکوٰۃ کے دینے سے نہ تو تجارت غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت غفلت میں ڈالتی ہے۔ وہ لوگ ایسے دن کی سختی سے ڈرتے ہیں، جس دن آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی یعنی قیامت کا دن) اور وہ لوگ یہ سب کچھ اس لیے کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ ان کے نیک اعمال کا بدلہ ان کو عطا فرما دیں اور بدلہ سے بھی بہت زیادہ انعامات اپنے فضل سے عطا فرما دیں اور اللہ جل شانہٗ تو جس کو چاہتے ہیں بے شمار عطا فرما دیتے ہیں ؎

تو وہ داتا ہے کہ دینے کے لیے
در تیری رحمت کے ہیں ہر دم کھلے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نماز قائم کرنے سے یہ مراد ہے کہ اس کے رکوع سجدہ کو اچھی طرح ادا کرے، ہمہ تن متوجہ رہے اور خشوع کے ساتھ پڑھے۔ قتادہؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا کہ نماز کا قائم کرنا اس کے اوقات کی حفاظت رکھنا اور وضو کا اور رکوع سجدے کا اچھی طرح ادا کرنا ہے یعنی جہاں جہاں قرآن شریف میں اَقَامَ الصَّلٰوۃَ اور یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ آیا ہے یہی مراد ہے۔ یہی لوگ ہیں جن کی تعریف دوسری جگہ ان الفاظ سے ارشاد فرمائی گئی وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّھِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا اور رحمٰن کے خاص بندے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر عاجزی سے (اکڑ کر نہیں چلتے) اور جب ان سے جاہل لوگ (جہالت کی) بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ سلام (یعنی سلامتی کی بات کرتے ہیں جو رفع شر

کی ہو یا بس دور ہی سے سلام، اور یہ وہ لوگ ہیں جو رات بھر گذار دیتے ہیں اپنے رب کے لیے سجدے کرنے میں اور نماز میں کھڑے رہنے میں" یہ آگے ان کے اور چند اوصاف ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا خٰلِدِيْنَ فِيْهَا حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا "یہی لوگ ہیں جن کو جنت کے بالاخانے بدلہ میں دیئے جائیں گے اس لیے کہ انہوں نے صبر کیا (یا دین پر ثابت قدم رہے) اور جنت میں فرشتوں کی طرف سے دعا و سلام سے استقبال کیا جائیگا اور اس جنت میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے کیا ہی اچھا ٹھکانا اور رہنے کی جگہ ہے دوسری جگہ ارشاد ہے وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (پ ۱۳ ع ۹) "اور فرشتے ہر دروازہ سے داخل ہوں گے اور کہیں گے کہ تم پر سلام (اور سلامتی) ہو اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا (یا دین پر مضبوط اور ثابت قدم رہے) پس کیا ہی اچھا انجام کار ٹھکانہ ہے"۔ انہیں لوگوں کی تعریف دوسری جگہ ان الفاظ سے فرمائی گئی ہے۔ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ "وہ لوگ ایسے ہیں کہ رات کو ان کے پہلو ان کی خوابگاہوں اور بستروں سے علیحدہ رہتے ہیں (کہ نماز پڑھتے رہتے ہیں اور) اپنے رب کو عذاب کے ڈر سے اور ثواب کی امید میں پکارتے رہتے ہیں اور ہماری عطا کی ہوئی چیزوں سے خرچ کرتے ہیں سو کوئی بھی نہیں جانتا کہ ایسے لوگوں کے لیے کیا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان پردۂ غیب میں موجود ہے جو بدلہ ہے ان کے نیک اعمال کا"۔ انہیں لوگوں کی شان میں ہے: اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ پ ۲۶ ع ۱۷ "بے شک متقی لوگ جنتوں، اور پانی کے چشموں کے درمیان میں ہوں گے اور ان کو ان کے رب اور مالک نے جو کچھ ثواب عطا فرمایا اس کو خوشی خوشی لے رہے ہوں گے اور کیوں نہ ہو کہ وہ لوگ اس سے پہلے (دنیا میں) اچھے کام کرنے والے

تھے وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے اور آخر شب میں استغفار کرنے والے تھے۔ ایک جگہ ارشادِ خداوندی ہے۔ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَائِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۞ پ ۲۳ ع ۱۵ (کیا برابر ہو سکتا ہے بے دین، اور وہ شخص جو عبادت کرنے والا ہو رات کے اوقات میں کبھی سجدہ کرنے والا ہو اور کبھی نیت باندھ کر کھڑا ہونے والا ہو آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہو (اچھا آپ ان سے یہ پوچھیں) کہیں عالم اور جاہل برابر ہو سکتا ہے (اور یہ ظاہر ہے کہ عالم اپنے رب کی عبادت کرے ہی گا اور جو ایسے کریم مولا کی عبادت نہ کرے وہ جاہل بلکہ اجہل ہے ہی) نصیحت وہی لوگ مانتے ہیں جو اہلِ عقل ہیں"۔ ایک جگہ ارشاد ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلٰوتِهِمْ دَائِمُوْنَ ۞ اس میں شک نہیں کہ انسان غیر مستقل مزاج پیدا ہوا ہے کہ جب کوئی تکلیف اس کو پہنچتی ہے تو بہت زیادہ گھبرا جاتا ہے اور جب کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے کہ دوسرے کو یہ بھلائی نہ پہنچے مگر (ہاں)، وہ نمازی جو اپنی نماز کے ہمیشہ پابند رہتے ہیں اور سکون و وقار سے پڑھنے والے ہیں۔ آگے ان کی اور چند صفتیں ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے کہ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ پ ۲۹ ع ۷، اور وہ لوگ نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کا جنت میں اکرام کیا جائے گا"۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں نماز کا حکم اور نمازیوں کے فضائل ان کے اعزاز و اکرام ذکر فرمائے گئے ہیں، اور حقیقت میں نماز ایسی ہی دولت ہے۔ اسی وجہ سے دوجہاں کے سردار فخر رسل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ دعا فرماتے ہیں رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۞ اے رب مجھ کو نماز کا خاص اہتمام کرنے والا بنا دے اور میری اولاد میں سے بھی ایسے لوگ پیدا فرما جو اہتمام کرنے والے ہوں، اے ہمارے رب میری یہ دعا قبول فرمائے"

اللہ کا ایک پیارا نبی جس کو خلیل ہونے کا بھی فخر ہے وہ نماز کی پابندی اور اہتمام کو اللہ ہی سے مانگتا ہے۔ خود حق سبحانہٗ و تقدس اپنے محبوب سیّد المرسلین کو حکم فرماتے ہیں وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ۔ پ ۱۶ ع ۱۷، اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرتے رہیے اور خود بھی اس کا اہتمام کیجئے۔ ہم آپ سے روزی دکھوانا نہیں چاہتے روزی تو آپ کو ہم دیں گے اور بہترین انجام تو پرہیزگاری کا ہے۔" حدیث میں آیا ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ تنگی وغیرہ پیش آتی تو گھر والوں کو نماز کا حکم فرماتے اور یہ آیت تلاوت فرماتے اور یہی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا بھی معمول نقل کیا گیا کہ جب بھی ان حضرات کو کوئی دقت پیش آتی او وہ نماز میں مشغول ہو جاتے مگر ہم لوگ اس اہم چیز سے ایسے غافل اور بے نیاز ہیں کہ اسلام اور مسلمانی کے لمبے لمبے دعوؤں کے باوجود بھی ادھر متوجہ نہیں ہوتے بلکہ اگر کوئی بلانے والا کہنے والا کھڑا ہوتا ہے تو اس پر فقرے کستے ہیں اس کی مخالفت کرتے ہیں مگر کسی کا کیا نقصان ہے اپنا ہی کچھ کھوتے ہیں اور جو لوگ نماز پڑھتے بھی ہیں ان میں سے بھی اکثر ایسی پڑھتے ہیں جس کو نماز کے ساتھ مذاق سے اگر تعبیر کیا جائے تو بے جا نہیں کہ اکثر ارکان بھی پورے طور سے ادا نہیں کرتے خشوع و خضوع کا تو کیا ذکر ہے۔ حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ سامنے ہے وہ ہر کام خود کر کے دکھلا گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے کارنامے بھی سامنے ہیں ان کا اتباع کرنا چاہیئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے چند قصے نمونہ کے طور پر اپنے رسالہ حکایاتِ صحابہؓ میں لکھ چکا ہوں یہاں ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس رسالہ میں چند حکایات صوفیاء کی نقل کرنے کے بعد چند ارشادات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقل کرتا ہوں۔

شیخ عبدالواحدؒ مشہور صوفیاء میں ہیں فرماتے ہیں کہ ایک روز نیند کا اتنا غلبہ ہوا کہ رات کو اوراد و وظائف بھی چھوٹ گئے، خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت حسین خوبصورت لڑکی سبز ریشمی لباس پہنے ہوئے ہے جس کے پاؤں کی جوتیاں تک تسبیح میں مشغول ہیں۔ کہتی ہے کہ میری طلب میں کوشش کر میں تیری طلب میں ہوں۔ اس کے بعد اس نے چند شوقیہ شعر پڑھے، یہ خواب سے اٹھے اور قسم کھالی کہ رات کو نہیں سوؤں گا کہتے ہیں کہ چالیس برس تک

صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی۔

شیخ مظہر سعدیؒ ایک بزرگ ہیں جو اللہ جلّ شانہٗ کے عشق و شوق میں ساٹھ برس تک روتے رہے، ایک شب خواب میں دیکھا گویا ایک نہر ہے جس میں خالص مشک بھرا ہوا ہے۔ اس کے کنارے پر موتیوں کے درخت سونے کی شاخوں والے لہرا رہے ہیں وہاں چند نوعمر لڑکیاں پکار پکار کر اللہ کی تسبیح میں مشغول ہیں۔ انہوں نے پوچھا تم کون ہو تو انہوں نے دو شعر پڑھے جن کا مطلب یہ تھا کہ ہم کو لوگوں کے معبود اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار نے ان لوگوں کے واسطے پیدا فرمایا ہے جو رات کو اپنے پروردگار کے سامنے اپنے قدموں پر کھڑے رہتے ہیں اور اپنے اللہ سے مناجات کرتے رہتے ہیں۔

ابوبکرؒ کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک نوجوان غلام رہتا تھا، دن بھر روزہ رکھتا تھا اور رات بھر تہجد پڑھتا، ایک دن وہ میرے پاس آیا اور بیان کیا کہ میں اتفاق سے آج رات سو گیا تھا خواب میں دیکھا کہ محراب کی دیوار پھٹی، اس میں سے چند لڑکیاں نہایت ہی حسین اور خوبصورت ظاہر ہوئیں مگر ایک ان میں نہایت بدصورت بھی ہے میں نے ان سے پوچھا تم کون ہو اور یہ بدصورت کون ہے وہ کہنے لگیں کہ ہم تیری گذشتہ راتیں ہیں اور یہ تیری آج کی رات ہے۔

ایک بزرگؒ کہتے ہیں کہ مجھے ایک رات ایسی گہری نیند آئی کہ آنکھ نہ کھلی میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک ایسی نہایت حسین لڑکی ہے کہ اس جیسی میں نے عمر بھر نہیں دیکھی۔ اس میں سے ایسی تیز خوشبو مہک رہی تھی کہ میں نے ویسی خوشبو کبھی نہیں سونگھی، اس نے مجھے ایک کاغذ کا پرچہ دیا جس میں تین شعر لکھے ہوئے تھے ان کا مطلب یہ تھا کہ تو نیند کی لذت میں مشغول ہو کر جنت کے بالاخانوں سے غافل ہو گیا جہاں ہمیشہ تجھے رہنا ہے اور موت بھی وہاں نہ آئے گی۔ اپنی نیند سے اٹھ، سونے سے تہجد میں قرآن پڑھنا بہت بہتر ہے، کہتے ہیں اس کے بعد سے جب مجھے نیند آتی ہے اور یہ اشعار یاد آتے ہیں تو نیند بالکل اڑ جاتی ہے۔

حضرت عطاؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک بازار میں گیا وہاں ایک باندی فروخت ہو رہی تھی جو دیوانی بتائی جاتی تھی میں نے سات دینار میں خرید لی اور اپنے گھر لے آیا، جب رات کا کچھ حصہ گذرا تو میں نے دیکھا کہ وہ اٹھی وضو کیا، نماز شروع کر دی اور نماز میں اس کی یہ حالت تھی

کہ روتے روتے اس کا دم نکلا جاتا تھا۔ نماز کے بعد اس نے مناجات شروع کی اور یہ کہنے لگی۔ اے میرے معبود آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم مجھ پر رحم فرما۔ میں نے اس سے کہا کہ اس طرح نہ کہو، یوں کہو کہ مجھے تجھ سے محبت رکھنے کی قسم، یہ سن کر اس کو غصّہ آگیا اور کہنے لگی قسم ہے اس ذات کی اگر اس کو مجھ سے محبّت نہ ہوتی تو مجھے یوں میٹھی نیند نہ سُلاتا اور مجھے یوں کھڑا نہ رکھتا۔ پھر اوندھے منہ گر گئی اور چند شعر پڑھے جن کا مطلب یہ ہے کہ بے چینی بڑھتی جارہی ہے اور دل جلا جارہا ہے اور صبر جاتا رہا اور آنسو بہہ رہے ہیں اس شخص کو کس طرح قرار آسکتا ہے جس کو عشق اور اضطراب سے چین ہی نہیں، اے اللہ اگر کوئی خوشی کی چیز ہو تو اس کو عطا فرما کر مجھ پر احسان فرما۔ اس کے بعد بلند آواز سے یہ دعا کی کہ یا اللہ میرا اور آپکا معاملہ اب تک پوشیدہ تھا اب مخلوق کو خبر ہو چلی، اب مجھے اٹھا لیجئے، یہ کہہ کر زور سے ایک چیخ ماری اور مر گئی۔

اسی قسم کا ایک واقعہ حضرت سرّیؒ کے ساتھ بھی پیش آیا کہتے ہیں کہ میں نے اپنی خدمت کے لیے ایک باندی خریدی، ایک مدّت تک وہ میری خدمت کرتی رہی اور اپنی حالت کا مجھ سے اخفا کرتی اس کی نماز کی ایک جگہ متعیّن تھی۔ جب کام سے فارغ ہو جاتی وہاں جا کر نماز میں مشغول ہو جاتی، ایک رات میں نے دیکھا کہ وہ کبھی نماز پڑھتی ہے اور کبھی مناجات میں مشغول ہو جاتی ہے اور کہتی ہے کہ آپ اس محبّت کے وسیلہ سے جو مجھ سے ہے فلاں فلاں کام کر دیں۔ میں نے آواز سے کہا کہ اے عورت یوں کہہ کہ میری محبّت کے وسیلہ سے جو مجھے آپ سے ہے، کہنے لگی میرے آقا اگر اس کو مجھ سے محبّت نہ ہوتی تو تمہیں نماز سے بٹھلا کر مجھے کھڑا نہ کرتا۔ سریؒ کہتے ہیں جب صبح ہوئی تو میں نے اس کو بلا کر کہا کہ تو میری خدمت کے قابل نہیں اللہ ہی کی عبادت کے لائق ہے اور اسے کچھ سامان دے کر آزاد کر دیا۔

حضرت سری سقطیؒ ایک عورت کا حال فرماتے ہیں کہ جب وہ تہجّد کی نماز کو کھڑی ہوتی تو کہتی، اے اللہ ابلیس بھی تیرا ایک بندہ ہے اس کی پیشانی بھی تیرے قبضہ میں ہے وہ مجھے دیکھتا ہے اور میں اُسے نہیں دیکھ سکتی تو اُسے دیکھتا ہے اور اس کے سارے کاموں پر قادر ہے اور وہ تیرے کسی کام پر بھی قدرت نہیں رکھتا اے اللہ اگر وہ میری برائی چاہے تو تُو اس کو دفع کر اور وہ میرے ساتھ مکر کرے تو تو اس کے مکر کا انتقام لے۔ میں اس کے شر سے

تیری پناہ مانگتی ہوں اور تیری مدد سے اس کو دھکیلتی ہوں اس کے بعد وہ روتی رہتی تھی حتیٰ کہ روتے روتے اس کی ایک آنکھ جاتی رہی لوگوں نے اس سے کہا، خدا سے ڈر کہیں دوسری آنکھ بھی نہ جاتی رہے۔ اُس نے کہا اگر یہ آنکھ جنّت کی آنکھ ہے تو اللہ جل شانہٗ اس سے بہتر عطا فرمائیں گے اور اگر دوزخ کی آنکھ ہے تو اس کا دُور ہی ہونا اچھا۔

شیخ ابوعبداللہ جلاءؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میری والدہ نے میرے والد سے مچھلی کی فرمائش کی، والد صاحب بازار تشریف لے گئے میں بھی ساتھ تھا مچھلی خریدی۔ گھر تک لانے کے لیے مزدور کی تلاش تھی کہ ایک نوعمر لڑکا جو پاس ہی کھڑا تھا کہنے لگا چچا جان اسے اٹھانے کے واسطے مزدور چاہیے کہا ہاں، اس لڑکے نے اپنے سر پر اٹھائی اور ہمارے ساتھ چل دیا راستہ میں اس نے اذان کی آواز سُن لی کہنے لگا اللہ کے منادی نے بلایا ہے مجھے وضو بھی کرنا ہے نماز کے بعد لے جاسکوں گا آپ کا دل چاہے انتظار کر لیجئے ورنہ اپنی مچھلی لے لیجئے یہ کہا اور مچھلی رکھ کر چلا گیا۔ میرے والد صاحب کو خیال آیا کہ یہ مزدور لڑکا تو ایسا کرے ہمیں بطریق اولیٰ اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے، یہ سوچ کر وہ بھی مچھلی رکھ کر مسجد میں چلے گئے، نماز سے فارغ ہو کر ہم سب آئے تو مچھلی اسی طرح رکھی ہوئی تھی، اس نے اٹھا کر ہمارے گھر پہنچادی۔ گھر جا کر والد نے یہ عجیب قصّہ والدہ کو سُنایا۔ انہوں نے فرمایا کہ اس کو روک لو وہ بھی مچھلی کھا کر جائے اُس سے کہا گیا تو اس نے جواب دیا کہ میرا تو روزہ ہے، والد نے اصرار کیا کہ شام کے وقت یہیں آ کر افطار کیجیے لڑکے نے کہا میں ایک دفعہ جا کر دوبارہ نہیں آتا، ہاں یہ ممکن ہے کہ میں پاس ہی مسجد میں رہوں شام کو آپ کی دعوت کھا کر چلا جاؤں گا یہ کہہ کر وہ قریب ہی مسجد میں چلا گیا، شام کو بعد مغرب آیا، کھانا کھایا اور کھانے سے فراغت پر اُسے تخلیہ کی جگہ بتادی۔ ہمارے قریب ہی ایک اپاہج عورت رہا کرتی تھی ہم نے دیکھا کہ وہ بالکل اچھی تندرست چلی آرہی ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا کہ تو کس طرح اچھی ہوگئی اس نے جواب دیا کہ میں نے اس مہمان کے طفیل سے دعا کی تھی کہ یا اللہ اس کی برکت سے مجھے اچھا کردے میں فوراً اچھی ہوگئی۔ اس کے بعد جب ہم اس کے تخلیہ کی جگہ اس کو دیکھنے گئے تو دیکھا دروازے بند ہیں اور اس مزدور کا کہیں پتہ نہیں۔

ایک بزرگ کا قصّہ لکھا ہے کہ ان کے پاؤں میں پھوڑا نکل آیا طبیبوں نے کہا اگر ان کا پاؤں نہ کاٹا گیا تو ہلاکت کا اندیشہ ہے ان کی والدہ نے کہا ابھی ٹھہر جاؤ، جب یہ نماز کی نیت باندھ لیں تو کاٹ لینا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔

ابو عامرؒ کہتے ہیں میں نے ایک باندی دیکھی جو بہت کم داموں میں فروخت ہو رہی تھی اور وہ نہایت دُبلی پتلی تھی اس کا پیٹ کمر سے لگ رہا تھا، بال بکھرے ہوئے تھے میں نے اس پر رحم کھا کر اس کو خرید لیا اس سے کہا کہ ہمارے ساتھ بازار چل، رمضان المبارک کے واسطے کچھ ضروری سامان خرید لیں، کہنے لگی اللہ کا شکر ہے جس نے میرے واسطے سارے مہینے یکساں کر دیے، وہ ہمیشہ دن کو روزہ رکھتی، رات بھر نماز پڑھتی، جب عید قریب آئی تو میں نے اس سے کہا کہ کل صبح بازار چلیں گے تو بھی ساتھ چلنا، عید کے لیے کچھ ضروری سامان خرید لائیں گے کہنے لگی میرے آقا تم تو دنیا میں بہت ہی مشغول ہو، پھر اندر گئی اور نماز میں مشغول ہو گئی اور اطمینان سے ایک ایک آیت مزے لے لے کر پڑھتی رہی اور جب اس آیت پر پہنچی وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ۔ الآیۃ (سورۂ ابراہیم ع ۳) اس آیت کو بار بار پڑھتی رہی اور ایک چیخ مار کر اس دنیا سے رخصت ہو گئی۔

ایک سید صاحبؒ کا قصّہ لکھا ہے کہ بارہ دن تک ایک ہی وضو سے ساری نمازیں پڑھیں اور پندرہ برس مسلسل لیٹنے کی نوبت نہیں آئی کئی کئی دن ایسے گذر جاتے کہ کوئی چیز چکھنے کی نوبت نہ آتی تھی۔

اہلِ مجاہدہ لوگوں میں اس قسم کے واقعات بہت کثرت سے ملتے ہیں، ان حضرات کی حرص تو بہت ہی مشکل ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے ان کو پیدا ہی اس لیے فرمایا تھا لیکن جو حضرات اکابر کہ دوسرے دینی اور دنیوی مشاغل میں مشغول تھے، ان کی حرص بھی ہم جلیسوں کو دشوار ہے، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ سے سب ہی واقف ہیں، خلفاء راشدین کے بعد انہیں کا شمار ہے، ان کی بیوی فرماتی ہیں کہ عمر بن عبد العزیزؒ سے زیادہ وضو اور نماز میں مشغول رہنے والے تو اور بھی ہوں گے لیکن ان سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا میں نے نہیں دیکھا عشاء کی نماز کے بعد مصلے پر بیٹھ جاتے اور دعا کے واسطے ہاتھ اٹھاتے اور روتے رہتے حتیٰ کہ اسی میں نیند

کا غلبہ ہوتا تو آنکھ لگ جاتی پھر جب کھل جاتی تو اسی طرح روتے رہتے اور دعا میں مشغول رہتے کہتے ہیں خلافت کے بعد سے غسلِ جنابت کی نوبت نہیں آئی ان کی بیوی عبد الملک بادشاہ کی بیٹی تھیں، باپ نے بہت سے زیورات اور جواہر دیئے تھے اور ایک ایسا ہیرا دیا تھا جس کی نظیر نہیں تھی، آپ نے بیوی سے فرمایا کہ دو باتوں میں سے ایک اختیار کر یا تو وہ سارا زیور اللہ کے واسطے دے کہ میں اس کو بیت المال میں داخل کر دوں یا مجھ سے جدائی اختیار کرلے مجھے یہ چیز ناگوار ہے کہ میں اور وہ مال ایک گھر میں جمع رہیں بیوی نے عرض کیا وہ مال کیا چیز ہے میں اس سے کئی چند زیادہ پر بھی آپ کو نہیں چھوڑ سکتی یہ کہہ کر سب کا سب بیت المال میں داخل کر دیا۔ آپ کے انتقال کے بعد جب عبد الملک کا بیٹا یزید بادشاہ بنا تو اس نے بہن سے دریافت کیا اگر تم چاہو تو تمہارا زیور تم کو واپس دے دیا جائے فرمانے لگیں کہ جب میں ان کی زندگی میں اس سے خوش نہ ہوئی تو ان کے مرنے کے بعد اس سے کیا خوش ہوں گی۔ مرض الموت میں آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ اس مرض کے متعلق کیا خیال کیا جاتا ہے کسی نے عرض کیا کہ لوگ جادو سمجھ رہے ہیں، آپ نے فرمایا یہ نہیں، پھر ایک غلام کو بلایا، اس سے پوچھا کہ مجھے زہر دینے پر کس چیز نے تجھے آمادہ کیا۔ اس نے کہا، سو دینار دیئے گئے اور آزادی کا وعدہ کیا گیا آپ نے فرمایا وہ دینار لے آ، اس نے حاضر کر دیئے۔ آپ نے ان کو بیت المال میں داخل فرما دیا اور اس غلام سے فرمایا تو کسی ایسی جگہ چلا جا جہاں تجھے کوئی نہ دیکھے، انتقال کے وقت مسلمہؒ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ نے اولاد کے ساتھ ایسا کیا جو کسی نے بھی نہیں کیا ہوگا، آپ کے تیرہ بیٹے ہیں اور ان کے لیے نہ کوئی روپیہ آپ نے چھوڑا نہ پیسہ، آپ نے فرمایا ذرا مجھے بٹھا دو، بیٹھ کر فرمایا کہ میں نے ان کا کوئی حق نہیں دبایا اور جو دوسروں کا حق تھا وہ ان کو دیا نہیں پس اگر وہ صالح ہیں تو اللہ جل شانہٗ خود ان کا کفیل ہے قرآن پاک میں ارشاد ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ (وہی متولّی ہے صلحاء کا)، اور اگر وہ گناہ گار ہیں تو ان کی مجھے بھی کچھ پرواہ نہیں۔

حضرت امام احمد حنبلؒ جو فقہ کے مشہور امام ہیں، دن بھر مسائل میں مشغول رہنے کے باوجود رات دن میں تین سو رکعات نفل پڑھتے تھے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ ایک رکعت میں

پورا قرآن شریف پڑھ لیتے تھے، حضرت محمدؒ بن منکدرؒ حفاظِ حدیث میں ہیں، ایک رات تہجد میں اتنی کثرت سے روئے کہ حد نہ رہی کسی نے دریافت کیا تو فرمایا تلاوت میں یہ آیت آگئی تھی وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ اخیر تک (سورہ زمر ع ۵) اوپر کی آیت میں اس کا ذکر ہے کہ اگر ظلم کرنے والوں کے پاس دنیا کی ساری چیزیں ہوں اور اتنی ہی ان کے ساتھ اور بھی ہوں تو وہ قیامت کے دن سخت عذاب سے چھوٹنے کے لیے فدیہ کے طور پر دینے لگیں اس کے بعد ارشاد ہے وَبَدَا لَهُمْ الآیہ۔ اور اللہ کی طرف سے ان کے لیے (عذاب کا) وہ معاملہ پیش آئیگا جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا اور اس وقت ان کو اپنی تمام بدعمالیاں ظاہر ہو جائیں گی۔ حضرت محمد ابن منکدر وفات کے وقت بھی بہت گھبرا رہے تھے اور فرماتے تھے کہ اسی آیت سے ڈر رہا ہوں۔

حضرت ثابت بنانیؒ حفاظِ حدیث میں ہیں اس قدر کثرت سے اللہ کے سامنے روتے تھے کہ حد نہیں کسی نے عرض کیا کہ آنکھیں جاتی رہیں گی فرمایا کہ ان آنکھوں سے اگر روئیں نہیں تو فائدہ ہی کیا ہے اس کی دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہو سکتی ہو تو مجھے بھی ہو جائے ابو سنانؒ کہتے ہیں خدا کی قسم میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے ثابت کو دفن کیا، دفن کرتے ہوئے لحد کی ایک اینٹ گر گئی تو میں نے دیکھا کہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا، دیکھو یہ کیا ہو رہا ہے، اس نے مجھے کہا چپ ہو جاؤ، جب دفن کر چکے تو ان کے گھر جا کر ان کی بیٹی سے دریافت کیا کہ ثابتؒ کا عمل کیا تھا۔ اس نے کہا کیوں پوچھتے ہو ہم نے قصہ بیان کیا اس نے کہا کہ پچاس برس شب بیداری کی اور صبح کو ہمیشہ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر تو کسی کو یہ دولت عطا کرے کہ وہ قبر میں نماز پڑھے تو مجھے بھی عطا فرما۔

حضرت امام ابو یوسفؒ باوجود علمی مشاغل کے جو سب کو معلوم ہیں اور ان کے علاوہ قاضی القضاۃ ہونے کی وجہ سے قضا کے مشاغل علیحدہ تھے، لیکن پھر بھی دو سو رکعات نوافل روزانہ پڑھتے تھے۔ حضرت محمدؒ بن نصرؒ مشہور محدّث ہیں۔ اس انہماک سے نماز پڑھتے تھے جس کی نظیر ملنی مشکل ہے ایک مرتبہ پیشانی پر ایک بھڑ نے نماز میں کاٹا جس کی وجہ سے خون بھی نکل

آیا مگر نہ حرکت ہوئی نہ خشوع وخضوع میں کوئی فرق آیا کہتے ہیں کہ نماز میں لکڑی کی طرح سے بے حرکت کھڑے رہتے تھے۔ حضرت بقی بن مخلد روزانہ تہجد اور وتر کی تیرہ رکعت میں ایک قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ہنادؒ ایک محدث ہیں، ان کے شاگرد کہتے ہیں کہ وہ بہت ہی زیادہ روتے تھے۔ ایک مرتبہ صبح کو ہمیں سبق پڑھاتے رہے اس کے بعد وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر زوال تک نفلیں پڑھتے رہے، دوپہر کو گھر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں آکر ظہر کی نماز پڑھائی اور عصر تک نفلوں میں مشغول رہے پھر عصر کی نماز پڑھائی اور قرآن پاک کی تلاوت مغرب تک فرماتے رہے۔ مغرب کے بعد میں واپس چلا آیا۔ میں نے ان کے ایک پڑوسی سے تعجب سے کہا کہ یہ شخص کس قدر عبادت کرنے والے ہیں اس نے کہا کہ ستر برس سے ان کا یہی عمل ہے اور اگر تم ان کی رات کی عبادت دیکھو گے تو اور بھی تعجب کرو گے۔

مسروقؒ ایک محدث ہیں ان کی بیوی کہتی ہیں کہ وہ نمازیں اتنی لمبی لمبی پڑھا کرتے تھے کہ ان کی پنڈلیوں پر ہمیشہ اس کی وجہ سے ورم رہتا تھا اور میں ان کے پیچھے بیٹھی ہوئی ان کے حال پر ترس کھا کر رویا کرتی تھی۔ سعید بن المسیبؒ کے متعلق لکھا ہے کہ پچاس برس تک عشاء اور صبح ایک ہی وضو سے پڑھی اور ابو المعتمرؒ کے متعلق لکھا ہے کہ چالیس برس ایسا ہی کیا۔ امام غزالیؒ نے ابو طالب مکیؒ سے نقل کیا کہ چالیس تابعیوں سے تواتر کے طریق سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے، ان میں سے بعض کا چالیس برس تک یہی عمل رہا حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے متعلق تو بہت کثرت سے یہ چیز نقل کی گئی کہ تیس، چالیس یا پچاس برس عشاء اور صبح ایک وضو سے پڑھی اور یہ اختلاف نقل کرنے والوں کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ جس شخص کو جتنے سال کا علم ہوا، اتنا ہی نقل کیا۔ لکھا ہے کہ آپ کا معمول صرف دوپہر کو تھوڑی دیر سونے کا تھا اور یہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ دوپہر کے سونے کا حدیث میں حکم ہے۔ حضرت امام شافعیؒ صاحب کا معمول تھا کہ رمضان میں ساٹھ قرآن شریف نماز میں پڑھتے تھے، ایک شخص کہتے ہیں کہ میں کئی روز تک امام شافعیؒ کے یہاں رہا، صرف رات کو تھوڑی دیر سوتے تھے۔ حضرت امام احمدؒ ابن حنبل تین سو رکعتیں روزانہ پڑھتے تھے اور جب بادشاہِ وقت نے آپ کے کوڑے لگوائے اور اس کی وجہ سے ضعف بہت

ہو گیا تو ڈیڑھ سو رہ گئی تھیں اور تقریباً اسّی برس کی عمر تھی، ابو عتاب سلمیؒ چالیس برس تک رات بھر روتے تھے اور دن کو روزہ رکھتے، ان کے علاوہ ہزاروں لاکھوں واقعات توفیق والوں کے کتب میں مذکور ہیں جن کا احاطہ بھی دشوار ہے نمونہ اور مثال کے لیے یہی واقعات کافی ہیں حق تعالیٰ شانہٗ مجھے بھی اور ناظرین کو بھی ان حضرات کے اتباع کا کچھ حصّہ اپنے لطف و فضل سے نصیب فرمائیں۔ آمین

۱۔ عَنْ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ رض قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَنْصَرِفُ وَمَا کُتِبَ لَہٗ اِلَّا عُشْرُ صَلٰوتِہٖ تُسْعُھَا ثُمُنُھَا سُبُعُھَا سُدُسُھَا خُمُسُھَا رُبُعُھَا ثُلُثُھَا نِصْفُھَا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی نماز سے فارغ ہوتا ہے اور اس کے لیے ثواب کا دسواں حصہ لکھا جاتا ہے اسی طرح بعض کے لیے نواں حصہ بعض کے لیے آٹھواں ساتواں، چھٹا، پانچواں، چوتھائی، تہائی، آدھا حصّہ لکھا جاتا ہے۔

(رواہ ابو داؤد وقال المنذری فی الترغیب رواہ ابو داؤد والنسائی وابن حبان فی صحیحہ بنحوہ اھ وعزاہ فی الجامع الصغیر الی احمد وابی داؤد وابن حبان ورقم لہ بالصحیح وفی المنتخب عزاہ الی احمد ایضاً وفی الدر المنثور اخرج احمد عن ابی الیسر مرفوعاً منکم من یصلی الصلوٰۃ کاملۃ ومنکم من یصلی النصف والثلث والربع حتی بلغ العشر قال المنذری فی الترغیب رواہ النسائی باسناد حسن واسم ابی الیسر کعب بن عمرو السلمی شھد بدراً اھ)

فائدہ:۔ یعنی جس درجہ کا خشوع اور اخلاص نماز میں ہوتا ہے اُتنی ہی مقدار اجر و ثواب کی ملتی ہے حتّٰی کہ بعض کو پورے اجر کا دسواں حصہ ملتا ہے اگر اس کے موافق خشوع و خضوع ہو اور بعض کو آدھا مل جاتا ہے اور اسی طرح دسویں سے کم اور آدھے سے زیادہ بھی مل جاتا ہے حتّٰی کہ بعض کو پورا پورا اجر مل جاتا ہے اور بعض کو بالکل ہی نہیں ملتا کہ وہ اس قابل ہی نہیں ہوتی، ایک حدیث میں آیا ہے کہ فرض نماز کے لیے اللہ کے یہاں ایک خاص وزن ہے، جتنی اس میں کمی رہ جاتی ہے اس کا حساب کیا جاتا ہے۔ احادیث میں آیا ہے کہ لوگوں میں سے سب سے پہلے خشوع اٹھایا جائے گا کہ پوری جماعت میں ایک شخص بھی خشوع سے پڑھنے والا نہ ملے گا[1]

[1] جامع الصغیر

۲- رُوِیَ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّی الصَّلٰوۃَ لِوَقْتِہَا وَاَسْبَغَ لَہَا وُضُوْءَہَا وَ اَتَمَّ لَہَا قِیَامَہَا وَ خُشُوْعَہَا وَرُکُوْعَہَا وَسُجُوْدَہَا خَرَجَتْ وَھِیَ بَیْضَاءُ مُسْفِرَۃٌ تَقُوْلُ حَفِظَکَ اللّٰہُ کَمَا حَفِظْتَنِیْ وَمَنْ صَلَّاہَا لِغَیْرِ وَقْتِہَا وَلَمْ یُسْبِغْ لَہَا وُضُوْءَہَا وَلَمْ یُتِمَّ لَہَا خُشُوْعَہَا وَلَا رُکُوْعَہَا وَلَا سُجُوْدَہَا خَرَجَتْ وَھِیَ سَوْدَاءُ مُظْلِمَۃٌ تَقُوْلُ ضَیَّعَکَ اللّٰہُ کَمَا ضَیَّعْتَنِیْ حَتّٰی اِذَا کَانَتْ حَیْثُ شَاءَ اللّٰہُ لُفَّتْ کَمَا یُلَفُّ الثَّوْبُ الْخَلَقُ ثُمَّ ضُرِبَ بِہَا وَجْہُہٗ۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص نمازوں کو اپنے وقت پر پڑھے وضو بھی اچھی طرح کرے خشوع و خضوع سے بھی پڑھے کھڑا بھی پورے وقار سے ہو۔ پھر اسی طرح رکوع سجدہ بھی اچھی طرح اور اطمینان سے کرے غرض ہر چیز کو اچھی طرح ادا کرے تو وہ نماز نہایت روشن چمکدار بن کر جاتی ہے اور نمازی کو دعا دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ تیری بھی ایسی ہی حفاظت کرے جیسی تو نے میری حفاظت کی، اور جو شخص نماز کو بُری طرح پڑھے، وقت کو بھی ٹال دے، وضو بھی اچھی طرح نہ کرے، رکوع سجدہ بھی اچھی طرح نہ کرے تو وہ نماز بُری صورت سے سیاہ رنگ میں بددعا دیتی ہوئی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے بھی ایسا ہی برباد کرے جیسا تُو نے مجھے ضائع کیا اس کے بعد وہ نماز پُرانے کپڑے کی طرح سے لپیٹ کر نمازی کے منہ پر مار دی جاتی ہے۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط کذا فی الترغیب والدر المنثور وعزاہ فی المنتخب الی البیہقی فی الشعب وفیہ ایضا بروایۃ عبادۃؓ بمعناہ وزاد فی الاولی بعد قولہ کما حفظتنی ثم اصعد بہا الی السماء ولہا ضوء و نور ففتحت لہ ابواب السماء حتی ینتہی بہا الی اللہ فتشفع لصاحبہا وقال فی الثانیۃ و غلقت دونہا ابواب السماء وعزاہ فی الدر الی البزار والطبرانی فی الجامع الصغیر حدیث عبادۃ الی الطیالسی وقال صحیح)

فائدہ: خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو نماز کو اچھی طرح پڑھیں کہ اللہ کی اہم ترین عبادت ان کے لیے دعا کرتی ہے لیکن عام طور سے وہی نماز پڑھی جاتی ہے کہ رکوع کیا تو وہیں سے سجدے میں چلے گئے سجدے سے اُٹھے تو سر اٹھانے بھی نہ پائے تھے کہ فوراً کوے کی سی

ٹھونگ دوسری دفعہ مار دی ایسی نماز کا جو حشر ہے وہ اس حدیث شریف میں ذکر فرما ہی دیا اور پھر جب وہ بربادی کی بددعا کرے تو اپنی بربادی کا گلہ کیوں کیا جائے یہی وجہ ہے کہ آجکل مسلمان گرتے جا رہے ہیں اور ہر طرف تباہی ہی تباہی کی صدائیں گونج رہی ہیں ایک دوسری حدیث میں بھی یہی مضمون وارد ہوا ہے اس میں یہ بھی اضافہ ہے کہ جو نماز خشوع خضوع سے پڑھی جاتی ہے آسمان کے دروازے اس کے لیے کھل جاتے ہیں وہ نہایت نورانی ہوتی ہے اور نمازی کے لیے حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ میں سفارشی بنتی ہے حضور صلعم کا ارشاد ہے کہ جس نماز میں . . . اچھی طرح رکوع نہ کیا جائے کہ کمر پوری جھک جائے اس کی مثال اس عورت کی سی ہے جو حاملہ ہو اور جب بچہ ہونے کا وقت قریب آجائے تو اسقاط کر دے[1]۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ بہت سے روزے دار ایسے ہیں جن کو روزے سے بجز بھوکا اور پیاسا رہنے کے کچھ حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں جن کو جاگنے کے علاوہ کوئی چیز نہیں ملتی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ جو قیامت کے دن پانچوں نمازیں ایسی لے کر حاضر ہو کہ ان کے اوقات کی بھی حفاظت کرتا رہا ہو اور وضو کا بھی اہتمام کرتا رہا ہو اور ان نمازوں کو خشوع و خضوع سے پڑھتا رہا ہو تو حق تعالیٰ شانہٗ نے عہد فرما لیا ہے کہ اس کو عذاب نہیں کیا جائیگا اور جو ایسی نمازیں نہ لے کر حاضر ہو اس کے لیے کوئی وعدہ نہیں ہے۔ اپنی رحمت سے معاف فرما دیں چاہے عذاب دیں، ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا تمہیں معلوم بھی ہے اللہ جل شانہٗ نے کیا فرمادیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی جانتے ہیں، حضورؐ نے اہتمام کی وجہ سے تین مرتبہ یہی دریافت فرمایا اور صحابہ کرامؓ بھی جواب دیتے رہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنی عزت کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ جو شخص ان نمازوں کو اوقات کی پابندی کے ساتھ پڑھتا رہے گا میں اس کو جنت میں داخل کروں گا اور جو پابندی نہ کریگا تو میرا دل چاہے گا رحمت سے بخش دوں گا ورنہ عذاب دوں گا۔

[1] ترغیب

۳ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ عَمَلِهٖ صَلٰوتُهٗ فَإِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ أَفْلَحَ وَأَنْجَحَ وَإِنْ فَسَدَتْ خَابَ وَخَسِرَ وَإِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيْضَتِهٖ قَالَ الرَّبُّ اُنْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِيْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَيُكَمَّلُ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيْضَةِ ثُمَّ يَكُوْنُ سَائِرُ عَمَلِهٖ عَلٰى ذٰلِكَ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت میں آدمی کے اعمال میں سب سے پہلے فرض نماز کا حساب کیا جائے گا اگر نماز اچھی نکل آئی تو وہ شخص کامیاب ہوگا اور بامراد، اور اگر نماز بیکار ثابت ہوئی تو وہ نامراد، خسارہ میں ہوگا اور اگر کچھ نماز میں کمی پائی گئی تو ارشاد خداوندی ہوگا کہ دیکھو اس بندہ کے پاس کچھ نفلیں بھی ہیں جن سے فرضوں کی تکمیل کر دی جائے گی اس کے بعد پھر اسی طرح باقی اعمال روزہ زکوٰۃ وغیرہ کا حساب بھی ہوگا۔

(رواه الترمذی وحسنه النسائی وابن ماجة والحاکم وصححه کذا فی الدر وفی المنتخب بروایة الحاکم فی الکنی عن ابن عمر اوّل ما افترض الله علی امتی الصلوٰة الخمس واول ما یرفع من اعمالهم الصلوٰة الخمس الحدیث بطوله بمعنی حدیث الباب وفیه ذکر الصیام والزکوٰة نحو الصلوٰة وفی الدر اخرج ابو یعلی عن انس رفعه اول ما افترض الله علی الناس من دینهم الصلوٰة واٰخر ما یبقی الصلوٰة واول ما یحاسب به الصلوٰة یقول الله انظروا فی صلوٰة عبدی فان کانت تامة کتبت تامة وان کانت ناقصة قال انظروا هل له من تطوع الحدیث فیه ذکر الزکوٰة والصدقة وفیه ایضا اخرج ابن ماجة والحاکم عن تمیم الداری مرفوعاً اول ما یحاسب به العبد یوم القیامة صلوٰة الحدیث وفی اٰخره ثم الزکوٰة مثل ذلک ثم تؤخذ الاعمال حسب ذلک وعزاه السیوطی فی الجامع الی احمد وابی داؤد والحاکم وابن ماجة ورقم له بالصحیح)

فائدہ:- اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ آدمی کو نفلوں کا ذخیرہ بھی اپنے پاس کافی رکھنا چاہیے کہ اگر فرضوں میں کچھ کوتاہی نکلے تو میزان پوری ہو جائے، بہت سے لوگ کہہ دیا کرتے ہیں اجی ہم سے فرض ہی پورے ہو جائیں تو بہت غنیمت ہے نفلیں پڑھنا تو بڑے آدمیوں کا کام ہے۔ اس میں شک نہیں کہ فرض ہی اگر پورے ہو جائیں تو بہت کافی ہیں لیکن

ان کا بالکل پورا پورا ادا ہو جانا کون سا سہل کام ہے کہ ہر ہر چیز بالکل پوری ادا ہو جائے اور جب تھوڑی بہت کوتاہی ہوتی ہی ہے تو اس کے پورا کرنے کے لیے نفلوں کے بغیر چارہ کار نہیں ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون زیادہ وضاحت سے آیا ہے ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عبادات میں سب سے پہلے نماز کو فرض فرمایا ہے اور سب سے پہلے اعمال میں سے نماز ہی کا حساب ہوگا۔ اگر فرض نمازوں میں کچھ کمی رہ گئی تو نفلوں سے اس کو پورا کیا جائے گا اور پھر اس کے بعد اسی طرح روزوں کا حساب کیا جائے گا۔ اور فرض روزوں میں جو کمی ہوگی وہ نفل روزوں سے پوری کر دی جائے گی اور پھر زکوٰۃ کا حساب اسی طریقہ سے ہوگا، ان سب چیزوں میں نوافل کو ملا کر بھی اگر نیکیوں کا پلہ بھاری ہو گیا تو وہ شخص خوشی خوشی جنّت میں داخل ہو جائے گا ورنہ جہنّم میں پھینک دیا جائے گا۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہی تھا کہ جو شخص مسلمان ہوتا سب سے اول اس کو نماز سکھائی جاتی۔

۴۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قُرْطٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الصَّلٰوةُ فَاِنْ صَلُحَتْ صَلُحَ سَائِرُ عَمَلِهٖ وَاِنْ فَسَدَتْ فَسَدَ سَائِرُ عَمَلِهٖ

نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت میں سب سے پہلے نماز کا حساب کیا جائے گا اگر وہ اچھی اور پوری نکل آئی تو باقی اعمال بھی پورے اتریں گے اور اگر وہ خراب ہو گئی تو باقی اعمال بھی خراب نکلیں گے۔

حضرت عمرؓ نے اپنے زمانۂ خلافت میں ایک اعلان سب جگہ کے حکّام کے پاس بھیجا تھا کہ سب سے زیادہ مہتم بالشان چیز میرے نزدیک نماز ہے جو شخص اس کی حفاظت اور اس کا اہتمام کرے گا وہ دین کے اور اجزا کا بھی اہتمام کر سکتا ہے اور جو اس کو ضائع کر دیگا وہ دین کے اور اجزا کو ضائع کر دے گا۔

(رواہ الطبرانی فی الاوسط ولا باس باسنادہ انشاء اللہ کذا فی الترغیب وفی المنتخب بروایۃ الطبرانی فی الاوسط وایضا عن انس بلفظہ وفی الترغیب عن ابی ھریرۃ رفعہ الصلوٰۃ ثلثۃ اثلاث الطھور ثلث والرکوع ثلث والسجود ثلث فمن اداھا بحقھا قبلت منہ و قبل منہ سائر عملہ ومن ردت علیہ صلوتہ رد علیہ سائر عملہ رواہ البزار وقال

لانعلمه مرفوعا الا من حدیث المغیرة بن مسلم قال الحافظ و اسناده حسن اھ و اخرج مالک فی الموطا ان عمر بن الخطاب کتب الی عماله ان اھم امورکم عندی الصلوٰة من حفظها او حافظ علیها حفظ دینه و من ضیعها فهو لما سواها اضیع کذا فی الدر،

فائدہ :- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاک ارشاد اور حضرت عمرؓ کے اس اعلان کا منشا بظاہر یہ ہے جو دوسری حدیث میں آیا ہے کہ شیطان مسلمان سے اس وقت تک ڈرتا رہتا ہے جب تک وہ نماز کا پابند اور اس کو اچھی طرح ادا کرتا رہتا ہے کیونکہ خوف کیوجہ سے اسکو جرأت نہیں ہوتی لیکن جب وہ نماز کو ضائع کر دیتا ہے تو اس کی جرأت بہت بڑھ جاتی ہے اور اس آدمی کے گمراہ کرنے کی امنگ پیدا ہو جاتی ہے اور بہت سے مہلکات اور بڑے بڑے گناہوں میں اس کو مبتلا کر دیتا ہے، اور یہی مطلب ہے حق سبحانہٗ و تقدس کے ارشاد اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ کا جس کا بیان قریب ہی آرہا ہے۔

۵ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِیْ قَتَادَۃَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَسْوَأُ النَّاسِ سَرِقَۃً الَّذِیْ یَسْرِقُ صَلٰوتَهٗ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَکَیْفَ یَسْرِقُ صَلٰوتَهٗ قَالَ لَا یُتِمُّ رُکُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بدترین چوری کرنے والا شخص وہ ہے جو نماز میں سے بھی چوری کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ نماز میں سے کس طرح چوری کرے گا ارشاد فرمایا کہ اس کا رکوع اور سجدہ اچھی طرح سے نہ کرے،

(رواہ الدارمی و فی الترغیب رواہ احمد و الطبرانی و ابن خزیمة فی صحیحه وقال صحیح الاسناد اھ و فی المقاصد الحسنة حدیث ان اسوء الناس سرقة رواہ احمد و الدارمی فی مسندیهما من حدیث الولید بن مسلم عن الاوزاعی عن یحییٰ بن کثیر عن عبد اللہ بن ابی قتادہ عن ابیه مرفوعا و فی لفظ بحذف ان و صححه ابن خزیمة و الحاکم وقال انه علی شرطهما ولم یخرجاه لروایة کاتب الاوزاعی له عنه عن یحییٰ عن ابی سلمة عن ابی هریرة و رواہ احمد ایضاً والطیالسی فی مسندیهما من حدیث علی بن زید عن سعید بن المسیب عن ابی سعید الخدری به مرفوعا و روایة ابی هریرة عند ابن منیع و فی الباب عن عبد اللہ بن مغفل و عن

النعمان بن مرة عند مالک مرسلا فی آخرین اھ وقال المنذری فی الترغیب لحدیث ابن مغفل رواہ الطبرانی فی معاجمہ الثلثۃ باسناد جید وقال لحدیث ابی ھریرۃ رواہ الطبرانی فی الاوسط وابن حبان فی صحیحہ والحاکم وقال صحیح الاسناد قلت وحدیث ابی قتادہ وابی سعید ذکرھا السیوطی فی الجامع الصغیر ورقم حالہ صحیح،

فائدہ: یہ مضمون کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے اول تو چوری خود ہی کس قدر ذلت کی چیز ہے اور چور کو کیسی حقارت سے دیکھا جاتا ہے پھر چوری میں بھی اس حرکت کو بدترین چوری ارشاد فرمایا ہے کہ رکوع سجدہ کو اچھی طرح نہ کرے حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور یہ ارشاد فرمایا کہ اس وقت علم دنیا سے اٹھ جانے کا وقت (منکشف) ہوا ہے، حضرت زیاد صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم علم ہم سے کس طرح اٹھ جائیگا، ہم لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں اور اپنی اولاد کو پڑھاتے ہیں (اور وہ اسی طرح اپنی اولاد کو پڑھائیں گے اور سلسلہ چلتا رہے گا، حضورؐ نے فرمایا میں تو تجھے بڑا سمجھدار خیال کرتا تھا، یہ یہود و نصاریٰ بھی تو توراۃ انجیل پڑھتے پڑھاتے ہیں پھر کیا کار آمد ہوا، ابو دردارؓ کے شاگرد کہتے ہیں کہ میں نے دوسرے صحابی حضرت عبادہؓ سے جاکر یہ قصہ سنایا، انہوں نے فرمایا کہ ابو دردارؓ، سچ کہتے ہیں، اور میں بتاؤں کہ سب سے پہلے کیا چیز دنیا سے اُٹھے گی، سب سے پہلے نماز کا خشوع اٹھایا جائے گا۔[1] ایک حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس نماز کی طرف توجہ ہی نہیں فرماتے جس میں رکوع سجدہ اچھی طرح نہ کیا جائے، ایک حدیث میں ارشاد نبوی صلعم ہے کہ آدمی ساٹھ برس تک نماز پڑھتا ہے مگر ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی کہ کبھی رکوع اچھی طرح کرتا ہے تو سجدہ پورا نہیں کرتا، سجدہ کرتا ہے تو رکوع پورا نہیں کرتا، حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے مکاتیب (خطوط) میں نماز کے اہتمام پر بہت زور دیا ہے اور بہت سے گرامی ناموں میں مختلف مضامین پر بحث فرمائی ہے، ایک گرامی نامہ میں فرماتے ہیں کہ سجدہ میں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملانے کا اور رکوع میں انگلیوں کو علیحدہ علیحدہ کرنے کا اہتمام بھی ضروری ہے شریعت نے انگلیوں کو ملانے اور کھولنے کا حکم بے فائدہ

---

[1] دُرّ

نہیں فرمایا ہے یعنی ایسے معمولی آداب کی رعایت بھی ضروری ہے، اسی سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ نماز میں کھڑے ہونے کی حالت میں سجدہ کی جگہ نگاہ کا جمائے رکھنا اور رکوع کی حالت میں پاؤں پر نگاہ رکھنا اور سجدہ میں جا کر ناک پر رکھنا اور بیٹھنے کی حالت میں ہاتھوں پر نگاہ رکھنا نماز میں خشوع کو پیدا کرتا ہے اور اس سے نماز میں دلجمعی نصیب ہوتی ہے جب ایسے معمولی آداب بھی اتنے اہم فائدے رکھتے ہیں تو بڑے آداب سنتوں کی رعایت تم سمجھ لو کہ کس قدر فائدہ بخشے گی۔

٦ - عَنْ أُمِّ رُوْمَانَ وَالِدَةِ عَائِشَةَ رضـ قَالَتْ رَآنِي أَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقُ أَتَمَيَّلُ فِيْ صَلٰوتِيْ فَزَجَرَنِيْ زَجْرَةً كِدْتُ أَنْصَرِفُ مِنْ صَلٰوتِيْ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِذَا قَامَ أَحَدُكُمْ فِي الصَّلٰوةِ فَلْيُسْكِنْ أَطْرَافَهُ، لَا يَتَمَيَّلُ تَمَيُّلَ الْيَهُوْدِ فَإِنَّ سُكُوْنَ الْأَطْرَافِ فِي الصَّلٰوةِ مِنْ تَمَامِ الصَّلٰوةِ۔

حضرت عائشہؓ کی والدہ امِ رومان فرماتی ہیں کہ میں ایک مرتبہ نماز پڑھ رہی تھی نماز میں اِدھر اُدھر جھکنے لگی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے دیکھ لیا تو مجھے اس زور سے ڈانٹا کہ میں (ڈر کی وجہ سے) نماز توڑنے کے قریب ہو گئی پھر ارشاد فرمایا کہ میں نے حضورؐ سے سنا ہے کہ جب کوئی شخص نماز کو کھڑا ہو تو اپنے تمام بدن کو بالکل سکون سے رکھے، یہود کی طرح ہلے نہیں، بدن کے تمام اعضاء کا نماز میں بالکل سکون سے رہنا نماز کے پورا ہونے کا جزو ہے

(اخرجہ الحکیم الترمذی من طریق القاسم بن محمد عن اسماء بنت ابی بکر عن ام رومان کذا فی الدر وعزاہ السیوطی فی الجامع الصغیر الی ابی نعیم فی الحلیۃ وابن عدی فی الکامل ورقم لہ بالضعف وذکر ایضاً بروایۃ ابن عساکر عن ابی بکرؓ من تمام الصلوٰۃ سکون الاطراف)

فائدہ: نماز کے درمیان میں سکون سے رہنے کی تاکید بہت سی حدیثوں میں آئی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ اکثر آسمان کی طرف دیکھنے کی تھی کہ وحی کے فرشتے کا انتظار رہتا تھا اور جب کسی چیز کا انتظار ہوتا ہے تو اس طرف نگاہ بھی لگ جاتی ہے، اسی وجہ سے کبھی نماز میں بھی نگاہ اُوپر اٹھ جاتی تھی جب قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خَاشِعُوْنَ نازل ہوئی تو پھر نگاہ نیچے رہتی تھی۔ صحابہؓ کے متعلق بھی

حدیث میں آیا ہے کہ اوّل اوّل اِدھر اُدھر توجہ فرمایا کرتے تھے مگر اس آیت شریفہ کے نازل ہونے کے بعد سے کسی طرف توجّہ نہیں کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اسی آیت شریفہ کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ جب نماز کو کھڑے ہوتے تھے تو کسی طرف توجہ نہیں کرتے تھے ہمہ تن نماز کی طرف متوجّہ رہتے تھے۔ اپنی نگاہوں کو سجدہ کی جگہ رکھتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ حق تعالیٰ ان کی طرف متوجّہ ہیں حضرت علیؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ خشوع کیا چیز ہے فرمایا کہ خشوع دل میں ہوتا ہے (یعنی دل سے نماز میں متوجّہ رہنا، اور یہ بھی اس میں داخل ہے کہ کسی طرف توجّہ نہ کرے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ خشوع کرنے والے وہ ہیں جو اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور نماز میں سکون سے رہنے والے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ نفاق کے خشوع سے اللہ ہی سے پناہ مانگو، صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ نفاق کا خشوع کیا چیز ہے ارشاد فرمایا کہ ظاہر میں تو سکون ہو اور دل میں نفاق ہو۔ حضرت ابو درداءؓ بھی اس قسم کا ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں جس میں حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا کہ نفاق کا خشوع یہ ہے کہ ظاہر بدن تو خشوع والا ہو اور دل میں خشوع نہ ہو، حضرت قتادہؓ کہتے ہیں کہ دل کا خشوع اللہ کا خوف ہے اور نگاہ کو نیچی رکھنا حضورؐ نے ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں ڈاڑھی پر ہاتھ پھیر رہا ہے ارشاد فرمایا کہ اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو بدن کے سارے اعضا میں سکون ہوتا۔ حضرت عائشہؓ نے حضورؐ سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا کیسا ہے، ارشاد فرمایا کہ یہ شیطان کا نماز میں سے اچک لینا ہے، ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو لوگ نماز میں اوپر دیکھتے ہیں وہ اپنی اس حرکت سے باز آجائیں ورنہ نگاہیں اوپر کی اوپر ہی رہ جائیں گی۔[۱] بہت سے صحابہؓ اور تابعین سے نقل کیا گیا ہے کہ خشوع سکون کا نام ہے یعنی نماز نہایت سکون سے پڑھی جائے۔ متعدد احادیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ نماز ایسی طرح پڑھا کرو گویا یہ آخری نماز ہے، ایسی طرح پڑھا کرو جیسا وہ شخص پڑھتا ہے جس کو یہ گمان ہو کہ اس وقت کے بعد مجھے دوسری نماز کی نوبت ہی نہ آئے گی۔[۲]

۷۔ عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍؓ قَالَ سُئِلَ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے حق تعالیٰ

---

[۱] درمنثور [۲] جامع الصغیر

النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ فَقَالَ مَنْ لَّمْ تَنْھَہٗ صَلٰوتُہٗ عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ فَلَا صَلٰوۃَ لَہٗ (اخرجہ ابن ابی حاتم وابن مردویہ کذا فی الدر المنثور)

تؔ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے اللہ جل شانہٗ کے ارشاد ان الصلوٰۃ تنہیٰ الخ (بیشک نماز روکتی ہے بے حیائی اور ناشائستہ حرکتوں سے) کے متعلق دریافت کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کی نماز ایسی نہ ہو اور اس کو بے حیائی اور ناشائستہ حرکتوں سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں

فائدہ: بے شک نماز ایسی ہی بڑی دولت ہے اور اس کو اپنی اصلی حالت پر پڑھنے کا ثمرہ یہی ہے کہ وہ ایسی نامناسب باتوں سے روک دے، اگر یہ بات پیدا نہیں ہوئی تو نماز کے کمال میں کمی ہے، بہت سی حدیثوں میں یہ مضمون وارد ہوا ہے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نماز میں گناہوں سے روک ہے اور گناہوں سے ہٹانا ہے حضرت ابوالعالیہؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے ارشاد اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی کا مطلب یہ ہے کہ نماز میں تین چیزیں ہوتی ہیں۔ اخلاص، اللہ کا خوف، اللہ کا ذکر، جس نماز میں یہ چیزیں نہیں وہ نماز ہی نہیں۔ اخلاص نیک کاموں کا حکم کرتا ہے اور اللہ کا خوف بُری باتوں سے روکتا ہے اور اللہ کا ذکر قرآن پاک ہے جو مستقل طور پر اچھی باتوں کا حکم کرتا ہے اور بُری باتوں سے روکتا ہے حضرت ابن عباسؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جو نماز بُری باتوں اور نامناسب حرکتوں سے نہ روکے وہ نماز بجائے اللہ کے قُرب کے اللہ سے دُوری پیدا کرتی ہے۔ حضرت حسنؒ بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کی نماز اس کو بُری باتوں سے نہ روکے وہ نماز ہی نہیں اس نماز کی وجہ سے اللہ سے دُوری پیدا ہوتی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی مضمون نقل فرمایا ہے، حضرت ابن مسعودؓ، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو نماز کی اطاعت نہ کرے اس کی نماز ہی کیا اور نماز کی اطاعت یہ ہے کہ بے حیائی اور بُری باتوں سے رُکے۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ فلاں شخص رات کو نماز پڑھتا رہتا ہے اور صبح ہوتے چوری کرتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس کی نماز اس کو اس فعل سے عنقریب ہی روک دے گی۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی شخص بُری

باتوں میں مشغول ہو تو اس کو اہتمام سے نماز میں مشغول ہونا چاہیے، بری باتیں اس سے خود ہی چھوٹ جائیں گی، ہر بری بات کے چھڑانے کا اہتمام دشوار بھی ہے اور دیر طلب بھی اور اہتمام سے نماز میں مشغول ہو جانا آسان بھی ہے اور دیر طلب بھی نہیں اس کی برکت سے بری باتیں اس سے اپنے آپ ہی چھوٹتی چلی جاویں گی۔ حق تعالیٰ مجھے بھی اچھی طرح نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

۸ - عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْضَلُ الصَّلٰوةِ طُولُ الْقُنُوتِ، اخرجه ابن ابی شیبه ومسلم والترمذی وابن ماجه كذا فی الدر المنثور وفیه ایضًا عن مُجَاهِدٍ فِي قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَقُومُوا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ قَالَ مِنَ الْقُنُوتِ الرُّكُوعُ وَالْخُشُوعُ وَطُولُ الرُّكُوعِ يَعْنِي طُولَ الْقِيَامِ وَغَضُّ الْبَصَرِ وَخَفْضُ الْجَنَاحِ وَالرَّهْبَةُ لِلّٰهِ وَكَانَ الْفُقَهَاءُ مِنْ اَصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ اَحَدُهُمْ فِي الصَّلٰوةِ يَهَابُ الرَّحْمٰنَ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَنْ يَّلْتَفِتَ اَوْ يُقَلِّبَ الْحَصٰى اَوْ يَشُدَّ بَصَرَهٗ اَوْ يَعْبَثَ بِشَيْءٍ اَوْ يُحَدِّثَ نَفْسَهٗ بِشَيْءٍ مِّنْ اَمْرِ الدُّنْيَا اِلَّا نَاسِيًا حَتّٰى يَنْصَرِفَ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ افضل نماز وہ ہے جس میں لمبی لمبی رکعتیں ہوں، مجاہد کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہ کے ارشاد قُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ (اور نماز میں، کھڑے رہو، اللہ کے سامنے مؤدب، اس آیت میں رکوع بھی داخل ہے اور خشوع بھی اور لمبی رکعت ہونا بھی اور آنکھوں کو پست کرنا، بازوؤں کو جھکانا (یعنی اکڑ کے کھڑا نہ ہونا) اور اللہ سے ڈرنا بھی شامل ہے کہ لفظ قنوت میں جس کا اس آیت میں حکم دیا گیا، یہ سب چیزیں داخل ہیں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے جب کوئی شخص نماز کو کھڑا ہوتا تھا تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا تھا اس بات سے کہ ادھر ادھر دیکھے یا سجدہ میں جاتے ہوئے، کنکریوں کو الٹ پلٹ کرے (عرب میں صفوں کی جگہ کنکریاں بچھائی جاتی ہیں) یا کسی لغو چیز میں مشغول ہو یا دل میں کسی دنیاوی چیز کا خیال لائے ہاں بھول کے خیال آگیا ہو تو دوسری بات ہے۔

(اخرجه سعید بن منصور وعبد بن حمید وابن جریر وابن المنذر وابن حاتم والاصبهانی فی الترغیب والبیهقی فی شعب الایمان اه وهذا اخرها اردت ایراده فی هذه العجالة رعایة للعدد

الاربعین واللّٰہ ولی التوفیق وقد وقع الفراغ منہ لیلۃ الترویۃ من سنۃ سبع وخمسین بعد الف وثلثمائۃ والحمد للّٰہ اولا واخرا۔

فائدہ :۔ قُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ کی تفسیر میں مختلف ارشادات وارد ہوئے ہیں ایک یہ بھی ہے کہ قانتین کے معنی چپ چاپ کے ہیں ابتدا زمانہ میں نماز میں بات کرنا، سلام کا جواب دینا وغیرہ امور جائز تھے مگر جب یہ آیت شریفہ نازل ہوئی تو نماز میں بات کرنا ناجائز ہوگیا حضرت عبداللّٰہ بن مسعودؓ رضی اللّٰہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضورؐ نے اس بات کا عادی بنا رکھا تھا کہ جب میں حاضر ہوں تو گو حضورؐ نماز میں مشغول ہوں میں سلام کرتا حضورؐ جواب دیتے ایک مرتبہ میں حاضر ہوا حضورؐ نماز میں مشغول تھے میں نے حسب عادت سلام کیا۔ حضورؐ نے جواب نہیں دیا مجھے سخت فکر ہوا کہ شاید میرے بارے میں اللّٰہ جل شانہٗ کے یہاں سے کوئی عتاب نازل ہوا ہو نئے اور پرانے خیالات نے مجھے گھیر لیا، پرانی پرانی باتیں سوچتا تھا کہ شاید فلاں بات پر حضورؐ ناراض ہو گئے ہوں، شاید فلانی بات ہو گئی ہو۔ جب حضورؐ نے سلام پھیر لیا تو ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے احکام میں جو چاہتے ہیں تبدیلی فرماتے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے نماز میں بولنے کی ممانعت فرمادی اور یہ آیت تلاوت فرمائی اور پھر ارشاد فرمایا کہ نماز میں اللّٰہ کے ذکر اس کی تسبیح، اس کی حمد وثنا کے سوا بات کرنا جائز نہیں۔

معاویہؓ بن حکم سلمی کہتے ہیں کہ جب میں مدینہ طیبہ مسلمان ہونے کے لیے حاضر ہوا تو مجھے بہت سی چیزیں سکھائی گئیں منجملہ ان کے یہ بھی تھا کہ جب کوئی چھینکے اور الحمد للّٰہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللّٰہ کہنا چاہیے چونکہ نئی تعلیم تھی اس وقت یہ بھی معلوم نہ تھا کہ نماز میں نہ کہنا چاہیے۔ ایک صاحب کو نماز میں چھینک آئی میں نے جواب میں یرحمک اللّٰہ کہا آس پاس کے لوگوں نے مجھے تنبیہ کے طور پر گھورا، مجھے اس وقت تک یہ بھی معلوم نہ تھا کہ نماز میں بولنا جائز نہیں اس لیے میں نے کہا کہ ہائے افسوس تمہیں کیا ہوا مجھے کڑوی کڑوی نگاہوں سے گھورتے ہو مجھے اشارہ سے ان لوگوں نے چپ کرا دیا۔ میری سمجھ میں تو آیا نہیں مگر میں چپ ہو گیا جب نماز ختم ہو چکی تو حضور اقدس صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے (میرے ماں باپ آپؐ پر قربان) نہ مجھے مارا، نہ ڈانٹا، نہ برا بھلا کہا بلکہ یہ ارشاد فرمایا کہ نماز میں بات کرنا جائز نہیں، نماز تسبیح وتکبیر اور قراءۃ قرآن

ہی کا موقع ہے، خدا کی قسم حضورؐ جیسا شفیق استاذ نہ میں نے پہلے دیکھا نہ بعد میں۔

دوسری تفسیر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قَانِتِیْن کے معنی خَاشِعِیْن کے ہیں یعنی خشوع سے نماز پڑھنے والے، اسی کے موافق مجاہدؒ یہ نقل کرتے ہیں جو اوپر ذکر کیا گیا کہ یہ سب چیزیں خشوع میں داخل ہیں یعنی لمبی لمبی رکعات کا ہونا اور خشوع خضوع سے پڑھنا، نگاہ کو نیچی رکھنا، اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ابتداء میں حضورِ اقدسؐ رات کو جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو خود کو رسّی سے باندھ لیا کرتے کہ نیند کے غلبہ سے گر نہ جائیں۔ اس پر طٰهٰ مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى نازل ہوئی اور یہ مضمون تو کئی حدیثوں میں آیا ہے کہ حضورؐ اتنی طویل رکعت کیا کرتے تھے کہ کھڑے کھڑے پاؤں پر ورم آجاتا تھا۔ اگرچہ ہم لوگوں پر شفقت کی وجہ سے حضورؐ نے یہ ارشاد فرمادیا کہ جس قدر تحمل اور نباہ ہو سکے اتنی محنت کرنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ تحمل سے زیادہ بار اٹھانے کی وجہ سے بالکل ہی جاتا رہے، چنانچہ ایک صحابی عورتؓ نے بھی اسی طرح رسّی میں اپنے کو باندھنا شروع کیا تو حضورؐ نے منع فرمادیا، مگر اتنی بات ضرور ہے کہ تحمل کے بعد جتنی لمبی نماز ہوگی اتنی ہی بہتر اور افضل ہوگی آخر حضورؐ کا اتنی لمبی نماز پڑھنا کہ پاؤں مبارک پر ورم آجاتا تھا کوئی بات تو رکھتا ہے صحابہ کرامؓ عرض بھی کرتے کہ سورۂ فتح میں آپ کی مغفرت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمالیا ہے، تو حضورؐ ارشاد فرماتے کہ پھر میں شکر گزار بندہ کیوں نہ بنوں، ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے تو آپؐ کے سینۂ مبارک سے رونے کی آواز دسانس رُکنے کی وجہ سے) ایسی مسلسل آتی تھی جیسا کہ چکی کی آواز ہوتی ہے، ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ ایسی آواز ہوتی تھی جیسا کہ ہنڈیا کے پکنے کی آواز ہوتی ہے[1]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بدر کی لڑائی میں میں نے حضورؐ کو دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے نماز پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے کہ اسی حالت میں صبح فرمادی، متعدد احادیث میں ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ چند آدمیوں سے بے حد خوش ہوتے ہیں منجملہ ان کے وہ شخص ہے جو سردی کی رات میں نرم بستر پر لحاف میں لپٹا ہوا لیٹا ہو اور خوبصورت دل میں جگہ کرنے والی بیوی پاس لیٹی ہو اور پھر تہجد کے لیے اُٹھے اور نماز میں مشغول ہو جائے،

[1] ترغیب

حق تعالیٰ شانہٗ اس شخص سے بہت ہی خوش ہوتے ہیں تعجب فرماتے ہیں باوجود عالم الغیب ہونے کے فرشتوں سے فخر کے طور پر دریافت فرماتے ہیں کہ اس بندہ کو کس بات نے مجبور کیا کہ اس طرح کھڑا ہو گیا، فرشتے عرض کرتے ہیں کہ آپ کے لطف وعطایا کی امید نے اور آپ کے عتاب کے خوف نے ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا جس چیز کی اس نے مجھ سے امید رکھی وہ میں نے عطا کی اور جس چیز کا اس کو خوف ہے اس سے امن بخشا۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ کسی بندہ کو کوئی عطا اللہ کی طرف سے اس سے بہتر نہیں دی گئی کہ اس کو دو رکعت نماز کی توفیق عطا ہو جائے۔

قرآن وحدیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے کہ فرشتے ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے ہیں احادیث میں آیا ہے کہ ایک جماعت ان کی ایسی ہے جو قیامت تک رکوع ہی میں رہے گی اور ایک جماعت اسی طرح ہر وقت سجدہ میں مشغول رہتی ہے اور ایک جماعت اسی طرح کھڑی رہتی ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے مومن کے لیے یہ اکرام واعزاز فرمایا کہ ان سب چیزوں کا مجموعہ اس کو دو رکعت نماز میں عطا فرما دیا تاکہ فرشتوں کی ہر عبادت سے اس کو حصہ مل جائے، اور نماز میں قرآن شریف کی تلاوت ان کی عبادتوں پر اضافہ ہے اور جب یہ فرشتوں کی عبادتوں کا مجموعہ ہے تو انہیں کی سی صفات سے اس میں لطف میسر ہو سکتا ہے۔ اسی لیے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ نماز کے لیے اپنی کمر اور پیٹ کو ہلکا رکھا کرو۔[1] کمر کو ہلکا رکھنے کا یہ مطلب ہے کہ بہت سے جھگڑے اپنے پیچھے نہ لگاؤ اور پیٹ کو ہلکا رکھنا ظاہر ہے کہ زیادہ سیر ہو کر نہ کھاؤ، اس سے کاہلی اور سستی پیدا ہوتی ہے۔

صوفیا کہتے ہیں کہ نماز میں بارہ ہزار چیزیں ہیں جن کو حق تعالیٰ شانہٗ نے بارہ چیزوں میں منضم فرمایا ہے ان بارہ کی رعایت ضروری ہے تاکہ نماز مکمل ہو جائے اور اس کا پورا فائدہ حاصل ہو، اوّل علم، حضورؐ کا ارشاد ہے کہ علم کے ساتھ ساتھ تھوڑا سا عمل بھی جہل کی حالت کے بہت سے عمل سے افضل ہے، دوسرے وضو، تیسرے لباس، چوتھے وقت، پانچویں قبلہ کی طرف رُخ کرنا، چھٹے نیت، ساتویں تکبیر تحریمہ، آٹھویں نماز میں کھڑا ہونا، نویں قرآن شریف پڑھنا، دسویں

---

[1] جامع الصغیر

رکوع، گیارہویں سجدہ، بارھویں التحیات میں بیٹھنا، اور ان سب کی تکمیل اخلاص کے ساتھ ہے پھر ان بارہ کے تین تین جز ہیں اوّل علم کے تین تین جُزو یہ ہیں کہ فرضوں اور سنتوں کو علیحدہ علیحدہ معلوم کرے، دوسرے یہ معلوم کرے کہ وضو اور نماز میں کتنی چیزیں فرض ہیں کتنی سنّت ہیں، تیسرے یہ معلوم کرے کہ شیطان کس کس مکر سے نماز میں رخنہ ڈالتا ہے، اس کے بعد وضو کے بھی تین جُز ہیں، اوّل یہ کہ دل کو کینہ اور حسد سے پاک کرے جیسا کہ ظاہری اعضا کو پاک کر رہا ہے، دُوسرے ظاہری اعضاء کو گناہوں سے پاک رکھے، تیسرے وضو کرنے میں نہ اسراف کرے نہ کوتاہی کرے، پھر لباس کے بھی تین جزو ہیں۔ اوّل یہ کہ حلال کی کمائی سے ہو، دوسرے یہ کہ پاک ہو، تیسرے سُنّت کے موافق ہو کہ ٹخنے وغیرہ ڈھکے ہُوئے نہ ہوں، تکبّر اور بڑائی کے طور پر نہ پہنا ہو، پھر وقت میں بھی تین چیزوں کی رعایت ضروری ہے اوّل یہ کہ دھوپ ستاروں وغیرہ کی خبر گیری رکھے تاکہ صحیح اوقات معلوم ہو سکیں (اور ہمارے زمانہ میں اس کے قائم مقام گھڑی گھنٹے ہو گئے ہیں) دُوسرے اذان کی خبر رکھے، تیسرے دل سے ہر وقت نماز کے وقت کا خیال رکھے، کبھی ایسا نہ ہو کہ وقت گذر جائے پتہ نہ چلے، پھر قبلہ کی طرف منہ کرنے میں بھی تین چیزوں کی رعایت رکھے اوّل یہ کہ ظاہری بدن سے ادھر متوجّہ ہو، دوسرے یہ کہ دل سے اللہ کی طرف توجہ رکھے کہ دل کا کعبہ وہی ہے۔ تیسرے مالک کے سامنے جس طرح ہمہ تن متوجہ ہونا چاہیے اس طرح متوجّہ ہو، پھر نیت بھی تین چیزوں کی محتاج ہے اوّل یہ کہ کون سی نماز پڑھ رہا ہے، دُوسرے یہ کہ اللہ کے سامنے کھڑا ہے اور وہ دیکھتا ہے۔ تیسرے یہ کہ وہ دل کی حالت بھی دیکھتا ہے۔ پھر تکبیر تحریمہ کے وقت بھی تین چیزوں کی رعایت کرنا ہے اوّل یہ کہ لفظ صحیح ہو، دوسرے ہاتھوں کو کانوں تک اُٹھائے (گویا اشارہ ہے کہ اللہ کے ماسوا سب چیزوں کو پیچھے پھینک دیا)، تیسرے یہ کہ اللہ اکبر کہتے ہُوئے اللہ کی بڑائی اور عظمت دل میں بھی موجود ہو، پھر قیام یعنی کھڑے ہونے میں بھی تین چیزیں ہیں، اوّل یہ کہ نگاہ سجدہ کی جگہ رہے دوسرے دل سے اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کا خیال کرے تیسرے کسی دوسری طرف متوجّہ نہ ہو، کہتے ہیں کہ جو شخص نماز میں اِدھر اُدھر متوجہ ہو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص بڑی مشکل سے دربانوں کی منّت سماجت کر کے بادشاہ کے حضور میں پہنچے اور جب رسائی ہو

اور بادشاہ اس کی طرف متوجہ ہو تو وہ ادھر ادھر دیکھنے لگے، ایسی صورت میں بادشاہ اس کی طرف کیا توجہ کرے گا۔ پھر قراءت میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے اوّل صحیح ترتیل سے پڑھے دوسرے اس کے معنی پر غور کرے، تیسرے جو پڑھے اس پر عمل کرے، پھر رکوع میں بھی تین چیزیں ہیں اوّل یہ کہ کمر کو رکوع میں بالکل سیدھا رکھے نہ نیچا کرے نہ اونچا علماء نے لکھا ہے کہ سر اور کمر اور سُرین تینوں چیزیں برابر رہیں، دُوسرے ہاتھوں کی انگلیاں کھول کر چوڑی کر کے گھٹنوں پر رکھے، تیسرے تسبیحات کو عظمت اور وقار سے پڑھے، پھر سجدہ میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے، اوّل یہ کہ دونوں ہاتھ سجدہ میں کانوں کے برابر رہیں، دوسرے ہاتھوں کی کہنیاں کھڑی رہیں تیسرے، تسبیحات کو عظمت سے پڑھے، پھر بیٹھنے میں بھی تین چیزوں کی رعایت کرے، اوّل یہ کہ دایاں پاؤں کھڑا کرے اور بائیں پر بیٹھے، دوسرے یہ کہ عظمت کے ساتھ معنی کی رعایت کر کے تشہد پڑھے کہ اس میں حضورؐ پر سلام ہے، مومنین کے لیے دُعا ہے، پھر فرشتوں پہ اور دائیں بائیں جانب جو لوگ ہیں ان پر سلام کی نیت کرے، پھر اخلاص کے بھی تین جزو ہیں، اوّل یہ کہ اس نماز سے صرف اللہ کی خوشنودی مقصود ہو، دوسرے یہ سمجھے کہ اللہ ہی کی توفیق سے یہ نماز ادا ہوئی، تیسرے اس پر ثواب کی اُمید رکھے۔

حقیقت میں نماز بہت بڑی خیر اور بڑی برکت ہے اس کا ہر ذکر بہت سی خوبیوں کو اور اللہ کی بڑائیوں کو لیے ہوئے ہے۔ ایک سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ ہی کو دیکھ لیجئے جو سب سے پہلی دعا ہے کہ کتنے فضائل پر حاوی ہے۔ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ یا اللہ تیری پاکی کا بیان کرتا ہوں کہ تو ہر عیب سے پاک ہے، ہر بُرائی سے دُور ہے، وَبِحَمْدِكَ جتنی تعریف کی باتیں اور جتنے بھی قابل مدح امور ہیں وہ سب تیرے لیے ثابت ہیں اور تجھے زیبا۔ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ تیرا نام بابرکت ہے اور ایسا بابرکت ہے کہ جس چیز پر تیرا نام لیا جائے وہ بھی بابرکت ہو جاتی ہے وَتَعَالٰى جَدُّكَ تیری شان بہت بلند ہے۔ تیری عظمت سب سے بالاتر ہے۔ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں نہ کوئی ذات پرستش کے لائق کبھی ہوئی، نہ ہے۔ اسی طرح رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ، میرا عظمت اور بڑائی والا رب ہر عیب سے بالکل پاک ہے، اس کی بڑائی کے سامنے اپنی عاجزی اور بے چارگی کا اظہار ہے کہ گردن کا بلند کرنا غرور

اور تکبر کی علامت ہے اور اس کا جھکا دینا نیاز مندی اور فرمانبرداری کا اقرار ہے کہ تیرے احکام کے سامنے اپنے کو جھکاتا ہوں اور تیری اطاعت اور بندگی کو اپنے سر پر رکھتا ہوں، میرا یہ گنہگار جسم تیرے سامنے حاضر ہے اور تیری بارگاہ میں جھکا ہوا ہے، تو بے شک بڑائی والا ہے اور تیری بڑائی کے سامنے میں سرنگوں ہوں، اسی طرح سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى میں بھی اللہ کی بے حد رفعت اور بلندی کا اقرار ہے اور اس بلندی کے ساتھ ہر بُرائی اور عیب سے پاکی کا اقرار ہے، اپنے سر کو اس کے سامنے ڈال دینا ہے جو سارے اعضا میں اشرف شمار کیا جاتا ہے اور اس میں محبوب ترین چیزیں آنکھ، کان، ناک، زبان ہیں گویا اس کا اقرار ہے کہ میری یہ سب اشرف اور محبوب چیزیں تیرے حضور میں حاضر اور تیرے سامنے زمین پر پڑی ہوئی ہیں اس اُمید پر کہ تو مجھ پر فضل فرمائے اور رحم کرے اور اس عاجزی کا پہلا ظہور اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر مؤدب کھڑے ہونے میں تھا اس پر ترقی اس کے سامنے سر جھکا دینے میں تھی اور اس پر بھی ترقی اس کے سامنے زمین پر ناک رگڑنے اور سر رکھ دینے میں ہے اسی طرح پوری نماز کی حالت ہے اور حق یہ ہے کہ اصلی یہی ہیئت نماز کی ہے اور یہی ہے وہ نماز جو دین و دُنیا کی فلاح و بہبود کا زینہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے مجھے اور سب مسلمانوں کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اور جیسا کہ مجاہدؒ نے بیان کیا ہے فقہائے صحابہؓ کی یہی نماز تھی، وہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے اللہ سے ڈرتے تھے۔ حضرت حسنؒ جب وضو فرماتے تو چہرہ کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا کسی نے پوچھا، یہ کیا بات ہے تو ارشاد فرمایا کہ ایک بڑے جبّار بادشاہ کے حضور میں کھڑے ہونے کا وقت آگیا ہے۔ پھر وضو کر کے جب مسجد میں تشریف لے جاتے تو مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو کر یہ فرماتے اِلٰهِيْ عَبْدُكَ بِبَابِكَ يَا مُحْسِنُ قَدْ اَتَاكَ الْمُسِيْءُ وَقَدْ اَمَرْتَ الْمُحْسِنَ مِنَّا اَنْ يَّتَجَاوَزَ عَنِ الْمُسِيْءِ فَاَنْتَ الْمُحْسِنُ وَاَنَا الْمُسِيْءُ فَتَجَاوَزْ عَنْ قَبِيْحِ مَا عِنْدِيْ بِجَمِيْلِ مَا عِنْدَكَ يَا كَرِيْمُ۔

(ترجمہ) یا اللہ تیرا بندہ تیرے دروازہ پر حاضر ہے، اے احسان کرنے والے اور بھلائی کا برتاؤ کرنے والے، بد اعمال تیرے پاس حاضر ہے تو نے ہم لوگوں کو یہ حکم فرمایا ہے کہ اچھے لوگ

برُوں سے درگذر کریں تو اچھائی والا ہے اور میں بدکار ہوں، اے کریم میری برائیوں سے اُن خوبیوں کی بدولت جن کا تو مالک ہے درگذر فرما۔ اس کے بعد مسجد میں داخل ہوتے۔

حضرت زین العابدینؒ روزانہ ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے، تہجد کبھی سفر یا حضر میں ناغہ نہیں ہوا جب وضو کرتے تو چہرہ زرد ہو جاتا اور جب نماز کو کھڑے ہوتے تو بدن پر لرزہ آ جاتا۔ کسی نے دریافت کیا تو فرمایا کیا تمہیں خبر نہیں کہ کس کے سامنے کھڑا ہوتا ہوں، ایک مرتبہ نماز پڑھ رہے تھے کہ گھر میں آگ لگ گئی یہ نماز میں مشغول رہے لوگوں نے عرض کیا تو فرمایا کہ دنیا کی آگ سے آخرت کی آگ نے غافل رکھا۔ آپ کا ارشاد ہے کہ مجھے تکبر کرنے والے پر تعجب ہے کہ کل تک ناپاک نطفہ تھا اور کل کو مردار ہو جائے گا پھر تکبر کرتا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ تعجب ہے کہ لوگ فنا ہونے والے گھر کے لیے تو فکر کرتے ہیں ہمیشہ رہنے والے گھر کی فکر نہیں کرتے۔ آپ کا معمول تھا کہ رات کو چھپ کر صدقہ کیا کرتے، لوگوں کو یہ خبر بھی نہ ہوتی کہ کس نے دیا۔ جب آپ کا انتقال ہوا تو سَو گھر ایسے نکلے جن کا گذارہ آپ کی اعانت پر تھا۔[1]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ جب نماز کا وقت آتا تو چہرہ کا رنگ بدل جاتا، بدن پر کپکپی آجاتی کسی نے پوچھا تو ارشاد فرمایا کہ اس امانت کے ادا کرنے کا وقت ہے جس کو آسمان و زمین نہ اُٹھا سکے، پہاڑ اس کے اٹھانے سے عاجز ہو گئے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس کو پورا کر سکوں گا یا نہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جب اذان کی آواز سنتے تو اس قدر روتے کہ چادر تر ہو جاتی رگیں پھول جاتیں آنکھیں سرخ ہو جاتیں۔ کسی نے عرض کیا کہ ہم تو اذان سنتے ہیں مگر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا، آپ اس قدر گھبراتے ہیں، ارشاد فرمایا کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ موذن کیا کہتا ہے تو راحت و آرام سے محروم ہو جائیں اور نیند اُڑ جائے اس کے بعد اذان کے ہر ہر جملہ کی تنبیہ کو مفصل ذکر فرمایا۔[1]

ایک شخص نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ذوالنون مصری کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی، جب اُنہوں نے اللہ اکبر کہا تو لفظ اللہ کے وقت ان پر جلالِ الٰہی کا ایسا غلبہ تھا گویا ان

[1] نزہۃ البساتین

کے بدن میں رُوح نہیں رہی بالکل مبہوت سے ہو گئے اور جب اکبر زبان سے کہا تو میرا دل ان کی اس تکبیر کی ہیبت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا

حضرت اویس قرنی مشہور بزرگ اور افضل ترین تابعی ہیں بعض مرتبہ رکوع کرتے اور تمام رات اسی حالت میں گذار دیتے۔ کبھی سجدہ میں یہی حالت ہوتی کہ تمام رات ایک ہی سجدہ میں گذار دیتے[1]

عصامؒ نے حضرت حاتم زاہد بلخیؒ سے پوچھا کہ آپ نماز کس طرح پڑھتے ہیں، فرمایا کہ جب نماز کا وقت آتا ہے اول نہایت اطمینان سے اچھی طرح وضو کرتا ہوں پھر اس جگہ پہنچتا ہوں جہاں نماز پڑھنا ہے اور اول نہایت اطمینان سے کھڑا ہوتا ہوں گویا کعبہ میرے منہ کے سامنے ہے اور میرا پاؤں پُل صراط پر ہے۔ داہنی طرف جنّت ہے بائیں طرف دوزخ ہے۔ موت کا فرشتہ میرے سر پر ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ میری آخری نماز ہے پھر کوئی اور نماز شاید میسّر نہ ہو اور میرے دل کی حالت کو اللہ ہی جانتا ہے، اس کے بعد نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ اکبر کہتا ہوں پھر معنی کو سوچ کر قرآن پڑھتا ہوں، تواضع کے ساتھ رکوع کرتا ہوں، عاجزی کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں اور اطمینان سے نماز پوری کرتا ہوں اس طرح کہ اللہ کی رحمت سے اس کے قبول ہونے کی امید رکھتا ہوں اور اپنے اعمال سے مردود ہو جانے کا خوف کرتا ہوں۔ عصامؒ نے پوچھا کہ کتنی مدت سے آپ ایسی نماز پڑھتے ہیں؟ حاتمؒ نے کہا تیس برس سے۔ عصامؒ رونے لگے کہ مجھے ایک بھی نماز ایسی نصیب نہ ہوئی،

کہتے ہیں کہ حاتمؒ کی ایک مرتبہ جماعت فوت ہو گئی، جس کا بے حد اثر تھا، ایک دو ملنے والوں نے تعزیت کی۔ اس پر رونے لگے اور یہ فرمایا کہ اگر میرا ایک بیٹا مر جاتا تو آدھا بلخ تعزیت کرتا ایک روایت میں آیا ہے کہ دس ہزار آدمیوں سے زیادہ تعزیت کرتے، جماعت کے فوت ہونے پر ایک دو آدمیوں نے تعزیت کی، یہ صرف اس وجہ سے کہ دین کی مصیبت لوگوں کی نگاہ میں دُنیا کی مصیبت سے ہلکی ہے۔

حضرت سعید بن المسیّبؒ کہتے ہیں کہ بیس برس کے عرصہ میں کبھی بھی ایسا نہیں ہوا

[1] نزہتہ السابقین

کہ اذان ہوئی ہو اور میں مسجد میں پہلے سے موجود نہ ہوں۔ محمد بن واسعؒ کہتے ہیں کہ مجھے دنیا میں صرف تین چیزیں چاہئیں، ایک ایسا دوست ہو جو میری لغزشوں پر متنبہ کرتا رہے، ایک بقدر زندگی روزی جس میں کوئی جھگڑا نہ ہو، ایک جماعت کی نماز ایسی کہ اس میں جو کوتاہی ہو جائے وہ تو معاف ہو جائے اور جو ثواب ہو وہ مجھے مل جائے، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح نے ایک مرتبہ نماز پڑھائی، نماز کے بعد فرمانے لگے کہ شیطان نے اس وقت مجھ پر ایک حملہ کیا میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں افضل ہوں (اس لیے کہ افضل کو امام بنایا جاتا تھا، آئندہ کبھی بھی نماز نہیں پڑھاؤں گا۔ میمونؒ بن مہران ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لے گئے، تو جماعت ہو چکی تھی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا اور فرمایا کہ جماعت کی فضیلت مجھے عراق کی سلطنت سے بھی زیادہ محبوب تھی۔

کہتے ہیں کہ ان حضرات کرام میں سے جس کی تکبیر اولیٰ فوت ہو جاتی تین دن تک اس کا رنج کرتے تھے اور جس کی جماعت جاتی رہتی، سات دن تک اس کا افسوس کرتے تھے [1]

بکر بن عبد اللہؒ کہتے ہیں کہ اگر تو اپنے مالک اپنے مولا سے بلا واسطہ بات کرنا چاہے تو جب چاہے کر سکتا ہے۔ کسی نے پوچھا کہ اس کی کیا صورت ہے فرمایا کہ اچھی طرح وضو کر اور نماز کی نیت باندھ لے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ ہم سے باتیں کرتے تھے اور ہم حضورؐ سے باتیں کرتے تھے لیکن جب نماز کا وقت آجاتا تو ایسے ہو جاتے گویا ہم کو پہچانتے ہی نہیں اور ہمہ تن اللہ کی طرف مشغول ہو جاتے تھے۔ سعید تنوخیؒ جب تک نماز پڑھتے رہتے مسلسل آنسوؤں کی لڑی رخساروں پر جاری رہتی۔ خلف بن ایوبؒ سے کسی نے پوچھا کہ یہ مکھیاں تم کو نماز میں دق نہیں کرتیں، کہنے لگے کہ میں اپنے کو کسی ایسی چیز کا عادی نہیں بناتا جس سے نماز میں نقصان آئے، یہ بدکار لوگ حکومت کے کوڑوں کو برداشت کرتے رہتے ہیں محض اتنی سی بات کے لیے کہ لوگ کہیں گے کہ بڑا متحمل مزاج ہے، اور پھر اس کو فخر یہ بیان کرتے ہیں، میں اپنے مالک کے سامنے کھڑا ہوں اور ایک مکھی کی وجہ سے حرکت کرنے لگوں۔

[1] احیاء

بہجۃ النفوس میں لکھا ہے کہ ایک صحابیؓ رات کو نماز پڑھ رہے تھے ایک چور آیا اور گھوڑا کھول کر لے گیا، لے جاتے ہوئے اس پر بھی نظر پڑ گئی مگر نماز نہ توڑی بعد میں کسی نے کہا بھی کہ آپ نے پکڑ نہ لیا، فرمایا جس چیز میں میں مشغول تھا وہ اس سے بہت اونچی تھی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تو قصہ مشہور ہے کہ جب لڑائی میں ان کو تیر لگ جاتے، تو وہ نماز ہی میں نکالے جاتے، چنانچہ ایک مرتبہ ران میں ایک تیر گھس گیا، لوگوں نے نکالنے کی کوشش کی نہ نکل سکا، آپس میں مشورہ کیا کہ جب یہ نماز میں مشغول ہوں اس وقت نکالا جائے آپ نے جب نفلیں شروع کیں اور سجدہ میں گئے تو ان لوگوں نے اس کو زور سے کھینچ لیا، جب نماز سے فارغ ہوئے تو آس پاس مجمع دیکھا۔ فرمایا کیا تم تیر نکالنے کے واسطے آئے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کہ وہ تو ہم نے نکال بھی لیا، آپؓ نے فرمایا مجھے خبر ہی نہیں ہوئی۔

مسلم بن یسار جب نماز پڑھتے تو گھر والوں سے کہہ دیتے کہ تم باتیں کرتے رہو۔ مجھے تمہاری باتوں کا پتہ بھی نہیں چلے گا۔ ربیعؒ کہتے ہیں کہ میں جب نماز میں کھڑا ہوتا ہوں مجھ پر اس کا فکر سوار ہو جاتا ہے کہ مجھ سے کیا کیا سوال و جواب ہو گا۔ عامرؒ بن عبد اللہ جب نماز پڑھتے تو گھر والوں کی باتوں کی تو کیا خبر ہوتی، ڈھول کی آواز کا بھی پتہ نہ چلتا تھا۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ تمہیں نماز میں کسی چیز کی خبر بھی ہوتی ہے فرمایا، ہاں مجھے اس کی خبر ہوتی ہے کہ ایک دن اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہونا ہو گا، اور دونوں گھروں جنت یا دوزخ میں سے ایک میں جانا ہو گا، یہ نہیں پوچھا، ہماری باتوں میں سے بھی کسی کی خبر ہوتی ہے؟ فرمایا کہ مجھ میں نیزوں کی بھالیں گھس جائیں یہ زیادہ اچھا ہے اس سے کہ مجھے نماز میں تمہاری باتوں کا پتہ چلے ان کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر آخرت کا منظر اس وقت میرے سامنے ہو جائے تو میرے یقین اور ایمان میں اضافہ نہ ہو کہ غیب پر ایمان اتنا ہی پختہ ہے جتنا مشاہدہ پر ہوتا ہے، ایک صاحب کا کوئی عضو خراب ہو گیا تھا جس کے لیے اسے کاٹنے کی ضرورت تھی، لوگوں نے تجویز کیا کہ جب یہ نماز کی نیت باندھیں اس وقت کاٹنا چاہیے، ان کو پتہ بھی نہ چلے گا چنانچہ نماز پڑھتے ہوئے اس عضو کو کاٹ دیا گیا۔ ایک صاحب سے پوچھا گیا کہ تمہیں نماز میں دنیا کا بھی خیال آجاتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہ نماز میں آتا ہے نہ بغیر نماز کے، ایک اور صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ ان

سے کسی نے دریافت کیا کہ تمہیں نماز میں کوئی چیز یاد آجاتی ہے انہوں نے فرمایا کہ نماز سے بھی زیادہ کوئی محبوب چیز ہے جو نماز میں یاد آئے۔

بہجۃ النفوس میں لکھا ہے کہ ایک بزرگ کی خدمت میں ایک شخص ملنے کے لیے آیا، وہ ظہر کی نماز میں مشغول تھے، وہ انتظار میں بیٹھ گیا، جب نماز سے فارغ ہو چکے تو نفلوں میں مشغول ہو گئے اور عصر تک نفلیں پڑھتے رہے یہ انتظار میں بیٹھا رہا نفلوں سے فارغ ہوئے تو عصر کی نماز شروع کر دی اور اس سے فارغ ہو کر دعا میں مشغول ہو گئے اور مغرب تک مشغول رہے پھر مغرب کی نماز پڑھی اور نفلیں شروع کر دیں، عشاء تک اس میں مشغول رہے یہ بے چارہ انتظار میں بیٹھا رہا عشاء کی نماز پڑھ کر پھر نفلوں کی نیت باندھ لی اور صبح تک اس میں مشغول رہے، یہ بے چارہ انتظار میں بیٹھا رہا، پھر صبح کی نماز پڑھی اور ذکر شروع کر دیا اور اوراد و وظائف پڑھتے رہے اسی میں مصلے پر بیٹھے بیٹھے آنکھ جھپک گئی تو فوراً آنکھوں کو ملتے ہوئے اٹھے، استغفار و توبہ کرنے لگے اور یہ دعا پڑھی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ عَیْنٍ لَّا تَشْبَعُ مِنَ النَّوْمِ (اللہ ہی سے پناہ مانگتا ہوں ایسی آنکھ سے جو نیند سے بھرتی ہی نہیں)

ایک صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ وہ رات کو سونے لیٹتے تو کوشش کرتے کہ آنکھ لگ جائے مگر جب نیند نہ آتی تو اٹھ کر نماز میں مشغول ہو جاتے اور عرض کرتے یا اللہ تجھ کو معلوم ہے کہ جہنم کی آگ کے خوف نے میری نیند اڑا دی اور یہ کہہ کر صبح تک نماز میں مشغول رہتے۔

ساری رات بے چینی اور اضطراب یا شوق و اشتیاق میں جاگ کر گذار دینے کے واقعات اس کثرت سے ہیں کہ ان کا احاطہ ممکن نہیں۔ ہم لوگ اس لذت سے اتنے دور ہو گئے ہیں کہ ہم کو ان واقعات کی صحت میں بھی تردد ہونے لگا لیکن اول تو جس کثرت اور تواتر سے یہ واقعات نقل کئے گئے ہیں ان کی تردید میں ساری ہی تواریخ سے اعتماد اٹھتا ہے کہ واقعہ کی صحت نقل ہی سے ثابت ہوتی ہے، دوسرے ہم لوگ اپنی آنکھوں سے ایسے لوگوں کو آئے دن دیکھتے ہیں جو سینما اور تھیٹر میں ساری رات کھڑے گذار دیتے ہیں کہ نہ ان کو تعب ہوتا ہے نہ نیند ستاتی ہے، پھر کیا وجہ کہ ہم ایسے معاصی کی لذتوں

کا یقین کرنے کے باوجود ان طاعات کی لذتوں کا انکار کریں۔ حالانکہ طاعات میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے بھی قوت عطا ہوتی ہے، ہمارے اس تردد کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہم ان لذتوں سے ناآشنا ہیں اور نابالغ بلوغ کی لذتوں سے ناواقف ہوتا ہی ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس لذت تک پہنچا دیں تو زہے نصیب۔

آخری گذارش

صوفیا نے لکھا ہے کہ نماز حقیقت میں اللہ جل شانہٗ کے ساتھ مناجات کرنا اور ہمکلام ہونا ہے جو غفلت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا نماز کے علاوہ اور عبادتیں غفلت سے بھی ہو سکتی ہیں مثلاً زکوٰۃ ہے کہ اس کی حقیقت مال کا خرچ کرنا ہے یہ خود ہی نفس کو اتنا شاق ہے کہ اگر غفلت کے ساتھ ہو تب بھی نفس کو شاق گذرے گا، اسی طرح روزہ دن بھر کا بھوکا پیاسا رہنا صحبت کی لذت سے رکنا کہ یہ سب چیزیں نفس کو مغلوب کرنے والی ہیں۔ غفلت سے بھی متحقق ہوں تو نفس کی شدت اور تیزی پر اثر پڑے گا، لیکن نماز کا معظم ذکر ہے، قرأت قرآن ہے، یہ چیزیں اگر غفلت کی حالت میں ہوں تو مناجات یا کلام نہیں ہیں ایسی ہی ہیں جیسے کہ بخار کی حالت میں ہذیان اور بکواس ہوتی ہے کہ جو چیز دل میں ہوتی ہے وہ زبان پر ایسے اوقات میں جاری ہو جاتی ہے نہ اس میں کوئی مشقت ہوتی ہے نہ کوئی نفع اسی طرح چونکہ نماز کی عادت پڑ گئی ہے اس لیے اگر توجہ نہ ہو تو عادت کے موافق بلا سوچے سمجھے زبان سے الفاظ نکلتے رہیں گے جیسا کہ سونے کی حالت میں اکثر باتیں زبان سے نکلتی ہیں کہ نہ سننے والا اس کو اپنے سے کلام سمجھتا ہے نہ اسکا کوئی فائدہ ہے۔ اسی طرح حق تعالیٰ شانہٗ بھی ایسی نماز کی طرف التفات اور توجہ نہیں فرماتے جو بلا ارادہ کے ہو اسلیے نہایت اہم ہے کہ نماز اپنی وسعت و ہمت کے موافق پوری توجہ سے پڑھی جائے۔ لیکن یہ امر نہایت ضروری ہے کہ اگر یہ حالات اور کیفیات جو پہلوں کی معلوم ہوئی ہیں حاصل نہ بھی ہوں تب بھی نماز جس حال سے بھی ممکن ہو ضرور پڑھی جائے، یہ بھی شیطان کا ایک سخت ترین مکر ہوتا ہے وہ یہ سمجھائے کہ بری طرح پڑھنے سے تو نہ پڑھنا ہی اچھا ہے، یہ غلط ہے نہ پڑھنے سے بری طرح

کا پڑھنا ہی بہتر ہے ۔ اس لیے کہ نہ پڑھنے کا جو عذاب ہے وہ نہایت ہی سخت ہے ۔ حتیٰ کہ علماء کی ایک جماعت نے اس شخص کے کفر کا فتویٰ دیا ہے جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے جیسا کہ پہلے باب میں مفصّل گذر چکا ہے البتہ اس کی کوشش ضرور ہونا چاہیے کہ نماز کا جو حق ہے اور اپنے اکابر اس کے مطابق پڑھ کر دکھا گئے ہیں حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے اس کی توفیق عطا فرمائیں اور عمر بھر میں کم از کم ایک ہی نماز ایسی ہو جائے جو پیش کرنے کے قابل ہو ، اخیر میں اس امر پر تنبیہ بھی ضروری ہے کہ حضرات محدّثین رضی اللہ عنہم اجمعین کے نزدیک فضائل کی روایات میں توسع ہے اور معمولی ضعف قابلِ تسامح ، باقی صوفیائے کرام رحمہم اللہ کے واقعات تو تاریخی حیثیت رکھتے ہی ہیں اور ظاہر ہے کہ تاریخ کا درجہ حدیث کے درجہ سے کہیں کم ہے ۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ، رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۔ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهِمْ وَحَمَلَةِ الدِّيْنِ الْمَتِيْنِ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ۔

زکریّا عفی عنہ کاندھلوی

شب دو شنبہ ۷ محرم ۱۳۵۸ھ

دُعائے خیر کا محتاج خواجہ محمدؐ اسلام

فی علم الاسلام و الایمان

فضائلِ قرآنِ مجید

مصنفہ

شیخ الحدیث حضرۃ مولانا محمد زکریا صاحب

رحمۃ اللہ تعالیٰ

خواجہ محمد اسلام

فہرست

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي خلق الانسان وعلمه البيان وانزل له القرآن وجعله موعظة وشفاء وهدى ورحمة لذوي الايمان لاريب فيه ولم يجعل له عوجا وانزله قيما حجة ونورا لذوي الايقان والصلوة والسلام الاتمان الاكملان على خير الخلائق من الانس والجان الذي نور القلب والقبور نوره ورحمة للعلمين ظهوره وعلى اله وصحبه الذين هم نجوم الهداية وناشر الفرقان وعلى من تبعهم بالايمان وبعد فيقول المفتقر الى رحمة ربه الجليل عبده المدعو بزكريا بن يحيى بن اسمعيل هذه العجالة اربعونية في فضائل القرآن الفتها ممتثلا لامر من اشارته حكم وطاعته غنم۔

تمام تعریف اس پاک ذات کے لیے ہے جس نے انسان کو پیدا کیا اور اسکو فصاحت سکھائی اور اس کیلئے وہ قرآن پاک نازل فرمایا جسکو نصیحت شفا، ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لیے بنایا جس میں نہ کوئی شک ہے اور نہ کسی قسم کی کجی، بلکہ وہ بالکل مستقیم ہے اور حجت و نور ہے یقین والوں کیلیے اور کامل و مکمل درود و سلام اس بہترین خلائق پر ہو جس کے نور نے زندگی میں دلوں کو اور مرنے کے بعد قبروں کو منور فرمادیا اور جسکا ظہور تمام عالم کیلیے رحمت ہے اور آپؐ کی اولاد اور اصحابؓ پر جو ہدایت کے ستارے ہیں اور کلام پاک کے پھیلانیوالے، نیز ان مومنین پر بھی جو ایمان کے ساتھ ان کے پیچھے لگنے والے ہیں۔ حمد و صلوٰۃ کے بعد اللہ کی رحمت کا محتاج بندہ زکریا بن یحییٰ بن اسماعیل عرض کرتا ہے کہ یہ جلدی میں لکھے ہوئے چند اوراق "فضائل قرآن" میں ایک چہل حدیث ہے جس کو میں نے ایسے حضرات کے امتثال حکم میں جمع کیا ہے جن کا اشارہ بھی حکم ہے اور ان کی اطاعت ہر طرح مغتنم ہے۔

حق سبحانہٗ و تقدس کے ان انعامات خاصہ میں سے جو مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور کے ساتھ ہمیشہ مخصوص رہے ہیں۔ مدرسے کا سالانہ جلسہ ہے جو ہر سال مدرسے کے اجمالی حالات سنانے کے لیے منعقد ہوتا ہے۔ مدرسے کے اس جلسہ میں مقررین اور

واعظین اور مشاہیر اہل ہند کے جمع کرنے کا اس قدر اہتمام نہیں کیا جاتا جتنا کہ اللہ والے، قلوب والے، گمنامی میں رہنے والے مشائخ کے اجتماع کی سعی کی جاتی ہے وہ زمانہ اگرچہ کچھ دور ہو گیا ہے جبکہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ العزیز اور قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کی تشریف آوری حاضرین جلسہ کے قلوب کو منور فرمایا کرتی تھی، مگر وہ منظر ابھی آنکھوں سے زیادہ دور نہیں ہوا جبکہ ان مجددین اسلام اور شموس ہدایت کے جانشین حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں مجتمع ہو کر مردہ قلوب کے لیے زندگی و نورانیت کے لیے چشمے جاری فرمایا کرتے تھے اور عشق کے پیاسوں کو سیراب فرماتے تھے۔

دور حاضر میں مدرسے کا جلسہ ان بدور ہدایت سے بھی گو محروم ہو گیا مگر ان کے سچے جانشین حضار جلسہ کو اب بھی اپنے فیوض و برکات سے مالا مال فرماتے ہیں، جو لوگ امسال جلسے میں شریک رہے ہیں وہ اس کے لیے شاہد عدل ہیں۔ آنکھوں والے برکات دیکھتے ہیں لیکن ہم سے بے بصر بھی اتنا ضرور محسوس کرتے ہیں کہ کوئی بات ضرور ہے۔

مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں اگر کوئی شخص شستہ تقاریر، زوردار لیکچروں کا طالب بن کر آئے وہ شاید اتنا مسرور نہ جائے جس قدر کہ دوائے دل کا طالب کامگار اور فیضیاب جائے گا فللّٰہ الحمد والمنۃ۔

اسی سلسلہ میں سال رواں ۲۷ ذیقعدہ ۱۳۴۶ھ کے جلسہ میں حضرت الشاہ حافظ محمد یٰسین صاحب رحمہ نگینوی نے قدم رنجہ فرما کر اس سیہ کار پر جس قدر شفقت و لطف کا مینہ برسایا یہ ناکارہ اس کے تشکر سے بھی قاصر ہے، ممدوح کے متعلق یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ آپ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں۔ پھر آپ کے اوصاف جلیلہ یکسوئی، تقدس مظہر انوار و برکات وغیرہ کے ذکر کی ضرورت نہیں

رہتی جلسہ سے فراغت کے بعد ممدوح حب واپس تشریف لے گئے تو گرامی نامہ، مکرمت نامہ، عزت نامہ سے مجھے اس کا حکم فرمایا کہ فضائل قرآن میں ایک چہل حدیث جمع کرکے اس کا ترجمہ خدمت میں پیش کروں اور نیز یہ کہ اگر ممدوح کے حکم سے میں نے انحراف کیا تو میرے، جانشین شیخ اور شبیل والد چچاجان مولانا الحافظ الحاج مولوی محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اپنے اس حکم کو مؤکد کرائیں گے اور بہر حال یہ خدمت ممدوح کو مجھ جیسے ناکارہ ہی سے لینا ہے، یہ افتخار نامہ اتفاقاً ایسی حالت میں پہنچا کہ میں سفر میں تھا اور میرے چچاجان یہاں تشریف فرما تھے، انہوں نے میری واپسی پر یہ گرامی نامہ اپنے تاکیدی حکم کے ساتھ میرے حوالہ فرمایا کہ جس کے بعد نہ مجھے کسی معذرت کی گنجائش رہی اور نہ اپنی عدم اہلیت کے پیش کرنے کا موقع، میرے لیے شرح موطا امام مالکؒ کی مشغولیت بھی ایک قوی عذر تھا مگر ارشادات عالیہ کی اہمیت کی وجہ سے اس کو چند روز کے لیے ملتوی کرکے ماحضر خدمات عالیہ میں پیش کرتا ہوں اور ان لغزشوں سے جن کا وجود میری نااہلیت کے لیے لازم ہے معافی کا خواستگار ہوں۔

رَجَاءُ الْحَشْرِ فِي سِلْكِ مَنْ قَالَ فِيهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَفِظَ عَلَىٰ أُمَّتِي أَرْبَعِينَ حَدِيثًا فِي أَمْرِ دِينِهَا بَعَثَهُ اللّٰهُ فَقِيهًا وَكُنْتُ لَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ شَافِعًا وَشَهِيدًا قَالَ الْعَلْقَمِيُّ الْحِفْظُ ضَبْطُ الشَّيْءِ وَمَنْعُهُ مِنَ الضَّيَاعِ فَتَارَةً تَكُونُ حِفْظُ الْعِلْمِ بِالْقَلْبِ وَإِنْ لَمْ يَكْتُبْ وَتَارَةً فِي الْكِتَابِ وَإِنْ لَمْ يَحْفَظْ بِقَلْبِهِ فَلَوْ حَفِظَ فِي كِتَابٍ ثُمَّ نَقَلَ إِلَى النَّاسِ دَخَلَ فِي وَعْدِ الْحَدِيثِ

اس جماعت کے ساتھ حشر ہونے کی امید میں جن کے بارے میں حضورؐ کا ارشاد ہے، کہ جو شخص میری اُمت کے لیے ان کے دینی امور میں چالیس حدیثیں محفوظ کرے گا، حق تعالیٰ شانہٗ اس کو قیامت میں عالم اٹھائیگا اور میں اس کے لیے سفارشی اور گواہ بنوں گا علقمیؒ کہتے ہیں کہ محفوظ کرنا شے کے منضبط کرنے اور ضائع ہونے سے حفاظت کا نام ہے، چاہے بغیر لکھے برزبان یاد کرلے یا لکھ کر دوسروں تک پہنچا دے وہ بھی حدیث

وَقَالَ الْمُنَاوِیُّ قَوْلُهٗ مَنْ حَفِظَ
عَلٰی اُمَّتِیْ اَیْ نَقَلَ اِلَیْهِمْ بِطَرِیْقِ
التَّخْرِیْجِ وَالْاِسْنَادِ وَقِیْلَ مَعْنٰی
حِفْظِهَا اَنْ یَّنْقُلَهَا اِلَی الْمُسْلِمِیْنَ
وَاِنْ لَّمْ یَحْفَظْهَا وَلَا عَرَفَ مَعْنَاهَا
وَقَوْلُهٗ اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا صِحَاحًا
اَوْ حِسَانًا قِیْلَ اَوْ ضِعَافًا یُعْمَلُ
بِهَا فِی الْفَضَائِلِ اه فَلِلّٰهِ دَرُّ الْاِسْلَامِ
مَا اَیْسَرَهٗ وَلِلّٰهِ دَرُّ اَهْلِهٖ مَا اَجْوَدَ
مَا اسْتَنْبَطُوْا رَزَقَنِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی
وَاِیَّاکُمْ کَمَالَ الْاِسْلَامِ وَمِمَّا
لَابُدَّ مِنَ التَّنْبِیْهِ عَلَیْهِ اَنِّیْ
اِعْتَمَدْتُ فِی التَّخْرِیْجِ عَلَی
الْمِشْکٰوةِ وَتَنْقِیْحِهٖ وَشَرْحِهِ
الْمِرْقَاةِ وَشَرْحِ الْاِحْیَاءِ لِلسَّیِّدِ
مُحَمَّدِنِ الْمُرْتَضٰی وَالتَّرْغِیْبِ
لِلْمُنْذِرِیِّ وَمَا عَزَوْتُ اِلَیْهَا
لِکَثْرَةِ الْاَخْذِ عَنْهَا وَمَآ اَخَذْتُ
عَنْ غَیْرِهَا عَزَوْتُهٗٓ اِلٰی مَاخَذِهٖ
وَیَنْبَغِیْ لِلْقَارِئِ مُرَاعَاتُ اٰدَابِ
التِّلَاوَةِ عِنْدَ الْقِرَاءَةِ۔

کی بشارت میں داخل ہوگا۔ مناویؒ کہتے ہیں میری
امت پر محفوظ کر لینے سے مراد ان کی طرف نقل
کرنا ہے سند کے حوالے کے ساتھ اور بعض
نے کہا ہے کہ مسلمانوں تک پہنچانا ہے اگرچہ
وہ بر زبان یاد نہ ہوں نہ ان کے معنی معلوم ہوں
اسی طرح چالیس حدیثیں بھی عام ہیں کہ سب
صحیح ہوں یا حسن یا معمولی درجہ کی ضعیف جن
پر فضائل میں عمل جائز ہو۔ اللہ اکبر اسلام میں بھی
کیا کیا سہولتیں ہیں اور تعجب کی بات ہے
کہ علماء نے بھی کس قدر باریکیاں نکالی ہیں
حق تعالیٰ شانہ کمال اسلام مجھے بھی نصیب
فرمائیں اور تمہیں بھی۔ اس جگہ ایک ضروری
امر پر متنبہ کرنا بھی لابدی ہے وہ یہ کہ میں نے
احادیث کا حوالہ دینے میں مشکوٰۃ تنقیح الرواۃ
مرقاۃ، اور احیاء العلوم کی شرح اور منذری
کی ترغیب پر اعتماد کیا ہے اور کثرت سے
ان سے لیا ہے، اس لیے ان کے
حوالے کی ضرورت نہیں سمجھی، البتہ ان
کے علاوہ کہیں سے لیا ہے تو اس کا حوالہ
نقل کر دیا ہے نیز قاری کے لیے تلاوت کے
وقت اس کے آداب کی رعایت بھی ضروری ہے

مقصود سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کلام مجید پڑھنے کے کچھ آداب بھی
لکھ دیے جائیں کہ ۔

بے ادب محروم گشت از فضلِ ربّ

مختصر طور پر آداب کا خلاصہ یہ ہے، کلام اللہ شریف معبود کا کلام ہے محبوبؒ مطلوب کے فرمودہ الفاظ ہیں۔

جن لوگوں کو محبت سے کچھ واسطہ پڑا ہے وہ جانتے ہیں کہ معشوق کے خط کی محبوب کی تقریر و تحریر کی کسی دل کھوئے ہوئے کے یہاں کیا وقعت ہوتی ہے، اس کے ساتھ جو شیفتگی و فریفتگی کا معاملہ ہوتا ہے اور ہونا چاہیئے وہ قواعد و ضوابط سے بالاتر ہے ع

محبت تجھ کو آداب محبت خود سکھا دے گی

اس وقت اگر جمالِ حقیقی اور انعاماتِ غیر متناہی کا تصور ہو تو محبت موجزن ہو گی، اس کے ساتھ ہی وہ احکم الحاکمین کا کلام ہے، سلطان السلاطین کا فرمان ہے اس سطوت و جبروت والے بادشاہ کا قانون ہے کہ جس کی ہمسری نہ کسی بڑے سے بڑے سے ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔ جن لوگوں کو سلاطین کے دربار سے کچھ واسطہ پڑ چکا ہے وہ تجربے سے اور جنکو سابقہ نہیں پڑا وہ اندازہ کر سکتے ہیں کہ سلطانی فرمان کی ہیبت قلوب پر کیا ہو سکتی ہے۔ کلامِ الٰہی محبوب و حاکم کا کلام ہے اس لیے دونوں آداب کا مجموعہ اس کے ساتھ برتنا ضروری ہے۔

حضرت عکرمہؓ جب کلامِ پاک پڑھنے کے لیے کھولا کرتے تھے تو بیہوش ہو کر گر جاتے تھے اور زبان پر جاری ہو جاتا تھا ھٰذَا کَلَامُ رَبِّیْ، ھٰذَا کَلَامُ رَبِّیْ۔ (یہ میرے رب کا کلام ہے یہ میرے رب کا کلام ہے)، یہ اُن آداب کا اجمال ہے اور ان تفصیلات کا اختصار ہے جو مشائخ نے آدابِ تلاوت میں لکھے ہیں جن کی کسی قدر توضیح بھی ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جن کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ بندہ نوکر بن کر نہیں، چاکر بن کر نہیں، بلکہ بندہ بن کر آقا و مالک، محسن و منعم کا کلام پڑھے، صوفیا نے لکھا ہے کہ جو شخص خود کو قرأت کے آداب سے قاصر سمجھتا رہے گا وہ قرب کے مراتب میں ترقی کرتا رہے گا اور جو خود کو رضا و عجب کی نگاہ سے دیکھے گا وہ ترقی

سے دُور ہو گا۔

آداب

مسواک اور وضو کے بعد کسی یک سُوئی کی جگہ میں نہایت وقار و تواضع کے ساتھ رُو بہ قبلہ بیٹھے اور نہایت ہی حضورِ قلب اور خشوع کے ساتھ اس لُطف سے جو سو وقت کے مناسب ہے اس طرح پڑھے کہ گویا خود حق سُبحانہٗ و عزّ اسمہٗ کو کلام پاک سُنا رہا ہے۔ اگر وہ معنی سمجھتا ہے تو تدبّر و تفکر کے ساتھ آیاتِ وعد و رحمت پر دعائے مغفرت و رحمت مانگے اور آیاتِ عذاب و وعید پر اللہ سے پناہ چاہے کہ اس کے سوا کوئی بھی چارہ ساز نہیں، آیاتِ تنزیہ و تقدیس پر سبحان اللہ کہے اور از خود تلاوت میں رونا نہ آوے تو بہ تکلف رونے کی سعی کرے۔

وَالَذُّ حَالَاتِ الْغَرَامِ لِمُغْرَمٍ شِکْوَی الْھَوٰی بِالْمَدْمَعِ الْمُھْرَاقِ

ترجمہ: کسی عاشق کے لیے سب سے زیادہ لذت کی حالت یہ ہے کہ محبوب سے اس کا گلہ ہو رہا ہو اس طرح کہ آنکھوں سے بارش ہو۔

پس اگر یاد کرنا مقصود نہ ہو تو پڑھنے میں جلدی نہ کرے، کلام پاک کو رحل، تکیہ یا کسی اونچی جگہ پر رکھے۔ تلاوت کے درمیان کسی سے کلام نہ کرے۔ اگر کوئی ضرورت پیش آ ہی جاوے تو کلام پاک بند کر کے بات کرے اور پھر اس کے بعد اعُوذ پڑھ کر دوبارہ شروع کرے۔ اگر مجمع میں لوگ اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہوں تو آہستہ پڑھنا افضل ہے ورنہ آواز سے پڑھنا اولیٰ ہے۔ مشائخ نے تلاوت کے چھ آداب ظاہری اور چھ باطنی ارشاد فرمائے ہیں۔

ظاہری آداب

اوّل: غایت احترام سے باوضو رُو بہ قبلہ بیٹھے، دوم: پڑھنے میں جلدی نہ کرے ترتیل و تجوید سے پڑھے، سوم: رونے کی سعی کرے چاہے بہ تکلف ہی کیوں نہ ہو۔ چہارم: آیاتِ رحمت و آیاتِ عذاب کا حق ادا کرے جیسا کہ پہلے گذر چکا۔ پنجم: اگر ریا کا احتمال ہو یا کسی دوسرے مسلمان کی تکلیف و حرج کا اندیشہ ہو تو آہستہ پڑھے ورنہ آواز سے

ششم: خوش الحانی سے پڑھے کہ خوش الحانی سے کلام پاک پڑھنے کی بہت سی احادیث میں تاکید آئی ہے۔

باطنی آداب

اوّل: کلام پاک کی عظمت دل میں رکھے کہ کیسا عالی مرتبہ کلام ہے۔ دوم: حق سبحانہٗ وتقدس کی علو شان اور رفعت و کبریائی کو دل میں رکھے جس کا کلام ہے۔ سوم: دل کو وساوس وخطرات سے پاک رکھے، چہارم: معانی کا تدبر کرے اور لذت کے ساتھ پڑھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شب تمام رات اس آیت کو پڑھ کر گزار دی تھی۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ	اے اللہ! اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر مغفرت فرمادے تو عزت وحکمت والا ہے۔

سعید بن جبیرؒ نے ایک رات اس آیت کو پڑھ کر صبح کر دی۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ	او مجرمو! آج قیامت کے دن فرمانبرداروں سے الگ ہو جاؤ۔

پنجم: جن آیات کی تلاوت کر رہا ہے دل کو ان کے تابع بنا دے۔ مثلاً اگر آیت رحمت زبان پر ہے تو دل سرور محض بن جائے اور آیت عذاب اگر آگئی ہے تو دل لرز جائے ششم: کانوں کو اس درجہ متوجہ بنا دے کہ گویا خود حق سبحانہٗ وتقدس کلام فرما رہے ہیں اور یہ سن رہا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ محض اپنے لطف وکرم سے مجھے بھی ان آداب کے ساتھ قرآن پاک پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے اور تمہیں بھی۔

مسئلہ: اتنے قرآن شریف کا حفظ کرنا جس سے نماز ادا ہو جائے ہر مسلمان پر فرض ہے اور تمام کلام پاک کا حفظ کرنا فرض کفایہ ہے اگر کوئی بھی العیاذ باللہ حافظ نہ رہے تو سب مسلمان گناہ گار ہیں۔ بلکہ زرکشیؒ سے ملا علی قاری نے نقل کیا ہے کہ جس شہر یا گاؤں میں کوئی قرآن پاک پڑھنے والا نہ ہو تو سب گناہ گار ہیں۔ اس زمانہ ضلالت وجہالت میں جہاں ہم

مسلمانوں میں اور بہت سے دینی امور میں گمراہی پھیل رہی ہے وہاں ایک عام آوازہ یہ بھی ہے کہ قرآن شریف کے حفظ کرنے کو فضول سمجھا جا رہا ہے اس کے الفاظ رٹنے کو حماقت بتلایا جاتا ہے۔ اس کے الفاظ یاد کرنے کو دماغ سوزی اور تضیع اوقات کہا جاتا ہے۔ اگر ہماری بد دینی کی یہی ایک وبا ہوتی تو اس پر کچھ تفصیل سے لکھا جاتا مگر یہاں ہر ادا مرض ہے اور ہر خیال باطل ہی کی طرف کھینچتا ہے۔ اس لیے کس کس چیز کو روئیے اور کس کس کا شکوہ کیجئے۔ فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکیٰ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ۔

۱: عَنْ عُثْمَانَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ

حضرت عثمانؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ تم میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو قرآن شریف کو سیکھے اور سکھائے۔

(رواہ البخاری و ابوداؤد والترمذی والنسائی و ابن ماجۃ ھٰکذا فی الترغیب وعزاہ الیٰ مسلم ایضاً لکن حکی الحافظ فی الفتح عن ابی العلاء ان مسلماً سکت عنہ)

اکثر کتب میں یہ روایت واؤ کے ساتھ ہے جس کا ترجمہ لکھا گیا اس صورت میں فضیلت اس شخص کے لیے ہے جو کلام پاک سیکھے اور اس کے بعد دوسروں کو سکھائے لیکن بعض کتب میں یہ روایت اَو کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ اس صورت میں بہتری اور فضیلت عام ہوگی کہ خود سیکھے یا دوسروں کو سکھائے۔ دونوں کے لیے مستقل خیر و بہتری ہے۔

کلام پاک چونکہ اصل دین ہے اس کی بقاء و اشاعت پر ہی دین کا مدار ہے اس لیے اس کے سیکھنے اور سکھانے کا افضل ہونا ظاہر ہے کسی توضیح کا محتاج نہیں البتہ اس کی انواع مختلف ہیں۔ کمال اس کا یہ ہے کہ مطالب و مقاصد سمیت سیکھے، اور ادنیٰ درجہ اس کا یہ ہے کہ فقط الفاظ سیکھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا ارشاد حدیث مذکور کی تائید کرتا ہے جو سعید بن سلیمؓ سے مرسلاً منقول ہے، کہ جو شخص قرآن شریف کو حاصل کرلے اور پھر کسی دوسرے شخص کو جو کوئی اور چیز عطا کی گئی ہو اپنے سے افضل سمجھے

تو اس نے حق تعالیٰ شانہٗ کے اس انعام کی جو اپنے کلام پاک کی وجہ سے اس پر فرمایا ہے تحقیر کی ہے اور کھلی ہوئی بات ہے کہ جب کلامِ الٰہی سب کلاموں سے افضل ہے جیسا کہ مستقل احادیث میں آنے والا ہے تو اسکا پڑھنا پڑھانا یقیناً سب چیزوں سے افضل ہونا ہی چاہیے۔ ایک دوسری حدیث سے ملا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے کلام پاک کو حاصل کر لیا اس نے علوم نبوت کو اپنی پیشانی میں جمع کر لیا۔ سہل تستری فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اس کے کلام پاک کی محبت قلب میں ہو۔ شرح احیاء میں ان لوگوں کی فہرست میں جو قیامت کے ہولناک دن میں عرش کے سایہ کے نیچے رہیں گے ان لوگوں کو بھی شمار کیا ہے جو مسلمانوں کے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیتے ہیں نیز ان لوگوں کو بھی شمار کیا ہے جو بچپن میں قرآن شریف سیکھتے ہیں، اور بڑے ہو کر اس کی تلاوت کا اہتمام کرتے ہیں۔

۲ - عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ الرَّبُّ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی مَنْ شَغَلَہُ الْقُرْاٰنُ عَنْ ذِکْرِیْ وَمَسْئَلَتِیْ اَعْطَیْتُہٗ اَفْضَلَ مَآ اُعْطِی السَّآئِلِیْنَ وَفَضْلُ کَلَامِ اللّٰہِ عَلٰی سَآئِرِ الْکَلَامِ کَفَضْلِ اللّٰہِ عَلٰی خَلْقِہٖ

(رواہ الترمذی والدارمی والبیہقی فی الشعب)

ابو سعیدؓ سے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ حق سبحانہٗ وتقدس کا یہ فرمان ہے کہ جس شخص کو قرآن شریف کی مشغولی کی وجہ سے ذکر کرنے اور دعائیں مانگنے کی فرصت نہیں ملتی میں اسکو سب دعائیں مانگنے والوں سے زیادہ عطا کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ شانہٗ کے کلام کو سب کلاموں پر ایسی ہی فضیلت ہے جیسی کہ خود حق تعالیٰ شانہٗ کو تمام مخلوق پر

یعنی جس شخص کو قرآن پاک کے یاد کرنے یا جاننے اور سمجھنے میں اس درجہ مشغولی ہے کہ کسی دوسری دعا وغیرہ کے مانگنے کا وقت نہیں ملتا، میں دعا مانگنے والوں سے بھی افضل چیز اس کو عطا کروں گا۔ دنیا کا مشاہدہ ہے کہ جب کوئی شخص شیرنی وغیرہ تقسیم کر رہا ہو اور کوئی مٹھائی لینے والا اس کے ہی کام میں مشغول ہو اور اس کی وجہ سے نہ آ سکتا ہو تو یقیناً اس کا حصہ پہلے ہی نکال لیا جاتا ہے ایک دوسری حدیث میں اسی موقعہ پر مذکور

ہے کہ میں اسکو شکر گزار بندوں کے ثواب سے افضل ثواب عطا کروں گا۔

۳۔ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ فِي الصُّفَّةِ فَقَالَ اَيُّكُمْ يُحِبُّ اَنْ يَّغْدُوَ كُلَّ يَوْمٍ اِلٰى بُطْحَانَ اَوِ الْعَقِيْقِ فَيَاْتِيَ بِنَاقَتَيْنِ كَوْمَاوَيْنِ فِيْ غَيْرِ اِثْمٍ وَّلَا قَطِيْعَةِ رَحِمٍ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كُلُّنَا نُحِبُّ ذٰلِكَ قَالَ اَفَلَا يَغْدُوْ اَحَدُكُمْ اِلَى الْمَسْجِدِ فَيَعْلَمُ اَوْ يَقْرَأُ اٰيَتَيْنِ مِنْ كِتَابِ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ نَاقَتَيْنِ وَثَلٰثٌ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ ثَلٰثٍ وَاَرْبَعٌ خَيْرٌ لَّهٗ مِنْ اَرْبَعٍ وَمِنْ اَعْدَادِهِنَّ مِنَ الْاِبِلِ

عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ہم لوگ صُفّہ میں بیٹھے تھے آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کون شخص اس کو پسند کرتا ہے کہ علی الصبح بازار بطحان یا عقیق میں جاوے اور دو اونٹنیاں عمدہ سے عمدہ بلا کسی قسم کے گناہ اور قطع رحمی کے پکڑ لاتے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اس کو تو ہم میں سے ہر شخص پسند کرے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں جا کر دو آیتوں کا پڑھنا یا پڑھانا دو اونٹنیوں سے ہے اور تین آیات کا تین اونٹنیوں سے اسی طرح چار کا چار سے افضل ہے اور ان کے برابر اونٹوں سے افضل ہے۔

(رواہ مسلم و ابوداؤد)

صُفّہ: مسجد نبوی میں ایک خاص معیّن چبوترہ کا نام ہے جو فقراء مہاجرین کی نشست گاہ تھی۔ اصحاب صفہؓ کی تعداد مختلف اوقات میں کم و بیش ہوتی رہتی تھی۔ علامہ سیوطیؒ نے ایک سو ایک نام گنوائے ہیں۔ اور مستقل رسالہ ان کے اسماء گرامی میں تصنیف کیا ہے۔ بطحان اور عقیق مدینہ طیبہ کے پاس دو جگہ ہیں جہاں اونٹوں کا بازار لگتا تھا۔ عرب کے نزدیک اونٹ نہایت پسندیدہ چیز تھی۔ بالخصوص وہ اونٹنی جس کا کوہان فربہ ہو۔ بغیر گناہ کا مطلب یہ ہے کہ بے محنت چیز اگر چھین کر کسی سے لی جاتی ہے، یا یہ کہ میراث وغیرہ میں کسی رشتہ دار کے مال پر قبضہ کر لے یا کسی کا مال چرا لے۔ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کی نفی فرما دی کہ بالکل بلا مشقت اور بدون کسی گناہ کے حاصل کر لینا جسقدر پسندیدہ ہے اس سے زیادہ بہتر و افضل ہے۔ چند آیات کا حاصل کر

لینا۔ اور یہ یقینی امر ہے کہ ایک دو اونٹ تو درکنار، ہفت اقلیم کی سلطنت بھی اگر کسی کو مل جائے تو کیا آج نہیں تو کل موت اس سے جبراً جدا کر دے گی۔ لیکن ایک آیت کا اجر ہمیشہ کے لیے ساتھ رہنے والی چیز ہے۔ دنیا ہی میں دیکھ لیجئے کہ آپ کسی شخص کو ایک روپیہ عطا فرمادیجئے اس کی اس کو مسرت ہوگی بمقابلہ اس کے کہ ایک ہزار روپیہ اس کے حوالے کردیں کہ اس کو اپنے پاس رکھ لے میں ابھی واپس آکر لے لوں گا کہ اس صورت میں بجز اس پر بارِ امانت کے اور کوئی فائدہ اس کو حاصل نہیں ہوگا۔ درحقیقت اس حدیث شریف میں فانی و باقی کے تقابل پر تنبیہ بھی مقصود ہے کہ آدمی اپنی حرکت اور سکون پر غور کرے کہ کسی فانی چیز پر اس کو ضائع کر رہا ہے یا باقی رہنے والی چیز پر، اور پھر حسرت ہے ان اوقات پر جو باقی رہنے والا وبال کماتے ہوں۔ حدیث کا اخیر جملہ اور ان کے برابر اونٹوں سے افضل ہے تین مطالب کا متحمل ہے۔ اوّل یہ کہ چار کے عدد تک بالتفصیل ارشاد فرمایا اور اس کے مافوق کو اجمالاً فرمادیا کہ جسقدر آیات کوئی شخص حاصل کرے گا۔ اس کے بقدر اونٹوں سے افضل ہے۔ اس صورت میں اونٹوں سے جنس مراد ہے خواہ اونٹ ہوں، یا اونٹنیاں اور بیان ہے چار سے زیادہ کا اس لیے کہ چار تک کا ذکر خود تصریحاً مذکور ہو چکا، دوسرا مطلب یہ ہے کہ انہیں اعداد کا ذکر ہے جو پہلے مذکور ہو چکے اور مطلب یہ ہے کہ رغبات مختلف ہوا کرتی ہیں کسی کو اونٹنی پسند ہے تو کوئی اونٹ کا گرویدہ ہے۔ اس لیے حضورؐ نے اس لفظ سے یہ ارشاد فرمایا کہ ہر آیت ایک اونٹنی سے بھی افضل ہے اور اگر کوئی شخص اونٹ سے محبت رکھتا ہو تو ایک آیت ایک اونٹ سے بھی افضل ہے تیسرا مطلب یہ ہے کہ یہ بیان انہی اعداد کا ہے جو پہلے ذکر کیے گئے، چار سے زائد کا نہیں ہے مگر دوسرے مطلب میں جو تقریر گذری کہ ایک اونٹنی یا ایک اونٹ سے افضل ہے یہ نہیں بلکہ مجموعہ مراد ہے کہ ایک آیت ایک اونٹ اور ایک اونٹنی دونوں کے مجموعہ سے افضل ہے، اسی طرح ہر آیت اپنے موافق عدد اونٹنی اور اونٹ دونوں کے مجموعے سے افضل ہے تو گویا فی آیت کا مقابلہ ایک جوڑا سے ہوا، میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اسی مطلب کو پسند فرمایا ہے کہ اس میں فضیلت کی زیادتی ہے اگرچہ یہ مراد نہیں کہ ایک

آیت کا اجر ایک اونٹ یا دو اونٹ کا مقابلہ کر سکتا ہے، یہ صرف تنبیہ اور تمثیل ہے میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ ایک آیت جس کا ثواب دائمی اور ہمیشہ رہنے والا ہے ہفت اقلیم کی بادشاہت سے جو فنا ہو جانے والی ہے افضل اور بہتر ہے۔

ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ایک بزرگ کے بعض تجارت پیشہ احباب نے ان سے درخواست کی کہ جہاز سے اترنے کے وقت جدہ تشریف فرما ہوں تاکہ جناب کی برکت سے ہمارے مال میں نفع ہو اور مقصود یہ تھا کہ تجارت کے منافع سے حضرت کے بعض خدام کو کچھ نفع حاصل ہو اول تو حضرت نے عذر فرمایا مگر جب انہوں نے اصرار کیا تو حضرت نے دریافت فرمایا کہ تمہیں زاید سے زاید جو نفع مالِ تجارت میں ہوتا ہے اس کی کیا مقدار ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ مختلف ہوتا ہے زاید سے زاید ایک کے دو ہو جاتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ اس قلیل نفع کے لیے اس قدر مشقت اٹھاتے ہو۔ اتنی سی بات کے لیے ہم حرم محترم کی نماز کیسے چھوڑ دیں جہاں ایک کے لاکھ ملتے ہیں۔" درحقیقت مسلمانوں کے غور کرنے کی جگہ ہے کہ وہ ذرا سی دنیوی متاع کی خاطر کس قدر دینی منافع کو قربان کر دیتے ہیں۔

۴۔ عَنْ عَائِشَةَ رض قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَاهِرُ بِالْقُرْاٰنِ مَعَ السَّفَرَةِ الْكِرَامِ الْبَرَرَةِ وَالَّذِىْ يَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ وَيَتَتَعْتَعُ فِيْهِ وَهُوَ عَلَيْهِ شَاقٌّ لَهٗ اَجْرَانِ

حضرت عائشہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن کا ماہر ان ملائکہ کے ساتھ ہے جو میر منشی ہیں اور نیک کار ہیں اور جو شخص قرآن شریف کو اٹکتا ہوا پڑھتا ہے اور اس میں وقت اٹھاتا ہے اس کو دوہرا اجر ہے۔

(رواه البخاری ومسلم وابو داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ)

قرآن شریف کا ماہر وہ کہلاتا ہے جس کو یاد بھی خوب ہو اور پڑھتا بھی خوب ہو اور اگر معانی و مراد پر بھی قادر ہو تو پھر کیا کہنا۔ ملائکہ کے ساتھ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بھی قرآن شریف کے لوح محفوظ سے نقل کرنے والے ہیں اور یہ بھی اس کا نقل کرنے والا اور

پہنچانے والا ہے تو گویا دونوں ایک ہی مسلک پر ہیں یا یہ کہ حشر میں ان کے ساتھ اجتماع ہوگا، اٹکنے والے کو دوہرا اجر ایک اس کی قرأت کا دوسرا اس کی اس مشقت کا جو اس بار بار کے اٹکنے کی وجہ سے برداشت کرتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ اس ماہر سے بڑھ جاوے۔ ماہر کے لیے جو فضیلت ارشاد فرمائی گئی ہے وہ اس سے بہت بڑھ کر ہے کہ مخصوص ملائکہ کے ساتھ اس کا اجتماع فرمایا ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اس کے اٹکنے کی وجہ سے اس مشقت کا اجر مستقل ملے گا، لہٰذا اس عذر کی وجہ سے کسی کو چھوڑنا نہیں چاہیے ملا علی قاریؒ نے طبرانی اور بیہقی کی روایت سے نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھتا ہے اور وہ یاد نہیں ہوتا تو اس کے لیے دوہرا اجر ہے اور جو اس کو یاد کرنے کی تمنا کرتا ہے لیکن یاد کرنے کی طاقت نہیں رکھتا مگر وہ پڑھنا بھی نہیں چھوڑتا تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کا حفاظ ہی کے ساتھ حشر فرمائیں گے۔

۵۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ اِلَّا عَلَى اثْنَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْاٰنَ فَهُوَ يَقُوْمُ بِهٖ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ۔

(رواہ البخاری والترمذی والنسائی)

ابن عمرؓ سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ حسد دو شخصوں کے سوا کسی پر جائز نہیں۔ ایک وہ جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے قرآن شریف کی تلاوت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس میں مشغول رہتا ہے، دوسرے وہ جس کو حق سبحانہٗ نے مال کی کثرت عطا فرمائی اور وہ دن رات اس کو خرچ کرتا ہے۔

قرآن شریف کی آیات اور احادیث کثیرہ کے عموم سے حسد کی برائی اور ناجائز ہونا مطلقاً معلوم ہوتا ہے۔ اس حدیث شریف سے دو آدمیوں کے بارے میں جواز معلوم ہوتا ہے چونکہ وہ روایات زیادہ مشہور و کثیر ہیں اس لیے علماء نے اس حدیث کے دو مطلب ارشاد فرمائے ہیں اوّل یہ کہ حسد اس حدیث شریف میں رشک کے معنی میں ہے جس کو عربی میں غبطہ کہتے ہیں۔ حسد اور غبطہ میں یہ فرق ہے کہ حسد میں کسی کے پاس کوئی

نعمت دیکھ کر یہ آرزو ہوتی ہے کہ اس کے پاس یہ نعمت نہ رہے خواہ اپنے پاس حاصل ہو یا نہ ہو اور رشک میں اپنے پاس اس کے حصول کی تمنا و آرزو ہوتی ہے۔ عام ہے کہ دوسرے سے زائل ہو یا نہ ہو، چونکہ حسد بالاجماع حرام ہے اس لیے علماء نے اس لفظِ حسد کو مجازاً غبطہ کے معنی میں ارشاد فرمایا ہے جو دنیوی امور میں مباح ہے اور دینی امور میں مستحب، دوسرا مطلب یہ بھی ممکن ہے کہ بسا اوقات کلام علی سبیل الفرض والتقدیر مستعمل ہوتا ہے، یعنی اگر حسد جائز ہوتا تو یہ دو چیزیں ایسی تھیں کہ ان میں جائز ہوتا۔

۶۔ عَنْ اَبِیْ مُوْسٰیؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الْاُتْرُجَّۃِ رِیْحُھَا طَیِّبٌ وَّطَعْمُھَا طَیِّبٌ وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ التَّمْرَۃِ لَا رِیْحَ لَھَا وَطَعْمُھَا حُلْوٌ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ لَا یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ کَمَثَلِ الْحَنْظَلَۃِ لَیْسَ لَھَا رِیْحٌ وَّطَعْمُھَا مُرٌّ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِیْ یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ مَثَلُ الرَّیْحَانَۃِ رِیْحُھَا طَیِّبٌ وَّطَعْمُھَا مُرٌّ۔

(رواہ البخاری ومسلم والنسائی وابن ماجۃ)

ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو مسلمان قرآن شریف پڑھتا ہے، اس کی مثال ترنج کی سی ہے اس کی خوشبو بھی عمدہ ہوتی ہے، اور مزہ بھی لذیذ، اور جو مومن قرآن شریف نہ پڑھے اس کی مثال کھجور کی سی ہے کہ خوشبو کچھ نہیں مگر مزہ شیریں ہوتا ہے اور جو منافق قرآن شریف نہیں پڑھتا اس کی مثال حنظل کے پھل کی سی ہے کہ مزہ کڑوا اور خوشبو کچھ نہیں، اور جو منافق قرآن شریف پڑھتا ہے، اس کی مثال خوشبودار پھول کی سی ہے کہ خوشبو عمدہ اور مزہ کڑوا۔

مقصود اس حدیث سے غیر محسوس شے کو محسوس کے ساتھ تشبیہ دینا ہے تاکہ ذہن میں فرق کلام پاک کے پڑھنے اور نہ پڑھنے کا سہولت سے آجاوے، ورنہ ظاہر ہے کہ کلام پاک کی حلاوت اور مہک سے کیا نسبت ترنج و کھجور کو، اگرچہ ان اشیاء کے ساتھ

تشبیہ میں خاص نکات بھی ہیں جو علوم نبویہ سے تعلق رکھتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی وسعت کی طرف مشیر ہیں۔ مثلاً ترنج ہی کو لے لیجیے منہ میں خوشبو پیدا کرتا ہے معدہ کو صاف کرتا ہے ہضم میں قوت دیتا ہے وغیرہ وغیرہ، یہ منافع ایسے ہیں، کہ قرأت قرآن شریف کے ساتھ خاص مناسبت رکھتے ہیں۔ مثلاً منہ کا خوشبودار ہونا باطن کا صاف کرنا، روحانیت میں قوت پیدا کرنا۔ یہ منافع تلاوت میں ہیں جو پہلے منافع کے ساتھ بہت ہی مشابہت رکھتے ہیں۔ ایک خاص اثر ترنج میں یہ بھی بتلایا جاتا ہے کہ جس گھر میں ترنج ہو وہاں جن نہیں جا سکتا۔ اگر یہ صحیح ہے تو پھر کلام پاک کے ساتھ خاص مشابہت ہے بعض اطباء سے میں نے سنا ہے کہ ترنج سے حافظہ بھی قوی ہوتا ہے، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے احیاء میں نقل کیا گیا ہے کہ تین چیزیں حافظہ کو بڑھاتی ہیں :۔

۱: مسواک ۲: روزہ ۳: تلاوتِ کلام اللہ شریف

ابوداؤد کی روایت میں اس حدیث کے ختم پر ایک اور مضمون نہایت ہی مفید ہے کہ بہتر ہمنشین کی مثال مشک والے آدمی کی سی ہے اگر تجھے مشک نہ مل سکا تو اس کی خوشبو تو کہیں گئی نہیں اور بدتر ہمنشین کی مثال آگ کی بھٹی والے کی طرح ہے کہ اگر سیاہی نہ پہنچے تب بھی دھواں تو کہیں گیا نہیں۔ نہایت اہم بات ہے آدمی کو اپنے ہمنشینوں پر بھی نظر کرنا چاہیے کہ کس قسم کے لوگوں میں ہر وقت نشست و برخاست ہے

۷۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ اَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيْنَ

(رواہ مسلم)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کتاب یعنی قرآن پاک کی وجہ سے کتنے ہی لوگوں کو بلند مرتبہ کرتا ہے اور کتنے ہی لوگوں کو پست و ذلیل کرتا ہے۔

یعنی جو لوگ اس پر ایمان لاتے ہیں عمل کرتے ہیں حق تعالیٰ شانہٗ ان کو دنیا و آخرت

ہیں رفعت و عزت عطا فرماتا ہے اور جو لوگ اس پر عمل نہیں کرتے حق سبحانہ و تقدس ان کو ذلیل کرتا ہے۔ کلام اللہ شریف کی آیات سے بھی یہ مضمون ثابت ہوتا ہے ایک جگہ ارشاد ہے یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو ہدایت فرماتا ہے اور بہت سے لوگوں کو گمراہ، دوسری جگہ ارشاد ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد منقول ہے کہ اس امت کے بہت سے منافق قاری ہوں گے۔ بعض مشائخ سے احیاء میں نقل کیا ہے کہ بندہ ایک سورت کلام پاک کی شروع کرتا ہے تو ملائکہ اس کے لیے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ فارغ ہو اور دوسرا ایک شخص ایک سورت شروع کرتا ہے تو ملائکہ اس کے ختم تک اس پر لعنت کرتے ہیں بعض علماء سے منقول ہے کہ آدمی تلاوت کرتا ہے اور خود اپنے اوپر لعنت کرتا ہے اور اس کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ قرآن شریف میں پڑھتا ہے۔ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ اور خود ظالم ہونے کی وجہ سے اس وعید میں داخل ہوتا ہے۔ اسی طرح پڑھتا ہے لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ اور خود جھوٹا ہونے کی وجہ سے اس کا مستحق ہوتا ہے

عامر بن واثلہؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے نافع بن عبدالحارثؓ کو مکہ مکرمہ کا حاکم بنا رکھا تھا ان سے ایک مرتبہ دریافت فرمایا کہ جنگلات کا ناظم کس کو مقرر کر رکھا ہے انہوں نے عرض کیا کہ ابن ابزیٰؓ کو، حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ ابن ابزیٰؓ کون شخص ہے انہوں نے عرض کیا کہ ہمارا ایک غلام ہے حضرت عمرؓ نے اعتراض فرمایا کہ غلام کو امیر کیوں بنا دیا۔ انہوں نے کہا کہ کتاب اللہ کا پڑھنے والا ہے حضرت عمرؓ نے اس حدیث کو نقل کیا ہے کہ نبی کریم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کلام کی بدولت بہت سے لوگوں کے رفع درجات فرماتے ہیں اور بہت سوں کو پست کرتے ہیں۔

۸۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ	عبدالرحمن بن عوفؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تین چیزیں قیامت

وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثٌ تَحْتَ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ الْقُرْاٰنُ يُحَاجُّ الْعِبَادَ لَهٗ ظَهْرٌ وَّ بَطْنٌ وَّالْاَمَانَةُ وَالرَّحِمُ تُنَادِيْ اَلَا مَنْ وَّصَلَنِيْ وَصَلَهُ اللّٰهُ وَمَنْ قَطَعَنِيْ قَطَعَهُ اللّٰهُ

(رواہ فی شرح السنۃ)

کے دن عرش کے نیچے ہوں گی۔ ایک کلام پاک کہ جھگڑے گا بندوں سے، قرآن پاک کے لیے ظاہر ہے اور باطن، دوسری چیز امانت ہے اور تیسری رشتہ داری جو پکارے گی کہ جس شخص نے مجھ کو جوڑا اللہ اس کو اپنی رحمت سے ملاوے اور جس نے مجھ کو توڑا اللہ اپنی رحمت سے اس کو جدا کر دے۔

ان چیزوں کے عرش کے نیچے ہونے سے مقصود انکا کمالِ قرب ہے یعنی حق سبحانہٗ و تقدس کے عالی دربار میں بہت ہی قریب ہوں گی۔ کلام اللہ شریف کے جھگڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس کی رعایت کی اس کا حق ادا کیا اس پر عمل کیا ان کی طرف سے دربار حق سبحانہٗ میں جھگڑے گا اور شفاعت کرے گا، ان کے درجے بلند کرائے گا۔ ملّا علی قاریؒ نے بروایت ترمذی نقل کیا ہے کہ قرآن شریف بارگاہِ الٰہی میں عرض کریگا کہ اس کو جوڑا مرحمت فرمائیں تو حق تعالیٰ شانہٗ کرامت کا تاج مرحمت فرمادیں گے پھر وہ زیادتی کی درخواست کرے گا تو حق تعالیٰ شانہٗ اکرام کا پورا جوڑا مرحمت فرمادیں گے پھر وہ درخواست کریگا۔ کہ یا اللہ آپ اس شخص سے راضی ہوجائیں تو حق سبحانہٗ و تقدس اس سے رضا کا اظہار فرمادیں گے۔ اور جب کہ دنیا میں محبوب کی رضا سے بڑھ کر کوئی بھی بڑی سے بڑی نعمت نہیں ہوتی تو آخرت میں محبوب کی رضا کا مقابلہ کون سی نعمت کرسکتی ہے اور جن لوگوں نے اس کی حق تلفی کی ہے ان سے اس بارے میں مطالبہ کرے گا کہ میری کیا رعایت کی، میرا کیا حق ادا کیا۔ شرح احیاء میں امام صاحبؒ سے نقل کیا ہے کہ سال میں دو مرتبہ ختم کرنا قرآن شریف کا حق ہے، اب وہ حضرات جو کبھی بھول کر بھی تلاوت نہیں کرتے ذرا غور فرمالیں کہ اس قوی مقابل کے سامنے کیا جواب دہی کریں گے، موت بہرحال آنے والی چیز ہے، اس سے کسی کو مفر نہیں۔ قرآن شریف کے ظاہر اور باطن ہونے کا مطلب ظاہر یہ ہے کہ ایک ظاہری معنی ہیں جسکو ہر شخص سمجھتا ہے

اور ایک باطنی معنی ہیں جن کو ہر شخص نہیں سمجھتا، جس کی طرف حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد نے اشارہ کیا ہے کہ جو شخص قرآنِ پاک میں اپنی رائے سے کچھ کہے اگر وہ صحیح بھی ہو تب بھی اس نے خطا کی بعض مشائخ نے ظاہر سے مراد اس کے الفاظ فرمائے ہیں کہ جن کی تلاوت میں ہر شخص برابر ہے اور باطن سے مراد اس کے معنی اور مطالب ہیں جو حسبِ استعداد مختلف ہوتے ہیں۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر علم چاہتے ہو تو قرآنِ پاک کے معانی میں غور و فکر کرو کہ اس میں اوّلین و آخرین کا علم ہے مگر کلامِ پاک کے معنی کے لیے جو شرائط و آداب ہیں ان کی رعایت ضروری ہے، یہ نہیں کہ ہمارے زمانے کی طرح سے جو شخص عربی کے چند الفاظ کے معنی جان لے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر بغیر کسی لفظ کے معنی جانے اردو ترجمے دیکھ کر اپنی رائے کو اس میں داخل کر دے۔ اہلِ فن نے تفسیر کے لیے پندرہ علوم پر مہارت ضروری بتلائی ہے، وقتی ضرورت کی وجہ سے مختصر اُعرض کرتا ہوں جس سے معلوم ہو جاوے گا کہ بطن کلامِ پاک تک رسائی ہر شخص کو نہیں ہو سکتی، اوّل لغت جس سے کلامِ پاک کے مفرد الفاظ کے معنی معلوم ہو جاویں۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو جائز نہیں کہ بدون معرفتِ لغاتِ عرب کے کلامِ پاک میں کچھ لب کشائی کرے اور چند لغات کا معلوم ہو جانا کافی نہیں اس لیے کہ بسا اوقات لفظ چند معانی میں مشترک ہوتا ہے اور وہ ان میں سے ایک دو معنی جانتا ہے اور فی الواقع اس جگہ کوئی اور معنی مراد ہوتے ہیں۔ دوسرے نحو کا جاننا ضروری ہے اس لیے کہ اعراب کے تغیر و تبدل سے معنی بالکل بدل جاتے ہیں اور اعراب کی معرفت نحو پر موقوف ہے، تیسرے صرف کا جاننا ضروری ہے اس لیے کہ صیغوں کے اختلاف سے معانی بالکل مختلف ہو جاتے ہیں، ابن فارسؒ کہتے ہیں کہ جس شخص سے علم صرف فوت ہو گیا اس سے بہت کچھ فوت ہو گیا۔ علّامہ زمخشریؒ اعجوبات تفسیر میں نقل کرتے ہیں، کہ ایک شخص نے کلامِ پاک کی آیت یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ۔ ترجمہ: جس دن کہ پکاریں گے ہم ہر شخص کو اس کے امام اور پیش رو کے ساتھ۔ اس کی تفسیر صرف کی ناواقفیت کی وجہ سے یہ کی کہ جس دن پکاریں گے ہر شخص کو ان کی ماؤں کے ساتھ، اس امام

کا لفظ جو مفرد تھا اس کو اُمّ کی جمع سمجھا گیا اگر وہ صرف سے واقف ہوتا تو معلوم ہو جاتا کہ اُمّ کی جمع امام نہیں آتی۔ چوتھے اشتقاق کا جاننا ضروری ہے اس لیے کہ لفظ جب کہ دو مادوں سے مشتق ہو تو اس کے معنی مختلف ہوں گے جیسا کہ مسیح کا لفظ ہے کہ اس کا اشتقاق مسح سے بھی ہے جس کے معنی چھونے اور تر ہاتھ کسی چیز پر پھیرنے کے ہیں اور مساحت سے بھی ہیں جس کے معنی پیمائش کے ہیں۔ پانچویں علم معانی کا جاننا ضروری ہے جس سے کلام کا ظہور و خفا، تشبیہ و کنایہ معلوم ہوتا ہے۔ ساتویں علم بدیع جس سے کلام کی خوبیاں تعبیر کے اعتبار سے معلوم ہوتی ہیں۔ یہ تینوں فن علم بلاغت کہلاتے ہیں۔ مفسر کے اہم علوم میں سے ہیں، اس لیے کہ کلام پاک جو سراسر اعجاز ہے۔ اس سے اس کا اعجاز معلوم ہوتا ہے۔ آٹھویں علم قراءت کا جاننا بھی ضروری ہے اس لیے کہ مختلف قراءتوں کی وجہ سے مختلف معنی معلوم ہوتے ہیں اور بعض معنی کی دوسرے معنی پر ترجیح معلوم ہو جاتی ہے۔ نویں علم عقائد کا جاننا بھی ضروری ہے اس لیے کہ کلام پاک میں بعض آیات ایسی بھی ہیں جن کے ظاہری معنی کا اطلاق حق سبحانہٗ و تقدس پر صحیح نہیں، اس لیے ان میں کسی تاویل کی ضرورت پڑے گی جیسے کہ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔ دسویں اصول فقہ کا معلوم ہونا ضروری ہے کہ جس سے وجوہ استدلال و استنباط معلوم ہو سکیں۔ گیارھویں اسباب نزول کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے کہ شانِ نزول سے آیت کے معنی زیادہ واضح ہوں گے اور بسا اوقات اصل معنی کا معلوم ہونا بھی شانِ نزول پر موقوف ہوتا ہے۔ بارھویں ناسخ و منسوخ کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے تاکہ منسوخ شدہ احکام معمول بہا سے ممتاز ہو سکیں تیرھویں علمِ فقہ کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے کہ جزئیات کے احاطہ سے کلیات پہچانے جاتے ہیں۔ چودھویں ان احادیث کا جاننا ضروری ہے جو قرآنِ پاک کی مجمل آیات کی تفسیر واقع ہوئی ہیں۔

ان سب کے بعد پندرھواں وہ علمِ وہبی ہے جو حق سبحانہٗ و تقدس کا عطیۂ خاص ہے جو اپنے مخصوص بندوں کو عطا فرماتا ہے جس کی طرف اس حدیث شریف میں اشارہ ہے۔ مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَهُ اللّٰهُ عِلْمَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (جب کہ بندہ

اس چیز پر عمل کرتا ہے جس کو جانتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ ایسی چیزوں کا علم عطا فرماتے ہیں جن کو وہ نہیں جانتا۔)

اسی طرف حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے اشارہ فرمایا جب کہ ان سے لوگوں نے پوچھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کچھ خاص علوم عطا فرمائے ہیں یا خاص وصایا جو عام لوگوں کے علاوہ آپ کے ساتھ مخصوص ہیں، انہوں نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے جنت پیدا کی اور جان پیدا کی اس فہم کے علاوہ کچھ نہیں ہے جس کو اللہ تعالیٰ شانہٗ نے اپنے کلام کے سمجھنے کے لیے کسی کو عطا فرمادیں۔ ابن ابی الدنیا رحؒ کا مقولہ ہے کہ علوم قرآن اور جو اس سے حاصل ہو وہ ایسا سمندر ہے جس کا کنارہ نہیں، یہ علوم جو بیان کیے گئے مفسر کے لیے بطور آلہ کے ہیں۔ اگر کوئی شخص ان علوم کی واقفیت بغیر تفسیر کرے تو وہ تفسیر بالرائے میں داخل ہے جس کی ممانعت آئی ہے۔ صحابہؓ کے لیے علوم عربیہ طبعاً حاصل تھے اور بقیہ علوم مشکوٰۃ نبوت سے مستفاد تھے۔ علامہ سیوطی رحؒ کہتے ہیں کہ شاید تجھے یہ خیال ہو کہ علم وہبی کا حاصل کرنا بندہ کی قدرت سے باہر ہے لیکن حقیقت ایسی نہیں بلکہ اس کے حاصل کرنے کا طریقہ ان اسباب کا حاصل کرنا ہے جس پر حق تعالیٰ شانہٗ اس کو مرتب فرماتے ہیں مثلاً علم پر عمل اور دنیا سے بے رغبتی وغیرہ وغیرہ۔

کیمیائے سعادت میں لکھا ہے کہ قرآن شریف کی تفسیر تین شخصوں پر ظاہر نہیں ہوتی اول وہ جو علوم عربیہ سے واقف نہ ہو، دوسرے وہ جو کسی کبیرہ پر مصر ہو یا بدعتی ہو کہ اس گناہ سے اس بدعت کی وجہ سے اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے معرفتِ قرآن سے قاصر رہتا ہے، تیسرے وہ شخص جو کسی اعتقادی مسئلہ میں ظاہر کا قائل ہو اور کلام اللہ شریف کی جو عبارت اس کے خلاف ہو اس سے طبیعت اچٹتی ہو اس شخص کو بھی فہمِ قرآن سے حصہ نہیں ملتا۔ اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُمْ۔

۹۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ

عبداللہ بن عمروؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن صاحبِ قرآن سے کہا جاویگا کہ قرآن

اِقْرَأْ وَارْتَقِ وَرَتِّلْ كَمَا كُنْتَ تُرَتِّلُ فِي الدُّنْيَا فَإِنَّ مَنْزِلَكَ عِنْدَ اٰخِرِ اٰيَةٍ تَقْرَؤُهَا۔

شریف پڑھتا جا اور بہشت کے درجوں پر چڑھتا جا اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جیساکہ تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا۔ بس تیرا مرتبہ وہی ہے جہاں آخری آیت پر پہنچے۔

(رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان فی صحیحہ)

صاحب القرآن سے بظاہر حافظ مراد ہے اور ملا علی قاریؒ نے بڑی تفصیل سے اس کو واضح کیا ہے کہ یہ فضیلت حافظ ہی کے لیے ہے۔ ناظرہ خواں اس میں داخل نہیں اوّل اس وجہ سے کہ صاحبِ قرآن کا لفظ بھی اسی طرف مشیر ہے، دوسرے اس وجہ سے کہ مسند احمد کی روایت میں ہے حَتّٰى يَقْرَأَ شَيْئًا مَّعَهُ (یہاں تک کہ پڑھے جو کچھ قرآن شریف اس کے ساتھ ہے) یہ لفظ اس امر میں زیادہ ظاہر ہے کہ اس سے حافظ مراد ہے۔ اگرچہ محتمل وہ ناظرہ خواں بھی ہے جو کہ قرآن شریف بہت کثرت کے ساتھ پڑھتا ہو۔ مرقاۃ میں لکھا ہے وہ پڑھنے والا مراد نہیں جس کو قرآن لعنت کرتا ہو، یہ اس حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ وہ قرآن کو پڑھتے ہیں اور قرآن ان کو لعنت کرتا ہے اس لیے اگر کسی کے عقائد وغیرہ درست نہ ہوں تو قرآن شریف کے پڑھنے سے اس کی مقبولیت پر استدلال نہیں ہو سکتا، خوارج کے بارے میں بکثرت اس قسم کی احادیث وارد ہوئی ہیں۔

ترتیل کے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ ترتیل لغت میں صاف اور واضح طور سے پڑھنے کو کہتے ہیں اور شرع شریف میں کئی چیزوں کی رعایت کے ساتھ تلاوت کرنے کو کہتے ہیں۔ اوّل حرفوں کو صحیح نکالنا یعنی اپنے مخرج سے پڑھنا تاکہ طا کی جگہ تا اور ضاد کی جگہ ظا نہ نکلے۔ دوسرے وقوف کی جگہ پر اچھی طرح سے ٹھہرنا تاکہ وصل اور قطع کلام کا بے محل نہ ہو جاوے۔ تیسرے حرکتوں میں اشباع کرنا یعنی زیر، زبر، پیش کو اچھی طرح سے ظاہر کرنا، چوتھے آواز کو تھوڑا سا بلند کرنا تاکہ کلام پاک کے الفاظ زبان سے نکل کر کانوں تک پہنچیں اور وہاں سے دل پر اثر کریں۔ پانچویں

آواز کو ایسی طرح سے درست کرنا کہ اس میں درد پیدا ہو جاوے اور دل پر جلدی اثر کرے کہ درد والی آواز دل پر جلدی اثر کرتی ہے اور اس سے روح کو قوت اور تاثر زیادہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اطباء نے کہا ہے کہ جس دوا کا اثر دل پر پہنچانا ہو اس کو خوشبو میں ملا کر دیا جائے کہ دل اس کو جلدی کھینچتا ہے اور جس دوا کا اثر جگر میں پہنچانا ہو اس کو شیرینی میں ملایا جائے کہ جگر مٹھائی کا جاذب ہے۔ اسی وجہ سے بندہ کے نزدیک اگر تلاوت کے وقت خوشبو کا خاص استعمال کیا جاوے تو دل پر تاثیر میں زیادہ تقویت ہو گی۔ چھٹے تشدید اور مد کو اچھی طرح ظاہر کیا جائے کہ اس کے اظہار سے کلام پاک میں عظمت ظاہر ہوتی ہے اور تاثیر میں اعانت ہوتی ہے۔ ساتویں آیاتِ رحمت وعذاب کا حق ادا کرے جیسا کہ تمہید میں گذر چکا۔ یہ سات چیزیں ہیں جن کی رعایت ترتیل کہلاتی ہے، اور مقصود ان سب سے صرف ایک ہے یعنی کلام پاک کا فہم و تدبر۔ حضرت ام المومنین ام سلمہؓ سے کسی نے پوچھا کہ حضورؐ کلام اللہ شریف کس طرح پڑھتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ سب حرکتوں کو بڑھاتے تھے یعنی زیر، زبر وغیرہ کو پورا نکالتے تھے اور ایک ایک حرف الگ الگ ظاہر ہوتا تھا۔ ترتیل سے تلاوت مستحب ہے اگرچہ معنی نہ سمجھتا ہو۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں ترتیل سے اَلْقَارِعَۃُ اور اِذَا زُلْزِلَتْ پڑھوں یہ بہتر ہے اس سے کہ بلا ترتیل سورۂ بقرہ اور آل عمران پڑھوں۔

شراح اور مشائخ کے نزدیک حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ قرآنِ پاک کی ایک ایک آیت پڑھتا جا اور ایک ایک درجہ اوپر چڑھتا جا اس لیے کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت کے درجات کلام اللہ شریف کی آیات کے برابر ہیں۔ لہٰذا جو شخص جتنی آیات کا ماہر ہو گا اتنے ہی درجے اوپر اس کا ٹھکانہ ہو گا اور جو شخص کلام پاک کا ماہر ہو گا وہ سب سے اوپر کے درجے میں ہو گا۔

ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ حدیث میں وارد ہے کہ قرآن پڑھنے والے سے اوپر کوئی درجہ نہیں پس قراء آیات کے بقدر ترقی کریں گے اور علامہ دانی نے اہل فن کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے کہ قرآن شریف کی آیات چھ ہزار ہیں لیکن اس کے بعد کی

مقدار میں (یعنی تعداد میں) اختلاف ہے اور اتنے اقوال نقل کیے ہیں - ۲۰۴ - ۱۴ - ۱۹ - ۲۵ - ۳۶ -

شرحِ احیاء میں لکھا ہے کہ ہر آیت ایک درجہ ہے جنت میں پس قاری سے کہا جاوے گا کہ جنت کے درجات پر اپنی تلاوت کے بقدر چڑھتے جاؤ، جو شخص قرآنِ پاک تمام پورا کرے گا وہ جنت کے اعلیٰ درجے پر پہنچے گا اور جو شخص کچھ حصہ پڑھا ہُوا ہو گا وہ اس کے بقدر درجات پر پہنچے گا۔ بالجملہ منتہائے ترقی منتہائے قراءت ہو گی۔ بندہ کے نزدیک حدیثِ بالا کا مطلب کچھ اور معلوم ہوتا ہے فَاِنْ کَانَ صَوَابًا فَمِنَ اللّٰہِ وَ اِنْ کَانَ خَطَاءً فَمِنِّیْ وَمِنَ الشَّیْطٰنِ وَ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ مِنْہُ بَرِیْئَانِ۔ اگر یہ درست ہو تو حق تعالیٰ شانہٗ کی اعانت سے ہے اور اگر غلط ہو تو میری اپنی تقصیر سے ہے۔

حاصل اس مطلب کا یہ ہے کہ حدیثِ بالا سے درجات کی وہ ترقی مراد نہیں جو آیات کے لحاظ سے فی آیت ایک درجہ ہے اس لیے کہ اس ترقی میں ترتیل سے پڑھنے نہ پڑھنے کو بظاہر کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا جب ایک آیت پڑھی جاتے ایک درجہ کی ترقی ہو گی عام ہے کہ ترتیل سے ہو یا بلا ترتیل بلکہ اس حدیث میں بظاہر دوسری ترقی باعتبار کیفیت مراد ہے جس میں ترتیل سے پڑھنے نہ پڑھنے کو دخل ہے لہٰذا جس ترتیل سے دنیا میں پڑھتا تھا اسی ترتیل سے آخرت میں پڑھ سکے گا اور اس کے موافق درجات میں ترقی ہوتی رہے گی۔ ملا علی قاریؒ نے ایک حدیث سے نقل کیا ہے کہ اگر دنیا میں بکثرت تلاوت کرتا رہا تب تو اس وقت بھی یاد ہو گا ورنہ بھول جائے گا۔ اللہ جل شانہٗ اپنا فضل فرمائیں کہ ہم میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جنکو والدین نے دینی شوق میں یاد کرا دیا تھا مگر وہ اپنی لاپرواہی اور بے توجہی سے دنیا ہی میں ضائع کر دیتے ہیں، اور اس کے بالمقابل بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص قرآنِ پاک یاد کرتا ہُوا اور اس میں محنت و مشقت برداشت کرتا ہوا مر جائے وہ حفاظ کی جماعت میں شمار ہو گا، حق تعالیٰ کے یہاں عطا میں کوئی کمی نہیں، کوئی لینے والا ہو۔

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا،

۱۰- عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا لَا اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِيْمٌ حَرْفٌ۔

ابن مسعودؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ایک حرف کتاب اللہ کا پڑھے اس کے لیے اس حرف کے عوض ایک نیکی ہے، اور ایک نیکی کا اجر دس نیکی کے برابر ملتا ہے میں یہ نہیں کہتا کہ سارا الٓمّٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف، لام ایک حرف میم ایک حرف

(رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث صحیح غریب اسنادا والدارمی)

ف مقصود یہ ہے کہ جیسے اور جملہ اعمال میں پورا عمل ایک شمار کیا جاتا ہے۔ کلام پاک میں ایسے نہیں بلکہ اجزاء عمل بھی پورے عمل شمار کیے جاتے ہیں اور اس لیے تلاوت کلام پاک میں ہر ہر حرف ایک ایک نیکی شمار کی جاتی ہے اور ہر نیکی پر حق تعالیٰ کی طرف سے (مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا) (جو شخص ایک نیکی لاوے اس کو دس نیکی کے بقدر اجر ملتا ہے) دس حصہ اجر کا وعدہ ہے اور یہ اقل درجہ ہے۔ وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ (حق تعالیٰ شانہٗ جس کے لیے چاہتے ہیں اجر زیادہ فرما دیتے ہیں) ہر حرف کو مستقل نیکی شمار کرنے کی مثال حضورؐ نے ارشاد فرما دی کہ الٓمّٓ پورا ایک حرف شمار نہیں ہوگا بلکہ الف، لام، میم علیحدہ علیحدہ حرف شمار کیے جائیں گے اور اس طرح الٓمّٓ کے مجموعہ پر تیس نیکیاں ہوگئیں۔ اس میں اختلاف ہے کہ الٓمّٓ سے سورۂ بقرہ کا شروع مراد ہے یا اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ مراد ہے اگر سورۂ بقرہ کا شروع مراد ہے تو پھر سورۂ بقرہ کے شروع میں جو الٓمّٓ ہے وہ نو حروف ہیں اس لیے اس کا اجر نوے نیکیاں ہوگئیں بیہقیؒ کی روایت میں ہے کہ میں یہ نہیں کہتا کہ بسم اللہ ایک حرف ہے بلکہ ب س م یعنی علیحدہ علیحدہ حروف مراد ہیں

۱۱- عَنْ مُعَاذِ الْجُهَنِيِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

معاذ جہنیؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے

مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ وَعَمِلَ بِمَا فِيْهِ اُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ضَوْءُهٗ اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِيْ بُيُوْتِ الدُّنْيَا لَوْ كَانَتْ فِيْكُمْ فَمَا ظَنُّكُمْ بِالَّذِيْ عَمِلَ بِهٰذَا

(رواہ احمد وابوداؤد وصححہ الحاکم)

اور اس پر عمل کرے اس کے والدین کو قیامت کے دن ایک تاج پہنایا جاوے گا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بھی زیادہ ہو گی، اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو پس کیا گمان ہے تمہارا اس شخص کے متعلق جو خود عامل ہے۔

یعنی قرآنِ پاک کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی برکت یہ ہے کہ اس کے پڑھنے والے کے والدین کو ایسا تاج پہنایا جاویگا جس کی روشنی آفتاب کی روشنی سے بہت زیادہ ہوگی اگر وہ آفتاب تمہارے گھروں میں ہو یعنی آفتاب اتنی دور سے اس قدر روشنی پھیلاتا ہے اگر وہ گھر کے اندر آجائے تو یقیناً بہت زیادہ روشنی اور چمک کا سبب ہو گا تو پڑھنے والے کے والدین کو جو تاج پہنایا جاویگا اس کی روشنی اس روشنی سے زیادہ ہو گی جسکو گھر میں طلوع ہونے والا آفتاب پھیلا رہا ہے اور جب کہ والدین کے لیے یہ ذخیرہ ہے تو خود پڑھنے والے کے اجر کا خود اندازہ کر لیا جاوے کہ کس قدر ہو گا کہ جب اس کے طفیلیوں کا یہ حال ہے تو خود اصل کا حال بدرجہا زیادہ ہو گا، کہ والدین کو یہ اجر صرف اس وجہ سے ہوا ہے کہ وہ اس کے وجود یا تعلیم کا سبب ہوئے ہیں۔ آفتاب کے گھر میں ہونے سے جو تشبیہ دی گئی ہے اس میں علاوہ ازیں کہ قرب میں روشنی زیادہ محسوس ہوتی ہے ایک اور لطیف امر کی طرف بھی اشارہ ہے وہ یہ کہ جو چیز ہر وقت پاس رہتی ہے اس سے انس والفت زیادہ ہوتی ہے اس لیے آفتاب سے دوری کی وجہ سے اس سے جو بیگانگی ہے وہ ہر وقت کے قرب کی وجہ سے مبدل بہ انس ہو جائے گی تو اس صورت میں روشنی کے علاوہ اس کے ساتھ موانست کی طرف بھی اشارہ ہے اور اس طرف بھی کہ وہ اپنی ہو گی کہ آفتاب سے اگرچہ ہر شخص نفع اٹھاتا ہے لیکن اگر وہ کسی کو ہبہ کر دیا جائے تو اس کے لیے کس قدر افتخار کی چیز ہو۔

حاکمؒ نے بریدہؓ سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص

قرآن شریف پڑھے اور اس پر عمل کرے اس کو ایک تاج پہنایا جاوے گا جو نور سے بنا ہوا ہوگا اور اس کے والدین کو ایسے دو جوڑے پہنائے جاویں گے کہ تمام دنیا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ وہ عرض کریں گے کہ یا اللہ یہ جوڑے کس صلہ میں ہیں تو ارشاد ہوگا کہ تمہارے بچے کے قرآن شریف پڑھنے کے عوض میں۔

جمع الفوائد میں طبرانی سے نقل کیا ہے کہ حضرت انسؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص اپنے بیٹے کو ناظرہ قرآن شریف سکھلادے اس کے سب اگلے اور پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور جو شخص حفظ کرائے اس کو قیامت میں چودھویں رات کے چاند کے مشابہ اٹھایا جاویگا اور اس کے بیٹے سے کہا جاوے گا کہ پڑھنا شروع کر جب بیٹا ایک آیت پڑھے گا۔ باپ کا ایک درجہ بلند کیا جاوے گا حتیٰ کہ اسی طرح تمام قرآن شریف پورا ہو۔

بچے کے قرآن شریف پڑھنے پر باپ کے لیے یہ فضائل ہیں اور اسی پر بس نہیں، دوسری بات بھی سن لیجئے کہ اگر خدانخواستہ آپ نے اپنے بچے کو چار پیسے کے لالچ میں دین سے محروم رکھا تو یہ ہی نہیں کہ آپ اس لازوال ثواب سے محروم رہیں گے۔ بلکہ اللہ کے یہاں آپ کو جواب دہی بھی کرنی پڑے گی آپ اس ڈر سے کہ یہ مولوی و حافظ پڑھنے کے بعد صرف مسجد کے ملانے اور ٹکڑے کے محتاج بن جاتے ہیں اس وجہ سے آپ اپنے لاڈلے بچے کو اس سے بچاتے ہیں، یاد رکھیں کہ اس سے آپ اس کو تو دائمی مصیبت میں گرفتار کر ہی رہے ہیں مگر ساتھ ہی اپنے اوپر بھی بڑی سخت جواب دہی لے رہے ہیں۔ حدیث میں ارشاد ہے کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ (الحدیث) ہر شخص سے اس کے ماتحتوں اور دوست نگروں کا بھی سوال ہوگا کہ ان کو کس قدر دین سکھلایا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان عیوب سے آپ بچنے اور بچانے کی کوشش کیجئے۔ مگر جوؤں کے ڈر سے کپڑا نہ پہننا کوئی عقل کی بات نہیں البتہ اس کے صاف رکھنے کی ضرور کوشش چاہیے۔ بالجملہ اگر آپ اپنے بچے کو دینداری کی صلاحیت سکھلائیں گے، اپنی جواب دہی سے سبکدوش ہوں گے اور جس وقت تک وہ زندہ رہے گا،

جس قدر نیک اعمال کرے گا، دعا و استغفار آپ کے لیے کرے گا۔ آپ کے لیے رفع درجات کا سبب بنے گا۔ لیکن دنیا کی خاطر چار پیسے کے لالچ سے آپ نے اس کو دین سے بے بہرہ رکھا تو یہی نہیں کہ خود آپ کو اپنی حرکت کا وبال بھگتنا پڑے گا، جس قدر بد اطواریاں، فسق و فجور اس سے سرزد ہوں گے آپ کے نامۂ اعمال بھی اس ذخیرہ سے خالی نہ رہیں گے۔ خدارا اپنے حال پر رحم کھائیں، دنیا بہرحال گذر جانے والی چیز ہے اور موت ہر بڑی سے بڑی تکلیف کا خاتمہ ہے لیکن جس تکلیف کے بعد موت بھی نہیں اس کا کوئی منتہا نہیں۔ اس کے لیے جو کچھ کرنا ہے کرلیں۔

۱۲- عَنْ عُقْبَةَ رضی اللہ عنہ بْنِ عَامِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ لَوْ جُعِلَ الْقُرْاٰنُ فِیْ اِھَابٍ ثُمَّ اُلْقِیَ فِی النَّارِ مَا احْتَرَقَ (رواہ الدارمی)

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اگر رکھ دیا جاوے۔ قرآن شریف کو کسی چمڑے میں پھر وہ آگ میں ڈال دیا جاوے تو نہ جلے

مشائخ حدیث اس روایت کے مطلب میں دو طرف گئے ہیں بعض کے نزدیک چمڑے سے عام مراد ہے جس جانور کا ہو اور آگ سے دنیوی آگ مراد ہے۔ اس صورت میں یہ مخصوص معجزہ ہے جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے ساتھ خاص تھا جیسا کہ اور انبیاء کے معجزے ان کے زمانے کے ساتھ خاص ہوتے ہیں۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ چمڑے سے مراد آدمی کا چمڑا ہے اور آگ سے جہنم، اس صورت میں یہ حکم عام ہوگا کسی زمانے کے ساتھ مخصوص نہ ہوگا یعنی جو شخص کہ حافظ قرآن ہو اگر وہ کسی جرم میں جہنم میں ڈالا بھی جاویگا تو آگ اس پر اثر نہ کرے گی۔ ایک روایت میں مَا مَسَّتْہُ النَّارُ کا لفظ بھی آیا ہے یعنی آگ اس کو چھونے کی بھی نہیں، ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی روایت جس کو شرح السنۃ سے مُلّا علی قاری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے اس دوسرے معنی کی تائید کرتی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قرآن شریف کو حفظ کیا کرو اس لیے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس قلب کو عذاب نہیں فرماتے جس میں کلام پاک محفوظ ہو، یہ حدیث اپنے مضمون میں صاف اور نص ہے جو لوگ حفظِ

قرآن شریف کو فضول بتلاتے ہیں، وہ خدارا ذرا ان فضائل پر بھی غور کریں کہ یہی ایک فضیلت ایسی ہے جس کی وجہ سے ہر شخص کو حفظِ قرآن پر جان دے دینا چاہیے، اس لیے کون شخص ایسا ہوگا جس نے گناہ نہ کیے ہوں، جس کی وجہ سے آگ کا مستحق نہ ہو۔

شرح احیاء میں ان لوگوں کی فہرست میں جو قیامت کے ہولناک اور وحشت اثر دن میں اللہ کے سائے کے نیچے رہیں گے حضرت علیؓ کی حدیث سے بروایت دیلمی نقل کیا ہے کہ حاملینِ قرآن یعنی حفّاظ اللہ کے سائے کے نیچے انبیاء اور برگزیدہ لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔

۱۳۔ عَنْ عَلِيٍّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَظْهَرَهٗ فَاَحَلَّ حَلَالَهٗ وَحَرَّمَ حَرَامَهٗ اَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ وَ شَفَّعَهٗ فِيْ عَشَرَةٍ مِّنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ كُلُّهُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَهُ النَّارُ

(رواہ احمد والترمذی وقال ھذا حدیث غریب وحفص بن سلیمان الراوی لیس ھو بالقوی یضعف فی الحدیث ورواہ ابن ماجۃ والدارمی)

حضرت علیؓ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص نے قرآن پڑھا، پھر اس کو حفظ یاد کیا اور اس کے حلال کو حلال جانا اور حرام کو حرام، حق تعالیٰ شانہٗ اس کو جنت میں داخل فرما دیں گے اور اس کے گھرانے میں سے ایسے دس آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول فرما دیں گے جن کے لیے جہنم واجب ہو چکی ہو۔

دخولِ جنت ویسے تو ہر مومن کے لیے ان شاء اللہ ہے ہی، اگرچہ بداعمالیوں کی سزا بھگت کر ہی کیوں نہ ہو لیکن حفاظ کے لیے یہ فضیلت ابتداءِ دخول کے اعتبار سے ہے وہ دس شخص جن کے بارے میں شفاعت قبول فرمائی گئی وہ فساق و فجار ہیں جو مرتکب کبائر کے ہیں۔ اس لیے کہ کفار کے بارے میں تو شفاعت ہے ہی نہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے۔ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (مشرکین پر اللہ نے جنت کو حرام کر دیا اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں)، دوسری جگہ ارشاد ہے مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ

اٰمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ (الآیۃ) (نبی اور مسلمانوں کے لیے اس کی گنجائش نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں اگرچہ وہ رشتہ دار ہوں) وغیرہ وغیرہ۔ نصوص اس مضمون میں صاف ہیں کہ مشرکین کی مغفرت نہیں ہے۔ اس لیے حفاظ کی شفاعت سے ان مسلمانوں کی شفاعت مراد ہے جن کے معاصی کی وجہ سے ان کا جہنم میں داخل ہونا ضروری بن گیا تھا، جو لوگ جہنم سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں ان کے لیے ضروری ہے کہ اگر وہ حافظ نہیں اور خود حفظ نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنے کسی قریبی رشتہ دار کو ہی حافظ بنا دیں کہ اس کے طفیل یہ بھی اپنی بداعمالیوں کی سزا سے محفوظ رہ سکیں، اللہ کا کس قدر انعام ہے اس شخص[1] پر جس کے باپ، چچا، تائے، دادا، نانا، ماموں سب ہی حافظِ قرآن ہیں، اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ

۱۴۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْقُرْاٰنَ فَاقْرَءُوْہُ فَاِنَّ مَثَلَ الْقُرْاٰنِ لِمَنْ تَعَلَّمَ فَقَرَأَ وَقَامَ بِہٖ کَمَثَلِ جِرَابٍ مَّحْشُوٍّ مِّسْکًا تَفُوْحُ رِیْحُہٗ کُلَّ مَکَانٍ وَمَثَلُ مَنْ تَعَلَّمَہٗ فَرَقَدَ وَھُوَ فِیْ جَوْفِہٖ کَمَثَلِ جِرَابٍ اُوْکِیَ عَلٰی مِسْکٍ (رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجۃ وابن حبان)

ابوہریرہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن شریف کو سیکھو، پھر اس کو پڑھو، اس لیے کہ جو شخص قرآن شریف سیکھتا ہے اور پڑھتا ہے اور تہجد میں اسکو پڑھتا رہتا ہے اس کی مثال اس تھیلی کی سی ہے، جو مشک سے بھری ہوئی ہو کہ اس کی خوشبو تمام مکان میں پھیلتی ہے اور جس شخص نے سیکھا اور پھر سو گیا اس کی مثال اس مشک کی تھیلی کی ہے جسکا منہ بند کر دیا گیا ہو

یعنی جس شخص نے قرآن پاک پڑھا اور اس کی خبر گیری کی، راتوں کو نماز میں تلاوت کی، اس کی مثال اس مشک دان کی سی ہے کہ جو کھلا ہوا ہو کہ اس کی خوشبو سے تمام مکان مہکتا ہے اسی طرح اس حافظ کی تلاوت سے تمام مکان انوار و برکات سے معمور رہتا ہے اور اگر وہ حافظ سو جاوے یا غفلت کی وجہ سے نہ پڑھ سکے تب بھی اس کے قلب میں

[1] حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم مولف کتاب ہذا مراد ہیں

جو کلامِ پاک ہے وہ تو بہرحال مشک ہی ہے۔ اس غفلت سے اتنا نقصان ہوا کہ دوسرے لوگ اس کی برکات سے محروم رہے لیکن اس کا قلب تو بہرحال اس مشک کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔

۱۵۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الَّذِیْ لَیْسَ فِیْ جَوْفِہٖ شَیْءٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ کَالْبَیْتِ الْخَرِبِ۔

عبداللہ بن عباسؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص کے قلب میں قرآن شریف کا کوئی حصہ بھی محفوظ نہیں وہ بمنزلہ ویران گھر کے ہے۔

(رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث صحیح ورواہ الدارمی والحاکم وصححہ)

ویران گھر کے ساتھ تشبیہ دینے میں ایک خاص لطیفہ بھی ہے وہ یہ کہ خانہ خالی را دیوے گیرد[۱]۔ اسی طرح جو قلب کلامِ پاک سے خالی ہوتا ہے شیاطین کا اس پر تسلط زیادہ ہوتا ہے اس حدیث میں حفظ کی کس قدر تاکید فرمائی ہے کہ اس دل کے لیے ویران گھر ارشاد ہوا ہے جس میں کلامِ پاک محفوظ نہیں۔ ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں کلامِ مجید پڑھا جاتا ہے اس کے اہل وعیال کثیر ہو جاتے ہیں اس میں خیر وبرکت بڑھ جاتی ہے۔ ملائکہ اس میں نازل ہوتے ہیں اور شیاطین اس گھر سے نکل جاتے ہیں اور جس گھر میں تلاوت نہیں ہوتی اس میں تنگی اور بے برکتی ہوتی ہے، ملائکہ اس گھر سے چلے جاتے ہیں شیاطین اس میں گھس جاتے ہیں۔ ابن مسعودؓ سے منقول ہے اور بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ خالی گھر وہی ہے جس میں تلاوتِ قرآن شریف نہ ہوتی ہو۔

۱۶۔ عَنْ عَائِشَۃَؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قِرَاءَۃُ الْقُرْاٰنِ فِی الصَّلٰوۃِ اَفْضَلُ مِنْ قِرَاءَۃِ الْقُرْاٰنِ فِیْ غَیْرِ الصَّلٰوۃِ وَقِرَاءَۃُ الْقُرْاٰنِ فِیْ غَیْرِ الصَّلٰوۃِ اَفْضَلُ مِنَ التَّسْبِیْحِ وَالتَّکْبِیْرِ وَالتَّسْبِیْحُ اَفْضَلُ مِنَ الصَّدَقَۃِ وَالصَّدَقَۃُ

حضرت عائشہؓ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ نماز میں قرآن شریف کی تلاوت بغیر نماز کی تلاوت سے افضل ہے اور بغیر نماز کی تلاوت تسبیح و تکبیر سے افضل ہے اور تسبیح صدقہ سے افضل ہے اور صدقہ روزہ سے افضل

[۱] یعنی خالی اور غیر آباد گھر پر دیو اور جنات قبضہ کر لیتے ہیں

أَفْضَلُ مِنَ الصَّوْمِ وَالصَّوْمُ جُنَّةٌ مِّنَ النَّارِ (رواه البيهقي في شعب الايمان)

ہے، اور روزہ بچاؤ ہے آگ سے۔

تلاوت کا اذکار سے افضل ہونا ظاہر ہے اس لیے کہ یہ کلامِ الٰہی ہے اور پہلے یہ معلوم ہو چکا کہ اللہ تعالےٰ کے کلام کو اوروں کے کلام پر وہی فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ کو فضیلت ہے مخلوق پر۔ ذکر اللہ کا افضل ہونا صدقہ سے اور روایات میں بھی وارد ہے اور صدقہ کا روزہ سے افضل ہونا جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ دوسری بعض روایات کے خلاف ہے جن سے روزہ کی فضیلت معلوم ہوتی ہے لیکن یہ احوال کے اعتبار سے مختلف ہے بعض حالتوں میں روزہ افضل ہے اور بعض میں صدقہ، اسی طرح لوگوں کے اعتبار سے بھی مختلف ہے بعض لوگوں کے لیے روزہ افضل ہے اور جبکہ روزہ آگ سے بچاؤ ہے، جس کا درجہ اس روایت میں سب سے اخیر میں ہے تو پھر تلاوتِ کلام اللہ کا کیا کہنا جو سب سے اوّل ہے۔ صاحبِ احیاء نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر کلامِ پاک پڑھا اس کو ہر حرف پر سو نیکیاں ملیں گی اور جس شخص نے نماز میں بیٹھ کر پڑھا اس کے لیے پچاس نیکیاں اور جس نے بغیر نماز کے وضو کے ساتھ پڑھا اس کے لیے پچیس نیکیاں اور جس نے بلا وضو پڑھا اس کے لیے دس نیکیاں اور جو شخص پڑھے نہیں بلکہ صرف پڑھنے والے کی طرف کان لگا کر سنے اس کے لیے بھی ہر حرف کے بدلے ایک نیکی ہے۔

۱۷۔ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ إِذَا رَجَعَ إِلَى أَهْلِهِ أَنْ يَّجِدَ فِيهِ ثَلَاثَ خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ قُلْنَا نَعَمْ قَالَ فَثَلَاثُ آيَاتٍ يَّقْرَأُ بِهِنَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ خَيْرٌ لَّهُ مِنْ ثَلَاثِ

ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ جب وہ گھر آئے تو تین اونٹنیاں حاملہ بڑی اور موٹی اس کو مل جاویں، ہم نے عرض کیا کہ بیشک (ضرور پسند کرتے ہیں) حضورؐ نے فرمایا تین آیتیں جن کو تم میں سے کوئی نماز میں پڑھ لے، وہ تین حاملہ بڑی اور موٹی اونٹنیوں سے افضل ہیں

خَلِفَاتٍ عِظَامٍ سِمَانٍ (رواہ مسلم)

اس سے ملتا جلتا مضمون حدیث نمبر ۳ میں گذر چکا ہے۔ اس حدیث شریف میں چونکہ نماز میں پڑھنے کا ذکر ہے اور وہ بغیر نماز کے پڑھنے سے افضل ہے اس لیے تشبیہ حاملہ اونٹنیوں سے دی گئی اس لیے کہ وہاں بھی دو عبادتیں ہیں نماز اور تلاوت، ایسے ہی یہاں بھی دو چیزیں ہیں اونٹنی اور اس کا حمل۔ میں حدیث نمبر ۳ کے فائدے میں لکھ چکا ہوں کہ اس قسم کی احادیث سے صرف تشبیہ مراد ہوتی ہے ورنہ ایک آیت کا باقی رہنے والا اجر ہزار فانی اونٹنیوں سے افضل ہے۔

۱۸۔ عَنْ عُثْمَانَؓ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَوْسٍ الثَّقَفِيِّ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِرَاءَةُ الرَّجُلِ الْقُرْاٰنَ فِيْ غَيْرِ الْمُصْحَفِ اَلْفُ دَرَجَةٍ وَ قِرَاءَتُهٗ فِي الْمُصْحَفِ تُضْعَفُ عَلٰى ذٰلِكَ اِلٰى اَلْفَيْ دَرَجَةٍ

اوس ثقفیؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ کلام اللہ شریف کا حفظ پڑھنا ہزار درجہ ثواب رکھتا ہے اور قرآن پاک میں دیکھ کر پڑھنا دو ہزار تک بڑھ جاتا ہے۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

حافظ قرآن کے متعدد فضائل پہلے گذر چکے ہیں۔ اس حدیث شریف میں جو دیکھ کر پڑھنے کی فضیلت ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ قرآن پاک کے دیکھ کر پڑھنے میں تدبّر اور فکر کے زیادہ ہونے کے علاوہ وہ کئی عبادتوں کو متضمن ہے، قرآن پاک کو دیکھنا، اس کو چھونا وغیرہ وغیرہ، اس وجہ سے یہ افضل ہوا۔ چونکہ روایات کا مفہوم مختلف ہے اسی وجہ سے علماء نے اس میں اختلاف فرمایا ہے کہ کلام پاک کا حفظ پڑھنا افضل ہے یا دیکھ کر، ایک جماعت کی رائے ہے کہ حدیث بالا کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ اس میں غلط پڑھنے سے امن رہتا ہے، قرآن پاک پر نظر رہتی ہے، قرآن شریف دیکھ کر پڑھنا افضل ہے، دوسری جماعت دوسری روایت کی وجہ سے اور اس وجہ سے کہ حفظ پڑھنا زیادتی خشوع کا سبب ہوتا ہے۔ ریا سے دور ہوتا ہے اور نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ

حفظ پڑھنے کی بھی حفظ کو ترجیح دیتی ہے۔ امام نوویؒ نے اس میں فیصلہ کیا ہے کہ فضیلت آدمیوں کے لحاظ سے مختلف ہے بعض کے لیے دیکھ کر پڑھنا افضل ہے جس کو اس میں تدبر و تفکر زیادہ حاصل ہوتا ہو اس کے لیے حفظ پڑھنا افضل ہے۔

حافظؒ نے بھی فتح الباری میں اسی تفصیل کو پسند کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے پاس کثرتِ تلاوت کی وجہ سے دو کلام مجید پھٹے تھے۔ عمروؒ بن میمون نے شرح احیاء میں نقل کیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز پڑھ کر قرآن مجید کھولے اور بقدر سو آیت کے پڑھ لے تمام دنیا کی بقدر اسکا ثواب لکھا جاتا ہے۔ قرآن شریف کا دیکھ کر پڑھنا نگاہ کے لیے مفید بتلایا جاتا ہے۔ ابو عبیدؓ نے حدیثِ مسلسل نقل کی ہے جس میں ہر راوی نے کہا ہے کہ مجھے آنکھوں کی شکایت تھی تو استاد نے قرآن شریف دیکھ کر پڑھنے کو بتلایا۔ حضرت امام شافعیؒ صاحب بسا اوقات عشاء کے بعد قرآن شریف کھولتے تھے اور صبح کی نماز کے وقت بند کر دیتے تھے۔

۱۹ - عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوْبَ تَصْدَأُ كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيْدُ اِذَا اَصَابَهُ الْمَاءُ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا جِلَاؤُهَا قَالَ كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَتِلَاوَةُ الْقُرْاٰنِ -

عبداللہ بن عمرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسا کہ لوہے کو پانی لگنے سے زنگ لگتا ہے پوچھا گیا کہ حضورؐ ان کی صفائی کی کیا صورت ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ موت کو اکثر یاد کرنا اور قرآن پاک کی تلاوت کرنا۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

یعنی گناہوں کی کثرت اور اللہ جلّ شانہٗ کی یاد سے غفلت کی وجہ سے دلوں پر بھی زنگ لگ جاتا ہے اور کلام پاک کی تلاوت اور موت کی یاد ان کے لیے صیقل کا کام دیتے ہیں دل کی مثال ایک آئینہ کی سی ہے جسقدر وہ دھندلا ہو گا معرفت کا انعکاس اس میں کم ہو گا اور جس قدر صاف اور شفاف ہو گا۔ اسی قدر اس میں معرفت کا انعکاس واضح ہو گا اسی لیے آدمی جس قدر معاصی شہوانیہ یا شیطانیہ میں مبتلا ہو گا اسی قدر معرفت سے دور ہو گا

اور اسی آئینہ کے صاف کرنے کے لیے مشائخ سلوک ریاضات و مجاہدات، اذکار و اشغال تلقین فرماتے ہیں، احادیث میں وارد ہوا ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نقطہ اس کے قلب میں پڑ جاتا ہے۔ اگر وہ سچی توبہ کر لیتا ہے تو وہ نقطہ زائل ہو جاتا ہے اور اگر دوسرا گناہ کر لیتا ہے تو دوسرا نقطہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح سے اگر گناہوں میں بڑھتا رہتا ہے تو شدہ شدہ ان نقطوں کی کثرت سے دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔ پھر اس قلب میں خیر کی رغبت ہی نہیں رہتی۔ بلکہ شر ہی کی طرف مائل ہوتا ہے، اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ۔

اسی طرف قرآنِ پاک کی اس آیت میں اشارہ ہے کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (بے شک ان کے قلوب پر زنگ جما دیا ان کی بداعمالیوں نے) ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو واعظ چھوڑتا ہوں ایک بولنے والا دوسرا خاموش۔ بولنے والا قرآن شریف ہے اور خاموش موت کی یاد۔ حضور کا ارشاد سر آنکھوں پر، مگر واعظ تو اس کے لیے ہو جو نصیحت قبول کرے نصیحت کی ضرورت سمجھے، جہاں سرے سے دین ہی بیکار ہو، ترقی کی راہ میں مانع ہو، وہاں نصیحت کی ضرورت کسے اور نصیحت کرے گی کیا۔ حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ پہلے لوگ قرآن شریف کو اللہ کا فرمان سمجھتے تھے، رات بھر اس میں غور و تدبر کرتے تھے اور دن میں اس پر عمل کرتے تھے اور تم لوگ اس کے حروف اور زبر زیر تو بہت درست کرتے ہو مگر اس کو فرمانِ شاہی نہیں سمجھتے۔ اس میں غور و تدبر نہیں کرتے۔

۲۰۔ عَنْ عَائِشَةَ رض قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِكُلِّ شَيْءٍ شَرَفًا يَتَبَاهَوْنَ بِهٖ وَاِنَّ بَهَاءَ اُمَّتِيْ وَشَرَفَهَا الْقُرْاٰنُ (رواه فی الحلیۃ)

حضرت عائشہ رضؓ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتی ہیں کہ ہر چیز کے لیے کوئی شرافت و افتخار ہوا کرتا ہے جس سے وہ تفاخر کیا کرتا ہے میری امت کی رونق اور افتخار قرآن شریف ہے۔

یعنی لوگ اپنے آباد اجداد سے، خاندان سے اور اسی طرح بہت سی چیزوں سے

اپنی شرافت و بڑائی ظاہر کیا کرتے ہیں، میری امت کے لیے ذریعۂ افتخار کلام اللہ شریف ہے کہ اس کے پڑھنے سے اس کے یاد کرنے سے، اس کے پڑھانے سے، اس پر عمل کرنے غرض اس کی ہر چیز قابلِ افتخار ہے اور کیوں نہ ہو کہ محبوب کا کلام ہے آقا کا فرمان ہے۔ دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا شرف بھی اس کے برابر نہیں ہو سکتا، نیز دنیا کے جس قدر کمالات ہیں وہ آج نہیں تو کل زائل ہونے والے ہیں لیکن کلام پاک کا شرف و کمال دائمی ہے، کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔ قرآن شریف کے چھوٹے چھوٹے اوصاف بھی ایسے ہیں کہ افتخار کے لیے ان میں کا ہر ایک کافی ہے چہ جائیکہ اس میں وہ سب اوصاف کامل طور پر پائے جاتے ہیں، مثلاً اس کی حسن تالیف، حسنِ سیاق، بالالفاظ کا تناسب کلام کا ارتباط، گذشتہ اور آئندہ واقعات کی اطلاع، لوگوں کے متعلق ایسے طعن کہ وہ اگر اس کی تکذیب بھی کرنا چاہیں تو نہ کر سکیں، جیسے کہ یہود کا باوجود ادعائے محبت کے موت کی تمنا نہ کر سکنا، نیز سننے والے کا اس سے متاثر ہونا، پڑھنے والے کا کبھی نہ اکتانا حالانکہ ہر کلام خواہ وہ کتنا ہی دل کو پیارا معلوم ہوتا ہو مجنون بنا دینے والے محبوب کا خط ہی کیوں نہ ہو دن میں دس دفعہ پڑھنے سے دل نہ اکتائے تو بیس دفعہ سے اکتا جائے گا۔ بیس سے نہ سہی چالیس سے اکتا دے گا۔ بہر حال اکتا دے گا پھر اکتا دے گا، مگر کلام پاک کا رکوع یاد کیجئے، دو سو مرتبہ پڑھیے، چار سو مرتبہ پڑھیے، عمر بھر پڑھتے رہیے دل کبھی نہ اکتا دے گا۔ اگر کوئی عارض پیش آجاوے تو وہ خود عارضی ہوگا اور جلد زائل ہو جانے والا، جتنی کثرت کیجئے اتنی ہی طراوت اور لذت میں اضافہ ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ یہ امور ایسے ہیں کہ اگر کسی کے کلام میں ان میں سے ایک بھی پایا جاوے خواہ پورے طور سے نہ ہو تو اس پر کتنا افتخار کیا جاتا ہے، پھر جبکہ کسی کلام میں یہ سب کے سب امور علیٰ وجہ الکمال پائے جاتے ہوں تو اس سے کتنا افتخار ہوگا، اس کے بعد ایک لمحہ ہمیں اپنی حالت پر بھی غور کرنا ہے۔ ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جن کو اپنے حافظ قرآن ہونے پر فخر ہے یا ہماری نگاہ میں کسی کا حافظ قرآن ہونا باعثِ شرف ہے ہماری شرافت، ہمارا افتخار اونچی اونچی ڈگریوں سے، بڑے بڑے القاب سے، دنیوی جاہ و جلال اور مرنے کے بعد چھوٹ جانے والے مال و متاع

سے ہے۔ فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی

۲۱۔ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّؓ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَوْصِنِیْ قَالَ عَلَیْکَ بِتَقْوَی اللّٰہِ فَاِنَّہٗ رَأْسُ الْاَمْرِ کُلِّہٖ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ زِدْنِیْ قَالَ عَلَیْکَ بِتِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ فَاِنَّہٗ نُوْرٌ لَّکَ فِی الْاَرْضِ وَذُخْرٌ لَّکَ فِی السَّمَآءِ۔ (رواہ ابن حبان فی صحیحہ فی حدیث طویل)	ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ حضورؐ نے فرمایا، تقوے کا اہتمام کرو کہ تمام امور کی جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس کے ساتھ کچھ اور بھی ارشاد فرمادیں، تو حضورؐ نے فرمایا کہ تلاوتِ قرآن کا اہتمام کرو کہ دنیا میں نور ہے اور آخرت میں ذخیرہ۔

تقویٰ حقیقتاً تمام امور کی جڑ ہے۔ جس دل میں اللہ کا ڈر پیدا ہو جاوے اس سے پھر کوئی بھی معصیت نہیں ہوتی اور نہ پھر اس کو کسی قسم کی تنگی پیش آتی ہے وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ (جو شخص تقوے حاصل کرے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے لیے ہر ضیق میں کوئی راستہ نکال دیتے ہیں اور اس طرح اس کو روزی پہنچاتے ہیں جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

تلاوت کا نور ہونا پہلی روایات سے بھی معلوم ہو چکا۔ شرح احیاء میں معرفت ابونعیم سے نقل کیا ہے کہ حضرت باسطؒ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ذکر کیا کہ جن گھروں میں کلام پاک کی تلاوت کی جاتی ہے وہ مکانات آسمان والوں کے لیے ایسے چمکتے ہیں جیسا کہ زمین والوں کے لیے آسمان پر ستارے۔ یہ حدیث ترغیب وغیرہ میں اتنی ہی نقل کی گئی ہے، یہ مختصر ہے۔ اصل روایت بہت طویل ہے جس کو ابن حبانؒ وغیرہ سے ملا علی قاریؒ نے مفصل اور سیوطیؒ نے کچھ مختصر نقل کیا ہے اگرچہ ہمارے رسالہ کے مناسب اتنا ہی جزو ہے جو اوپر گذر چکا مگر چونکہ پوری حدیث بہت سے ضروری اور مفید مضامین پر مشتمل ہے اس لیے تمام حدیث کا مطلب نقل کیا جاتا ہے جو حسب ذیل ہے۔

حضرت ابوذرؓ غفاری کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کل کتابیں کس قدر نازل فرمائی ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ سو صحائف

اور چار کتابیں۔ پچاس صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر اور تیس صحیفے حضرت ادریس علیہ السلام پر اور دس صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور دس صحیفے حضرت موسٰے علیہ السلام پر تورات سے پہلے اور ان کے علاوہ چار کتابیں توراۃ، انجیل، زبور، اور قرآن شریف نازل فرمائی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا چیز تھی، ارشاد فرمایا کہ وہ سب ضرب الامثال تھیں۔ مثلاً او متسلط و مغرور بادشاہ میں نے تجھ کو دنیا میں اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ تو پیسہ پر پیسہ جمع کرتا رہے۔ میں نے تجھے اس لیے بھیجا تھا کہ مجھ تک مظلوم کی فریاد نہ پہنچنے دے تو پہلے ہی اس کا انتظام کر دے اس لیے کہ میں مظلوم کی فریاد کو رد نہیں کرتا اگرچہ فریادی کافر ہی کیوں نہ ہو۔ بندۂ ناچیز کہتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہؓ کو امیر اور حاکم بنا کر بھیجتے تھے تو منجملہ اور نصائح کے اس کو بھی اہتمام سے فرمایا کرتے تھے۔ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ فَاِنَّهٗ لَيْسَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ اللّٰهِ حِجَابٌ کہ مظلوم کی بددعا سے بچنا اس لیے کہ اس کے اور اللہ جل شانہٗ کے درمیان میں حجاب اور واسطہ نہیں ہے۔

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن

اجابت از در حق بہر استقبال می آید!

نیز ان صحیفوں میں یہ بھی تھا کہ عاقل کے لیے ضروری ہے جب تک کہ وہ مغلوب العقل نہ ہو جاوے کہ اپنے تمام اوقات کو تین حصوں پر منقسم کرے۔ ایک حصہ میں اپنے رب کی عبادت کرے اور ایک حصہ میں اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور سوچے کہ کتنے کام اچھے کیے اور کتنے برے، ایک حصہ کو کسب حلال میں خرچ کرے۔ عاقل پر یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے اوقات کی نگہبانی کرے۔ اپنے حالات کی درستگی کے فکر میں رہے اپنی زبان کی فضول گوئی اور بے نفع گفت گو سے حفاظت کرے جو شخص اپنے کلام کا محاسبہ کرتا رہے گا اس کی زبان بے فائدہ کلام میں کم چلے گی۔ عاقل کے لیے ضروری ہے کہ تین چیزوں کے علاوہ سفر نہ کرے، یا آخرت کے لیے توشہ مقصود ہو یا کچھ فکر معاش ہو یا تفریح بشرطیکہ مباح ہو۔ میں نے پوچھا۔ یا رسول اللہؐ حضرت موسٰے

علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا چیز تھی، ارشاد فرمایا کہ سب کی سب عبرت کی باتیں تھیں مثلاً
میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ جس کو موت کا یقین ہو پھر کسی بات پر خوش ہو (اس لیے
کہ جب کسی شخص کو یہ یقین ہو جاوے کہ مجھے پھانسی کا حکم ہو چکا ہے عنقریب سولی پر چڑھنا
ہے پھر وہ کسی چیز سے خوش نہیں ہو سکتا) میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر کہ اس کو موت کا
یقین ہے پھر وہ ہنستا ہے۔ میں تعجب کرتا ہوں اس شخص پر جو دنیا کے حوادث، تغیرات
انقلابات ہر وقت دیکھتا ہے پھر دنیا پر اطمینان کر لیتا ہے۔ میں تعجب کرتا ہوں اس شخص
پر جس کو عنقریب حساب کا یقین ہے پھر نیک اعمال نہیں کرتا۔ میں تعجب کرتا ہوں اس
شخص پر کہ جس کو تقدیر کا یقین ہے پھر رنج و مشقت میں مبتلا ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا،
یا رسول اللہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ حضورؐ نے سب سے اول تقویٰ کی وصیت فرمائی
اور ارشاد فرمایا کہ یہ تمام امور کی بنیاد اور جڑ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ کچھ اور بھی اضافہ فرما دیجئے
ارشاد ہوا کہ تلاوتِ قرآن اور ذکر اللہ کا اہتمام کر کہ یہ دنیا میں نور ہے اور آسمان میں
ذخیرہ ہے۔ میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ زیادہ ہنسی سے احتراز کر کہ اس سے
دل مر جاتا ہے، چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے (یعنی ظاہر و باطن دونوں کو نقصان
پہنچانے والی چیز ہے)۔ میں نے اور اضافہ کی درخواست کی تو ارشاد ہوا کہ جہاد کا اہتمام کر
کہ میری امت کے لیے یہی رہبانیت ہے (راہب پہلی امتوں میں وہ لوگ کہلاتے
تھے جو دنیا سے سب تعلقات منقطع کر کے اللہ والے بن جاویں)۔ میں نے اور اضافہ
چاہا تو ارشاد فرمایا کہ فقرا اور مساکین کے ساتھ میل جول رکھ، ان کو دوست بنا، ان کے
پاس بیٹھا کر۔ میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ اپنے سے کم درجے والے پر نگاہ رکھا کر
تاکہ شکر کی عادت ہو، اپنے سے اوپر کے درجہ والوں کو مت دیکھ مبادا اللہ کی
نعمتوں کی جو تجھ پر ہیں تحقیر کرنے لگے۔ میں نے اور اضافہ چاہا تو ارشاد ہوا کہ تجھے اپنے
عیوب لوگوں پر حرف گیری سے روک دیں اور ان کے عیوب پر اطلاع کی کوشش مت
کر کہ تو ان میں خود مبتلا ہے تجھے عیب لگنے کے لیے یہی کافی ہے کہ تو لوگوں میں ایسے
عیب پہچانے جو تجھ میں خود موجود ہیں اور تو ان سے بے خبر ہے اور ایسی باتیں ان میں

بچھڑے جن کو تو خود کرتا ہے۔ پھر حضورؐ نے اپنا دستِ شفقت میرے سینہ پر مار کر کہا کہ ابوذرؓ تدبیر کے برابر کوئی عقلمندی نہیں اور ناجائز امور سے بچنے کے برابر کوئی تقویٰ نہیں اور خوش خلقی سے بڑھ کر کوئی شرافت نہیں اھ۔ اس میں خلاصہ اور مطلب کا زیادہ لحاظ رکھا گیا ہے تمام الفاظ کے ترجمہ کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔

۲۲۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِیْ بَیْتٍ مِّنْ بُیُوْتِ اللّٰهِ یَتْلُوْنَ كِتَابَ اللّٰهِ وَیَتَدَارَسُوْنَهٗ بَیْنَهُمْ اِلَّا نَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّكِیْنَةُ وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَحَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَذَكَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ۔

ابوہریرہؓ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں مجتمع ہو کر تلاوتِ کلام پاک اور اس کا دور نہیں کرتی مگر ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے، ملائکہ رحمت ان کو گھیر لیتے ہیں اور حق تعالیٰ شانہٗ ان کا ذکر ملائکہ کی مجلس میں فرماتے ہیں (رواہ مسلم و ابوداؤد)

اس حدیث شریف میں مکاتب اور مدرسوں کی خاص فضیلت ذکر فرمائی گئی، جو بہت سی انواعِ اکرام کو شامل ہے۔ ان میں سے ہر ہر اکرام ایسا ہے کہ جس کے حاصل کرنے میں اگر کوئی شخص اپنی تمام عمر خرچ کر دے تب بھی ارزاں ہے، چہ جائیکہ ایسے ایسے متعدد انعامات فرمائے جائیں۔ بالخصوص آخری فضیلت۔ آقا کے دربار میں ذکرِ محبوب کی مجلس میں یاد ایک ایسی نعمت ہے جس کا مقابلہ کوئی چیز بھی نہیں کر سکتی۔

سکینہ کا نازل ہونا متعدد روایات میں وارد ہوا ہے۔ اس کے مصداق میں مشائخِ حدیث کے چند قول ہیں لیکن ان میں کوئی ایسا اختلاف نہیں کہ جس سے آپس میں کچھ تعارض ہو بلکہ سب کا مجموعہ بھی مراد ہو سکتا ہے۔ حضرت علیؓ سے سکینہ کی تفسیر یہ نقل کی گئی ہے کہ وہ ایک خاص ہوا ہے جس کا چہرہ انسان کے چہرہ جیسا ہوتا ہے۔ علامہ سُدّی سے نقل کیا گیا کہ وہ جنت کے ایک طشت کا نام ہے جو سونے کا ہوتا ہے اس میں انبیاء کے قلوب کو غسل دیا جاتا ہے بعض نے کہا ہے کہ یہ خاص رحمت ہے۔ طبریؒ نے اس کو

پسند کیا ہے کہ اس سے سکونِ قلب مُراد ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ طمانیت مراد ہے۔
بعض نے اس کی تفسیر وقار سے کی ہے تو کسی نے ملائکہ سے۔ بعض نے اور بھی اقوال کہے
ہیں۔ حافظ رح کی رائے فتح الباری میں یہ ہے کہ سکینہ کا اطلاق سب پر آتا ہے۔ نووی رح
کی رائے ہے کہ یہ کوئی ایسی چیز ہے جو جامع ہے طمانیت رحمت وغیرہ کو اور ملائکہ کے ساتھ
نازل ہوتی ہے۔ کلام اللہ شریف میں ارشاد ہے فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ
دوسری جگہ ارشاد ہے۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔
ایک جگہ ارشاد ہے فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ غرض متعدد آیات میں اس کا ذکر
ہے اور احادیث میں متعدد روایات میں اس کی بشارت فرمائی گئی ہے احیاء میں نقل کیا
ہے کہ ابن ثوبان رض نے اپنے کسی عزیز سے، اس کے ساتھ افطار کا وعدہ کیا مگر دوسرے
روز صبح کے وقت پہنچے۔ انہوں نے شکایت کی تو کہا کہ اگر میرا تم سے وعدہ نہ ہوتا تو ہرگز
نہ بتاتا کہ کیا مانع پیش آیا، مجھے اتفاقاً دیر ہوگئی تھی حتّٰی کہ عشاء کی نماز کا وقت آگیا خیال ہوا
کہ وتر بھی ساتھ ہی پڑھ لوں کہ موت کا اطمینان نہیں کبھی رات میں مرجاؤں اور وہ ذمّہ
پر باقی رہ جائیں۔ میں دعائے قنوت پڑھ رہا تھا کہ مجھے جنّت کا ایک سبز باغ نظر آیا جس
میں ہر نوع کے پھول وغیرہ تھے۔ اس کے دیکھنے میں ایسا مشغول ہوا کہ صبح ہوگئی اس
قسم کے سینکڑوں واقعات ہیں جو بزرگوں کے حالات میں درج ہیں لیکن ان کا اظہار
اس وقت ہوتا ہے جب ماسوا سے انقطاع ہو جاوے اور اسی جانب توجّہ کامل
ہو جاوے۔

ملائکہ کا ڈھانکنا بھی متعدد روایات میں وارد ہوا ہے۔ اُسید بن حضیر رض کا مفصل
قصہ کتب حدیث میں آتا ہے کہ انہوں نے تلاوت کرتے ہوئے اپنے اوپر ایک ابر سا
چھایا ہوا محسوس کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ ملائکہ تھے جو قرآن شریف سننے کے لیے آئے تھے
ملائکہ اژدہام کی وجہ سے ابر سا معلوم ہوتے تھے۔ ایک صحابیؓ کو ایک مرتبہ ابر سا محسوس
ہوا تو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ سکینہ تھا یعنی رحمت جو قرآن شریف کی وجہ سے نازل ہوئی تھی
مسلم شریف میں یہ حدیث زیادہ مفصل آئی جس میں اور بھی مضامین ہیں۔ اخیر میں ایک جملہ

یہ بھی زیادہ ہے۔ مَنْ بَطَّأَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ يُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ (جس شخص کو اس کے برے اعمال رحمت سے دور کریں، اسکا عالی نسب ہونا، اونچے خاندان کا ہونا رحمت سے قریب نہیں کر سکتا۔) ایک شخص جو پشتانی شریف النسب ہے مگر فسق و فجور میں مبتلا ہے وہ اللہ کے نزدیک اس رذیل اور کم ذات مسلمان کی برابری کسی طرح بھی نہیں کر سکتا جو متقی اور پرہیز گار ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاكُمْ۔

۲۳- عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّكُمْ لَا تَرْجِعُوْنَ اِلَى اللّٰهِ بِشَيْءٍ اَفْضَلَ مِمَّا خَرَجَ مِنْهُ يَعْنِی الْقُرْاٰنَ

ابو ذرؓ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تم لوگ اللہ جل شانہٗ کی طرف رجوع اور اس کے یہاں تقرب اس چیز سے بڑھ کر کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتے جو خود حق سبحانہٗ سے نکلی ہے یعنی کلام پاک۔

(رواہ الحاکم وصححہ ابوداؤد فی مراسیلہ عن جبیر بن نفیر و الترمذی عن ابی امامۃ بمعناہ)

متعدد روایات سے یہ مضمون ثابت ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے دربار میں کلام پاک سے بڑھ کر تقرب کسی چیز سے حاصل نہیں ہوتا۔ امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ شانہٗ کی خواب میں زیارت کی تو پوچھا کہ سب سے بہتر چیز جس سے آپ کے دربار میں تقرب ہو گیا ہے ارشاد ہوا کہ احمد میرا کلام ہے۔ میں نے عرض کیا کہ سمجھ کر یا بلا سمجھے ارشاد ہوا کہ سمجھ کر پڑھے یا بلا سمجھے دونوں طرح موجب تقرب ہے۔ اس حدیث شریف کی توضیح اور تلاوتِ کلام پاک کا سب سے بہتر طریقہ تقرب ہونے کی تشریح حضرت اقدس بقیۃ السلف حجۃ الخلف مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نور اللہ مرقدہٗ کی تفسیر سے مستنبط ہوتی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ سلوک الی اللہ یعنی مرتبۂ احسان حق سبحانہٗ و تقدس کی حضوری کا نام ہے جو تین طریقوں سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اوّل تصور جس کو عرفِ شرع میں تفکر و تدبر سے تعبیر کرتے ہیں اور صوفیاء کے یہاں مراقبہ سے، دوسرا ذکر لسانی اور تیسرا کلام پاک۔ سب سے اوّل طریقہ بھی چونکہ ذکرِ قلبی ہے اس لیے دراصل طریقے دو ہی ہیں، اوّل ذکرِ عام ہے کہ زبانی ہو یا قلبی، دوسرے تلاوت، سو جس لفظ کا اطلاق حق

سبحانہ وتقدس پر ہوگا اور اس کو بار بار دہرایا جاوے گا جو کہ ذکر کا حاصل ہے تو مدرکہ کے اس ذات کی طرف توجہ اور التفات کا سبب ہوگا اور گویا وہ ذات مستحضر ہوگی اور استحضار کے دوام کا نام معیت ہے جس کو اس حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ہے لَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اَحْبَبْتُهُ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِي يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا (الحدیث) (حق سبحانہ وتقدس کا ارشاد ہے کہ بندہ نفل عبادتوں کے ساتھ میرے ساتھ تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں بھی اس کو محبوب بنالیتا ہوں حتیٰ کہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ جس سے وہ کسی چیز کو پکڑتا ہے اور پاؤں جس سے وہ چلتا ہے) یعنی جب بندہ کثرتِ عبادت سے حق تعالیٰ شانہٗ کا مقرب بن جاتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے اعضاء کے محافظ بن جاتے ہیں اور آنکھ کان وغیرہ سب مرضیٔ آقا کے تابع ہوجاتے ہیں اور نفل عبادات کی کثرت اس لیے ارشاد فرمائی کہ فرائض متعینہ ہیں جن میں کثرت نہیں ہوتی اور اس کے لیے ضرورت ہے دوام استحضار کی، جیسا کہ پہلے معلوم ہوچکا لیکن تقرب کا یہ طریقہ صرف اسی محبوب کی پاک ذات کے لیے ہے اگر کوئی چاہے کہ کسی دوسرے کے نام کی تسبیح پڑھ کر اس سے تقرب حاصل کرے تو یہ ممکن نہیں اس وجہ سے کہ اس قسم کے تقرب میں جس کی طرف ہو اس میں دو باتوں کا پایا جانا ضروری ہے اول یہ کہ اس کا علم محیط ہو ذاکرین کے قلبی اور زبانی اذکار کو، اگرچہ وہ مختلف زبانوں اور مختلف اوقات میں ذکر کریں، دوسرے یہ کہ ذکر کرنے والے کے مُدرکہ میں تجلی اور اس کے پُر کر دینے کی قدرت ہو جس کو عرف میں دُنُو اور تدلی، نزول اور قرب سے تعبیر کرتے ہیں، یہ دونوں باتیں چونکہ اسی مطلوب میں پائی جاتی ہیں اس لیے طریق بالا سے تقرب بھی اسی پاک ذات سے حاصل ہو سکتا ہے اور اسی کی طرف اس حدیث قدسی میں اشارہ ہے جس میں ارشاد ہے، مَنْ تَقَرَّبَ اِلَيَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَيْهِ ذِرَاعًا (الحدیث) (جو شخص میری طرف ایک بالشت نزدیک ہوتا ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور

جو شخص میری طرف ایک ہاتھ آتا ہے میں اس کی طرف ایک باع آتا ہوں، یعنی دونوں ہاتھوں کی لمبائی کے بقدر، اور جو شخص میری طرف معمولی رفتار سے آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں، یہ سب تشبیہات سمجھانے کے لیے ہیں ورنہ حق سبحانہٗ وتقدس چلنا پھرنا وغیرہ سب سے مبرا ہیں مقصود یہ ہے کہ حق سبحانہٗ وتقدس اپنے یاد کرنے اور ڈھونڈنے والوں کی طرف ان کی طلب اور سعی سے زیادہ توجہ اور نزول فرماتے ہیں اور کیوں نہ فرماویں کہ کریم کے کرم کا مقتضا یہی ہے پس جبکہ یاد کرنے والوں کی طرف یاد کرنے میں دوام ہوتا ہے تو پاک آقا کی طرف سے توجہ اور نزول میں دوام ہوتا ہے کلام الٰہی چونکہ سراسر ذکر ہے اور اس کی کوئی آیت ذکر و توجہ الی اللہ سے خالی نہیں، اس لیے یہی بات اس میں بھی پائی جاتی ہے مگر اس میں ایک خصوصیت زیادہ ہے جو زیادتی تقرب کا سبب ہے، وہ یہ کہ ہر کلام متکلم کی صفات و اثرات اپنے اندر لیے ہوئے ہوا کرتا ہے اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ فساق فجار کے اشعار کا ورد رکھنے سے اس کے اثرات پائے جاتے ہیں، اور اتقیا کے اشعار سے ان کے ثمرات پیدا ہوتے ہیں اسی وجہ سے منطق فلسفہ میں غلو سے نخوت تکبر پیدا ہوتا ہے اور حدیث کی کثرت مزاولت سے تواضع پیدا ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ فارسی اور انگریزی نفس زبان ہونے میں دونوں برابر ہیں لیکن مصنفین جن کی کتب پڑھائی جاتی ہیں ان کے اختلاف اثرات سے ثمرات میں بھی اختلاف ہوتا ہے۔ بالجملہ چونکہ کلام میں ہمیشہ متکلم کے تاثرات پائے جاتے ہیں اس لیے کلام الٰہی کے تکرار ورد سے اس کے متکلم کے اثرات کا پیدا ہونا اور ان سے طبعاً مناسبت پیدا ہو جانا یقینی ہے، نیز ہر مصنف کا قاعدہ ہے کہ جب کوئی شخص اس کی تالیف کا اہتمام کیا کرتا ہے تو فطرۃً اس کی طرف التفات اور توجہ ہوا کرتی ہے۔ اس لیے حق تعالیٰ شانہٗ کے کلام کا ورد رکھنے والے کی طرف حق سبحانہٗ وتقدس کی زیادتی توجہ بھی بدیہی اور یقینی ہے جو زیادتی قرب کا سبب ہوتی ہے۔ آقائے کریم اپنے کرم سے مجھے بھی اس لطف سے نوازیں اور ملتمس بھی۔

۲۴۔ عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ — انس رضؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ اَهْلِيْنَ مِنَ النَّاسِ قَالُوْا مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَهْلُ الْقُرْاٰنِ هُمْ اَهْلُ اللّٰهِ وَخَاصَّتُهٗ

(رواه النسائي وابن ماجة والحاكم واحمد)

نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے لیے لوگوں میں سے بعض لوگ خاص گھر کے لوگ ہیں صحابہؓ نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہیں ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف والے۔ کہ وہ اللہ کے اہل ہیں اور خواص۔

قرآن والے وہ لوگ ہیں جو ہر وقت کلام پاک میں مشغول رہتے ہوں۔ اس کے ساتھ خصوصیت رکھتے ہوں انکا اللہ کے اہل اور خواص ہونا ظاہر ہے اور گذشتہ مضمون سے واضح ہو گیا کہ جب یہ ہر وقت کلام پاک میں مشغول رہتے ہیں تو الطاف باری بھی ہر وقت ان کی طرف متوجہ رہتے ہیں اور جو لوگ ہر وقت کے پاس رہنے والے ہوتے ہیں وہ اہل اور خواص ہوتے ہی ہیں۔ کس قدر بڑی فضیلت ہے کہ ذرا سی محنت و مشقت سے اللہ والے بنتے ہیں۔ اللہ کے اہل شمار کیے جاتے ہیں اور اس کے خواص ہونے کا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔ دنیوی دربار میں صرف داخلہ کی اجازت کے لیے، ممبروں میں صرف شمول کے لیے کس قدر جانی اور مالی قربانی کی جاتی ہے، ووٹروں کے سامنے خوشامد کرنی پڑتی ہے ذلتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں اور اس کو سب کام سمجھا جاتا ہے لیکن قرآن شریف کی محنت کو بے کار سمجھا جاتا ہے ؎

ببیں تفاوتِ رہ از کجا است تا بہ کجا

۲۵۔ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَّا اَذِنَ لِنَبِيٍّ يَّتَغَنّٰى بِالْقُرْاٰنِ

(رواه البخاری ومسلم)

ابوہریرہؓ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ حق سبحانہٗ اتنا کسی کی طرف توجہ نہیں فرماتے جتنا کہ اس نبی کی آواز کو توجہ سے سنتے ہیں جو کلامِ الٰہی خوش الحانی سے پڑھتا ہو۔

پہلے معلوم ہو چکا کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے کلام کی طرف خصوصیت سے توجہ فرماتے ہیں۔ پڑھنے والوں میں انبیاء چونکہ آدابِ تلاوت کو بکمالہٖ ادا کرتے ہیں اس لیے ان

کی طرف اور زیادہ توجہ ہونا بھی ظاہر ہے پھر جب کہ حسنِ آواز اس کے ساتھ مل جاوے تو سونے پر سہاگہ ہے جتنی بھی توجہ ہو ظاہر ہے اور انبیاء کے بعد الافضل فالافضل حسب حیثیت پڑھنے والے کی طرف توجہ ہوتی ہے۔

۲۶- عَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَيْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَشَدُّ اُذُنًا اِلٰى قَارِئِ الْقُرْاٰنِ مِنْ صَاحِبِ الْقَيْنَةِ اِلٰى قَيْنَتِهٖ

فضالہ ابن عبیدؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قاری کی آواز کی طرف اس شخص سے زیادہ کان لگاتے ہیں جو اپنی گانے والی باندی کا گانا سن رہا ہو۔

(رواہ ابن ماجۃ وابن حبان والحاکم کذا فی شرح الاحیاء قلت وقال الحاکم صحیح علی شرطھما وقال الذھبی منقطع)

گانے کی آواز کی طرف فطرۃً اور طبعاً توجہ ہوتی ہے مگر شرعی روک کی وجہ سے دیندار لوگ ادھر متوجہ نہیں ہوتے لیکن گانے والی اپنی مملوکہ ہو تو اس کا گانا سننے میں کوئی شرعی نقص بھی نہیں اس لیے اس طرف کامل توجہ ہوتی ہے البتہ کلام پاک میں یہ ضروری ہے کہ گانے کی آواز میں نہ پڑھا جائے۔ احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے اِيَّاكُمْ وَ لُحُوْنَ اَهْلِ الْعِشْقِ (الحدیث) یعنی اس سے بچو کہ جس طرح عاشق غزلوں کو آواز بنا بنا کر موسیقی قوانین پر پڑھتے ہیں اس طرح مت پڑھو۔ مشائخ نے لکھا ہے کہ اس طرح کا پڑھنے والا فاسق اور سننے والا گنہ گار ہے۔ مگر گانے کے قواعد کی رعایت کیے بغیر خوش آوازی مطلوب ہے۔ حدیث میں متعدد جگہ اس کی ترغیب آئی ہے ایک جگہ ارشاد ہے کہ اچھی آواز سے قرآن شریف کو مزین کرو، ایک جگہ ارشاد ہے کہ اچھی آواز سے کلام اللہ شریف کا حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب غنیہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن مسعودؓ ایک مرتبہ کوفہ کے نواح میں جا رہے تھے کہ ایک جگہ فساق کا مجمع ایک گھر میں جمع تھا۔ ایک گویا جس کا نام زاذان تھا گا رہا تھا اور سارنگی بجا رہا تھا۔ ابن مسعودؓ نے اس کی آواز سن کر ارشاد فرمایا کیا ہی اچھی آواز تھی اگر قرآن شریف کی تلاوت میں ہوتی اور اپنے سر پر کپڑا ڈال کر

گذرے ہوئے چلے گئے، زاذان نے ان کو بولتے ہوئے دیکھا۔ لوگوں سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ عبداللہ بن مسعودؓ صحابی ہیں اور یہ ارشاد فرما گئے اس پر اس مقولہ کی کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ حد نہیں۔ قصہ مختصر کہ وہ اپنے سب آلات توڑ کر ابن مسعودؓ کے پیچھے لگ لیے اور علامۂ وقت ہوئے۔ غرض متعدد روایات میں اچھی آواز سے تلاوت کی مدح آئی ہے مگر اس کے ساتھ ہی گانے کی آواز میں پڑھنے کی ممانعت آئی ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا۔ حذیفہؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ قرآن شریف کو عرب کی آواز میں پڑھو، عشق بازوں اور یہود و نصاریٰ کی آواز میں مت پڑھو، عنقریب ایک قوم آنے والی ہے جو گانے اور نوحہ کرنے والوں کی طرح سے قرآن شریف کو بنا بنا کر پڑھے گی وہ تلاوت ذرا بھی ان کے لیے نافع نہ ہوگی خود بھی وہ لوگ فتنے میں پڑیں گے اور جن کو وہ پڑھنا اچھا معلوم ہوگا ان کو بھی فتنہ میں ڈالیں گے۔ طاؤسؒ کہتے ہیں کہ کسی نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اچھی آواز سے پڑھنے والا کون شخص ہے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص کہ جب تو اس کو تلاوت کرتے دیکھے تو محسوس کرے کہ اس پر اللہ کا خوف ہے یعنی اس کی آواز سے مرعوب ہونا محسوس ہوتا ہو۔ اس سب کے ساتھ اللہ جلّ وعلا کا بڑا انعام یہ ہے کہ آدمی اپنی حیثیت و طاقت کے موافق اس کا مکلّف ہے حدیث میں ہے کہ حق سبحانہٗ وتقدس کی طرف سے فرشتہ اس کام پر مقرر ہے کہ جو شخص کلامِ پاک پڑھے اور کما حقہٗ اس کو درست نہ پڑھ سکے تو وہ فرشتہ اس کو درست کرنے کے بعد اوپر لے جاتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ۔

۲۷ عَنْ عُبَیْدَةَ الْمُلَیْکِیِّ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَآ اَھْلَ الْقُرْاٰنِ لَا تَتَوَسَّدُوا الْقُرْاٰنَ وَاتْلُوْہُ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ مِنْ اٰنَآءِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَاَفْشُوْہُ وَتَغَنَّوْہُ

عبیدہ ملیکیؓ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے۔ قرآن والو قرآن سے تکیہ نہ لگاؤ اور اس کی تلاوت شب و روز ایسی کرو جیسا کہ اس کا حق ہے کلام پاک کی اشاعت کرو اور اس کو اچھی آواز سے پڑھو

وَتَدَبَّرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ	اور اس کے معانی میں تدبر کرو تاکہ تم فلاح کو
وَلَا تَعْجَلُوْا ثَوَابَهٗ فَاِنَّ لَهٗ ثَوَابًا	پہنچو اور اس کا بدلہ (دنیا میں) طلب نہ کرو کہ
(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)	(آخرت میں) اس کے لیے بڑا اجر و بدلہ ہے۔

حدیثِ بالا میں چند امور ارشاد فرمائے ہیں۔ ۱: قرآن شریف سے تکیہ نہ لگاؤ، قرآن شریف سے تکیہ نہ لگانے کے دو مفہوم ہیں اوّل یہ کہ اس پر تکیہ نہ لگاؤ کہ یہ خلاف ادب ہے ابنِ حجرؒ نے لکھا ہے کہ قرآن پاک پر تکیہ لگانا، اس کی طرف پاؤں پھیلانا، اس کی طرف پشت کرنا اس کو روندنا وغیرہ حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ کنایہ ہے غفلت سے کہ کلام پاک برکت کے واسطے تکیہ ہی پر رکھا رہے جیسا کہ بعض مزارات پر دیکھا گیا کہ قبر کے سرہانے برکت کے واسطے رحل پر رکھا رہتا ہے۔ یہ کلام پاک کی حق تلفی ہے اس کا حق یہ ہے کہ اس کی تلاوت کی جائے۔ ۲: اور اس کی تلاوت کرو جیسا کہ اس کا حق ہے یعنی کثرت سے آداب کی رعایت رکھتے ہوئے خود کلام پاک میں بھی اس کی طرف متوجہ فرمایا گیا۔ ارشاد ہے اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ (جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کی تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے) یعنی جس عزت سے بادشاہ کا فرمان اور جس شوق سے محبوب کا کلام پڑھا جاتا ہے اسی طرح پڑھنا چاہیے ۳: اور اس کی اشاعت کرو یعنی تقریر سے تحریر سے، ترغیب سے عملی شرکت سے جس طرح ہو سکے اس کی اشاعت جتنی ہو سکے کرو۔ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کلام پاک کی اشاعت اور اس کے پھیلانے کا حکم فرماتے ہیں لیکن ہمارے روشن دماغ اس کے پڑھنے کو فضول بتلاتے ہیں اور ساتھ ہی حُبِّ رسولؐ اور حُبِّ اسلام کے لمبے چوڑے دعوے بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتے ؎

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو می روی بترکستان است

آقا کا حکم ہے کہ قرآنِ پاک کو پھیلاؤ، مگر ہمارا عمل ہے کہ جو کوشش اس کی رکاوٹ میں ہو سکے دریغ نہ کریں گے جبریہ تعلیم کے قوانین بنوائیں گے تاکہ بچے بجائے قرآنِ پاک

کے پرائمری پڑھیں ہمیں اس پر غصہ ہے کہ مکتب کے میاں جی بچوں کی عمر ضائع کر دیتے ہیں
اس لیے ہم نہیں پڑھانا چاہتے۔ مسلّم وہ یقیناً کوتاہی کرتے ہیں مگر ان کی کوتاہی سے آپ
سبکدوش ہو جاتے ہیں یا آپ پر سے قرآنِ پاک کی اشاعت کا فریضہ ہٹ جاتا ہے۔
اس صورت میں تو یہ فریضہ آپ پر عاید ہوتا ہے، وہ اپنی کوتاہیوں کے جواب دہ ہیں
مگر ان کی کوتاہی سے آپ بچوں کو جبراً قرآنِ پاک کے مکاتب سے ہٹا دیں اور ان کے
والدین پر نوٹس جاری کرائیں کہ وہ قرآنِ پاک حفظ یا ناظرہ پڑھانے سے مجبور ہوں اور اس کا
وبال آپ کی گردن پر رہے۔ یہ حمیٰ دق کا علاج سنکھیا سے نہیں تو اور کیا ہے، عدالت
عالیہ میں اپنے اس جواب کو اس لیے جبراً تعلیمِ قرآن سے ہٹا دیا کہ مکتب کے میاں جی بہت
بری طرح سے پڑھاتے تھے آپ خود ہی سوچ لیجیے کہ کتنا وزن رکھتا ہے بنیے کی دکان پر
جانے کے واسطے ۴ کی تعلیم اہمیت رکھتی ہو مگر اللہ کے یہاں تعلیمِ قرآن سب سے
اہم ہے۔ ۴: خوش آوازی سے پڑھو جیسا کہ اس سے پہلی حدیث میں گذر چکا۔ ۵: اور اس
کے معنی میں غور کرو۔ تورات سے احیاء میں نقل کیا ہے۔ حق سبحانہٗ و تقدس ارشاد فرماتے
ہیں اے میرے بندے تجھے مجھ سے شرم نہیں آتی، تیرے پاس راستے میں کسی دوست
کا خط آجاتا ہے تو چلتے چلتے راستے میں ٹھہر جاتا ہے۔ الگ بیٹھ کر غور سے پڑھتا ہے
ایک ایک لفظ پر غور کرتا ہے۔ میری کتاب تجھ پر گذرتی ہے میں نے اس میں سب کچھ
واضح کر دیا ہے۔ بعض اہم امور کا بار بار تکرار کیا ہے تاکہ تو اس پر غور کرے لیکن تو بے
پرواہی سے اڑا دیتا ہے کیا میں تیرے نزدیک تیرے دوستوں سے بھی ذلیل ہوں اے
میرے بندے تیرے بعض دوست تیرے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں تو ہمہ تن ادھر
متوجہ ہو جاتا ہے۔ کان لگاتا ہے غور کرتا ہے کوئی بیچ میں تجھ سے بات کرنے لگتا ہے
تو تو اشارہ سے اس کو روکتا ہے منع کرتا ہے میں تجھ سے اپنے کلام کے ذریعے سے
باتیں کرتا ہوں اور تو ذرا بھی متوجہ نہیں ہوتا۔ کیا میں تیرے نزدیک تیرے دوستوں سے
بھی زیادہ ذلیل ہوں۔ آہ۔ تدبر اور غور کرنے کے متعلق کچھ مقدمہ میں اور کچھ حدیث نمبر ۸
کے ذیل میں مذکور ہو چکا ہے ۶: اور اس کا بدلہ دنیا میں نہ چاہو یعنی تلاوت پر کوئی معاوضہ

نہ لو کہ آخرت میں اس کا بہت بڑا معاوضہ ملنے والا ہے۔ دنیا میں اگر اس کا معاوضہ لے لیا جاویگا تو ایسا ہے جیسا کہ روپوں کے بدلے کوئی شخص کوڑیوں پر راضی ہو جاوے حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ جب میری اُمّت دینا رو درہم کو بڑی چیز سمجھنے لگے گی تو اسلام کی ہیبت اس سے جاتی رہے گی اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دے گی تو برکت وحی سے یعنی فہمِ قرآن سے محروم ہو جاوے گی، کذا فی الاحیاء، اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ۔

۲۸۔ عَنْ وَاثِلَۃَ رَفَعَہٗ اُعْطِیْتُ مَکَانَ التَّوْرٰۃِ السَّبْعَ وَاُعْطِیْتُ مَکَانَ الزَّبُوْرِ الْمِئِیْنَ وَاُعْطِیْتُ مَکَانَ الْاِنْجِیْلِ الْمَثَانِیَ وَفُضِّلْتُ بِالْمُفَصَّلِ (لاحمد والکبیر کذا فی جمع الفوائد)

واثلہؓ نے حضورِ اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم سے نقل کیا ہے کہ مجھے تورات کے بدلہ میں سبع طوال ملی ہیں، اور زبور کے بدلہ میں مئین اور انجیل کے بدلہ میں مثانی اور مفصّل مخصوص ہیں میرے ساتھ۔

کلام پاک کی اوّل سات سورتیں طوال کہلاتی ہیں، اس کے بعد کی گیارہ سورتیں مئین کہلاتی ہیں، اس کے بعد کی بیس سورتیں مثانی، اس کے بعد ختم قرآن تک مفصّل، یہ مشہور قول ہے بعض بعض سورتوں میں اختلاف بھی ہے کہ یہ طوال میں داخل ہیں یا مئین میں، اسی طرح مثانی میں داخل ہیں یا مفصّل میں مگر حدیث شریف کے مطلب و مقصود میں اس اختلاف سے کوئی فرق نہیں آتا مقصد یہ ہے کہ جسقدر کتب مشہورہ سماویہ پہلے نازل ہوئی ہیں ان سب کی نظیر قرآن شریف میں موجود ہے اور ان کے علاوہ مفصّل اس کلام پاک میں مخصوص ہے، جس کی مثال پہلی کتابوں میں نہیں ملتی۔

۲۹۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ قَالَ جَلَسْتُ فِیْ عِصَابَۃٍ مِّنْ ضُعَفَاءِ الْمُهَاجِرِیْنَ وَاِنَّ بَعْضَهُمْ لَیَسْتَتِرُ بِبَعْضٍ مِّنَ الْعُرْیِ وَقَارِیٌٔ یَقْرَاُ

ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ میں ضعفاء مہاجرین کی جماعت میں ایک مرتبہ بیٹھا ہوا تھا، ان لوگوں کے پاس اتنا بھی کپڑا نہ تھا کہ جس سے پورا بدن ڈھانپ لیں بعض لوگ بعض کی اوٹ کرتے تھے

عَلَيْنَا اِذْ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَامَ عَلَيْنَا فَلَمَّا قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَكَتَ الْقَارِئُ فَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ مَا كُنْتُمْ تَصْنَعُوْنَ قُلْنَا نَسْتَمِعُ اِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالٰى فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْ اُمِرْتُ اَنْ اَصْبِرَ نَفْسِيْ مَعَهُمْ قَالَ فَجَلَسَ وَسْطَنَا لِيَعْدِلَ بِنَفْسِهٖ فِيْنَا ثُمَّ قَالَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا فَتَحَلَّقُوْا وَبَرَزَتْ وُجُوْهُهُمْ لَهٗ فَقَالَ اَبْشِرُوْا يَا مَعْشَرَ صَعَالِيْكِ الْمُهَاجِرِيْنَ بِالنُّوْرِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ اَغْنِيَاءِ النَّاسِ بِنِصْفِ يَوْمٍ وَّذٰلِكَ خَمْسُ مِائَةِ سَنَةٍ (رواہ ابوداؤد)

اور ایک شخص قرآن شریف پڑھ رہا تھا کہ اتنے میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور بالکل ہمارے قریب کھڑے ہو گئے حضورؐ کے آنے پر قاری چپ ہو گیا تو حضورؐ نے سلام کیا اور پھر دریافت فرمایا کہ تم لوگ کیا کر رہے تھے ہم نے عرض کیا کہ کلام اللہ سن رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تمام تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے ان میں ٹھہرنے کا حکم کیا گیا، اس کے بعد حضورؐ ہمارے بیچ میں بیٹھ گئے تاکہ سب کے برابر رہیں، کسی کے قریب کسی سے دور نہ ہوں، اس کے بعد سب کو حلقہ کر کے بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ سب حضورؐ کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے۔ تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے فقرائے مہاجرین تمہیں مژدہ ہو قیامت کے دن نورِ کامل کا اور اس بات کا کہ تم اغنیا سے آدھا دن پہلے جنت میں داخل ہو گے اور یہ آدھا دن پانچسو برس کے برابر ہوگا۔

ننگے بدن سے بظاہر محلِ ستر کے علاوہ مراد ہے۔ مجمع میں ستر کے علاوہ اور بدن کے کھلنے سے بھی حجاب معلوم ہوا کرتا ہے اس لیے ایک دوسرے کے پیچھے بیٹھ گئے تھے کہ بدن نظر نہ آوے۔ حضورؐ کے تشریف لانے کی اول تو ان لوگوں کو اپنی مشغولی کی وجہ سے خبر نہ ہوئی لیکن جب حضورؐ بالکل سر پر تشریف لے آئے تو معلوم ہوا اور قاری ادب کی وجہ سے خاموش ہو گئے۔

حضورؐ کا دریافت فرمانا اظہارِ مسرت کے لیے تھا ورنہ حضورؐ قاری کو پُوچھتے ہُوئے دیکھ چکے تھے۔ آخرت کا ایک دن دنیا کے ہزار برس کے برابر ہوتا ہے۔ وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ اور اسی وجہ سے اکثر جہاں قیامت کا ذکر آتا ہے غداً کے ساتھ آتا ہے جس کے معنی کل آئندہ کے ہیں لیکن یہ سب باعتبار اغلب اور عام مومنین کیلئے ہے ورنہ کافرین کے لیے وارد ہوا ہے، فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ایسا دن جو پچاس ہزار برس کا ہوگا، اور خواص مومنین کے لیے حسب حیثیت کم معلوم ہوگا چنانچہ وارد ہُوا ہے کہ بعض مومنین کے لیے بمنزلہ دو رکعت فجر کے ہوگا۔ قرآن شریف پڑھنے کے فضائل جیسا کہ بہت سی روایات میں وارد ہُوئے ہیں بے حد ہیں اس کے سننے کے فضائل بھی متعدد روایات میں آئے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہو گی کہ سید المرسلینؐ کو ایسی مجلس میں شرکت کا حکم ہُوا ہے جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہُوا بعض علماء کا فتوٰی ہے کہ قرآن پاک کا سننا پڑھنے سے بھی زیادہ افضل ہے اس لیے کہ قرآن پاک کا پڑھنا نفل ہے اور سُننا فرض اور فرض کا درجہ نفل سے بڑھا ہُوا ہوتا ہے، اس حدیث سے ایک اور مسئلہ بھی مستنبط ہوتا ہے جس میں علماء کا اختلاف ہے کہ وہ نادار جو صبر کرنے والا ہو، اپنے فقر و فاقہ کو کسی پر ظاہر نہ کرتا ہو وہ افضل ہے یا وہ مالدار جو شکر کرنے والا ہو حقوق ادا کرنے والا ہو، اس حدیث سے صابر حاجت مند کی افضلیت پر استدلال کیا جاتا ہے۔

۳۰۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَمَعَ اِلٰى اٰيَةٍ مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ كُتِبَتْ لَهٗ حَسَنَةٌ مُّضَاعَفَةٌ وَمَنْ تَلَاهَا كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ

ابوہریرہؓ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو شخص ایک آیت کلام اللہ کی سُنے اس کے لیے دو چند نیکی لکھی جاتی ہے، اور جو تلاوت کرے اس کے لیے قیامت کے دن نُور ہوگا

(رواہ احمد عن عبادۃ بن میسرۃ واختلف فی توثیقہ عن الحسن رضی عن ابی ھریرۃ رض والجمھور علی ان الحسن لم یسمع عن ابی ھریرۃ رض)

محدثین نے سند کے اعتبار سے اگرچہ اس میں کلام کیا ہے مگر مضمون بہت سی روایات سے مؤید ہے کہ کلام پاک کا سننا بھی بہت اجر رکھتا ہے حتی کہ بعض لوگوں نے اس کو پڑھنے سے بھی افضل بتلایا ہے۔ ابن مسعود رض کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور منبر پر تشریف فرما تھے ارشاد فرمایا کہ مجھے قرآن شریف سناؤ میں نے عرض کیا کہ حضور پر تو خود نازل ہی ہوا حضور کو کیا سناؤں۔ ارشاد ہوا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ سنوں۔ اس کے بعد انہوں نے سنایا تو حضور کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ایک مرتبہ سالم مولٰے حذیفہ کلام مجید پڑھ رہے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک کھڑے ہوئے سنتے رہے۔ ابو موسٰے اشعری رض کا قرآن شریف سنا تو تعریف فرمائی۔

۳۱۔ عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْجَاھِرُ بِالْقُرْاٰنِ کَالْجَاھِرِ بِالصَّدَقَۃِ وَالْمُسِرُّ بِالْقُرْاٰنِ کَالْمُسِرِّ بِالصَّدَقَۃِ۔

عقبہ بن عامر رض نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ کلام اللہ کا آواز سے پڑھنے والا علانیہ صدقہ کرنے والے کے مشابہ ہے اور آہستہ پڑھنے والا خفیہ صدقہ کرنے والے کی مانند ہے۔

(رواہ الترمذی وابوداؤد والنسائی والحاکم وقال علی شرط البخاری)

صدقہ بعض اوقات علانیہ افضل ہوتا ہے جس وقت دوسروں کی ترغیب کا سبب ہو یا کوئی اور مصلحت ہو، اور بعض اوقات مخفی افضل ہوتا ہے جہاں ریا کا شبہ ہو یا دوسرے کی تذلیل ہوتی ہو وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح کلام اللہ شریف کا بعض اوقات میں آواز سے پڑھنا افضل ہے جہاں دوسروں کی ترغیب کا سبب ہو اور اس میں دوسرے کے سننے کا ثواب بھی ہوتا ہے اور بعض اوقات آہستہ پڑھنا افضل ہوتا ہے جہاں دوسروں کو تکلیف ہو یا ریا کا احتمال ہو وغیرہ وغیرہ۔ اسی وجہ سے زور سے اور آہستہ دونوں طرح پڑھنے کی مستقل فضیلتیں بھی آئی ہیں کہ بعض اوقات یہ مناسب

تھا اور بعض وقت وہ افضل تھا۔ آہستہ پڑھنے کی فضیلت پر بہت سے لوگوں نے خود اس صدقہ والی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے۔ بیہقیؒ نے کتاب الشعب میں اگر یہ روایت بقواعد محدثین ضعیف ہے، حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ آہستہ کا عمل علانیہ کے عمل سے ستر حصہ بڑھ جاتا ہے۔ جابرؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ پکار کر اس طرح مت پڑھو کہ ایک آواز دوسرے میں خلط ہو جائے۔ عمر بن عبدالعزیزؒ نے مسجد میں ایک شخص کو آواز سے تلاوت کرتے سنا تو اس کو منع فرما دیا، تو پڑھنے والے نے کچھ حجت کی تو آپؒ نے فرمایا کہ اگر اللہ کے واسطے پڑھتا ہے تو آہستہ پڑھ اور اگر لوگوں کی خاطر پڑھتا ہے تو پڑھنا بے کار ہے۔ اسی طرح حضورؐ سے پکار کر پڑھنے کا ارشاد بھی نقل کیا گیا۔ شرح احیاء میں دونوں طرح کی روایات و آثار ذکر کیے گئے ہیں۔

۳۲ - عَنْ جَابِرٍؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْقُرْاٰنُ شَافِعٌ مُّشَفَّعٌ وَّمَاحِلٌ مُّصَدَّقٌ مَنْ جَعَلَهٗ اَمَامَهٗ قَادَهٗ اِلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ جَعَلَهٗ خَلْفَ ظَهْرِهٖ سَاقَهٗ اِلَى النَّارِ۔

(رواه ابن حبان والحاكم مطولا وصححه)

جابرؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ قرآن پاک ایسا شفیع ہے جس کی شفاعت قبول کی گئی اور ایسا جھگڑالو ہے کہ جس کا جھگڑا تسلیم کر لیا گیا، جو شخص اس کو اپنے آگے رکھے اس کو یہ جنت کی طرف کھینچتا ہے اور جو اس کو پس پشت ڈال دے اس کو جہنم میں گرا دیتا ہے۔

یعنی جس کی یہ شفاعت کرتا ہے اس کی شفاعت حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں مقبول ہے اور جس کے بارے میں جھگڑا کرتا ہے اور جھگڑے کی تفصیل حدیث نمبر ۸ کے ذیل میں گذر چکی ہے کہ اپنی رعایت رکھنے والوں کے لیے درجات کے بڑھانے میں اللہ کے دربار میں جھگڑتا ہے اور اپنی حق تلفی کرنے والوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ میرا حق ادا کیوں نہیں کیا۔ جو شخص اس کو اپنے پاس رکھ لے یعنی اس کا اتباع اور اس کی پیروی اپنا دستور العمل بنا لے اس کو جنت میں پہنچا دیتا ہے اور جو اس کو پشت... کرکے پیچھے ڈال

دے یعنی اس کا اتباع نہ کرے اس کا جہنم میں گرنا ظاہر ہے۔ بندہ کے نزدیک قرآن پاک کے ساتھ لاپرواہی برتنا بھی اس کے مفہوم میں داخل ہو سکتا ہے۔ متعدد احادیث میں کلام اللہ شریف کے ساتھ بے پرواہی پر وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ بخاری شریف کی اس طویل حدیث میں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض سزاؤں کی سیر کرائی گئی ایک شخص کا حال دکھلایا گیا جس کے سر پر ایک پتھر اس زور سے مارا جاتا تھا کہ اس کا سر کچل جاتا تھا۔ حضورؐ کے دریافت فرمانے پر بتلایا گیا کہ اس شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنا کلام پاک سکھلایا تھا مگر اس نے نہ شب کو اس کی تلاوت کی نہ دن میں اس پر عمل کیا لہٰذا قیامت تک اس کے ساتھ یہی معاملہ رہے گا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف کے ساتھ اپنے عذاب سے محفوظ رکھیں کہ درحقیقت کلام اللہ شریف اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کے ساتھ بے توجہی پر جو سزا دی جاوے مناسب ہے۔

۳۳۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍوؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلصِّيَامُ وَالْقُرْاٰنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَقُوْلُ الصِّيَامُ رَبِّ اِنِّيْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ فِي النَّهَارِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ الْقُرْاٰنُ رَبِّ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِيْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ۔

عبداللہ بن عمروؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ روزہ اور قرآن شریف دونوں بندہ کے لیے شفاعت کرتے ہیں، روزہ عرض کرتا ہے کہ یا اللہ میں نے اس کو دن میں کھانے پینے سے روکے رکھا میری شفاعت قبول کیجئے اور قرآن شریف کہتا ہے کہ یا اللہ میں نے رات کو اس کو سونے سے روکا، میری شفاعت قبول کیجئے۔ پس دونوں کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

(رواہ احمد وابن ابی الدنیا والطبرانی فی الکبیر والحاکم وقال صحیح علی ما شرط مسلم)

ترغیب میں الطعام والشراب کا لفظ ہے جس کا ترجمہ کیا گیا، حاکم میں شراب کی جگہ شہوات کا لفظ ہے یعنی میں نے روزہ دار کو دن میں کھانے اور خواہشات نفسانیہ

سے روکا۔ اس میں اشارہ ہے کہ روزہ دار کو خواہشات نفسانیہ سے جُدا رہنا چاہیے، اگرچہ وہ جائز ہوں جیسا کہ پیار کرنا، لپٹنا۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ قرآن مجید جوانمرد کی شکل میں آئے گا اور کہے گا کہ میں ہی ہوں جس نے تجھے راتوں کو جگایا اور دن کو پیاسا رکھا نیز اس حدیث شریف میں اس طرف اشارہ ہے کہ کلام اللہ شریف کے حفظ کا مقتضا یہ ہے کہ رات کو نوافل میں اس کی تلاوت بھی کرے۔ حدیث نمبر ۲۷ میں اس کی تصریح بھی گذر چکی۔ خود کلام پاک میں متعدد جگہ اس کی ترغیب نازل ہوئی۔ ایک جگہ ارشاد ہے وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ایک جگہ ارشاد ہے۔ يَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ۔ ایک جگہ ارشاد ہے وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بعض مرتبہ تلاوت کرتے ہوئے تمام رات گذر جاتی تھی۔ حضرت عثمانؓ سے مروی ہے کہ بعض مرتبہ وتر کی ایک رکعت میں وہ تمام قرآن شریف پڑھا کرتے تھے۔ اسی طرح عبد اللہ بن زبیرؓ بھی ایک رات میں تمام قرآن شریف پورا فرمالیا کرتے تھے۔ سعید بن جبیرؓ نے دو رکعت میں کعبہ کے اندر تمام قرآن شریف پڑھا۔ ثابت بنانیؒ دن رات میں ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے اور اسی طرح ابو حرةؒ بھی۔ ابو شیخ ہنائیؒ کہتے ہیں کہ میں نے ایک رات میں دو قرآن مجید پورے کیے اور تیسرے میں سے دس پارے پڑھے۔ اگر چاہتا تو تیسرا بھی پورا کر لیتا۔ صالح بن کیسانؒ جب حج کو گئے تو راستے میں اکثر ایک رات میں دو کلام مجید پورے کرتے تھے اور تمام رات نوافل میں گذارتے تھے اور اتنا روتے تھے کہ عمامہ کا شملہ تر ہو جاتا تھا اسی طرح اور حضرات بھی جیسا کہ محمد بن نصرؒ نے قیام اللیل میں تخریج کیا ہے۔ شرح احیاء میں لکھا ہے کہ سلف کی عادات ختم قرآن میں مختلف رہی ہیں بعض حضرات ایک ختم روزانہ کرتے تھے جیسا کہ امام شافعیؒ غیر رمضان المبارک میں اور بعض دو ختم روزانہ کرتے تھے جیسا کہ خود امام شافعیؒ صاحب کا معمول رمضان المبارک میں تھا اور یہی معمول اسودؒ اور صالح بن کیسانؒ سعید بن جبیرؒ اور ایک جماعت کا تھا،

بعض کا معمول تین ختم روزانہ کا تھا۔ چنانچہ سلیم بن عتر جو بڑے تابعین میں شمار کیے جاتے ہیں حضرت عمرؓ کے زمانے میں فتح مصر میں شریک تھے اور حضرت معاویہؓ نے قصص کا امیر ان کو بنایا تھا ان کا معمول تھا کہ ہر شب میں تین قرآن شریف ختم کرتے تھے۔ نوویؒ کتاب الاذکار میں نقل کرتے ہیں کہ زیادہ سے زیادہ مقدار میں جو تلاوت کے باب میں ہم تک پہنچی ہے وہ ابن الکاتب کا معمول تھا کہ دن رات میں آٹھ قرآن شریف روزانہ پڑھتے تھے۔ ابن قدامہؒ نے امام احمدؒ سے نقل کیا ہے کہ اس کی کوئی تحدید نہیں، پڑھنے والے کے نشاط پر موقوف ہے۔ اہل تاریخ نے امام اعظمؒ سے نقل کیا ہے۔ کہ رمضان شریف میں اکسٹھ قرآن شریف پڑھتے تھے ایک دن کا اور ایک رات کا اور ایک تمام رمضان شریف میں تراویح کا۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین دن سے کم میں ختم کرنے والا تدبر نہیں کرسکتا۔ اسی وجہ سے ابن حزمؒ وغیرہ نے تین دن سے کم میں ختم کرنے کو حرام بتلایا ہے۔ بندہ کے نزدیک یہ حدیث باعتبار اکثر افراد کے ہے۔ اس لیے کہ صحابہؓ کی ایک جماعت سے اس سے کم میں پڑھنا بھی ثابت ہے۔ اسی طرح زیادتی میں بھی جمہور کے نزدیک تحدید نہیں، جتنے ایام میں بسہولت ہو سکے کلام مجید ختم کرے۔ مگر بعض علماء کا مذہب ہے کہ چالیس دن سے زاید ایک قرآن شریف میں خرچ نہ ہوں جس کا حاصل یہ ہے کہ کم از کم تین پاؤ روزانہ پڑھنا ضروری ہے اگر کسی وجہ سے کسی دن نہ پڑھ سکے تو دوسرے دن اس کی قضا کرلے۔ غرض چالیس دن کے اندر اندر ایک مرتبہ کلام مجید پورا ہو جاوے۔ جمہور کے نزدیک اگرچہ یہ ضروری نہیں مگر جب بعض علماء کا مذہب ہے تو احتیاط اس میں ہے کہ اس سے کم نہ ہو نیز بعض احادیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔ صاحب مجمعؒ نے ایک حدیث نقل کی ہے۔ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فِیْ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً فَقَدْ عَزَّبَ جس شخص نے قرآن شریف چالیس رات میں ختم کیا اس نے بہت دیر کی۔ بعض علماء کا فتویٰ ہے کہ ہر مہینہ میں ایک ختم کرنا چاہیے، اور بہتر یہ ہے کہ سات روز میں ایک کلام مجید ختم کرلے کہ صحابہؓ کا معمول عامۃً یہی نقل کیا جاتا ہے۔ جمعہ کے روز شروع کرے اور سات روز میں ایک

منزل روزانہ کر کے پنجشنبہ کے روز ختم کرلے۔ امام صاحبؒ کا مقولہ پہلے گذر چکا کہ سال میں دو مرتبہ ختم کرنا قرآن شریف کا حق ہے لہٰذا اس سے کم کسی طرح نہ ہونا چاہیے، ایک حدیث میں وارد ہے کہ کلام پاک کا ختم اگر دن کے شروع میں ہو تو تمام دن، اور رات کے شروع میں ہو تو تمام رات ملائکہ اس کے لیے رحمت کی دُعا کرتے ہیں اس سے بعض مشائخ نے استنباط فرمایا ہے کہ گرمی کے ایام میں دن کے ابتداء میں ختم کرے اور موسم سرما میں ابتدائی شب میں تاکہ بہت سا وقت ملائکہ کی دُعا کا میسّر ہو سکے۔

۴۳- عَنْ سَعِيْدِ بْنِ سُلَيْمٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اَفْضَلُ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْقُرْاٰنِ لَا نَبِيٌّ وَّلَا مَلَكٌ وَّلَا غَيْرُهٗ

سعید بن سلیم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں، کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک کلام پاک سے بڑھ کر کوئی سفارش کرنے والا نہ ہوگا، نہ کوئی نبیؑ نہ فرشتہ وغیرہ۔

(قال العراقی رواہ عبد الملک بن حبیب کذا فی شرح الاحیاء)

کلام اللہ شریف کا شفیع اور اس درجہ کا شفیع ہونا جس کی شفاعت مقبول ہے اور بھی متعدد روایات سے معلوم ہو چکا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل سے میرے اور تمہارے لیے اس کو شفیع بناوے نہ کہ فریقِ مخالف اور مدّعی۔ لآلی مصنوعہ (نام کتاب[۱۲]) میں بزار کی روایت سے نقل کیا ہے اور وضع کا حکم بھی اس پر نہیں لگایا کہ جب آدمی مرتا ہے تو اس کے گھر کے لوگ تجہیز و تکفین میں مشغول ہوتے ہیں اور اس کے سرہانے نہایت حسین و جمیل صورت میں ایک شخص ہوتا ہے جب کفن دیا جاتا ہے تو وہ شخص کفن اور سینہ کے درمیان ہوتا ہے، جب دفن کرنے کے بعد لوگ لوٹتے ہیں اور منکر نکیر آتے ہیں تو وہ اس شخص کو علیحدہ کرنا چاہتے ہیں کہ سوال یکسوئی میں کریں۔ مگر یہ کہتا ہے کہ یہ میرا ساتھی ہے میرا دوست ہے میں کسی حال میں بھی اس کو تنہا نہیں چھوڑ

سکتا۔ تم سوالات کے لیے اگر مامور ہو تو اپنا کام کرو، میں اس وقت تک اس سے جُدا نہیں ہو سکتا کہ جنت میں داخل کرا دوں، اس کے بعد وہ اپنے ساتھی کی طرف متوجہ ہو کر کہتا ہے کہ میں ہی قرآن ہوں جس کو تو کبھی بلند پڑھتا تھا اور کبھی آہستہ، تو بے فکر رہ۔ منکر نکیر کے سوالات کے بعد تجھے کوئی غم نہیں ہے۔ اس کے بعد جب وہ اپنے سوالات سے فارغ ہو جاتے ہیں تو یہ ملاءِ اعلیٰ سے بستر وغیرہ کا انتظام کرتا ہے جو ریشم کا ہوتا ہے اور اس کے درمیان مشک بھرا ہوا ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ مجھے بھی اپنے فضل سے نصیب فرماویں اور تمہیں بھی، یہ حدیث بڑے فضائل پر شامل ہے جس کو تطویل کے خوف سے مختصر کر دیا۔

۳۵- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو رض اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ فَقَدِ اسْتَدْرَجَ النُّبُوَّةَ بَيْنَ جَنْبَيْهِ غَيْرَ اَنَّهٗ لَا يُوْحٰى اِلَيْهِ لَا يَنْبَغِيْ لِصَاحِبِ الْقُرْاٰنِ اَنْ يَّجِدَ مَعَ مَنْ وَجَدَ وَلَا يَجْهَلَ مَعَ مَنْ جَهِلَ وَفِيْ جَوْفِهٖ كَلَامُ اللّٰهِ۔

(رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد)

عبد اللہ بن عمرو رض نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص نے کلام اللہ شریف پڑھا، اس نے علومِ نبوت کو اپنی پسلیوں کے درمیان لے لیا۔ گو اس کی طرف وحی نہیں بھیجی جاتی۔ حاملِ قرآن کے لیے مناسب نہیں کہ غصہ والوں کے ساتھ غصہ کرے، یا جاہلوں کے ساتھ جہالت کرے حالانکہ اس کے پیٹ میں اللہ کا کلام ہے۔

چونکہ وحی کا سلسلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ختم ہو گیا اس لیے وحی تو اب آ نہیں سکتی لیکن یہ چونکہ حق سبحانہٗ و تقدس کا پاک کلام ہے اس لیے علمِ نبوت ہونے میں کیا تأمل ہے اور جب کوئی شخص علومِ نبوت سے نوازا جاوے تو نہایت ہی ضروری ہے کہ اس کے مناسب بہترین اخلاق پیدا کرے اور بُرے اخلاق سے احتراز کرے۔ فضیل رح بن عیاض کہتے ہیں کہ حافظِ قرآن اسلام کا جھنڈا اٹھانے والا ہے، اس کے لیے مناسب نہیں کہ لہو ولعب میں لگنے والوں میں لگ جائے یا غافلین میں شریک ہو

جاوے یا بے کار لوگوں میں داخل ہو جاوے۔

۳۶- عَنِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةٌ لَا يَهُوْلُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَلَا يَنَالُهُمُ الْحِسَابُ هُمْ عَلٰى كَثِيْبٍ مِّنْ مِّسْكٍ حَتّٰى يُفْرَغَ مِنْ حِسَابِ الْخَلَائِقِ رَجُلٌ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَاَمَّ بِهٖ قَوْمًا وَهُمْ بِهٖ رَاضُوْنَ وَدَاعٍ يَدْعُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ اِبْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ وَرَجُلٌ اَحْسَنَ فِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ رَبِّهٖ وَفِيْمَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مَوَالِيْهِ۔

(رواه الطبرانی فی المعاجم الثلاثة)

ابن عمرؓ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کو قیامت کا خوف دامنگیر نہ ہوگا، نہ ان کو حساب کتاب دینا پڑے گا۔ اتنے مخلوق اپنے حساب کتاب سے فارغ ہو وہ مُشک کے ٹیلوں پر تفریح کریں گے۔ ایک وہ شخص جس نے اللہ کے واسطے قرآن شریف پڑھا، اور امامت کی اس طرح پر کہ مقتدی اس سے راضی رہے، دوسرا وہ شخص جو لوگوں کو نماز کے لیے بلاتا ہو، صرف اللہ کے واسطے، تیسرا وہ شخص جو اپنے مالک سے بھی اچھا معاملہ رکھے، اور اپنے ماتحتوں سے بھی۔

قیامت کی سختی، اس کی دہشت، اس کا خوف، اس کی مصیبتیں اور تکالیف ایسی نہیں کہ کسی مسلمان کا دل اس سے خالی ہو یا بے خبر ہو، اس دن میں کسی بات کی وجہ سے بے فکری نصیب ہو جاوے یہ بھی لاکھوں نعمتوں سے بڑھ کر اور کروڑوں راحتوں سے مغتنم ہے پھر اس کے ساتھ اگر تفریح و تنعم بھی نصیب ہو جاوے، تو خوش نصیب اس شخص کے جس کو یہ میسر ہو اور بربادی و خسران ہے ان بے حسوں کے لیے جو اس کو لغو بیکار اور اضاعت وقت سمجھتے ہیں معجم کبیر میں اس حدیث شریف کے شروع میں روایت کرنے والے صحابی عبداللہ بن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ اگر میں نے اس حدیث کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ اور ایک مرتبہ

غرض سات دفعہ یہ لفظ کہا یعنی اگر سات مرتبہ نہ سنا ہوتا تو کبھی نقل نہ کرتا۔

۳۷- عَنْ اَبِیْ ذَرٍّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا اَبَا ذَرٍّ لَاَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ اٰیَۃً مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ خَیْرٌ لَّکَ مِنْ اَنْ تُصَلِّیَ مِائَۃَ رَکْعَۃٍ وَّلَاَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ بَابًا مِّنَ الْعِلْمِ عُمِلَ بِہٖ اَوْ لَمْ یُعْمَلْ بِہٖ خَیْرٌ مِّنْ اَنْ تُصَلِّیَ اَلْفَ رَکْعَۃٍ (رواہ ابن ماجۃ باسناد حسن)

ابوذرؓ کہتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذرؓ اگر تو صبح کو جا کر ایک آیت کلام اللہ شریف کی سیکھ لے تو نوافل کی سو رکعات سے افضل ہے اور اگر ایک باب علم کا سیکھ لے خواہ اس وقت وہ معمول بہ ہو یا نہ ہو تو ہزار رکعات نفل پڑھنے سے بہتر ہے۔

بہت سی احادیث اس مضمون میں وارد ہیں کہ علم کا سیکھنا عبادت سے افضل ہے۔ فضائل علم میں جسقدر روایات وارد ہوئی ہیں انکا احاطہ بالخصوص اس مختصر کتاب میں دشوار ہے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ عالم کی عابد پر فضیلت ایسی ہے جیسا کہ میری فضیلت تم میں سے ادنیٰ شخص پر، ایک جگہ ارشاد ہے کہ شیطان پر ایک فقیہ ہزار عابدوں سے زیادہ سخت ہے۔

۳۸- عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ عَشْرَ اٰیَاتٍ فِیْ لَیْلَۃٍ لَمْ یُکْتَبْ مِنَ الْغَافِلِیْنَ (رواہ الحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم)

ابوہریرہؓ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو شخص دس آیتوں کی تلاوت کسی رات میں کرے وہ اس رات میں غافلین سے شمار نہیں ہوگا۔

دس آیات کی تلاوت سے جس کے پڑھنے میں چند منٹ صرف ہوتے ہیں تمام رات کی غفلت سے نکل جانا ہے اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی۔

۳۹- عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ حَافَظَ

ابوہریرہؓ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ان پانچوں فرض

عَلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ الصَّلَوَاتِ الْمَكْتُوْبَاتِ لَمْ يُكْتَبْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ وَمَنْ قَرَأَ فِيْ لَيْلَةٍ مِائَةَ اٰيَةٍ كُتِبَ مِنَ الْقَانِتِيْنَ

(رواہ ابن خزیمہ فی صحیحہ والحاکم وقال صحیح علی شرطہما)

نمازوں پر مداومت کرے وہ غافلین سے نہیں لکھا جاوے گا اور جو شخص سو آیات کی تلاوت کسی رات میں کرے، وہ اس رات میں قانتین سے لکھا جاوے گا۔

حسن بصریؒ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جو شخص سو آیتیں رات کو پڑھے کلام اللہ شریف کے مطالبے سے بچ جاوے گا جو دو سو پڑھ لے تو اس کو رات بھر کی عبادت کا ثواب ملے گا اور جو پانچسو سے ہزار تک پڑھ لے اس کے لیے ایک قنطار ہے۔ صحابہؓ نے پوچھا کہ قنطار کیا ہوتا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ بارہ ہزار کے برابر (درہم مراد ہوں یا دینار)

۴۰۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ نَزَلَ جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ سَتَكُوْنُ فِتَنٌ قَالَ فَمَا الْمَخْرَجُ مِنْهَا يَا جِبْرَئِيْلُ قَالَ كِتَابُ اللّٰهِ (رواہ رزین کذا فی الرحمۃ المہداۃ)

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ بہت سے فتنے ظاہر ہوں گے۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ ان سے خلاصی کی کیا صورت ہے، انہوں نے کہا کہ قرآن شریف۔

کتاب اللہ پر عمل بھی فتنوں سے بچنے کا کفیل ہے اور اس کی تلاوت کی برکت بھی فتنوں سے خلاصی کا سبب ہے۔ حدیث نمبر ۲۲ میں گذر چکا ہے کہ جس گھر میں کلام پاک کی تلاوت کی جاتی ہے سکینہ اور رحمت اس گھر میں نازل ہوتی ہے اور شیاطین اس گھر سے نکل جاتے ہیں۔ فتنوں سے مراد خروج دجال، فتنۂ تاتار وغیرہ علماء نے بتلائے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بھی ایک طویل روایت میں حدیث بالا کا مضمون وارد ہوا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ حق تعالیٰ شانہٗ تمہیں اپنے کلام کے پڑھنے کا حکم فرماتا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے

کہ جیسے کوئی قوم اپنے قلعہ میں محفوظ ہو اور اس کی طرف کوئی دشمن متوجہ ہو کہ جس جانب سے بھی وہ حملہ کرنا چاہے اسی جانب میں اللہ کی کلام کو اس کا محافظ پا دے گا، اور وہ اس دشمن کو دفع کر دے گا۔

خاتمہ

فِیْ عِدَّۃِ رِوَایَاتٍ زَائِدَۃٍ عَلَی الْاَرْبَعِیْنَۃِ لَابُدَّ مِنْ ذِکْرِھَا لِاَغْرَاضٍ تُنَاسِبُ الْمَقَامَ

۱۔ عَنْ عَبْدِ الْمَلِکِ بْنِ عُمَیْرٍؓ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ فَاتِحَۃِ الْکِتَابِ شِفَآءٌ مِّنْ کُلِّ دَآءٍ

عبدالملک بن عمیر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ میں ہر بیماری سے شفا ہے۔

(رواہ الدارمی والبیہقی فی شعب الایمان)

خاتمہ میں بعض ایسی سورتوں کے فضائل ہیں جو پڑھنے میں بہت مختصر لیکن فضائل میں بہت بڑھی ہوئی ہیں اور اسی طرح دو ایک ایسے خاص امر ہیں جن پر تنبیہ قرآن شریف پڑھنے والے کے لیے ضروری ہے۔

سورۃ فاتحہ کے فضائل بہت سی روایات میں وارد ہوئے ہیں، ایک حدیث میں آیا ہے کہ صحابیؓ نماز پڑھتے تھے حضورؐ نے ان کو بلایا وہ نماز کی وجہ سے جواب نہ دے سکے جب فارغ ہو کر حاضر ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا کہ میرے پکارنے پر جواب کیوں نہیں دیا۔ انہوں نے نماز کا عذر کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ قرآن شریف کی آیت میں نہیں پڑھا۔ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ (اے ایمان والو اللہ اور اس کے رسول کی پکار کا جواب دو جب بھی

وہ تم کو بتلا دیں، پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تجھے قرآن شریف کی سب سے بڑی سورت یعنی سب سے افضل بتلاؤ نگا
پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ اَلْحَمْدُ کی سات آیتیں ہیں یہ سبع مثانی ہیں اور قرآن عظیم بعض صوفیاء
سے منقول ہے کہ جو کچھ پہلی کتابوں میں تھا وہ سب کلام پاک میں آگیا اور جو کلام پاک میں ہے وہ
سب سورۂ فاتحہ میں آگیا اور جو کچھ فاتحہ میں ہے وہ بسم اللہ میں آگیا اور جو بسم اللہ میں ہے وہ اس کی
ب میں آگیا۔ اسکی شرح بتلاتے ہیں کہ ب کے معنی اس جگہ ملاتے کے ہیں اور مقصود سب چیز
سے بندہ کا اللہ جل شانہٗ کے ساتھ ملا دینا ہے۔ بعض نے اس کے آگے اضافہ کیا ہے کہ ب
میں جو کچھ ہے وہ اس کے نکتہ میں آگیا۔ یعنی وحدانیت نقطہ اصطلاح میں کہتے ہیں اس
چیز کو جس کی تقسیم نہ ہو سکتی ہو۔ بعض مشائخ سے منقول ہے کہ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ
میں تمام مقاصد دینی و دنیوی آگئے۔ ایک دوسری روایت میں حضورؐ کا ارشاد وارد
ہوا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اس جیسی سورت نازل
نہیں ہوئی نہ توراۃ میں نہ انجیل میں، نہ زبور میں نہ بقیہ قرآن پاک میں۔ مشائخ نے لکھا ہے
کہ اگر سورۂ فاتحہ کو ایمان و یقین کے ساتھ پڑھا جائے تو ہر بیماری سے شفا ہوتی ہے
دینی ہو یا دنیوی، ظاہری ہو یا باطنی، لکھ کر لٹکانا اور چاٹنا بھی امراض کے لیے نافع ہے
صحاح کی کتابوں میں وارد ہے کہ صحابہؓ نے سانپ بچھو کے کاٹے ہوؤں پر اور مرگی
والوں پر اور دیوانوں پر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور حضورؐ نے اس کو جائز بھی رکھا۔ نیز
ایک روایت میں آیا ہے کہ سائبؓ بن یزید پر حضورؐ نے اس سورت کو دم فرمایا اور
یہ سورت پڑھ کر لعاب دہن درد کی جگہ لگایا، ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جو شخص
سونے کے ارادہ سے لیٹے اور سورۂ فاتحہ اور قل ہو اللہ احد پڑھ کر اپنے اوپر دم کر
لے موت کے سوا ہر بلا سے امن پاوے، ایک روایت میں آیا ہے کہ سورۂ فاتحہ
ثواب میں دو تہائی قرآن کے برابر ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ عرش کے
خاص خزانہ سے مجھ کو چار چیزیں ملی ہیں کہ اور کوئی چیز اس خزانہ سے کسی کو نہیں ملی،
۱: سورۂ فاتحہ ۲: آیۃ الکرسی ۳: سورۂ بقرہ کی آخری آیات اور ۴: سورۂ کوثر۔ ایک
روایت میں آیا ہے کہ حسن بصریؒ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ جس نے سورۂ فاتحہ کو پڑھا

اُس نے گویا، توراۃ انجیل، زبور اور قرآن شریف کو پڑھا ایک روایت میں آیا ہے کہ ابلیس کو اپنے اوپر نوحہ و زاری اور سر پر خاک ڈالنے کی چار مرتبہ نوبت آئی، اوّل جبکہ اس پر لعنت ہوئی، دُوسرے جبکہ اس کو زمین پر ڈالا گیا، تیسرے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوّت ملی، چوتھے جبکہ سورۂ فاتحہ نازل ہُوئی۔ شعبیؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور درد گردہ کی شکایت کی شعبیؒ نے کہا کہ اساس القرآن پڑھ کر درد کی جگہ دم کر، اُس نے پوچھا کہ اساس القرآن کیا ہے۔ شعبیؒ نے کہا سورۂ فاتحہ۔ مشائخ کے اعمالِ مجرّب میں لکھا ہے کہ سورۂ فاتحہ اسمِ اعظم ہے ہر مطلب کے لیے پڑھنی چاہیے اور اس کے دو طریقے ہیں، ایک یہ کہ صبح کی سُنّت اور فرض کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی میم کے ساتھ الحمدللہ کا لام ملا کر اکتالیس بار چالیس دن تک پڑھے اور جو بھی مطلب ہو گا انشاء اللہ حاصل ہو گا اور اگر کسی مریض یا جادو کیے ہوئے کے لیے ضرورت ہو تو پانی پر دم کر کے اس کو پلاوے، دوسرے یہ کہ نوچندی اتوار کو صبح کی سُنّت اور فرض کے درمیان بلا قیدِ میم ملانے کے ستّر بار پڑھے اور اس کے بعد ہر روز اسی وقت پڑھے اور دس دس بار کم کرتا جائے، یہاں تک کہ ہفتہ ختم ہو جاوے اول مہینے میں اگر مطلب پورا ہو جائے تو فبہا ورنہ دوسرے تیسرے میں اسی طرح کرے، نیز اس سورت کا چینی کے برتن پر گلاب اور مشک و زعفران سے لکھ کر اور دھو کر پلانا چالیس روز تک، امراضِ مزمنہ کے لیے مجرّب ہے، نیز دانتوں کے درد اور سر کے درد، پیٹ کے درد کے لیے سات بار پڑھ کر دم کرنا مجرّب ہے، یہ سب مضمون مظاہرِ حق سے مختصر طور سے نقل کیا گیا۔

مسلم شریف کی ایک حدیث میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ ایک مرتبہ تشریف فرما تھے حضورؐ نے فرمایا کہ آسمان کا ایک دروازہ آج کھلا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں کھلا تھا پھر اس میں سے ایک فرشتہ نازل ہوا جو آج سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا تھا۔ پھر اس فرشتہ نے عرض کیا کہ دو نوروں کی بشارت لیجیے، جو آپ سے قبل کسی کو نہیں دیے گئے، ایک سورۂ فاتحہ، دوسرا خاتمہ سورۂ بقرہ یعنی سورۂ بقرہ کا

اخیر رکوع، ان کو نور اس لیے فرمایا کہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والے کے آگے آگے چلیں گے

۲۔ عَنْ عَطَآءِ بْنِ اَبِیْ رَبَاحٍ قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَرَاَ یٰسٓ فِیْ صَدْرِ النَّھَارِ قُضِیَتْ حَوَائِجُہٗ (رواہ الدارمی)

عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ مجھے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پہنچا ہے کہ جو شخص سورۂ یٰسٓ کو شروع دن میں پڑھے اس کی تمام دن کی حوائج پوری ہو جائیں گی۔

احادیث میں سورۂ یٰسٓ کے بھی بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں، ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ ہر چیز کے لیے ایک دل ہوا کرتا ہے۔ قرآن شریف کا دل سورۂ یٰسٓ ہے جو شخص سورہ یٰسٓ پڑھتا ہے حق تعالیٰ شانہٗ اس کے لیے دس قرآنوں کا ثواب لکھتا ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے سورہ طٰہٰ اور سورہ یٰسٓ کو آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے ہزار برس پہلے پڑھا جب فرشتوں نے سنا تو کہنے لگے کہ خوشحالی ہے اس اُمت کے لیے جس پر یہ قرآن اتارا جائے گا اور خوشحالی ہے اُن دلوں کے لیے جو اس کو اٹھائیں گے یعنی یاد کریں گے، اور خوشحالی ہے ان زبانوں کے لیے جو اس کو تلاوت کریں گی۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص سورۂ یٰسٓ کو صرف اللہ کی رضا کے واسطے پڑھے اس کے پہلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں پس اس سورۃ کو اپنے مُردوں پر پڑھا کرو۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ سورہ یٰسٓ کا نام توراۃ میں منعمہ ہے کہ اپنے پڑھنے والے کے لیے دنیا و آخرت کی بھلائیوں پر مشتمل ہے اور دُنیا و آخرت کی مصیبت کو دُور کرتی ہے، اور آخرت کی ہول کو دور کرتی ہے۔ اس سورۃ کا نام رافعہ خافضہ بھی ہے یعنی مومنوں کے رُتبے بلند کرنے والی اور کافروں کو پست کرنے والی، ایک روایت میں ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ سورۂ یٰسٓ میرے ہر امتی کے دل میں ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ جس نے سُورۂ یٰسٓ کو ہر رات میں

میں پڑھا پھر مر گیا تو شہید مرا، ایک روایت میں ہے کہ جو لیٰس کو پڑھتا ہے اس کی مغفرت کی جاتی ہے اور جو بھوک کی حالت میں پڑھتا ہے وہ سیر ہو جاتا ہے اور جو راستہ گم ہو جانے کی وجہ سے پڑھتا ہے وہ راستہ پالیتا ہے اور جو جانور کے گم ہو جانے کی وجہ سے پڑھے وہ پالیتا ہے اور جو ایسی حالت میں پڑھے کہ کھانا کم ہو جانے کا خوف ہو تو وہ کھانا کافی ہو جاتا ہے اور جو ایسے شخص کے پاس پڑھے جو نزع میں ہو تو اس پر نزع میں آسانی ہو جاتی ہے اور جو ایسی عورت پر پڑھے جس کے بچہ ہونے میں دشواری ہو رہی ہو اس کے لیے بچہ جننے میں سہولت ہوتی ہے۔ مقریؒ کہتے ہیں کہ جب بادشاہ یا دشمن کا خوف ہو اور اس کے لیے سورۂ لیٰس پڑھے تو وہ خوف جاتا رہتا ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جس نے سورۂ لیٰس اور والصّٰفّٰت جمعہ کے دن پڑھی اور پھر اللہ سے دعا کی اس کی دُعا پوری ہوتی ہے۔ اس کا بھی اکثر مظاہر حق سے منقول ہے مگر مشائخ حدیث کو بعض روایات کی صحت میں کلام ہے۔

۳۔ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ سُوْرَةَ الْوَاقِعَةِ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ لَمْ تُصِبْهُ فَاقَةٌ اَبَدًا وَكَانَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ يَاْمُرُ بَنَاتِهٖ اَنْ يَّقْرَاْنَ بِهَا كُلَّ لَيْلَةٍ

ابن مسعودؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص ہر رات سورۂ واقعہ پڑھے اس کو کبھی فاقہ نہیں ہو گا اور ابن مسعودؓ اپنی بیٹیوں کو حکم فرمایا کرتے تھے کہ ہر شب میں اس سورۃ کو پڑھیں

(رواہ البیہقی فی الشعب)

سورۂ واقعہ کے فضائل بھی متعدد روایات میں وارد ہوئے ہیں، ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص سورۂ حدید اور سورۂ واقعہ اور سورۂ رحمٰن پڑھتا ہے وہ جنت الفردوس کے رہنے والوں میں پکارا جاتا ہے، ایک روایت میں ہے کہ سورۂ واقعہ سورۃ الغنی ہے اس کو پڑھو اور اپنی اولاد کو سکھاؤ ایک روایت میں ہے کہ اس کو اپنی بیبیوں کو سکھاؤ، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسکے پڑھنے

کی کید منقول ہے مگر بہت ہی پست خیالی ہے کہ چار پیسے کے لیے اس کو پڑھا جائے البتہ اگر غنائے قلب اور آخرت کی نیت سے پڑھے تو دُنیا خود بخود ہاتھ جوڑ کر حاضر ہو جائے گی۔

۴۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ سُوْرَةً فِی الْقُرْاٰنِ ثَلٰثُوْنَ اٰیَةً شَفَعَتْ لِرَجُلٍ حَتّٰی غُفِرَ لَهٗ وَهِیَ تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ

ابو ہریرہؓ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ قرآن شریف میں ایک سورت تیس آیات کی ایسی ہے کہ وہ اپنے پڑھنے والے کی شفاعت کرتی رہتی ہے یہاں تک کہ اسکی مغفرت کرادے وہ سورت تبارک الذی ہے۔

(رواہ ابوداؤد واحمد والنسائی وابن ماجۃ والحاکم وصححہ وابن حبان فی صحیحہ)

سورۂ تبارک الذی کے متعلق بھی ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد آیا ہے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ یہ سورت ہر مومن کے دل میں ہو، ایک روایت میں ہے کہ جس نے تبارک الذی اور الم سجدہ کو مغرب اور عشاء کے درمیان پڑھا گویا اس نے لیلۃ القدر میں قیام کیا، ایک روایت میں ہے کہ جس نے ان دونوں سورتوں کو پڑھا اس کے لیے ستر نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ستر برائیاں دور کی جاتی ہیں، ایک روایت میں ہے کہ جس نے ان دونوں سورتوں کو پڑھا اس کے لیے عبادت لیلۃ القدر کے برابر ثواب لکھا جاتا ہے (کذا فی المظاہر)

ترمذی نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ بعض صحابہؓ نے ایک جگہ خیمہ لگایا اُن کو علم نہ تھا کہ وہاں قبر ہے، اچانک ان خیمہ لگانے والوں نے اس جگہ کسی کو سورۂ تبارک الذی پڑھتے ہوئے سُنا تو حضورؐ سے آکر عرض کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ یہ سورت اللہ کے عذاب سے روکنے والی ہے اور نجات دلانے والی ہے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ اس وقت تک نہ سوتے تھے جب تک الم سجدہ اور سورۂ تبارک الذی نہ پڑھ لیتے تھے۔ خالد بن معدانؒ کہتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ

ایک شخص بڑا گنہ گار تھا اور سورۂ سجدہ پڑھا کرتا تھا، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں پڑھتا تھا اس سورت نے اپنے پر اس شخص پر پھیلا دیے کہ اے رب یہ شخص میری تلاوت بہت کرتا تھا۔ چنانچہ اس کی شفاعت قبول کی گئی اور حکم ہو گیا کہ ہر خطا کے بدلے ایک نیکی دی جائے۔ خالد بن معدانؒ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ سورۃ اپنے پڑھنے والے کی طرف سے قبر میں جھگڑتی ہے اور کہتی ہے کہ اگر میں تیری کتاب میں سے ہوں تو میری شفاعت قبول کر ورنہ مجھے اپنی کتاب سے مٹا دے اور بمنزلہ پرندہ کے بن جاتی ہے اور اپنے پر میّت پر پھیلا دیتی ہے اور اس پر عذاب قبر سے مانع ہوتی ہے اور یہی سارا مضمون وہ تبارک الذی کے بارے میں بھی کہتے ہیں۔ خالد بن معدانؒ اس وقت تک نہ سوتے تھے جب تک دونوں سورتیں نہ پڑھ لیتے تھے۔ طاؤسؒ کہتے ہیں کہ یہ دونوں سورتیں قرآن کی ہر سورت پر ساٹھ نیکیاں زیادہ رکھتی ہیں۔ عذاب قبر کوئی معمولی چیز نہیں ہر شخص کو مرنے کے بعد سب سے پہلے قبر سے سابقہ پڑتا ہے، حضرت عثمانؓ جب کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ ریش مبارک تر ہو جاتی کسی نے پوچھا کہ آپ جنّت وجہنّم کے تذکرہ پر بھی اتنا نہیں روتے جتنا کہ قبر سے۔ آپؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قبر منازلِ آخرت میں سب سے پہلی منزل ہے جو شخص اس کے عذاب سے نجات پالے آئندہ کے واقعات اس کے لیے سہل ہوتے ہیں اور اگر اس سے نجات نہ پائے تو آنے والے حوادث اس سے سخت ہوتے ہیں۔ نیز میں نے یہ بھی سنا ہے کہ قبر سے زیادہ متوحش کوئی منظر نہیں (جمع الفوائد) اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ بِفَضْلِکَ وَمَنِّکَ۔

۵۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضؓ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ الْاَعْمَالِ اَفْضَلُ قَالَ الْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا الْحَالُّ الْمُرْتَحِلُ قَالَ صَاحِبُ الْقُرْاٰنِ یَضْرِبُ

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ بہترین اعمال میں سے کونسا عمل ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ حال مرتحل۔ لوگوں نے پوچھا کہ حال مرتحل کیا چیز ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا

مِنْ اَوَّلِهٖ حَتّٰی یَبْلُغَ اٰخِرَہٗ وَمِنْ اٰخِرِہٖ حَتّٰی یَبْلُغَ اَوَّلَہٗ کُلَّمَا حَلَّ اِرْتَحَلَ۔

کہ وہ صاحب القرآن ہے جو اوّل سے چلے حتّٰی کہ اخیر تک پہنچے اور اخیر کے بعد پھر اوّل پر پہنچے جہاں ٹھہرے پھر آگے چل دے

(رواہ الترمذی کما فی الرحمۃ والحاکم وقال تفرد بہ صالح المری و ھو من زھاد اھل البصرۃ الا ان الشیخین لم یخرجاہ وقال الذھبی صالح متروک قلت ھو من رواۃ ابی داؤد والترمذی)

حال کہتے ہیں منزل پر آنے والے کو اور مرتحل کوچ کرنے والے کو یعنی یہ کہ جب کلام پاک ختم ہو جائے تو پھر از سر نو شروع کرلے، یہ نہیں کہ بس اب ختم ہو گیا دوبارہ پھر دیکھا جائے گا۔ کنز العمال کی ایک روایت میں اس کی شرح وارد ہوئی "الخاتم المفتتح"۔ ختم کرنے والا اور ساتھ ہی شروع کرنے والا یعنی ایک قرآن ختم کرنے کے بعد ساتھ ہی دوسرا شروع کرلے۔ اسی سے غالباً وہ عادت ماخوذ ہے جو ہمارے دیار میں متعارف ہے کہ ختم قرآن شریف کے بعد مُفْلِحُوْنَ تک پڑھا جاتا ہے مگر اب لوگ اسی کو مستقل ادب سمجھتے ہیں اور پھر پورا کرنے کا اہتمام نہیں کرتے حالانکہ ایسا نہیں، بلکہ دراصل معاً دوسرا قرآن شریف شروع کرنا بظاہر مقصود ہے جس کو پورا بھی کرنا چاہیے۔ شرح احیاء میں اور علامہ سیوطیؒ نے اتقان میں بروایت دارمیؒ نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھا کرتے تو سورۂ بقرۃ کے مُفْلِحُوْنَ تک ساتھ ہی پڑھتے اور اس کے بعد ختم قرآن شریف کی دعا فرماتے تھے۔

۶۔ عَنْ اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَعَاھَدُوا الْقُرْاٰنَ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَھُوَ اَشَدُّ تَفَصِّیًا مِنَ الْاِبِلِ فِیْ عُقُلِھَا (رواہ البخاری ومسلم)

ابو موسےٰ اشعریؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ قرآن شریف کی خبر گیری کیا کرو قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ قرآن پاک جلد نکل جانے والا ہے سینوں سے بہ نسبت اونٹ کے اپنی رسیوں سے

یعنی آدمی اگر جانور کی حفاظت سے غافل ہو جاوے اور وہ رسی سے نکل جائے تو بھاگ جاویگا اسی طرح کلام پاک کی اگر حفاظت نہ کی جاوے تو وہ بھی یاد نہیں رہے گا اور بھول جاوے گا، اور اصل بات یہ ہے کہ کلام اللہ شریف کا حفظ یاد ہو جانا اور حقیقت یہ خود قرآن شریف کا ایک کھلا ہوا معجزہ ہے ورنہ اس سے آدھی تہائی مقدار کی کتاب بھی یاد ہونا مشکل ہی نہیں بلکہ قریب بہ محال ہے۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کے یاد ہو جانے کو سورۂ قمر میں لطور احسان کے ذکر فرمایا اور بار بار اس پر تنبیہ فرمائی۔ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ کہ ہم نے کلام پاک کو حفظ کرنے کے لیے سہل کر رکھا ہے کوئی ہے حفظ کرنے والا۔ صاحب جلالین نے لکھا ہے کہ استفہام اس آیت میں امر کے معنی میں ہے۔ تو جس چیز کو حق تعالیٰ شانہٗ بار بار تاکید سے فرما رہے ہوں اس کو ہم مسلمان لغو، حماقت اور بیکار اضاعت وقت سے تعبیر کرتے ہوں۔ اس حماقت کے بعد پھر بھی ہماری تباہی کے لیے کسی اور چیز کے انتظار کی ضرورت باقی ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ حضرت عزیرؑ اگر اپنی یاد سے توراۃ لکھا دیں تو اس کی وجہ سے اللہ کے بیٹے پکارے جاویں اور مسلمانوں کے لیے اللہ جل شانہٗ نے اس لطف و احسان کو عام فرما رکھا ہے تو اس کی یہ قدردانی کی جاوے فَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ بالجملہ یہ محض حق تعالیٰ شانہٗ کا لطف و انعام ہے کہ یہ یاد ہو جاتا ہے، اس کے بعد اگر کسی شخص کی طرف سے بے توجہی پائی جاتی ہے تو اس سے بھلا دیا جاتا ہے۔ قرآن شریف پڑھ کر بھلا دینے میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ مجھ پر امت کے گناہ پیش کیے گئے میں نے اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں پایا کہ کوئی شخص قرآن شریف پڑھ کر بھلا دے، دوسری جگہ ارشاد ہے کہ جو شخص قرآن شریف پڑھ کر بھلا دے قیامت کے دن اللہ کے دربار میں کوڑھی حاضر ہوگا۔ جمع الفوائد میں رزین کی روایت سے آیت ذیل کو دلیل بنایا ہے اِقْرَءُوْا إِنْ شِئْتُمْ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنتُ بَصِيرًا۔ جو شخص ہمارے ذکر سے اعراض کرتا ہے ہم اس کی زندگی تنگ کر دیتے ہیں اور قیامت کے روز اس کو اندھا

اٹھائیں گے، وہ عرض کرے گا کہ یا اللہ میں تو آنکھوں والا تھا اب مجھے اندھا کیوں کر دیا، ارشاد ہو گا، اس لیے کہ تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں اور تو نے ان کو بھلا دیا، پس آج تو بھی اسی طرح بھلا دیا جاوے گا یعنی تیری کوئی اعانت نہیں۔

۷۔ عَنْ بُرَيْدَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ يَتَاَكَّلُ بِهِ النَّاسَ جَآءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَ وَجْهُهٗ عَظْمٌ لَيْسَ عَلَيْهِ لَحْمٌ

(رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

حضرت بریدہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص قرآن پڑھے تاکہ اس کی وجہ سے کھاوے لوگوں سے۔ قیامت کے دن وہ ایسی حالت میں آئے گا، کہ اس کا چہرہ محض ہڈی ہو گا جس پر گوشت نہ ہو

یعنی جو لوگ قرآن شریف کو طلبِ دنیا کی غرض سے پڑھتے ہیں انکا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہم قرآن شریف پڑھتے ہیں اور ہم میں عجمی و عربی ہر طرح کے لوگ ہیں۔ جس طرح پڑھتے ہو پڑھتے رہو۔ عنقریب ایک جماعت آنے والی ہے جو قرآن شریف کے حروف کو اس طرح سیدھا کریں گے جس طرح تیر سیدھا کیا جاتا ہے۔ یعنی خوب سنواریں گے ایک ایک حرف کو گھنٹوں درست کریں گے اور مخارج کی رعایت میں خوب تکلف کریں گے اور یہ سب دنیا کے واسطے ہو گا۔ آخرت سے ان لوگوں کو کچھ بھی سروکار نہ ہو گا۔ مقصد یہ ہے کہ محض خوش آوازی بیکار ہے جبکہ اس میں اخلاص نہ ہو۔ محض دنیا کمانے کے واسطے کیا جائے۔ چہرہ پر گوشت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب اس نے اشرف الاشیاء کو ذلیل چیز کمانے کا ذریعہ بنایا تو اشرف الاعضاء چہرہ کو رونق سے محروم کر دیا جائے گا۔ عمران بن حصینؓ کا ایک واعظ پر گذر ہوا، جو تلاوت کے بعد لوگوں سے کچھ طلب کر رہا تھا۔ یہ دیکھ کر انہوں نے انا للہ پڑھی اور فرمایا کہ میں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو شخص تلاوت کرے اس کو جو مانگنا ہو اللہ سے مانگے۔ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو پڑھنے کے بعد لوگوں سے بھیک مانگیں گے۔ مشائخ سے منقول ہے

کہ جو شخص علم کے ذریعے سے دُنیا کماوے اس کی مثال ایسی ہے کہ جوتے کو اپنے رخسار سے صاف کرے۔ اس میں شک نہیں کہ جوتا تو صاف ہو جاوے گا مگر چہرہ سے صاف کرنا حماقت کی منتہا ہے، ایسے ہی لوگوں کے بارے میں نازل ہوا ہے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى۔ الآیۃ ایسی لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلہ میں گمراہی خریدی ہے پس نہ ان کی تجارت کچھ نفع والی ہے اور نہ یہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں، اُبَیؓ بن کعبؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو قرآن شریف کی ایک سورت پڑھائی تھی، اس نے ایک کمان مجھے ہدیہ کے طور پر دے دی میں نے حضورؐ سے اس کا تذکرہ کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جہنم کی ایک کمان تو نے لے لی اسی طرح کا واقعہ عبادۃؓ بن الصامتؓ نے اپنے متعلق نقل کیا اور حضورؐ کا جواب یہ نقل کیا کہ جہنم کی ایک چنگاری اپنے مونڈھوں کے درمیان لٹکا دی، دوسری روایت میں ہے کہ اگر تو چاہے کہ جہنم کا ایک طوق گلے میں ڈالے تو اس کو قبول کرلے۔

یہاں پہنچکر میں اُن حفاظ کی خدمت میں جن کا مقصود قرآن شریف کے مکتبوں سے فقط پیسہ ہی کمانا ہے بڑے ادب سے عرض کروں گا کہ للہ اپنے منصب اور اپنی ذمہ داری کا لحاظ کیجئے، جو لوگ آپ کی بدنیتیوں کے حملہ کی وجہ سے کلام مجید پڑھانا یا حفظ کرانا بند کرتے ہیں اس کے وبال میں وہ تنہا گرفتار نہیں حضرت آپ لوگ بھی اس کے جزابدہ ہیں اور قرآن بند کرنے والوں میں شریک ہیں۔ آپ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم اشاعت کرنے والے ہیں لیکن درحقیقت اس اشاعت کے روکنے والے ہم ہی لوگ ہیں۔ جن کی بداطواریاں اور بدنیتیاں دُنیا کو مجبور کر رہی ہیں کہ وہ قرآن پاک ہی کو چھوڑ بیٹھیں، علماء نے تعلیم کی تنخواہ کو اس لیے جائز نہیں فرمایا کہ ہم لوگ اسی کو مقصود بنالیں۔ بلکہ حقیقتاً مدرسین کی اصل غرض صرف تعلیم اور اشاعت علم و قرآن شریف ہونے کی ضرورت ہے اور تنخواہ اس کا معاوضہ نہیں بلکہ رفع ضرورت کی ایک صورت ہے جس کو مجبوراً اور اضطرار کی وجہ سے اختیار کیا گیا۔

تتمہ: قرآنِ پاک کے ان سب فضائل اور خوبیوں کے ذکر کرنے سے مقصود

اس کے ساتھ محبت پیدا کرتا ہے اس لیے کلام اللہ شریف کی محبت حق تعالیٰ شانہٗ کی محبت کے لیے لازم و ملزوم ہے اور ایک کی محبت دوسرے کی محبت کا سبب ہوتی ہے دنیا میں آدمی کی خلقت صرف اللہ جل شانہٗ کی معرفت کے لیے ہوئی ہے اور آدمی کے علاوہ سب چیز کی خلقت آدمی کے لیے ہے ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک درکارند — تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرماں بردار — شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نبری

کتنے ہیں بادل، ہوا، چاند، سورج، آسمان و زمین غرض ہر چیز تیری خاطر کام میں مشغول ہے تاکہ تو اپنی حوائج ان کے ذریعے سے پوری کرے اور عبرت کی نگاہ سے دیکھے کہ آدمی کی ضروریات کے لیے یہ سب چیزیں کس قدر فرمانبردار و مطیع اور وقت پر کام کرنے والی ہیں، اور تنبیہ کے لیے کبھی کبھی ان میں تخلف بھی تھوڑی دیر کے لیے کر دیا جاتا ہے، بارش کے وقت بارش نہ ہونا، ہوا کے وقت ہوا نہ چلنا، اسی طرح گرہن کے ذریعے سے چاند، سورج غرض ہر چیز میں کوئی تغیر بھی پیدا کیا جاتا ہے تاکہ ایک غافل کے لیے تنبیہ کا تازیانہ بھی لگے۔ اس سب کے بعد کس قدر حیرت کی بات ہے کہ تیری وجہ سے یہ سب چیزیں تیری ضروریات کے تابع کی جاویں، اور ان کی فرمانبرداری بھی تیری اطاعت اور فرمانبرداری کا سبب نہ بنے اور اطاعت و فرمانبرداری کے لیے بہترین معین محبت ہے اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ جب کسی شخص سے محبت ہو جاتی ہے عشق و فریفتگی پیدا ہو جاتی ہے تو اس کی اطاعت و فرمانبرداری طبیعت و عادت بن جاتی ہے اور اس کی نافرمانی ایسی ہی گراں اور شاق ہوتی ہے جیسے کہ بغیر محبت کے کسی کی اطاعت خلاف عادت و طبع ہونے کی وجہ سے بار ہوتی ہے۔ کسی چیز سے محبت پیدا کرنے کی صورت اس کے کمالات و جمال کا مشاہدہ ہے۔ جو حواس ظاہرہ سے ہو یا حواس باطنہ میں استحضار سے۔ اگر کسی کے چہرے کو دیکھ کر بے اختیار اس سے وابستگی ہو جاتی ہے تو کسی کی دلآویز آواز بھی بسا اوقات مقناطیس کا اثر رکھتی ہے ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد
بسا کیں دولت از گفتار خیزد

عشق ہمیشہ صورت ہی سے پیدا نہیں ہوتا بسا اوقات یہ مبارک دولت بات سے بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ کان میں آواز پڑ جانا اگر کسی کی طرف بے اختیار کھینچتا ہے، تو کسی کے کلام کی خوبیاں، اس کے جوہر اس کے ساتھ الفت کا سبب بن جاتی ہیں کسی کے ساتھ عشق پیدا کرنے کی تدبیر اہل فن نے یہ بھی لکھی ہے۔ کہ اس کی خوبیوں کا استحضار کیا جاوے، اس کے غیر کو دل میں جگہ نہ دی جاوے جیسا کہ عشق طبعی میں یہ سب باتیں بے اختیار ہوتی ہیں۔ کسی کا حسین چہرہ یا ہاتھ نظر پڑ جاتا ہے تو آدمی سعی کرتا ہے کوشش کرتا ہے کہ بقیہ اعضاء کو دیکھے تاکہ محبت میں اضافہ قلب کو تسکین ہو حالانکہ تسکین ہوتی نہیں مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ کسی کھیت میں بیج ڈالنے کے بعد اگر اس کی آبپاشی کی خبر نہ لی گئی تو پیداوار نہ ہوگی۔ اگر کسی کی محبت دل میں بے اختیار آجانے کے بعد اس کی طرف التفات نہ کیا جاوے تو آج نہیں تو کل دل سے محو ہو جاوے گی لیکن اس کے خط و خال، سراپا اور رفتار و گفتار کے تصور سے اس قلبی بیج کو سینچتا رہے تو اس میں ہر لحظہ اضافہ ہوتا رہے گا ؎

مکتبِ عشق کے انداز نرالے دیکھے
اس کو چھٹی نہ ملی جس نے سبق یاد کیا

اس سبق کو بھلا دو گے فوراً چھٹی مل جاوے گی۔ جتنا جتنا یاد کرو گے اتنا ہی جکڑے جاؤ گے۔ اسی طرح کسی قابلِ عشق سے محبت پیدا کرنی ہو تو اس کے کمالات اس کی دل آویزیوں کا تتبع کرے، جوہروں کو تلاش کرے اور جس قدر معلوم ہو جاویں اس پر بس نہ کرے بلکہ اس سے زائد کا متلاشی ہو کہ فنا ہونے والے محبوب کے کسی ایک عضو کے دیکھنے پر قناعت نہیں کی جاتی اس سے زیادہ کی ہوس جہاں تک امکان میں ہو باقی رہتی ہے۔ حق سبحانہ و تقدس جو حقیقتاً ہر جمال و حسن کا منبع ہیں اور حقیقتاً کوئی بھی جمال ان کے علاوہ نہیں ہے۔ یقیناً ایسے محبوب ہیں کہ جن کے کسی جمال و کمال پر

بس نہیں، نہ اس کی کوئی نہایت، ان ہی بے نہایت کمالات میں سے ان کا کلام بھی ہے جس کے متعلق میں پہلے اجمالاً کہہ چکا ہوں کہ اس انتساب کے بعد پھر کسی کمال کی ضرورت نہیں، عشاق کے لیے اس انتساب کے برابر اور کون سی چیز ہو گی ؎

اے گل بتو خرسندم تو بوئے کسے داری

قطع نظر اس سے کہ اس انتساب کو اگر چھوڑ بھی دیا جاوے کہ اس کا موجد کون ہے اور وہ کس کی صفت ہے تو پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کو جو جو نسبتیں ہیں ایک مسلمان کی فریفتگی کے لیے وہ کیا کم ہیں۔ اگر اس سے بھی قطع نظر کی جائے تو خود کلام پاک ہی میں غور کیجئے کہ کون سی خوبی دنیا میں ایسی ہے جو کسی چیز میں پائی جاتی ہو اور کلام پاک میں نہ ہو ؎

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار گل چیں بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

فدا ہو آپ کی کس کس ادا پر ادائیں لاکھ اور بیتاب دل ایک

احادیث سابقہ کو غور سے پڑھنے والوں پر مخفی نہیں کہ کوئی بھی چیز دنیا میں ایسی نہیں جس کی طرف احادیث بالا میں متوجہ نہ کر دیا گیا ہو، اور انواعِ محبت وافتخار میں سے کسی نوع کا دلدادہ بھی ایسا نہ ہو گا کہ اسی رنگ میں کلام اللہ شریف کی افضلیت و برتری اس نوع میں کمال درجہ کی نہ بتلا دی گئی ہو۔ مثلاً کلی اور اجمالی بہتری جو دنیا بھر کی چیزوں کو شامل ہے۔ ہر جمال و کمال اس میں داخل ہے۔ سب سے پہلی حدیث (۱) نے کلی طور پر ہر چیز سے اس کی افضلیت اور برتری بتلا دی۔ محبت کی کوئی سی نوع لے لیجئے کسی شخص کو اسبابِ غیر متناہیہ میں سے کسی وجہ سے کوئی پسند آئے۔ قرآن شریف اسی کلی افضلیت میں اس سے افضل ہے، اس کے بعد بالعموم جو اسباب تعلق و محبت ہوتے ہیں جزئیات و تمثیل کے طور سے ان سب پر قرآن شریف کی افضلیت بتلا دی گئی اگر کسی کو ثمرات اور منافع کی وجہ سے کسی سے محبت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ہر مانگنے والے سے زیادہ عطا کروں گا۔ حدیث (۲) اگر کسی کو ذاتی فضیلت، ذاتی جوہر ذاتی کمال سے کوئی بھاتا ہے تو اللہ جل شانہ نے بتلا دیا کہ دنیا کی ہر بات پر قرآن شریف

کو اتنی فضیلت ہے جتنی خالق کو مخلوق پر، آقا کو بندوں پر، مالک کو مملوک پر، حدیث (۳) اگر کوئی مال ومتاع حشم وخدم اور جانوروں کا گرویدہ ہے اور کسی نوع کے جانور پالنے پر دل کھوئے ہوئے ہے تو جانوروں کے بے مشقت حاصل کرنے سے تحصیل کلام پاک کی افضلیت پر متنبہ کر رہا حدیث (۴) اگر کوئی صوفی ہلش تقدس وتقوائے کا بھوکا ہے، اس کے لیے سرگرداں ہے تو حضور نے فرما دیا کہ قرآن کے ماہر کا ملائکہ کے ساتھ شمار ہے، جن کے برابر تقوائے کا ہونا مشکل ہے کہ ایک آن بھی خلاف اطاعت نہیں گذار سکتے۔ حدیث (۵) اگر کوئی شخص دوہرا حصہ ملنے سے افتخار کرتا ہے یا اپنی بڑائی اسی میں سمجھتا ہے کہ اس کی رائے دوراؤں کے برابر شمار کی جاوے تو اٹکنے والے کے لیے دوہرا اجر ہے، حدیث (۶) اگر کوئی حاسد بداخلاقیوں کا متوالا ہے، دنیا میں حسد ہی کا خوگر ہو گیا ہو، اس کی زندگی حسد سے نہیں ہٹ سکتی تو حضور نے بتلا دیا کہ اس قابل جس کے کمال پر واقعی حسد ہو سکتا ہے وہ حافظِ قرآن ہے حدیث (۷) اگر کوئی فواکہ کا متوالا ہے اس پر جان دیتا ہے پھل بغیر اس کو چین نہیں پڑتا تو قرآن شریف ترنج کی مشابہت رکھتا ہے۔ حدیث (۸) اگر کوئی میٹھے کا عاشق ہے مٹھائی بغیر اس کا گزر نہیں، تو قرآن شریف کھجور سے زیادہ میٹھا ہے۔ اگر کوئی شخص عزت ووقار کا دلدادہ ہے ممبری اور کونسل بغیر اس سے نہیں رہا جاتا تو قرآن شریف دنیا اور آخرت میں رفع درجات کا ذریعہ ہے۔ حدیث (۹) اگر کوئی شخص معین ومددگار چاہتا ہے، ایسا جاں نثار چاہتا ہے کہ ہر جھگڑے میں اپنے ساتھی کی طرف سے لڑنے کو تیار رہے تو قرآن شریف سلطان السلاطین، ملک الملوک شہنشاہ سے اپنے ساتھی کی طرف سے جھگڑنے کو تیار ہے حدیث (۱۰) اگر کوئی نکتہ رس باریک بینیوں میں عمر خرچ کرنا چاہتا ہے، اس کے نزدیک ایک باریک نکتہ حاصل کر لینا دنیا بھر کی لذات سے اعراض کو کافی ہے تو بطن قرآن شریف دقائق کا خزانہ ہے۔ حدیث (۱۱) اسی طرح اگر کوئی شخص مخفی رازوں کا پتہ لگانا کمال سمجھتا ہے محکمہ سی آئی ڈی میں تجربہ کو ہنر سمجھتا ہے عمر کھپاتا ہے تو بطن قرآن شریف ان اسرار مخفیہ پر متنبہ کرتا ہے جن کی انتہا نہیں اگر

کوئی شخص اونچے مکان بنانے پر مر رہا ہے، ساتویں منزل پر اپنا خاص کمرہ بنانا چاہتا ہے تو قرآن شریف ساتویں ہزار منزل پر پہنچاتا ہے۔ حدیث (۱۲) اگر کوئی اس کا گرویدہ ہے کہ ایسی سہل تجارت کر دں جس میں محنت کچھ نہ ہو اور نفع بہت سا ہو جاوے، تو قرآن شریف ایک حرف پر دس نیکیاں دلاتا ہے۔ حدیث (۱۳) اگر کوئی تاج و تخت کا بھوکا ہے اس کی خاطر دُنیا سے لڑتا ہے تو قرآن شریف اپنے رفیق کے والدین کو بھی وہ تاج دیتا ہے جس کی چمک دمک کی دنیا میں کوئی نظیر ہی نہیں حدیث (۱۴) اگر کوئی شعبدہ بازی میں کمال پیدا کرتا ہے، آگ ہاتھ پر رکھتا ہے، جلتی دیا سلائی منہ میں رکھ لیتا ہے تو قرآن شریف جہنم تک کی آگ کو اثر کرنے سے مانع ہے۔ حدیث (۱۵) اگر کوئی حکام رسی پر مرتا ہے اس پر ناز ہے کہ ہمارے ایک خط سے فلاں حاکم نے اس ملزم کو چھوڑ دیا۔ ہم نے فلاں شخص کو سزا نہیں ہونے دی اور اتنی سی بات حاصل کرنے کے لیے جج و کلکٹر کی دعوتوں اور خوشامدوں میں جان و مال ضائع کرتا ہے، ہر وقت کسی نہ کسی حاکم کی دعوت میں سرگرداں ہے تو قرآن شریف اپنے ہر رفیق کے ذریعے ایسے دس شخصوں کو خلاصی دلاتا ہے جن کو جہنم کا حکم مل چکا ہوتا ہے۔ حدیث (۱۶) اگر کوئی خوشبوؤں پر مرتا ہے، چمن اور پھولوں کا دلدادہ ہے تو قرآن شریف بالچھڑ ہے، حدیث (۱۷) اگر کوئی عطور کا فریفتہ ہے حنائے مشکی میں غسل چاہتا ہو تو کلام مجید سراپا مشک ہے اور غور کرو گے تو معلوم ہو جاوے گا کہ اس مشک سے اُس مشک کو کچھ بھی نسبت نہیں، چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک ؂

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقاں

مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند

حدیث (۱۸) اگر کوئی جوتنے کا اتنا ڈر سے کوئی کام کر سکتا ہے ترغیب اس کے لیے کار آمد نہیں تو قرآن شریف سے خالی ہونا گھر کی بربادی کے برابر ہے۔ حدیث (۱۹) اگر کوئی عابد افضل العبادات کی تحقیق میں رہتا ہے اور ہر کام میں اس کا متمنی ہے کہ جس چیز میں زیادہ ثواب ہو اسی میں مشغول ہوں تو قرأت قرآن افضل العبادات

ہے اور تصریح سے بتلادیا کہ نفل نماز، روزہ، تسبیح و تہلیل وغیرہ سب سے افضل ہے۔

حدیث (۲۰) بہت سے لوگوں کو حاملہ جانوروں سے دل چسپی ہوتی ہے۔ حاملہ جانور زیادہ داموں میں خریدے جاتے ہیں حضورؐ نے متنبہ فرمادیا اور خصوصیت سے اس جز کو بھی مثال میں ذکر فرمایا کہ قرآن شریف اس سے بھی افضل ہے۔ حدیث (۲۱) اکثر لوگوں کو صحت کی فکر دامن گیر رہتی ہے، ورزش کرتے ہیں روزانہ غسل کرتے دوڑتے ہیں علی الصبح تفریح کرتے ہیں۔ اسی طرح سے بعض لوگوں کو رنج و غم فکر و تشویش دامنگیر رہتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ سورۂ فاتحہ ہر بیماری کی شفا ہے۔ اور قرآن شریف دلوں کی بیماری کو دور کرنے والا ہے۔ حدیث (۲۲) لوگوں کو افتخار کے اسباب گذشتہ افتخارات کے علاوہ اور بھی بہت سے ہوتے ہیں جن کا احاطہ مشکل ہے۔ اکثر اپنے نسب پر افتخار ہوتا ہے۔ کسی کو اپنی عادتوں پر کسی کو اپنی ہر دلعزیزی پر، کسی کو اپنے حسن تدبیر پر۔ حضورؐ نے فرمادیا کہ حقیقتاً قابل افتخار جو چیز ہے وہ قرآن شریف ہے اور کیوں نہ ہو کہ درحقیقت ہر جمال و کمال کو جامع ہے ؎

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حدیث (۲۳) اکثر لوگوں کو خزانہ جمع کرنے کا شوق ہوتا ہے۔ کھانے اور پہننے میں تنگی کرتے ہیں تکالیف برداشت کرتے ہیں اور ننانوے کے پھیر میں ایسے پھنس جاتے ہیں جس سے نکلنا دشوار ہوتا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ذخیرہ کے قابل کلام پاک ہے، جتنا دل چاہے آدمی جمع کرلے کہ اس سے بہتر کوئی خزینہ نہیں۔ حدیث (۲۴) اسی طرح اگر برقی روشنیوں کا آپ کو شوق ہے آپ اپنے کمرے میں دس قمقمے بجلی کے اس لیے نصب کرتے ہیں کہ کمرہ جگمگا اٹھے تو قرآن شریف سے بڑھ کر نورانیت کس چیز میں ہوسکتی ہے حدیث (۲۵) اگر آپ اس پر جان دیتے ہیں کہ آپ کے پاس ہدایا آیا کریں، دوست روزانہ کچھ نہ کچھ بھیجتے رہا کریں تو آپ توسیع تعلقات اسی کی خاطر کرتے ہیں جو دوست آشنا اپنے باغ کے پھلوں میں آپکا حصہ نہ لگائے تو آپ اس کی شکایت کرتے ہیں تو قرآن شریف سے بہتر تحائف دینے والا کون ہے کہ سکینہ اس

کے پاس بھیجی جاتی ہے۔ پس آپ کے کسی پر مرنے کی یہی وجہ ہے کہ وہ آپ کے پاس روزانہ کچھ نذرانہ لاتا ہے تو قرآن شریف میں اسکا بھی بدل ہے حدیث (۲۶) اور اگر آپ کسی وزیر کے اس لیے ہر وقت قدم چومتے ہیں کہ وہ دربار میں آپ کا ذکر کر دے گا کسی پیش کار کی اس لیے خوشامد کرتے ہیں کہ وہ کلکٹر کے یہاں آپ کی کچھ تعریف کر دے گا یا کسی کی آپ اس لیے چاپلوسی کرتے ہیں کہ محبوب کی مجلس میں آپ کا ذکر کر دے تو قرآن شریف احکم الحاکمین محبوب حقیقی کے دربار میں آپ کا ذکر خود محبوب و آقا کی زبان سے کراتا ہے۔ حدیث (۲۷) اگر آپ اس کے جویاں ہیں کہ محبوب کو سب سے زیادہ مرغوب چیز کیا ہے کہ اس کے مہیا کرنے میں پہاڑوں سے دودھ کی نہر نکالی جائے تو قرآن شریف کے برابر آقا کو کوئی چیز بھی مرغوب نہیں۔ حدیث ۲۸ اگر آپ درباری بننے میں عمر کھپا رہے ہیں سلطان کے مصاحب بننے کے لیے ہزار تدبیر اختیار کرتے ہیں تو کلام اللہ شریف کے ذریعے آپ اس بادشاہ کے مصاحب شمار ہوتے ہیں جس کے سامنے کسی بڑے سے بڑے کی بادشاہت کچھ حقیقت نہیں رکھتی۔ حدیث (۲۹) تعجب کی بات ہے کہ لوگ کونسل کی ممبری کے لیے اور اتنی سی بات کے لیے کہ کلکٹر صاحب شکار میں جاویں تو آپ کو بھی ساتھ لے لیں، آپ کس قدر قربانیاں کرتے ہیں، راحت و آرام اور جان و مال نثار کرتے ہیں لوگوں سے کوشش کراتے ہیں، دین اور دنیا دونوں کو برباد کرتے ہیں، صرف اس لیے کہ آپ کی نگاہ میں اس سے آپ کا اعزاز ہوتا ہے تو پھر کیا حقیقی اعزاز کے لیے حقیقی حاکم و بادشاہ کی مصاحبت کے لیے واقعی درباری بننے کے لیے آپ کو ذرا سی توجہ کی بھی ضرورت نہیں، آپ اس نمائشی اعزاز پر عمر خرچ کیجیے مگر خدارا اس عمر کا تھوڑا سا حصہ عمر دینے والے کی خوشنودی کے لیے بھی تو خرچ کیجیے۔ اسی طرح اگر آپ میں جشنیت پھونک دی گئی ہے اور ان مجالس بغیر آپ کو قرار نہیں تو مجالس تلاوت اس سے کہیں زیادہ دل کو پکڑنے والی ہیں اور بڑے سے بڑے مستغنی کے کان اپنی طرف متوجہ کر لیتی ہیں۔ حدیث (۳۰۔۳۱) اسی طرح اگر آپ آقا کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے

ہیں تو تلاوت کیجئے۔ حدیث (۳۲) اور آپ اسلام کے مدعی ہیں مسلم ہونے کا دعویٰ ہے تو حکم ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ قرآن شریف کی ایسی تلاوت کرو جیسا کہ اس کا حق ہے۔ اگر آپ کے نزدیک اسلام صرف زبانی جمع خرچ نہیں ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری سے بھی آپ کے اسلام کو کوئی سروکار ہے تو یہ اللہ کا فرمان ہے اور اس کے رسول کی طرف سے اس کی تلاوت کا حکم ہے۔ حدیث (۳۳) اگر آپ میں قومی جوشش بہت زور کرتا ہے ترکی ٹوپی کے آپ صرف اس لیے دلدادہ ہیں کہ وہ آپ کے نزدیک خالص اسلامی لباس ہے، قومی شعار میں آپ بہت خاص دلچسپی رکھتے ہیں، ہر طرح اس کے پھیلانے کی آپ تدبیریں اختیار کرتے ہیں۔ اخبارات میں مضامین شائع کرتے ہیں، جلسوں میں ریزولیوشن پاس کراتے ہیں تو اللہ کا رسولؐ آپ کو حکم دیتا ہے کہ جسقدر ممکن ہو قرآن شریف کو پھیلاؤ۔

بے جا نہ ہوگا اگر میں یہاں پہنچکر سربرآوردگانِ قوم کی شکایت کردوں کہ قرآن پاک کی اشاعت میں آپ کی طرف سے کیا اعانت ہوتی ہے اور یہی نہیں بلکہ خدارا ذرا غور سے جواب دیجئے کہ اس کے سلسلہ کو بند کرنے میں آپ کا کسقدر حصّہ ہے، آج اس کی تعلیم کو بے کار بتلایا جاتا ہے، اضاعتِ عمر سمجھا جاتا ہے، اس کو بے کار دماغ سوزی اور بے نتیجہ عرقریزی کہا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ آپ اس کے موافق نہ ہوں، لیکن ایک جماعت جب ہمہ تن اس میں کوشاں ہے تو کیا آپ کا سکوت اس کی اعانت نہیں ہے، مانا کہ آپ اس خیال سے بیزار ہیں، مگر آپ کی اس بے زاری نے کیا فائدہ دیا ؂

ہم نے مانا کہ تغافل نہ کروگے لیکن،

خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

آج اس کی تعلیم پر بڑے زور سے اس لیے انکار کیا جاتا ہے کہ مسجد کے مُلّانوں نے اپنے ٹکڑوں کے لیے دھندا کر رکھا ہے گویہ علماء کی نیتوں پر حملہ ہے جو بڑی سخت ذمہ داری ہے اور اپنے وقت پر اسکا ثبوت دینا ہوگا مگر میں نہایت ہی ادب سے

پوچھتا ہوں کہ خدارا ذرا اس پر تو غور کیجئے کہ ان خود غرض ملّانوں کی ان خود غرضیوں کے ثمرات آپ دنیا میں کیا دیکھ رہے ہیں اور آپ کی ان بے غرضانہ تجاویز کے ثمرات کیا ہوں گے اور نشر و اشاعتِ کلامِ پاک میں آپ کی ان مفید تجاویز سے کسقدر مدد ملے گی۔ بہر حال حضورؐ کا ارشاد آپ کے لیے قرآن شریف کے پھیلانے کا ہے۔ اس میں آپ خود ہی فیصلہ کر لیجئے کہ اس ارشادِ نبوی کا کس درجہ امتثال آپ کی ذات سے ہوا اور ہو رہا ہے۔ دیکھئے ایک دوسری بات کا بھی خیال رکھیں بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم اس خیال میں شریک نہیں تو ہم کو کیا مگر اس سے آپ اللہ کی پکڑ سے بچ نہیں سکتے۔ صحابہ رضؓ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا اُنْهْلِكُ وَفِيْنَا الصَّالِحُوْنَ قَالَ نَعَمْ إِذَا كَثُرَ الْخَبْثُ (ہم کیا ایسی حالت میں ہلاک ہو جاویں گے کہ ہم میں صلحاء موجود ہوں تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں جب خباثت غالب ہو جاوے گی) اسی طرح ایک روایت میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ایک گاؤں کے الٹ دینے کا حکم فرمایا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اس میں فلاں بندہ ایسا ہے کہ جس نے کبھی گناہ نہیں کیا، ارشاد ہوا کہ صحیح ہے مگر یہ میری نافرمانی ہوتے ہوئے دیکھتا رہا اور کبھی اس کی پیشانی پر بل نہیں پڑا۔ درحقیقت علماء کو یہی امور مجبور کرتے ہیں کہ وہ ناجائز امور کو دیکھ کر ناگواری کا اظہار کریں جس کو ہمارے روشن خیال تنگ نظری سے تعبیر کرتے ہیں۔ آپ حضرات اپنی اس وسعتِ خیالی اور وسعتِ اخلاق پر مطمئن نہ رہیں کہ یہ فریضہ صرف علماء ہی کے ذمّہ نہیں ہر اس شخص کے ذمّہ ہے جو کسی ناجائز بات کا وقوع دیکھے اور اس پر ٹوکنے کی قدرت رکھتا ہو پھر نہ ٹوکے۔ بلال بن سعدؓ سے مروی ہے کہ معصیت جب مخفی طور سے کی جاتی ہے تو اس کا وبال کرنے والے پر ہوتا ہے لیکن جب کھلا کھلا کی جاوے اور اس پر انکار نہ کیا جاوے تو اس کا وبال عام ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر آپ تاریخ کے دلدادہ ہیں جہاں کہیں معتبر تاریخ، پرانی تاریخ آپ کو ملتی ہے آپ اس کے لیے سفر کرتے ہیں تو قرآن شریف میں تمام ایسی کتب کا بدل موجود ہے جو قرونِ سابقہ میں حجت و معتبر مانی گئی ہیں۔ حدیث (۴۳) اگر آپ اس قدر اونچے مرتبے

کے متمنی ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو آپ کی مجلس میں بیٹھنے کا اور شریک ہونے کا حکم ہو تو یہ بات بھی صرف کلام اللہ شریف میں ہی ملے گی۔ حدیث (۳۵) اگر آپ اسقدر کاہل ہیں کہ کچھ بھی نہیں کر سکتے تو بے محنت بے مشقت اکرام بھی آپ کو صرف کلام اللہ شریف میں ملے گا کہ چپ چاپ کسی مکتب میں بیٹھے بچوں کا کلام مجید سُنتے جائیے اور مفت کا ثواب لیجیے حدیث (۳۶) اگر آپ مختلف الوان کے گرویدہ ہیں ایک نوع سے اکتا جاتے ہیں تو قرآن شریف کے معنی میں مختلف الوان مختلف مضامین حاصل کیجئے، کہیں رحمت، کہیں عذاب کہیں قصے کہیں احکام اور کیفیتِ تلاوت میں کبھی پکار کر پڑھیں اور کبھی آہستہ۔ حدیث (۳۷) اگر آپ کی سیہ کاریاں حد سے متجاوز ہیں اور مرنے کا آپ کو یقین بھی ہے تو پھر تلاوتِ کلامِ پاک میں ذرا بھی کوتاہی نہ کیجئے کہ اس درجہ کا سفارشی نہ ملے گا اور پھر ایسا کہ جس کی سفارش کے قبول ہونے کا یقین بھی ہو۔ حدیث (۳۸) اسی طرح اگر آپ اس قدر باوقار واقع ہوئے ہیں کہ جھگڑالو سے گھبراتے ہیں، لوگوں سے جھگڑے کے ڈر سے آپ بہت سی قربانیاں کر جاتے ہیں تو قرآن شریف کے مطالبہ سے ڈریے کہ اس جیسا جھگڑالو آپ کو نہ ملے گا۔ فریقین کے جھگڑے میں ہر شخص کا کوئی نہ کوئی طرفدار ہوتا ہے مگر اس کے جھگڑنے میں اس کی تصدیق کی جاتی ہے اور ہر شخص اسی کو سچا بتلائے گا اور آپ کا کوئی طرفدار نہ ہو گا۔ حدیث (۳۹) اگر آپ کو ایسا رہبر درکار ہے اور اس پر آپ قربان ہیں جو محبوب کے گھر تک پہنچا دے تو تلاوت کیجئے اور اگر آپ اس سے ڈرتے ہیں کہ کہیں جیل خانہ نہ ہو جائے تو ہر حالت میں قرآن شریف کی تلاوت بغیر چارہ نہیں۔ احدیث (۴۰) اگر آپ علوم انبیاءؑ حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس کے گرویدہ اور شیدائی ہیں تو قرآن شریف پڑھئے اور جتنا چاہے کمال پیدا کیجئے۔ اسی طرح اگر آپ بہترین اخلاق پر جان دینے کو تیار ہیں تو بھی تلاوت کی کثرت کیجئے، حدیث (۴۱) اگر آپ کا مچلا ہوا دل ہمیشہ شملہ اور منصوری کی چوٹیوں ہی پر تفریح میں بہلتا ہے اور سو جان سے آپ پہاڑ کے سفر پر قربان ہیں تو قرآنِ پاک مشک کے پہاڑوں پر ایسے وقت میں تفریح کراتا ہے کہ تمام عالم میں نفسا نفسی کا زور ہو،

حدیث (۴۱) اگر آپ زاہدوں کی اعلیٰ فہرست میں شمار چاہتے ہیں اور رات دن نوافل سے آپ کو فرصت نہیں تو کلام پاک کا سیکھنا اور سکھانا اس سے پیش پیش ہے۔ حدیث (۴۳-۴۴) اگر دنیا کے ہر جھگڑے سے آپ نجات چاہتے ہیں اور ہر مخمصہ سے آپ علیحدہ رہنے کے دلدادہ ہیں تو صرف قرآن پاک ہی ہیں ان سے مخلصی ہے۔ حدیث (۴۵) اگر آپ کسی طبیب کے ساتھ وابستگی چاہتے ہیں تو سورۂ فاتحہ میں ہر بیماری کی شفا ہے۔

حدیثِ خاتمہ

(۱) اگر آپ کی بے نہایت غرضیں پوری نہیں ہوتیں تو کیوں روزانہ سورۂ یٰس کی تلاوت آپ نہیں کرتے۔ حدیث (۲) اگر آپ کو پیسہ کی محبت ایسی ہے کہ اس کے بغیر آپ کسی کے بھی نہیں تو کیوں روزانہ سورۂ واقعہ کی تلاوت نہیں کرتے حدیث (۳) اگر آپ کو عذابِ قبر کا خوف دامنگیر ہے اور آپ اس کے متحمل نہیں تو اس کے لیے بھی کلامِ پاک میں نجات ہے۔ حدیث (۴) اور اگر آپ کو کوئی دائمی مشغلہ درکار ہے کہ جس میں آپ کے مبارک اوقات ہمیشہ مصروف رہیں تو قرآن پاک سے بڑھ کر نہ ملے گا۔ حدیث (۵) مگر ایسا نہ ہو کہ یہ دولت حاصل ہو جانے کے بعد چھن جائے کہ سلطنت کا ہاتھ آنے کے بعد پھر ہاتھ سے نکل جانا زیادہ حسرت و خسران کا سبب ہوتا ہے اور کوئی حرکت ایسی بھی نہ کر جائیے کہ نیکی برباد گناہ لازم (۶-۷) وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ۔

مجھ سا ناکارہ قرآن پاک کی خوبیوں پر کیا متنبہ ہو سکتا ہے۔ ناقص سمجھ کے موافق جو ظاہری طور پر سمجھ میں آیا ظاہر کر دیا۔ مگر اہلِ فہم کے لیے غور کا راستہ ضرور کھل گیا اس لیے کہ اسبابِ محبت جنکو اہلِ فن نے کسی کے ساتھ محبت کا ذریعہ تبلایا ہے پانچ

چیزوں پر منحصر ہے، اوّل اپنا وجود کہ آدمی طبعاً اس کو محبوب رکھتا ہے، قرآن شریف میں حوادث سے امن ہے اس لیے وہ اپنی حیات و بقا کا سبب ہے، دوسرے طبعی مناسبت جس کے متعلق اس سے زیادہ وضاحت کیا کرسکتا ہوں کہ کلام صفتِ الٰہی ہے اور مالک اور مملوک، آقا اور بندہ میں جو مناسبت ہے وہ واقفوں سے مخفی نہیں ہے

ہست ربّ الناس را با جان ناس
اتصالِ بے تکیف و بے قیاس
سب سے ربطِ آشنائی ہے اسے
دل میں ہر اک کے رسائی ہے اسے

تیسرے جمال، چوتھے کمال، پانچویں احسان، ان ہر سہ امور کے متعلق احادیثِ بالا میں اگر غور فرمائیں گے تو نہ صرف اس جمال و کمال پر جس کی طرف ایک ناقص الفہم نے اشارہ کیا ہے اقتصار کریں گے بلکہ وہ خود بے تردّد اس امر تک پہنچیں گے کہ عزت افتخار، شوق و سکون، جمال و کمال، اکرام و احسان، لذت و راحت، مال و متاع غرض کوئی بھی ایسی چیز نہ پاویں گے جو محبت کے اسباب میں ہوسکتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تنبیہ فرما کر قرآن شریف کو اسی نوع میں سے اسے افضل ارشاد نہ فرمایا ہو، البتہ حجاب میں مستور ہونا دنیا کے لوازمات میں سے ہے لیکن عقلمند شخص اس وجہ سے کہ لیچی کا چھلکا خاردار ہے اس کے گودہ سے اعراض نہیں کرتا اور کوئی دل کھویا ہوا اپنی محبوبہ سے اس لیے نفرت نہیں کرسکتا، کہ وہ اس وقت برقعہ میں ہے۔ پردہ کے ہٹانے کی ہر ممکن سے ممکن کوشش کرے گا اور کامیاب نہ بھی ہو گا تو اس پردہ کے اوپر ہی سے آنکھیں ٹھنڈی کرے گا اس کا یقین ہو جاوے کہ جس کی خاطر برسوں سے سرگرداں ہوں وہ اسی چادر میں پنہاں ہے، ممکن نہیں کہ پھر اس چادر سے نگاہ ہٹ سکے۔ اسی طرح قرآن پاک کے ان فضائل و مناقب اور کمالات کے بعد اگر وہ کسی حجاب کی وجہ سے محسوس نہیں ہوتے تو

عاقل کا کام نہیں کہ نفس سے بے توجہی اور لاپرواہی کرے بلکہ اپنی تقصیر اور نقصان پر افسوس کرے اور کمالات میں غور، حضرت عثمانؓ اور حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے، کہ اگر قلوب نجاست سے پاک ہو جائیں تو تلاوت کلام اللہ سے کبھی بھی سیری نہ ہو۔ ثابت بنانیؒ کہتے ہیں کہ بیس برس سے میں نے کلامِ پاک کو مشقت سے پڑھا اور بیس برس سے مجھے اس کی ٹھنڈک پہنچ رہی ہے پس جو شخص بھی معاصی سے توبہ کے بعد غور کریگا کلامِ پاک کو "آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری" کا مصداق پائے گا۔ اے کاش کہ ان الفاظ کے معنی مجھ پر بھی صادق آتے۔ میں ناظرین سے یہ بھی درخواست کروں گا، کہ کہنے والے کی طرف التفات نہ فرمائیں کہ میری نا کارگی آپ کو اہم مقصود سے نہ روکے بلکہ بات کی طرف توجہ فرمائیں اور جہاں سے یہ امور ماخوذ ہیں اس کی طرف التفات کیجئے کہ میں درمیان میں صرف نقل کا واسطہ ہوں، یہاں تک پہنچنے کے بعد اللہ کی ذات سے بعید نہیں کہ وہ کسی دل میں حفظِ قرآنِ پاک کا ولولہ پیدا کر دے، پس اگر بچہ کو حفظ کرانا ہے تو اس کے لیے کسی عمل کی ضرورت نہیں کہ بچپن کی عمر خود حفظ کے لیے معین و مجرب ہے البتہ اگر کوئی شخص بڑی عمر میں حفظ کا ارادہ کرے تو اس کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد فرمایا ہوا ایک مجرب عمل لکھتا ہوں جس کو ترمذی حاکم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ کہتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت علیؓ حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جاویں قرآن پاک میرے سینے سے نکل جاتا ہے، جو یاد کرتا ہوں وہ محفوظ نہیں رہتا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے ایسی ترکیب بتلاؤں کہ جو تجھے بھی نفع دے اور جس کو تو بتلا دے اس کے لیے بھی نافع ہو اور جو کچھ تو سیکھے وہ محفوظ رہے۔ حضرت علیؓ کے دریافت کرنے پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جمعہ کی شب آوے تو اگر یہ ہو سکتا ہو، کہ رات کے اخیر تہائی میں اُٹھے تو بہت ہی اچھا ہے کہ یہ وقت ملائکہ کے نازل ہونے کا ہے اور دعا اس وقت میں خاص طور سے قبول ہوتی ہے۔ اسی وقت کے

انتظار میں حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَکُمْ رَبِّیْ عنقریب میں تمہارے لیے اپنے رب سے مغفرت طلب کروں گا (یعنی جمعہ کی رات کو) پس اگر اس وقت میں جاگنا دشوار ہو تو آدھی رات کے وقت، اور یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر شروع ہی رات میں کھڑا ہو اور چار رکعت نفل اس طرح پڑھے کہ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ یٰسٓ شریف پڑھے اور دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ دخان اور تیسری رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ الٓمٓ سجدہ[1] اور چوتھی رکعت میں فاتحہ کے بعد سورۂ ملک پڑھے اور جب التحیات سے فارغ ہو جائے تو اول حق تعالیٰ شانہٗ کی خوب حمد و ثنا کر اس کے بعد مجھ پر درود و سلام بھیج اس کے بعد تمام انبیاء پر درود بھیج اس کے بعد تمام مومنین کے لیے اور ان تمام مسلمان بھائیوں کے لیے جو تجھ سے پہلے مر چکے ہیں استغفار کر اور اس کے بعد یہ دعا پڑھ۔

فائدہ: دعا آگے آ رہی ہے اس کے ذکر سے قبل مناسب ہے کہ حمد و ثنا وغیرہ جن کا حضورؐ نے حکم فرمایا ہے۔ دوسری روایات سے جن کو شروح حصن اور مناجاتِ مقبول وغیرہ میں نقل کیا ہے مختصر طور پر ایک ایک دعا نقل کر دی جاوے تاکہ جو لوگ اپنے طور سے نہیں پڑھ سکتے وہ اس کو پڑھیں اور جو حضرات خود پڑھ سکتے ہوں وہ اس پر قناعت نہ کریں بلکہ حمد و صلوٰۃ کو بہت اچھی طرح سے مبالغہ سے پڑھیں، دعا یہ ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمٰتِهٖ اَللّٰهُمَّ لَآ اُحْصِيْ ثَنَآءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَآ اَثْنَيْتَ عَلٰى	تمام تعریف جہانوں کے پروردگار کے لیے ہے ایسی تعریف جو اس کی مخلوقات کے اعداد کے برابر ہو، اس کی مرضی کے موافق ہو اس کے عرش کے وزن کے برابر ہو۔ اس کے کلمات

---

[1] ترتیب قرآنی میں یہ سورت پہلی دونوں سورتوں سے مقدم ہے۔ مگر اول تو نوافل میں فقہاء نے اس قسم کی گنجائش فرمائی ہے۔ دوسرے نوافل کا ہر شفعہ مستقل نماز کا حکم رکھتا ہے اور اس شفعہ کی دونوں سورتیں آپس میں مرتب ہیں اس لیے کوئی کراہت نہیں۔ ہکذا فی الکوکب الدری وہامشہ ۱۲ منہ

نَفْسِكَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ
عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ
الْهَاشِمِيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
الْبَرَرَةِ الْكِرَامِ وَعَلٰى سَائِرِ
الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَالْمَلٰئِكَةِ
الْمُقَرَّبِيْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَ
لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ
وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ
وَلِوَالِدَيَّ وَلِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ
وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ
وَالْمُسْلِمَاتِ اِنَّكَ سَمِيْعٌ
مُّجِيْبُ الدَّعَوَاتِ ؕ

کے برابر ہو۔ اے اللہ میں تیری تعریف
کا احاطہ نہیں کر سکتا، تو ایسا ہی ہے
جیسا کہ تو نے اپنی تعریف خود بیان کی۔
اے اللہ ہمارے سردار نبی امی اور ہاشمی
پر درود وسلام اور برکات نازل فرما اور تمام
نبیوں، رسولوں اور ملائکہ مقربین پر بھی، اے
ہمارے رب ہماری اور ہم سے پہلے مسلمانوں
کی مغفرت فرما اور ہمارے دلوں میں مومنین
کی طرف سے کینہ پیدا نہ کر، اے ہمارے
رب تو مہربان اور رحیم ہے۔ اے الٰہ العالمین
میری اور میرے والدین کی اور تمام مومنین اور
مسلمانوں کی مغفرت فرما، بیشک تو دعاؤں
کو سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔

اس کے بعد وہ دعا پڑھے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث بالا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمائی اور وہ یہ ہے:۔

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ بِتَرْكِ الْمَعَاصِيْ
اَبَدًا مَّا اَبْقَيْتَنِيْ وَارْحَمْنِيْ اَنْ
اَتَكَلَّفَ مَا لَا يَعْنِيْنِيْ وَارْزُقْنِيْ
حُسْنَ النَّظَرِ فِيْمَا يُرْضِيْكَ عَنِّيْ
اَللّٰهُمَّ بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِيْ
لَا تُرَامُ اَسْئَلُكَ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ

اے الٰہ العالمین مجھ پر رحم فرما کہ جب تک میں زندہ
رہوں گناہوں[1] سے بچتا رہوں اور مجھ پر رحم فرما کہ
میں بیکار چیزوں میں کلفت نہ اٹھاؤں اور اپنی
مرضیات میں خوش نظری مرحمت فرما، اے اللہ
اے زمین اور آسمان کے بے نمونہ پیدا کرنے والے
عظمت اور بزرگی والے اور اس غلبہ یا عزت کے مالک
جس کے حصول کا ارادہ بھی ناممکن ہے اے اللہ اے رحمٰن

---

[1] حضورؐ کی ارشاد فرمائی ہوئی دعا یہ ہے ۱۲

بِجَلَالِكَ وَنُوْرِ وَجْهِكَ اَنْ تُلْزِمَ قَلْبِيْ حِفْظَ كِتَابِكَ كَمَا عَلَّمْتَنِيْ وَارْزُقْنِيْ اَنْ اَقْرَأَهٗ عَلَى النَّحْوِ الَّذِيْ يُرْضِيْكَ عَنِّيْ اَللّٰهُمَّ بَدِيْعَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ وَالْعِزَّةِ الَّتِيْ لَا تُرَامُ اَسْئَلُكَ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ بِجَلَالِكَ وَنُوْرِ وَجْهِكَ اَنْ تُنَوِّرَ بِكِتَابِكَ بَصَرِيْ وَاَنْ تُطْلِقَ بِهٖ لِسَانِيْ وَاَنْ تُفَرِّجَ بِهٖ عَنْ قَلْبِيْ وَاَنْ تَشْرَحَ بِهٖ صَدْرِيْ وَاَنْ تَغْسِلَ بِهٖ بَدَنِيْ فَاِنَّهٗ لَا يُعِيْنُنِيْ عَلَى الْحَقِّ غَيْرُكَ وَلَا يُؤْتِيْهِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔	میں تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کہ جس طرح تو نے اپنی کلام پاک مجھے سکھلادی اسیطرح اسکی یاد بھی میرے دل سے چسپاں کردے اور مجھے توفیق عطا فرما کہ میں اسکو اسطرح پڑھوں جس سے تو راضی ہوجائے، اے اللہ زمین اور آسمانوں کے بے نمونہ پیدا کرنے والے، اے عظمت اور بزرگی والے اور اس غلبہ یا عزت کے مالک جس کے حصول کا ارادہ بھی ناممکن ہے، اے اللہ اے رحمٰن میں تیری بزرگی اور تیری ذات کے نور کے طفیل تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری نظر کو اپنی کتاب کے نور سے منور کردے اور میری زبان کو اس پر جاری کردے اور اسکی برکت سے میرے دل کی تنگی کو دور کردے اور میرے سینے کو کھول دے اور اس کی برکت سے میرے جسم کے گناہوں کا میل دھودے کہ حق پر تیرے سوا میرا کوئی مددگار نہیں اور تیرے سوا میری یہ آرزو کوئی پوری نہیں کرسکتا اور گناہوں سے بچنا یا عبادت پر قدرت نہیں ہوسکتی، مگر اللہ برتر و بزرگی والے کی مدد سے

پھر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؓ اس عمل کو تین جمعہ یا پانچ جمعہ یا سات جمعہ کر، انشاء اللہ دعا ضرور قبول کی جائے گی۔ قسم ہے اس ذاتِ پاک کی جس نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے کسی مومن سے بھی قبولیتِ دعا نہ چوکے گی۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ علیؓ کو پانچ یا سات ہی جمعہ گذرے ہوں گے کہ وہ حضورؐ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں پہلے میں تقریباً چار آیتیں پڑھتا تھا اور وہ بھی مجھے یاد نہ ہوتی تھیں

اور اب تقریباً چالیس آیتیں پڑھتا ہوں اور ایسی ازبر ہو جاتی ہیں کہ گویا قرآن شریف میرے سامنے کھلا ہوا رکھا ہے اور پہلے میں حدیث سنتا تھا اور جب اس کو دوبارہ کہتا تھا، تو ذہن میں نہیں رہتی تھی اور اب احادیث سنتا ہوں اور جب دوسروں سے نقل کرتا ہوں تو ایک لفظ بھی نہیں چھوٹتا۔

حق تعالیٰ شانہٗ اپنے نبی کی رحمت کے طفیل مجھے بھی قرآن وحدیث کے حفظ کی توفیق عطا فرمادیں اور تمہیں بھی۔ وصلی اللہ تبارک وتعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا ومولانا محمدٍ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم برحمتک یا ارحم الراحمین

تکملہ

اُوپر جو چہل حدیث لکھی گئی ہیں، وہ ایک خاص مضمون کے ساتھ مخصوص ہونے کی وجہ سے اس میں اختصار کی رعایت نہیں ہو سکی، اس زمانے میں چونکہ ہمتیں نہایت پست ہو گئی ہیں، دین کے لیے کسی معمولی سی مشقت کا بھی برداشت کرنا گراں ہے، اس لیے اس جگہ ایک دوسری چہل حدیث نقل کرتا ہوں جو نہایت ہی مختصر ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ہی جگہ منقول ہے اس کے ساتھ ہی بڑی خوبی اس میں یہ ہے کہ مہمات دینیہ کو ایسی جامع ہے کہ اس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ کنز العمال میں قدمائے محدثین کی ایک جماعت کی طرف اس کا انتساب کیا ہے اور متاخرین میں سے مولانا قطب الدین صاحب مہاجر مکیؒ نے بھی اس کو ذکر فرمایا ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ دین کے ساتھ وابستگی رکھنے والے حضرات کم از کم اس کو ضرور حفظ کرلیں کہ کوڑیوں میں لعل ملتے ہیں وہ حدیث یہ ہے۔

عَنْ سَلْمَانَؓ قَالَ سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْاَرْبَعِيْنَ حَدِيْثًا نِ الَّتِيْ قَالَ مَنْ حَفِظَهَا مِنْ اُمَّتِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ قُلْتُ وَمَا هِيَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

الآخِرِ وَالْمَلٰئِکَۃِ وَالْکُتُبِ وَالنَّبِیِّیْنَ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْقَدَرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاَنْ تَشْھَدَ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَتُقِیْمَ الصَّلٰوۃَ بِوُضُوْءٍ سَابِغٍ کَامِلٍ لِوَقْتِھَا وَتُؤْتِیَ الزَّکٰوۃَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَیْتَ اِنْ کَانَ لَکَ مَالٌ وَتُصَلِّیَ اثْنَتَیْ عَشَرَۃَ رَکْعَۃً فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَّلَیْلَۃٍ وَالْوِتْرَ لَا تَتْرُکُہٗ فِیْ کُلِّ لَیْلَۃٍ وَلَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَّلَا تَعُقَّ وَالِدَیْکَ وَلَا تَأْکُلْ مَالَ الْیَتِیْمِ ظُلْمًا وَلَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ وَلَا تَزْنِ وَلَا تَحْلِفْ بِاللّٰہِ کَاذِبًا وَلَا تَشْھَدْ شَھَادَۃَ زُوْرٍ وَلَا تَعْمَلْ بِالْھَوٰی وَلَا تَغْتَبْ اَخَاکَ الْمُسْلِمَ وَلَا تَقْذِفِ الْمُحْصَنَۃَ وَلَا تَغُلَّ اَخَاکَ الْمُسْلِمَ وَلَا تَلْعَبْ وَلَا تَلْہُ مَعَ اللَّاھِیْنَ وَلَا تَقُلْ لِلْقَصِیْرِ یَا قَصِیْرُ تُرِیْدُ بِذٰلِکَ عَیْبَہٗ وَلَا تَسْخَرْ بِاَحَدٍ مِنَ النَّاسِ وَلَا تَمْشِ بِالنَّمِیْمَۃِ بَیْنَ الْاَخَوَیْنِ وَاشْکُرِ اللّٰہَ تَعَالٰی عَلٰی نِعْمَتِہٖ وَتَصْبِرُ عَلَی الْبَلَاءِ وَالْمُصِیْبَۃِ وَلَا تَاْمَنْ مِّنْ عِقَابِ اللّٰہِ وَلَا تَقْطَعْ اَقْرِبَائَکَ وَصِلْھُمْ وَلَا تَلْعَنْ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِ اللّٰہِ وَاَکْثِرْ مِنَ التَّسْبِیْحِ وَالتَّکْبِیْرِ وَالتَّھْلِیْلِ وَلَا تَدَعْ حُضُوْرَ الْجُمُعَۃِ وَالْعِیْدَیْنِ وَاعْلَمْ اَنَّ مَا اَصَابَکَ لَمْ یَکُنْ لِیُخْطِئَکَ وَمَا اَخْطَاَکَ لَمْ یَکُنْ لِیُصِیْبَکَ وَلَا تَدَعْ قِرَاءَۃَ الْقُرْاٰنِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ۔

(رواہ الحافظ ابو القاسم بن عبد الرحمٰن بن محمد بن اسحاق بن مندۃ والحافظ ابو الحسن علی بن ابی القاسم بن بابویہ الرازی فی الاربعین وابن عساکر والرافعی عن سلمان)

ترجمہ: سلمانؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ وہ چالیس حدیثیں جن کے بارے میں یہ کہا ہے کہ جو ان کو یاد کرلے جنّت میں داخل ہوگا وہ کیا ہیں، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

۱: اللہ پر ایمان لاوے یعنی اس کی ذات وصفات پر۔ ۲: اور آخرت کے دن پر۔ ۳: اور فرشتوں کے وجود پر۔ ۴: اور پہلی کتابوں پر۔ ۵: اور تمام انبیاءؑ پر ۶: اور مرنے کے بعد دوبارہ زندگی پر۔ ۷: اور تقدیر پر کہ بھلا اور بُرا جو کچھ ہوتا ہے سب اللہ ہی کی طرف سے۔ ۸: اور گواہی دے تو اس امر کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے رسول ہیں۔ ۹: ہر نماز کے وقت کامل وضو کرکے نماز کو قائم کرے (کامل وضو وہ کہلاتا ہے جس میں آداب ومستحبات کی رعایت رکھی گئی ہو اور ہر نماز کے وقت اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ نیا وضو ہر نماز کے لیے کرے اگرچہ پہلے سے وضو ہو کہ یہ مستحب ہے اور نماز کے قائم کرنے سے اس کے تمام سنن اور مستحبات کا اہتمام کرنا مُراد ہے۔ چنانچہ دوسری روایت میں وارد ہے اِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوْفِ مِنْ اِقَامَةِ الصَّلٰوةِ یعنی جماعت میں صفوں کا ہموار کرنا کہ کسی قسم کی کجی یا درمیان میں خلا نہ رہے، یہ بھی نماز قائم کرنے کے مفہوم میں داخل ہے)۔ ۱۰: زکوٰۃ ادا کرے۔ ۱۱: اور رمضان کے روزے رکھے۔ ۱۲: اگر مال ہو تو حج کرے یعنی اگر جانے کی قدرت وطاقت رکھتا ہو تو حج بھی کرے، چونکہ اکثر مانع مال ہی ہوتا ہے اس لیے اسی کو ذکر فرما دیا ورنہ مقصود یہ ہے کہ حج کے شرائط پائے جاتے ہوں تو حج کرے۔ ۱۳: بارہ رکعات سُنّتِ موکدہ روزانہ ادا کرے۔ اس کی تفصیل دوسری روایات میں اس طرح آئی ہے کہ صبح سے پہلے دو رکعت، ظہر سے قبل چار، ظہر کے بعد دو، مغرب کے بعد دو اور عشا کے بعد دو رکعت۔ ۱۴: اور وتر کو کسی رات میں نہ چھوڑے، چونکہ وہ واجب ہے اور اسکا اہتمام سنتوں سے زیادہ ہے، اس لیے اس کو تاکیدی لفظ سے ذکر فرمایا۔ ۱۵: اور اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرے۔ ۱۶: اور والدین کی نافرمانی نہ کرے ۱۷: اور ظلم سے یتیم کا مال نہ کھاوے۔ یعنی اگر کسی وجہ سے یتیم کا مال کھانا جائز ہو جیسا

کہ بعض صورتوں میں ہوتا ہے تو مضائقہ نہیں۔ ۱۸: اور شراب نہ پیے۔ ۱۹: زنا نہ کرے۔ ۲۰: جھوٹی قسم نہ کھاوے۔ ۲۱: جھوٹی گواہی نہ دے۔ ۲۲: خواہشاتِ نفسانیہ پر عمل نہ کرے۔ ۲۳: مسلمان بھائی کی غیبت نہ کرے۔ ۲۴: عفیفہ عورت کو تہمت نہ لگائے (اسی طرح عفیف مرد کو) ۲۵: اپنے مسلمان بھائی سے کینہ نہ رکھے۔ ۲۶: لہو ولعب میں مشغول نہ ہو۔ ۲۷: تماشائیوں میں شریک نہ ہو ۲۸: کسی پستہ قد کو عیب کی نیت سے ٹھنگنا مت کہو یعنی اگر کوئی عیب دار لفظ ایسا مشہور ہو گیا ہو کہ اس کے کہنے سے نہ عیب سمجھا جاتا ہو نہ عیب کی نیت سے کہا جاتا ہو جیسا کہ کسی کا نام بدّھو پڑ جاوے تو مضائقہ نہیں لیکن طعن کی غرض سے کسی کو ایسا کہنا جائز نہیں۔ ۲۹۔ کسی کا مذاق مت اڑا ۳۰: مسلمانوں کے درمیان چغل خوری نہ کر ۳۱: اور ہر حال میں اللہ جل شانہٗ کی نعمتوں پر اس کا شکر کر۔ ۳۲: بلا اور مصیبت پر صبر کر ۳۳: اور اللہ کے عذاب سے بے خوف مت ہو۔ ۳۴: اعزّہ سے قطع تعلق مت کر۔ ۳۵: بلکہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کر۔ ۳۶: اللہ کی کسی مخلوق کو لعنت مت کر۔ ۳۷: سبحان اللہ الحمد للہ لا الٰہ الا اللہ، اللہ اکبر، ان الفاظ کا اکثر ورد رکھا کر ۳۸: جمعہ اور عیدین میں حاضری مت چھوڑ۔ ۳۹: اور اس بات کا یقین رکھ کہ جو تکلیف و راحت تجھے پہنچی وہ مقدّر میں تھی جو ٹلنے والی نہ تھی اور جو کچھ نہیں پہنچ وہ کسی طرح بھی پہنچنے والا نہ تھا

۴۰: اور کلام اللہ شریف کی تلاوت کسی حال میں بھی مت چھوڑ۔

سلمانؓ کہتے ہیں میں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جو شخص اس کو یاد کر لے اس کو کیا اجر ملے گا حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ حق سبحانہٗ وتقدس اس کا انبیاء اور علماء کے ساتھ حشر فرماویں گے۔

حق سبحانہٗ تعالےٰ ہماری سیئات سے درگذر فرما کر اپنے نیک بندوں میں محض اپنے لطف سے شامل فرمالیں تو اس کی کریمی شان سے کچھ بھی بعید نہیں، پڑھنے والے حضرات سے بڑی ہی لجاجت

کے ساتھ استدعا ہے کہ دعائے خیر سے اس سیہ کار کی بھی دستگیری فرمائیں

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ

محمد زکریا کاندھلوی عفی عنہ

مقیم مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور

۲۹ ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ پنجشنبہ

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ

فضائلِ رمضان

مُصنّفہ

شیخ الحدیث حضرۃ مولانا محمّد زکریا صاحب

رحمۃ اللہ تعالیٰ

مرکز اسلامی ... خاص ضلع لاہور پاکستان
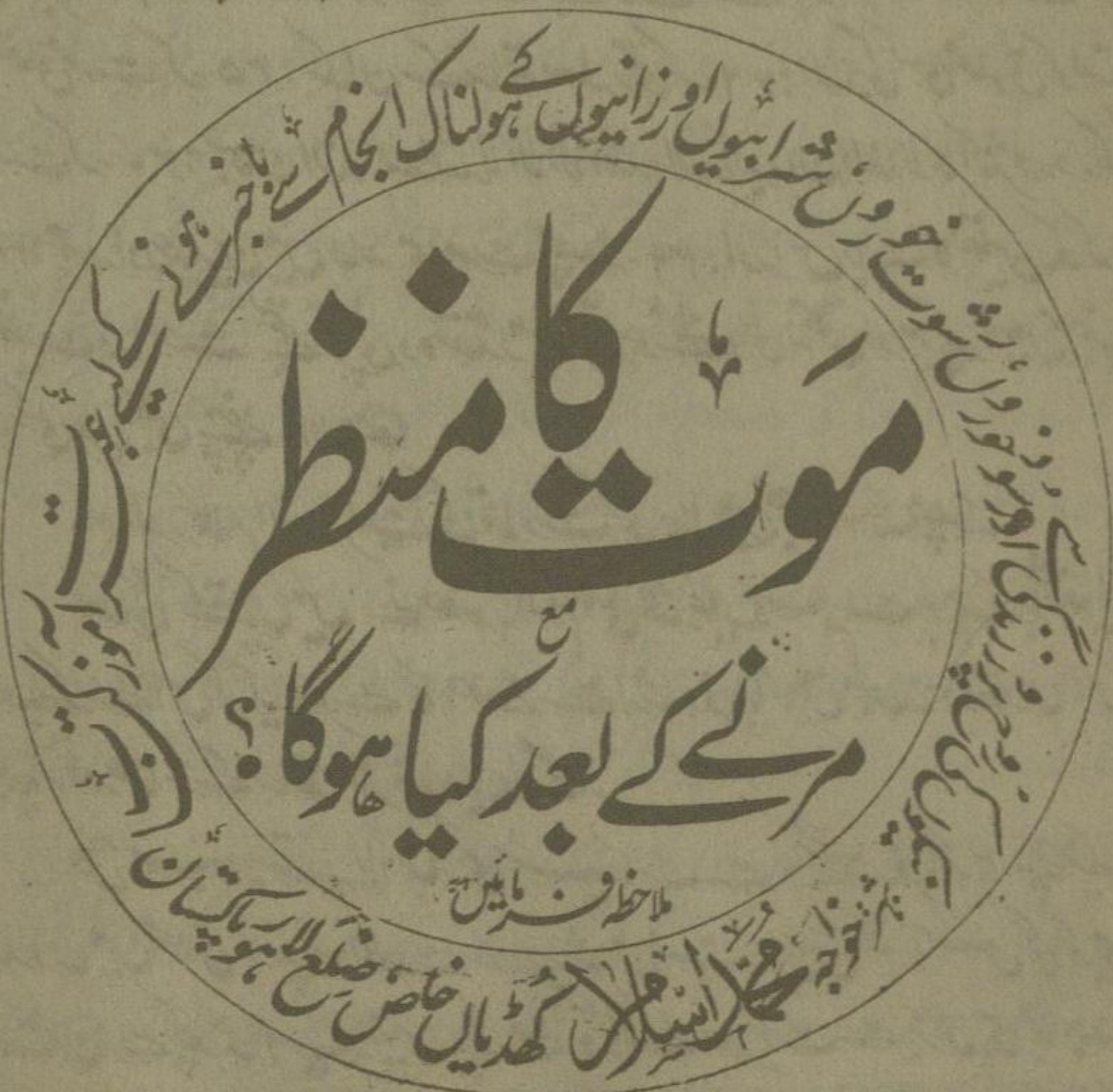
فہرست مطبوعات خواجہ محمدؐ اسلام

موت کا منظر مع مرنے کے بعد کیا ہوگا اُردو خاص ایڈیشن

عام ایڈیشن، جیبی سائز، عربی، فارسی، انگریزی، سندھی، پشتو

جنّت کا منظر اُردو - اِنسانی زیورِ اُردو

محبوبؐ کے حُسن و جمال کا منظر - اِسلام کا منظر

حج کا منظر، بڑا سائز، چھوٹا سائز

حُسن پرستوں کے انجام کا منظر - نماز کا منظر

دعاؤں کا منظر، بڑا سائز، جیبی سائز

فریادِ آدمؑ کا منظر - نماز کا منظر، جیبی

خواجہ محمدؐ اسلام ادارہ اشاعتِ دینیات انارکلی لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم حامداً ومصلیاً ومسلماً

حمد وصلوٰۃ کے بعد یہ چند احادیث کا ترجمہ ہے جو رمضان المبارک کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمین ذات نے مسلمانوں کے لئے ہر باب میں جس قدر فضائل اور ترغیبات ارشاد فرمائی ہیں۔ ان کا اصل شکریہ اور قدردانی تو یہ تھی کہ ہم ان پر مٹتے مگر ہماری کوتاہیاں اور دینی بے رغبتیاں اس قدر روز افزوں ہیں کہ ان پر عمل تو درکنار ان کی طرف التفات اور توجہ بھی نہیں رہی۔ حتیٰ کہ اب لوگوں کو ان کا علم بھی بہت کم ہو گیا ہے۔

ان اوراق کا مقصد یہ ہے کہ اگر مساجد کے ائمہ تراویح کے حفاظ اور پڑھے لکھے حضرات جن کو دین کے کسی درجہ میں بھی رغبت ہے اوائل رمضان میں اس رسالہ کو مساجد اور مجامع میں سنا دیا کریں، تو اللہ کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ اپنے محبوبؐ کے کلام کی برکت سے ہم لوگوں کو مبارک مہینے کی کچھ قدر اور اس کی برکات کی طرف کچھ توجہ ہو جایا کرے اور نیک اعمال کی زیادتی اور بداعمالیوں کی کمی کا ذریعہ بن جایا کرے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اگر حق تعالیٰ شانہٗ تیری وجہ سے ایک شخص کو بھی ہدایت فرماویں تو تیرے لئے سُرخ اونٹوں سے (جو عمدہ مال شمار ہوتا ہے) بہتر اور افضل ہے۔

رمضان المبارک کا مہینہ مسلمانوں کے لیے حق تعالیٰ شانہٗ کا بہت ہی بڑا انعام ہے مگر جب ہی کہ اس انعام کی قدر بھی کی جائے ورنہ ہم سے محروموں کے لئے ایک مہینہ تک رمضان چلّائے جانے کے سوا کچھ بھی نہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ رمضان کیا چیز ہے تو میری اُمت یہ تمنا کرے کہ سارا سال رمضان ہی ہو جائے۔ ہر شخص سمجھتا ہے کہ سال بھر کے روزے رکھنا کارے دارد مگر رمضان المبارک کے ثواب کے مقابلہ میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ لوگ اس کی تمنّا کرنے لگیں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ رمضان المبارک کے روزے اور ہر مہینے میں تین روزے رکھنا دل کی کھوٹ اور وساوس کو دور کرتا ہے۔ آخر کوئی تو بات ہے کہ صحابہ کرامؓ رمضان کے مہینے میں جہاد کے سفر میں باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بار بار افطار کی اجازت فرما دینے

کے روزہ کا اہتمام فرماتے حتیٰ کہ حضورؐ کو حکماً منع فرمانا پڑا۔

مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ کرامؓ ایک غزوہ کے سفر میں ایک منزل پر اترے گرمی نہایت سخت تھی اور غربت کی وجہ سے اس قدر کپڑا بھی سب کے پاس نہ تھا کہ دھوپ کی گرمی سے بچاؤ لیں۔ بہت سے لوگ اپنے ہاتھ سے آفتاب کی شعاعوں سے بچتے تھے۔ اس حالت میں بھی بہت سے روزے دار ایسے تھے۔ جن سے کھڑے ہو سکنے کا تحمل نہ ہوا اور گر گئے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت گویا ہمیشہ تمام سال روزے دار ہی رہتی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سینکڑوں روایات میں مختلف انواع کے فضائل نقل کیے گئے جن کا احاطہ تو مجھ جیسے ناکارہ کے امکان سے خارج ہے ہی لیکن میرا یہ بھی خیال ہے کہ اگر ان کو کچھ تفصیل سے لکھوں تو دیکھنے والے اکتا جائیں گے کہ اس زمانہ میں دینی امور میں جس قدر بے التفاتی کی جا رہی ہے۔ وہ محتاج بیان نہیں۔ علم و عمل دونوں میں جس قدر بے پروائی دین کے بارے میں بڑھتی جا رہی ہے۔ وہ ہر شخص اپنی ہی حالت میں غور کرنے سے معلوم کر سکتا ہے۔ اس لیے اکیس ۲۱ احادیث پر اکتفا کرتا ہوں اور ان کو تین فصلوں پر منقسم کرتا ہوں۔

فصل اوّل رمضان المبارک کے فضائل میں جس میں دس احادیث مذکور ہیں۔

دوسری فصل شب قدر کے بیان میں جس میں سات حدیثیں ہیں۔

تیسری فصل میں اعتکاف کا ذکر ہے۔ جس میں دس حدیثیں ہیں۔ اس کے بعد خاتمہ میں ایک طویل حدیث پر اس رسالہ کو ختم کر دیا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنی کریم ذات اور اپنے محبوبؐ کے طفیل اس کو قبول فرماویں اور مجھ سیہ کار کو بھی اس کی برکات سے انتفاع کی توفیق فرماویں۔ فانہ بر جواد کریم۔

فصل اوّل۔ فضائل رمضان میں

۱ عَنْ سَلْمَانَؓ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ اٰخِرِ يَوْمٍ مِنْ شَعْبَانَ فَقَالَ يٰاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ اَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ مُبَارَكٌ شَهْرٌ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ

حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شعبان کی آخر تاریخ میں ہم لوگوں کو وعظ فرمایا، کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آ رہا ہے جو بہت بڑا مہینہ ہے، بہت مبارک مہینہ ہے، اس میں

شَهْرٍ۔ شَهْرٌ جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهُ فَرِيْضَةً
وَقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ
بِخَصْلَةٍ كَانَ كَمَنْ أَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْ مَا سِوَاهُ
وَمَنْ أَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ أَدّٰى
سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ وَهُوَ شَهْرُ
الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُ الْمُوَاسَاةِ
وَشَهْرٌ يُزَادُ فِيْ رِزْقِ الْمُؤْمِنِ فِيْهِ
مَنْ فَطَّرَ فِيْهِ صَائِمًا كَانَ مَغْفِرَةً لِذُنُوْبِهٖ
وَعِتْقَ رَقَبَتِهٖ مِنَ النَّارِ وَكَانَ لَهٗ مِثْلُ
أَجْرِهٖ مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّنْقُصَ مِنْ أَجْرِهٖ شَيْءٌ
قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَيْسَ كُلُّنَا يَجِدُ مَا
يُفَطِّرُ الصَّائِمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعْطِي اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ
فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰى تَمْرَةٍ أَوْ شَرْبَةِ مَاءٍ
أَوْ مَذْقَةِ لَبَنٍ وَهُوَ شَهْرٌ أَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ
وَأَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَاٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ
النَّارِ مَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْكِهٖ فِيْهِ غَفَرَ
اللّٰهُ لَهٗ وَأَعْتَقَهٗ مِنَ النَّارِ وَاسْتَكْثِرُوْا
فِيْهِ مِنْ أَرْبَعِ خِصَالٍ خَصْلَتَيْنِ تُرْضُوْنَ
بِهِمَا رَبَّكُمْ وَخَصْلَتَيْنِ لَا غِنَاءَ بِكُمْ عَنْهُمَا
فَأَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ تُرْضُوْنَ بِهِمَا
رَبَّكُمْ فَشَهَادَةُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَ
تَسْتَغْفِرُوْنَهٗ وَأَمَّا الْخَصْلَتَانِ

ایک رات (شب قدر) جو ہزار مہینوں سے
بڑھ کر ہے اللہ تعالیٰ نے اس کے روزہ کو
فرض فرمایا اور اس کے رات کے قیام
(یعنی تراویح) کو ثواب کی چیز بنایا ہے، جو شخص
اس مہینہ میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل
کرے ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں فرض ادا کیا
اور جو شخص اس مہینہ میں کسی فرض کو ادا کرے
وہ ایسا ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستر فرض ادا
کرے یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے
اور یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غمخواری کرنے کا ہے اس
مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے جو شخص
کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اسکے لئے گناہوں
کے معاف ہونے اور آگ سے خلاصی کا سبب
ہوگا اور روزہ دار کے ثواب کی مانند اس کو ثواب
ہوگا مگر اس روزہ دار کے ثواب سے کچھ کم نہیں
کیا جائے گا! صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم
میں سے ہر شخص تو اتنی وسعت نہیں رکھتا کہ روزہ
دار کو افطار کرائے تو آپؐ نے فرمایا کہ (پیٹ بھر
کھلانے پر موقوف نہیں) یہ ثواب تو اللہ جل شانہٗ
ایک کھجور سے کوئی افطار کرادے یا ایک گھونٹ پانی
پلادے یا ایک گھونٹ لسی پلادے اس پر بھی مرحمت
فرما دیتے ہیں یہ ایسا مہینہ ہے کہ اس کا اول حصہ اللہ
کی رحمت ہے [illegible] مانی حصہ مغفرت ہے اور

اللَّتَانِ لَا غِنَاءَ بِكُمْ عَنْهُمَا فَتَسْئَلُوْنَ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَتَعَوَّذُوْنَ بِهٖ مِنَ النَّارِ وَمَنْ اَسْقٰى صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهُ مِنْ حَوْضِيْ شَرْبَةً لَا يَظْمَأُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ

(رواه ابن خزيمة فى صحيحه وقال ان صح الخبر ورواه البيهقى ورواه ابو الشيخ بن حبان فى الثواب باختصار عنهما وفى اسانيدهم على بن زيد بن جدعان ورواه ابن خزيمة ايضاً والبيهقى باختصار عنه من حديث ابى هريرة وفى اسناده كثير بن زيد كذا فى الترغيب ص۲۰۳ قلت على بن زيد ضعفه جماعة وقال الترمذى صدوق وصح له حديثا فى السلام وحسن له غير ما حديث وكذا كثير ضعفه النسائى وغيره وقال ابن معين ثقة وقال ابن عدى لم ار بحديثه باسا واخرج بحديثه ابن خزيمة فى صحيحه كذا فى رجال المنذرى ص۲۰ لكن قال العينى الخبر منكر فتامل۔

آخری حصہ آگ سے آزادی ہے جو شخص اس مہینہ میں ہلکا کر دے اپنے غلام (و خادم) کے بوجھ کو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی مغفرت فرماتے ہیں اور آگ سے آزادی فرماتے ہیں اور چار چیزوں کی اس میں کثرت رکھا کرو جن میں سے دو چیزیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے واسطے اور دو چیزیں ایسی ہیں کہ جن سے تمہیں چارہ کار نہیں پہلی دو چیزیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کرو وہ کلمہ طیبہ اور استغفار کی کثرت ہے اور دوسری دو چیزیں یہ ہیں کہ جنت کی طلب کرو اور آگ سے پناہ مانگو جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے حق تعالیٰ (قیامت کے دن) میرے حوض سے اس کو ایسا پانی پلائیں گے جس کے بعد جنت میں داخل ہونے تک پیاس نہیں لگے گی۔

ف- محدثین کو اس کے بعض رواۃ میں کلام ہے۔ لیکن اول تو فضائل میں اس قدر کلام قابلِ تحمل ہے۔ دوسرے اس کے اکثر مضامین کی دوسری روایات موید ہیں۔ اس حدیث سے چند امور معلوم ہوتے ہیں۔ اول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام کہ شعبان کی اخیر تاریخ میں خاص طور سے اس کا وعظ فرمایا اور لوگوں کو تنبیہ فرمائی تاکہ رمضان المبارک کا ایک سیکنڈ بھی غفلت سے نہ گذر جائے پھر اس وعظ میں تمام مہینہ کی فضیلت بیان فرمانے کے بعد چند اہم امور کی طرف خاص طور سے متوجہ فرمایا۔ سب سے اول شب قدر کہ وہ حقیقت میں بہت ہی اہم رات ہے اُن

اوراق میں اس کا بیان دوسری فصل میں مستقل آئے گا۔ اس کے بعد ارشاد ہے کہ اللہ نے اس کے روزہ کو فرض کیا اور اس کے قیام یعنی تراویح کو سنت کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تراویح کا ارشاد بھی خود حق سبحانہ' و تقدس کی طرف سے ہے۔ پھر جن روایات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی طرف منسوب فرمایا کہ میں نے سنّت کیا۔ ان سے مراد تاکید ہے کہ حضورؐ اس کی تاکید بہت فرماتے تھے۔ اسی وجہ سے سب ائمہ اس کے سنت ہونے پر متفق ہیں۔ برہان میں لکھا ہے کہ مسلمانوں میں سے روافض کے سوا کوئی شخص اس کا منکر نہیں۔

حضرت مولانا الشاہ عبد الحق صاحب محدث دہلویؒ نے ماثبت بالسنۃ میں بعض کتب فقہ سے نقل کیا ہے کہ کسی شہر کے لوگ اگر تراویح چھوڑ دیں تو اس کے چھوڑنے پر امام ان سے مقاتلہ کرے۔ اس جگہ خصوصیت سے ایک بات کا لحاظ رکھنے کی ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ بہت سے لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ جلدی سے کسی مسجد میں آٹھ دس دن میں کلام مجید سن لیں پھر چھٹی۔ یہ خیال رکھنے کی بات ہے کہ دو سنتیں الگ الگ ہیں۔ تمام کلام اللہ شریف کا تراویح میں پڑھنا یا سننا یہ مستقل سنت ہے اور پورے رمضان شریف کی تروایح مستقل سنت ہے پس اس صورت میں ایک سنت پر عمل ہوا اور دوسری رہ گئی۔ البتہ جن لوگوں کو رمضان المبارک میں سفر وغیرہ یا اور کسی وجہ سے ایک جگہ روزانہ تراویح پڑھنی مشکل ہو، ان کے لئے مناسب ہے کہ اوّل قرآن شریف چند روز میں سن لیں تاکہ قرآن شریف ناقص نہ رہے، پھر جہاں وقت ملے اور موقعہ ہو وہاں تراویح پڑھ لی، کہ قرآن شریف بھی اس صورت میں ناقص نہیں ہوگا اور اپنے کام کا بھی حرج نہ ہوگا۔ حضور نے روزہ اور تراویح کا ذکر فرمانے کے بعد عام فرض اور نفل عبادات کے اہتمام کی طرف متوجہ فرمایا کہ اس میں ایک نفل کا ثواب دوسرے مہینوں کے فرائض کے برابر ہے اور اسکے ایک فرض کا ثواب دوسرے مہینوں کے ستر فرائض کے برابر ہے اس جگہ ہم لوگوں کو اپنی اپنی عبادات کی طرف بھی ذرا غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اس مبارک مہینہ میں فرائض کا ہم سے کس قدر اہتمام ہوتا ہے اور نوافل میں تو کتنا اضافہ ہوتا ہے۔ فرائض میں تو ہمارے اہتمام کی یہ حالت ہے کہ سحر کھانے کے بعد جو سوتے ہیں تو اکثر صبح کی نماز قضا ہو گئی اور کم از کم جماعت تو اکثر دں کی فوت ہو ہی جاتی ہے۔ گویا سحر کھانے کا شکر یہ ادا کیا کہ اللہ کے سب سے زیادہ مہتم بالشان فرض کو یا بالکل قضا کر دیا یا کم از کم ناقص کر دیا۔

کہ بغیر جماعت کے نماز پڑھنے کو اہلِ اصول نے اداءً ناقص فرمایا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تو ایک جگہ ارشاد ہے کہ مسجد کے قریب رہنے والوں کی تو گویا نماز بغیر مسجد کے ہوتی ہی نہیں۔

مظاہر حق میں لکھا ہے کہ جو شخص بغیر عذر کے بدون جماعت نماز پڑھتا ہے۔ اس کے ذمہ سے فرض تو ساقط ہو جاتا ہے۔ مگر اس کو نماز کا ثواب نہیں ملتا۔ اسی طرح دوسری نماز مغرب کی بھی جماعت اکثروں کی افطار کی نذر ہو جاتی ہے اور رکعتِ اولیٰ یا تکبیر اولیٰ کا تو ذکر ہی کیا۔ بہت سے لوگ تو عشاء کی نماز بھی تراویح کے احسان کے بدلے میں وقت سے پہلے ہی پڑھ لیتے ہیں۔ یہ تو رمضان المبارک میں ہماری نماز کا حال ہے۔ جو اہم ترین فرائض میں ہے کہ ایک فرض کے بدلے میں تین کو ضائع کیا، یہ تین تو اکثر ہیں ورنہ ظہر کی نماز قیلولہ کی نذر اور عصر کی جماعت افطاری کا سامان خریدنے کی نذر ہوتے ہوئے آنکھوں سے دیکھا گیا ہے، اسی طرح اور فرائض پر آپ خود غور فرمالیں کہ کتنا اہتمام رمضان المبارک میں ان کا کیا جاتا ہے اور جب فرائض کا یہ حال ہے تو نوافل کا کیا پوچھنا اشراق اور چاشت تو رمضان المبارک میں سونے کی نذر ہو جاتے اور اوابین کا کیسے اہتمام ہو سکتا ہے۔ جب کہ ابھی روزہ کھولا ہے اور آئندہ تراویح کا سہم ہے اور تہجد کا وقت تو ہے ہی عین سحر کھانے کا وقت، پھر نوافل کی گنجائش کہاں، لیکن یہ سب باتیں بے توجہی اور نہ کرنے کی ہیں کہ ع تو ہی اگر نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں۔

کتنے اللہ کے بندے ہیں کہ جن کے لئے انہی اوقات میں سب چیزوں کی گنجائش نکل آتی ہے۔ میں نے اپنے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو متعدد رمضانوں میں دیکھا ہے کہ باوجود ضعف اور پیرانہ سالی کے مغرب کے بعد نوافل میں سوا پارہ پڑھنا یا سنانا اور اس کے بعد آدھ گھنٹہ کھانا وغیرہ ضروریات کے بعد ہندوستان کے قیام میں تقریباً دو سوا دو گھنٹے تراویح میں خرچ ہوتے تھے اور مدینہ پاک کے قیام میں تقریباً تین گھنٹے میں عشاء اور تراویح سے فراغت ہوتی۔ اس کے بعد آپ حسب اختلافِ موسم دو تین گھنٹے آرام فرمانے کے بعد تہجد میں تلاوت فرماتے اور صبح سے نصف گھنٹہ قبل سحر تناول فرماتے۔ اس کے بعد سے صبح کی نماز تک کبھی حفظ تلاوت فرماتے اور کبھی اوراد و وظائف میں مشغول رہتے۔ اسفار یعنی چاندنی میں صبح کی نماز پڑھ کر اشراق تک مراقب رہتے اور اشراق کے بعد تقریباً ایک گھنٹہ آرام فرماتے

اس کے بعد سے تقریباً بارہ بجے تک اور گرمیوں میں ایک بجے تک "بذل المجہود" تحریر فرماتے اور ڈاک وغیرہ ملاحظہ فرما کر جواب لکھاتے۔ اس کے بعد ظہر کی نماز تک آرام فرماتے اور ظہر سے عصر تک تلاوت فرماتے۔ عصر سے مغرب تک تسبیح میں مشغول رہتے اور حاضرین سے بات چیت بھی فرماتے۔ بذل المجہود ختم ہو جانے کے بعد صبح کا کچھ حصہ تلاوت میں اور کچھ کتب بینی میں "بذل المجہود اور وفا الوفا" زیادہ تر اس وقت زیر نظر رہتی تھیں یہ اس پر تھا کہ رمضان المبارک میں معمولات میں کوئی خاص تغیر نہ تھا کہ نوافل کا یہ معمول دائمی تھا اور نوافل مذکورہ کا تمام سال بھی اہتمام رہتا تھا، البتہ رکعات کے طول میں رمضان المبارک میں اضافہ ہو جاتا تھا، ورنہ جن اکابر کے یہاں رمضان المبارک کے خاص معمولات مستقل تھے۔ ان کا اتباع تو ہر شخص سے نبھنا بھی مشکل ہے۔

حضرت اقدس مولانا شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ تراویح کے بعد سے صبح کی نماز تک نوافل میں مشغول رہتے تھے اور یکے بعد دیگرے متفرق حفاظ سے کلام مجید ہی سنتے رہتے تھے اور حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری قدس سرہ کے یہاں تو رمضان المبارک کا مہینہ دن ورات تلاوت ہی کا ہوتا تھا کہ اس میں ڈاک بھی بند اور ملاقات بھی ذرا گوارا نہ تھی۔ بعض مخصوص خدام کو صرف اتنی اجازت ہوتی تھی کہ تراویح کے بعد جتنی دیر حضرت سادی چاء کے ایک دو فنجان نوش فرمائیں اتنی دیر حاضر خدمت ہو جایا کریں۔ بزرگوں کے یہ معمولات اس وجہ سے نہیں لکھے جاتے کہ سرسری نگاہ سے ان کو پڑھ لیا جائے یا کوئی تفریحی فقرہ ان پر کہہ دیا جائے، بلکہ اس لئے ہیں کہ اپنی ہمت کے موافق ان کا اتباع کیا جائے اور حتی الوسع پورا کرنے کا اہتمام کیا جاوے کہ ہر لائن اپنے مخصوص امتیازات میں دوسرے پر فائق ہے، جو لوگ دنیوی مشاغل سے مجبور نہیں ہیں کیا ہی اچھا ہو کہ گیارہ مہینے ضائع کر دینے کے بعد ایک مہینہ مر مٹنے کی کوشش کر لیں۔ ملازم پیشہ حضرات جو دس بجے سے چار بجے تک دفتر میں رہنے کے پابند ہیں۔ اگر صبح سے دس بجے تک کم از کم رمضان المبارک کا مہینہ تلاوت میں خرچ کر دیں تو کیا دقت ہے۔ آخر دنیوی ضروریات کے لیے دفتر کے علاوہ اوقات میں سے وقت نکالا ہی جاتا ہے اور کھیتی کرنے والے تو نہ کسی

---

۷ بذل المجہود پانچ جلدوں میں مکمل شرح ابوداؤد کی ہے، عربی زبان میں قیمت کامل ستو روپیہ پتہ، خواجہ محمد اسلام کھڑیاں خاص۔

کے نوکر، نہ اوقات کے تغیر میں ان کو ایسی پابندی کہ اس کو بدل نہ سکیں یا کھیتی پر بیٹھے بیٹھے تلاوت نہ کر سکیں اور تاجروں کے لیے تو اس میں کوئی دقت ہی نہیں کہ اس مبارک مہینہ میں دکان کا وقت تھوڑا سا کم کر دیں یا کم از کم دوکان ہی پر تجارت کے ساتھ تلاوت بھی کرتے رہا کریں کہ اس مبارک مہینہ کو کلام الٰہی کے ساتھ بہت ہی خاص مناسبت ہے۔

اسی وجہ سے عموماً اللہ جَلَّ شَانُہٗ کی تمام کتابیں اسی ماہ میں نازل ہوئی ہیں، چنانچہ قرآن پاک لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر تمام کا تمام اسی ماہ میں نازل ہوا اور وہاں سے حسب موقع تھوڑا تھوڑا تئیس ۲۳ سال کے عرصہ میں نازل ہوا۔ اس کے علاوہ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحیفے اسی ماہ کی یکم یا ۳۔ تاریخ کو عطا ہوئے اور حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور ۱۸ یا ۱۲۔ رمضان کو ملی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت ۶۔ رمضان المبارک کو عطا ہوئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل ۱۲ یا ۱۳، رمضان المبارک کو ملی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس ماہ کو کلام الٰہی کے ساتھ خاص مناسبت ہے اسی وجہ سے تلاوت کی کثرت اس مہینہ میں منقول ہے اور مشائخ کا معمول ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام ہر سال رمضان میں تمام قرآن شریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سناتے تھے اور بعض روایات میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے تھے۔ علماء نے ان دونوں حدیثوں کو ملانے سے قرآن پاک کے دور کرنے کا جو عام طور سے رائج ہے استحباب نکالا ہے۔ بالجملہ تلاوت کا خاص اہتمام جتنا بھی ممکن ہو سکے کرے اور جو وقت تلاوت سے بچے اس کو بھی ضائع کرنا مناسب نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حدیث کے آخر میں چار چیزوں کی طرف خاص طور سے متوجہ فرمایا اور اس مہینہ میں ان کی کثرت کا حکم فرمایا۔ کلمہ طیبہ[۱] اور استغفار[۲] اور جنت[۳] کے حصول اور دوزخ[۴] سے بچنے کی دُعا اس لیے جتنا وقت بھی مل سکے۔ ان چیزوں میں صرف کرنا سعادت سمجھے اور یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کی قدر ہے۔ کیا دقت ہے کہ اپنے دفتری کاروبار میں مشغول رہتے ہوئے زبان سے درود شریف یا کلمہ طیبہ کا بھی ورد رہے اور کل کو یہ کہنے کا منہ باقی رہے ؎

میں گو رہا رہین ستم ہائے روزگار لیکن تمہاری یاد سے غافل نہیں رہا

اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی چھ خصوصیتیں اور آداب ارشاد فرمائے۔

اولاً یہ کہ صبر کا مہینہ ہے یعنی اگر روزہ وغیرہ میں کچھ تکلیف ہو تو اسے ذوق شوق سے برداشت کرنا چاہئے۔ یہ نہیں کہ مار دھاڑ۔ ہول پکار جیسا کہ اکثر لوگوں کی گرمی کے رمضان میں عادت ہوتی ہے۔ اسی طرح اگر اتفاق سے سحر نہ کھائی گئی تو صبح سے ہی روزہ کا سوگ شروع ہو گیا۔ اسی طرح رات کی تراویح میں اگر وقت ہو تو اس کو بڑی بشاشت سے برداشت کرنا چاہئے۔ اس کو مصیبت اور آفت نہ سمجھیں کہ یہ بڑی سخت محرومی کی بات ہے۔ ہم لوگ معمولی دنیوی اغراض کی بدولت کھانا پینا راحت و آرام سب چھوڑ دیتے ہیں تو کیا رضائے الٰہی کے مقابلہ میں ان چیزوں کی کوئی وقعت ہو سکتی ہے۔

پھر ارشاد ہے کہ یہ غمخواری کا مہینہ ہے یعنی غربا مساکین کے ساتھ مدارات کا برتاؤ کرنا اگر دس چیزیں اپنی افطاری کے لیے تیار کی ہیں تو دو چار غربا کے لیے بھی کم از کم ہونی چاہئیں ورنہ اصل تو یہ تھا کہ اپنے لیے ان سے افضل نہ ہوتا تو مساوات ہی ہوتی۔ غرض جس قدر ہمت ہو سکے اپنے افطار و سحر کے کھانے میں غربا کا حصہ بھی ضرور لگانا چاہیے۔ صحابہؓ کرام امت کیلیے عملی نمونہ اور دین کے ہر جزو کو اس قدر واضح طور پر عمل فرما کر دکھلا گئے کہ ہر نیک کام کے لیئے ان کی شاہراہ عمل کھلی ہوئی ہے۔ ایثار و غمخواری کے باب میں ان حضرات کا اتباع بھی دل گردہ والے کا کام ہے سینکڑوں ہزاروں واقعات ہیں جن کو دیکھ کر بجز حیرت کے کچھ نہیں کہا جاتا۔

ایک واقعہ مثالاً لکھتا ہوں۔ ابوجہمؓ کہتے ہیں کہ یرموک کی لڑائی میں میں اپنے چچازاد بھائی کو تلاش کرنے لگا اور اس خیال سے پانی کا مشکیزہ بھی لے لیا کہ اگر اس میں کچھ رمق باقی ہوئی تو پانی پلادوں گا اور ہاتھ منہ دھو دوں گا۔ وہ اتفاق سے پڑے ہوئے ملے میں نے ان سے پانی کو پوچھا انہوں نے اشارہ سے مانگا۔ اتنے میں برابر سے دوسرے زخمی نے آہ کی چچازاد بھائی نے پانی پینے سے پہلے اس کے پاس جانے کا اشارہ کیا۔ اس کے پاس گیا اور پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی پیاسے ہیں اور پانی مانگتے ہیں کہ اتنے میں ان کے پاس والے نے اشارہ کر دیا انہوں نے بھی خود پانی پینے سے قبل اس کے پاس جانے کا اشارہ کیا۔ اتنے میں وہاں تک پہونچا تو ان کی روح پرواز کر چکی تھی۔ واپس دوسرے صاحب کے پاس پہنچا تو وہ بھی ختم ہو چکے تھے تو لوٹ کر چچازاد بھائی کے پاس آیا تو دیکھا کہ ان کا بھی وصال ہو گیا تھا یہ ہیں تمھارے اسلاف

کے ایثار کہ خود پیاسے جان دے دی اور اجنبی بھائی سے پہلے پانی پینا گوارا نہ کیا رضی اللہ عنہم وارضاھم وارزقنا اتباعھم۔ آمین

رُوح البیان میں سیوطیؒ کی جامع الصغیر اور سخاویؒ کی مقاصد سے بروایت حضرت ابن عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ میری اُمت میں ہر وقت پانسو برگزیدہ بندے اور چالیس ابدال رہتے ہیں جب کوئی شخص ان میں سے مرجاتا ہے فوراً دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے صحابہؓ نے عرض کیا کہ ان لوگوں کے خصوصی اعمال کیا ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ظلم کرنیوالوں سے درگذر کرتے ہیں اور برائی کا معاملہ کرنے والوں سے (بھی) احسان کا برتاؤ کرتے ہیں اور اللہ کے عطا فرمائے ہوئے رزق میں لوگوں کے ساتھ ہمدردی اور غمخواری کا برتاؤ کرتے ہیں۔ ایک دوسری حدیث سے نقل کیا ہے کہ جو شخص بھوکے کو روٹی کھلائے یا ننگے کو کپڑا پہنائے یا مسافر کو شب باشی کی جگہ دے حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے ہولوں سے اس کو پناہ دیتے ہیں۔ یحییٰ برمکی حضرت سفیان ثوریؒ پر ہر ماہ ایک ہزار درہم خرچ کرتے تھے تو حضرت سفیانؒ سجدے میں ان کے لئے دعا کرتے تھے کہ یا اللہ یحییٰ نے میری دنیا کی کفایت کی تو اپنے لطف سے اس کی آخرت کی کفایت فرما۔ جب یحییٰ کا انتقال ہوا تو لوگوں نے خواب میں ان سے پوچھا کہ کیا گزری۔ انھوں نے کہا کہ سفیان کی دُعا کی بدولت مغفرت ہوئی اسکے بعد حضورؐ نے روزہ افطار کرانے کی فضیلت ارشاد فرمائی ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جو شخص حلال کمائی سے رمضان میں روزہ افطار کرائے اس پر رمضان کی راتوں میں فرشتے رحمت بھیجتے ہیں اور شب قدر میں جبرئیل علیہ السلام اس سے مصافحہ کرتے ہیں اور جس سے جبرئیلؑ مصافحہ کرتے ہیں (اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے دل میں رقت پیدا ہوتی ہے اور آنکھوں سے آنسو بہتے ہیں۔ حماد بن سلمہ ایک مشہور محدث ہیں روزانہ پچاس آدمیوں کے روزہ افطار کرانے کا اہتمام کرتے تھے[1]

افطار کی فضیلت ارشاد فرمانے کے بعد فرمایا ہے کہ اس مہینہ کا اوّل حصہ رحمت ہے یعنی اللہ شانہٗ کا انعام متوجہ ہوتا ہے اور یہ رحمت عامہ سب مسلمانوں کے لئے ہوتی ہے اس کے بعد جو لوگ اس کا شکر ادا کرتے ہیں ان کے لئے اس رحمت میں اضافہ ہوتا ہے لقولہ

---

[1] روح البیان

شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ اور اس کے درمیانی حصّہ سے مغفرت شروع ہو جاتی ہے اس لئے روزوں کا کچھ حصّہ گذشتہ چکا ہے۔ اس کا معاوضہ اور اکرام مغفرت کے ساتھ شروع ہو جاتا ہے اور آخری حصّہ تو بالکل آگ سے خلاصی ہے ہی۔

اور بھی بہت سی روایات میں ختم رمضان پر آگ سے خلاصی کی بشارتیں وارد ہوئی ہیں۔ رمضان کے تین حصے کئے گئے ہیں جیسا کہ مضمون بالا سے معلوم ہوا۔ بندۂ ناچیز کے خیال میں تین حصے رحمت اور مغفرت اور آگ سے خلاصی کے درمیان میں فرق یہ ہے کہ آدمی تین طرح کے ہیں۔ ایک وہ لوگ جن کے اوپر گناہوں کا بوجھ نہیں ان کے لئے شروع ہی سے رحمت اور ایمان کی بارش ہو جاتی ہے۔ دوسرے وہ لوگ جو معمولی گنہگار ہیں۔ ان کے لئے کچھ حصہ روزہ رکھنے کے بعد ان روزوں کی برکت اور بدلہ میں مغفرت اور گناہوں کی معافی ہوتی ہے تیسرے وہ جو زیادہ گنہگار ہیں، ان کے لئے زیادہ حصّہ روزہ رکھنے کے بعد آگ سے خلاصی ہوتی ہے اور جن لوگوں کے لئے ابتداء ہی سے رحمت بھی اور ان کے گناہ بخشے بخشائے تھے ان کا تو پوچھنا ہی کیا کہ ان کے لیے رحمتوں کے کس قدر انبار ہوں گے۔ (واللہ اعلم وعلمہ اتم)

اس کے بعد حضورؐ نے ایک اور چیز کی طرف رغبت دلائی ہے کہ آقا لوگ اپنے ملازموں پر اس مہینہ میں تخفیف رکھیں اس لئے کہ آخر وہ بھی روزہ دار ہیں۔ کام کی زیادتی سے ان کو روزہ میں دقت ہو گی۔ البتہ اگر کام زیادہ ہو تو اس میں مضائقہ نہیں کہ رمضان کے لیے ہنگامی ملازم ایک آدھ بڑھالے۔ مگر جب ہی کہ ملازم روزہ دار بھی ہو ورنہ اس کے لیے رمضان بے رمضان برابر اور اس ظلم و بے غیرتی کا تو ذکر ہی کیا کہ خود روزہ خور ہو کر بے حیا منہ سے روزہ دار ملازموں سے کام لے اور نماز روزہ کی وجہ سے اگر تعمیل میں کچھ تساہل ہو برسنے لگے وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ (ترجمہ) اور عنقریب ظالم لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیسی (مصیبت) کی جگہ لوٹ کر جائیں گے (مراد جہنم ہے) اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک میں چار چیزوں کی کثرت کا حکم فرمایا۔ اول کلمہ شہادت احادیث میں اس کو افضل الذکر ارشاد فرمایا ہے۔ مشکوٰۃ میں بروایت ابو سعیدؓ خدری نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ اللہ جل جلالہٗ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ یا اللہ تو مجھے کوئی ایسی دعا

بتلادے کہ اس کے ساتھ میں تجھے یاد کیا کروں اور دعا کیا کروں وہاں سے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ارشاد ہوا۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا کہ یہ کلمہ تو تیرے سارے ہی بندے کہتے ہیں میں تو کوئی دعا یا ذکر مخصوص چاہتا ہوں۔ وہاں سے ارشاد ہوا کہ موسیٰ اگر ساتوں آسمان اور ان کے آباد کرنے والے میرے سوا یعنی ملائکہ اور ساتوں زمین ایک پلڑہ میں رکھ دیے جاویں اور دوسرے میں کلمہ طیبہ رکھ دیا جاوے تو وہی جھک جائے گا۔

ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص اخلاص سے اس کلمہ کو کہے آسمان کے دروازے اس کے لئے فوراً کھل جاتے ہیں اور عرش تک پہنچنے میں کسی قسم کی روک نہیں ہوتی بشرطیکہ کہنے والا کبائر سے بچے عادت اللہ اسی طرح جاری ہے کہ ضرورت عامہ کی چیز کو کثرت سے مرحمت فرماتے ہیں دنیا میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیز جس قدر ضرورت کی ہوتی ہے اتنی ہی عام ہوتی ہے۔ مثلاً پانی ہے کہ عام ضرورت کی چیز ہے حق تعالیٰ شانہٗ کی بے پایاں رحمت نے اس کو کس قدر عام کر رکھا ہے اور کیمیا جیسی لغو اور بیکار چیز کو عنقا کر دیا اسی طرح کلمہ طیبہ افضل الذکر ہے۔[1] متعدد احادیث سے اس کی تمام اذکار پر افضیلت معلوم ہوتی ہے۔ اس کو سب سے عام کر رکھا ہے کہ کوئی بھی محروم نہ رہے۔ پھر بھی اگر کوئی محروم رہے تو اس کی بدبختی ہے بالجملہ بہت سی احادیث اس کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں جن کو اختصاراً ترک کیا جاتا ہے دوسری چیز جس کی کثرت کرنے کو حدیث بالا میں ارشاد فرمایا گیا وہ استغفار ہے۔ احادیث میں استغفار کی بھی بہت ہی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص استغفار کی کثرت رکھتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ ہر تنگی میں اس کے لئے راستہ نکال دیتے ہیں اور ہر غم سے خلاصی نصیب فرماتے ہیں اور اسی طرح روزی پہنچاتے ہیں کہ اس کو گمان بھی نہیں ہوتا ایک حدیث میں آیا ہے کہ آدمی گنہگار تو ہوتا ہی ہے۔ بہترین گنہگار وہ ہے جو توبہ کرتا رہے ایک حدیث قریب آنے والی ہے کہ کہ آدمی جب گناہ کرتا ہے تو ایک کالا نقطہ اس کے دل پر لگ جاتا ہے اگر توبہ کرتا ہے تو وہ دھل جاتا ہے ورنہ باقی رہتا ہے۔ اس کے بعد حضورؐ نے دو چیزیں مانگنے کا امر فرمایا ہے۔ جن کے بغیر چارہ ہی نہیں جنت کا حصول اور دوزخ سے امن۔ اللہ اپنے فضل سے مجھے بھی مرحمت فرمائے اور تمہیں بھی

---

[1] مصنف کا ایک رسالہ فضائل ذکر کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

(۲) عَنْ اَبِی هُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُعْطِیَتْ اُمَّتِیْ خَمْسَ خِصَالٍ فِیْ رَمَضَانَ لَمْ تُعْطَھُنَّ اُمَّۃٌ قَبْلَھُمْ خُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ رِّیْحِ الْمِسْکِ وَتَسْتَغْفِرُ لَھُمُ الْحِیْتَانُ حَتّٰی یُفْطِرُوْا وَیُزَیِّنُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ کُلَّ یَوْمٍ جَنَّتَہٗ ثُمَّ یَقُوْلُ یُوْشِکُ عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ اَنْ یُّلْقُوْا عَنْھُمُ الْمُؤْنَۃَ وَیَصِیْرُوْا اِلَیْکَ وَتُصَفَّدُ فِیْہِ مَرَدَۃُ الشَّیَاطِیْنِ فَلَا یَخْلُصُوْا فِیْہِ اِلٰی مَا کَانُوْا یَخْلُصُوْنَ اِلَیْہِ فِیْ غَیْرِہٖ وَیُغْفَرُ لَھُمْ فِیْ اٰخِرِ لَیْلَۃٍ قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَھِیَ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ قَالَ لَا وَلٰکِنِ الْعَامِلُ اِنَّمَا یُوَفّٰی اَجْرَہٗ اِذَا قَضٰی عَمَلَہٗ

(رواہ احمد والبزار والبیھقی ورواہ ابوالشیخ ابن حبان فی کتاب الثواب الا ان عندہ وتستغفر لھم الملٰئکۃ بدل الحیتان -کذا فی الترغیب)

ابو ہریرہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا کہ میری امت کو رمضان شریف کے بارے میں پانچ چیزیں مخصوص طور پر دی گئی ہیں جو پہلی امتوں کو نہیں ملی ہیں (۱) یہ کہ ان کے منہ کی بدبو اللہ کے نزدیک مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے (۲) یہ کہ ان کے لئے دریا کی مچھلیاں تک دعا کرتی ہیں اور افطار کے وقت تک کرتی رہتی ہیں (۳) جنت ہر روز ان کے لیے آراستہ کی جاتی ہے پھر حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ قریب ہے کہ میرے نیک بندے دنیا کی مشقتیں اپنے اوپر سے پھینک کر تیری طرف آویں (۴) اس میں سرکش شیاطین قید کر دیے جاتے ہیں کہ وہ رمضان میں ان برائیوں کی طرف نہیں پہنچ سکتے جن کی طرف غیر رمضان میں پہنچ سکتے ہیں (۵) رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کے لیے مغفرت کی جاتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ شب مغفرت شب قدر ہے۔ فرمایا نہیں بلکہ دستور یہ ہے کہ مزدور کو کام ختم ہونے کے وقت مزدوری دے دی جاتی ہے"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں پانچ خصوصیتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ جو اس امت کے لئے حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے مخصوص انعام ہوئیں اور پہلی امت کے روزہ داروں کو مرحمت نہیں ہوئیں۔ کاش ہمیں اس نعمت کی قدر ہوتی اور ہم ان خصوصی عطایا کے حصول کی کوشش کرتے۔

اوّل یہ کہ روزہ دار کے منہ کی بدبو جو بھوک کی حالت میں ہو جاتی ہے حق تعالیٰ شانہٗ کے نزدیک مشک سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ شرح حدیث کے اس لفظ کے مطلب میں آٹھ قول ہیں جن کو مؤطا کی شرح[ع] میں بندہ مفصل نقل کر چکا ہے مگر بندہ کے نزدیک ان میں سے تین قول رائج ہیں۔ اوّل یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ آخرت میں اس بدبو کا بدلہ اور ثواب خوشبو سے عطا فرمائیں گے۔ جو مشک سے زیادہ عمدہ اور دماغ پرور ہو گی یہ مطلب تو ظاہر ہے اور اس میں کچھ بُعد بھی نہیں نیز درِ منثور کی ایک روایت میں اس کی تصریح بھی ہے اس لیے یہ بمنزلہ متعین کے ہے دوسرا قول یہ ہے کہ قیامت میں جب قبروں سے اٹھیں گے تو یہ علامت ہوگی کہ روزہ دار کے منہ سے ایک خوشبو جو مشک سے بھی بہتر ہوگی وہ آئے گی۔ تیسرا مطلب جو بندہ کی ناقص رائے میں ان دونوں سے اچھا ہے وہ یہ کہ دنیا ہی میں اللہ کے نزدیک اس "بو" کی قدر مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے اور یہ امر باب المحبت سے ہے جس کو کسی سے محبت و تعلق ہوتا ہے اس کی بدبو بھی فریفتہ کے لئے ہزاروں خوشبوؤں سے بہتر ہوا کرتی ہے ؎

اے حافظِ مسکین چہ کنی مشکِ ختن را ۔۔۔ از گیسوئے احمد بستان عطر عدن را

مقصود روزہ دار کا کمال تقرب ہے، کہ بمنزلہ محبوب کے بن جاتا ہے روزہ حق تعالیٰ جل شانہٗ کی محبوب ترین عبادتوں میں سے ہے۔ اسی وجہ سے ارشاد ہے کہ ہر نیک عمل کا بدلہ ملائکہ دیتے ہیں۔ مگر روزہ کا بدلہ میں خود عطا کرتا ہوں۔ اس لیے کہ وہ خالص میرے لئے ہے۔ بعض مشائخ سے منقول ہے کہ یہ لفظ اُجْزیٰ بِہٖ ہے یعنی یہ کہ اس کے بدلہ میں مَیں خود اپنے کو دیتا ہوں اور محبوب کے ملنے سے زیادہ اونچا بدلہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ساری عبادتوں کا دروازہ روزہ ہے۔ یعنی روزہ کی وجہ سے قلب منور ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے ہر عبادت کی رغبت پیدا ہوتی

ع مؤطا امام مالک کی عربی زبان میں بہت بہترین شرح موصوف نے کی ہے جو اوجز المسالک کے نام سے مشہور ہے۔ چھ جلدوں میں ہے۔

ہے مگر جب ہی کہ روزہ بھی روزہ ہو۔ صرف بھوکا رہنا مراد نہیں بلکہ آداب کی رعایت رکھ کر جن کا بیان حدیث نمبر ۹ کے ذیل میں مفصل آئے گا۔

اس جگہ ایک ضروری مسئلہ قابل تنبیہ یہ ہے کہ اس منہ کی بدبو والی حدیثوں کی بنا پر بعض ائمہ روزہ دار کو شام کے وقت مسواک کرنے کو منع فرماتے ہیں حنفیہ کے نزدیک مسواک ہر وقت مستحب ہے۔ اس لئے کہ مسواک سے دانتوں کی بو زائل ہوتی ہے اور حدیث میں بو کا ذکر ہے وہ معدہ کے خالی ہونے کی ہے نہ کہ دانتوں کی حنفیہ کے دلائل اپنے موقع پر کتب فقہ وحدیث میں موجود ہیں۔

دوسری خصوصیت مچھلیوں کے استغفار کرنے کی ہے۔ اس سے مقصود کثرت سے دعا کرنے والوں کا بیان ہے۔ متعدد روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ ملائکہ اس کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ میرے[ع] چچا جان کا ارشاد ہے کہ مچھلیوں کی خصوصیت بظاہر اس وجہ سے ہے کہ اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَیَجْعَلُ لَھُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (ترجمہ) جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اعمال کیے۔ حق تعالیٰ شانہٗ ان کے لیے (دنیا ہی میں) محبوبیت فرمائیں گے اور حدیث پاک میں ارشاد ہے۔ جب حق تعالیٰ شانہٗ کسی بندے سے محبت فرماتے ہیں تو جبرئیل علیہ السلام سے ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے فلاں شخص پسند ہے تم بھی اس سے محبت کرو۔ وہ خود محبت کرنے لگتے ہیں اور آسمان پر آواز دیتے ہیں کہ فلاں بندہ اللہ کا پسندیدہ ہے تم سب اس سے محبت کرو پس اس آسمان والے اس سے محبت کرتے ہیں اور پھر اس کے لئے زمین پر قبولیت رکھدی جاتی ہے اور عام قاعدہ کی بات ہے کہ ہر شخص کی محبت اس کے پاس رہنے والوں کو ہوتی ہے لیکن اس کی محبت اتنی عام ہوتی ہے کہ اس پاس رہنے والوں ہی کو نہیں بلکہ دریا کے رہنے والے جانوروں کو بھی اس سے محبت ہوتی ہے کہ وہ دعا کرتے ہیں اور گویا بر سے متجاوز ہو کر بحر تک پہنچنا محبوبیت کی انتہا ہے۔ نیز جنگل کے جانوروں کا دعا کرنا بطریق اولیٰ معلوم ہو گیا تیسری خصوصیت جنت کا مزین ہونا ہے یہ بھی بہت سی روایات میں وارد ہوا ہے بعض

ع یعنی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ بانی تحریک تبلیغ بستی حضرت نظام الدینؒ : نئی دہلی :

روایات میں آیا ہے کہ سال کے شروع ہی سے رمضان کے لیے جنت کو آراستہ کرنا شروع ہو جاتا ہے اور قاعدہ کی بات ہے کہ جس شخص کے آنے کا جس قدر اہتمام ہوتا ہے اتنا ہی پہلے سے اس کا انتظام کیا جاتا ہے۔ شادی کا اہتمام مہینوں پہلے سے کیا جاتا ہے۔

چوتھی خصوصیت سرکش شیاطین کا قید ہو جانا ہے کہ جس کی وجہ سے معاصی کا زور کم ہو جاتا ہے۔ رمضان المبارک میں رحمت کے جوش اور عبادت کی کثرت کا مقتضیٰ یہ تھا کہ شیاطین بہکانے میں بہت ہی ان تھک کوشش کرتے اور پاؤں چوٹی کا زور ختم کر دیتے اور اس وجہ سے معاصی کی کثرت اس مہینہ میں اتنی ہو جاتی کہ حد سے زیادہ لیکن باوجود اس کے یہ مشاہدہ ہے اور محقق کہ مجموعی طور سے گناہوں میں بہت کمی ہو جاتی ہے۔ کتنے شرابی کبابی ایسے ہیں کہ رمضان میں خصوصیت سے نہیں پیتے اور اسی طرح گناہوں میں کھلی کمی ہو جاتی ہے لیکن اس کے باوجود گناہ ہوتے ضرور ہیں۔ مگر ان کے سرزد ہونے سے اس حدیث پاک میں تو کوئی اشکال نہیں اس لئے کہ اس کا مضمون ہی یہ ہے کہ سرکش شیاطین قید کر دیتے جاتے ہیں اس بنا پر اگر وہ گناہ غیر سرکشوں کا اثر ہو تو کچھ خلجان نہیں۔ البتہ دوسری روایات میں سرکش کی قید بغیر مطلقاً شیاطین کے مقید ہونے کا ارشاد بھی موجود ہے۔ پس اگر ان روایات سے بھی سرکش شیاطین کا ہی قید ہونا مراد ہے کہ بسا اوقات لفظ مطلق بولا جاتا ہے مگر دوسری جگہ سے اس کی قیودات معلوم ہو جاتی ہیں تب بھی کوئی اشکال نہیں رہا۔ البتہ اگر ان روایات سے سب شیاطین کا محبوس ہونا مراد ہو۔ تب بھی ان معاصی کے صادر ہونے سے کچھ خلجان نہ ہونا چاہئے اس لیے کہ اگرچہ معاصی عموماً شیاطین کے اثر سے ہوتے ہیں۔ مگر سال بھر تک ان کے تلبس اور اختلاط اور زہریلے اثر کے جماؤ کی وجہ سے نفس ان کے ساتھ اس درجہ مانوس اور متاثر ہو جاتا ہے کہ تھوڑی بہت غیبت محسوس نہیں ہوتی بلکہ وہی خیالات اپنی طبیعت بن جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بغیر رمضان کے جن لوگوں سے گناہ زیادہ سرزد ہوتے ہیں۔ رمضان میں بھی ان ہی سے زیادہ تر صدور ہوتا ہے اور آدمی کا نفس چونکہ ساتھ رہتا ہے۔ اسی لیے اس کا اثر ہے دوسری بات ایک اور بھی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب آدمی کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب میں ایک کالا نقطہ لگ جاتا ہے۔ اگر وہ سچی توبہ کر لیتا ہے تو وہ دھل جاتا ہے

ورنہ لگا رہتا ہے۔ اگر دوسری مرتبہ گناہ کرتا ہے تو دوسرا نقطہ لگ جاتا ہے حتیٰ کہ اس کا قلب بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔ پھر خیر کی بات اس کے قلب تک نہیں پہونچتی اسی کو حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے کلام پاک میں کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ سے ارشاد فرمایا ہے کہ ان کے قلوب زنگ آلود ہو گئے۔ ایسی صورت میں وہ قلوب ان گناہوں کی طرف خود متوجہ ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگ ایک نوع کے گناہ کو بے تکلف کر لیتے ہیں لیکن اسی جیسا جب کوئی دوسرا گناہ سامنے ہوتا ہے تو قلب کو اس سے انکار ہوتا ہے۔ مثلاً جو لوگ شراب پیتے ہیں۔ ان کو اگر سور کھانے کو کہا جائے تو ان کی طبیعت کو نفرت ہوتی ہے حالانکہ معصیت میں دونوں برابر ہیں، تو اسی طرح جبکہ رمضان میں وہ ان گناہوں کو کرتے رہتے ہیں تو دل ان کے ساتھ رنگے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے رمضان المبارک میں بھی ان کے سرزد ہونے کے لئے شیاطین کی ضرورت نہیں رہتی۔ بالجملہ اگر حدیث پاک سے شب شیاطین کا مقید ہو جانا مراد ہے۔ تب بھی رمضان المبارک میں گناہوں کے سرزد ہونے سے کچھ اشکال نہیں اور اگر متمرد اور خبیث شیاطین کا مقید ہونا مراد ہو تب تو کوئی اشکال ہے ہی نہیں اور بندۂ ناچیز کے نزدیک یہی توجیہ اولیٰ ہے اور ہر شخص اس پر غور کر سکتا ہے اور تجربہ کر سکتا ہے کہ رمضان المبارک میں نیکی کرنے کے لئے یا کسی معصیت سے بچنے کے لئے اتنے زور لگانے نہیں پڑتے جتنے کہ غیر رمضان میں پڑتے ہیں۔ تھوڑی سی ہمت اور توجہ کافی ہو جاتی ہے

حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ دونوں حدیثیں مختلف لوگوں کے اعتبار سے ہیں۔ یعنی فساق کے حق میں صرف متکبر شیاطین قید ہوتے ہیں اور صلحاء کے حق میں مطلقاً ہر قسم کے شیاطین محبوس ہو جاتے ہیں۔

پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ رمضان المبارک کی آخری رات میں سب روزہ داروں کی مغفرت کر دی جاتی ہے یہ مضمون پہلی روایت میں بھی گذر چکا ہے چونکہ رمضان المبارک کی راتوں میں شب قدر سب سے افضل رات ہے۔ اس لئے صحابہ کرامؓ نے خیال فرمایا کہ اتنی بڑی فضیلت اسی رات کے لئے ہو سکتی ہے۔ مگر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے فضائل

مستقل علیحدہ چیز ہے، یہ انعام تو ختم رمضان کا ہے۔

۳- عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحْضُرُوا الْمِنْبَرَ فَحَضَرْنَا فَلَمَّا ارْتَقٰى دَرَجَةً قَالَ اٰمِيْنَ فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ قَالَ اٰمِيْنَ فَلَمَّا ارْتَقَى الدَّرَجَةَ الثَّانِيَةَ قَالَ اٰمِيْنَ فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا مَا كُنَّا نَسْمَعُهٗ قَالَ اِنَّ جِبْرَئِيْلَ عَرَضَ لِيْ فَقَالَ بَعُدَ مَنْ اَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْ لَهٗ قُلْتُ اٰمِيْنَ فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّانِيَةَ قَالَ بَعُدَ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ قُلْتُ اٰمِيْنَ فَلَمَّا رَقِيْتُ الثَّالِثَةَ قَالَ بَعُدَ مَنْ اَدْرَكَ اَبَوَيْهِ الْكِبَرُ اَوْ اَحَدَهُمَا فَلَمْ يُدْخِلَاهُ الْجَنَّةَ قُلْتُ اٰمِيْنَ (رواه الحاكم وقال صحيح الاسناد وكذا فى الترغيب وقال السخاوى رواه ابن حبان فى ثقاته وصحيحه والطبرانى فى الكبير والبخارى فى بر الوالدين له والبيهقى فى الشعب وغيرهم ورجاله ثقات وبسط طرقه وروى الترمذى عن ابى هريرة بمعناه وقال ابن حجر طرقه كثيرة كما فى المرقاة

کعب بن عجرہ رضؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہو جاؤ ہم لوگ حاضر ہو گئے۔ جب حضور نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین، جب دوسرے پر قدم مبارک رکھا تو پھر فرمایا آمین، جب تیسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین، جب آپ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے (منبر پر چڑھتے ہوئے) ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت جبرئیل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے (جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو) انہوں نے کہا کہ ہلاک ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی میں نے کہا آمین پھر جب دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے آپ کا ذکر مبارک ہو اور وہ دُرود نہ بھیجے میں نے کہا آمین جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اسکے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پاویں اور وہ اس کو جنت میں داخل نہ کرائیں۔ میں نے کہا آمین!

ع بضم العین ای عن الخیر وبکسرھا ای ہلک قالہ السخاوی ۱۲ منہ

ف : اس حدیث میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے تین بددعائیں دی ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں پر آمین فرمائی۔ اوّل تو حضرت جبرئیل علیہ السلام جیسے مقرب فرشتے کی بددعا ہی کیا کم تھی اور پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین نے جتنی سخت بددعا بنادی وہ ظاہر ہے۔ اللہ ہی اپنے فضل سے ہم لوگوں کو ان تینوں چیزوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمادیں اور ان برائیوں سے محفوظ رکھیں، ورنہ ہلاکت میں کیا تردد ہے۔ درِ منثور کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضورؐ سے کہا کہ آمین کہو۔ تو حضورؐ نے فرمایا آمین، جس سے اور بھی زیادہ اہتمام معلوم ہوتا ہے۔

اوّل وہ شخص کہ جس پر رمضان المبارک گذر جائے اور اس کی بخشش نہ ہو یعنی رمضان المبارک جیسا خیر و برکت کا زمانہ بھی غفلت اور معاصی میں گزر جائے کہ رمضان المبارک میں مغفرت اور اللہ جلشانہٗ کی رحمت بارش کی طرح برستی ہے۔ پس جس شخص پر رمضان المبارک کا مہینہ بھی اسی طرح گذر جائے کہ اس کی بداعمالیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے وہ مغفرت سے محروم رہے تو اس کی مغفرت کے لئے اور کون سا وقت ہوگا اور اس کی ہلاکت میں کیا تأمل ہے اور مغفرت کی صورت یہ ہے کہ رمضان المبارک کے جو کام ہیں یعنی روزہ و تراویح ان کو نہایت اہتمام سے ادا کرنے کے بعد ہر وقت کثرت کے ساتھ اپنے گناہوں سے توبہ و استغفار کرے۔

دوسرا شخص جس کے لیے بددعا کی گئی وہ ہے۔ جس کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ پڑھے اور بھی بہت روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے اسی وجہ سے بعض علماء کے نزدیک جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو تو سننے والوں پر درود شریف کا پڑھنا واجب ہے۔ حدیث بالا کے علاوہ اور بھی بہت سی وعیدیں اس شخص کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ جس کے سامنے حضورؐ کا تذکرہ ہو اور وہ درود نہ بھیجے۔ بعض احادیث میں اس کو شقی اور بخیل تر لوگوں میں شمار کیا گیا ہے۔ نیز جفاکار اور جنت کا راستہ بھولنے والا، حتیٰ کہ جہنم میں داخل ہونے والا اور بد دین تک فرمایا ہے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور نہ دیکھے گا۔

محققین علماء نے ایسی روایات کی تاویل فرمائی ہو مگر اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ درود شریف نہ پڑھنے والے کے لئے آپ کے ظاہر ارشادات اس قدر سخت ہیں ان کا تحمل دشوار ہے اور کیوں نہ ہو آپ کے احسانات امت پر اس بسے کہیں زیادہ ہیں کہ تحریر و تقریر ان کا احصار کر سکے۔ اس کے علاوہ کہ آپ کے حقوق امت پر اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کو دیکھتے ہوئے درود شریف نہ پڑھنے والوں کے حق میں ہر وعید اور تنبیہ بجا اور موزوں معلوم ہوتی ہے۔ خود درود شریف کے فضائل اس قدر ہیں کہ ان سے محرومی مستقل بدنصیبی ہے۔ اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہوگی کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ درود بھیجے۔ حق تعالیٰ جل شانہٗ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجتے ہیں، نیز ملائکہ کا اس کے لئے دعا کرنا گناہوں کا معاف ہونا، درجات کا بلند ہونا، احد پہاڑ کے برابر ثواب ملنا، شفاعت کا اس کے لیے واجب ہونا وغیرہ وغیرہ امور مزید برآں نیز اللہ جل جلالہٗ کی رضا، اس کی رحمت، اس کے غصہ سے امان، قیامت کے ہول سے نجات مرنے سے پہلے جنت میں اپنے ٹھکانے کا دیکھ لینا وغیرہ بہت سے وعدے درود شریف کی خاص خاص مقداروں پر مقرر فرمائے گئے ہیں۔ ان سب کے علاوہ درود شریف سے تنگیٔ معیشت اور فقر دور ہوتا ہے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کے دربار میں تقرب نصیب ہوتا ہے، دشمنوں پر مدد نصیب ہوتی ہے، اور قلب کی نفاق اور زنگ سے صفائی ہوئی ہے۔ لوگوں کو اس سے محبت ہوتی ہے اور بہت سی بشارتیں ہیں جو درود شریف کی کثرت پر احادیث میں وارد ہوتی ہیں۔ فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے کہ ایک مرتبہ عمر بھر میں درود شریف کا پڑھنا عملاً فرض ہے اور اس پر علماء مذہب کا اتفاق ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو تو ہر مرتبہ درود شریف کا پڑھنا واجب ہے یا نہیں، بعض علماء کے نزدیک ہر مرتبہ درود شریف کا پڑھنا واجب ہے اور بعض کے نزدیک مستحب۔

تیسرے وہ شخص کہ جس کے بوڑھے والدین میں سے دونوں یا ایک موجود ہوں اور وہ ان کی اس قدر خدمت نہ کرے کہ جس کی وجہ سے جنت کا مستحق ہو جائے۔ والدین کے حقوق کی بھی بہت سی احادیث میں تاکید آئی ہے۔ علماء نے ان کے حقوق میں لکھا ہے کہ

مباح امور میں ان کی اطاعت ضروری ہے نیز یہ بھی لکھا ہے کہ ان کی بے ادبی نہ کرے، تکبر سے پیش نہ آئے اگرچہ وہ مشرک ہوں، اپنی آواز کو ان کی آواز سے اونچی نہ کرے۔ ان کا نام لے کر نہ پکارے، کسی کام میں ان سے پیش قدمی نہ کرے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں نرمی کرے۔ اگر قبول نہ کریں تو سلوک کرتا رہے اور ہدایت کی دعا کرتا رہے۔ غرض ہر بات میں ان کا بہت احترام ملحوظ رکھے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ جنت کے دروازوں میں سے بہترین دروازہ باپ ہے، تیرا جی چاہے اس کی حفاظت کر یا اس کو ضائع کر دے۔ ایک صحابی رضؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ والدین کا کیا حق ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تیری جنت ہیں یا جہنم یعنی ان کی رضا جنت ہے اور ناراضگی جہنم ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مطیع بیٹے کی محبت اور شفقت سے ایک نگاہ والد کی طرف ایک مقبول حج کا ثواب رکھتی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ شرک کے سوا تمام گناہوں کو جس قدر دل چاہے اللہ معاف فرما دیتے ہیں مگر والدین کی نافرمانی کا مرنے سے قبل دنیا میں بھی وبال پہنچاتے ہیں ایک صحابیؓ نے عرض کیا کہ میں جہاد میں جانے کا ارادہ کرتا ہوں، حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ تیری ماں بھی زندہ ہے انہوں نے عرض کیا کہ ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس کی خدمت کر کہ اس کے قدموں کے نیچے تیرے لئے جنت ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کی رضا باپ کی رضا میں ہے اور اللہ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے اور بہت سی روایات میں اس کا اہتمام اور فضل وارد ہوا ہے۔ جو لوگ کسی غفلت سے اس میں کوتاہی کر چکے ہیں اور اب ان کے والدین موجود نہیں۔ شریعت مطہرہ میں اس کی تلافی بھی موجود ہے ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس کے والدین اس حالت میں مر گئے ہوں کہ وہ ان کی نافرمانی کرتا ہو تو ان کے لیے کثرت سے دعا اور استغفار کرنے سے مطیع شمار ہو جاتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بہترین بھلائی باپ کے بعد اس کے ملنے والوں سے حسن سلوک ہے۔

(۴) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رضؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَوْمًا وَّحَضَرَنَا رَمَضَانُ اَتَاکُمْ رَمَضَانُ شَھْرُ بَرَکَۃٍ یَغْشَاکُمُ اللّٰہُ

حضرت عبادہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے رمضان المبارک کے قریب ارشاد فرمایا کہ رمضان کا مہینہ آگیا ہے۔ جو بڑی برکت والا ہے

فِيْهِ فَيُنْزِلُ الرَّحْمَةَ وَيَحُطُّ الْخَطَايَا وَ يَسْتَجِيْبُ فِيْهِ الدُّعَاءَ يَنْظُرُ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلٰى تَنَافُسِكُمْ فِيْهِ وَيُبَاهِيْ بِكُمْ مَلٰئِكَتَهٗ فَاَرُوا اللّٰهَ مِنْ اَنْفُسِكُمْ خَيْرًا فَاِنَّ الشَّقِيَّ مَنْ حُرِمَ فِيْهِ رَحْمَةَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (رواه الطبرانی ورواته ثقات الا ان محمد ابن قیس لا یحضرنی فیه جرح ولا تعدیل کذا فی الترغیب)

حق تعالیٰ شانہٗ اس میں تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اپنی رحمتِ خاصہ نازل فرماتے ہیں تمہارے تنافس کو دیکھتے ہیں اور ملائکہ سے فخر کرتے ہیں۔ پس اللہ کو اپنی نیکی دکھلاؤ بدنصیب ہے وہ شخص جو اس مہینہ میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہ جاوے

ف: تنافس اس کو کہتے ہیں کہ دوسرے کی حرص میں کام کیا جائے اور مقابلہ پہ دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کام کیا جاوے تفاخر اور تقابل والے آویں اور یہاں اپنے اپنے جوہر دکھلاویں فخر کی بات نہیں تحدیث بالنعمۃ کے طور پر لکھتا ہوں۔ اپنی نااہلیت سے خود اگرچہ کچھ نہیں کرسکتا مگر اپنے گھرانہ کی عورتوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہوں کہ اکثروں کو اس کا اہتمام رہتا ہے۔ کہ دوسری سے تلاوت میں بڑھ جاوے خانگی۔ کاروبار کے ساتھ پندرہ بیس پارے روزانہ بے تکلف پورے کرلیتی ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنی رحمت سے قبول فرماویں اور زیادتی کی توفیق عطا فرماویں

(۵) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی عُتَقَاءَ فِیْ كُلِّ یَوْمٍ وَلَیْلَةٍ یَعْنِیْ فِیْ رَمَضَانَ وَاِنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ كُلِّ یَوْمٍ وَلَیْلَةٍ دَعْوَةً مُّسْتَجَابَةً (رواه البزار کذا فی الترغیب)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رمضان المبارک کی ہر شب و روز میں اللہ کے یہاں سے (جہنم کے) قیدی چھوڑے جاتے ہیں اور مسلمان کے لئے ہر شب و روز میں ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔

ف: بہت سی روایات میں روزے دار کی دعا قبول ہونا وارد ہوا ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ افطار کے وقت دعا قبول ہوتی ہے مگر ہم لوگ اس وقت کھانے پر اس طرح گرتے ہیں کہ دعا مانگنے کی تو کہاں فرصت خود افطار

کی دعا بھی یاد نہیں رہتی افطار کی مشہور دُعا یہ ہے، اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَ عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ (ترجمہ) اے اللہ تیرے ہی لیے روزہ رکھا اور تجھی پر ایمان لایا ہوں اور تجھی پر بھروسہ ہے۔ تیرے ہی رزق سے افطار کرتا ہوں۔

حدیث کی کتابوں میں یہ دعا مختصر ملتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ افطار کے وقت یہ دعا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْئٍ اَنْ تَغْفِرَ لِیْ ترجمہ: اے وسیع عطا والے میری مغفرت فرما دے۔ بعض کتب میں خود حضورؐ سے یہ دعا منقول ہے یَا وَاسِعَ الْفَضْلِ ترجمہ: اے وسیع عطا والے میری مغفرت فرما اور بھی متعدد دعائیں روایات میں وارد ہوئی ہیں۔ مگر کسی دعا کی تخصیص نہیں اجابت دعا کا وقت ہے اپنی اپنی ضرورت کے لیے دعا فرمائیں۔ یاد آجاوے تو اس سیاہ کار کو بھی شامل فرمالیں کہ سائل ہوں اور سائل کا حق ہوتا ہے۔

چشمۂ فیض سے گر ایک اشارا ہو جائے
لطف ہو آپ کا اور کام ہمارا ہو جائے

(۶) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثَۃٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُھُمُ الصَّائِمُ حَتّٰی یُفْطِرَ وَالْاِمَامُ الْعَادِلُ وَدَعْوَۃُ الْمَظْلُوْمِ یَرْفَعُھَا اللّٰہُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَیُفْتَحُ لَھَا اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَیَقُوْلُ الرَّبُّ وَعِزَّتِیْ لَاَنْصُرَنَّکَ وَلَوْ بَعْدَ حِیْنٍ۔ (رواہ احمد فی حدیث والترمذی وحسنہ وابن خزیمۃ وابن حبان فی صحیحیھما کذا فی الترغیب)

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی ایک روزہ دار کی افطار کے وقت، دوسرے عادل بادشاہ کی دعا، تیسرے مظلوم کی جس کو حق تعالیٰ شانہٗ بادلوں سے اوپر اٹھا لیتے ہیں اور آسمان کے دروازے اس کے لئے کھول دیئے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ میں تیری ضرور مدد کروں گا۔ گو (کسی مصلحت سے) کچھ دیر ہو جائے۔

ف: درمنثور میں حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے، جب رمضان آتا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا رنگ بدل جاتا تھا اور نماز میں اضافہ ہو جاتا تھا اور دعا میں بہت عاجزی فرماتے تھے اور خوف غالب ہو جاتا تھا۔ دوسری روایت میں فرماتی ہیں کہ رمضان کے ختم تک

بستر پر تشریف نہیں لاتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ رمضان میں عرش کے اٹھانے والے فرشتوں کو حکم فرمادیتے ہیں کہ اپنی اپنی عبادت چھوڑ دو اور روزہ داروں کی دعا پر آمین کہا کرو۔ بہت روایات سے رمضان کی دعا کا خصوصیت سے قبول ہونا معلوم ہوتا ہے اور یہ بے تردد بات ہے کہ جب اللہ کا وعدہ ہے اور سچے رسُول کا نقل کیا ہوا ہے تو اس کے پورا ہونے میں کچھ تردد نہیں، لیکن اس کے بعد بھی بعض لوگ کسی غرض کے لئے دعا کرتے ہیں۔ مگر وہ کام نہیں ہوتا تو اس سے یہ نہیں سمجھ لینا چاہئے کہ وہ دعا قبول نہیں ہوئی بلکہ قبول ہونے کے معنی سمجھ لینا چاہیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب مسلمان دعا کرتا ہے۔ بشرطیکہ قطع رحمی یا کسی گناہ کی دُعا نہ کرے تو حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں سے تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور ملتی ہے یا خود وہی چیز ملتی ہے۔ جس کی دعا کی یا اس کے بدلے میں کوئی برائی یا مصیبت اس سے ہٹادی جاتی ہے یا آخرت میں اسی قدر ثواب اس کے حصے میں لگادیا جاتا ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ بندہ کو بلاکر ارشاد فرمائیں گے کہ اے میرے بندے میں نے تجھے دعا کرنے کا حکم دیا تھا اور اس کے قبول کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ تونے مجھ سے دُعا مانگی تھی وہ عرض کرے گا کہ مانگی تھی کہ فلاں تکلیف ہٹادی جائے میں نے اس کو دنیا میں پورا کر دیا تھا اور فلاں غم کے دفع ہونے کے لئے دعا کی تھی۔ مگر اس کا اثر کچھ تجھے معلوم نہیں ہُوا۔ میں نے اس کے بدلے میں فلاں اجر و ثواب تیرے لیے متعین کیا۔ حضور ؐ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کو ہر ہر دعا یاد کرائی جاوے گی اور اس کا دنیا میں پورا ہونا یا آخرت میں اس کا عوض بتلادیا جاوے گا۔ اس اجر و ثواب کی کثرت کو دیکھ کر وہ بندہ اس کی تمنا کرے گا کہ کاش دنیا میں اس کی کوئی بھی دعا پوری نہ ہوتی کہ یہاں اس کا اس قدر اجر ملتا۔ غرض دعا نہایت ہی اہم چیز ہے۔ اس کی طرف سے غفلت بڑے سخت نقصان اور خسارہ کی بات ہے اور ظاہر میں اگر قبول کے آثار نہ دیکھیں تو بد دل نہ ہونا چاہیئے۔

اس رسالہ کے ختم پر جو لمبی حدیث آرہی ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں حق تعالیٰ

شانہٗ بندہ ہی کے مصالح پر نظر فرماتے ہیں۔ اگر اس کے لئے اس چیز کا عطا فرمانا مصلحت ہوتا ہے تو مرحمت فرماتے ہیں ورنہ نہیں۔ یہ بھی اللہ کا بڑا احسان ہے کہ ہم لوگ بسا اوقات اپنی نافہمی سے ایسی چیز مانگتے ہیں جو ہمارے مناسب نہیں ہوتی۔ اس کے ساتھ دوسری ضروری اور اہم بات قابل لحاظ یہ ہے کہ بہت سے مرد اور عورتیں تو خاص طور سے اس مرض میں مبتلا ہیں کہ بسا اوقات غصے اور رنج میں اولاد وغیرہ کو بددعا دیتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ اللہ جل شانہٗ کے عالی دربار میں بعض اوقات ایسے خاص قبولیت کے ہوتے ہیں کہ جو مانگو مل جاتا ہے۔ یہ احمق غصہ میں اوّل تو اولاد کو کوستی ہیں اور جب وہ مر جاتی ہے۔ یا کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاتی ہے تو پھر روتی پھرتی ہیں۔ اور اس کا خیال بھی نہیں آتا کہ مصیبت خود ہی اپنی بددعا سے مانگی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اپنی جانوں اور اولاد کو نیز مال اور خادموں کو بددعا نہ دیا کرو، مبادا اللہ کے کسی ایسے خاص وقت میں واقع ہو جائے جو مقبولیت کا ہے بالخصوص رمضان المبارک کا تمام مہینہ تو بہت ہی خاص وقت ہے۔ اس میں اہتمام سے بچنے کی کوشش اشد ضروری ہے

حضرت عمرؓ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ رمضان المبارک میں اللہ کو یاد کرنے والا شخص بخشا بخشایا ہے اور اللہ سے مانگنے والا نامراد نہیں رہتا۔

حضرت ابن مسعودؓ کی ایک روایت سے ترغیب میں نقل کیا ہے کہ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی پکارتا ہے کہ اے خیر کے تلاش کرنے والے متوجہ ہو اور آگے بڑھ اور اے برائی کے طلبگار بس کر اور آنکھیں کھول۔ اس کے بعد وہ فرشتہ کہتا ہے کوئی مغفرت کا چاہنے والا ہے کہ اس کی مغفرت کی جائے۔ کوئی توبہ کرنے والا ہے کہ اس کی توبہ قبول کی جائے کوئی دعا کرنے والا ہے کہ اس کی دعا قبول کی جائے۔ کوئی مانگنے والا ہے کہ اس کا سوال پورا کیا جائے۔ اس سب کے بعد یہ امر بھی نہایت ضروری اور قابل لحاظ ہے کہ دعا قبول ہونے کے لئے کچھ شرائط بھی وارد ہوئی ہیں کہ سب کے فوت ہو جانے سے بسا اوقات دعا رد کر دی جاتی ہے۔ منجملہ ان کے حرام غذا ہے کہ اس کی وجہ سے بھی دعا واردہو جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے پریشان حال آسمان کی طرف ہاتھ کھینچ کر دعا مانگتے ہیں اور یارب یارب کرتے ہیں۔ مگر کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام، ایسی حالت میں کہاں دعا قبول ہو سکتی ہے۔

مورخین نے لکھا ہے کہ کوفہ میں مستجاب الدعا لوگوں کی ایک جماعت تھی۔ جب کوئی حاکم ان پر مسلط ہوتا اس کے لئے بددعا کرتے، وہ ہلاک ہو جاتا۔ حجاج ظالم کا جب وہاں تسلط ہوا تو اس نے ایک دعوت کی جس میں ان حضرات کو خاص طور سے شریک کیا اور جب کھانے سے فارغ ہو چکے تو اس نے کہا کہ میں ان لوگوں کی بددعا سے محفوظ ہو گیا کہ حرام کی روزی ان کے پیٹ میں داخل ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہمارے زمانہ کی حلال روزی پر بھی ایک نگاہ ڈالی جائے۔ جہاں ہر وقت سود تک کے جواز کی کوششیں جاری ہوں، ملازمین رشوت کو اور تاجر دھوکہ دینے کو بہتر سمجھتے ہوں۔

(۷) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى الْمُتَسَحِّرِيْنَ۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط وابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب)

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ خود حق تعالیٰ شانہٗ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں۔

ف: کس قدر اللہ جل جلالہٗ کا انعام و احسان ہے کہ روزہ کی برکت سے اس سے پہلے کھانے کو جس کو سحری کہتے ہیں امت کے لئے ثواب کی چیز بنا دیا اور اس میں مسلمانوں کو اجر دیا جاتا ہے۔ بہت سی احادیث میں سحر کھانے کی فضیلت اور اجر کا ذکر ہے۔ علامہ عینیؒ نے سترہ صحابہؓ سے اس کی فضیلت کی احادیث نقل کی ہیں اور اس کے مستحب ہونے پر اجماع نقل کیا ہے بہت سے لوگ کاہلی کی وجہ سے اس فضیلت سے محروم رہ جاتے ہیں اور بعض لوگ تراویح پڑھ کر کھانا کھا کر سو جاتے ہیں اور وہ اس کے ثواب سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اس لئے کہ لغت میں سحر اس کھانے کو کہتے ہیں۔ جو صبح کے قریب کھایا جائے۔ جیسا کہ قاموس نے لکھا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ آدھی رات سے اس کا وقت شروع ہو جاتا ہے[۱] صاحب کشافؒ نے اخیر کے چھٹے حصے کو بتلایا ہے یعنی تمام رات کو چھ حصوں پر تقسیم کر کے اخیر کا حصہ مثلاً اگر غروب آفتاب سے طلوع صادق تک بارہ گھنٹے ہوں تو اخیر کے دو گھنٹے سحر کا وقت ہے اور ان میں بھی تاخیر اولیٰ ہے۔ بشرطیکہ اتنی تاخیر نہ ہو کہ روزہ میں شک ہونے لگے۔ سحر کی فضیلت بہت سی احادیث میں آئی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہمارے اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے روزہ

[۱] مرقاۃ

میں سحری کھانے سے فرق ہوتا ہے کہ وہ سحری نہیں کھاتے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ سحری کھایا کرو کہ اس میں برکت ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ تین چیزوں میں برکت ہے، جماعت میں اور ثرید میں اور سحری کھانے میں، اس حدیث میں جماعت سے عام مراد ہے، نماز کی جماعت اور ہر وہ کام جس کو مسلمانوں کی جماعت مل کر کرے کہ اللہ کی مدد اس کے ساتھ فرمائی گئی ـــ در ثرید گوشت میں پکی ہوئی روٹی کہلاتی ہے۔ جو نہایت لذیذ کھانا ہوتا ہے۔ تیسرے سحری۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی صحابیؓ کو اپنے ساتھ سحر کھلانے کے لئے بلاتے تو ارشاد فرماتے کہ آؤ برکت کا کھانا کھالو۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ سحری کھا کر روزہ پر قوت حاصل کرو اور دوپہر کو سو کر اخیر شب کے اٹھنے پر مدد چاہا کرو۔

حضرت عبد اللہ بن حارثؓ ایک صحابی سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضورؐ کی خدمت میں ایسے وقت حاضر ہوا کہ آپ سحری نوش فرمار ہے تھے، آپ نے فرمایا کہ یہ ایک برکت کی چیز ہے جو اللہ نے تم کو عطا فرمائی ہے۔ اس کو مت چھوڑنا۔ حضورؐ نے متعدد روایات میں سحور کی ترغیب فرمائی ہے حتیٰ کہ ارشاد ہے کہ اور کچھ نہ ہو تو ایک چھوارہ ہی کھالے یا ایک گھونٹ پانی ہی پی لے۔ اس لئے روزہ داروں کو اس ہم خرما وہم ثواب کا خاص طور سے اہتمام کرنا چاہیے کہ اپنی راحت اپنا نفع اور مفت کا ثواب۔ مگر اتنا ضروری ہے کہ افراط و تفریط ہر چیز میں مضر ہے۔ اس لئے نہ اتنا کم، کھاوے کہ عبادات میں ضعف محسوس ہونے لگے اور نہ اتنا زیادہ کھاوے کہ دن بھر کھٹی ڈکاریں آتی رہیں۔ خود ان احادیث میں بھی اس طرف اشارہ ہے کہ چاہے ایک چھوارہ ہو یا ایک گھونٹ پانی۔ نیز مستقل احادیث میں بھی بہت کھانے کی ممانعت آئی ہے حافظ ابن حجرؒ بخاری کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ سحری کی برکات مختلف وجوہ سے ہیں۔ اتباع سُنّت اہل کتاب کی مخالفت کہ وہ سحری نہیں کھاتے اور ہم لوگ حتی الوسع ان کی مخالفت کے مامور ہیں۔

نیز عبادت پر قوت، عبادت میں دل بستگی کی زیادتی، نیز شدت بھوک سے اکثر بدخلقی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کی مدافعت اس وقت کوئی ضرورت مند سائل آجائے تو اس کی اعانت کوئی پڑوس میں غریب فقیر ہو اس کی مدد، یہ وقت خصوصیت سے قبولیت دعا کا ہے۔ سحری کی بدولت دعا کی توفیق ہو جاتی ہے۔ اس وقت میں ذکر کی توفیق ہو جاتی ہے۔

وغیرہ وغیرہ۔

ابن دقیق العید رحؒ کہتے ہیں کہ صوفیا کو سحور کے مسئلہ میں کلام ہے کہ وہ مقصد روزہ کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ مقصد روزہ پیٹ اور شرم گاہ کی شہوت کا توڑنا ہے اور سحری کھانا اس مقصد کے خلاف ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ مقدار میں اتنا کھانا کہ یہ مصلحت بالکلیہ فوت ہو جائے۔ یہ تو بہتر نہیں اس کے علاوہ حسب حیثیت وضرورت مختلف ہوتا رہتا ہے۔ بندہ کے ناقص خیال میں اس بارے میں قول فیصل یہی ہے کہ اصل سحور و افطار میں تقلیل ہے۔ مگر حسب ضرورت اس میں تغیر ہو جاتا ہے۔ مثلاً طلباء کی جماعت کہ ان کے لئے تقلیل طعام منافع صوم کے حاصل ہونے کے ساتھ تحصیل علم کی مضرت کو شامل ہے۔ اس لئے ان کے لئے بہتر یہ ہے کہ تقلیل نہ کریں کہ علم دین کی اہمیت شریعت میں بہت زیادہ ہے۔ اسی طرح ذاکرین کی جماعت علیٰ ہذا دوسری جماعتیں جو تقلیل طعام کی وجہ سے کسی دینی کام میں اہمیت کے ساتھ مشغول نہ ہو سکیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ جہاد کو تشریف لے جاتے ہوئے اعلان فرما دیا کہ سفر میں روزہ نیکی نہیں حالانکہ رمضان المبارک کا روزہ تھا۔ مگر اس جگہ جہاد کا تقابل آپڑا تھا۔ البتہ جس جگہ کسی ایسے دینی کام میں جو روزے سے زیادہ اہم ہو ضعف اور کسل پیدا نہ ہو وہاں تقلیل طعام ہی مناسب ہے۔ شرح اقناع میں علامہ شعرانیؒ سے نقل کیا ہے کہ ہم سے اس پر عہد لیے گئے کہ پیٹ بھر کر کھانا نہ کھائیں بالخصوص رمضان المبارک کی راتوں میں بہتر یہ ہے کہ رمضان کے کھانے میں غیر رمضان سے کچھ تقلیل کرے۔ اس لئے کہ افطار و سحر میں جو شخص پیٹ بھر کر کھائے۔ اس کا روزہ ہی کیا ہے۔ مشائخ نے کہا ہے۔ کہ جو شخص رمضان میں بھوکا رہے آئندہ رمضان تک تمام سال شیطان کے زور سے محفوظ رہتا ہے اور بھی بہت سے مشائخ سے اس باب میں شدت منقول ہے۔

شرح احیاء میں عوارف سے نقل کیا ہے کہ سہل بن عبد اللہ تستری رحؒ پندرہ روز میں ایک مرتبہ کھانا تناول فرماتے تھے اور رمضان المبارک میں ایک لقمہ البتہ روزانہ اتباع سنت کی وجہ سے محض پانی سے روزہ افطار فرماتے تھے، حضرت جنیدؒ ہمیشہ روزہ رکھتے۔ لیکن (اللہ والے دوستوں میں سے کوئی آتا تو اس کی وجہ سے روزہ افطار فرماتے اور فرمایا کرتے تھے کہ (ایسے) دوستوں کے ساتھ کھانے کی فضیلت کچھ روزہ کی فضیلت سے کم نہیں اور بھی سلف کے

ہزاروں واقعات اس کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ کھانے کی کمی کے ساتھ نفس کی تادیب کرتے تھے۔ مگر شرط وہی ہے کہ اس کی وجہ سے اور دینی اہم امور میں نقصان نہ ہو۔

(۸) عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رُبَّ صَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ صِیَامِہٖ اِلَّا الْجُوْعُ وَرُبَّ قَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ قِیَامِہٖ اِلَّا السَّھَرُ (رواہ ابن ماجۃ واللفظ لہٗ والنسائی وابن خزیمۃ فی صحیحہ والحاکم وقال علی شرط البخاری ذکر لفظھما المنذری فی الترغیب بمعناہ۔

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ بہت سے روزہ رکھنے والے ایسے ہیں کہ ان کو روزہ کے ثمرات میں بجز بھوکا رہنے کے کچھ بھی حاصل نہیں اور بہت سے شب بیدار ایسے ہیں کہ ان کو رات کے جاگنے (کی مشقت) کے سوا کچھ بھی نہ ملا۔

ف: علماء کے اس حدیث کی شرح میں چند اقوال ہیں اوّل یہ کہ اس سے وہ شخص مراد ہے جو دن بھر روزہ رکھ کر مال حرام سے افطار کرتا ہے کہ جتنا ثواب روزہ کا ہوا تھا۔ اس سے زیادہ گناہ حرام مال کھانے کا ہو گیا اور دن بھر بھوکا رہنے کے سوا اور کچھ نہ ملا۔

دوسرے یہ کہ وہ شخص مراد ہے جو روزہ رکھتا ہے، لیکن غیبت میں بھی مبتلا رہتا ہے جس کا بیان آگے آرہا ہے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ روزہ کے اندر گناہ وغیرہ سے احتراز نہیں کرتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات جامع ہوتے ہیں۔ یہ سب صورتیں اس میں داخل ہیں اور ان کے علاوہ بھی اسی طرح جاگنے کا حال ہے کہ رات بھر شب بیداری کی، مگر تفریحاً تھوڑی سی غفلت یا کوئی اور حماقت بھی کر لی تو وہ سارا جاگنا بیکار ہو گیا، مثلاً صبح کی نماز ہی قضا کر دی یا محض ریا اور شہرت کے لیے جاگا تو وہ بیکار ہے۔

(۹) عَنْ اَبِیْ عُبَیْدَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلصِّیَامُ جُنَّةٌ مَالَمْ یَخْرِقْھَا (رواہ النسائی وابن ماجہ وابن خزیمۃ والحاکم وصححہ علی شرط البخاری والفاظھم مختلفۃ حکاھا المنذری فی الترغیب)

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ روزہ آدمی کے لیے ڈھال ہے جب تک اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔

ف: ڈھال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جیسے آدمی ڈھال سے اپنی حفاظت کرتا ہے۔ اسی

طرح روزہ سے بھی اپنے دشمن یعنی شیطان سے حفاظت ہوتی ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ روزہ حفاظت ہے اللہ کے عذاب سے، دوسری روایت میں ہے کہ روزہ جہنم سے حفاظت ہے۔

ایک روایت میں وارد ہوا ہے کہ کسی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ روزہ کس چیز سے پھٹ جاتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جھوٹ اور غیبت سے، ان دونوں روایتوں میں اور اسی طرح اور بھی متعدد روایات میں روزہ میں اس قسم کے امور سے بچنے کی تاکید آئی ہے اور روزہ کا گویا ضائع کردینا اس کو قرار دیا ہے۔ ہمارے اس زمانہ میں روزہ کے کاٹنے کے لئے مشغلہ اس کو قرار دیا جاتا ہے کہ واہی تباہی میری تیری باتیں شروع کردی جائیں۔ بعض علماء کے نزدیک جھوٹ اور غیبت سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، یہ دونوں چیزیں ان حضرات کے نزدیک اگرچہ روزہ ٹوٹتا نہیں مگر روزہ کے برکات جاتے رہنے سے توکسی کو بھی انکار نہیں۔

مشائخ نے روزہ کے آداب میں چھ امور تحریر فرمائے ہیں کہ روزہ دار کو ان کا اہتمام ضروری ہے۔ اوّل نگاہ کی حفاظت کہ کسی بے محل جگہ پر نہ پڑے حتیٰ کہ کہتے ہیں کہ بیوی پر بھی شہوت کی نگاہ نہ پڑے۔ پھر اجنبی کا کیا ذکر اور اسی طرح کسی لہو ولعب وغیرہ ناجائز جگہ نہ پڑے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نگاہ ابلیس کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو شخص اس سے اللہ کے خوف کی وجہ سے بچ رہے۔ حق تعالیٰ جل شانہٗ اس کو ایسا نور ایمانی نصیب فرماتے ہیں، جس کی حلاوت اور لذت قلب میں محسوس کرتا ہے، صوفیا نے بے محل کی تفسیر یہ کی ہے کہ ہر ایسی چیز کا دیکھنا اس میں داخل ہے۔ جو دل کو حق تعالیٰ جل شانہٗ سے ہٹا کر کسی دوسری طرف متوجہ کردے۔ دوسری چیز زبان کی حفاظت ہے، جھوٹ، چغلخوری، لغو بکواس، غیبت، بدگوئی بدکلامی جھگڑا وغیرہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ روزہ آدمی کے لیے ڈھال ہے۔ اس لیے روزہ دار کو چاہئے کہ زبان سے کوئی فحش بات یا جہالت کی بات مثلاً تمسخر جھگڑا وغیرہ نہ کرے اگر کوئی دوسرا جھگڑنے لگے تو کہہ دے کہ میرا روزہ ہے اور اگر وہ بیوقوف ناسمجھ ہو تو اپنے دل کو سمجھادے کہ تیرا روزہ ہے۔ تجھے ایسی لغویات کا جواب مناسب نہیں بالخصوص

غیبت اور جھوٹ سے تو احتراز بہت ہی ضروری ہے کہ بعض علماء کے نزدیک اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو عورتوں نے روزہ رکھا، روزہ میں اس شدت سے بھوک لگی کہ ناقابل برداشت بن گئی۔ ہلاکت کے قریب پہنچ گئیں۔ صحابۂ کرامؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو حضور نے ایک پیالہ ان کے پاس بھیجا اور ان دونوں کو اس میں قے کرنے کا حکم فرمایا۔ دونوں نے قے کی تو اس میں گوشت کے ٹکڑے اور تازہ کھایا ہوا خون نکلا۔ لوگوں کو حیرت ہوئی تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ انہوں نے حق تعالیٰ شانہٗ کی حلال روزی سے تو روزہ رکھا اور حرام چیزوں کو کھایا کہ دونوں عورتیں لوگوں کی غیبت کرتی رہیں۔ اس حدیث سے ایک مضمون اور بھی مترشح ہوتا ہے کہ غیبت کرنے کی وجہ سے روزہ بہت زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ دونوں عورتیں روزہ کی وجہ سے مرنے کے قریب ہوگئیں۔ اسی طرح اور بھی گناہوں کا حال ہے اور تجربہ اس کی تائید کرتا ہے کہ روزہ میں اکثر متقی لوگوں پر ذرا بھی اثر نہیں ہوتا اور فاسق لوگوں کی اکثر بری حالت ہوتی ہے۔ اس لیے اگر یہ چاہئیں کہ روزہ نہ لگے۔ تب بھی اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ گناہوں میں اس حالت سے گریز کرے، بالخصوص غیبت سے جس کو لوگوں نے روزہ کاٹنے کا مشغلہ تجویز کر رکھا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے کلام پاک میں غیبت کو اپنے بھائی کے مردار گوشت سے تعبیر فرمایا ہے اور احادیث میں بھی بکثرت اس قسم کے واقعات ارشاد فرمائے گئے ہیں۔ جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کی غیبت کی گئی۔ اس کا حقیقۃً گوشت کھایا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ چند لوگوں کو دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ دانتوں میں خلال کرو انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے تو آج گوشت چکھا بھی نہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ فلاں شخص کا گوشت تمہارے دانتوں کو لگ رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ ان کی غیبت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ اپنے حفظ میں رکھے کہ ہم لوگ اس سے بہت ہی غافل ہیں۔ عوام کا ذکر نہیں خواص بھی مبتلا ہیں۔ ان لوگوں کو چھوڑ کر جو دنیادار کہلاتے ہیں۔ دینداروں کی مجالس بھی بالعموم اس سے کم خالی ہوتی ہیں۔ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اکثر اس کو غیبت بھی نہیں سمجھا جاتا ہے۔ اگر اپنے یا کسی کے دل میں کچھ کھٹکا بھی پیدا ہو تو اس پر اظہار واقعہ کا پردہ ڈال دیا جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ غیبت کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ کسی کی پس پشت ایسی بات کرنی۔ جو اسے ناگوار ہو سائل

نے پوچھا کہ اگر اس میں واقعۃً وہ بات موجود ہو، جو کہی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ہی تو غیبت ہے اگر واقعۃً موجود نہ ہو تب بہتان ہے۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گذر ہوا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب قبر ہو رہا ہے ایک کو لوگوں کی غیبت کرنے کی وجہ سے دوسرے کو پیشاب سے احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ سود کے ستّر سے زیادہ باب ہیں۔ سب سے سہل اور ہلکا درجہ اپنی ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے اور ایک درہم سود کا پینتیس زنا سے زیادہ سخت ہے اور بدترین سود اور سب سے زیادہ خبیث ترین سود مسلمان کی آبرو ریزی ہے۔ احادیث میں غیبت اور مسلمان کی آبرو ریزی پر سخت سے سخت وعیدیں آئی ہیں۔ میرا دل چاہتا تھا کہ ان میں سے کچھ معتدبہ روایات جمع کروں اس لیے کہ ہماری مجلسیں اس سے بہت ہی زیادہ پُر رہتی ہیں مگر مضمون دوسرا ہے۔ اس لیے اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو اس بلا سے محفوظ فرمائیں اور بزرگوں اور دوستوں کی دُعا سے مجھ سیہ کار کو بھی محفوظ فرمائیں کہ باطنی امراض میں کثرت سے مبتلا ہوں۔ ؎

کبر و نخوت جہل و غفلت حسد و کینہ بدظنی ۔۔۔ کذب و بدعہدی ریا و بغض و غیبت دشمنی

کون بیماری ہے یارب جو نہیں مجھ میں ہوئی ۔۔۔ عَافِنِی مِنْ کُلِّ دَاءٍ وَاقْضِ عَنِّی حَاجَتِیْ

اِنَّ لِیْ قَلْبًا سَقِیْمًا اَنْتَ شَافِ الْعَلِیْلِ

تیسری چیز جس کا روزہ دار کو اہتمام ضروری ہے۔ وہ کان کی حفاظت ہے۔ ہر مکروہ چیز جس کا کہنا اور زبان سے نکالنا ناجائز ہے اس کی طرف کان لگانا اور سننا بھی ناجائز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ غیبت کا کرنے والا اور سننے والا دونوں گناہ میں شریک ہیں۔ چوتھی چیز باقی اعضاء بدن مثلاً ہاتھ کا ناجائز چیز کے پکڑنے سے پاؤں کا ناجائز چیز کی طرف چلنے سے رُکنا اور اسی طرح اور باقی اعضاء بدن کا۔ اسی طرح پیٹ کا افطار کے وقت مشتبہ چیز سے محفوظ رکھنا، جو شخص روزہ رکھ کر حرام مال سے افطار کرتا ہے۔ اس کا حال اس شخص کا ہے کہ کسی مرض کے لئے دوا کرتا ہے۔ مگر اس میں تھوڑا سنکھیا بھی ملا لیتا ہے کہ اس مرض کے لیے تو وہ دوا مفید ہو جائے گی۔ مگر یہ زہر ساتھ ہی ہلاک بھی کر دے گا۔

پانچویں چیز افطار کے وقت حلال مال سے بھی اتنا زیادہ نہ کھانا کہ شکم سیر ہو جائے اس لیے کہ روزہ کی غرض اس سے فوت ہو جاتی ہے، مقصود روزہ سے قوت شہوانیہ اور بہیمیہ کا کم کرنا ہے اور قوت نورانیہ اور ملکیہ کا بڑھانا ہے، گیارہ مہینہ تک بہت کچھ کھایا ہے۔ اگر ایک مہینہ اس میں کچھ کمی ہو جائے گی تو کیا جان نکل جائے گی۔ مگر ہم لوگوں کا حال یہ ہے کہ افطار وقت تلافی مافات میں اور سحر کے وقت حفظ ماتقدم میں اتنی زیادہ مقدار کھا لیتے ہیں کہ بغیر رمضان کے اور بغیر روزہ کی حالت کے اتنی مقدار کھانے کی نوبت بھی نہیں آتی رمضان المبارک بھی ہم لوگوں کے لئے خوید کا کام دیتا ہے۔ علامہ غزالیؒ لکھتے ہیں کہ روزہ کی غرض یعنی قہر ابلیس اور شہوت نفسانیہ کا توڑنا کیسے حاصل ہو سکتا ہے، اگر آدمی افطار کے وقت اس مقدار کی تلافی کر لے جو فوت ہوئی۔ حقیقتہً ہم لوگ بجز اس کے کہ اپنے کھانے کے اوقات بدل دیتے ہیں۔ اس کے سوا کچھ بھی کمی نہیں کرتے۔ بلکہ اور زیادتی مختلف انواع کی کر جاتے ہیں جو بغیر رمضان کے میسّر نہیں ہوتی۔ لوگوں کی عادت کچھ ایسی ہو گئی ہے کہ عمدہ عمدہ اشیاء رمضان کے لئے رکھتے ہیں اور نفس دن بھر کے فاقہ کے بعد جب ان پر پڑتا ہے تو خوب زیادہ سیر ہو کر کھاتا ہے تو بجائے قوت شہوانیہ کے ضعیف ہونے کے اور بھڑک اٹھتی ہے اور جوش میں آجاتی ہے، اور مقصد کے خلاف ہو جاتا ہے۔ روزہ کے اندر مختلف اغراض اور فوائد اور اس کے مشروع ہونے سے مختلف منافع مقصود ہیں وہ سب جب ہی حاصل ہو سکتے ہیں۔ جب کچھ بھوکا بھی رہے بڑا نفع تو یہی ہے۔ جو معلوم ہو چکا ہے یعنی شہوتوں کو توڑنا یہ بھی اسی پر موقوف ہے کہ کچھ وقت بھوک کی حالت میں گذرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شیطان آدمی کے بدن میں خون کی طرح چلتا ہے۔ اس کے راستوں کو بھوک سے بند کرو۔ تمام اعضاء کا سیر ہونا نفس کے بھوکا رہنے پر موقوف ہے۔ جب نفس بھوکا رہتا ہے تو تمام اعضاء سیر رہتے ہیں اور جب نفس سیر ہوتا ہے تو تمام اعضاء بھوکے رہتے ہیں۔ دوسری غرض روزہ سے فقراء کے ساتھ تشبہ اور ان کے حال پر نظر ہے وہ بھی جب ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ جب سحر میں معدہ کو دودھ جلیبی سے اتنا نہ بھر لے کہ شام تک بھوک ہی نہ لگے، فقراء کے ساتھ مشابہت جب ہی ہو سکتی ہے۔ جب کچھ وقت بھوک کی بے تابی کا بھی گذرے۔ بشر حافیؒ کے پاس ایک شخص گئے۔ وہ سردی میں کانپ

رہے تھے اور کپڑے پاس رکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ وقت کپڑے نکالنے کا ہے۔ فرمایا کہ فقراء بہت ہیں اور مجھ میں ان کی ہمدردی کی طاقت نہیں۔ اتنی ہمدردی کرلوں کہ میں بھی ان جیسا ہو جاؤں۔ مشائخ صوفیہ نے عامتہً اس پر تنبیہ فرمائی ہے اور فقہانے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ صاحب مراقی الفلاح لکھتے ہیں کہ سحور میں زیادتی نہ کرے۔ جیساکہ متنعم لوگوں کی عادت ہے کہ یہ غرض کو فوت کر دیتا ہے۔ علامہ طحطاوی اس کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ غرض کا مقصود یہ ہے کہ بھوک کی تلخی کچھ محسوس ہو تاکہ زیادتیٔ ثواب کا سبب ہو اور مساکین و فقراء پر ترس آسکے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ اجل شانہٗ کو کسی برتن کا بھرنا اس قدر ناپسند نہیں ہے۔ جتناکہ پیٹ کا پُر ہونا ناپسند ہے ایک جگہ حضور کا ارشاد ہے کہ آدمی کے لئے چند لقمے کافی ہیں۔ جن سے کمر سیدھی رہے۔ اگر کوئی شخص بالکل کھانے پر تل جائے تو اس سے زیادہ نہیں کہ ایک تہائی پیٹ کھانے کے لئے رکھے اور ایک تہائی پینے کے لئے اور ایک تہائی خالی۔ آخر کوئی تو بات تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی روز تک مسلسل لگاتار روزہ رکھتے تھے کہ درمیان میں کچھ بھی نوش نہیں فرماتے تھے۔ میں نے اپنے آقا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نوراللہ مرقدہٗ کو پورے رمضان المبارک دیکھا ہے کہ افطار و سحر دونوں وقت کی مقدار تقریباً ڈیڑھ چپاتی سے زیادہ نہ ہوتی تھی۔ کوئی خادم عرض بھی کرتا تو فرماتے کہ بھوک زیادہ نہیں ہوتی دوستوں کے خیال سے ساتھ بیٹھ جاتا ہوں اور اس سے بڑھ کر حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب[1] رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق سنا ہے کہ کئی کئی دن مسلسل ایسے گزر جاتے تھے کہ تمام شب کی مقدار سحر و افطار ہے دودھ کی چائے کے چند فنجان کے سوا کچھ نہ ہوتی تھی ایک مرتبہ حضرت کے مخلص خادم حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے لجاجت سے عرض کیا کہ ضعف بہت ہو جائے گا۔ حضرت کچھ تناول ہی نہیں فرماتے تو حضرت نے فرمایا الحمدللہ جنت

---

[1] حضرت مولانا حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء میں ہیں رائے پور ہی قیام رہتا ہے۔ اپنے شیخ کے قدم بقدم متبع ہیں جو لوگ رائپوری دربار سے محروم رہ گئے مولانا کے وجود کو غنیمت سمجھیں کہ ہر جانے والا اپنی نظیر نہیں چھوڑتا۔ اب حضرت اقدس شاہ عبدالقادر صاحبؒ کا بھی ۱۵ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ جمعرات کو وصال ہوگیا۔

کا لطف حاصل ہو رہا ہے حق تعالیٰ ہم سیہ کاروں کو بھی ان پاک ہستیوں کا اتباع نصیب فرماویں تو زہے نصیب مولانا سعدیؒ کہتے ہیں ۔ ؎

ندارند تن پروراں آگہی　　　　که پرمعده باشد ز حکمت تہی

چھٹی چیز جس کا لحاظ روزہ دار کے لئے ضروری فرماتے ہیں یہ ہے کہ روزہ کے بعد اس سے ڈرتے رہنا بھی ضروری ہے کہ نامعلوم یہ روزہ قابلِ قبول ہے یا نہیں اور اسی طرح ہر عبادت کے ختم پر کہ نہ معلوم کوئی لغزش جس کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا ایسی تو نہیں ہو گئی۔ جس کی وجہ سے یہ منہ پر مار دیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے قرآن پڑھنے والے ہیں کہ قرآن پاک ان کو لعنت کرتا رہتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت میں جن لوگوں کا اوّلین وہلہ میں فیصلہ ہو گا (ان کے منجملہ) ایک شہید ہو گا۔ جس کو بلایا جائے گا اور اللہ کے جو جو انعام اس پر ہوئے تھے وہ اس کو جتائے جائیں گے وہ ان سب نعمتوں کا اقرار کرے گا اس کے بعد اس سے پوچھا جائے گا کہ ان نعمتوں میں کیا حق ادائیگی کی وہ عرض کرے گا کہ تیرے راستہ میں قتال کیا حتیٰ کہ شہید ہو گیا۔ ارشاد ہو گا کہ جھوٹ ہے بلکہ قتال اس لیے کیا گیا تھا کہ لوگ بہادر کہیں سو کہا جا چکا۔ اس کے بعد حکم ہو گا اور منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا ایسے ہی ایک عالم بلایا جائے گا۔ اس کو بھی اسی طرح سے اللہ کے انعامات جتلا کر پوچھا جائے گا کہ ان انعامات کے بدلے میں کیا کارگذاری ہے وہ عرض کرے گا کہ علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور تیری رضا کی خاطر تلاوت کی، ارشاد ہو گا کہ جھوٹ ہے یہ اس لیے کیا گیا تھا کہ لوگ علّامہ کہیں۔ سو کہا جا چکا ہے کہ اس کو بھی حکم ہو گا اور منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اسی طرح ایک دولت مند بلایا جائے گا۔ اس سے انعامات الٰہی شمار کرانے اور اقرار لینے کے بعد پوچھا جائے گا کہ اللہ کی ان نعمتوں میں کیا عمل کیا۔ وہ کہے گا کوئی خیر کا راستہ ایسا نہیں چھوڑا جس میں میں نے کچھ خرچ نہ کیا ہو ارشاد ہو گا کہ جھوٹ ہے یہ اس لیے کیا گیا تھا کہ لوگ سخی کہیں، سو کہا جا چکا۔ اس کو بھی حکم ہو گا اور منہ کے بل کھینچ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا، اللہ محفوظ فرمائیں کہ یہ سب بے نیتی کے ثمرات ہیں، اس قسم کے بہت سے واقعات احادیث میں مذکور ہیں۔ اس لیے روزہ دار کو اپنی نیت کی حفاظت کے ساتھ اس سے خائف بھی

رہنا چاہئے اور دعا بھی کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ اس کو اپنی رضا کا سبب بنا لیں۔ مگر ساتھ ہی یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اپنے عمل کو قابل قبول نہ سمجھنا امر آخر اور کریم آقا کے لطف پر نگاہ امر آخر ہے اس کے لطف کے انداز بالکل نرالے ہیں۔ معصیت پر بھی کبھی ثواب دے دیتے ہیں تو پھر کوتاہی عمل کا ذکر کیا ؎

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست　　بسیار شیوہ ہاست بتاں راکہ نام نیست

یہ چھ چیزیں عام صلحاء کے لئے ضروری بتلائی جاتی ہیں خواص اور مقربین کے لیے ان کے ساتھ ایک ساتویں چیز کا بھی اضافہ فرماتے ہیں کہ دل کو اللہ کے سوا کسی چیز کی طرف بھی متوجہ نہ ہونے دے حتیٰ کہ روزہ کی حالت میں اس کا خیال اور تدبیر کہ افطار کے لئے کوئی چیز ہے یا نہیں یہ بھی خطا فرماتے ہیں بعض مشائخ نے لکھا ہے کہ روزہ میں شام کو افطار کے لئے کسی چیز کے حاصل کرنے کا مقصد بھی خطا ہے۔ اس لئے کہ یہ اللہ کے وعدہ رزق پر اعتماد کی کمی ہے شرح احیاء میں بعض مشائخ کا قصہ لکھا ہے کہ اگر افطار کے وقت سے پہلے کوئی چیز کہیں سے آجاتی تھی تو اس کو کسی دوسرے کو دے دیتے تھے۔ مبادا دل کو اس کی طرف التفات ہو جائے اور توکل میں کسی قسم کی کمی ہو جائے۔ مگر یہ امور بڑے لوگوں کے لئے ہیں ہم لوگوں کو ان امور کی ہوس کرنا بھی بے محل ہے اور اس حالت پر پہونچے بغیر اس کو اختیار کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے مفسرین نے لکھا ہے کہ کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ میں آدمی کے ہر جزو پر روزہ فرض کیا گیا ہے۔ پس زبان کا روزہ جھوٹ وغیرہ سے بچنا ہے اور کان کا روزہ ناجائز چیزوں کے سننے سے احتراز آنکھ کا روزہ لہو ولعب کی چیزوں سے احتراز ہے اور ایسے ہی باقی اعضاء حتیٰ کہ نفس کا روزہ حرص و شہوتوں سے بچنا، دل کا روزہ حب دنیا سے خالی رکھنا، روح کا روزہ آخرت کی لذتوں سے بھی احتراز اور سر خاص کا روزہ غیر اللہ کے وجود سے بھی احتراز ہے۔

(۱۰) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضـ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ اَفْطَرَ يَوْمًا مِّنْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ رُخْصَةٍ وَّلَا مَرَضٍ لَّهٗ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص (قصداً) بلا کسی شرعی عذر کے ایک دن بھی رمضان کے روزہ کو افطار کر دے غیر رمضان کا روزہ چاہے تمام عمر کے روزے رکھے۔ اس کا بدل

يَقْضِهِ صَوْمُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ وَاِنْ صَامَهٗ ۔ نہیں ہو سکتا۔

رواہ احمد والترمذی وابو داؤد وابن ماجۃ والدارمی والبخاری فی ترجمۃ باب کذا فی المشکوٰۃ

قلت وبسط الکلام علیٰ طرقہ العینی فی شرح البخاری)

ف : بعض علماء کا مذہب جن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ وغیرہ حضرات بھی ہیں اس حدیث کی بنا پر یہ ہے کہ جس نے رمضان المبارک کا روزہ بلا وجہ کھو دیا اس کی قضا ہو ہی نہیں سکتی چاہے عمر بھر روزے رکھتا رہے۔ مگر جمہور فقہاء کے نزدیک اگر رمضان کا روزہ رکھا ہی نہیں تو ایک روزے کے بدلے ایک روزہ کی قضا ہو جائے گی اور اگر روزہ رکھ کر توڑ دیا تو قضا کے ایک روزہ کے علاوہ دو مہینہ کے روزے کفارہ کے ادا کرنے سے فرض ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے البتہ وہ برکت اور فضیلت جو رمضان المبارک کی ہے ہاتھ نہیں آسکتی اور اس حدیث پاک کا مطلب یہی ہے کہ وہ برکت ہاتھ نہیں آسکتی کہ جو رمضان المبارک میں روزے رکھنے سے حاصل ہوتی یہ سب کچھ اس حالت میں ہے کہ بعد میں قضا بھی کرے اور اگر سرے سے رکھے ہی نہیں جیسا کہ اس زمانہ کے بعض فسّاق کی حالت ہے تو اس کی گمراہی کا کیا پوچھنا، روزہ ارکانِ اسلام سے ایک رکن ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ارشاد فرمائی ہے۔ سب سے اوّل توحید و رسالت کا اقرار اس کے بعد اسلام کے چاروں مشہور رکن نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج کتنے مسلمان ہیں۔ جو مردم شماری میں مسلمان شمار ہوتے ہیں لیکن ان پانچوں میں سے ایک کے بھی کرنے والے نہیں۔ سرکاری کاغذات میں وہ مسلمان لکھے جائیں۔ مگر اللہ کی فہرست میں وہ مسلمان شمار نہیں ہو سکتے۔ حتیٰ کہ حضرت ابنِ عباس رضؓ کی روایت میں ہے کہ اسلام کی بنیاد تین چیزوں پر ہے کلمۂ شہادت، نماز اور روزہ جو شخص ان میں سے ایک بھی چھوڑ دے وہ کافر ہے، اس کا خون کر دینا حلال ہے، علماء نے ان جیسی روایات کو انکار کے ساتھ مقید کیا ہو یا کوئی تاویل فرمائی ہو مگر اس سے انکار نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ایسے لوگوں کے بارے میں سخت سے سخت وارد ہوئے ہیں۔ فرائض کے ادا کرنے میں کوتاہی کرنے والوں کو اللہ کے قہر سے بہت ہی زیادہ ڈرنے کی ضرورت ہے کہ موت سے کسی کو چارہ نہیں، دنیا کی عیش و عشرت بہت جلد چھوٹنے والی چیز ہے۔ کار آمد چیز صرف اللہ کی

اطاعت ہے۔ بہت سے جاہل تو اتنے ہی پر کفایت کرتے ہیں کہ روزہ نہیں رکھتے۔ لیکن بہت سے بد دین زبان سے بھی اس قسم کے الفاظ بک دیتے ہیں کہ جو کفر تک پہنچا دیتے ہیں۔ مثلاً روزہ وہ رکھے جس کے گھر کھانے کو نہ ہو یا ہمیں بھوکا مارنے سے اللہ کو کیا مل جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ، اس قسم کے الفاظ سے بہت ہی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے اور بہت غور د اہتمام سے ایک مسئلہ سمجھ لینا چاہیئے کہ دین کی چھوٹی سے چھوٹی بات کا تمسخر اور مذاق اڑانا بھی کفر کا سبب ہوتا ہے، اگر کوئی شخص عمر بھر نماز نہ پڑھے، کبھی بھی روزہ نہ رکھے۔ اسی طرح اور کوئی فرض ادا نہ کرے بشرطیکہ اس کا منکر نہ ہو کافر نہیں۔ جس فرض کو ادا نہیں کرتا اس کا گناہ ہوتا ہے اور جو اعمال ادا کرتا ہے ان کا اجر ملتا ہے۔ لیکن دین کی کسی ادنیٰ سے ادنیٰ بات کا تمسخر کفر ہے جس سے اور بھی تمام عمر کے نماز روزہ نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ بہت زیادہ قابلِ لحاظ امر ہے اس لیے روزہ کے متعلق بھی کوئی ایسا لفظ ہرگز نہ کہے اور اگر تمسخر وغیرہ نہ کرے تب بھی بغیر عذر افطار کرنے والا فاسق ہے حتیٰ کہ فقہاء نے تصریح کی ہے جو شخص رمضان میں علی الاعلان بغیر عذر کے کھاوے اس کو قتل کیا جاوے۔ لیکن قتل پر اگر اسلامی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے قدرت نہ ہو کہ یہ کام امیر المومنین کا ہے تو اس فرض سے کوئی بھی سبکدوش نہیں کہ اس کی اس ناپاک حرکت پر اظہارِ نفرت کرے اور اس سے کم تو ایمان کا کوئی درجہ ہی نہیں کہ اس کو دل سے برا سمجھے حق تعالیٰ شانہٗ اپنے مطیع بندوں کے طفیل مجھے بھی نیک اعمال کی توفیق عطا فرما دیں کہ سب سے زیادہ کوتاہی کرنے والوں میں ہوں۔ فصل اوّل میں دس حدیثیں کافی سمجھتا ہوں کہ ماننے والے کے لیے ایک بھی کافی ہے چہ جائیکہ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ اور نہ ماننے والوں کے لیے جتنا بھی لکھا جائے بے کار ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ سب مسلمانوں کو عمل کی توفیق نصیب فرما دیں۔

فصل ثانی ـــ شب قدر کے بیان میں

رمضان المبارک کی راتوں میں سے ایک رات شب قدر کہلاتی ہے جو بہت ہی برکت اور خیر کی رات ہے۔ کلام پاک میں اس کو ہزار مہینوں سے افضل بتلایا ہے ہزار مہینے کے

تراسی برس چار ماہ ہوتے ہیں، خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو اس رات کی عبادت نصیب ہو جائے کہ جو شخص اس ایک رات کو عبادت میں گزارے اس نے گویا تراسی برس چار ماہ سے زیادہ زمانہ کو عبادت میں گذار دیا اور اس زیادتی کا بھی حال معلوم نہیں کہ ہزار مہینے سے کتنے ماہ افضل ہے اللہ جل شانہٗ کا حقیقۃً بہت ہی بڑا انعام ہے کہ قدر دانوں کے لیے یہ ایک بے نہایت نعمت مرحمت فرمائی۔ درِّ منثور میں حضرت انسؓ سے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ شبقدر حق تعالیٰ نے میری امت کو مرحمت فرمائی ہے، پہلی امتوں کو نہیں ملی۔ اس بارے میں مختلف روایات ہیں کہ اس انعام کا سبب کیا ہوا بعض احادیث میں وارد ہوا ہے کہ نبی کریمؐ نے پہلی امتوں کی عمروں کو دیکھا کہ بہت بہت ہوئی ہیں اور آپ کی امت کی عمریں بہت تھوڑی ہیں اگر وہ نیک اعمال میں ان کی برابری بھی کرنا چاہئیں تو ناممکن اس سے اللہ کے لاڈلے نبی کو رنج ہوا، اس کی تلافی میں یہ رات مرحمت ہوئی کہ اگر کسی خوش نصیب کو دس راتیں بھی نصیب ہو جاویں اور ان کو عبادت میں گزار دے تو گویا آٹھ سو تینتیس ۸۳۳ برس چار ماہ سے بھی زیادہ زمانہ کامل عبادت میں گذار دیا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر فرمایا کہ ایک ہزار مہینے تک اللہ کے راستے میں جہاد کرتا رہا صحابہؓ کو اس پر رشک آیا تو اللہ جل شانہٗ وعمّ نوالہ نے اس کی تلافی کے لئے اس رات کا نزول فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار حضرات کا ذکر فرمایا۔ حضرت ایوبؑ حضرت زکریاؑ حضرت حزقیلؑ حضرت یوشعؑ کہ اسّی ۸۰ اسّی برس تک اللہ کی عبادت میں مشغول رہے اور پل جھپکنے کے برابر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی، اس پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو حیرت ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السّلام حاضر خدمت ہوئے اور سورۃ القدر سنائی اس کے علاوہ اور بھی روایات ہیں اس قسم کے اختلافِ روایات کی اکثر وجہ یہ ہوتی ہے کہ ایک ہی زمانہ میں جب مختلف واقعات کے بعد کوئی آیت نازل ہوتی ہے تو ہر واقعہ کی طرف نسبت ہو سکتی ہے۔ بہر حال سبب نزول جو بھی کچھ ہوا ہو لیکن امتِ محمدیہ کے لیے یہ اللہ جل شانہٗ کا بہت ہی بڑا انعام ہے۔ یہ رات بھی اللہ ہی کا عطیہ ہے اور اس میں عمل بھی اسی کی توفیق سے میسّر ہوتا ہے ورنہ ؎

تہیدستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل ... کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

قدر قابلِ رشک ہیں وہ مشائخ جو فرماتے ہیں کہ بلوغ کے بعد سے مجھ سے شب قدر کی عبادت کبھی فوت نہیں ہوئی۔ البتہ اس رات کی تعیین میں علماء امت کے درمیان میں بہت ہی کچھ اختلاف ہے تقریباً پچاس کے قریب اقوال ہیں سب کا احاطہ دشوار ہے البتہ مشہو اقوال کا ذکر عنقریب آنے والا ہے کتب احادیث میں اس رات کی فضیلت مختلف انواع اور متعدد روایات سے وارد ہوئی ہے۔ جن میں سے بعض کا ذکر آتا ہے مگر چونکہ اس رات کی فضیلت خود قرآن پاک میں بھی مذکور ہے اور مستقل ایک سورت اس کے بارے میں نازل ہوئی ہے، اس لئے مناسب ہے کہ اوّل اس سورہ شریفہ کی تفسیر لکھ دی جائے۔ ترجمہ حضرت اقدس حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی تفسیر بیان القرآن سے ماخوذ ہے اور فوائد دوسری کتب سے بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ بے شک ہم نے قرآن پاک کو شب قدر میں اتارا ہے، یعنی قرآن پاک لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اسی رات میں اترا ہے یہی ایک بات اس رات کی فضیلت کے لئے کافی تھی، کہ قرآن جیسی عظمت والی چیز اس میں نازل ہوئی چہ جائیکہ اسں میں اور بھی بہت سی برکات وفضائل شامل ہو گئے ہوں۔ آگے زیادتی شوق کے لئے ارشاد فرماتے ہیں۔ وَمَاۤ اَدۡرٰکَ مَا لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ آپ کو کچھ معلوم بھی ہے کہ شب قدر کیسی بڑی چیز ہے۔ یعنی اس رات کی بڑائی اور فضیلت کا آپ کو علم بھی ہے کہ کتنی خوبیاں اور کس قدر فضائل اس میں ہیں۔ اس کے بعد چند فضائل کا ذکر فرماتے ہیں لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَہۡرٍ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جس قدر ثواب ہے۔ اس سے زیادہ شب قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ہے اور اس زیادتی کا علم بھی نہیں کہ کتنی زیادہ ہے۔ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ اس رات میں فرشتے اترتے ہیں۔ علامہ رازیؒ لکھتے ہیں کہ ملائکہ نے جب ابتداء میں تجھے دیکھا تھا تو تجھ سے نفرت ظاہر کی تھی اور بارگاہِ عالی میں عرض کیا کہ ایسی چیز کو آپ پیدا فرماتے ہیں جو دنیا میں فساد کرے اور خون بہاوے۔ اس کے بعد والدین نے جب تجھے اوّل دیکھا تھا جب کہ تو منی کا قطرہ تھا تو تجھ سے نفرت کی تھی۔ حتّٰی کہ کپڑے کو اگر لگ جاتا تو کپڑے کو دھونے کی نوبت آتی۔ لیکن جب تعالیٰ شانہٗ نے اس قطرہ کو بہتر صورت مرحمت فرمادی تو والدین کو بھی شفقت اور پیار کی نوبت آئی اور آج جب کہ توفیق الٰہی سے تو شب قدر

میں معرفتِ الٰہی اور طاعتِ ربانی میں مشغول ہے تو ملائکہ بھی اپنے اس فقرہ کی معذرت کرنے
کے لئے اترتے ہیں وَالرُّوْحُ فِیْھَا اور اس رات میں روح القدس یعنی حضرت جبرئیل علیہ
الصلوٰۃ والسلام بھی نازل ہوتے ہیں، روح کے معنی مفسرین کے چند قول ہیں، جمہور کا یہی
قول ہے جو اوپر لکھا گیا کہ اس سے حضرت جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں. علامہ رازیؒ نے لکھا ہے.
کہ یہی قول زیادہ صحیح ہے اور حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت کی وجہ سے ملائکہ
کے ذکر کے بعد خاص طور سے ان کا ذکر فرمایا بعض کا قول ہے کہ روح سے مراد ایک بہت بڑا
فرشتہ ہے کہ تمام آسمان وزمین اس کے سامنے ایک لقمہ کے بقدر ہیں۔ بعضوں کا قول
ہے کہ اس سے مراد فرشتوں کی ایک مخصوص جماعت ہے جو اور فرشتوں کو بھی لیلۃ القدر
ہی میں نظر آتے ہیں۔ چوتھا قول یہ ہے کہ یہ اللہ کی کوئی مخصوص مخلوق ہے۔ جو کھاتے پیتے
ہیں۔ مگر نہ فرشتے ہیں نہ انسان پانچواں یہ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام مراد ہیں۔ جو امتِ محمدیہ ﷺ
کے کارنامے دیکھنے کے لیے ملائکہ کے ساتھ اترتے ہیں۔ چھٹا قول یہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کی
خاص رحمت ہے۔ یعنی اس رات میں ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور ان کے بعد میری رحمت
خاص نازل ہوتی ہے، ان کے علاوہ اور بھی چند اقوال ہیں۔ مگر مشہور قول پہلا ہی ہے
سنن بیہقی میں حضرت انسؓ کے واسطے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
ارشاد منقول ہے کہ شبِ قدر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے ایک گروہ
کے ساتھ اترتے ہیں اور جس شخص کو ذکر وغیرہ میں مشغول دیکھتے ہیں۔ اس کے لیے رحمت
کی دعا کرتے ہیں۔ بِاِذْنِ رَبِّھِمْ مِنْ کُلِّ اَمْرٍ اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امرِ خیر کو لے کر
زمین کی طرف اترتے ہیں۔ مظاہر حق میں لکھا ہے کہ اسی رات میں ملائکہ کی پیدائش ہوئی
اور اسی رات میں آدم کا مادہ جمع ہونا شروع ہوا اسی رات میں جنت میں درخت
لگائے گئے اور دعا وغیرہ کا قبول ہونا تو بکثرت روایات میں وارد ہے۔ دُرِ منثور کی ایک
روایت میں ہے کہ اسی رات میں حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے اور اسی
رات میں بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی سَلٰمٌ وہ رات سراپا سلام ہے۔ یعنی تمام رات
ملائکہ کی طرف سے مومنین پر سلام ہوتا رہتا ہے کہ ایک فوج آتی ہے۔ دوسری جاتی ہے جیسا کہ

بعض روایات میں اس کی تصریح ہے - یا یہ مراد ہے کہ یہ رات سراپا سلامتی ہے شر و فساد وغیرہ سے امن ہے ہِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ وہ رات (ان ہی برکات کے ساتھ) تمام رات طلوع فجر تک رہتی ہے۔ یہ نہیں کہ رات کے کسی خاص حصہ میں یہ برکت ہو اور کسی میں نہ ہو بلکہ صبح ہونے تک ان برکات کا ظہور رہتا ہے اس سورۂ شریفہ کے ذکر کے بعد کہ خود اللہ جل جلالہ کے کلام پاک میں اس رات کی کئی نوع کی فضیلتیں ارشاد فرمائی گئی ہیں۔ احادیث کے ذکر کی ضرورت نہیں رہتی لیکن احادیث میں بھی اس کی فضیلت بکثرت وارد ہوئی ہے ان میں سے چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (كَذَا فِى التَّرْغِيْبِ عَنِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لیے) کھڑا ہو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

ف:- کھڑا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھے اور اسی حکم میں یہ بھی ہے کہ کسی اور عبادت تلاوت اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہو اور ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ریا وغیرہ کسی بدنیتی سے کھڑا نہ ہو بلکہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی نیت سے کھڑا ہو۔ خطابیؒ کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ثواب کا یقین کر کے بشاشتِ قلب سے کھڑا ہو بوجھ سمجھ کر بد دلی کے ساتھ نہیں اور کھلی ہوئی بات ہے کہ جس قدر ثواب کا یقین اور اعتقاد زیادہ ہو گا۔ اتنا ہی عبادت میں مشقت کا برداشت کرنا سہل ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص قربِ الٰہی میں جس قدر ترقی کرتا جاتا ہے۔ عبادات میں انہماک زیادہ ہوتا رہتا ہے۔ نیز یہ معلوم ہو جانا بھی ضروری ہے کہ حدیث بالا اور اس جیسی حدیث میں گناہوں سے مراد علماء کے نزدیک صغیرہ گناہ ہوتے ہیں۔ اس لیے قرآن پاک میں جہاں کبیرہ گناہوں کا ذکر آتا ہے ان کو اِلَّا مَنْ تَابَ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اسی بناء پر علماء کا اجماع ہے کہ کبیرہ گناہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتا۔ پس جہاں حدیث میں گناہوں کے معاف ہونے کا ذکر

آتا ہے علماء اس کو صغائر کے ساتھ مقید فرمایا کرتے ہیں۔ میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ وبرد مضجعہ کا ارشاد ہے کہ احادیث میں صغائر کی قید دو وجہ سے مذکور نہیں ہوتی اول تو یہ کہ مسلمان کی شان یہ ہے ہی نہیں کہ اس کے ذمہ کبیرہ گناہ ہو کیونکہ جب کبیرہ گناہ اس سے صادر ہو جاتا ہے تو مسلمان کی اصل شان یہ ہے کہ اس کو اس وقت چین ہی نہ آوے۔ جب تک کہ اس گناہ سے توبہ نہ کرلے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جب اس قسم کے موقع ہوتے ہیں مثلاً لیلۃ القدر ہی میں جب کوئی شخص باُمید ثواب عبادت کرتا ہے تو اپنی بداعمالیوں پر ندامت اس کے لیے گویا لازم ہے اور ہو ہی جاتی ہے۔ اس لیے توبہ کا تحقق خود بخود ہو جاتا ہے کہ توبہ کی حقیقت گذشتہ پر ندامت اور آئندہ کو نہ کرنے کا عزم ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص کبائر کا مرتکب بھی ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ لیلۃ القدر ہو یا کوئی اور اجابت کا موقع ہو اپنی بداعمالیوں سے سچے دل سے پختگی کے ساتھ دل وزبان سے توبہ بھی کرلے تاکہ اللہ کی رحمت کاملہ متوجہ ہو اور صغیرہ کبیرہ سب طرح کے گناہ معاف ہو جاویں اور یاد آجاوے تو اس سیہ کار کو بھی اپنی مخلصانہ دعاؤں میں یاد فرمالیں۔

(۲) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ دَخَلَ رَمَضَانُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ ھٰذَا الشَّھْرَ قَدْ حَضَرَکُمْ وَفِیْہِ لَیْلَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ مَنْ حُرِمَھَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَیْرَ کُلَّہٗ وَلَا یُحْرَمُ خَیْرَھَا اِلَّا مَحْرُوْمٌ ۔ (رواہ ابن ماجہ واسنادہ حسن انشاء اللہ کذا فی الترغیب وفی المشکوۃ عنہ الا کل محروم۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے۔ جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا گویا ساری ہی خیر سے محروم رہ گیا اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقۃً محروم ہی ہے۔

ف۔ حقیقۃً اس کی محرومی میں کیا تامل ہے۔ جو اس قدر بڑی نعمت کو ہاتھ سے کھودے ریلوے ملازم چند کوڑیوں کی خاطر رات رات بھر جاگتے رہتے ہیں۔ اگر اسی برس کی عبادت کی خاطر کوئی ایک مہینہ تک رات میں جاگ لے تو کیا دقت ہے اصل یہ ہے کہ دل میں تڑپ ہی نہیں

اگر ذرا سا چسکہ پڑ جائے تو پھر ایک رات کیا سینکڑوں راتیں جاگی جا سکتی ہیں۔ ؎

الفت میں برابر ہے وفا ہو کہ جفا ہو ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو

آخر کوئی تو بات تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود ساری بشارتوں اور وعدوں کے جن کا آپ کو یقین تھا پھر اتنی لمبی نماز پڑھتے تھے کہ پاؤں ورم کر جاتے تھے۔ انہی کے نام لیوا اور اُمتی آخر ہم بھی کہلاتے ہیں۔ ہاں جن لوگوں نے ان امور کی قدر کی وہ سب کچھ کر گئے اور نمونہ بن کر امت کو دکھلا گئے کہنے والوں کو یہ موقعہ بھی نہیں رہا کہ حضورؐ کی حرص کون کر سکتا ہے اور کس سے ہو سکتی ہے، دل میں سما جانے کی بات ہے کہ چاہنے والے کے لیے دودھ کی نہر پہاڑ سے کھودنی بھی مشکل نہیں ہوتی، مگر یہ بات کسی کی جوتیاں سیدھی کیے بغیر مشکل سے حاصل ہوتی ہے۔ ؎

تمنا درد دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

آخر کیا بات تھی کہ حضرت عمرؓ عشاء کی نماز کے بعد گھر تشریف لے جاتے اور صبح تک نماز میں گذار دیتے تھے۔ حضرت عثمانؓ دن بھر روزہ رکھتے اور رات بھر نماز میں گذار دیتے صرف رات کے اوّل حصہ میں تھوڑا سا سوتے تھے۔ رات کی ایک ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ لیتے تھے، شرح احیاء میں ابو طالب مکیؒ سے نقل کیا ہے کہ چالیس تابعین سے بطریق تواتر یہ بات ثابت ہے کہ وُہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے۔ حضرت شدادؓ رات کو لیٹتے اور تمام رات کروٹیں بدل کر صبح کر دیتے اور کہتے یا اللہ آگ کے ڈر نے میری نیند اُڑا دی اسود بن یزیدؒ رمضان میں مغرب عشاء کے درمیان تھوڑی دیر سوتے اور بس سعید بن المسیبؒ کے متعلق منقول ہے کہ پچاس برس تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی صلہ بن اشیمؒ رات بھر نماز پڑھتے اور صبح کو یہ دعا کرتے کہ یا اللہ میں اس قابل تو نہیں ہوں کہ جنت مانگوں صرف اتنی درخواست ہے کہ آگ سے بچا دیجیو، حضرت قتادہؓ تمام رمضان تو ہر تین رات میں ایک ختم فرماتے مگر عشرۂ اخیرہ میں ہر رات میں ایک قرآن شریف ختم فرماتے۔ امام ابو حنیفہؒ کا چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھنا اتنا مشہور و معروف ہے کہ اس سے انکار تاریخ کے اعتماد کو ہٹاتا ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو یہ قوت کس طرح حاصل

ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے ناموں کے طفیل ایک مخصوص طریق پر دعا کی تھی صرف دوپہر کو تھوڑی دیر سوتے اور فرماتے کہ حدیث میں قیلولہ کا ارشاد ہے، گویا دوپہر کے سونے میں بھی اتباعِ سنّت کا ارادہ ہوتا، قرآن شریف پڑھتے ہوئے اتنا روتے کہ پڑوسیوں کو ترس آنے لگتا تھا، ایک مرتبہ ساری رات اس آیت کو پڑھتے اور روتے گذاری اَلسَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ (سورہ قمر رکوع ۳) ابراہیم بن ادہم رمضان المبارک میں نہ تو دن کو سوتے نہ رات کو امام شافعی رمضان المبارک میں دن رات کی نمازوں میں ساٹھ قرآن شریف ختم کرتے اور ان کے علاوہ سینکڑوں کے واقعات ہیں۔ جنہوں نے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ پر عمل کر کے بتلا دیا کہ کرنے والے کے لیے کچھ مشکل نہیں یہ سلف کے واقعات ہیں اب بھی کرنے والے موجود ہیں۔ اس درجہ کا مجاہدہ نہ سہی مگر اپنے زمانہ کے موافق اپنی طاقت و قدرت کے موافق نمونۂ سلف اب بھی موجود ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا اقتدا کرنے والے اس دورِ فساد میں بھی موجود ہیں نہ راحت و آرام انہماک عبادت سے مانع ہوتا ہے نہ دنیوی مشاغل سدِ راہ ہوتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے، اے ابن آدم تو میری عبادت کے لیے فارغ ہوجا میں تیرے سینے کو غنا سے بھر دوں گا۔ اور تیرے فقر کو بند کر دوں گا۔ ورنہ تیرے سینہ کو مشاغل سے بھر دوں گا اور فقر زائل نہیں ہو گا، روزمرّہ کے مشاہدات اس سچے ارشاد کے شاہد عدل ہیں۔

(۳) عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ نَزَلَ جِبْرَئِيْلُ فِيْ كَبْكَبَةٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ يُصَلُّوْنَ عَلٰى كُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ اَوْ قَاعِدٍ يَّذْكُرُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدِهِمْ يَعْنِيْ يَوْمَ فِطْرِهِمْ بَاهٰى بِهِمْ مَلٰٓئِكَتَهٗ فَقَالَ يَا مَلٰٓئِكَتِيْ مَا جَزَاءُ اَجِيْرٍ وَفّٰى عَمَلَهٗ قَالُوْا رَبَّنَا جَزَاؤُهٗ اَنْ يُّوَفّٰى اَجْرَهٗ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شبِ قدر میں حضرت جبرئیلؑ ملائکہ کی ایک جماعت کے ساتھ آتے ہیں اور اس شخص کے لیے جو کھڑے یا بیٹھے اللہ کا ذکر کر رہا ہے اور عبادت میں مشغول ہے۔ دعائے رحمت کرتے ہیں۔ اور جب عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو حق تعالیٰ جل شانہٗ اپنے فرشتوں کے سامنے بندوں کی عبادت پر فخر فرماتے ہیں، اس لیے کہ انہوں

قَالَ مَلَائِكَتِيْ عَبِيْدِيْ وَاِمَائِيْ قَضَوْا فَرِيْضَتِيْ عَلَيْهِمْ ثُمَّ خَرَجُوْا يَعُجُّوْنَ اِلَى الدُّعَاءِ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ وَكَرَمِيْ وَعُلُوِّيْ وَارْتِفَاعِ مَكَانِيْ لَاُجِيْبَنَّهُمْ فَيَقُوْلُ ارْجِعُوْا فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ وَبَدَّلْتُ سَيِّاٰتِكُمْ حَسَنَاتٍ قَالَ فَيَرْجِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّهُمْ۔

(رواہ البیھقی فی شعب الایمان کذا فی المشکوۃ)

نے آدمیوں پر طعن کیا تھا) اور ان سے دریافت فرماتے ہیں کہ اے فرشتو اس مزدور کا جو اپنی خدمت پوری پوری ادا کر دے کیا بدلہ ہے وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی اُجرت پوری دے دی جاوے تو ارشاد ہوتا ہے کہ فرشتو! میرے غلاموں نے اور باندیوں نے میرے فریضہ کو پورا کر دیا پھر دعا کے ساتھ چلاتے ہوئے (عید گاہ کی طرف) نکلے ہیں میری عزت کی قسم میرے جلال کی قسم میری بخشش کی قسم میرے علو شان کی قسم میرے بلندیٔ مرتبہ کی قسم! میں ان لوگوں کی دُعا ضرور قبول کروں گا۔ پھر ان لوگوں کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ جاؤ تمہارے گناہ معاف کر دیئے ہیں اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے پس یہ لوگ عید گاہ سے ایسے حال میں لوٹتے ہیں کہ ان کے گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں۔

ف: حضرت جبرئیلؑ کا ملائکہ کے ساتھ آنا خود قرآن پاک میں بھی مذکور ہے جیسا کہ پہلے گذر چکا اور بہت سی احادیث میں بھی اس کی تصریح ہے۔ رسالہ کی سب سے اخیر حدیث میں اس کا مفصل ذکر آ رہا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تمام فرشتوں کو تقاضا فرماتے ہیں کہ ذاکر وشاغل کے گھر جاویں اور ان سے مصافحہ کریں۔ غالیۃ المواعظ میں حضرت اقدس شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی غنیہ سے نقل کیا ہے کہ ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ فرشتے حضرت جبرئیلؑ کے کہنے سے متفرق ہو جاتے ہیں اور کوئی گھر چھوٹا بڑا جنگل یا کشتی ایسی نہیں ہوتی۔ جس میں کوئی مومن ہو اور فرشتے مصافحہ کرنے کے لیے وہاں نہ جاتے ہوں لیکن اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا سوٴر ہو یا حرام کاری کی وجہ سے جنبی یا تصویر ہو مسلمانوں کے کتنے گھر ایسے ہیں۔ جن میں خیالی زینت کی خاطر تصویریں لٹکائی جاتی ہیں اور اللہ کی اتنی بڑی

نعمت رحمت سے اپنے ہاتھوں اپنے کو محروم کرتے ہیں۔ تصویر لٹکانے والا ایک آدھ ہوتا ہے۔ مگر اس گھر میں رحمت کے فرشتوں کے داخل ہونے سے رکنے کا سبب بن کر سارے ہی گھر کو اپنے ساتھ محروم رکھتا ہے۔

(۴) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ (مشکوٰۃ عن البخاری)

حضرت عائشہ رضؓ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتی ہیں کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کیا کرو۔

ف: جمہور علماء کے نزدیک اخیر عشرہ اکیسویں رات سے شروع ہوتا ہے۔ عام ہے کہ مہینہ ۲۹ کا ہو یا ۳۰ کا، اس حساب سے حدیث بالا کے مطابق شب قدر کی تلاش ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ راتوں میں کرنا چاہئے اگر مہینہ ۲۹ کا ہو تب بھی اخیر عشرہ یہی کہلاتا ہے۔ مگر ابن حزم کی رائے ہے کہ عشرہ کے معنی دس کے ہیں۔ لہٰذا اگر تیس کا چاند رمضان المبارک کا ہو تب تو یہ ہے" لیکن اگر ۲۹ کا چاند ہو تو اس صورت میں اخیر عشرہ بیسویں شب سے شروع ہوتا ہے اور اس میں وتر راتیں یہ ہوں گی۔ ۲۰، ۲۲، ۲۴، ۲۶، ۲۸ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ القدر ہی کی تلاش میں رمضان المبارک کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور وہ بالاتفاق اکیسویں شب سے شروع ہوتا تھا، اس لیے بھی جمہور کا قول اکیسویں رات سے طاق راتوں میں قوی احتمال ہے زیادہ راجح ہے۔ اگرچہ احتمال اور راتوں میں بھی ہے اور دونوں قولوں پر تلاش جب ممکن ہے کہ بیسویں شب سے لے کر عید کی رات تک ہر رات میں جاگتا رہے اور شب قدر کی فکر میں لگا رہے۔ دس گیارہ راتیں کوئی ایسی اہم یا مشکل چیز نہیں جن کو جاگ کر گذار دینا اس شخص کے لیے کچھ مشکل ہو جو ثواب کی امید رکھتا ہو ے

عُرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال — صد سال بیتواں بہ تمنا گریستن!

(۵) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ

حضرت عبادہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے باہر تشریف لائے تاکہ ہمیں شب قدر کی اطلاع فرما دیں مگر دو

فَقَالَ خَرَجْتُ لِاُخْبِرَکُمْ بِلَیْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰی فُلَانٌ وَّفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ خَیْرًا لَّکُمْ فَالْتَمِسُوْهَا فِی التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ (مشکوٰۃ عن البخاری)

مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا، حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لیے آیا تھا کہ تمہیں، شب قدر کی خبر دوں مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا کہ جس کی وجہ سے اس کی تعیین اٹھالی گئی کیا بعید ہے کہ یہ اٹھالینا اللہ کے علم میں بہتر ہو۔ لہٰذا اب اس رات کو نویں اور ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو

ف: اس حدیث میں تین مضمون قابلِ غور ہیں، امرِ اوّل جو سب سے اہم ہے وہ جھگڑا ہے جو اس قدر سخت بری چیز ہے کہ اس کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے شب قدر کی تعیین اٹھالی گئی اور صرف یہی نہیں بلکہ جھگڑا ہمیشہ برکات سے محرومی کا سبب ہُوا کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمہیں نماز روزہ صدقہ وغیرہ سب سے افضل چیز بتلاؤں۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور حضورؐ نے فرمایا کہ آپس کا سلوک سب سے افضل ہے اور آپس کی لڑائی دین کو مونڈنے والی ہے یعنی جیسے استرے سے سر کے بال ایک دم صاف ہو جاتے ہیں آپس کی لڑائی سے دین بھی اسی طرح صاف ہو جاتا ہے، دنیا دار دین سے بے خبر لوگوں کو کیا ذکر جبکہ بہت سی لمبی لمبی تسبیحیں پڑھنے والے دین کے دعویدار بھی ہر وقت آپس کی لڑائی میں مبتلا رہتے ہیں اوّل حضورؐ کے ارشاد کو غور سے دیکھیں اور پھر اپنے اس دین کی فکر کریں جس کے گھمنڈ میں صلح کے لئے جھکنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ فصل اوّل میں روزہ کے آداب میں گذر چکا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی آبروریزی کو بدترین سود اور خبیث ترین سود ارشاد فرمایا ہے لیکن ہم لوگ لڑائی کے زور میں نہ مسلمان کی آبرو کی پرواہ کرتے ہیں نہ اللہ اور اس کے سچے رسولؐ کے ارشادات کا خیال، خود اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا الآیہ اور نزاع مت کرو ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی[1] آج وہ لوگ جو ہر وقت دوسروں کا وقار گھٹانے کی فکر میں رہتے ہیں۔ تنہائی میں بیٹھ کر غور کریں کہ خود

---

[1] بیان القرآن

وہ اپنے وقار کو کتنا صدمہ پہنچا رہے ہیں اور اپنی ان ناپاک اور کمینہ حرکتوں سے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کتنے ذلیل ہو رہے ہیں اور پھر دنیا کی ذلت بدیہی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ چھوٹ چھٹاؤ رکھے۔ اگر اس حالت میں مر گیا تو سیدھا جہنم میں جاوے گا۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ پیر و جمعرات کے دن اللہ کی حضوری میں بندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور اللہ جل شانہ کی رحمت سے (نیک اعمال کی بدولت) مشرکوں کے علاوہ اوروں کی مغفرت ہوتی رہتی ہے۔ مگر جن دو میں جھگڑا ہوتا ہے۔ ان کی مغفرت کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ ان کو چھوڑے رکھو جب تک صلح نہ ہو۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ہر پیر جمعرات کو اعمال کی پیشی ہوتی ہے۔ اس میں توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول ہوتی ہے۔ مگر آپس میں لڑنے والوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ شب برات میں اللہ کی رحمت عامہ خلقت کی طرف متوجہ ہوتی ہے (اور ذرا ذرا سے بہانہ سے) مخلوق کی مغفرت فرمائی جاتی ہے۔ مگر دو شخصوں کی مغفرت نہیں ہوتی، ایک کافر، دوسرا وہ شخص جو کسی سے کینہ رکھے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ تین شخص ہیں جن کی نماز قبولیت کے لیے ان کے سر سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی، جن میں آپس کے لڑنے والے بھی فرمائے ہیں۔ یہ جگہ ان روایات کے احاطہ کی نہیں۔ مگر چند روایات اس لیے لکھ دی ہیں کہ ہم لوگوں میں عوام کا ذکر نہیں خواص میں اور ان لوگوں میں جو شرفا کہلاتے ہیں دیندار سمجھے جاتے ہیں اور ان کی مجالس ان کے مجامع، ان کی تقریبات اس کمینہ حرکت سے لبریز ہیں۔ فَاِلَى اللّٰهِ الْمُشْتَكٰى وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ لیکن ان سب کے بعد یہ بھی معلوم ہونا ضروری ہے کہ یہ سب دنیوی دشمنی اور عداوت پر ہے۔ اگر کسی شخص کے فسق کی وجہ سے یا کسی دینی امر کی حمایت کی وجہ سے ترک تعلق کرے تو جائز ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک مرتبہ حضورؐ کا ارشاد نقل فرمایا تو ان کے بیٹے نے اس پر ایسا لفظ کہہ دیا جو صورتاً حدیث پر اعتراض تھا۔ حضرت ابن عمرؓ مرنے تک ان سے نہیں بولے اور بھی اس قسم کے واقعات صحابہ کرامؓ کے ثابت ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ شانہٗ دانا و بینا ہیں۔ قلوب کے حال کو اچھی طرح جاننے والے ہیں۔ اس سے خوب واقف ہیں کونسا

ترکِ تعلق دین کی خاطر ہے اور کرن سا اپنی وجاہت اور کسرِ شان اور بڑائی کی وجہ سے ہے ویسے تو ہر شخص اپنے کینہ اور بغض کو دین کی طرف منسوب کر ہی سکتا ہے۔ دوسرا امر جو حدیث بالا میں معلوم ہوتا ہے وہ حکمتِ الٰہی کے سامنے رضا اور قبول و تسلیم ہے کہ باوجود اس کے کہ شب قدر کی تعیین کا اُٹھ جانا صورتاً بہت ہی بڑی خیر کا اُٹھ جانا تھا۔ لیکن چونکہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اسی لیے حضورؐ کا ارشاد ہے کہ شاید ہمارے لیے یہی بہتر ہو۔ نہایت عبرت اور غور کا مقام ہے، اللہ جل شانہٗ کی رحیم و کریم ذات بندہ پر ہر وقت مہربان ہے۔ اگر بندہ اپنی بداعمالی سے کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ تب بھی اللہ جل جلالہٗ کی طرف سے تھوڑی سی توجہ اور اقرارِ عجز کے بعد اللہ کا کرم شاملِ حال ہو جاتا ہے اور وہ مصیبت بھی کسی بڑی خیر کا سبب بنا دی جاتی ہے اور اللہ کے لیے کوئی چیز مشکل نہیں چنانچہ علماء نے اس کے اخفاء میں بھی چند مصالح ارشاد فرمائے ہیں، اوّل یہ کہ اگر تعیین باقی رہتی تو بہت سی کوتاہ طبائع ایسی ہوتیں کہ اور راتوں کا اہتمام بالکل ترک کر دیتیں اور اس صورت موجودہ میں اس احتمال پر کہ آج ہی شاید شب قدر ہو۔ متعدد راتوں میں عبادت کی توفیق طلب والوں کو نصیب ہو جاتی ہے۔ دوسری یہ کہ بہت سے لوگ ہیں کہ معاصی کیے بغیر ان سے رہا ہی نہیں جاتا تعیین کی صورت میں اگر باوجود معلوم ہونے کے اس رات میں معصیت کی جرأت کی جاتی تو سخت اندیشہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لائے، کہ صحابیؓ سو رہے تھے، آپؐ نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کہ ان کو جگا دو تاکہ وضو کر لیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے جگا تو دیا۔ مگر حضورؐ سے پوچھا کہ آپ تو خیر کی طرف بہت تیزی سے چلنے والے ہیں آپ نے خود کیوں نہ جگا دیا۔ حضورؐ نے فرمایا، مبادا انکار کر بیٹھتا تو میرے کہنے پہ انکار کفر ہو جاتا۔ تیرے کہنے سے انکار پہ کفر نہیں ہو گا۔ تو اسی طرح حق سبحانہٗ و تقدس کی رحمت نے گوارا نہ فرمایا کہ اس عظمت والی رات کے معلوم ہونے کے بعد کوئی گناہ پہ جرأت کرے۔ تیسری یہ کہ تعیین کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات اتفاقاً چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی وغیرہ کی وجہ سے پھر کسی رات کا بھی جاگنا نصیب نہ ہوتا اور اب رمضان کی ایک دو رات تو کم از کم ہر ایک شخص کو میسر ہو ہی جاتی ہیں۔ چوتھی یہ کہ جتنی راتیں طلب میں خرچ ہوتی ہیں۔

ان سب کا مستقل ثواب علیحدہ ملے گا۔ پانچویں یہ کہ رمضان کی عبادت میں حق تعالیٰ جل شانہ ملائکہ پر تفاخر فرماتے ہیں جیسا کہ پہلی روایات میں معلوم ہو چکا اس صورت میں تفاخر کا زیادہ موقع ہے کہ بندے باوجود معلوم نہ ہونے کے محض احتمال اور خیال پر رات رات بھر جاگتے ہیں اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں کہ جب احتمال پر اس قدر کوشش کر رہے ہیں اگر بتلا دیا جاتا کہ یہی رات شب قدر ہے تو پھر ان کی کوششوں کا کیا حال ہوتا۔ ان کے علاوہ اور بھی مصالح ہو سکتی ہیں۔ ایسے ہی امور وجہ سے عادۃ اللہ یہ جاری ہے کہ اس نوع کی اہم چیزوں کو مخفی فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ اسم اعظم کو مخفی فرما دیا، اسی طرح جمعہ کے دن ایک وقت خاص مقبولیت دعا کا ہے۔ اس کو بھی مخفی فرما دیا۔ ایسے ہی اور بھی بہت سی چیزیں ایس اس میں شامل ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جھگڑے کی وجہ اس خاص رمضان المبارک میں تعیین بھلا دی گئی ہو اور اس کے بعد دیگر مصالح مذکورہ کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے تعیین ہٹا دی ہو۔ تیسری بات جو اس حدیث پاک میں وارد ہے وہ شب قدر کی تلاش کے لیے تین راتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ نویں، ساتویں، پانچویں، دوسری روایات کے ملانے سے اتنا تو محقق ہے کہ یہ تینوں راتیں اخیر عشرہ کی ہیں لیکن اس کے بعد پھر چند احتمال ہیں کہ اخیر عشرہ میں اگر اول سے شمار کیا جاوے تو حدیث کا محمل ۲۹، ۲۷، ۲۵ رات ہوتی ہے اور اگر اخیر سے شمار کیا جائے جیسا کہ بعض الفاظ سے مترشح ہے تو پھر ۲۹ کے چاند کی صورت میں ۲۱، ۲۳، ۲۵ اور ۳۰ کے چاند کی صورت میں ۲۲، ۲۴، ۲۶ ہے۔ اس کے علاوہ بھی تعیین میں روایات بہت مختلف ہیں اور اسی وجہ سے علماء کے درمیان میں اس بارے میں بہت کچھ اختلاف ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہوا کہ پچاس کے قریب علماء کے اقوال ہیں۔ روایات کے بکثرت اختلاف کی وجہ محققین کے نزدیک یہ ہے کہ یہ رات کسی تاریخ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ مختلف سالوں میں مختلف راتوں میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے روایات مختلف ہیں کہ ہر سال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال کے متعلق مختلف راتوں میں تلاش کا حکم فرمایا اور بعض سالوں میں متعین طور سے بھی ارشاد فرمایا چنانچہ ابوہریرہؓ کی ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ کی مجلس میں ایک مرتبہ شب قدر کا ذکر تو آپؐ نے فرمایا کہ آج کون سی تاریخ ہے، عرض کیا گیا کہ ۲۲ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ آج ہی

گی رات میں تلاش کرو، حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور سے عرض کیا کہ شبِ قدر نبی کے زمانہ کے ساتھ خاص رہتی ہے یا بعد میں بھی ہوتی ہے حضورؐ نے فرمایا کہ قیامت تک رہے گی۔ میں نے عرض کیا کہ رمضان کے کس حصہ میں ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ عشرۂ اول اور عشرۂ آخر میں تلاش کرو۔ پھر حضورؐ اور باتوں میں مشغول ہو گئے۔ میں نے موقع پاکر عرض کیا، اجی یہ تو بتلا ہی دیجئے کہ عشرہ کے کون سے حصہ میں ہوتی ہے حضورؐ اتنے ناراض ہوتے کہ نہ اس سے قبل مجھ پر اتنے خفا ہوئے تھے نہ بعد میں اور فرمایا کہ اگر بعد میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کا یہ مقصود ہوتا تو بتلا نہ دیتے، آخر کی سات رات میں تلاش کرو بس اس کے بعد اور کچھ نہ پوچھو ایک صحابیؓ کو حضور نے ۲۳ شب متعین طور پر ارشاد فرمائی۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ میں سو رہا تھا کہ مجھے خواب میں کسی نے کہا اُٹھ آج شبِ قدر ہے میں جلدی سے اٹھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا تو آپ کی نماز کی نیت بندھ رہی تھی اور یہ رات ۲۳ شب تھی، بعض روایات میں متعین طور سے ۲۴ شب کا ہونا بھی معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ کا ارشاد ہے کہ جو شخص تمام سال رات کو جاگے وہ شبِ قدر کو پا سکتا ہے (یعنی شبِ قدر تمام سال میں دائر رہتی ہے) کسی نے ابن کعبؓ سے اس کو نقل کیا تو وہ فرمانے لگے کہ ابن مسعودؓ کی غرض یہ ہے کہ لوگ ایک رات پر قناعت کر کے نہ بیٹھ جائیں۔ پھر قسم کھا کر یہ بتلایا کہ وہ ۲۷ رمضان کو ہوتی ہے اور اسی طرح سے بہت سے صحابہؓ اور تابعینؒ کی رائے ہے کہ وہ ۲۷ شب میں ہوتی ہے۔ ابی ابن کعبؓ کی تحقیق یہی ہے ورنہ ابن مسعودؓ کی تحقیق وہی ہے کہ جو شخص تمام رات جاگے وہ اس کو معلوم کر سکتا ہے اور درِ منثور کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کرتے ہیں۔ آئمہ میں سے بھی امام ابوحنیفہؒ کا مشہور قول یہ ہے کہ تمام سال میں دائر رہتی ہے۔ دوسرا قول امام صاحب کا یہ ہے کہ تمام رمضان میں دائر رہتی ہے۔ صاحبین کا قول ہے کہ تمام رمضان کی کسی ایک رات میں ہے۔ جو متعین ہے مگر معلوم نہیں۔ شافعیہ کا راجح قول یہ ہے کہ ۲۱ شب میں ہونا اقرب ہے امام مالکؒ اور امام احمدؒ بن حنبل کا قول یہ ہے کہ رمضان کے آخر عشرہ کی طاق راتوں میں دائر رہتی ہے، کسی سال کسی رات میں اور کسی سال کی کسی دوسری رات میں جمہور علماء کی رائے

یہ ہے کہ ستائیسویں رات میں زیادہ امید ہے۔ شیخ العارفین محی الدین ابن عربی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک ان لوگوں کا قول زیادہ صحیح ہے جو کہتے ہیں کہ تمام سال میں دائر رہتی ہے۔ اس لیے کہ میں نے دو مرتبہ اس کو شعبان میں دیکھا ہے ایک مرتبہ ۱۵ کو اور ایک مرتبہ ۱۹ کو اور دو مرتبہ رمضان کے درمیانی عشرہ میں ۱۳ کو اور ۱۸ کو اور رمضان کے آخر عشرہ کی ہر طاق رات میں دیکھا ہے۔ اس لیے مجھے اس کا یقین ہے کہ وہ سال کی راتوں میں پھرتی رہتی ہے۔ لیکن رمضان المبارک میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شب قدر سال میں دو مرتبہ ہوتی ہے۔ ایک وہ رات ہے جس میں احکام خداوندی نازل ہوتے ہیں اور اسی رات میں قرآن شریف لوح محفوظ سے اترا ہے، یہ رات رمضان کے ساتھ مخصوص نہیں تمام سال میں دائر رہتی ہے۔ لیکن جس سال قرآن نازل ہوا اس سال رمضان المبارک میں تھی اور اکثر رمضان المبارک ہی میں ہوتی ہے اور دوسری شب قدر وہ ہے۔ جس میں روحانیت کا ایک خاص انتشار ہوتا ہے اور ملائکہ بکثرت زمین پر اترتے ہیں اور شیاطین دور رہتے ہیں، دعائیں اور عبادتیں قبول ہوتی ہیں یہ ہر رمضان میں ہوتی ہے اور اخیر عشرہ کی وتر راتوں میں ہوتی ہے اور بدلتی رہتی ہے۔ میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ و برد مضجعہ اسی قول کو راجح فرماتے تھے۔

بہرحال شب قدر ایک ہو یا دو، ہر شخص کو اپنی ہمت و وسعت کے موافق تمام سال اس کی تلاش میں سعی کرنا چاہیئے، نہ ہو سکے تو رمضان بھر جستجو چاہیئے۔ اگر یہ بھی مشکل ہو تو عشرہ اخیر کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔ اتنا بھی نہ ہو سکے تو عشرۂ اخیرہ کی طاق راتوں کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیئے اور اگر خدانخواستہ یہ بھی نہ ہو سکے تو ستائیسویں شب کو تو بہرحال غنیمت بار دہ سمجھنا ہی چاہیے کہ اگر تائید ایزدی شامل حال ہے اور کسی خوش نصیب کو میسر ہو جائے تو پھر تمام دنیا کی نعمتیں اور راحتیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ لیکن اگر میسر نہ بھی ہو تب بھی اجر سے خالی نہیں، بالخصوص مغرب عشاء کی نماز جماعت سے مسجد میں ادا کرنے کا اہتمام تو ہر شخص کو تمام سال بہت ہی ضرور ہونا چاہیئے کہ اگر خوش قسمتی سے شب قدر کی رات میں یہ دو نمازیں جماعت سے میسر ہو جائیں تو کس قدر با جماعت

نمازوں کا ثواب ملے۔ اللہ کا کس قدر بڑا انعام ہے کہ کسی دینی کام میں اگر کوشش کی جاوے تو کامیابی نہ ہونے کی صورت میں بھی اس کوشش کا اجر ضرور ملتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود کتنے ہمت والے ہیں۔ جو دین کے درپے ہیں، دین کے لیے مرتے ہیں کوشش کرتے ہیں۔ اور اس کے بالمقابل اغراض دنیویہ میں کوشش کے بعد اگر نتیجہ مرتب نہ ہو تو وہ کوشش بے کار اور ضائع لیکن اس پر بھی کتنے لوگ ہیں کہ دنیوی اغراض اور بے کار لغو امور کے حاصل کرنے کے لیے جان و مال دونوں کو برباد کرتے ہیں ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

(۶) عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ اَنَّهٗ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ فَقَالَ فِیْ رَمَضَانَ فِی الْعَشْرَۃِ الْاَوَاخِرِ فَاِنَّھَا فِیْ لَیْلَۃِ وِتْرٍ فِیْ اِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ اَوْ ثَلٰثٍ وَّعِشْرِیْنَ اَوْ خَمْسٍ وَّعِشْرِیْنَ اَوْ سَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ اَوْ تِسْعٍ وَّعِشْرِیْنَ اَوْ اٰخِرِ لَیْلَۃٍ مِّنْ رَمَضَانَ مَنْ قَامَھَا اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ وَمِنْ اَمَارَاتِھَا اِنَّھَا لَیْلَۃٌ بَلْجَۃٌ صَافِیَۃٌ سَاکِنَۃٌ سَاجِیَۃٌ لَا حَارَّۃٌ وَّلَا بَارِدَۃٌ کَاَنَّ فِیْھَا قَمَرًا سَاطِعًا وَّلَا یَحِلُّ لِنَجْمٍ اَنْ یُّرْمٰی بِهٖ تِلْکَ اللَّیْلَۃَ حَتَّی الصَّبَاحِ وَمِنْ اَمَارَاتِھَا اَنَّ الشَّمْسَ یَطْلُعُ صَبِیْحَتَھَا لَا شُعَاعَ لَھَا مُسْتَوِیَۃً کَاَنَّھَا الْقَمَرُ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ وَحَرَّمَ اللّٰہُ عَلَی الشَّیْطَانِ اَنْ یَّخْرُجَ مَعَھَا یَوْمَئِذٍ (در منثور عن احمد والبیہقی ومحمد بن نصر وغیرھم)

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شب قدر کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں ہے ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ یا رمضان کی آخر رات میں جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے اس رات میں عبادت کرے اس کے پچھلے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس رات کی منجملہ اور علامتوں کے یہ ہے کہ وہ رات کھلی ہوئی چمکدار ہوتی ہے صاف شفاف نہ زیادہ گرم نہ زیادہ ٹھنڈی بلکہ معتدل گویا کہ اس میں (انوار کی کثرت کی وجہ سے) چاند کھلا ہوا ہے۔ اس رات میں صبح تک آسمان کے ستارے شیاطین کو نہیں مارے جاتے۔ نیز اس کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے بعد کی صبح کو آفتاب بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے ایسا بالکل ہموار ٹکیہ کی طرح ہوتا ہے

جیسا کہ چودھویں رات کا چاند، اللہ جل شانہ نے اس دن کے آفتاب کے طلوع کے وقت شیطان کو اس کے ساتھ نکلنے سے روک دیا بخلاف اور دنوں کے طلوع آفتاب کے وقت شیطان کا ظہور ہوتا ہے۔

ف۔ اس حدیث کا اول مضمون تو سابقہ روایات میں ذکر ہو چکا ہے۔ آخر میں شب قدر کی چند علامات ذکر کی ہیں۔ جن کا مطلب صاف ہے کسی توضیح کا محتاج نہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بعض علامات روایات میں اور ان لوگوں کے کلام میں ذکر کی گئی ہیں جن کو اس رات کی دولت نصیب ہوئی ہے۔ بالخصوص اس رات کے بعد جب صبح کو آفتاب نکلتا ہے تو بغیر شعاع کے نکلتا ہے۔ یہ علامت بہت سی روایات حدیث میں وارد ہوئی ہے اور ہمیشہ پائی جاتی ہے، اس کے علاوہ اور علامتیں لازمی اور لابدی نہیں ہیں عَبْدَۃُ بن اَبِی لبابۃ کہتے ہیں کہ میں نے رمضان المبارک کی ستائیس ۲۷ شب کو سمندر کا پانی چکھا تو بالکل میٹھا تھا۔ ایوب بن خالد کہتے ہیں کہ مجھے نہانے کی ضرورت ہو گئی میں نے سمندر کے پانی سے غسل کیا تو بالکل میٹھا تھا۔ اور یہ تیئیس ۲۳ شب کا قصہ ہے۔

مشائخ نے لکھا ہے کہ شب قدر میں ہر چیز سجدہ کرتی ہے۔ حتّٰی کہ درخت زمین پر گر جاتے ہیں اور پھر اپنی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مگر ایسی چیزوں کا تعلق امور کشفیہ سے ہے جو ہر شخص کو محسوس نہیں ہوتے۔

(۷) عَنْ عَائِشَۃَ رضؓ قَالَتْ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ اِنْ عَلِمْتُ اَیُّ لَیْلَۃٍ لَیْلَۃُ الْقَدْرِ مَا اَقُوْلُ فِیْھَا قَالَ قُوْلِیْ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ (رواہ احمد وابن ماجہ والترمذی وصححہ کذا فی المشکوٰۃ)

حضرت عائشہ رضؓ نے حضورؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ اگر مجھے شب قدر کا پتہ چل جاوے تو کیا دعا مانگوں حضورؐ نے اَللّٰھُمَّ سے اخیر تک دعا بتلائی، جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اے اللہ تو بیشک معاف کرنے والا ہے اور پسند کرتا ہے معاف کرنے کو، پس معاف فرما دے مجھ کو بھی

ف۔ نہایت جامع دعا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے لطف کرم سے آخرت کے مطالبہ سے،

معاف فرمادیں تو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہیے ؎

من نگویم کہ طاعتم بپذیر قلم عفو برگناہم کش!

حضرت سفیان ثوریؒ کہتے ہیں کہ اس رات میں دُعا کے ساتھ مشغول ہونا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت دوسری عبادات کے۔ ابن رجبؒ کہتے ہیں کہ صرف دعا نہیں بلکہ مختلف عبادات میں جمع کرنا افضل ہے۔ مثلاً تلاوت، نماز، دعا اور مراقبہ وغیرہ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سب امور منقول ہیں۔ یہی قول زیادہ اقرب ہے کہ سابقہ احادیث میں نماز، ذکر وغیرہ کئی چیزوں کی فضیلت گذر چکی ہے۔

فصل ثالث ــــ اعتکاف کے بیان میں

اعتکاف کہتے ہیں مسجد میں اعتکاف کی نیت کر کے ٹھہرنے کو، حنفیہ کے نزدیک اس کی تین قسمیں ہیں ایک واجب جو منّت اور نذر کی وجہ سے ہو جیسے یہ کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو اتنے دنوں کا اعتکاف کروں گا، یا بغیر کسی کام پر موقوف کرنے کے یوں ہی کہہ لے کہ میں نے اتنے دنوں کا اعتکاف اپنے اوپر لازم کر لیا، یہ واجب ہوتا ہے اور جتنے دنوں کی نیت کی ہے۔ اس کا پورا کرنا لازم ہے۔ دوسری قسم سنّت ہے جو رمضان المبارک کی اخیر عشرہ کا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ ان آیام کے اعتکاف فرمانے کی تھی۔ تیسرا اعتکاف نفل ہے جس کے لیے نہ کوئی وقت نہ آیام کی مقدار جتنے دن کا جی چاہے کرلے حتیٰ کہ اگر کوئی شخص تمام عمر کے اعتکاف کی نیت کرلے تب بھی جائز ہے البتہ کمی میں اختلاف ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک ایک دن سے کم کا جائز نہیں، لیکن امام محمدؒ کے نزدیک تھوڑی دیر کا بھی جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اس لیے ہر شخص کے لیے مناسب ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو اعتکاف کی نیت کر لیا کرے کہ اتنے نماز وغیرہ میں مشغول رہے۔ اعتکاف کا ثواب بھی رہے۔ میں نے اپنے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ و برد مضجعہ کو ہمیشہ اس کا اہتمام کرتے دیکھا جب مسجد میں تشریف لے جاتے تو دایاں پاؤں اندر داخل کرتے ہی اعتکاف کی نیت فرماتے تھے اور لبا اوقات خدام کی تعلیم کی غرض سے آواز سے

بھی جت فرماتے تھے، اعتکاف کا بہت زیادہ ثواب ہے اور اس کی فضیلت اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس کا اہتمام فرماتے تھے معتکف کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ کسی کے در پر جا پڑے کہ اتنے میری درخواست قبول نہ ہو ٹلنے کا نہیں ؎

نکل جائے دم تیرے قدموں کے نیچے　　یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

اگر حقیقۃً یہی حال ہو تو سخت سے سخت دل والا بھی پسیجتا ہے اور اللہ جل شانہٗ کی کریم ذات تو بخشش کے لیے بہانہ ڈھونڈتی ہے۔ بلکہ بے بہانہ مرحمت فرماتے ہیں ؎

تو وہ داتا ہے کہ دینے کے لیے　　در تیری رحمت کے ہیں ہر دم کھلے

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال　　کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

اس لیئے جب کوئی شخص اللہ کے دروازے پر منقطع ہو کر جا پڑے تو اس کے نوازے جانے میں کیا تامل ہو سکتا ہے اور اللہ جل شانہٗ جس کو اکرام فرمادیں اس کے بھرپور خزانوں کا بیان کون کر سکتا ہے۔ اس کے آگے کہنے سے قاصر ہوں کہ بچہ بلوغ کی کیفیت کیا بیان کر سکتا ہے۔ مگر ہاں یہ ٹھان لے کہ ؎

جس گل کو دل دیا ہے جس پھول پر فدا ہوں　　یا وہ بغل میں آئے یا جاں قفس سے چھوٹے

ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ اعتکاف کا مقصود اور اس کی روح دل کو اللہ کی پاک ذات کے ساتھ وابستہ کر لینا ہے کہ سب طرف سے ہٹ کر اسی کے ساتھ مجتمع ہو جائے اور ساری مشغولیوں کے بدلہ میں اسی کی پاک ذات سے مشغول ہو جائے اور اس کے غیر کی طرف سے منقطع ہو کر ایسی طرح اس میں لگ جائے کہ خیالات تفکرات سب کی جگہ اس کا پاک اس کی محبت سما جاوے حتیٰ کہ مخلوق کے ساتھ انس کے بدلہ اللہ کے ساتھ انس پیدا ہو جاوے کہ یہ انس قبر کی وحشت میں کام دے کہ اس دن اللہ کی پاک ذات کے سوا نہ کوئی مونس نہ دل بہلانے والا، اگر دل اس کے ساتھ مانوس ہو چکا ہوگا تو کس قدر لذت سے وقت گذرے گا۔

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن　　بیٹھا رہوں تصورِ جاناں کیے ہوئے

صاحب مراقی الفلاحؒ کہتے ہیں کہ اعتکاف اگر اخلاص کے ساتھ ہو تو افضل ترین اعمال سے ہے۔ اس کی خصوصیتیں حدِ احصار سے خارج ہیں کہ اس میں قلب کو دنیا و مافیہا سے یکسو

کرلیا ہے اور نفس کو مولیٰ کے سپرد کر دینا اور آقا کی چوکھٹ پر پڑ جانا ہے ؎

پھر جی میں ہے کہ در پہ کسی کے پڑا رہوں   سر زیرِ بارِ منتِ درباں کیے ہوئے

نیز اس میں ہر وقت عبادت کی مشغولی ہے کہ آدمی سوتے جاگتے ہر وقت عبادت میں شمار ہوتا ہے اور اللہ کے ساتھ تقرب ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص میری طرف ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے۔ میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور جو میری طرف (آہستہ بھی) چلتا ہے۔ میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔ نیز اس میں اللہ کے گھر پڑ جانا ہے اور کریم میزبان ہمیشہ گھر آنے والے کا اکرام کرتا ہے۔ نیز اللہ کے قلعہ میں محفوظ ہوتا ہے کہ دشمن کی رسائی وہاں تک نہیں وغیرہ وغیرہ بہت سے فضائل اور خواص اس اہم عبادت کے ہیں۔

مسئلہ:۔ مرد کے لیے سب سے افضل جگہ مسجدِ مکہ ہے، پھر مسجدِ مدینہ منورہ، پھر مسجد بیت المقدس ان کے بعد مسجد جامع پھر اپنی مسجد۔ امام صاحبؒ کے نزدیک یہ بھی شرط ہے کہ جس مسجد میں اعتکاف کرے اس میں پانچوں وقت کی جماعت ہوتی ہو، صاحبین کے نزدیک شرعی مسجد ہونا کافی ہے۔ اگرچہ جماعت نہ ہوتی ہو۔ عورت کے لیے اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنا چاہیے۔ اگر گھر میں جگہ مسجد کے نام سے متعین نہ ہو تو کسی کونہ کو اس کے لیے مخصوص کر لے، عورتوں کے لیے اعتکاف بہ نسبت مردوں کے زیادہ سہل ہے کہ گھر میں بیٹھے بیٹھے کاروبار بھی گھر کی لڑکیوں وغیرہ سے لیتی رہیں اور مفت کا ثواب بھی حاصل کرتی رہیں۔ مگر اس کے باوجود عورتیں اس سنت سے گویا بالکل ہی محروم رہتی ہیں۔

(۱) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اعْتَکَفَ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ ثُمَّ اعْتَکَفَ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ فِیْ قُبَّۃٍ تُرْکِیَّۃٍ ثُمَّ اَطْلَعَ رَاْسَہٗ فَقَالَ اِنِّیْ اَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَّلَ اَلْتَمِسُ ھٰذِہِ اللَّیْلَۃَ ثُمَّ اَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوْسَطَ ثُمَّ اُتِیْتُ فَقِیْلَ لِیْ اِنَّھَا فِی

ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان المبارک کے پہلے عشرہ میں اعتکاف فرمایا اور پھر دوسرے عشرہ میں بھی پھر ترکی خیمہ سے جس میں اعتکاف فرما رہے تھے باہر سر نکال کر ارشاد فرمایا کہ میں نے پہلے عشرہ کا اعتکاف شب قدر کی تلاش اور اہتمام کی وجہ سے کیا تھا، پھر اسی کی وجہ سے

الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ فَمَنْ كَانَ اِعْتَكَفَ مَعِیْ فَلْيَعْتَكِفِ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ فَقَدْ اُرِيْتُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ ثُمَّ اُنْسِيْتُهَا وَقَدْ رَاَيْتُنِیْ اَسْجُدُ فِیْ مَاءٍ وَّطِيْنٍ مِنْ صَبِيْحَتِهَا فَالْتَمِسُوْهَا فِی الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ وَالْتَمِسُوْا فِیْ كُلِّ وِتْرٍ قَالَ فَمُطِرَتِ السَّمَاءُ تِلْكَ اللَّيْلَةَ وَكَانَ الْمَسْجِدُ عَلٰی عَرِيْشٍ فَوَكَفَ الْمَسْجِدُ فَبَصُرَتْ عَيْنَایَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی جَبْهَتِهٖ اَثَرُ الْمَاءِ وَالطِّيْنِ مِنْ صَبِيْحَةِ اِحْدٰی وَعِشْرِيْنَ۔ (مشکوٰۃ عن المتفق علیہ باختلاف اللفظ)

دوسرے عشرہ میں کیا۔ پھر مجھے کسی بتلانے والے (یعنی فرشتہ) نے بتلایا کہ وہ رات اخیر عشرہ میں ہے لہٰذا جو لوگ میرے ساتھ اعتکاف کر رہے ہیں۔ وہ اخیر عشرہ کا بھی اعتکاف کریں مجھے یہ رات دکھلا دی گئی تھی پھر بھلا دی گئی (اس کی علامت یہ ہے) کہ میں نے اپنے آپ کو اس رات کے بعد کی صبح میں کیچڑ میں سجدہ کرتے دیکھا لہٰذا اب اس کو اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ راوی کہتے ہیں کہ اس رات میں بارش ہوئی اور مسجد چھپر کی تھی وہ ٹپکی اور میں نے اپنی آنکھوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر کیچڑ کا اثر اکیس (۲۱) کی صبح کو دیکھا۔

ف:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ اعتکاف کی ہمیشہ رہی ہے۔ اس مہینہ میں تمام مہینہ کا اعتکاف فرمایا اور جس سال وصال ہوا ہے اس سال بیس روز کا اعتکاف فرمایا تھا لیکن اکثر عادت شریفہ چونکہ اخیر عشرہ ہی کے اعتکاف کی رہی ہے اس لیے علماء کے نزدیک سنّت مؤکدہ وہی ہے۔ حدیث بالا سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس اعتکاف کی بڑی غرض شب قدر کی تلاش ہے اور حقیقت میں اعتکاف اس کے لیے بہت ہی مناسب ہے کہ اعتکاف کی حالت میں اگر آدمی سوتا ہوا بھی ہو تب بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے۔

نیز اعتکاف میں چونکہ آنا جانا اور ادھر ادھر کے کام بھی کچھ نہیں رہتے۔ اس لیے عبادت اور کریم آقا کی یاد کے علاوہ اور کوئی مشغلہ بھی نہ رہے گا۔ لہٰذا شب قدر کے قدر دانوں کے لیے اعتکاف سے بہتر صورت نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اوّل تو سارے ہی رمضان میں عبادت کا بہت زیادہ اہتمام اور کثرت فرماتے تھے۔ لیکن اخیر عشرہ میں کچھ حد ہی

نہیں رہتی تھی، رات کو خود بھی جاگتے اور گھر کے لوگوں کو بھی جگانے کا اہتمام فرماتے تھے، جیسا کہ صحیحین کی متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ بخاری و مسلم کی ایک روایت میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں، اخیر عشرہ میں حضورؐ لنگی مضبوط باندھ لیتے اور راتوں کا احیاء فرماتے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی جگاتے۔ لنگی مضبوط باندھنے سے کوشش میں اہتمام کی زیادتی بھی مراد ہو سکتی ہے اور بیویوں سے بالکلیہ احتراز بھی مراد ہو سکتا ہے۔

(۲) عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِی الْمُعْتَکِفِ ھُوَ یَعْتَکِفُ الذُّنُوْبَ وَیَجْرِیْ لَہٗ مِنَ الْحَسَنَاتِ کَعَامِلِ الْحَسَنَاتِ کُلِّھَا (مشکوٰۃ عن ابن ماجہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ معتکف گناہوں سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے لیے نیکیاں اتنی ہی لکھی جاتی ہیں جتنی کہ کرنے والے کے لیے۔

ف۔ دو مخصوص نفعے اعتکاف کے اس حدیث میں ارشاد فرمائے گئے ہیں ایک یہ کہ اعتکاف کی وجہ سے گناہوں سے حفاظت ہو جاتی ہے ورنہ بسا اوقات کوتاہی اور لغزش سے کچھ اسباب ایسے پیدا ہو ہی جاتے ہیں کہ اس میں آدمی گناہوں میں مبتلا ہو ہی جاتا ہے اور ایسے متبرک وقت میں معصیت کا ہو جانا کس قدر ظلم عظیم ہے، اعتکاف کی وجہ سے ان سے امن اور حفاظت رہتی ہے، دوسرے یہ کہ بہت سے نیک اعمال جیسا کہ جنازہ کی شرکت مریض کی عیادت وغیرہ ایسے امور ہیں کہ اعتکاف میں بیٹھ جانے کی وجہ سے معتکف ان کو نہیں کر سکتا، اس لیے اعتکاف کی وجہ سے جن عبادتوں سے رُکا رہا ان کا اجر بغیر کیے بھی ملتا رہے گا، اللہ اکبر کس قدر رحمت اور فیاضی ہے کہ ایک عبادت آدمی کرے اور دس عبادتوں کا ثواب مل جائے، درحقیقت اللہ کی رحمت بہانہ ڈھونڈھتی ہے اور تھوڑی سی توجہ اور مانگ سے دھواں دھار برستی ہے ؎ بہانہ مید ہد بہا نمید ہد مگر ہم لوگوں کو سرے سے اس کی قدر ہی نہیں ضرورت ہی نہیں توجہ کون کرے اور کیوں کرے کہ دین کی وقعت ہی ہمارے قلوب میں نہیں۔

اس کے الطاف تو ہیں عام شہیدی سب پر
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

(۳) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ اَنَّهٗ کَانَ مُعْتَکِفًا فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَاهُ رَجُلٌ فَسَلَّمَ عَلَیْهِ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ لَهٗ ابْنُ عَبَّاسٍؓ یَا فُلَانُ اَرَاکَ مُکْتَئِبًا حَزِیْنًا قَالَ نَعَمْ یَا ابْنَ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ لِفُلَانٍ عَلَیَّ حَقٌّ وَلَاعہ حُرْمَةِ صَاحِبِ هٰذَا الْقَبْرِ مَا اَقْدِرُ عَلَیْهِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَفَلَا اُکَلِّمُهٗ فِیْکَ قَالَ اِنْ اَحْبَبْتَ قَالَ فَانْتَعَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ ثُمَّ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ لَهُ الرَّجُلُ اَنَسِیْتَ مَا کُنْتَ فِیْهِ قَالَ لَا وَلٰکِنِّیْ سَمِعْتُ صَاحِبَ هٰذَا الْقَبْرِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَالْعَهْدُ بِهٖ قَرِیْبٌ فَدَمَعَتْ عَیْنَاهُ وَهُوَ یَقُوْلُ مَنْ مَشٰی فِیْ حَاجَةِ اَخِیْهِ وَبَلَغَ فِیْهَا کَانَ خَیْرًا لَّهٗ مِنْ اِعْتِکَافِ عَشْرِ سِنِیْنَ وَمَنِ اعْتَکَفَ یَوْمًا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ جَعَلَ اللّٰهُ بَیْنَهٗ وَبَیْنَ النَّارِ ثَلٰثَ خَنَادِقَ اَبْعَدَ مِمَّا بَیْنَ الْخَافِقَیْنِ (رواہ الطبرانی فی الاوسط والبیہقی واللفظ لہ والحاکم مختصر او قال صحیح الاسناد کذا فی الترغیب وقال السیوطی فی الدر صححہ الحاکم

حضرت ابن عباسؓ ایک مرتبہ مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں معتکف تھے آپؓ کے پاس ایک شخص آیا اور سلام کر کے (چپ چاپ) بیٹھ گیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اس سے فرمایا کہ میں تمہیں غمزدہ اور پریشان دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے اس نے کہا اے رسول اللہ کے چچا کے بیٹے میں بے شک پریشان ہوں کہ فلاں کا مجھ پر حق ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس قبر والے کی عزت کی قسم میں اس حق کے ادا کرنے پر قادر نہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اچھا کیا میں اس سے تیری سفارش کروں۔ اس نے عرض کیا جیسے آپ مناسب سمجھیں، ابن عباسؓ یہ سن کر جوتہ پہن کر مسجد سے باہر تشریف لے ، اس شخص نے عرض کیا کہ آپ اپنا اعتکاف بھول گئے۔ فرمایا بھولا نہیں ہوں بلکہ میں نے اس قبر والے (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا ہے اور ابھی زمانہ کچھ زیادہ نہیں گذرا (یہ لفظ کہتے ہوئے) ابن عباسؓ کی آنکھوں سے آنسو بہنے

عہ هکذا فی النسخة التی بایدینا بلفظ حرف النهی وهو الصواب عندی بوجوہ ووقع فی بعض النسخ بلفظ ولاء بالهمزة فی آخرہ وهو تصحیف عندی من الکاتب وعلیه قرائن ظاهرة ۱۲

و ضعفه البیہقی لگے کہ حضورؐ فرما رہے تھے کہ جو شخص اپنے بھائی کے کسی کام میں چلے پھرے اور کوشش کرے اس کے لیے دس برس کے اعتکاف سے افضل ہے اور جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ کی رضا کے واسطے کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں، آڑ فرما دیتے ہیں جن کی مسافت آسمان اور زمین کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ چوڑی ہے (اور جب ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے اور دس برس کے اعتکاف کی کیا کچھ مقدار ہو گی۔

ف۔ اس حدیث سے دو مضمون معلوم ہوئے، اوّل یہ کہ ایک دن کے اعتکاف کا ثواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں حائل فرما دیتے ہیں۔ اور ہر خندق اتنی بڑی ہے۔ جتنا سارا جہان اور ایک دن سے زیادہ جس قدر زیادہ دنوں کا اعتکاف ہو اتنا ہی اجر زیادہ ہو گا۔ علامہ شعرانیؒ نے کشف الغمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص عشرہ رمضان کا اعتکاف کرے اس کو دو حج اور دو عمرہ کا اجر ہے اور جو شخص مسجد جماعت میں مغرب سے عشاء تک کا اعتکاف کرے کہ نماز، قرآن کے علاوہ کسی سے بات نہ کرے حق تعالیٰ شانہٗ اس کے لیے جنت میں ایک محل بناتے ہیں دوسرا مضمون جو اس سے بھی زیادہ اہم ہے وہ مسلمانوں کی حاجت روائی کہ دس برس کے اعتکاف سے افضل ارشاد فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے ابنِ عباسؓ نے اپنے اعتکاف کی پرواہ نہیں فرمائی کہ اس کی تلافی پھر بھی ہو سکتی ہے اور اس کی قضا ممکن ہے۔ اسی وجہ سے صوفیاء کا مقولہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے یہاں ٹوٹے ہوئے دل کی جتنی قدر ہے۔ اتنی کسی چیز کی نہیں، یہی وجہ ہے کہ مظلوم کی بد دعا سے احادیث میں بہت ڈرایا گیا ہے حضورؐ جب کسی شخص کو حاکم بنا کر بھیجتے تھے اور نصائح کے ساتھ وَاتَّقِ دَعْوَةَ الْمَظْلُوْمِ بھی ارشاد فرماتے تھے کہ مظلوم کی بد دعا سے بچیو ؎

تبرس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن

اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید!

اس جگہ ایک مسئلہ کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ کسی مسلمان کی حاجت روائی کے لیے بھی مسجد سے نکلنے سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے اور اگر اعتکاف واجب ہو تو اس کی قضا واجب ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ضرورتِ بشری کے علاوہ کسی ضرورت سے بھی مسجد سے باہر تشریف نہیں لائے تھے حضرت ابن عباسؓ کا یہ ایثار کہ دوسرے کی وجہ سے اپنا اعتکاف توڑ دیا ایسے ہی لوگوں کے لیے مناسب ہے کہ دوسروں کی خاطر خود پیاسے تڑپ تڑپ کر مر جاویں مگر پانی کا آخری قطرہ اس لیے نہ پئیں کہ دوسرا زخمی جو پاس لیٹا ہوا ہے۔ وہ اپنے سے مقدم ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کا یہ اعتکاف نفلی اعتکاف ہو، اس صورت میں کوئی اشکال نہیں۔ خاتمہ میں ایک طویل حدیث جس میں کئی نوع کے فضائل ارشاد فرمائے ہیں۔ ذکر کر کے اس رسالہ کو ختم کیا جاتا ہے۔

(۴) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ الْجَنَّةَ لَتُبَخَّرُ وَتُزَيَّنُ مِنَ الْحَوْلِ اِلَى الْحَوْلِ لِدُخُوْلِ شَهْرِ رَمَضَانَ فَاِذَا كَانَتْ اَوَّلُ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ هَبَّتْ رِيْحٌ مِّنْ تَحْتِ الْعَرْشِ يُقَالُ لَهَا الْمُثِيْرَةُ فَتُصَفِّقُ وَرَقَاتِ اَشْجَارِ الْجِنَانِ وَحِلَقَ الْمَصَارِيْعِ فَيُسْمَعُ لِذٰلِكَ طَنِيْنٌ لَمْ يَسْمَعِ السَّامِعُوْنَ اَحْسَنَ مِنْهُ فَتَبْرُزُ الْحُوْرُ الْعِيْنُ حَتّٰى يَقِفْنَ بَيْنَ شُرَفِ الْجَنَّةِ فَيُنَادِيْنَ هَلْ مِنْ خَاطِبٍ اِلَى اللّٰهِ فَيُزَوِّجَهٗ ثُمَّ يَقُلْنَ الْحُوْرُ الْعِيْنُ يَا رِضْوَانُ الْجَنَّةِ مَا هٰذِهِ اللَّيْلَةُ فَيُجِيْبُهُنَّ بِالتَّلْبِيَةِ ثُمَّ يَقُوْلُ هٰذِهٖ اَوَّلُ لَيْلَةٍ

ابن عباس کی روایت میں ہے کہ انہوں نے حضورؐ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جنت کو رمضان شریف کے لیے خوشبوؤں کی دھونی دی جاتی ہے اور شروع سال سے آخر سال تک رمضان کی خاطر آراستہ کیا جاتا ہے۔ پس رمضان المبارک کی پہلی رات ہوتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے۔ جس کا نام مثیرہ ہے (جس کے جھونکوں کی وجہ سے) جنت کے درختوں کے پتے اور کواڑوں کے حلقے بجنے لگتے ہیں۔ جس سے ایسی دل آویز سریلی آواز نکلتی ہے کہ سننے والوں نے اس سے اچھی آواز کبھی نہیں سنی۔ پس خوشنما آنکھوں والی حوریں اپنے مکانوں سے نکل کر جنت

مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ
عَلَى الصَّائِمِيْنَ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ
يَا رِضْوَانُ افْتَحْ اَبْوَابَ الْجِنَانِ وَيَا مَالِكُ
اَغْلِقْ اَبْوَابَ الْجَحِيْمِ عَلَى الصَّائِمِيْنَ
مِنْ اُمَّةِ اَحْمَدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
يَا جِبْرَئِيْلُ اهْبِطْ اِلَى الْاَرْضِ فَاصْفِدْ
مَرَدَةَ الشَّيَاطِيْنِ وَغُلَّهُمْ بِالْاَغْلَالِ
ثُمَّ اقْذِفْهُمْ فِي الْبِحَارِ حَتّٰى لَا يُفْسِدُوْا
عَلٰى اُمَّةِ مُحَمَّدٍ حَبِيْبِيْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ صِيَامَهُمْ قَالَ وَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَ
جَلَّ فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ لِمُنَادٍ
يُنَادِيْ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَاُعْطِيَهٗ
سُؤْلَهٗ هَلْ مِنْ تَائِبٍ فَاَتُوْبَ عَلَيْهِ هَلْ
مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَ لَهٗ مَنْ يُّقْرِضُ الْمَلِيَّ
غَيْرَ الْعَدُوْمِ وَالْوَفِيَّ غَيْرَ الظَّلُوْمِ قَالَ
وَلِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ مِّنْ شَهْرِ
رَمَضَانَ عِنْدَ الْاِفْطَارِ اَلْفُ اَلْفِ عَتِيْقٍ
مِّنَ النَّارِ كُلُّهُمْ قَدِ اسْتَوْجَبُوا النَّارَ
فَاِذَا كَانَ اٰخِرُ يَوْمٍ مِّنْ شَهْرِ رَمَضَانَ
اَعْتَقَ اللّٰهُ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ بِقَدْرِ مَا اَعْتَقَ
مِنْ اَوَّلِ الشَّهْرِ اِلٰى اٰخِرِهٖ وَاِذَا كَانَتْ
لَيْلَةُ الْقَدْرِ يَاْمُرُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ جِبْرَئِيْلَ

کے بالاخانوں کے درمیان کھڑے ہوکر
آواز دیتی ہیں کہ کوئی ہے اللہ تعالیٰ کی
بارگاہ میں ہم سے منگنی کرنے والا تاکہ حق تعالیٰ
شانہٗ اس کو ہم سے جوڑ دیں، پھر وہی
حوریں جنت کے داروغہ رضوان سے پوچھتی
ہیں کہ یہ کیسی رات ہے وہ لبیک کہہ کر
جواب دیتے ہیں کہ رمضان المبارک کی
پہلی رات ہے۔ جنت کے دروازے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے
(آج) کھول دیے گئے ہیں حضورؐ نے
فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ رضوان سے فرما دیتے
ہیں کہ جنت کے دروازے کھول دے اور
مالک (جہنم کے داروغہ) سے فرما دیتے
ہیں کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت
کے روزہ داروں پر جہنم کے دروازے
بند کر دے اور جبرئیل کو حکم ہوتا ہے کہ
زمین پر جاؤ اور سرکش شیاطین کو قید کرو
اور گلے میں طوق ڈال کر دریا میں پھینک
دو کہ میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کی امت کے روزوں کو خراب نہ کریں۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد
فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہٗ رمضان کی ہر رات
میں ایک منادی کو حکم فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ

فَيَهْبِطُ فِيْ كَبْكَبَةٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ
مَعَهُمْ لِوَاءٌ اَخْضَرُ فَيَرْكُزُ اللِّوَاءَ
عَلٰى ظَهْرِ الْكَعْبَةِ وَلَهٗ مِائَةُ جَنَاحٍ
مِنْهَا جَنَاحَانِ لَا يَنْشُرُهُمَا اِلَّا فِيْ تِلْكَ
اللَّيْلَةِ فَيَنْشُرُهُمَا فِيْ تِلْكَ اللَّيْلَةِ
فَيُجَاوِزُ الْمَشْرِقَ اِلَى الْمَغْرِبِ فَيَحُثُّ
جِبْرَئِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْمَلٰٓئِكَةَ
فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَيُسَلِّمُوْنَ عَلٰى كُلِّ
قَائِمٍ وَّقَاعِدٍ وَّمُصَلٍّ وَّذَاكِرٍ وَّيُصَافِحُوْ
نَهُمْ وَيُؤَمِّنُوْنَ عَلٰى دُعَائِهِمْ حَتّٰى
يَطْلُعَ الْفَجْرُ فَاِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ يُنَادِيْ
جِبْرَئِيْلُ مَعَاشِرَ الْمَلٰٓئِكَةِ اَلرَّحِيْلَ
اَلرَّحِيْلَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا جِبْرَئِيْلُ فَمَا
صَنَعَ اللّٰهُ فِيْ حَوَائِجِ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اُمَّةِ
اَحْمَدَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُوْلُ
نَظَرَ اللّٰهُ اِلَيْهِمْ فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ فَعَفَا
عَنْهُمْ اِلَّا اَرْبَعَةً فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
مَنْ هُمْ قَالَ رَجُلٌ مُّدْمِنُ خَمْرٍ وَّعَاقٌّ
لِّوَالِدَيْهِ وَقَاطِعُ رَحِمٍ وَّمُشَاحِنٌ
قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْمُشَاحِنُ قَالَ
هُوَ الْمُصَارِمُ فَاِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْفِطْرِ
سُمِّيَتْ تِلْكَ اللَّيْلَةُ لَيْلَةَ الْجَائِزَةِ
فَاِذَا كَانَتْ غَدَاةُ الْفِطْرِ بَعَثَ اللّٰهُ

یہ آواز دے کہ ہے کوئی مانگنے والا جس کو
میں عطا کروں ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ
میں اس کی توبہ قبول کروں، کوئی ہے،
مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کی مغفرت
کروں، کون ہے جو غنی کو قرض دے ایسا
غنی جو نادار نہیں، ایسا پورا پورا ادا کرنے
والا جو ذرا بھی کمی نہیں کرتا۔ حضورؐ نے فرمایا
کہ حق تعالیٰ شانہٗ رمضان شریف میں روزانہ
افطار کے وقت ایسے دس لاکھ آدمیوں کو
جہنم سے خلاصی مرحمت فرماتے ہیں جو جہنم
کے مستحق ہو چکے تھے اور جب رمضان
کا آخری دن ہوتا ہے تو یکم رمضان سے
آج تک جس قدر لوگ جہنم سے آزاد کیے
گئے تھے ان کے برابر اس ایک دن میں آزاد
فرماتے ہیں اور جس رات شب قدر ہوتی ہے
تو حق تعالیٰ شانہٗ حضرت جبرئیلؑ کو حکم
فرماتے ہیں وہ فرشتوں کے ایک بڑے لشکر کے
ساتھ زمین پر اترتے ہیں، ان کے ساتھ
ایک سبز جھنڈا ہوتا ہے جس کو کعبہ کے اوپر
کھڑا کرتے ہیں اور حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے سو بازو ہیں، جن میں سے
دو بازوؤں کو صرف اسی رات میں کھولتے ہیں
جن کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیتے

عَزَّ وَجَلَّ الْمَلٰٓئِكَةَ فِيْ كُلِّ بِلَادٍ فَيَهْبِطُوْنَ اِلَى الْاَرْضِ فَيَقُوْمُوْنَ عَلٰى اَفْوَاهِ السِّكَكِ فَيُنَادُوْنَ بِصَوْتٍ يَّسْمَعُ مَنْ خَلَقَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلَّا الْجِنَّ وَالْاِنْسَ فَيَقُوْلُوْنَ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ اخْرُجُوْا اِلٰى رَبٍّ كَرِيْمٍ يُّعْطِي الْجَزِيْلَ وَيَعْفُوْ عَنِ الْعَظِيْمِ فَاِذَا بَرَزُوْا اِلٰى مُصَلَّاهُمْ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لِلْمَلٰٓئِكَةِ مَا جَزَآءُ الْاَجِيْرِ اِذَا عَمِلَ عَمَلَهٗ قَالَ فَتَقُوْلُ الْمَلٰٓئِكَةُ اِلٰهَنَا وَسَيِّدَنَا جَزَآءُهٗ اَنْ تُوَفِّيَهٗ اَجْرَهٗ قَالَ فَيَقُوْلُ فَاِنِّيْٓ اُشْهِدُكُمْ يَا مَلٰٓئِكَتِيْٓ اِنِّيْ قَدْ جَعَلْتُ ثَوَابَهُمْ مِّنْ صِيَامِهِمْ شَهْرَ رَمَضَانَ وَقِيَامِهِمْ رِضَائِيْ وَمَغْفِرَتِيْ وَيَقُوْلُ يَا عِبَادِيْ سَلُوْنِيْ فَوَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ لَا تَسْئَلُوْنِي الْيَوْمَ شَيْئًا فِيْ جَمْعِكُمْ لِاٰخِرَتِكُمْ اِلَّا اَعْطَيْتُكُمْ وَلَا لِدُنْيَاكُمْ اِلَّا نَظَرْتُ لَكُمْ فَوَعِزَّتِيْ لَاَسْتُرَنَّ عَلَيْكُمْ عَثَرَاتِكُمْ مَا رَاقَبْتُمُوْنِيْ وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ لَا اُخْزِيْكُمْ وَلَا اَفْضَحُكُمْ بَيْنَ اَصْحَابِ الْحُدُوْدِ اِنْصَرِفُوْا مَغْفُوْرًا لَّكُمْ قَدْ اَرْضَيْتُمُوْنِيْ وَرَضِيْتُ عَنْكُمْ فَتَفْرَحُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَتَسْتَبْشِرُ بِمَا يُعْطِي اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هٰذِهِ الْاُمَّةَ اِذَا اَفْطَرُوْا مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ

ہیں پھر حضرت جبرئیل ؑ فرشتوں کو تقاضا فرماتے ہیں کہ جو مسلمان آج کی رات میں کھڑا ہو یا بیٹھا ہو، نماز پڑھ رہا ہو یا ذکر کر رہا ہو اس کو سلام کریں۔ مصافحہ کریں اور ان کی دعاؤں پر آمین کہیں صبح تک یہی حالت رہتی ہے۔ جب صبح ہو جاتی ہے تو جبرئیل ؑ آواز دیتے ہیں کہ اے فرشتوں کی جماعت اب کوچ کرو اور چلو۔ فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے مومنوں کی حاجتوں اور ضرورتوں میں کیا معاملہ فرمایا، وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر توجہ فرمائی اور چار شخصوں کے علاوہ سب کو معاف فرمادیا صحابہ ؓ نے پوچھا یا رسول اللہ وہ چار شخص کون ہیں، ارشاد ہوا کہ ایک وہ شخص جو شراب کا عادی ہو، دوسرا وہ شخص جو والدین کی نافرمانی کرنے والا ہو، تیسرا وہ شخص جو قطع رحمی کرنے والا اور ناطہ توڑنے والا ہو چوتھا وہ شخص جو کینہ رکھنے والا ہو اور آپس میں قطع تعلق کرنے والا ہو۔ پھر جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام (آسمانوں پر) لیلۃ الجائزہ، (انعام کی رات) سے لیا جاتا ہے اور عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ

(کذا فی الترغیب وقال رواہ ابو الشیخ بن حبان فی کتاب الثواب والبیہقی واللفظ لہ ولیس فی اسنادہ من اجمع علی ضعفہ قلت قال السیوطی فی التدریب قد التزم البیہقی ان لا یخرج فی تصانیفہ حدیثا یعلمہ موضوعا الخ وذکر القاری فی المرقاۃ بعض طرق الحدیث ثم قال فاختلاف طرق الحدیث یدل علی ان لہ اصلا اھ

فرشتوں کو تمام شہروں میں بھیجتے ہیں وہ زمین پر اتر کر تمام گلیوں، راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے جس کو جنات اور انسان کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے پکارتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اس کریم رب کی درگاہ کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف کرنے والا ہے پھر جب لوگ عیدگاہ کی طرف نکلتے ہیں تو حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے دریافت کرتے ہیں، کیا بدلہ ہے اس مزدور کا جو اپنا کام پورا کر چکا ہے، وہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے معبود اور ہمارے مالک اس کا بدلہ یہی ہے کہ اس کی مزدوری پوری پوری دی جائے تو حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے فرشتو میں تمہیں گواہ بناتا ہوں۔ میں نے ان کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلہ میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی اور بندوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ اے میرے بندو مجھ سے مانگو، میری عزت کی قسم، میرے جلال کی قسم آج کے دن اپنے اس اجتماع میں مجھ سے اپنی آخرت کے بارے میں جو سوال کرو گے عطا کروں گا اور دنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے۔ اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا۔ میری عزت کی قسم کہ جب تک تم میرا خیال رکھو گے۔ میں تمہاری لغزشوں پر ستاری کرتا رہوں گا اور ان کو چھپاتا رہوں، میری عزت کی قسم میرے جلال کی قسم میں تمہیں مجرموں (اور کافروں) کے سامنے رسوا اور فضیحت نہ کروں گا۔ بس اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا۔ پس فرشتے اس اجر و ثواب کو دیکھ کر جو اس امت کو افطار کے دن ملتا ہے۔ خوشیاں مناتے ہیں اور کھل جاتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ،

اس حدیث کے اکثر مضامین رسالہ کے گذشتہ اوراق میں بیان ہو چکے ہیں۔ البتہ چند امور قابل غور ہیں جن میں سب سے اول اور اہم تو یہ ہے کہ بہت سے محروم رمضان کی مغفرت عام

سے بھی مستثنےٰ تھے جیسا کہ پہلی روایات میں معلوم ہو چکا ہے اور وہ عید کی اس مغفرت عامہ سے بھی مستثنےٰ کر دیے گئے۔ جن میں سے آپس کے لڑنے والے اور والدین کی نافرمانی کرنے والے بھی ہیں۔ ان سے کوئی پوچھے کہ تم نے اللہ کو ناراض کر کے اپنے لیے کون سا ٹھکانا ڈھونڈ رکھا ہے۔ افسوس تم پر بھی اور تمھاری اس عزت پر بھی جس کے حاصل کرنے کے غلط خیال میں تم رسولِ اللہ کی بد دعائیں برداشت کر رہے ہو، جبرئیلؑ کی بد دعائیں اٹھا رہے ہو اور اللہ کی رحمت و مغفرتِ عامہ سے بھی نکالے جا رہے ہو۔ میں پوچھتا ہوں کہ آج تم نے اپنے مقابل کو زک دے ہی دی، اپنی مونچھ اونچی کر ہی لی، وہ کتنے دن تمھارے ساتھ رہ سکتی ہے۔ جبکہ اللہ کا پیارا رسولؐ تمہارے اوپر لعنت کر رہا ہے، اللہ کا مقرب فرشتہ تمھاری ہلاکت کی بد دُعا دے رہا ہے۔ اللہ جل شانہٗ تمھیں اپنی مغفرت و رحمت سے نکال رہے ہیں۔ اللہ کے واسطے سوچو اور بس کرو۔ صبح کا بھٹکا شام کو گھر آ جائے تو کچھ نہیں گیا۔ آج وقت ہے اور تلافی ممکن، اور کل جب ایسے حاکم کی پیشی میں جانا ہے۔ جہاں نہ عزت و وجاہت کی پوچھ نہ مال و متاع کار آمد، وہاں صرف تمہارے اعمال کی پوچھ ہے اور ہر حرکت لکھی لکھائی سامنے ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے حقوق میں درگذر فرماتے ہیں۔ مگر بندوں کے آپس کے حقوق میں بغیر بدلہ دیے نہیں چھوڑتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مفلس میری امت میں وہ شخص ہے کہ قیامت کے دن نیک اعمال کے ساتھ آوے اور نماز روزہ صدقہ سب ہی کچھ لاوے لیکن کسی کو گالی دے رکھی ہے، کسی کو تہمت لگا دی تھی، کسی کو مار پیٹ کی تھی پس یہ سب دعویدار آویں گے اور اس کے نیک اعمال میں سے ان حرکتوں کا بدلہ وصول کر لیں گے اور جب اس کے پاس نیک اعمال ختم ہو جاویں گے تو اپنی برائیاں ان حرکتوں کے بدلہ میں اس پر ڈالتے رہیں گے اور پھر اس انبار کی بدولت وہ جہنم رسید ہو جائے گا اور اپنی کثرتِ اعمال کے باوجود جو حسرت و یاس کا عالم ہو گا وہ محتاجِ بیان نہیں ہے

وہ مایوس تمنا کیوں نہ سوئے آسماں دیکھے
کہ جو منزل بمنزل اپنی محنت رائیگاں دیکھے

دوسرا امر قابلِ غور یہ ہے کہ اس رسالہ میں چند مواقع مغفرت کے ذکر کیے گئے ہیں اور

ان کے علاوہ بھی بہت سے امور ایسے ہیں کہ وہ مغفرت کا سبب ہوتے ہیں اور گناہ ان سے معاف ہو جاتے ہیں۔ اس پر ایک اشکال ہوتا ہے وہ یہ کہ جب ایک مرتبہ گناہ معاف ہو چکے تو اس کے بعد دوسری مرتبہ معافی کے کیا معنی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مغفرت کا قاعدہ یہ ہے کہ جب وہ بندہ کی طرف متوجہ ہوتی ہے اگر اس پر کوئی گناہ ہوتا ہے تو اس کو مٹاتی ہے اور اگر اس کے اوپر کوئی گناہ نہیں ہوتا تو اس کے بقدر اس پر رحمت اور انعام کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ تیسرا امر یہ ہے کہ سابقہ احادیث میں بھی بعض جگہ اور اس حدیث میں بھی حق تعالےٰ شانہٗ نے اپنی مغفرت فرمانے پر فرشتوں کو گواہ بنایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قیامت کی عدالت کے معاملات ضابطہ پر رکھے گئے ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ان کی تبلیغ کے بارے میں بھی گواہ طلب کئے جائیں گے۔ چنانچہ احادیث کی کتابوں میں بہت سے مواقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم سے میرے بارے میں سوال ہوگا لہٰذا تم گواہ رہو کہ میں پہنچا چکا ہوں بخاری میں روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام قیامت کے دن بلائے جائیں گے۔ ان سے دریافت کیا جائے گا کہ تم نے رسالت کا حق ادا کیا ہمارے احکام پہونچائے۔ وہ عرض کریں گے، پہونچائے تھے۔ پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا کہ تمہیں احکام پہونچائے تھے وہ کہیں گے مَاجَاءَنَا مِنْ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ہمارے پاس نہ کوئی بشارت دینے والا آیا نہ ڈرانے والا تو حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھا جائے گا کہ اپنے گواہ پیش کرو، وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمت کو پیش کریں گے۔ امتِ محمدیہ بلائی جائے گی اور گواہی دے گی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ ان سے جرح کی جائے گی کہ تم کو کیا خبر، کہ نوحؑ نے اپنی اُمت کو احکام پہونچائے۔ یہ عرض کریں گے کہ ہمارے رسولؐ نے خبر دی۔ ہمارے رسولؐ پر جو سچی کتاب اتری اس میں خبر دی گئی۔ اسی طرح اور انبیاء کی اُمت کے ساتھ یہی پیش آئے گا اسی کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ۔

امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ قیامت میں گواہیاں چار طرح کی ہوں گی، ایک ملائکہ کی جس کے متعلق آیات ذیل میں تذکرہ ہے وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ

وَمَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۝ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ دوسری گواہی انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی ہوگی جس کے متعلق ارشاد ہے وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۝ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ط تیسری اُمّتِ محمدیہ کی گواہی ہوگی جس کے متعلق ارشاد ہے وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ ط چوتھی آدمی کی اپنے اعضاء کی گواہی جس کے متعلق ارشاد ہے يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ الاٰية اور اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ الاٰية اختصار کے خیال سے ان آیات کا ترجمہ نہیں لکھا۔ سب آیات کا حاصل قیامت کے دن چیزوں کو گواہی دینے کا ذکر ہے۔ جن کا بیان آیت میں لکھ دیا گیا۔ چوتھا امر حدیثِ بالا میں یہ ارشادِ مبارک ہے کہ میں تم کو کفار کے سامنے رسوا اور فضیحت نہ کروں گا۔ یہ حق تعالیٰ شانہٗ کا غایت درجہ کا لطف وکرم اور مسلمانوں کے حال پر غیرت ہے کہ اللہ کی رضا کے ڈھونڈنے والوں کے لیے یہ بھی لطف وانعام ہے کہ ان کی لغزشوں اور سیئات سے وہاں بھی درگذر اور پردہ پوشی کی جاتی ہے۔

عبد اللہ بن عمرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ ایک مومن کو اپنے قریب بلا کر اس پر پردہ ڈال کر کہ کوئی دوسرا نہ دیکھے۔ اس کی لغزشوں اور سیئات کو یاد دلا کر اس سے ہر ہر گناہ کا اقرار کرائیں گے اور وہ اپنے گناہوں کی کثرت اقرار پر یہ سمجھے گا کہ اب ہلاکت کا وقت قریب آگیا تو ارشاد ہوگا کہ میں نے دنیا میں تجھ پر ستاری فرمائی ہے تو آج بھی ان پر پردہ ہے اور معاف ہیں۔ اس کے بعد اس کے نیک اعمال کا دفتر اس کے حوالہ کر دیا جائے گا۔

اور بھی سینکڑوں روایات سے یہ مضمون مستنبط ہوتا ہے کہ اللہ کی رضا کے ڈھونڈنے والوں، اس کے احکام کی پابندی کرنے والوں کی لغزشوں سے درگذر کر دیا جاتا ہے۔ اسلئے نہایت اہمیت کے ساتھ ایک مضمون سمجھ لینا چاہئے کہ جو لوگ اللہ والوں کی کوتاہیوں پر ان کی غیبت میں مبتلا رہتے ہیں۔ وہ اس کا لحاظ رکھیں کہ مبادا قیامت میں ان کے نیک اعمال کی برکت سے ان کی لغزشیں تو معاف کر دی جائیں اور پردہ پوشی فرمائی جائے لیکن تم لوگوں

کے اعمالنامے خبیث کا دفتر بن کر ہلاکت کا سبب نہیں، اللہ جل شانہٗ اپنے لطف سے ہم سب سے درگذر فرماویں۔

پانچواں امر ضروری یہ ہے کہ حدیث بالا میں عید کی رات کو انعام کی رات سے پکارا گیا۔ اس رات حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے اپنے بندوں کو انعام دیا جاتا ہے۔ اس لیے بندوں کو بھی اس رات کی بے حد قدر کرنا چاہئیے بہت سے لوگ عوام کا تو پوچھنا ہی کیا۔ خواص بھی رمضان کے تھکے ماندے اس رات میں میٹھی نیند سوتے ہیں۔ حالانکہ یہ رات بھی خصوصیت سے عبادت میں مشغول رہنے کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص ثواب کی نیت کر کے دونوں عیدوں میں جاگے (اور عبادت میں مشغول رہے) اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن سب کے دل مر جاویں گے۔ یعنی فتنہ و فساد کے وقت جب لوگوں کے قلوب پر مردنی چھاتی ہے۔ اس کا دل زندہ رہے گا اور ممکن ہے کہ صور پھونکے جانے کا دن مراد ہو کہ اس کی روح بیہوش نہ ہوگی۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص پانچ راتوں میں (عبادت کے لیے) جاگے اس کے واسطے جنت واجب ہو جاوے گی، لیلۃ الترویہ (آٹھ ذی الحجہ کی رات) لیلۃ العرفہ (۹ ذی الحجہ کی رات) لیلۃ النحر (۱۰۔ ذی الحجہ) اور عید الفطر کی رات اور شب برات یعنی ۱۵ شعبان کی رات۔

فقہاء نے بھی عیدین کی رات میں جاگنا مستحب لکھا ہے۔ ماثبت بالسنۃ میں امام شافعیؒ صاحب سے نقل کیا ہے کہ پانچ راتیں دعا کی قبولیت کی ہیں۔ جمعہ کی رات، عیدین کی راتیں، غرۂ رجب کی رات اور نصف شعبان کی رات۔

تنبیہ:۔ بعض بزرگوں کا ارشاد ہے کہ رمضان المبارک میں جمعہ کی رات کا بھی خصوصیت سے اہتمام چاہئیے کہ جمعہ اور اس کی رات بہت متبرک اوقات ہیں۔ احادیث میں ان کی بہت فضیلت آئی ہے مگر چونکہ بعض روایات میں جمعہ کی رات کو قیام کے ساتھ مخصوص کرنے کی ممانعت بھی وارد ہوئی ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ ایک دو رات کو اس کے ساتھ اور بھی شامل کرلے۔ آخر میں ناظرین سے لجاجت سے درخواست ہے کہ رمضان المبارک کے مخصوص

اوقات میں جب آپ اپنے لیے دعا فرمائیں تو ایک سیہ کار کو بھی شامل فرمائیں۔ کیا بعید ہے کہ کریم آقا تمہاری مخلصانہ دعا سے اس کو بھی اپنی رضا و محبت سے نوازیں۔

گرچہ میں بدکار و نالائق ہوں اے شاہِ جہاں پر ترے در کو بتا اب چھوڑ کر جاؤں کہاں
کون ہے تیرے سوا مجھ بینوا کے واسطے

کشمکش سے نا امیدی کی ہوا ہوں میں تباہ دیکھ مت میرے عمل، کر لطف پر اپنے نگاہ
یارب اپنے رحم و احسان و عطا کے واسطے

چرخِ عصیاں سر پہ ہے زیرِ قدم بحرِ الم چار سو ہے فوجِ غم کر جلد اب بہرِ کرم
کچھ رہائی کا سبب اس مبتلا کے واسطے

ہے عبادت کا سہارا عابدوں کے واسطے اور تکیہ زہد کا ہے زاہدوں کے واسطے
ہے عصائے آہ مجھ بے دست و پا کیواسطے

نے فقیری چاہتا ہوں نے امیری کی طلب نے عبادت نے ورع نے خواہش علم و ادب
دردِ دل، پر چاہیئے مجھ کو خدا کے واسطے

عقل و ہوش و فکر اور نعمائے دنیا بے شمار کی عطا تو نے مجھے، پر اب تو اے پروردگار!
بخش، وہ نعمت جو کام آئے سدا کے واسطے

حد سے ابتر ہو گیا ہے حال مجھ ناشاد کا! کر مری امداد اللہ وقت ہے امداد کا
اپنے لطف و رحمتِ بے انتہا کے واسطے

گو میں ہوں اک بندۂ عاصی غلامِ پُرقصور جرم میرا حوصلہ ہے نام ہے تیرا غفور
تیرا کہلاتا ہوں میں جیسا ہوں اے ربِّ شکور اَنْتَ شَافٍ اَنْتَ کَافٍ فِیْ مُہِمَّاتِ الْاُمُوْرِ
اَنْتَ حَسْبِیْ اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ لِیْ نِعْمَ الْوَکِیْلُ

(مؤلفہ)

محمد زکریا کاندھلوی مقیم مظاہر علوم سہارنپور

وارد بستی حضرت نظام الدین دہلی ۲۷ شب رمضان المبارک ۱۳۴۹ھ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

فضائلِ درود شریف

مُصنّفہ

شیخ الحدیث حضرۃ مولانا محمد زکریا صاحب

رحمۃ اللہ تعالیٰ

کتب خانہ محمد اسلام
لاہور پاکستان

فہرست مضامین فضائلِ دُرود شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حامدا ومصلیا ومسلما

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمَوْجُوْدَاتِ الَّذِيْ قَالَ اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْحَشْرِ۔

اما بعد اللہ جل جلالہ عم نوالہ کے لطف وانعام اور محض اس کے فضل واحسان اور اس کے نیک بندوں کی شفقت اور توجہات سے اس ناکارہ و نابکار سیاہ کار کے قلم سے فضائل کے سلسلہ میں متعدد رسالے لکھے گئے جو نظام الدینؒ کے تبلیغی سلسلہ کے نصاب میں بھی داخل ہیں، اور احباب کے سینکڑوں خطوط سے ان کا بہت زیادہ نافع ہونا معلوم ہوتا رہا۔ اس ناکارہ کا اس میں کوئی دخل نہیں اولاً محض اللہ جل شانہ کا انعام ثانیاً اس پاک رسولؐ کے کلام کی برکت جس کے تراجم ان رسائل میں پیش کیے گئے ثالثاً ان اللہ والوں کی برکتیں جن کے ارشادات سے یہ رسائل لکھے گئے ہیں یہ اللہ کا محض لطف وکرم ہے کہ ان ساری برکات میں اس ناپاک کی گندگی حائل نہ ہوئی اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كُلُّهٗ وَلَكَ الشُّكْرُ كُلُّهٗ اَللّٰهُمَّ لَا اُحْصِيْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ۔

اس سلسلہ کا سب سے پہلا رسالہ ۱۳۴۸ھ میں فضائل قرآن کے نام سے حضرت اقدس شاہ محمد یٰسین صاحب نگینوی؏ خلیفہ قطب عالم شیخ المشائخ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ

؏ حضرت شاہ صاحب کی ولادت ربیع الاول ۱۲۸۵ھ میں ہوئی۔ اس لحاظ سے ۷۵ سال کی عمر میں وصال ہوا۔ نہایت بزرگ نہایت متواضع نہایت کم گو صاحب کشف اور صاحب تصرفات بزرگ تھے۔ اس ناکارہ پر بہت ہی شفقت فرماتے تھے حضرت ممدوح مدرسہ کے سالانہ جلسوں میں نہایت اہتمام سے تشریف لایا کرتے اور جلسہ سے فراغ پر کئی دن اس ناکارہ کے پاس قیام فرماتے، بڑے اہتمام سے اس ناکارہ کے حدیث کے ←

کی تعمیل حکم میں لکھا گیا تھا جیسا کہ اس رسالہ کے شروع میں تفصیل سے لکھا گیا ہے، حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کا وصال ۳۰ شوال سنہ ۱۳۶۰ھ شب پنجشنبہ میں ہوا تھا۔ نور اللہ مرقدہٗ اعلی اللہ مراتبہ۔

حضرت نے اپنے وصال کے وقت اپنے اجل خلیفہ مولانا الحاج عبدالعزیز دعاجو کے ذریعہ یہ پیام اور وصیت بھیجی کہ جس طرح فضائل قرآن لکھا گیا ہے میری خواہش ہے کہ اسی طرح فضائلِ درود بھی لکھ دے۔ حضرت شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد مولانا عبدالعزیز صاحب بار بار اس وصیت کی یاد دہانی اور تکمیل پر اصرار کرتے رہے، اور یہ ناکارہ بھی اپنی نااہلیت کے باوجود دل سے خواہش کرتا رہا کہ یہ سعادت میسر ہو جائے۔ شاہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے علاوہ اور بھی بہت سے حضرات کا اصرار ہوتا رہا مگر اس ناکارہ پر سید الکونین فخر الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جلالت شان کا کچھ ایسا رُعب طاری رہا کہ جب بھی اس کا ارادہ کیا یہ خوف طاری ہوا کہ مبادا کوئی چیز شانِ عالی کے خلاف نہ لکھی جائے۔ اسی لیت ولعل میں گزشتہ سال عزیزی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے اصرار پر تیسری مرتبہ حجاز کی حاضری میسر ہوئی اور اللہ کے فضل سے چوتھے حج کی سعادت حاصل ہوئی۔ حج سے فراغ پر جب مدینہ پاک حاضری ہوئی تو وہاں پہنچ کر بار بار دل میں یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ فضائل درود نہ لکھنے کا کیا جواب ہے۔ ہر چند کہ میں اپنے اعذار سوچتا تھا لیکن بار بار اس قلبی سوال پر یہ ناکارہ پختہ ارادہ کرکے آیا تھا کہ سفر سے واپسی پر ان شاء اللہ اس مبارک رسالہ کی تکمیل کی کوشش کروں گا۔ مگر "خوئے بدرا بہانہ بسیار" یہاں واپسی پر بھی امروز و فردا ہوتا رہا۔ اس ماہ مبارک میں

← سبق میں بھی تشریف فرما ہوتے۔ اس نابکار کی عادت اسباق میں ڈبیہ بٹوہ ساتھ لے جانے کی بھی تھی، ایک مرتبہ حضرت مرحوم نے یوں فرمایا کہ میں پان کھانے کو تو منع نہیں کرتا لیکن حدیث پاک کے سبق میں نہ کھایا کریں۔ اس وقت سے آج تک تقریباً ۴۵ سال ہو چکے ہیں، بعض مرتبہ ۵،۶ گھنٹہ مسلسل بھی سبق ہوا لیکن سبق میں کبھی پان کا خیال بھی نہیں آیا۔ یہ حضرت ہی کا تصرف تھا، اس کے علاوہ اور بہت سے واقعات حضرت کی کرامتوں کے سننے میں آتے ہیں۔ رفیع اللہ درجاتہٗ۔ ۱۲

اس داعیہ نے پھر عود کیا تو آج ۲۵ رمضان المبارک آخری جمعہ کو جمعہ کی نماز کے بعد اللہ کے نام سے ابتداء تو کر ہی دی اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تکمیل کی توفیق عطا فرمائے اور اس رسالہ میں اور اس سے پہلے جتنے رسالے لکھے گئے ہیں یا عربی کی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں جو لغزشیں ہوئی ہوں محض اپنے لطف و کرم سے ان کو معاف فرمائیں۔

اس رسالہ کو چند فصلوں اور ایک خاتمہ پر لکھنے کا خیال ہے۔ پہلی فصل میں فضائل درود شریف، دوسری فصل میں خاص خاص درود شریف کے خاص فضائل، تیسری فصل میں درود شریف نہ پڑھنے کی وعیدیں، چوتھی فصل فوائد متفرقہ میں، پانچویں فصل حکایات میں۔ حق تعالیٰ شانہٗ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس رسالہ کے دیکھنے سے ہر شخص خود ہی محسوس کرے گا کہ درود شریف کتنی بڑی دولت ہے اور اس میں کوتاہی کرنے والے کتنی بڑی سعادت سے محروم ہیں۔

فصل اوّل

درود شریف کے فضائل میں سب سے اہم اور سب سے مقدم تو خود حق تعالیٰ شانہٗ جل جلالہ عم نوالہ کا پاک ارشاد اور حکم ہے، چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

۱۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔ (پ ۲۲ ع ۳)	بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اے ایمان والو تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔ (بیان القرآن)

ف حق تعالیٰ شانہٗ نے قرآن پاک میں بہت سے احکامات ارشاد فرمائے، نماز، روزہ، حج وغیرہ اور بہت سے انبیاء کرام کی توصیفیں اور تعریفیں بھی فرمائیں ان کے بہت سے اعزاز واکرام بھی فرمائے: حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرمایا تو فرشتوں کو حکم فرمایا کہ ان کو سجدہ کیا جائے۔ لیکن کسی حکم یا کسی اعزاز واکرام میں یہ نہیں فرمایا کہ میں بھی یہ کام کرتا ہوں تم بھی کرو۔ یہ اعزاز صرف سیدالکونین فخر عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے لیے ہے کہ اللہ جل شانہٗ

نے صلوٰۃ کی نسبت اولاً اپنی طرف اس کے بعد اپنے پاک فرشتوں کی طرف کرنے کے بعد مسلمانوں کو حکم فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں، اے مومنو تم بھی درود بھیجو۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت ہوگی کہ اس عمل میں اللہ اور اس کے فرشتوں کے ساتھ مومنین کی شرکت ہے۔ پھر عربی داں حضرات جانتے ہیں کہ آیت شریف کو لفظ "اِنَّ" کے ساتھ شروع فرمایا جو نہایت تاکید پر دلالت کرتا ہے اور صیغہ مضارع کے ساتھ ذکر فرمایا جو استمرار اور دوام پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی یہ قطعی چیز ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے ہمیشہ درود بھیجتے رہتے ہیں نبی پر۔ علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں کہ آیت شریفہ مضارع کے صیغہ کے ساتھ جو دلالت کرنے والا ہے استمرار اور دوام پر دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ اللہ اور اس کے فرشتے ہمیشہ درود بھیجتے رہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر انتہیٰ۔ صاحب روح البیان لکھتے ہیں بعض علماء نے لکھا ہے کہ اللہ کے درود بھیجنے کا مطلب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود تک پہنچانا ہے اور وہ مقام شفاعت ہے اور ملائکہ کے درود کا مطلب ان کی دعا کرنا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادتی مرتبہ کے لیے اور حضورؐ کی امت کے لیے استغفار۔ اور مومنین کے درود کا مطلب حضورؐ کا اتباع اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اور حضورؐ کے اوصاف جمیلہ کا تذکرہ اور تعریف۔ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ اعزاز و اکرام جو اللہ جل شانہ نے حضورؐ کو عطا فرمایا ہے اس اعزاز سے بہت بڑھا ہوا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرا کر عطا فرمایا تھا اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعزاز و اکرام میں اللہ جل شانہ خود بھی شریک ہیں بخلاف حضرت آدم کے اعزاز کے کہ وہاں صرف فرشتوں کو حکم فرمایا۔

عقل دور اندیش میداند کہ تشریفے چنیں
ہیچ دیں پرور ندید و ہیچ پیغمبر نیافت

یُصَلِّیْ عَلَیْہِ اللّٰہُ جَلَّ جَلَالُہٗ ؎ بِھٰذَا اَبْدَا لِلْعَالَمِیْنَ کَمَالُہٗ انتہیٰ

علماء نے لکھا ہے کہ آیت شریفہ میں حضورؐ کو نبی کے لفظ کے ساتھ تعبیر کیا، محمدؐ کے لفظ سے تعبیر نہیں کیا جیسا کہ اور انبیاء کو ان کے اسماء کے ساتھ ذکر فرمایا ہے، یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی غایت عظمت اور غایت شرافت کی وجہ سے ہے۔ اور ایک جگہ جب حضورؐ کا ذکر حضرت

ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ آیا تو ان کو تو نام کے ساتھ ذکر کیا اور آپ کو نبی کے لفظ سے جیسا کہ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ میں ہے اور جہاں کہیں نام لیا گیا ہے وہ خصوصی مصلحت کی وجہ سے لیا گیا ہے۔ علامہ سخاویؒ نے اس مضمون کو تفصیل سے لکھا ہے۔

یہاں ایک بات قابلِ غور یہ ہے کہ صلوٰۃ کا لفظ جو آیت شریفہ میں وارد ہوا ہے اور اس کی نسبت اللہ جل شانہ کی طرف اور اس کے فرشتوں کی طرف اور مومنین کی طرف کی گئی ہے وہ ایک مشترک لفظ ہے جو کئی معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور کئی مقاصد اس سے حاصل ہوتے ہیں. جیسا کہ صاحب روح البیان کے کلام میں بھی گزر چکا. علماء نے اس جگہ صلوٰۃ کے بہت سے معنی لکھے ہیں. ہر جگہ جو معنی اللہ تعالیٰ شانہ اور فرشتوں اور مومنین کے حال کے مناسب ہوں گے وہ مراد ہوں گے۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ صلوٰۃ علی النبی کا مطلب نبی کی ثنا و تعظیم رحمت و عطوفت کے ساتھ ہے. پھر جس کی طرف یہ صلوٰۃ منسوب ہوگی اسی کے شان و مرتبہ کے لائق ثناء و تعظیم مراد لی جائے گی. جیسا کہ کہتے ہیں کہ باپ بیٹے پر، بیٹا باپ پر، بھائی بھائی پر مہربان ہے تو ظاہر ہے کہ جس طرح کی مہربانی باپ کی بیٹے پر ہے اس نوع کی بیٹے کی باپ پر نہیں اور بھائی کی بھائی پر دونوں سے جدا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی اللہ جل شانہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتا ہے. یعنی رحمت و شفقت کے ساتھ آپ کی ثنا و اعزاز و اکرام کرتا ہے اور فرشتے بھی بھیجتے ہیں مگر ہر ایک کی صلوٰۃ اور رحمت و تکریم اپنی شان و مرتبے کے موافق ہوگی۔ آگے مومنین کو حکم ہے کہ تم بھی صلوٰۃ و رحمت بھیجو. امام بخاریؒ نے ابوالعالیہ سے نقل کیا ہے کہ اللہ کے درود کا مطلب اس کا آپ کی تعریف کرنا ہے فرشتوں کے سامنے اور فرشتوں کا درود ان کا دعاء کرنا ہے. حضرت ابن عباسؓ سے يُصَلُّوْنَ کی تفسیر يُبَرِّكُوْنَ نقل کی گئی ہے. یعنی برکت کی دعاء کرتے ہیں. حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں یہ قول ابوالعالیہ کے موافق ہے البتہ اس سے خاص ہے، حافظؒ نے دوسری جگہ صلوٰۃ کے کئی معنی لکھ کر لکھا ہے کہ ابوالعالیہ کا قول میرے نزدیک زیادہ اولیٰ ہے کہ اللہ کی صلوٰۃ سے مراد اللہ کی تعریف ہے حضورؐ پر اور ملائکہ وغیرہ کی صلوٰۃ اس کی اللہ سے طلب ہے اور طلب سے مراد زیادتی کی طلب ہے

نہ کہ اصل کی طلب اھ حدیث میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہؓ نے عرض کیا۔
یارسول اللہ سلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو چکا یعنی التحیات میں جو پڑھا جاتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ
اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ صلوٰۃ کا طریقہ بھی ارشاد فرما دیجیے، آپ نے یہ درود شریف
ارشاد فرمایا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ الخ فصل ثانی کی حدیث ۱ پر یہ
درود مفصل آرہا ہے، یعنی اللہ جل شانہٗ نے مومنین کو حکم دیا تھا کہ تم بھی نبیؐ پر صلوٰۃ بھیجو۔ نبی نے
اس کا طریقہ بتادیا کہ تمہارا بھیجنا یہی ہے کہ تم اللہ ہی سے درخواست کرو کہ وہ اپنی بیش از بیش
رحمتیں ابدالآباد تک نبیؐ پر نازل فرماتا رہے، کیونکہ اس کی رحمتوں کی کوئی حد و نہایت نہیں۔
یہ بھی اللہ کی رحمت ہے کہ اس درخواست پر جو مزید رحمتیں نازل فرمائے وہ ہم عاجز و ناچیز بندوں
کی طرف منسوب کردی جائیں، گویا ہم نے بھیجی ہیں حالانکہ ہر حال میں رحمت بھیجنے والا وہی اکیلا
ہے۔ کسی بندے کی کیا طاقت تھی کہ سیدالانبیاءؐ کی بارگاہ میں ان کے رتبے کے لائق تحفہ پیش
کرسکتا۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب نوراللہ مرقدہٗ لکھتے ہیں "اللہ سے رحمت مانگنی اپنے پیغمبرؐ
اور انکے ساتھ ان کے گھرانہ پر بڑی قبولیت رکھتی ہے، ان پر ان کے لائق رحمت اترتی ہے اور
ایک دفعہ مانگنے سے دس رحمتیں اترتی ہیں۔ مانگنے والے پر اب جس کا جتنا بھی جی چاہے اتنا
حاصل کرلے اھ مختصراً یہ حدیث جس کی طرف شاہ صاحب نے اشارہ فرمایا عنقریب ۳ پر
آرہی ہے، اس مضمون سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ بعض جاہلوں کا یہ اعتراض کہ آیت شریفہ میں
مسلمانوں کو حضورؐ پر صلوٰۃ بھیجنے کا حکم ہے اور اس پر مسلمانوں کا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
اے اللہ تو درود بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مضحکہ خیز ہے۔ یعنی جس چیز کا حکم دیا تھا اللہ نے
بندوں کو، وہی چیز اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف لوٹا دی بندوں نے چونکہ اول تو خود حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم نے آیت شریفہ کے نازل ہونے پر جب صحابہؓ نے اس کی تعمیل کی صورت دریافت
کی تو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے یہی تعلیم فرمایا جیسا کہ اوپر گزرا۔ نیز جیسا کہ فصل ثانی کی حدیث
۱ پر مفصل آرہا ہے، دوسرا اس وجہ سے کہ ہمارا یہ درخواست کرنا اللہ جل شانہٗ سے کہ تو
اپنی رحمت خاص نازل کر یہ اس سے بہت ہی زیادہ اونچا ہے کہ ہم اپنی طرف سے کوئی ہدیہ
حضورؐ کی خدمت میں بھیجیں۔ علامہ سخاویؒ قول بدیع میں تحریر فرماتے ہیں، فائدہ مہمہ امیر مصطفیٰ ترکمانی

حنفی کی کتاب میں لکھا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ اللہ نے ہمیں درود کا حکم فرمایا ہے اور ہم یوں کہہ کر کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ خود اللہ جل شانہٗ سے الٹا سوال کریں کہ وہ درود بھیجے یعنی نماز میں ہم اُصَلِّیْ عَلٰی مُحَمَّدٍ کی جگہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ پڑھیں اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات میں کوئی عیب نہیں اور ہم سراپا عیوب ونقائص ہیں۔ پس جس شخص میں بہت عیب ہوں وہ ایسے شخص کی کیا ثنا کرے جو پاک ہے، اس لیے ہم اللہ ہی سے درخواست کرتے ہیں کہ وہی حضور پر صلوٰۃ بھیجے تاکہ رب طاہر کی طرف سے نبی طاہر پر صلوٰۃ ہو۔ ایسے ہی علامہ نیشاپوریؒ سے بھی نقل کیا ہے کہ ان کی کتاب لطائف وحکم میں لکھا ہے کہ آدمی کو نماز میں صَلَّیْتُ عَلٰی مُحَمَّدٍ نہ پڑھنا چاہیے اس واسطے کہ بندہ کا مرتبہ اس سے قاصر ہے۔ اس لیے اپنے رب ہی سے سوال کرے کہ وہ حضورؐ پر صلوٰۃ بھیجے تو اس صورت میں رحمت بھیجنے والا تو حقیقت میں اللہ جل شانہٗ ہی ہے اور ہماری طرف اس کی نسبت مجازاً بحیثیت دعا کے ہے، ابن ابی حجلہؒ نے بھی اسی قسم کی بات فرمائی ہے، وہ کہتے ہیں کہ جب اللہ جل شانہٗ نے ہمیں درود کا حکم فرمایا اور ہمارا درود حق واجب تک نہیں پہنچ سکتا تھا اس لیے ہم نے اللہ جل شانہٗ ہی سے درخواست کی کہ وہی زیادہ واقف ہے اس بات سے کہ حضورؐ کے درجہ کے موافق کیا چیز ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا دوسری جگہ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْکَ اَنْتَ کَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِکَ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ یا اللہ میں آپ کی تعریف کرنے سے قاصر ہوں، آپ ایسے ہی ہیں جیسا کہ آپ نے اپنی خود ثنا فرمائی ہے۔ علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ جب یہ بات معلوم ہوگئی تو جس طرح حضورؐ نے تلقین فرمایا ہے اسی طرح تیرا درود ہونا چاہیے کہ اسی سے تیرا مرتبہ بلند ہوگا اور نہایت کثرت سے درود شریف پڑھنا چاہیے اور اس کا بہت اہتمام اور اس پر مداومت چاہیے۔ اس لیے کہ کثرت درود محبت کی علامات میں سے ہے۔ فَمَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ مِنْ ذِکْرِہٖ جس کو کسی سے محبت ہوتی ہے اس کا ذکر بہت کثرت سے کیا کرتا ہے اھ مختصراً۔

علامہ سخاویؒ نے امام زین العابدینؒ سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنا اہل سنت ہونے کی علامت ہے (یعنی سُنّی ہونے کی)

علامہ زرقانیؒ شرح مواہب میں نقل کرتے ہیں کہ مقصود درود شریف سے اللہ تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ میں اس کے امتثال حکم سے تقرب حاصل کرنا ہے، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق جو ہم پر ہیں اس میں سے کچھ کی ادائیگی ہے حافظ عزالدین ابن عبد السلام کہتے ہیں کہ ہمارا درود حضورؐ کے لیے سفارش نہیں ہے اس لیے کہ ہم جیسا حضورؐ کے لیے سفارش کیا کر سکتا ہے لیکن بات یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے ہمیں محسن کے احسان کے بدلہ دینے کا حکم دیا ہے اور حضورؐ سے بڑھ کر کوئی محسن اعظم نہیں۔ ہم چونکہ حضورؐ کے احسانات کے بدلہ سے عاجز تھے اللہ جل شانہٗ نے ہمارا عجز دیکھ کر ہم کو اس کی مکافات کا طریقہ بتایا کہ درود پڑھا جائے اور چونکہ ہم اس سے بھی عاجز تھے اس لیے ہم نے اللہ جل شانہٗ سے درخواست کی کہ تو اپنی شان کے موافق مکافات فرما اھ مختصراً۔

چونکہ قرآن پاک کی آیت بالا میں درود شریف کا حکم ہے اس لیے علماء نے درود شریف پڑھنے کو واجب لکھا ہے جس کی تفصیل چوتھی فصل میں فائدہ ۱ پر آئے گی۔

یہاں ایک اشکال پیش آتا ہے جس کو علامہ رازیؒ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ جب اللہ جل شانہٗ اور اس کے ملائکہ حضورؐ پر درود بھیجتے ہیں تو پھر ہمارے درود کی کیا ضرورت رہی اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارا حضورؐ پر درود حضورؐ کی احتیاج کی وجہ سے نہیں، اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے درود کے بعد فرشتوں کے درود کی بھی ضرورت نہ رہتی بلکہ ہمارا درود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اظہار عظمت کے واسطے ہے جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے پاک ذکر کا بندوں کو حکم کیا حالانکہ اللہ جل شانہٗ کو اس کے پاک ذکر کی بالکل ضرورت نہیں اھ مختصراً۔

حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں کہ مجھ سے بعض لوگوں نے یہ اشکال کیا کہ آیت شریفہ میں صلوٰۃ کی نسبت تو اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے سلام کی نہیں کی گئی۔ میں نے اس کی وجہ بتائی کہ شاید اس وجہ سے کہ سلام دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے ایک دعا میں دوسرے انقیاد و اتباع میں۔ مومنین کے حق میں دونوں معنی صحیح ہو سکتے تھے اس لیے اس کی نسبت نہیں کی گئی۔ اس آیت شریفہ کے متعلق علامہ سخاویؒ نے ایک بہت ہی عبرتناک قصہ لکھا ہے وہ احمد یمانیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ میں صنعاء میں تھا، میں نے دیکھا کہ ایک شخص کے گرد بڑا مجمع ہو رہا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کیا بات

ہے، لوگوں نے بتایا یہ شخص بڑی اچھی آواز سے قرآن پڑھنے والا تھا۔ قرآن پڑھتے ہوئے جب اس آیت پر پہنچا تو یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ کے بجائے یُصَلُّوْنَ عَلٰى عَلِيِّ النَّبِيِّ پڑھ دیا۔ جس کا ترجمہ یہ ہوا کہ اللہ اور اس کے فرشتے حضرت علیؓ پر درود بھیجتے ہیں جو نبی ہیں۔ (غالباً پڑھنے والا رافضی ہوگا) اس کے پڑھتے ہی گونگا ہوگیا، برص اور جذام یعنی کوڑھ کی بیماری میں مبتلا ہوگیا اور اندھا اور اپاہج ہوگیا اھ۔ بڑی عبرت کا مقام ہے اللہ ہی محفوظ رکھے اپنی پاک بارگاہ میں اور اپنے پاک کلام اور پاک رسولوں کی شان میں بے ادبی سے ہم لوگ اپنی جہالت اور لاپروائی سے اس کی بالکل پرواہ نہیں کرتے کہ ہماری زبان سے کیا نکل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنی پکڑ سے محفوظ رکھے۔

(۲) قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى۔ (پ ۲۰-ع ۱)

آپ کہیے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے سزاوار ہیں اور اس کے ان بندوں پر سلام ہو جن کو اس نے منتخب فرمایا ہے (بیان القرآن)

ف۔ علماء نے لکھا ہے کہ یہ آیتِ شریفہ اگلے مضمون کے لیے بطور خطبہ کے ارشاد ہے اس آیتِ شریفہ میں حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی تعریف اور اللہ کے منتخب بندوں پر سلام کا حکم کیا گیا ہے۔ حافظ ابنِ کثیرؒ اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ نے اپنے رسولؐ کو حکم فرمایا ہے کہ سلام بھیجیں اللہ کے مختار بندوں پر اور وہ اس کے رسول اور انبیاءِ کرام ہیں، جیسا کہ عبدالرحمٰن بن زید بن اسلمؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى سے مراد انبیاءؑ ہیں جیسا کہ دوسری جگہ اللہ کے پاک ارشاد سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں ارشاد ہے۔ اور امام ثوریؒ وسدیؒ وغیرہ سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ اس سے مراد صحابہ کرامؓ ہیں اور ابنِ عباسؓ سے بھی یہ قول نقل کیا گیا ہے، اور ان دونوں میں کوئی منافاۃ نہیں کہ اگر صحابہ کرامؓ اس کے مصداق ہیں تو انبیاء کرامؑ اس میں بطریق اولیٰ داخل ہیں اھ

(۳) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً وَاحِدَةً

حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا (رواہ مسلم وابوداؤد وابن حبان فی صحیحہ وغیرھم کذا فی الترغیب۔ اللہ جل شانہٗ اس پر دس دفعہ صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔

ف - اللہ جل شانہٗ کی طرف سے تو ایک ہی درود اور ایک ہی رحمت ساری دنیا کے لیے کافی ہے چہ جائیکہ ایک دفعہ درود پڑھنے پر اللہ جل شانہٗ کی طرف سے دس رحمتیں نازل ہوں۔ اس سے بڑھ کر اور کیا فضیلت درود شریف کی ہوگی کہ اس کے ایک دفعہ درود پڑھنے پر اللہ جل شانہٗ کی طرف سے دس دفعہ رحمتیں نازل ہوں، پھر کتنے خوش قسمت ہیں وہ اکابر جن کے معمولات میں روزانہ سوالاکھ درود شریف کا معمول ہو جیسا کہ میں نے اپنے بعض خاندانی اکابر کے متعلق سنا ہے۔

علامہ سخاویؒ نے عامر بن ربیعہؓ سے حضورؐ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ جل شانہٗ اس پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے، تمہیں اختیار ہے جتنا چاہے کم بھیجو جتنا چاہے زیادہ اور یہ مضمون عبداللہ بن عمروؓ سے بھی نقل کیا گیا اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے دس دفعہ درود بھیجتے ہیں، اور بھی متعدد صحابہؓ سے علامہ سخاویؒ نے یہ مضمون نقل کیا ہے، اور ایک جگہ لکھتے ہیں کہ جیسا اللہ جل شانہٗ نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک نام کو اپنے پاک نام کے ساتھ کلمۂ شہادت میں شریک کیا اور آپؐ کی اطاعت کو اپنی اطاعت، آپؐ کی محبت کو اپنی محبت قرار دیا۔ ایسے ہی آپؐ پر درود کو اپنے درود کے ساتھ شریک فرمایا۔ پس جیسا کہ اپنے ذکر کے متعلق فرمایا اُذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ ایسے ہی درود کے بارے میں ارشاد فرمایا جو آپ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے۔

ترغیب کی ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص حضورؐ پر ایک دفعہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ شانہٗ اور اس کے فرشتے اس پر ستّر دفعہ درود (رحمت) بھیجتے ہیں۔ یہاں ایک بات سمجھ لینا چاہیے کہ کسی عمل کے متعلق اگر ثواب کے متعلق کمی زیادتی ہو جیسا یہاں ایک حدیث میں دس اور ایک میں ستّر آیا ہے تو اس کے متعلق بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ چونکہ اللہ جل شانہٗ کے احسانات اُمّتِ محمدیہ پر روزافزوں ہوتے ہیں۔ اس لیے

جن روایتوں میں ثواب کی زیادتی ہے وہ بعد کی ہیں گویا اولاً حق تعالیٰ شانہٗ نے دس کا وعدہ فرمایا بعد میں ستر کا اور بعض علماء نے اس کو اشخاص اور احوال اور اوقات کے اعتبار سے کم و بیش بتایا ہے۔ فضائل نماز میں جماعت کی نماز میں پچیس گنے اور ستائیس گنے کے اختلاف کے بارے میں یہ مضمون گزر چکا ہے۔ ملّا علی قاریؒ نے ستر والی روایت کے متعلق لکھا کہ شاید یہ جمعہ کے دن کے ساتھ مخصوص ہے، اس لیے کہ دوسری حدیث میں آیا ہے کہ نیکیوں کا ثواب جمعہ کے دن ستر گنا ہوتا ہے۔

(۴) وَعَنْ اَنَسٍؓ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَہٗ فَلْیُصَلِّ عَلَیَّ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ مَرَّۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا وَّفِیْ رِوَایَۃٍ مَّنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً وَّاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَّحَطَّ عَنْہُ عَشْرَ سَیِّئَاتٍ وَّرَفَعَہٗ بِھَا عَشْرَ دَرَجَاتٍ رواہ احمد والنسائی واللفظ لہ وابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس کے سامنے میرا تذکرہ آوے اس کو چاہیے کہ مجھ پر درود بھیجے اور جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے گا اللہ جل شانہٗ اس پر دس دفعہ درود بھیجے گا اور اس کی دس خطائیں معاف کرے گا اور اس کے دس درجے بلند کرے گا۔

ف۔ علامہ منذریؒ نے ترغیب میں حضرت براءؓ کی روایت سے بھی یہی مضمون نقل کیا ہے اور اس میں اتنا اضافہ ہے کہ یہ اس کے لیے دس غلام آزاد کرنے کے بقدر ہوگا، اور طبرانی کی روایت سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے۔ اور جو مجھ پر دس دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ جل شانہٗ اس پر سو مرتبہ درود بھیجتا ہے اور جو مجھ پر سو دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ جل شانہٗ اس کی پیشانی پر بَرَاءَۃٌ مِّنَ النِّفَاقِ وَبَرَاءَۃٌ مِّنَ النَّارِ لکھ دیتے ہیں یعنی یہ شخص نفاق سے بھی بری ہے اور جہنم سے بھی بری ہے، اور قیامت کے دن شہیدوں کے ساتھ اس کا حشر فرمائیں گے، علامہ سخاویؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے جو مجھ پر دس دفعہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر سو دفعہ درود بھیجیں گے، اور جو مجھ پر سو دفعہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر ہزار دفعہ درود

بھیجیں گے اور جو عشق و شوق میں اس پر زیادتی کرے گا میں اس کے لیے قیامت کے دن سفارشی ہوں گا اور گواہ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مختلف الفاظ کے ساتھ یہ مضمون نقل کیا گیا ہے کہ ہم چار پانچ آدمیوں میں سے کوئی نہ کوئی شخص حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتا تھا تاکہ کوئی ضرورت اگر حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو پیش آئے تو اس کی تعمیل کی جائے۔ ایک دفعہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کسی باغ میں تشریف لے گئے، میں بھی پیچھے پیچھے حاضر ہو گیا۔ حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے وہاں جا کر نماز پڑھی اور اتنا طویل سجدہ کیا، مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پرواز کر گئی میں اس تصوّر سے رونے لگا، حضورؐ کے قریب جا کر حضورؐ کو دیکھا۔ حضورؐ نے سجدہ سے فارغ ہو کر دریافت فرمایا عبد الرحمٰن کیا بات ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے اتنا طویل سجدہ کیا مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں (خدانخواستہ) آپؐ کی روح تو پرواز نہیں کر گئی۔ حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے میری امّت کے بارے میں مجھ پر ایک انعام فرمایا ہے اس کے شکرانہ میں اتنا طویل سجدہ کیا۔ وہ انعام یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے یوں فرمایا کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے اللہ جل شانہٗ اس کے لیے دس نیکیاں لکھیں گے اور دس گناہ معاف فرمائیں گے، ایک روایت میں اسی قصّہ میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ عبد الرحمٰن کیا بات ہے میں نے اپنا اندیشہ ظاہر کیا، حضورؐ نے فرمایا ابھی جبرئیلؑ میرے پاس آئے تھے اور مجھ سے یوں کہا کہ کیا تمہیں اس سے خوشی نہیں ہوگی کہ اللہ جل شانہٗ نے یہ ارشاد فرمایا ہے جو تم پر درود بھیجے گا میں اس پر درود بھیجوں گا، اور جو تم پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلام بھیجوں گا (کذا فی الترغیب) حضرت علامہ سخاویؒ نے حضرت عمرؓ سے بھی اسی قسم کا مضمون نقل کیا ہے۔

حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم بہت ہی بشاش تشریف لائے۔ چہرۂ انور پر بشاشت کے اثرات تھے، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے چہرۂ انور پر آج بہت ہی بشاشت ظاہر ہو رہی ہے، حضورؐ نے فرمایا صحیح ہے، میرے پاس میرے رب کا پیام آیا ہے، جس میں اللہ جل شانہٗ نے یوں فرمایا

ہے کہ میری اُمت میں سے جو شخص ایک دفعہ درود بھیجے گا اللہ جل شانہٗ اس کے لیے دس نیکیاں لکھے گا اور دس سیئات اس سے مٹائیں گے اور دس درجے اس کے بلند کریں گے۔ ایک روایت میں اسی قصہ میں ہے کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور بشاشت سے بہت ہی چمک رہا تھا اور خوشی کے انوار چہرۂ انور پر بہت ہی محسوس ہو رہے تھے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ جتنی خوشی آج چہرۂ انور پر محسوس ہو رہی ہے اتنی تو پہلے محسوس نہیں ہوتی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے کیوں نہ خوشی ہو، ابھی جبرئیلؑ میرے پاس سے گئے ہیں اور وہ یوں کہتے تھے کہ آپؐ کی اُمت میں سے جو شخص ایک دفعہ بھی درود پڑھے گا اللہ جل شانہٗ اس کی وجہ سے دس نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھیں گے اور دس گناہ معاف فرمائیں گے اور دس درجے بلند کریں گے اور ایک فرشتہ اس سے وہی کہے گا جو اس نے کہا۔ حضورؐ فرماتے ہیں میں نے جبرئیلؑ سے پوچھا یہ فرشتہ کیسا، تو جبرئیلؑ نے کہا کہ اللہ جل شانہٗ نے ایک فرشتہ کو قیامت تک کے لیے مقرر کر دیا ہے کہ جو آپؐ پر درود بھیجے وہ اس کے لیے وَاَنْتَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ کی دعا کرے (کذافی الترغیب)، علامہ سخاویؒ نے ایک اشکال کیا ہے کہ جب قرآن پاک کی آیت مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا کی بناء پر ہر نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے تو پھر درود شریف کی کیا خصوصیت رہی۔ بندہ کے نزدیک تو اس کا جواب آسان ہے اور وہ یہ کہ حسبِ ضابطہ اس کی دس نیکیاں علیحدہ ہیں اور اللہ جل شانہٗ کا دس دفعہ درود بھیجنا مستقل مزید انعام ہے۔ اور خود علامہ سخاویؒ نے اس کا جواب یہ نقل کیا ہے کہ اول تو اللہ جل شانہٗ کا دس دفعہ درود بھیجنا اس کی اپنی نیکی کے دس گنے ثواب سے کہیں زیادہ ہے، اس کے علاوہ دس مرتبہ درود کے ساتھ دس درجوں کا بلند ہونا، دس گناہوں کا معاف کرنا، دس نیکیوں کا اس کے نامۂ اعمال میں لکھنا اور دس غلاموں کے آزاد کرنے کے بقدر ثواب ملنا مزید برآں ہے۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے زاد السعید میں تحریر فرمایا ہے کہ جس طرح حدیث شریف کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بار درود پڑھنے سے دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں اسی طرح قرآن شریف کے [illegible] سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ ارفع میں ایک گستاخی کرنے سے [illegible] اللہ [illegible] اس شخص پر منجانب اللہ دس لعنتیں نازل ہوتی ہیں۔ چنانچہ ولید بن مغیرہ کے

حق میں اللہ تعالیٰ نے بطرز استہزاء یہ دس کلمات ارشاد فرمائے، حَلاف، مَہین، ہَمّاز، مَشّاءٍ بِنَمِیم، مَنّاعٍ لِلْخَیر، مُعْتَدٍ اَثِیم، عُتُلّ، زَنِیم، مُکَذِّب لِلآیاتِ بدلالت قولہٗ تعالیٰ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ فقط۔ یہ الفاظ جو حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے تحریر فرمائے ہیں یہ سب کے سب انتیسویں پارے میں سورۂ نون کی اس آیت میں وارد ہوئے ہیں: وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍۭ بِنَمِيمٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ أَن كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ ءَايَٰتُنَا قَالَ أَسَٰطِيرُ ٱلْأَوَّلِينَ۔ ترجمہ: اور آپ کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا ہو، بے وقعت ہو، طعنہ دینے والا ہو، چغلیاں لگاتا پھرتا ہو، نیک کام سے روکنے والا ہو، حد سے گزرنے والا ہو، گناہوں کا کرنے والا ہو، سخت مزاج ہو اس کے علاوہ حرام زادہ ہو اس سبب سے کہ وہ مال و اولاد والا ہو جب ہماری آیتیں اس کے سامنے پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے منقول چلی آتی ہیں (بیان القرآن)

(۵) عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلٰوۃً۔ رواہ الترمذی وابن حبان فی صحیحہ کلاھما من روایۃ موسیٰ بن یعقوب کذا فی الترغیب وبسط السخاوی فی القول البدیع الکلام علی تخریجہ۔

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بلاشک قیامت میں لوگوں میں سب سے زیادہ مجھ سے قریب وہ شخص ہوگا جو سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجے گا

ف۔ امام سخاویؒ نے قول بدیع میں الدر المنظم سے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ تم میں کثرت سے درود پڑھنے والا کل قیامت کے دن مجھ سے سب سے زیادہ قریب ہوگا۔ حضرت انسؓ کی حدیث سے بھی یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ قیامت میں ہر موقع پر مجھ سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود پڑھنے والا ہوگا۔ فصل دوم کی حدیث ۲۳ میں بھی یہ مضمون آرہا ہے۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو اس لیے کہ قبر میں ابتداءً تم سے میرے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ ایک

دوسری حدیث میں نقل کیا ہے کہ مجھ پر درود بھیجنا قیامت کے دن پل صراط کے اندھیرے میں نور ہے اور جو یہ چاہے کہ اس کے اعمال بہت بڑی ترازو میں تلیں اس کو چاہیے کہ مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرے۔ ایک اور حدیث میں حضرت انس رضؓ سے نقل کیا ہے سب سے زیادہ نجات والا قیامت کے دن اس کے ہولوں سے اور اس کے مقامات سے وہ شخص ہے جو دنیا میں سب سے زیادہ مجھ پر درود بھیجتا ہو۔ زاد السعید میں حضرت انس رضؓ سے روایت نقل کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جو مجھ پر درود کی کثرت کرے گا وہ عرش کے سایہ میں ہوگا۔ علامہ سخاوی رحؒ نے ایک حدیث میں حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ تین آدمی قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے جس دن اس کے سایہ کے علاوہ کسی چیز کا سایہ نہ ہوگا۔ ایک وہ شخص جو کسی مصیبت زدہ کی مصیبت ہٹائے دوسرا وہ جو میری سنّت کو زندہ کرے، تیسرا وہ جو میرے اوپر کثرت سے درود بھیجے۔ ایک اور حدیث میں علامہ سخاویؒ نے حضرت ابن عمر رضؓ کے واسطہ سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ اپنی مجالس کو درود شریف کے ساتھ مزین کیا کرو اس لیے کہ مجھ پر درود پڑھنا تمہارے لیے قیامت میں نور ہے۔ علامہ سخاویؒ نے قوت القلوب سے نقل کیا ہے کہ کثرت کی کم سے کم مقدار تین سو مرتبہ ہے اور حضرت اقدس گنگوہی قدس سرہٗ بھی اپنے متوسلین کو تین سو مرتبہ بتایا کرتے تھے۔ جیسا کہ آئندہ فصل سوم حدیث ۳ پر آرہا ہے۔ علامہ سخاوی رحؒ نے حدیث بالا اِنَّ اَوْلَی النَّاس کے ذیل میں لکھا ہے کہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں حدیث بالا کے بعد لکھا ہے کہ اس حدیث میں واضح دلیل ہے اس بات پر کہ قیامت کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سب سے زیادہ حضرات محدثین ہوں گے اس لیے کہ یہ حضرات سب سے زیادہ درود پڑھنے والے ہیں۔ اسی طرح حضرت ابو عبیدہ رحؒ نے بھی کہا ہے کہ اس فضیلت کے ساتھ حضرات محدثین مخصوص ہیں اس لیے کہ جب وہ حدیث نقل کرتے ہیں یا لکھتے ہیں تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نام کے ساتھ درود شریف ضرور ہوتا ہے۔ اسی طرح سے خطیب نے ابو نعیم سے بھی نقل کیا ہے کہ یہ فضیلت محدثین کے ساتھ مخصوص ہے علماء نے کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب وہ احادیث پڑھتے ہیں یا نقل کرتے ہیں یا لکھتے

ہیں تو حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے پاک نام کے ساتھ کثرت سے درود لکھنے یا پڑھنے کی نوبت آتی ہے۔ محدثین سے مراد اس موقع میں آئمہ حدیث نہیں ہیں بلکہ وہ سب حضرات اس میں داخل ہیں جو حدیث پاک کی کتابیں پڑھنے یا پڑھانے ہوں چاہے عربی میں ہوں یا اردو میں۔ زاد السعید میں طبرانی سے حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص مجھ پر درود بھیجے کسی کتاب میں (یعنی لکھے) ہمیشہ فرشتے اس پر درود بھیجتے رہیں گے، جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے گا۔ اور طبرانی ہی سے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص صبح کو مجھ پر دس بار درود بھیجے اور شام کو دس بار قیامت کے دن اس کے لیے میری شفاعت ہوگی اور امام مستغفریؒ سے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو کوئی ہر روز سو بار مجھ پر درود بھیجے اس کی سو حاجتیں پوری کی جائیں گی تیس دنیا کی باقی آخرت کی۔

۶۔ عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰئِكَةً سَيَّاحِيْنَ يُبَلِّغُوْنِيْ عَنْ اُمَّتِيَ السَّلَامَ رواہ النسائی وابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب زاد فی القول البدیع احمد والحاکم وغیرھما قال الحاکم صحیح الاسناد۔

ابن مسعودؓ حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں پھرتے رہتے ہیں اور میری امت کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے ہیں۔

ف۔ اور بھی متعدد صحابہ کرامؓ سے یہ مضمون نقل کیا گیا ہے۔ علامہ سخاویؒ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی روایت سے بھی یہی مضمون نقل کیا ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے کچھ فرشتے زمین میں پھرتے رہتے ہیں جو میری امت کا درود مجھ تک پہنچاتے رہتے ہیں۔ ترغیب میں حضرت امام حسنؓ سے حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ تم جہاں کہیں ہو مجھ پر درود پڑھتے رہا کرو، بیشک تمہارا درود میرے پاس پہنچتا رہتا ہے۔ اور حضرت انسؓ کی حدیث سے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے جو کوئی مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ درود مجھ تک پہنچ جاتا ہے اور میں اس کے بدلہ میں اس پر درود بھیجتا ہوں اور اس کے علاوہ اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ مشکوٰۃ میں حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث سے بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ مجھ پر درود پڑھا کرو اس لیے کہ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے۔

۷. عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللهَ وَكَّلَ بِقَبْرِيْ مَلَكًا اَعْطَاهُ اَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ فَلَا يُصَلِّيْ عَلَيَّ اَحَدٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِلَّا اَبْلَغَنِيْ بِاسْمِهٖ وَاسْمِ اَبِيْهِ هٰذَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ قَدْ صَلّٰى عَلَيْكَ رواہ البزار كذا فى الترغيب وذكر تخريجه السخاوى فى القول البديع۔

حضرت عمار بن یاسرؓ نے حضورؐ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے ایک فرشتہ میری قبر پر مقرر کر رکھا ہے۔ جس کو ساری مخلوق کی باتیں سننے کی قدرت عطا فرما رکھی ہے پس جو شخص بھی مجھ پر قیامت تک درود بھیجتا رہے گا وہ فرشتہ مجھ کو اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر درود پہنچاتا ہے کہ فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے اس نے آپؐ پر درود بھیجا ہے۔

ف۔ علامہ سخاویؒ نے قول بدیع میں بھی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ اور اس میں اتنا اضافہ ہے کہ فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے اس نے آپؐ پر درود بھیجا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ پھر اللہ جل شانہٗ اس کے ہر درود کے بدلہ میں اس پر دس مرتبہ درود (رحمت) بھیجتے ہیں ایک اور حدیث سے یہ مضمون نقل کیا ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کو ساری مخلوق کی بات سننے کی قوت عطا فرمائی ہے وہ قیامت تک میری قبر پر متعین رہے گا جب کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ فرشتہ اس شخص کا اور اس کے باپ کا نام لے کر مجھ سے کہتا ہے کہ فلاں نے جو فلاں کا بیٹا ہے آپؐ پر درود بھیجا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ شانہٗ نے مجھ سے یہ ذمہ لیا ہے کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے گا اللہ جل شانہٗ اس پر دس دفعہ درود بھیجیں گے۔ ایک اور حدیث سے بھی یہی فرشتہ والا مضمون نقل کیا ہے اور اس کے آخر میں یہ مضمون ہے کہ میں نے اپنے رب سے یہ درخواست کی تھی کہ جو مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے اللہ جل شانہٗ اس پر دس دفعہ درود بھیجے۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے میری درخواست قبول فرمالی۔ حضرت ابوامامہؓ کے واسطہ سے بھی حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ جل شانہٗ اس پر دس دفعہ درود (رحمت) بھیجتے ہیں۔ اور ایک فرشتہ اس پر مقرر ہوتا ہے جو اس درود کو مجھ تک پہنچاتا ہے۔ ایک جگہ حضرت انسؓ کی حدیث سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص میرے اوپر جمعہ کے دن یا

جمعہ کی شب میں درود بھیجے' اللہ جل شانہٗ اس کی سو حاجتیں پوری کرتے ہیں اور اس پر ایک فرشتہ مقرر کر دیتے ہیں جو اس کو میری قبر میں مجھ تک اسی طرح پہنچاتا ہے جیسے تم لوگوں کے پاس ہدایا بھیجے جاتے ہیں۔

اس حدیث پر یہ اشکال نہ کیا جائے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک فرشتہ ہے جو قبر اطہر پر متعین ہے جو ساری دنیا کے صلوٰۃ و سلام حضورؐ تک پہنچاتا رہے۔ اور اس سے پہلی حدیث میں آیا تھا کہ اللہ کے بہت سے فرشتے زمین میں پھرتے رہتے ہیں جو حضورؐ تک امت کا سلام پہنچاتے رہتے ہیں۔ اس لیے کہ جو فرشتہ قبر اطہر پر متعین ہے اس کا کام صرف یہی ہے کہ حضورؐ تک امت کا سلام پہنچاتا رہے۔ اور یہ فرشتے جو سیاحین ہیں یہ ذکر کے حلقوں کو تلاش کرتے رہتے ہیں اور جہاں کہیں درود ملتا ہے اس کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہیں اور یہ عام مشاہدہ ہے کہ کسی بڑے کی خدمت میں اگر کوئی پیام بھیجا جاتا ہے اور مجمع میں اس کا ذکر کیا جاتا ہے تو ہر شخص اس میں فخر اور تقرب سمجھتا ہے کہ وہ پیام پہنچائے۔ اپنے اکابر اور بزرگوں کے یہاں یہ منظر بارہا دیکھنے کی نوبت آئی۔ پھر سید الکونین فخر الرسل صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک بارگاہ کا تو پوچھنا ہی کیا۔ اس لیے جتنے بھی فرشتے پہنچائیں برمحل ہے۔

۸۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ نَائِیًا اُبْلِغْتُہٗ رواہ البیھقی فی شعب الایمان کذا فی المشکوٰۃ بسط السخاویؒ فی تخریجہ۔

حضرت ابو ہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص میرے اوپر میری قبر کے قریب درود بھیجتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچا دیا جاتا ہے۔

ف۔ علامہ سخاویؒ نے قول بدیع میں متعدد روایات سے یہ مضمون نقل کیا ہے کہ جو شخص دور سے درود بھیجے فرشتہ اس پر متعین ہے کہ حضورؐ تک پہنچائے۔ اور جو شخص قریب سے پڑھتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کو خود سنتے ہیں۔ جو شخص دور سے درود بھیجے اس کے متعلق تو پہلی روایات میں تفصیل سے گزر ہی چکا ہے کہ فرشتے اس پر متعین ہیں کہ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جو شخص درود بھیجے اس کو حضورؐ تک پہنچا دیں۔ اس حدیث پاک میں دوسرا مضمون کہ جو قبرِ اطہر کے قریب درود پڑھے اس کو حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس خود سنتے ہیں۔ بہت ہی قابلِ فخر، قابلِ عزت اور قابلِ لذت چیز ہے۔ علامہ سخاویؒ نے قولِ بدیع میں سلیمانؒ بن سحیم سے نقل کیا ہے کہ میں نے خواب میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ میں نے دریافت کیا، یا رسول اللہ یہ جو لوگ حاضر ہوتے ہیں اور آپ پر سلام کرتے ہیں، آپ اس کو سمجھتے ہیں؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا، ہاں سمجھتا ہوں اور ان کے سلام کا جواب بھی دیتا ہوں۔ ابراہیمؒ بن شیبان کہتے ہیں کہ میں حج سے فراغت پر مدینہ منورہ حاضر ہوا اور میں نے قبر شریف کے پاس جا کر سلام عرض کیا تو میں نے حجرہ شریف کے اندر سے وَعَلَيْكَ السَّلَامُ کی آواز سنی۔ ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ درود شریف قبرِ اطہر کے قریب پڑھنا افضل ہے دور سے پڑھنے سے۔ اس لیے کہ قرب میں جو خشوع خضوع اور حضورِ قلب حاصل ہوتا ہے وہ دور میں نہیں ہوتا۔ صاحب مظاہرِ حق اس حدیث پر لکھتے ہیں یعنی پاس والے کا درود خود سنتا ہوں بلا واسطہ اور دور والے کا درود ملائکہ سیاحین پہنچاتے ہیں۔ اور جواب سلام کا ہر صورت دیتا ہوں۔ اس سے معلوم کیا چاہیے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنے کی کیا بزرگی ہے۔ اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجنے والے کو خصوصاً بہت بھیجنے والے کو کیا شرف حاصل ہوتا ہے۔ اگر تمام عمر کے سلاموں کا ایک جواب آوے سعادت ہے چہ جائیکہ ہر سلام کا جواب آوے ؎

بہر سلام مکن رنجہ در جواب آں لب

کہ صد سلام مرا بس یکے جواب از تو انتہٰی

اس مضمون کو علامہ سخاویؒ نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ کسی بندے کی شرافت کے لیے یہ کافی ہے کہ اس کا نام خیر کے ساتھ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آ جائے۔ اسی ذیل میں یہ شعر بھی کہا گیا ہے ؎

وَمَنْ خَطَرَتْ مِنْهُ بِبَالِكَ خَطْرَةً

حَقِيقٌ بِاَنْ يَسْمُو وَاَنْ يَتَقَدَّمَا

ترجمہ: جس خوش قسمت کا خیال بھی تیرے دل میں گزر جائے وہ اس کا مستحق ہے کہ جتنا بھی چاہے فخر کرے اور پیش قدمی کرے (اچھلے کودے)۔ ع

ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے

اس روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خود سننے میں کوئی اشکال نہیں اس لیے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ علامہ سخاویؒ نے قول بدیع میں لکھا ہے کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں، اپنی قبر شریف میں اور آپؐ کے بدن اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اور اس پر اجماع ہے۔ امام بیہقیؒ نے انبیاءؑ کی حیات میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اَلْاَنْبِیَآءُ اَحْیَآءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ علامہ سخاویؒ نے اس کی مختلف طرق سے تخریج کی ہے اور امام مسلمؒ نے حضرت انسؓ ہی کی روایت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ میں شب معراج میں حضرت موسیٰؑ کے پاس سے گزرا وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ نیز مسلم ہی کی روایت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ میں نے حضرات انبیاء کی ایک جماعت کے ساتھ اپنے آپ کو دیکھا تو میں نے حضرت عیسیٰؑ اور حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام کو کھڑے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نعش مبارک کے قریب حاضر ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو جو چادر سے ڈھکا ہوا تھا کھولا اور اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے عرض کیا، میرے ماں باپ آپؐ پر قربان اے اللہ کے نبی! اللہ جل شانہٗ آپ پر دو موتیں جمع نہ کریں۔ ایک موت جو آپؐ کے لیے مقدر تھی وہ آپؐ پوری کر چکے (بخاری)۔ علامہ سیوطیؒ نے حیات انبیاء میں مستقل ایک رسالہ تصنیف فرمایا ہے۔ اور فصل ثانی کی ایک ۳ پر بھی مستقل یہ مضمون آرہا ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے زمین پر یہ چیز حرام کر رکھی ہے کہ وہ انبیاء علیہم کے بدنوں کو کھائے۔ علامہ سخاویؒ قول بدیع میں تحریر فرماتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ جب مدینہ منورہ کے مکانات اور درختوں وغیرہ پر نظر پڑے

تو درود شریف کثرت سے پڑھے اور جتنا قریب ہوتا جائے اتنا ہی درود شریف میں اضافہ کرتا جائے اس لیے کہ یہ مواقع وحی اور قرآن پاک کے نزول سے معمور ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ۔ حضرت میکائیلؑ کی بار بار یہاں آمد ہوئی ہے اور اس کی مٹی سید البشرؐ پر مشتمل ہے۔ اسی جگہ سے اللہ کے دین اور اس کے پاک رسول کی سنتوں کی اشاعت ہوئی ہے یہ فضائل اور خیرات کے مناظر ہیں۔ یہاں پہنچ کر اپنے قلب کو نہایت ہیبت اور تعظیم سے بھرپور کرلے۔ گویا کہ وہ حضورؐ کی زیارت کر رہا ہے اور یہ تو محقق ہے کہ حضورؐ اس کا سلام سن رہے ہیں۔ آپس کے جھگڑے اور فضول باتوں سے احتراز کرے اس کے بعد قبلہ کی جانب سے قبر شریف پر حاضر ہو اور بقدر چار ہاتھ فاصلہ سے کھڑا ہو اور نیچی نگاہ رکھتے ہوئے نہایت خشوع خضوع اور ادب و احترام کے ساتھ یہ پڑھے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خِيَرَةَ اللهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ خَلْقِ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا قَائِدَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بَشِيْرُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَذِيْرُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى اَهْلِ بَيْتِكَ الطَّاهِرِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى اَزْوَاجِكَ الطَّاهِرَاتِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى اَصْحَابِكَ اَجْمَعِيْنَ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ وَعَلٰى سَائِرِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ

آپ پر سلام اے اللہ کے رسول، آپ پر سلام اے اللہ کے نبی۔ آپ پر سلام اے اللہ کی برگزیدہ ہستی، آپ پر سلام اے اللہ کی مخلوق میں سب سے بہتر ذات، آپ پر سلام اے اللہ کے حبیب، آپ پر سلام اے رسولوں کے سردار، آپ پر سلام اے خاتم النبیین، آپ پر سلام اے رب العالمین کے رسول آپ پر سلام اے سرداران لوگوں کے جو قیامت میں روشن چہرے والے اور روشن ہاتھ پاؤں والے ہونگے (یہ مسلمانوں کی خاص علامت ہے کہ دنیا میں جن اعضا کو وہ وضو میں دھوتے رہے ہیں وہ قیامت کے دن نہایت روشن ہوں گے، آپ پر سلام اے جنت کی بشارت دینے والے

وَسَائِرِ عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ
جَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
اَفْضَلَ مَا جَزٰى نَبِيًّا عَنْ
قَوْمِهٖ وَرَسُوْلًا عَنْ اُمَّتِهٖ وَ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ كُلَّمَا
ذَكَرَكَ الذَّاكِرُوْنَ وَكُلَّمَا غَفَلَ
عَنْ ذِكْرِكَ الْغَافِلُوْنَ وَ
صَلّٰى عَلَيْكَ فِى الْاَوَّلِيْنَ
وَصَلّٰى عَلَيْكَ فِى الْاٰخِرِيْنَ
اَفْضَلَ وَاَكْمَلَ وَاَطْيَبَ مَا
صَلّٰى عَلٰى اَحَدٍ مِّنَ الْخَلْقِ
اَجْمَعِيْنَ كَمَا اسْتَنْقَذَنَا بِكَ
مِنَ الضَّلَالَةِ وَبَصَّرَنَا بِكَ
مِنَ الْعَمٰى وَالْجَهَالَةِ
اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَاَشْهَدُ اَنَّكَ عَبْدُهٗ وَ
رَسُوْلُهٗ وَاَمِيْنُهٗ وَخِيَرَتُهٗ
مِنْ خَلْقِهٖ وَاَشْهَدُ
اَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ
وَاَدَّيْتَ الْاَمَانَةَ وَنَصَحْتَ
الْاُمَّةَ وَجَاهَدْتَ فِى
اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ
اَللّٰهُمَّ اٰتِهٖ نِهَايَةَ

آپ پر سلام اے جہنم سے ڈرانے والے
آپ پر اور آپ کے اہلِ بیت پر سلام جو
طاہر ہیں۔ سلام آپ پر اور آپ کی ازواج
مطہرات پر جو سارے مومنوں کی مائیں ہیں
سلام آپ پر اور آپ کے تمام صحابہ کرام
پر سلام آپ پر اور تمام رسولوں پر اور تمام
اللہ کے نیک بندوں پر یا رسول اللہ اللہ
جل شانہٗ آپ کو ہم لوگوں کی طرف سے
ان سب سے بڑھ کر جزائے خیر عطا فرمائے
جتنی کہ کسی نبی کو اس کی قوم کی طرف سے
اور کسی رسول کو اس کی امت کی طرف سے
عطا فرمائی ہوں اور اللہ تعالیٰ آپ پر درود
بھیجے جب بھی ذکر کرنے والے آپ کا ذکر
کریں اور جب بھی کہ غافل لوگ آپ کے
ذکر سے غافل ہوں اللہ تعالیٰ شانہٗ آپ پر
اولین میں درود بھیجے اللہ تعالیٰ شانہٗ آپ
پر آخرین میں درود بھیجے۔ اس سب سے افضل
اور اکمل اور پاکیزہ جو اللہ نے اپنی ساری مخلوق
میں سے کسی پر بھی بھیجا ہو جیسا کہ اس سے
نجات دی ہم کو آپ کی برکت سے گمراہی
سے اور آپ کی وجہ سے جہالت اور اندھے
پن سے بصیرت عطا فرمائی۔ میں گواہی دیتا
ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی

مَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَّاْمُلَهُ الْاٰمِلُوْنَ ۔ قلت وذكره النووي في مناسكه باكثر منه۔

دیتا ہوں اس بات کی کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کے امین ہیں اور ساری مخلوق میں سے اس کی برگزیدہ ذات ہیں اور اس کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے اللہ کی رسالت کو پہنچا دیا اس کی امانت کو ادا کر دیا امت کے ساتھ پوری پوری خیر خواہی فرمائی۔ اور اللہ کے بارے میں کوشش کا حق ادا فرما دیا۔ یا اللہ آپ کو اس سے زیادہ سے زیادہ عطا فرما جس کی امید کرنے والے امید کر سکتے ہیں۔ (یہاں تک سلام کا ترجمہ ہوا)

اس کے بعد اپنے نفس کے لیے اور سارے مومنین اور مومنات کے لیے دعا کرے اس کے بعد حضرات شیخین حضرت ابوبکر، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر سلام پڑھے اور ان کے لیے بھی دعا کرے۔ اور اللہ سے اس کی بھی دعا کرے کہ اللہ جل شانہٗ ان دونوں حضرات کو بھی ان کی مساعی جمیلہ جو انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد میں خرچ کی ہیں اور جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حق ادائیگی میں خرچ کی ہیں ان پر بہتر سے بہتر جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور یہ سمجھ لینا چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کے پاس کھڑے ہو کر سلام پڑھنا درود پڑھنے سے زیادہ افضل ہے (یعنی السلام علیک یا رسول اللہ افضل ہے الصلوٰۃ علیک یا رسول اللہ سے) علامہ باجیؒ کی رائے یہ ہے کہ درود افضل ہے۔ علامہ سخاویؒ کہتے ہیں کہ پہلا ہی قول زیادہ صحیح ہے جیسا کہ علامہ مجدالدین صاحب قاموس کی رائے ہے۔ اس لیے کہ حدیث میں مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ آیا ہے انتہی علامہ سخاویؒ کا اشارہ اس حدیث پاک کی طرف ہے جو ابوداؤد شریف وغیرہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کی گئی ہے کہ جب کوئی شخص مجھ پر سلام کرتا ہے تو اللہ جل شانہٗ مجھ پر میری روح

لوٹادیتے ہیں. یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں لیکن اس ناکارہ کے نزدیک صلوٰۃ کا لفظ (یعنی درود بھی) کثرت سے روایات میں ذکر کیا گیا ہے. چنانچہ اسی روایت میں جو ادپر ابھی ۸ پر گزری ہے. اس میں یہ ہے کہ جو شخص میری قبر کے قریب درود پڑھتا ہے میں اس کو سنتا ہوں. اسی طرح بہت سی روایات میں یہ مضمون آیا ہے. اس لیے بندہ کے خیال میں اگر ہر جگہ درود وسلام دونوں کو جمع کیا جائے تو زیادہ بہتر ہے یعنی بجائے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ وغیرہ کے اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اسی طرح آخیر تک اَلسَّلَام کے ساتھ اَلصَّلٰوة کا لفظ بھی بڑھا دے تو زیادہ اچھا ہے. اس صورت میں علامہ باجیؒ اور علامہ سخاویؒ دونوں کے قول پر عمل ہو جائے گا. وفاء الوفاء میں لکھا ہے کہ ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ ابن الحسین سامری حنبلیؒ اپنی کتاب مستوعب میں زیارۃ قبر النبی صلے اللہ علیہ وسلم کے باب میں آداب زیارت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں پھر قبر شریف کے قریب آئے اور قبر شریف کی طرف منہ کرکے اور منبر کو اپنی بائیں طرف کرکے کھڑا ہو. اور اس کے بعد علامہ سامری حنبلیؒ نے سلام اور دعا کی کیفیت لکھی ہے اور منجملہ اس کے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ پڑھے اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ فِيْ كِتَابِكَ لِنَبِيِّكَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا. وَاِنِّيْ قَدْ اَتَيْتُ نَبِيَّكَ مُسْتَغْفِرًا فَاَسْئَلُكَ اَنْ تُوْجِبَ لِيَ الْمَغْفِرَةَ كَمَا اَوْجَبْتَهَا لِمَنْ اَتَاهُ فِيْ حَيٰوتِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. ترجمہ: اے اللہ تو نے اپنے پاک کلام میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں ارشاد فرمایا کہ اگر وہ لوگ جب انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور پھر اللہ جل شانہٗ سے معافی چاہتے اور رسول (اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے تو ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ کا قبول کرنے والا رحمت کرنے والا پاتے. اور میں تیرے نبی کے پاس حاضر ہوا ہوں اس حال میں کہ استغفار کرنے والا ہوں. تجھ سے یہ مانگتا ہوں کہ تو میرے لیے مغفرت کو واجب کر دے جیسا کہ تو نے مغفرت واجب

کی تھی اس شخص کے لیے جو رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کی زندگی میں آیا ہو اے اللہ میں تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، تیرے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے (اس کے بعد اور لمبی چوڑی دُعائیں ذکر کیں)

۹ عَنْ اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍؓ قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اُکْثِرُ الصَّلٰوۃَ عَلَیْکَ فَکَمْ اَجْعَلُ لَکَ مِنْ صَلَاتِیْ فَقَالَ مَا شِئْتَ قُلْتُ الرُّبُعَ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ قُلْتُ النِّصْفَ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ قُلْتُ فَالثُّلُثَیْنِ قَالَ مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ قُلْتُ اَجْعَلُ لَکَ صَلٰوتِیْ کُلَّھَا قَالَ اِذًا تُکْفٰی ھَمَّکَ وَیُکَفَّرُ لَکَ ذَنْبُکَ رواہ الترمذی زاد المنذری فی الترغیب احمد والحاکم وقال صحیحہ وبسط السخاوی فی تخریجہ۔

حضرت ابی بن کعبؓ نے عرض کیا کہ یا رسُول اللہ میں آپ پر درُود کثرت سے بھیجنا چاہتا ہوں تو اس کی مقدار اپنے اوقاتِ دعا میں سے کتنی مقرر کردوں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جتنا تیرا جی چاہے۔ میں نے عرض کیا یارسُول اللہ ایک چوتھائی۔ حضورؐ نے فرمایا تجھے اختیار ہے اور اگر اس پر بڑھادے تو تیرے لیے بہتر ہے۔ تو میں نے عرض کیا کہ نصف کردوں۔ حضورؐ نے فرمایا تجھے اختیار ہے اور اگر بڑھادے تو تیرے لیے زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا تو دو تہائی کردوں۔ حضورؐ نے فرمایا تجھے اختیار ہے اور اگر اس سے بڑھادے تو تیرے لیے زیادہ بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا یارسولؐ اللہ پھر میں اپنے سارے وقت کو آپ کے درُود کے لیے مقرر کرتا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اس صُورت میں تیرے سارے فکروں کی کفایت کی جائے گی اور تیرے گناہ بھی معاف کر دیے جائیں گے

ف۔ مطلب تو واضح ہے وہ یہ کہ میں نے کچھ وقت اپنے لیے دعاؤں کا مقرر کر رکھا ہے اور چاہتا ہوں کہ درُود شریف کثرت سے پڑھا کروں تو اپنے اس معین وقت

میں سے درود شریف کے لیے کتنا وقت تجویز کردں۔ مثلاً میں نے اپنے اوراد وظائف کے لیے دو گھنٹے مقرر کر رکھے ہیں تو اس میں سے کتنا وقت درود شریف کے لیے تجویز کروں علامہ سخاویؒ نے امام احمدؒ کی ایک روایت سے یہ نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میں اپنے سارے وقت کو آپ پر درود کے لیے مقرر کر دوں تو کیسا؟ حضورؐ نے فرمایا ایسی صورت میں حق تعالیٰ شانہٗ تیرے دنیا اور آخرت کے سارے فکروں کی کفایت فرمائے گا۔ علامہ سخاویؒ نے متعدد صحابہؓ سے اسی قسم کا مضمون نقل کیا ہے۔ اس میں کوئی اشکال نہیں کہ متعدد صحابہ کرامؓ نے اس قسم کی درخواستیں کی ہوں۔ علامہ سخاویؒ کہتے ہیں کہ درود شریف چوں کہ اللہ کے ذکر پر اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم پر مشتمل ہے تو حقیقت میں یہ ایسا ہی ہے جیسا دوسری حدیث میں اللہ جل شانہٗ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جس کو میرا ذکر مجھ سے دعا مانگنے میں مانع ہو یعنی کثرت ذکر کی وجہ سے دعاء کا وقت نہ ملے تو میں اس کو دعاء مانگنے والوں سے زیادہ دوں گا۔ صاحب مظاہر حق نے لکھا ہے کہ سبب اس کا یہ ہے کہ جب بندہ اپنی طلب و رغبت کو اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ چیز میں کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھتا ہے اپنے مطالب پر تو وہ کفایت کرتا ہے اس کے سب مہمات کی مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ یعنی جو اللہ کا ہو رہتا ہے وہ کفایت کرتا ہے اس کو۔ جب شیخ بزرگوار عبدالوہاب متقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس مسکین کو یعنی شیخ عبدالحق کو واسطے زیارت مدینہ منورہ کی رخصت کیا فرمایا کہ جانو اور آگاہ ہو کر نہیں ہے اس راہ میں کوئی عبادت بعد اداء فرض کے مانند درود کے اوپر سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے چاہیے کہ تمام اوقات اپنے کو اس میں صرف کرنا اور چیز میں مشغول نہ ہونا۔ عرض کیا گیا کہ اس کے لیے کچھ عدد معین ہو۔ فرمایا یہاں معین کرنا عدد کا شرط نہیں اتنا پڑھو کہ ساتھ اس کے رطب اللسان ہو اور اس کے رنگ میں رنگین ہو اور مستغرق ہو اس میں انتہی اس پر یہ اشکال نہ کیا جائے کہ اس حدیث پاک سے یہ معلوم ہوا کہ درود شریف سب اوراد و وظائف کے بجائے پڑھنا زیادہ مفید ہے۔ اس لیے کہ اوّل تو خود اس حدیث پاک کے درمیان میں اشارہ ہے کہ انہوں نے یہ وقت اپنی ذات کے لیے دعاؤں کا مقرر کر رکھا تھا۔ اس میں سے درود شریف کے لیے

مقرر کرنے کا ارادہ فرما رہے تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ چیز لوگوں کے احوال کے اعتبار سے مختلف ہوا کرتی ہے جیسا کہ فضائل ذکر کے باب دوم حدیث ۲۰ کے ذیل میں گزرا ہے کہ بعض روایات میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کو افضل الدعاء کہا گیا ہے اور بعض روایات میں استغفار کو افضل الدعاء کہا گیا ہے اسی طرح سے اور اعمال کے درمیان میں بھی مختلف احادیث میں مختلف اعمال کو سب سے افضل قرار دیا گیا ہے۔ یہ اختلاف لوگوں کے حالات کے اختلاف کے اعتبار سے اور اوقات کے اعتبار سے ہوا کرتا ہے۔ جیسا کہ ابھی مظاہر حق سے نقل کیا گیا ہے کہ شیخ عبدالحق محدث نوراللہ مرقدہٗ کو ان کے شیخ نے مدینہ پاک کے سفر میں یہ وصیت کی کہ تمام اوقات درود شریف ہی میں خرچ کریں۔ اپنے اکابر کا بھی یہی معمول ہے کہ وہ مدینہ پاک کے سفر میں درود شریف کی بہت تاکید کرتے ہیں۔

علامہ منذریؒ نے ترغیب میں حضرت اُبیؓ کی حدیث بالا میں ان کے سوال سے پہلے ایک مضمون اور بھی نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب چوتھائی رات گزر جاتی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوجاتے اور ارشاد فرماتے، اے لوگو اللہ کا ذکر کرو۔ اے لوگو اللہ کا ذکر کرو (یعنی بار بار فرماتے) راجفہ آگئی اور رادفہ آرہی ہے موت ان سب چیزوں کے ساتھ جو اس کے ساتھ لاحق ہیں آرہی ہے۔ اس کو بھی دو مرتبہ فرماتے۔ راجفہ اور رادفہ قرآن پاک کی آیت جو سورہ والنازعات میں ہے کی طرف اشارہ ہے۔ جس میں اللہ پاک کا ارشاد ہے يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ "جس کا ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ اوپر چند چیزوں کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قیامت ضرور آئے گی جس دن ہلا دینے والی چیز سب کو ہلا ڈالے گی اس سے مراد پہلا صور ہے اس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز آئے گی اس سے مراد دوسرا صور ہے بہت سے دل اس روز خوف کے مارے دھڑک رہے ہوں گے، شرم کی وجہ سے ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی۔ (بیان القرآن مع زیادة)

۱۰۔ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ حِيْنَ

حضرت ابوالدرداءؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص صبح

يُصْبِحُ عَشْرًا وَحِيْنَ يُمْسِيْ عَشْرًا اَدْرَكَتْهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ رواه الطبرانی باسنادین احدهما جید لکن فیه انقطاع کذا فی القول البدیع۔

اور شام مجھ پر دس دس مرتبہ درود شریف پڑھے اس کو قیامت کے دن میری شفاعت پہنچ کر رہے گی۔

ف: علامہ سخاویؒ نے متعدد احادیث سے درود شریف پڑھنے والے کو حضورؐ کی شفاعت حاصل ہونے کا مژدہ نقل کیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے جو مجھ پر درود پڑھے قیامت کے دن میں اس کا سفارشی بنوں گا۔ اس حدیث پاک میں کسی مقدار کی بھی قید نہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی ایک اور حدیث سے درود نماز کے بعد بھی یہ لفظ نقل کیا ہے کہ میں قیامت کے دن اس کی گواہی دوں گا اور اس کے لیے سفارش کروں گا۔ حضرت رُوَیفع بن ثابتؓ کی روایت سے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص درود شریف پڑھے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اس کے لیے میری شفاعت واجب ہے علامہ سخاویؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھتا ہے میں اس کو سنتا ہوں اور جو شخص دور سے مجھ پر درود پڑھتا ہے اللہ جل شانہٗ اس کے لیے ایک فرشتہ مقرر کر دیتے ہیں جو مجھ تک درود کو پہنچائے۔ اور اس کے دنیا و آخرت کے کاموں کی کفایت کر دی جاتی ہے۔ اور میں قیامت کے دن اس کا گواہ یا سفارشی بنوں گا۔" ... یہ ہے کہ بعض کے لیے سفارشی اور بعض کے لیے گواہ مثلاً اہل مدینہ کے لیے گواہ دوسروں کے لیے سفارشی یا فرمانبرداروں کے لیے گواہ اور گناہ گاروں کے لیے سفارشی وغیر ذلک کما قالہ السخاویؒ۔

۱۱۔ عَنْ عَائِشَةَ رضـ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ عَبْدٍ صَلّٰى عَلَيَّ صَلٰوةً اِلَّا عَرَجَ بِهَا مَلَكٌ حَتّٰى يُجِيْئَ بِهَا وَجْهَ الرَّحْمٰنِ عَزَّ وَجَلَّ

حضرت عائشہؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو ایک فرشتہ اس درود کو لے جا کر اللہ جل شانہٗ کی پاک بارگاہ میں پہنچ

فَیَقُوْلُ رَبُّنَا تَبَارَکَ وَتَعَالٰی اِذْهَبُوْا بِهَا اِلٰی قَبْرِ عَبْدِیْ تَسْتَغْفِرُ لِقَائِلِهَا وَتَقِرُّ بِهَا عَیْنُهٗ اخرجه ابو علی بن البناء والدیلمی فی سند الفردوس وفی سنده عمر بن حبیب ضعفه النسائی وغیرہ کذا فی القول البدیع۔

کرتا ہے۔ وہاں سے ارشاد عالی ہوتا ہے کہ اس درود کو میرے بندہ کی قبر کے پاس لے جاؤ یہ اس کے لیے استغفار کرے گا اور اس کی وجہ سے آنکھ ٹھنڈی ہوگی۔

ف۔ زاد السعید میں مواہب لدنیہ سے نقل کیا ہے کہ قیامت میں کسی مومن کی نیکیاں کم ہو جائیں گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک پرچہ سر انگشت کی برابر نکال کر میزان میں رکھ دیں گے جس سے نیکیوں کا پلّہ وزنی ہو جائے گا وہ مومن کہے گا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں آپ کون ہیں آپ کی صورت وسیرت کیسی اچھی ہے آپ فرمائیں گے میں تیرا نبی ہوں اور یہ درود ہے جو تو نے مجھ پر پڑھا تھا۔ تیری حاجت کے وقت میں نے اس کو ادا کر دیا۔ اس پر یہ اشکال نہ کیا جائے کہ ایک پرچہ سر انگشت کی برابر میزان کے پلڑے کو کیسے جھکا دے گا اس لیے کہ اللہ جل شانہٗ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے اور جتنا بھی اخلاص زیادہ ہوگا اتنا ہی وزن زیادہ ہوگا۔ حدیث البطاقہ یعنی ایک ٹکڑا کاغذ کا جس پر کلمہ شہادت لکھا ہوا تھا وہ ننانوے دفتروں کے مقابلہ میں اور ہر دفتر اتنا بڑا کہ منتہائے نظر تک ڈھیر لگا ہوا تھا غالب آگیا۔ یہ حدیث مفصل اس ناکارہ کے رسالہ فضائل ذکر باب دوم فصل سوم کی ۱۴ پر گزر چکی ہے۔ جس کا جی چاہے مفصل وہاں دیکھے۔ اور اس میں یہ بھی ہے کہ اللہ کے نام کے مقابلہ میں کوئی چیز بھاری نہیں ہو سکتی۔ ادھر بھی اس رسالہ میں متعدد روایات اسی مضمون کی گزری ہیں کہ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے یہاں وزن اخلاص کا ہے۔ فصل پنجم حکایات کے ذیل میں حکایت ۲۰ پر بھی اس کے متعلق مختصر سا مضمون آرہا ہے۔

۱۲ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اَیُّمَا رَجُلٍ مُّسْلِمٍ لَّمْ یَکُنْ عِنْدَهٗ صَدَقَةٌ فَلْیَقُلْ فِیْ

حضرت ابو سعید خدریؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جس کے پاس صدقہ کرنے کو کچھ نہ ہو وہ یوں دعا مانگا

دعائہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ فَاِنَّھَا زَکٰوۃٌ وَقَالَ لَا یَشْبَعُ الْمُؤْمِنُ خَیْرًا حَتّٰی یَکُوْنَ مُنْتَھَاہُ الْجَنَّۃُ

رواہ ابن حبان فی صحیحہ کذا فی الترغیب وبسط السخاوی تخریجہ وعزاہ السیوطی فی الدر الی الادب المفرد للبخاری۔

کرے اَللّٰھُمَّ صَلِّ سے اخیر تک اے اللہ درود بھیج محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تیرے بندے ہیں اور تیرے رسول ہیں اور رحمت بھیج مومن مرد اور مومن عورتوں پر اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں پر پس یہ دعا اس کے لیے زکوٰۃ یعنی صدقہ ہونے کے قائم مقام ہے اور مومن کا پیٹ کسی خیر سے کبھی نہیں بھرتا یہاں تک کہ وہ جنت میں پہنچ جائے۔

ف۔ علامہ سخاویؒ نے لکھا ہے کہ حافظ ابن حبان نے اس حدیث پر یہ فصل باندھی ہے اس چیز کا بیان کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا صدقہ نہ ہونے کی صورت میں صدقہ کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ علماء میں اس بات میں اختلاف ہے کہ صدقہ افضل ہے یا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بعض علماء نے کہا ہے کہ حضورؐ پر درود صدقہ سے بھی افضل ہے اس لیے کہ صدقہ صرف ایک ایسا فریضہ ہے جو بندوں پر ہے اور درود شریف ایسا فریضہ ہے جو بندوں پر فرض ہونے کے علاوہ اللہ تعالیٰ شانہٗ اور اس کے فرشتے بھی اس عمل کو کرتے ہیں۔ اگرچہ علامہ سخاویؒ خود اس کے موافق نہیں ہیں علامہ سخاویؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ مجھ پر درود بھیجا کرو اس لیے کہ مجھ پر درود بھیجنا تمہارے لیے زکوٰۃ (صدقہ) کے حکم میں ہے۔ ایک اور حدیث سے نقل کیا ہے کہ مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو کہ وہ تمہارے لیے زکوٰۃ (صدقہ) ہے۔ نیز حضرت علیؓ کی روایت سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ مجھ پر تمہارا درود بھیجنا تمہاری دعاؤں کو محفوظ کرنے والا ہے۔ تمہارے رب کی رضا کا سبب ہے اور تمہارے اعمال کی زکوٰۃ ہے (یعنی ان کو بڑھانے والا اور پاک کرنے والا ہے) حضرت انسؓ کی حدیث سے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ مجھ پر درود بھیجا کرو۔ اس لیے کہ مجھ پر درود تمہارے لیے (گناہوں کا) کفارہ ہے۔ اور زکوٰۃ (یعنی صدقہ) ہے اور حدیث پاک کا آخری ٹکڑا کہ مومن کا پیٹ

نہیں بھرتا اس کو صاحب مشکوٰۃ نے فضائل علم میں نقل کیا ہے اور صاحب مرقات وغیرہ نے خیر سے علم مراد لیا ہے۔ اگرچہ خیر کا لفظ عام ہے اور ہر خیر کی چیز اور ہر نیکی کو شامل ہے اور مطلب ظاہر ہے کہ مومن کامل کا پیٹ نیکیاں کمانے سے کبھی نہیں بھرتا۔ وہ ہر وقت اس کوشش میں رہتا ہے کہ جو نیکی بھی جس طرح اس کو مل جائے وہ حاصل ہو جائے۔ اگر اس کے پاس مالی صدقہ نہیں ہے تو درود شریف ہی سے صدقہ کی فضیلت حاصل کرے۔ اس ناکارہ کے نزدیک خیر کا لفظ علی العموم ہی زیادہ بہتر ہے کہ وہ علم اور دوسری چیزوں کو شامل ہے۔ لیکن صاحب مظاہر حق نے بھی صاحب مرقات وغیرہم کے اتباع میں خیر سے علم ہی مراد لیا ہے اس لیے وہ تحریر فرماتے ہیں "ہرگز نہیں سیر ہوتا مومن خیر سے یعنی علم سے یعنی اخیر عمر تک طلب علم میں رہتا ہے اور اس کی برکت سے بہشت میں جاتا ہے۔ اس حدیث میں خوشخبری ہے طالب علم کو کہ دنیا سے باایمان جاتا ہے انشاء اللہ تعالیٰ اور اس درجہ کو حاصل کرنے کے لیے یعنی الی اللہ اخیر عمر تک تحصیل علم میں مشغول ہو رہے ہیں باوجود حاصل کرنے بہت سے علم کے اور درجہ علم کا وسیع ہے جو کہ مشغول ہو ساتھ علم کے اگرچہ تعلیم و تصنیف کے ہو حقیقت میں ثواب طلب علم اور تکمیل اس کی کا ہی ہے انتہی (حق)

تکملہ: اس فصل کو قرآن پاک کی دو آیتوں اور دس احادیث شریفہ پر اختصاراً ختم کرتا ہوں کہ فضائل کی روایات بہت کثرت سے ہیں ان کا احصار بھی اس مختصر رسالہ میں دشوار ہے اور سعادت کی بات یہ ہے کہ اگر ایک بھی فضیلت نہ ہوتی تب بھی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ واتباعہ وبارک وسلم کے امت پر اس قدر احسانات ہیں کہ نہ ان کا شمار ہو سکتا ہے اور نہ ان کی حق ادائیگی ہو سکتی ہے اس بنا پر جتنا بھی زیادہ سے زیادہ آدمی درود پاک میں رطب اللسان رہتا وہ کم تھا چہ جائیکہ اللہ جل شانہٗ نے اپنے لطف و کرم سے اس حق ادائیگی کے اوپر بھی سیکڑوں اجر و ثواب اور احسانات فرما دیے۔ علامہ سخاویؒ نے اوّل بطور اجمال ان انعامات کی طرف اشارہ کیا ہے جو درود شریف پر مرتب ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں 'باب ثانی درود شریف کے ثواب میں' اللہ جل شانہٗ کا بندہ پر درود بھیجنا اس کے فرشتوں کا درود بھیجنا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اس پر درود بھیجنا۔ اور درود پڑھنے والوں کی خطاؤں کا کفارہ ہونا اور ان کے اعمال کو پاکیزہ بنا دینا اور ان کے

درجات کا بلند ہونا اور گناہوں کا معاف ہونا اور خود درود کا مغفرت طلب کرنا درود پڑھنے والے کے لیے اور اس کے نامۂ اعمال میں ایک قیراط کے برابر ثواب کا لکھا جانا اور قیراط بھی وہ جو احد پہاڑ کے برابر ہو اور اس کے اعمال کا بہت بڑی ترازو میں تلنا اور جو شخص اپنی ساری دعاؤں کو درود بنا دے اس کے دنیا و آخرت کے سارے کاموں کی کفایت جیسا کہ قریب ہی ۹ پر حضرت اُبیؓ کی حدیث میں گزر چکا اور خطاؤں کو مٹا دینا اور اس کے ثواب کا غلاموں کے آزاد کرنے سے زیادہ ہونا اور اس کی وجہ سے خطرات سے نجات پانا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیامت کے دن اس کے لیے شاہد و گواہ بننا اور آپ کی شفاعت کا واجب ہونا اور اللہ کی رضا اور اس کی رحمت کا نازل ہونا اور اس کی ناراضگی سے امن کا حاصل ہونا اور قیامت کے دن عرش کے سایہ میں داخل ہونا اور اعمال کے تلنے کے وقت نیک اعمال کے پلڑے کا جھکنا اور حوض کوثر پر حاضری کا نصیب ہونا اور قیامت کے دن کی پیاس سے امن نصیب ہونا اور جہنم کی آگ سے خلاصی کا نصیب ہونا اور پل صراط پر سہولت سے گزر جانا اور مرنے سے پہلے اپنا مقرب ٹھکانہ جنت میں دیکھ لینا اور جنت میں بہت ساری بیبیوں کا ملنا اور اس کے ثواب کا بیس جہادوں سے زیادہ ہونا اور نادار کے لیے صدقہ کے قائم مقام ہونا اور درود شریف زکوٰۃ ہے اور طہارت ہے اور اس کی وجہ سے مال میں برکت ہوتی ہے اور اس کی برکت سے سو حاجتیں بلکہ اس سے بھی زیادہ پوری ہوتی ہیں اور عبادت تو ہے ہی اور اعمال میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہے اور مجالس کے لیے زینت ہے اور فقر کو اور تنگی معیشت کو دور کرتا ہے، اور اس کے ذریعہ سے اسباب خیر تلاش کیے جاتے ہیں، اور یہ کہ درود پڑھنے والا قیامت کے دن حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب ہوگا اور اس کی برکات سے خود درود پڑھنے والا اور اس کے بیٹے اور پوتے منتفع ہوتے ہیں اور وہ بھی منتفع ہوتا ہے کہ جس کو درود شریف کا ایصال ثواب کیا جائے اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی بارگاہ میں تقرب حاصل ہوتا ہے اور وہ بلاشک نور ہے اور دشمنوں پر غلبہ حاصل ہونے کا ذریعہ ہے اور دلوں کو نفاق سے اور زنگ سے پاک

کرتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں محبت پیدا ہونے کا ذریعہ ہے اور خواب میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا ذریعہ ہے اور اس کا پڑھنے والا اس سے محفوظ رہتا ہے کہ لوگ اس کی غیبت کریں۔ درود شریف بہت بابرکت اعمال میں سے ہے اور افضل ترین اعمال میں سے ہے اور دین و دنیا دونوں میں سب سے زیادہ نفع دینے والا عمل ہے اور اس کے علاوہ بہت سے ثواب جو سمجھدار کے لیے اس میں رغبت پیدا کرنے والے ہیں ایسا سمجھدار جو اعمال کے ذخیروں کے جمع کرنے پر حریص ہو اور ذخائر اعمال کے ثمرات حاصل کرنا چاہتا ہو۔ علامہ سخاویؒ نے باب کے شروع میں یہ اجمالی مضمون ذکر کرنے کے بعد پھر ان مضامین کی روایات کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ جن میں سے بعض فصل اوّل میں گزر چکی ہیں اور بعض فصل ثانی میں آ رہی ہیں۔ اور ان روایات کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ان احادیث میں اس عبادت کی شرافت پر بین دلیل ہے کہ اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کا درود، درود پڑھنے والے پر المضاعف (یعنی دس گنا) ہوتا ہے۔ اور اس کی نیکیوں میں اضافہ ہوتا ہے، گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے۔ درجات بلند ہوتے ہیں۔ پس جتنا بھی ہو سکتا ہو سید السادات اور معدن السعادات پر درود کی کثرت کیا کر۔ اس لیے کہ وہ وسیلہ ہے مسرات کے حصول کا اور ذریعہ ہے بہترین عطاؤں کا اور ذریعہ ہے مضرات سے حفاظت کا اور تیرے لیے ہر اس درود کے بدلہ میں جو تو پڑھے دس درود ہیں۔ جبار الارضین والسموات کی طرف سے اور درود ہے اس کے ملائکہ کرام کی طرف سے وغیرہ وغیرہ۔ ایک اور جگہ اقلیشی کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ کون سا وسیلہ زیادہ شفاعت والا ہو سکتا ہے اور کون سا عمل زیادہ نفع والا ہو سکتا ہے اس ذات اقدس پر درود کے مقابلہ میں جس پر اللہ جل شانہٗ درود بھیجتے ہیں اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اور اللہ جل شانہٗ نے اس کو دنیا اور آخرت میں اپنی قربت کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے۔ یہ بہت بڑا نور ہے اور ایسی تجارت ہے جس میں گھاٹا نہیں۔ یہ اولیاء کرام کا صبح و شام کا مستقل معمول رہا ہے۔ پس جہاں تک ہو سکے درود شریف پر جما رہا کر اس سے اپنی گمراہی سے نکل آئے گا اور تیرے اعمال صاف ستھرے ہو جائیں گے، تیری امیدیں بر آئیں گی، تیرا قلب منور

ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی رضا حاصل ہو گی۔ قیامت کے سخت ترین دہشت ناک دن میں امن نصیب ہو گا۔

دُوسری فصل

خاص خاص درُود کے خاص خاص فضائل کے بیان میں

۱۔ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ لَیْلٰی قَالَ لَقِیَنِیْ کَعْبُ بْنُ عُجْرَۃَ فَقَالَ اَلَا اُھْدِیْ لَکَ ھَدِیَّۃً سَمِعْتُھَا مِنَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ بَلٰی فَاَھْدِھَا لِیْ فَقَالَ سَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَیْفَ الصَّلٰوۃُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ فَاِنَّ اللّٰہَ قَدْ عَلَّمَنَا کَیْفَ نُسَلِّمُ عَلَیْکَ قَالَ قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(رواہ البخاری وبسط السخاوی فی تخریجہ واختلاف الفاظہ وقال ھکذ الفظ

حضرت عبد الرحمٰنؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت کعبؓ کی ملاقات ہوئی وہ فرمانے لگے کہ میں تجھے ایک ایسا ہدیہ دُوں جو میں نے حضورؐ سے سُنا ہے میں نے عرض کیا ضرور مرحمت فرمائیے اُنہوں نے فرمایا کہ ہم نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ پر درُود کن الفاظ سے پڑھا جائے یہ تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتلا دیا کہ آپؐ پر سلام کس طرح بھیجیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح درُود پڑھا کرو اللّٰھم صلِ سے اخیر تک (یعنی اے اللہ درُود بھیج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور اُن کی آل پر جیسا کہ آپ نے درُود بھیجا حضرت ابراہیمؑ پر اور ان کی آل (اولاد) پر۔ اے اللہ بیشک آپ ستودہ صفات اور بزرگ ہیں۔ اے اللہ برکت نازل فرما محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور ان کی آل (اولاد) پر جیسا کہ برکت نازل فرمائی آپ نے حضرت ابراہیمؑ پر اور ان کی آل (اولاد)

البخاری علی ابراھیم و علیٰ اٰلِ ابراھیم پر بے شک آپ ستودہ صفات اور
فی الموضعین) بزرگ ہیں۔

ف ۔ ہدیہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ ان حضرات کے ہاں رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مہمانوں اور دوستوں کے لیے بجائے کھانے پینے کی چیزوں کے بہترین تحائف اور بہترین ہدیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف حضورؐ کی احادیث حضورؐ کے حالات تھے ان چیزوں کی قدر ان حضرات کے ہاں مادی چیزوں سے کہیں زیادہ تھی جیسا کہ ان کے حالات اس کے شاہد عدل ہیں۔ اسی بناء پر حضرت کعبؓ نے اس کو ہدیہ سے تعبیر کیا۔ یہ حدیث شریف بہت مشہور ہے اور حدیث کی سب کتابوں میں بہت کثرت سے ذکر کی گئی ہے اور بہت سے صحابۂ کرامؓ سے مختصر اور مفصل الفاظ میں نقل کی گئی ہے۔ علامہ سخاویؒ نے قول بدیع میں اس کے بہت طرق اور مختلف الفاظ نقل کیے ہیں۔ وہ ایک حدیث میں حضرت حسنؓ سے مرسلاً نقل کرتے ہیں کہ جب آیت شریفہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ نازل ہوئی تو صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! سلام تو ہم جانتے ہیں کہ وہ کس طرح ہوتا ہے آپ ہمیں درود شریف پڑھنے کا کس طرح حکم فرماتے ہیں تو حضورؐ نے فرمایا کہ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَوٰتِکَ وَبَرَکَاتِکَ الخ پڑھا کرو۔ دوسری حدیث میں ابو مسعود بدریؓ سے نقل کیا ہے کہ ہم حضرت سعد بن عبادہؓ کی مجلس میں تھے کہ وہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ حضرت بشیرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ جل شانہٗ نے ہمیں درود پڑھنے کا حکم دیا ہے پس ارشاد فرمائیے کہ کس طرح آپ پر درود پڑھا کریں حضورؐ نے سکوت فرمایا یہاں تک کہ ہم تمنا کرنے لگے کہ وہ شخص سوال ہی نہ کرتا۔ پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یوں کہا کرو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ الخ یہ روایت مسلم و ابوداؤد وغیرہ میں ہے۔ اس کا مطلب "کہ ہم اس کی تمنا کرنے لگے" یہ ہے کہ ان حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو غایت محبت اور غایت احترام کی وجہ سے جس بات کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تامل فرمانا پڑا۔ بعض روایات سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے طبری کی روایت سے یہ نقل کیا ہے

کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا یہاں تک کہ حضورؐ پر وحی نازل ہوئی
مسند احمد و ابن حبان وغیرہ میں ایک اور روایت سے نقل کیا ہے کہ ایک صحابی حضورؐ
کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضورؐ کے سامنے بیٹھ گئے۔ ہم لوگ مجلس میں حاضر تھے
ان صاحب نے سوال کیا یا رسول اللہ! اسلام کا طریقہ تو ہمیں معلوم ہو گیا جب ہم نماز
پڑھا کریں تو اس میں آپ پر درود کیسے پڑھا کریں۔ حضورؐ نے اتنا سکوت فرمایا کہ ہم لوگوں
کی یہ خواہش ہونے لگی کہ یہ شخص سوال ہی نہ کرتا۔ اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ جب
نماز پڑھا کرو تو یہ درود پڑھا کرو۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ الخ

ایک اور روایت میں عبدالرحمٰن بن بشیرؓ سے نقل کیا ہے۔ کسی نے عرض کیا یا
رسول اللہ! اللہ جل شانہٗ نے ہمیں صلوٰۃ و سلام کا حکم دیا ہے، سلام تو ہمیں معلوم ہو گیا آپ
پر درود کیسے پڑھا کریں تو حضورؐ نے فرمایا یوں پڑھا کرو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
مسند احمد، ترمذی، بیہقی وغیرہ کی روایات میں ذکر کیا گیا ہے کہ جب آیت شریفہ اِنَّ اللّٰہَ
وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ الآیۃ نازل ہوئی تو ایک صاحب نے آکر عرض کیا یا
رسول اللہ! سلام تو ہمیں معلوم ہے۔ آپ پر درود کیسے پڑھا کریں تو حضورؐ نے ان کو درود تلقین
فرمایا۔ اور بھی بہت سی روایات میں اس قسم کے مضمون ذکر کیے گئے ہیں۔ اور درودوں
کے الفاظ میں اختلاف بھی ہے جو اختلاف روایات میں ہوا ہی کرتا ہے جس کی مختلف وجوہ
ہوتی ہیں۔ اس جگہ ظاہر یہ ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف صحابہؓ کو مختلف الفاظ
ارشاد فرمائے تاکہ کوئی لفظ خاص طور سے واجب نہ بن جائے۔ نفس درود شریف کا وجوب
علیحدہ چیز ہے جیسا کہ فصل رابع میں آرہا ہے اور درود شریف کے کسی خاص لفظ کا وجوب
علیحدہ چیز ہے کوئی خاص لفظ واجب نہیں۔ یہ درود شریف جو اس فصل کے شروع میں نمبر ا
پر لکھا گیا ہے۔ یہ بخاری شریف کی روایت ہے جو سب سے زیادہ صحیح ہے اور حنفیہ کے
نزدیک نماز میں اسی کا پڑھنا اولیٰ ہے جیسا کہ علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت امام محمدؒ سے
سوال کیا گیا کہ حضورؐ پر درود شریف کن الفاظ سے پڑھے تو انہوں نے یہی درود شریف
ارشاد فرمایا جو فصل کے شروع میں لکھا گیا اور یہ درود موافق ہے اس کے جو صحیحین (بخاری و مسلم)

وغیرہ میں ہے۔ علامہ شامیؒ نے یہ عبارت شرح منیہ سے نقل کی ہے۔ شرح منیہ کی عبارت یہ ہے کہ یہ درود موافق ہے اس کے جو صحیحین میں کعب بن عُجرہؓ سے نقل کیا گیا ہے انتہیٰ اور کعبؓ بن عجرہ کی یہی روایت ہے جو اوپر گزری۔ علامہ سخاویؒ کہتے ہیں کہ حضرت کعبؓ وغیرہ کی حدیث سے ان الفاظ کی تعیین ہوتی ہے جو حضورؐ نے اپنے صحابہؓ کو آیت شریفہ کے امتثال امر میں سکھلائے۔ اور بھی بہت سے اکابر سے اس کا افضل ہونا نقل کیا گیا ہے۔ ایک جگہ علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کے اس سوال پر کہ ہم لوگوں کو اللہ جل شانہٗ نے صلوٰۃ وسلام کا حکم دیا ہے تو کونسا درود پڑھیں، حضورؐ نے تعلیم فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب سے افضل ہے۔ امام نوویؒ نے اپنی کتاب روضہ میں تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ قسم کھا بیٹھے کہ میں سب سے افضل درود پڑھوں گا تو اس درود کے پڑھنے سے قسم پوری ہو جائے گی۔ حصن حصین کے حاشیہ پر حرزثمین سے نقل کیا ہے کہ یہ درود شریف سب سے زیادہ صحیح ہے اور سب سے زیادہ افضل ہے نماز میں اور بغیر نماز کے اسی کا اہتمام کرنا چاہیے۔ یہاں ایک بات قابل تنبیہ یہ ہے کہ زادالسعید کے بعض نسخوں میں کاتب کی غلطی سے حرزثمین کی یہ عبارت بجائے اس درود شریف کے ایک دوسرے درود کے نمبر ۶ پر لکھ دی گئی اس کا لحاظ رہے۔ اس کے بعد اس حدیث شریف میں چند فوائد قابل ذکر ہیں۔ اوّل یہ کہ صحابہ کرامؓ کا یہ عرض کرنا کہ سلام ہم جان چکے ہیں اس سے مراد التحیات کے اندر اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ہے۔ علامہ سخاویؒ کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ یعنی حافظ ابن حجرؒ کے نزدیک یہی مطلب زیادہ ظاہر ہے۔ اوجز میں امام بیہقی سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے ....

.... اور اس میں بھی متعدد علماء سے یہی مطلب نقل کیا گیا ہے۔ ۲۔ ایک مشہور سوال کیا جاتا ہے کہ جب کسی چیز کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے مثلاً یوں کہا جائے کہ فلاں شخص حاتم طائی جیسا سخی ہے تو سخاوت میں حاتم کا زیادہ سخی ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اس حدیث پاک میں حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے درود کا افضل ہونا معلوم

ف۔ یعنی اوجز المسالک شرح موطا امام مالک

ہوتا ہے۔ اس کے بھی اوجز میں کئی جواب دیے گئے ہیں اور حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں دس جواب دیے ہیں۔ کوئی عالم ہو تو خود دیکھ لے، غیر عالم ہو تو کسی عالم سے دل چاہے تو دریافت کرلے۔ سب سے آسان جواب یہ ہے کہ قاعدہ اکثریہ تو وہی ہے جو اوپر گزرا لیکن بسا اوقات بعض مصالح سے اس کا الٹا ہوتا ہے جیسے قرآن پاک کے درمیان میں اللہ جل شانہٗ کے نور کے متعلق ارشاد ہے مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ الآیۃ ترجمہ اس کے نور کی مثال اس طاق کی سی ہے جس میں چراغ ہو، اخیر آیت تک۔ حالانکہ اللہ جل شانہٗ کے نور کو چراغوں کے نور کے ساتھ کیا مناسبت۔ ۳۔ یہ بھی مشہور اشکال ہے کہ سارے انبیاء کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کے درود کو کیوں ذکر کیا۔ اس کے بھی اوجز میں کئی جواب دیے گئے ہیں۔ حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے بھی زاد السعید میں کئی جواب ارشاد فرمائے ہیں۔ بندے کے نزدیک تو زیادہ پسندیہ جواب ہے کہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ جل شانہٗ نے اپنا خلیل قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد ہے وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا۔ لہٰذا جو درود اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہوگا وہ محبت کی لائن کا ہوگا اور محبت کی لائن کی ساری چیزیں سب سے اونچی ہوتی ہیں۔ لہٰذا جو درود محبت کی لائن کا ہوگا وہ یقیناً سب سے زیادہ لذیذ اور اونچا ہوگا۔ چنانچہ ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل شانہٗ نے اپنا حبیب قرار دیا اور حبیب اللہ بنایا اور اسی لیے دونوں کا درود ایک دوسرے کے مشابہ ہوا۔ مشکوٰۃ میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے قصہ نقل کیا گیا ہے کہ صحابہؓ کی ایک جماعت انبیاء کرامؑ کا تذکرہ کر رہی تھی کہ اللہ نے حضرت ابراہیمؑ کو خلیل بنایا اور حضرت موسیٰؑ سے کلام کی، اور حضرت عیسیٰؑ اللہ کا کلمہ اور روح ہیں اور حضرت آدمؑ کو اللہ نے اپنا صفی قرار دیا ہے اتنے میں حضورؐ تشریف لائے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا میں نے تمہاری گفتگو سنی، بیشک ابراہیمؑ خلیل اللہ ہیں اور موسیٰؑ نجی اللہ ہیں (یعنی کلیم اللہ) اور ایسے ہی عیسیٰؑ اللہ کا کلمہ اور روح ہیں اور آدمؑ اللہ کے صفی ہیں لیکن بات یوں ہے غور سے سنو کہ میں اللہ کا حبیب ہوں اور اس پر کوئی فخر نہیں کرتا اور قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا، اور اس جھنڈے

کے نیچے آدمؑ اور سارے انبیا ہوں گے اور اس پر فخر نہیں کرتا، اور قیامت کے دن سب سے پہلے میں شفاعت کرنے والا ہوں گا اور سب سے پہلے جس کی شفاعت قبول کی جائے گی وہ میں ہوں گا اور اس پر بھی میں کوئی فخر نہیں کرتا، اور سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھلوانے والا میں ہوں گا اور سب سے پہلے جنت میں میں اور میری امت کے فقراء داخل ہوں گے اور اس پر بھی کوئی فخر نہیں کرتا، اور میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم ہوں اولین اور آخرین میں اور کوئی فخر نہیں کرتا۔ اور بھی متعدد روایات سے حضورؐ کا حبیب اللہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ محبت اور خلت میں جو مناسبت ہے وہ ظاہر ہے اسی لیے ایک کے درود کو دوسرے کے درود کے ساتھ تشبیہ دی اور چونکہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء میں ہیں اس لیے بھی مَنْ اَشْبَهَ اٰبَاهُ فَمَا ظَلَمَ آباء واجداد کے ساتھ مشابہت بہت ملحوظ ہے۔ مشکوٰۃ کے حاشیہ پر لمعات سے اس میں ایک نکتہ بھی لکھا ہے وہ یہ کہ حبیب اللہ کا لقب سب سے اونچا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ حبیب اللہ کا لفظ جامع ہے خلت کو بھی اور کلیم اللہ ہونے کو بھی اور صفی اللہ ہونے کو بھی بلکہ اُن سے زائد چیزوں کو بھی جو دیگر انبیاء کے لیے ثابت نہیں اور وہ اللہ کا محبوب ہونا ہے ایک خاص محبت کے ساتھ میں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔

۲- عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ یُّکْتَالَ بِالْمِکْیَالِ الْاَوْفٰی اِذَا صَلّٰی عَلَیْنَا اَهْلَ الْبَیْتِ فَلْیَقُلْ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ

حضرت ابوہریرہؓ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ جب وہ درود پڑھے ہمارے گھرانے پر تو اس کا ثواب بہت بڑے پیمانہ میں ناپا جائے تو وہ ان الفاظ سے درود پڑھا کرے اللّٰھم صل علٰی محمد سے اخیر تک (ترجمہ) اے اللہ درود بھیج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جو نبی اُمّی ہیں اور ان کی بیویوں پر جو سارے مسلمانوں کی مائیں ہیں اور آپؐ کی

مَّجِیْدٌ۔ (رواہ ابوداؤد وذکرہ السخاوی بطرق عدیدۃ)　　آل اولاد پر اور آپ کے گھرانے پر جیسا کہ درُود بھیجا آپ نے آل ابراہیم پر بیشک آپ ہی سزاوارِ حمد ہیں، بزرگ ہیں۔

ف۔ نبی اُمّی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص لقب ہے اور یہ لقب آپؐ کا تورات انجیل اور تمام کتابوں میں جو آسمان سے اُتریں ذکر کیا گیا ہے (کذافی المظاہر)

آپؐ کو نبی اُمّی کیوں کہا جاتا ہے؟ اس میں علماء کے بہت سے اقوال ہیں جن کو شروح حدیث مرقات وغیرہ میں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ مشہور قول یہ ہے کہ اُمّی ان پڑھ کو کہتے ہیں کہ جو پڑھنا لکھنا نہ جانتا ہو اور یہ چونکہ اہم ترین معجزہ ہے کہ جو شخص پڑھنا لکھنا نہ جانتا ہو وہ ایسا فصیح و بلیغ قرآن پاک لوگوں کو پڑھائے غالباً اسی معجزہ کی وجہ سے کتب سابقہ میں اس لقب کو ذکر کیا گیا ہے۔

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست　　کتب خانۂ چند ملّت بشست

"جو یتیم کہ اس نے پڑھنا بھی نہ سیکھا ہو اُس نے کتنے ہی مذہبوں کے کتب خانے دھو دیے یعنی منسوخ کر دیئے"

نگارِ من کہ بمکتب نہ رفت و خط نہ نوشت　　بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرّس شد

"میرا محبوب جو کبھی مکتب میں بھی نہیں گیا، لکھنا بھی نہیں سیکھا وہ اپنے اشاروں سے سینکڑوں مدرسوں کا معلم بن گیا"

حضرتِ اقدس شیخ المشائخ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحؒ درثمین ۱۳ پر تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے ان الفاظ کے ساتھ درُود پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔ میں نے خواب میں اس درُود شریف کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پڑھا تو حضورؐ نے اس کو پسند فرمایا۔ اس کا مطلب کہ بہت بڑے پیمانہ میں ناپا جائے یہ ہے کہ عرب میں کھجوریں غلہ وغیرہ پیمانوں میں ناپ کر بیچا جاتا تھا جیسا کہ ہمارے شہروں میں یہ چیزیں وزن سے بکتی ہیں تو بہت بڑے پیمانہ کا مطلب گویا بہت بڑی ترازو ہوا اور گویا حدیث پاک کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے درُود کا ثواب بہت بڑی ترازو میں تولا جائے اور ظاہر ہے کہ بہت بڑی ترازو میں وہی چیز تولی جائے گی جس کی مقدار بہت زیادہ ہو گی، تھوڑی مقدار بڑی ترازو میں

تولی بھی نہیں جاسکتی۔ جن ترازؤں میں حمام کے ٹکڑے تولے جاتے ہوں، ان میں تھوڑی چیز تران میں بھی نہیں آسکتی، پاسنگ میں رہ جائے گی۔ ملا علی قاریؒ نے اور اس سے قبل علامہ سخاویؒ نے یہ لکھا ہے کہ جو چیزیں تھوڑی مقدار میں ہوا کرتی ہیں وہ ترازو میں تُلا کرتی ہیں اور جو بڑی مقداروں میں ہوا کرتی ہیں وہ عام طور سے پیمانوں ہی میں ناپی جاتی ہیں، ترازوؤں میں ان کا آنا مشکل ہوتا ہے۔ علامہ سخاویؒ نے حضرت ابو مسعودؓ سے بھی حضورؐ کا یہی ارشاد نقل کیا ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حدیث سے بھی یہی نقل کیا ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کا درود بہت بڑے پیمانہ سے ماپا جائے جب وہ ہم اہل بیت پر درود بھیجے تو یوں پڑھا کرے

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوٰتِكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اور حسن بصریؒ سے یہ نقل کیا ہے کہ جو شخص یہ چاہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض سے بھرپور پیالہ پیوے وہ یہ درود پڑھا کرے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَوْلَادِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَاَصْهَارِهٖ وَاَنْصَارِهٖ وَاَشْيَاعِهٖ وَمُحِبِّيْهِ وَاُمَّتِهٖ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ اَجْمَعِيْنَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔ اس حدیث کو قاضی عیاضؒ نے بھی شفا میں نقل کیا ہے ؎

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۳- عَنْ اَبِي الدَّرْدَاءِ رضـ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَكْثِرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَاِنَّهٗ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَاِنَّ اَحَدًا لَّنْ يُّصَلِّيَ عَلَيَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلٰوتُهٗ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْهَا قَالَ قُلْتُ

حضرت ابوالدرداءؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میرے اوپر جمعہ کے دن کثرت سے درود بھیجا کرو اس لیے کہ ایسا مبارک دن ہے کہ ملائکہ اس میں حاضر ہوتے ہیں اور جب کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ درود اس کے فارغ ہوتے ہی مجھ پر پیش کیا جاتا ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ

وَبَعْدَ الْمَوْتِ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَآءِ عَلَیْهِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ۔

(رواہ ابن ماجۃ باسناد جید کذا فی الترغیب زاد السخاوی فی اٰخر الحدیث فنبی اللّٰہ حی یرزق وبسط فی تخریجہ واخرج معناہ عن عدۃ من الصحابۃ وقال القاری ولہ طرق کثیرۃ بالفاظ مختلفۃ)

کے انتقال کے بعد بھی. حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہاں انتقال کے بعد بھی، اللہ جل شانہ نے زمین پر یہ بات حرام کر دی ہے کہ وہ انبیاءؑ کے بدنوں کو کھائے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے رزق دیا جاتا ہے۔

ف۔ ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہ نے انبیاءؑ کے اجساد کو زمین پر حرام کر دیا۔ پس کوئی فرق نہیں ہے ان کے لیے دونوں حالتوں یعنی زندگی اور موت میں، اور اس حدیث پاک میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ درود روح مبارک اور بدن مبارک دونوں پر پیش ہوتا ہے اور حضورؐ کا یہ ارشاد کہ اللہ کا نبی زندہ ہے، رزق دیا جاتا ہے، سے مراد حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات ہو سکتی ہے اور ظاہر یہ ہے کہ اس سے ہر نبی مُراد ہے۔ اس لیے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا اور اسی طرح حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی دیکھا جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں ہے، اور یہ حدیث کہ انبیاءؑ اپنی قبروں میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں صحیح ہے اور رزق سے مراد رزق معنوی بھی ہو سکتا ہے اور اس میں بھی کوئی مانع نہیں کہ رزق حسّی مراد ہو اور وہی ظاہر ہے اور متبادر اھ۔ علامہ سخاویؒ نے یہ حدیث بہت سے طرق سے نقل کی ہے۔ حضرت اوسؓ کے واسطہ سے حضورؐ کا ارشاد نقل کیا ہے تمہارے افضل ترین ایام میں سے جمعہ کا دن ہے، اسی دن میں حضرت آدمؑ کی پیدائش ہوئی، اسی میں ان کی وفات ہوئی، اسی دن میں نفخہ (پہلا صور)، اور اسی میں صعقہ (دوسرا صور) ہوگا، پس اس دن میں مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو اس لیے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ، ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا آپ تو (قبر میں) بوسیدہ ہو چکے ہوں گے، حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ نے زمین پر یہ بات حرام کر دی ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے بدنوں کو کھاوے۔ حضرت ابو امامہؓ کی حدیث سے بھی حضورؐ کا یہ ارشاد

نقل کیا ہے کہ میرے اوپر ہر جمعہ کے دن کثرت سے درود بھیجا کرو اس لیے کہ میری امت کا درود ہر جمعہ کو پیش کیا جاتا ہے۔ پس جو شخص میرے اوپر درود پڑھنے میں سب سے زیادہ ہوگا وہ مجھ سے (قیامت کے دن) سب سے زیادہ قریب ہوگا، یہ مضمون کہ کثرت سے درود پڑھنے والا قیامت کے دن حضور سے سب سے زیادہ قریب ہوگا، فصل اول کے نمبر ۵ میں گزر چکا ہے۔ حضرت ابو مسعود انصاریؓ کی حدیث سے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جمعہ کے دن میرے اوپر کثرت سے درود بھیجا کرو اس لیے کہ جو شخص بھی جمعہ کے دن مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ پر فوراً پیش ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی حضور کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ میرے اوپر روشن رات (یعنی جمعہ کی رات) اور روشن دن (یعنی جمعہ کے دن) میں کثرت سے درود بھیجا کرو اس لیے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے تو میں تمہارے لیے دعاء اور استغفار کرتا ہوں۔ اسی طرح حضرت ابن عمرؓ، حضرت حسن بصریؒ، حضرت خالد بن معدانؒ وغیرہ سے حضور کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔ سلیمان بن سحیمؒ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جو لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ کی خدمت میں سلام کرتے ہیں، کیا آپ کو اس کا پتہ چلتا ہے؟ حضور نے فرمایا ہاں، اور میں ان کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ ابراہیم بن شیبانؒ کہتے ہیں کہ جب میں نے حج کیا اور مدینہ پاک حاضری ہوئی اور میں نے قبر اطہر کی طرف بڑھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا تو میں نے روضۂ اطہر سے وعلیک السلام کی آواز سنی۔ بلوغ المسرات میں حافظ ابن قیمؒ سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ جمعہ کے دن درود شریف کی زیادہ فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اطہر ساری مخلوق کی سردار ہے اس لیے اس دن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کے ساتھ ایک ایسی خصوصیت ہے جو اور دنوں کو نہیں اور بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باپ کی پشت سے اپنی ماں کے پیٹ میں اسی دن تشریف لائے تھے۔

علامہ سخاویؒ کہتے ہیں کہ جمعہ کے درود شریف کی فضیلت حضرت ابوہریرہؓ حضرت انسؓ اوس بن اوسؓ، ابوامامہؓ، ابوالدرداءؓ، ابومسعودؓ، حضرت عمرؓ اور ان کے صاحبزادے عبداللہ وغیرہ حضرات رضی اللہ عنہم سے نقل کی گئی ہے جن کی روایات علامہ سخاویؒ نے نقل کی ہیں۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۴ - وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلصَّلٰوةُ عَلَیَّ نُوْرٌ عَلَی الصِّرَاطِ وَمَنْ صَلّٰی عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَةِ ثَمَانِیْنَ مَرَّةً غُفِرَتْ لَهٗ ذُنُوْبُ ثَمَانِیْنَ عَامًا۔

ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مجھ پر درود پڑھنا پل صراط پر گزرنے کے وقت نور ہے اور جو شخص جمعہ کے دن اسّی دفعہ مجھ پر درود بھیجے اس کے اسّی سال کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

(ذكره السخاوی من عدة روايات ضعيفة بالفاظ مختلفة)

ف ۔ علامہ سخاویؒ نے قول بدیع میں اس حدیث کو متعدد روایات سے جن پر ضعف کا حکم بھی لگایا ہے نقل کیا۔ اور صاحب اتحاف نے بھی شرح احیاء میں اس حدیث کو مختلف طرق سے نقل کیا ہے اور محدثین کا قاعدہ ہے ضعیف روایت بالخصوص جبکہ وہ متعدد طرق سے نقل کی جائے فضائل میں معتبر ہوتی ہے۔ غالباً اسی وجہ سے جامع الصغیر میں ابوہریرہؓ کی اس حدیث پر حسن کی علامت لگائی ہے۔ ملا علی قاریؒ نے شرح شفاء میں جامع الصغیر کے حوالہ سے بروایت طبرانی و دارقطنی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ علامہ سخاویؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت انسؓ کی روایت سے بھی نقل کی جاتی ہے اور حضرت ابوہریرہؓ کی ایک حدیث میں یہ نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے اسّی مرتبہ یہ درود شریف پڑھے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا۔ اس کے اسّی سال کے گناہ معاف ہوں گے اور اسّی سال کی عبادت کا ثواب اس کے لیے لکھا جائے گا۔ دارقطنی کی ایک روایت میں حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا کہ جو شخص جمعہ کے دن مجھ پر اسّی مرتبہ درود شریف پڑھے اس کے اسّی سال کے گناہ معاف کیے جائیں گے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! درود کس طرح پڑھا جائے؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اَللّٰهُمَّ

صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَنَبِیِّکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ ۔ اور یہ پڑھ کر ایک انگلی بند کرلے. انگلی بند کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انگلیوں پر شمار کیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے انگلیوں پر گننے کی ترغیب وارد ہوئی ہے اور ارشاد ہوا کہ انگلیوں پر گنا کرو اس لیے کہ قیامت میں ان کو گویائی دی جائے گی اور ان سے پوچھا جائے گا جیسا کہ فضائل ذکر کی فصل دوم کی حدیث ۱۸ میں یہ مضمون تفصیل سے ذکر کیا جاچکا ہے۔ ہم لوگ اپنے ہاتھوں سے سیکڑوں گناہ کرتے ہیں جب قیامت کے دن پیشی کے وقت میں ہاتھ اور انگلیاں وہ ہزاروں گناہ گنوائیں جو ان سے زندگی میں کیے گئے ہیں ان کے ساتھ کچھ نیکیاں بھی گنوائیں جو اُن سے کی گئی ہیں یا اُن سے گنی گئی ہیں۔ دارقطنی کی اس روایت کو حافظ عراقیؒ نے حسن بتلایا ہے۔ حضرت علیؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن سَو مرتبہ درود شریف پڑھے اس کے ساتھ قیامت کے دن ایک ایسی روشنی آئے گی کہ اگر اس روشنی کو ساری مخلوق پر تقسیم کیا جائے تو سب کو کافی ہو جائے۔ حضرت سہل بن عبداللہؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّمْ اسّی دفعہ پڑھے اس کے اسّی سال کے گناہ معاف ہوں۔ علامہ سخاویؒ نے ایک دوسری جگہ حضرت انسؓ کی حدیث سے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے اور وہ قبول ہو جائے تو اس کے اسّی سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے زاد السعید میں بحوالہ درمختار اصبہانی سے بھی حضرت انسؓ کی اس حدیث کو نقل فرمایا ہے۔ علامہ شامیؒ نے اس میں طویل بحث کی ہے کہ درود شریف میں بھی مقبول اور غیر مقبول ہوتے ہیں یا نہیں۔ شیخ ابوسلیمان دارانیؒ سے نقل کیا ہے کہ ساری عبادتوں میں مقبول اور مردود ہونے کا احتمال ہے لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر تو درود شریف قبول ہی ہوتا ہے اور بھی بعض صوفیہ سے یہی نقل کیا ہے ؎

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا　　عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

۵　عَنْ رُوَیْفِعِ بْنِ ثَابِتِ الْاَنْصَارِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ	حضرت رویفعؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں جو شخص اس طرح کے

مَنْ قَالَ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوجاتی ہے۔

(رواہ البزار والطبرانی فی الاوسط وبعض اسانید ھو حسن کذا فی الترغیب

ف۔ درود شریف کے الفاظ کا ترجمہ یہ ہے "اے اللہ! آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجئے اور ان کو قیامت کے دن ایسے مبارک ٹھکانے پر پہنچا دیجئے جو آپ کے نزدیک مقرب ہو"۔ علما کے مقعد مقرب یعنی مقرب ٹھکانے میں مختلف اقوال ہیں۔ علامہ سخاویؒ کہتے ہیں کہ محتمل ہے کہ اس سے وسیلہ مراد ہو یا مقامِ محمود یا آپؐ کا عرش پر تشریف رکھنا یا آپؐ کا وہ مقامِ عالی جو سب سے اعلیٰ وارفع ہے۔ حرزِ ثمین میں لکھا ہے کہ مقعد کو مقرب کے ساتھ اس لیے موصوف کیا ہے کہ جو شخص اس میں ہوتا ہے وہ مقرب ہوتا ہے اس وجہ سے گویا اس مکان ہی کو مقرب قرار دیا اور اس کے مصداق میں علاوہ ان اقوال کے جو سخاویؒ سے گزرے ہیں کرسی پر تشریف فرما ہونے کا اضافہ کیا ہے۔ ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ مقعد مقرب سے مراد مقامِ محمود ہے اس لیے کہ روایت میں "یوم القیمۃ" کا لفظ ذکر کیا گیا ہے اور بعض روایات میں "المقرب عندک فی الجنۃ" کا لفظ آیا ہے یعنی وہ ٹھکانہ جو جنت میں مقرب ہو اس بناء پر اس سے مراد وسیلہ ہوگا جو جنت کے درجات میں سب سے اعلیٰ درجہ ہے۔ بعض علما نے کہا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دو مقام علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ایک مقام تو وہ ہے جبکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کے میدان میں عرشِ معلیٰ کے دائیں جانب ہوں گے جس پر اولین وآخرین سب کو رشک ہوگا اور دوسرا آپ کا مقام جنت میں جس کے اوپر کوئی درجہ نہیں۔ بخاری شریف کی ایک بہت طویل حدیث میں جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت طویل خواب جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ، جنت وغیرہ اور زناکار سود خوار وغیرہ لوگوں کے ٹھکانے دیکھے اس کے اخیر میں ہے کہ پھر وہ دونوں فرشتے مجھے ایک گھر میں لے گئے جس سے زیادہ حسین اور بہتر مکان میں نے نہیں دیکھا تھا، اس میں بہت سے بوڑھے اور جوان عورتیں اور بچے تھے اس کے بعد وہاں سے نکال کر مجھے وہ ایک درخت پر

لے گئے وہاں ایک مکان پہلے سے بھی بڑھیا تھا۔ میرے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ پہلا مکان عام مسلمانوں کا ہے اور یہ شہداء کا۔ اس کے بعد انہوں نے کہا ذرا اوپر سر اٹھایئے تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو ایک ابر سا نظر آیا۔ میں نے کہا کہ میں اس کو بھی دیکھ لوں۔ ان دونوں فرشتوں نے کہا کہ ابھی آپ کی عمر باقی ہے جب پوری ہو جائے گی، آپ اس میں تشریف لے جائیں گے۔ درود شریف کی مختلف احادیث میں مختلف الفاظ پر شفاعت واجب ہونے کا وعدہ پہلے بھی گزر چکا، آئندہ بھی آ رہا ہے۔ کسی قیدی یا مجرم کو اگر یہ معلوم ہو جائے کہ حاکم کے یہاں فلاں شخص کا اثر ہے اور اس کی سفارش حاکم کے یہاں بڑی وقیع ہوتی ہے تو اس سفارشی کی خوشامد میں کتنی دوڑ دھوپ کی جاتی ہے۔ ہم میں سے کونسا ایسا ہے جو بڑے سے بڑے گناہ کا مجرم نہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیسا سفارشی جو اللہ کا حبیب سارے رسولوں اور تمام مخلوق کا سردار، وہ کیسی آسان چیز پر اپنی سفارش کا وعدہ اور وعدہ بھی ایسا موکد کہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر اس کی سفارش واجب ہے۔ پھر بھی اگر کوئی شخص اس سے فائدہ نہ اٹھائے تو کس قدر خسارہ کی بات ہے۔ لغویات میں وقت ضائع کرتے ہیں، فضول باتوں بلکہ غیبت وغیرہ گناہوں میں قیمتی اوقات کو برباد کرتے ہیں۔ ان اوقات کو درود شریف میں اگر خرچ کیا جائے تو کتنے فوائد حاصل ہوں ؎

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

۶۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ جَزَی اللّٰہُ عَنَّا مُحَمَّدًا مَّا هُوَ اَهْلُهٗ اَتْعَبَ سَبْعِیْنَ کَاتِبًا اَلْفَ صَبَاحٍ۔

(رواه الطبرانی فی الکبیر والاوسط کذا فی الترغیب وبسط السخاوی فی تخریجه ولفظه اتعب سبعین ملکا الف صباح)

حضرت ابن عباسؓ حضورؐ کا ارشاد نقل کرتے ہیں جو شخص یہ دعا کرے جَزَی اللّٰہُ عَنَّا مُحَمَّدًا مَّا هُوَ اَهْلُهٗ۔ ترجمہ: "اللہ جل شانہ جزا دے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہم لوگوں کی طرف سے جس بدلے کے وہ مستحق ہیں" تو اس کا ثواب ستر فرشتوں کو ایک ہزار دن مشقت میں ڈالے گا۔

ف۔ نزہۃ المجالس میں بروایت طبرانی حضرت جابرؓ کی حدیث سے حضورؐ کا یہ ارشاد

نقل کیا ہے کہ جو شخص صبح و شام یہ درود پڑھا کرے اَللّٰھُمَّ رَبَّ مُحَمَّدٍ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاجْزِ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا ھُوَ اَھْلُہٗ وہ اس کا ثواب لکھنے والوں کو ایک ہزار دن تک مشقت میں ڈالے رکھے گا مشقت میں ڈالے گا کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک ہزار دن تک اس کا ثواب لکھتے لکھتے تھک جائیں گے بعض علماء نے "جس بدلے کے وہ مستحق ہیں" کی جگہ "جو بدلہ اللہ کی شان کے مناسب ہے" لکھا ہے، یعنی جتنا بدلہ عطا کرنا تیری شایانِ شان ہو وہ عطا فرما، اور اللہ تعالیٰ کی شان کے مناسب بالخصوص اپنے محبوب کے لیے ظاہر ہے کہ بے انتہا ہوگا۔ حضرت حسن بصریؒ سے ایک طویل درود شریف کے ذیل میں نقل کیا گیا ہے کہ وہ اپنے درود شریف میں یہ الفاظ بھی پڑھا کرتے تھے وَاجْزِہٖ عَنَّا خَیْرَ مَا جَزَیْتَ نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِہٖ "اے اللہ حضورؐ کو ہماری طرف سے اس سے زیادہ بہتر بدلہ عطا فرمایئے جتنا کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے عطا فرمایا"۔ ایک اور حدیث میں نقل کیا گیا ہے جو شخص یہ الفاظ پڑھے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضًا وَّلِحَقِّہٖ اَدَاءً وَّاَعْطِہِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ وَاجْزِہٖ عَنَّا مَا ھُوَ اَھْلُہٗ وَاجْزِہٖ عَنَّا مِنْ اَفْضَلِ مَا جَزَیْتَ نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِہٖ وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِہٖ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصَّالِحِیْنَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔ جو شخص سات جمعوں تک ہر جمعہ کو سات مرتبہ اس درود کو پڑھے اس کے لیے میری شفاعت واجب ہے۔ ایک علامہ جو ابن المشتہر کے نام سے مشہور ہیں یوں کہتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اللہ جل شانہٗ کی ایسی حمد کرے جو اس سے زیادہ افضل ہو، جو اب تک اس کی مخلوق میں سے کسی نے کی ہو، اولین و آخرین اور ملائکہ مقربین، آسمان والوں اور زمین والوں سے بھی افضل ہو اور اسی طرح یہ چاہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسا درود پڑھے جو اس سب سے افضل ہو جتنے درود کسی نے پڑھے ہیں اور اسی طرح یہ بھی چاہتا ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ شانہٗ سے کوئی ایسی چیز مانگے جو اس سب سے افضل ہو جو کسی نے مانگی ہو تو وہ یہ پڑھا کرے اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَآ اَنْتَ اَھْلُہٗ فَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَآ اَنْتَ اَھْلُہٗ وَافْعَلْ بِنَا مَآ اَنْتَ اَھْلُہٗ فَاِنَّکَ اَنْتَ اَھْلُ التَّقْوٰی وَاَھْلُ الْمَغْفِرَۃِ۔ جس کا ترجمہ یہ ہے: "اے اللہ تیرے

ہی لیے حمد ہے جو تیری شان کے مناسب ہے پس تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج جو تیری شان کے مناسب ہے اور ہمارے ساتھ بھی وہ معاملہ کر جو تیری شایان شان ہو. بیشک تو ہی اس کا مستحق ہے کہ تجھ سے ڈرا جائے اور مغفرت کرنے والا ہے"۔ ابو الفضل قومانی رح کہتے ہیں کہ ایک شخص خراسان سے میرے پاس آیا اور اس نے یہ بیان کیا کہ میں مدینہ پاک میں تھا، میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ تو حضور نے مجھ سے یہ ارشاد فرمایا. جب تو ہمدان جائے تو ابو الفضل بن زیرک کو میری طرف سے سلام کہہ دینا. میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیا بات ہے؟ تو حضور نے ارشاد فرمایا کہ وہ مجھ پر روزانہ سو مرتبہ یا اس سے بھی زیادہ یہ درود پڑھا کرتا ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ جَزَی اللّٰہُ مُحَمَّدًا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنَّا مَا ھُوَ اَھْلُہٗ ابو الفضل رح کہتے ہیں کہ اس شخص نے قسم کھائی کہ وہ مجھے یا میرے نام کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب میں بتانے سے پہلے نہیں جانتا تھا. ابو الفضل رح کہتے ہیں کہ میں نے اس کو کچھ غلہ دینا چاہا تو اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو بیچتا نہیں (یعنی اس کا کوئی معاوضہ نہیں لیتا) ابو الفضل کہتے ہیں کہ اس کے بعد پھر میں نے اس شخص کو نہیں دیکھا (بدیع) اس نوع کا ایک دوسرا قصہ حکایات میں ۳۹ پر آرہا ہے۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا — عَلٰی حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۷۔ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضـ اَنَّہٗ سَمِعَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ فَقُوْلُوْا مِثْلَ مَا یَقُوْلُ ثُمَّ صَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّہٗ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا ثُمَّ سَلُوا اللّٰہَ لِیَ الْوَسِیْلَۃَ فَاِنَّھَا مَنْزِلَۃٌ فِی الْجَنَّۃِ لَا تَنْبَغِیْ اِلَّا لِعَبْدٍ مِّنْ عِبَادِ اللّٰہِ وَاَرْجُوْ اَنْ

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضـ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جب تم اذان سنا کرو تو جو الفاظ مؤذن کہے وہی تم کہا کرو اس کے بعد مجھ پر درود بھیجا کرو اس لیے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ جل شانہ اس پر دس دفعہ درود بھیجتے ہیں پھر اللہ جل شانہ سے میرے لیے وسیلہ کی دعا کیا کرو. وسیلہ جنت کا ایک درجہ ہے جو صرف ایک ہی شخص کو ملے گا اور مجھے امید ہے

اَکُوْنَ اَنَا هُوَ فَمَنْ سَاَلَ لِیَ الْوَسِیْلَةَ حَلَّتْ عَلَیْهِ الشَّفَاعَةُ. (رواہ مسلم و ابوداؤد والترمذی کذا فی الترغیب) کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں پس جو شخص میرے لیے اللہ سے وسیلہ کی دعا کرے گا اس پر میری شفاعت اُتر پڑے گی۔

ف۔ اتر پڑے گی کا مطلب یہ ہے کہ محقق ہو جائے گی۔ اس لیے کہ بعض روایات میں اس کی جگہ یہ ارشاد ہے کہ اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو جائیگی۔ بخاری شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اذان سنے اور یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ اس کے لیے میری شفاعت اتر جاتی ہے۔ حضرت ابوالدرداءؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اذان سنتے تو خود بھی یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰتِهٖ سُؤْلَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اور حضور اتنی آواز سے پڑھا کرتے تھے کہ پاس والے اس کو سنتے تھے اور بھی متعدد احادیث سے علامہ سخاویؒ نے یہ مضمون نقل کیا ہے اور حضرت ابوہریرہؓ سے حضور کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جب تم مجھ پر درود پڑھا کرو تو میرے لیے وسیلہ بھی مانگا کرو۔ کسی نے عرض کیا، یا رسول اللہ! وسیلہ کیا چیز ہے؟ حضور نے فرمایا کہ جنت کا اعلیٰ درجہ ہے جو صرف ایک ہی شخص کو ملے گا اور مجھے یہ امید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں گا۔ علامہ سخاویؒ کہتے ہیں کہ وسیلہ کے اصل معنی لغت میں تو وہ چیز ہے کہ جس کی وجہ سے کسی بادشاہ یا کسی بڑے آدمی کی بارگاہ میں تقرب حاصل کیا جائے۔ لیکن اس جگہ ایک عالی درجہ مراد ہے جیسا کہ خود حدیث میں وارد ہے کہ وہ جنت کا ایک درجہ ہے اور قرآن پاک کی آیت وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ میں ائمہ تفسیر کے دو قول ہیں ایک تو یہ کہ اس سے وہی تقرب مراد ہے جو اوپر گزرا۔ حضرت ابن عباسؓ، مجاہدؒ، عطاء وغیرہ سے یہی قول نقل کیا گیا ہے۔ قتادہؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف تقرب حاصل کرو اس چیز کے ساتھ جو اس کو راضی کر دے۔ واحدیؒ، بغویؒ، زمخشریؒ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ وسیلہ ہر وہ چیز ہے جس سے تقرب حاصل کیا جاتا ہو، قرابت ہو یا کوئی عمل، اور اس قول میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے توسل حاصل کرنا بھی داخل ہے اھ۔ علامہ جزریؒ نے

حصن حصین میں آداب دُعا میں لکھا ہے وَاَنْ یَّتَوَسَّلَ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی بِاَنْبِیَائِہٖ خ رمص وَالصَّالِحِیْنَ مِنْ عِبَادِہٖ حم یعنی توسّل حاصل کرے اللہ جل شانہٗ کی طرف اس کے انبیا کے ساتھ جیسا کہ بخاری، مسند، بزار اور حاکم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے اور اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ جیسا کہ بخاری سے معلوم ہوتا ہے۔ علامہ سخاوی رح کہتے ہیں اور دُوسرا قول آیت شریفہ میں یہ ہے کہ اس سے مُراد محبّت ہے یعنی اللہ کے محبوب ہو، جیسا کہ ماوردی رح وغیرہ نے ابوزید رض سے نقل کیا ہے اور حدیث پاک میں فضیلت سے مراد وہ مرتبہ عالیہ ہے جو ساری مخلوق سے اونچا ہو اور احتمال ہے کوئی اور مرتبہ مراد ہو یا وسیلہ کی تفسیر ہو اور مقام محمود وہی ہے جس کو اللہ جل شانہٗ نے اپنے پاک کلام میں سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا ہے عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ ترجمہ: "امید ہے کہ پہنچائیں گے آپ کو آپ کے رب مقامِ محمود میں"۔ مقامِ محمود کی تفسیر میں علماء کے چند اقوال ہیں یہ کہ وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امّت کے اوپر گواہی دینا ہے اور کہا گیا ہے کہ حمد کا جھنڈا جو قیامت کے دن آپ کو دیا جائیگا مراد ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اللہ جل شانہٗ آپ کو قیامت کے دن عرش پر اور بعض نے کہا کرسی پر بٹھاتے کو کہا ہے۔ ابنِ جوزی رح نے ان دونوں قولوں کو بڑی جماعت سے نقل کیا ہے اور بعضوں نے کہا کہ اس سے مراد شفاعت ہے اس لیے کہ وہ ایسا مقام ہے کہ اس میں اوّلین و آخرین سب ہی آپ کی تعریف کریں گے۔ علامہ سخاوی رح استاذ حافظ ابن حجر رح کے اتباع میں کہتے ہیں، ان اقوال میں کوئی منافات نہیں اس واسطے کہ احتمال ہے کہ عرش و کرسی پر بٹھانا شفاعت کی اجازت کی علامت ہو اور جب حضورؐ وہاں تشریف فرما ہو جائیں تو اللہ جل شانہٗ ان کو حمد کا جھنڈا عطا فرمائے اور اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امّت پر گواہی دیں۔ ابن حبان کی ایک حدیث میں حضرت کعب بن مالک رض سے حضورؐ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ جل شانہٗ قیامت کے دن لوگوں کو اٹھائیں گے پھر مجھے ایک سبز جوڑا پہنائیں گے، پھر میں وہ کہوں گا جو اللہ چاہیں پس یہی مقامِ محمود ہے۔ حافظ ابن حجر رح کہتے ہیں کہ "پھر میں کہوں گا" سے مراد وہ حمد و ثنا ہے جو حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت سے پہلے کہیں گے اور مقامِ محمود ان سب چیزوں کے مجموعہ

کا نام ہے جو اس وقت میں پیش آئیں گی انتہیٰ۔ حضورؐ کے اس ارشاد کا مطلب کہ میں وہ کہوں گا جو اللہ تعالیٰ چاہیں گے، حدیث کی کتابوں بخاری مسلم شریف وغیرہ میں شفاعت کی طویل حدیث میں حضرتِ انس رضؓ سے نقل کیا گیا ہے جس میں یہ مذکور ہے کہ جب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کروں گا تو سجدہ میں گر جاؤں گا۔ اللہ جل شانہٗ مجھے سجدہ میں جب تک چاہیں گے پڑا رہنے دیں گے۔ اس کے بعد اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہو گا۔ محمدؐ سر اٹھاؤ اور کہو تمہاری بات سنی جائے گی، سفارش کرو قبول کی جائے گی، مانگو تمہارا سوال پورا کیا جائے گا۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اس پر میں سجدہ سے سر اٹھاؤں گا۔ پھر اپنے رب کی وہ حمد و ثنا کروں گا جو اس وقت میرا رب مجھے الہام کرے گا۔ پھر میں امّت کے لیے سفارش کروں گا بہت لمبی حدیث سفارش کی ہے جو مشکوٰۃ میں بھی مذکور ہے ؎

ہاں ہاں اجازت ہے تجھے، آ آج عزّت ہے تجھے
زیبا شفاعت ہے تجھے بے شک یہ ہے حصّہ ترا

یہاں ایک بات قابلِ لحاظ ہے کہ اوپر کی دعا میں اَلْوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ کے بعد وَالدَّرَجَةَ الرَّفِیْعَةَ کا لفظ بھی مشہور ہے۔ محدّثین فرماتے ہیں کہ یہ لفظ اس حدیث میں ثابت نہیں، البتہ بعض روایات میں جیسا کہ حصن حصین میں بھی ہے، اس کے اخیر میں اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ کا اضافہ ہے۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۸۔ عَنْ اَبِیْ حُمَیْدٍ اَوْ اَبِیْ اُسَیْدِ السَّاعِدِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمْ فِی الْمَسْجِدِ فَلْیُسَلِّمْ عَلَى النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لِیَقُلْ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَاِذَا خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَلْیُسَلِّمْ عَلَى النَّبِیِّ

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا کرے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجا کرے پھر یوں کہا کرے اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ "اے میرے اللہ میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے" اور جب مسجد سے نکلا کرے تب بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لِيَقُلِ اللّٰهُمَّ افْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ. (أخرجه أبو عوانة في صحيحه وأبو داود والنسائي وابن خزيمة وابن حبان في صحيحيهما كذا في البديع) بھیجا کرے اور یوں کہا کرے اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ "اے اللہ میرے لیے اپنے فضل (یعنی روزی) کے دروازے کھول دے۔"

ف: مسجد میں جانے کے وقت رحمت کے دروازے کھلنے کی وجہ یہ ہے کہ جو مسجد میں جاتا ہے وہ اللہ کی عبادت میں مشغول ہونے کے لیے جاتا ہے وہ اللہ کی رحمت کا زیادہ محتاج ہے کہ وہ اپنی رحمت سے عبادت کی توفیق عطا فرمائے پھر اس کو قبول فرمائے۔ مظاہر حق میں لکھا ہے "دروازے رحمت کے کھول بسبب برکت اس مکان شریف کے یا بسبب توفیق دینے نماز کی اس میں یا بسبب کھولنے حقائق نماز کے اور مراد فضل سے رزق حلال ہے کہ بعد نکلنے کے نماز سے اس کی طلب کو جاتا ہے اھ اس میں قرآن پاک کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے جو سورۂ جمعہ میں وارد ہے فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ۔ علامہ سخاویؒ نے حضرت علیؓ کی حدیث سے نقل کیا ہے کہ جب مسجد میں داخل ہوا کرو تو حضورؐ پر درود بھیجا کرو اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو درود و سلام بھیجتے محمدؐ پر (یعنی خود اپنے اوپر) اور پھر یوں فرماتے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اور جب مسجد سے نکلتے تب بھی اپنے اوپر درود و سلام بھیجتے اور فرماتے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ فَضْلِكَ حضرت انسؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں داخل ہوتے تو پڑھا کرتے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔ اور جب باہر تشریف لاتے تب بھی یہ پڑھا کرتے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ۔ حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ دعا سکھلائی تھی کہ جب وہ مسجد میں داخل ہوا کریں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا کریں اور یہ دعا پڑھا کریں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَافْتَحْ لَنَا اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

اور جب نکلا کریں جب بھی یہی دعا پڑھا کریں اور اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ کی جگہ اَبْوَابَ فَضْلِكَ
حضرت ابوہریرہؓ سے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص تم میں سے مسجد میں جایا
کرے تو حضورؐ پر سلام پڑھا کرے اور یوں کہا کرے اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ
اور جب مسجد سے نکلا کرے تو حضورؐ پر سلام پڑھا کرے اور یوں کہا کرے اَللّٰھُمَّ اعْصِمْنِیْ
مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔ حضرت کعبؓ نے حضرت ابوہریرہؓ سے کہا کہ میں تجھے دو باتیں بتاتا
ہوں انھیں بھولنا مت۔ ایک یہ کہ جب مسجد میں جائے تو حضورؐ پر درود بھیجے اور یہ دعا پڑھے
اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ اور جب باہر نکلے (مسجد سے) تو یہ دعا پڑھا کر
اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَاحْفَظْنِیْ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔ اور بھی بہت سے صحابہ اور
تابعین سے یہ دعائیں نقل کی گئی ہیں۔ صاحب حصن حصینؒ نے مسجد میں جانے کی اور
مسجد سے نکلنے کی متعدد دعائیں مختلف احادیث سے نقل کی ہیں۔ ابوداؤد شریف کی روایت
سے مسجد میں داخل ہونے کے وقت یہ دعا نقل کی ہے۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِوَجْھِہِ
الْکَرِیْمِ وَسُلْطَانِہِ الْقَدِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔ "میں پناہ مانگتا ہوں
اس اللہ کے ذریعہ سے جو بڑی عظمت والا ہے اور اس کی کریم ذات کے ذریعہ سے اور
اس کی قدیم بادشاہت کے ذریعہ سے شیطان مردود کے حملے سے" حصن حصین میں تو اتنا ہی
ہے لیکن ابوداؤد میں اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پاک ارشاد بھی نقل کیا ہے
کہ جب آدمی یہ دعا پڑھتا ہے تو شیطان یوں کہتا ہے کہ مجھ سے تو یہ شخص شام تک کے
لیے محفوظ ہو گیا۔ اس کے بعد صاحب حصن مختلف احادیث سے نقل کرتے ہیں کہ جب مسجد
میں داخل ہو تو بِسْمِ اللّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ کہے۔ ایک اور حدیث میں وَعَلٰی
سُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ہے اور ایک حدیث میں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ
اور مسجد میں داخل ہونے کے بعد اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ پڑھے اور
جب مسجد سے نکلنے لگے جب بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام پڑھے بِسْمِ اللّٰہِ
وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اور ایک حدیث میں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
اٰلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰھُمَّ اعْصِمْنِیْ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ہے۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

۹۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی تمنا کون سا مسلمان ایسا ہوگا جس کو نہ ہو لیکن عشق و محبت کی بقدر اس کی تمنائیں بڑھتی رہتی ہیں اور اکابر و مشائخ نے بہت سے اعمال اور بہت سے درودوں کے متعلق اپنے تجربات تحریر کیے ہیں کہ ان پر عمل سے سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔ علامہ سخاویؒ نے قولِ بدیع میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ایک ارشاد نقل کیا ہے مَنْ صَلّٰی عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ وَعَلٰی جَسَدِہٖ فِی الْاَجْسَادِ وَعَلٰی قَبْرِہٖ فِی الْقُبُوْرِ۔ جو شخص روحِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ارواح میں اور آپ کے جسدِ اطہر پر بدنوں میں اور آپ کی قبرِ مبارک پر قبور میں درود بھیجے گا وہ مجھے خواب میں دیکھے گا اور جو مجھے خواب میں دیکھے گا وہ قیامت میں دیکھے گا اور جو مجھے قیامت میں دیکھے گا میں اس کی سفارش کروں گا۔ اور جس کی میں سفارش کروں گا وہ میرے حوض سے پانی پیے گا اور اللہ جل شانہٗ اس کے بدن کو جہنم پر حرام فرمادیں گے۔ علامہ سخاویؒ کہتے ہیں کہ ابو القاسم بستیؒ نے اپنی کتاب میں یہ حدیث نقل کی ہے مگر مجھے اب تک اس کی اصل نہیں ملی۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ جو شخص یہ ارادہ کرے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ کو خواب میں دیکھے وہ یہ درود پڑھے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُّصَلِّیَ عَلَیْہِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا ھُوَ اَھْلُہٗ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی۔ جو شخص اس درود شریف کو طاق عدد کے موافق پڑھے گا وہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کرے گا اور اس پر اس کا اضافہ بھی کرنا چاہیے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی قَبْرِ مُحَمَّدٍ فِی الْقُبُوْرِ۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ زاد السعید میں تحریر فرماتے ہیں کہ سب سے زیادہ لذیذ تر اور شیریں تر خاصیت درود شریف کی یہ ہے کہ اس کی بدولت عشاق کو خواب میں حضورِ پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت زیارت میسر ہوئی ہے۔ بعض درودوں کو بالخصوص بزرگوں نے آزمایا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب ترغیب اہل السعادات

میں لکھا ہے کہ شب جمعہ میں دو رکعت نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں گیارہ بار آیت الکرسی اور گیارہ بار قل ھو اللہ اور بعد سلام سَو بار یہ درود شریف پڑھے۔ انشاء اللہ تین جمعے نہ گزرنے پائیں گے کہ زیارت نصیب ہو گی۔ وہ درود شریف یہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلِّمْ۔ دیگر شیخ موصوف نے لکھا ہے کہ جو شخص دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں بعد الحمد کے پچیس ۲۵ بار قل ھو اللہ اور بعد سلام کے یہ درود شریف ہزار مرتبہ پڑھے، دولت زیارت نصیب ہو، وہ یہ ہے صَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ۔ دیگر شیخ موصوف نے لکھا ہے کہ سوتے وقت ستّر بار اس درود کو پڑھنے سے زیارت نصیب ہو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ بَحْرِ اَنْوَارِكَ وَمَعْدِنِ اَسْرَارِكَ وَلِسَانِ حُجَّتِكَ وَعَرُوْسِ مَمْلَكَتِكَ وَاِمَامِ حَضْرَتِكَ وَطِرَازِ مُلْكِكَ وَخَزَائِنِ رَحْمَتِكَ وَطَرِیْقِ شَرِیْعَتِكَ الْمُتَلَذِّذِ بِتَوْحِیْدِكَ اِنْسَانِ عَیْنِ الْوُجُوْدِ وَالسَّبَبِ فِیْ كُلِّ مَوْجُوْدٍ عَیْنِ اَعْیَانِ خَلْقِكَ الْمُتَقَدِّمِ مِنْ نُوْرِ ضِیَائِكَ صَلٰوۃً تَدُوْمُ بِدَوَامِكَ وَتَبْقٰی بِبَقَائِكَ لَا مُنْتَھٰی لَھَا دُوْنَ عِلْمِكَ صَلٰوۃً تُرْضِیْكَ وَتُرْضِیْهِ وَتَرْضٰی بِھَا عَنَّا یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔ دیگر اس کو بھی سوتے وقت چند بار پڑھنا زیارت کے لیے شیخؒ نے لکھا ہے اَللّٰھُمَّ رَبَّ الْحِلِّ وَالْحَرَامِ وَرَبَّ الْبَیْتِ الْحَرَامِ وَرَبَّ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ اَبْلِغْ لِرُوْحِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ مِّنَّا السَّلَامَ۔ مگر بڑی شرط اس دولت کے حصول میں قلب کا شوق سے پُر ہونا اور ظاہری و باطنی معصیتوں سے بچنا ہے۔ انتہٰی۔ ہمارے حضرت شیخ المشائخ قطب الارشاد شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے اپنی کتاب نوادر میں بہت سے مشائخ تصوف اور ابدال کے ذریعہ سے حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعدد اعمال نقل کیے ہیں اگرچہ محدثانہ حیثیت سے ان پر کلام ہے لیکن کوئی فقہی مسئلہ نہیں جس میں دلیل اور حجت کی ضرورت ہو، مبشرات اور منامات ہیں۔ منجملہ ان کے لکھا ہے کہ ابدال میں سے ایک بزرگ نے حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درخواست کی کہ مجھے کوئی عمل بتائیے جو میں رات میں کیا کروں۔ انہوں نے فرمایا کہ مغرب سے عشا تک نفلوں میں مشغول رہا کر، کسی شخص سے بات نہ کر، نفلوں کی دو دو رکعت پر سلام پھیرتا رہا کر اور ہر رکعت میں ایک

مرتبہ سورہ فاتحہ اور تین مرتبہ قُل ھُوَ اللہ پڑھتا رہا کر۔ عشا کے بعد بھی بغیر بات کیے اپنے گھر چلا جا اور وہاں جاکر دو رکعت نفل پڑھ ہر رکعت میں ایک دفعہ سورۂ فاتحہ اور سات مرتبہ قُل ھُوَ اللہ، نماز کا سلام پھیرنے کے بعد ایک سجدہ کر جس میں سات دفعہ استغفار، سات مرتبہ درود شریف اور سات مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پھر سجدہ سے سر اٹھاکر دعا کے لیے ہاتھ اٹھا اور یہ دعا پڑھ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا اِلٰہَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ یَا رَحْمٰنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَرَحِیْمَھُمَا یَا رَبِّ یَا رَبِّ یَا رَبِّ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ یَا اَللّٰہُ۔ پھر اسی حال میں ہاتھ اٹھائے ہوئے کھڑا ہو اور کھڑے ہو کر پھر یہی دعا پڑھ۔ پھر دائیں کروٹ پر قبلہ کی طرف منہ کر کے لیٹ جا اور سونے تک درود شریف پڑھتا رہ۔ جو شخص یقین اور نیک نیتی کے ساتھ اس عمل پر مداومت کریگا، مرنے سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور خواب میں دیکھے گا بعض لوگوں نے اس کا تجربہ کیا انہوں نے دیکھا کہ وہ جنت گئے۔ وہاں انبیاء کرام اور سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور ان سے بات کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس عمل کے بہت سے فضائل ہیں جن کو ہم نے اختصاراً چھوڑ دیا۔ اور بھی متعدد عمل اس نوع کے حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیے ہیں۔ علامہ دمیریؒ نے حیوۃ الحیوان میں لکھا ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن جمعہ کی نماز کے بعد باوضو ایک پرچہ پر محمد رسول اللہ احمد رسول اللہ پینتیس ۳۵ مرتبہ لکھے اور اس پرچہ کو اپنے ساتھ رکھے اللہ جل شانہٗ اس کو طاعت پر قوت عطا فرماتا ہے اور اس کی برکت میں مدد فرماتا ہے اور شیاطین کے وساوس سے حفاظت فرماتا ہے اور اگر اس پرچہ کو روزانہ طلوع آفتاب کے وقت درود شریف پڑھتے ہوئے غور سے دیکھتا رہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت خواب میں کثرت سے ہوا کرے۔

تنبیہ

خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جانا بڑی سعادت ہے لیکن دو امر قابل لحاظ ہیں۔ اوّل وہ جس کو حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے نشر الطیب میں تحریر فرمایا ہے۔ حضرتؒ تحریر فرماتے ہیں "جاننا چاہیے کہ جس کو بیداری میں یہ شرف

نصیب نہیں ہوا، اس کے لیے بجائے اس کے خواب میں زیارت سے مشرف ہو جانا سرمایۂ تسلّی اور فی نفسہٖ ایک نعمتِ عظمٰی، دولتِ کبریٰ ہے اور اس سعادت میں اکتساب کو اصلاً دخل نہیں محض موہوب ہے و لَنِعمَ مَا قِیلَ ؎

این سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ترجمہ: "کسی نے کیا ہی اچھا کہا کہ یہ سعادت قوتِ بازو سے حاصل نہیں ہوتی ہے جب تک اللہ جل شانہٗ کی طرف سے عطا اور بخشش نہ ہو۔"

ہزاروں کی عمریں اس حسرت میں ختم ہو گئیں۔ البتہ غالب یہ ہے کہ کثرتِ درود شریف و کمالِ اتباعِ سنت و غلبۂ محبت پر اس کا ترتب ہو جاتا ہے لیکن چونکہ لازمی اور کلی نہیں اس لیے اس کے نہ ہونے سے مغموم و محزون نہ ہونا چاہیے کہ بعض کے لیے اسی میں حکمت و رحمت ہے عاشق کو رضاءِ محبوب سے کام، خواہ وصل ہو تب، ہجر ہو تب وَلِلّٰہِ دَرُّ مَن قَالَ ؎

اُرِیدُ وِصَالَهٗ وَیُرِیدُ هَجرِی فَاَترُکُ مَا اُرِیدُ لِمَا یُرِیدُ

ترجمہ: "اور اللہ ہی کے لیے خوبی ہے اس کہنے والے کی جس نے کہا کہ میں اس کا وصال چاہتا ہوں اور وہ مجھ سے فراق چاہتا ہے میں اپنی خوشی اس کی خوشی کے مقابلہ میں چھوڑتا ہوں۔"

قال العارف الشیرازیؒ ؎

فراق و وصل چہ باشد رضاء دوست طلب کہ حیف باشد ازو غیر او تمنّائے

ترجمہ: عارف شیرازیؒ فرماتے ہیں: "فراق و وصل کیا ہوتا ہے محبوب کی رضا ڈھونڈ کہ محبوب سے اس کی رضا کے سوا تمنّا کرنا ظلم ہے۔"

اسی سے یہ بھی سمجھ لیا جاوے کہ اگر زیارت ہو گئی مگر طاعت سے رضا حاصل نہ کی تو وہ کافی نہ ہوگی کیا خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں بہت سے صورۃً "زائر معنیً مہجور" اور بعضے صورۃً مہجور جیسے اُویس رضی اللہ عنہ قرنی۔ اویس قرنی معنیً "قرب سے مسرور تھے۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک زمانہ میں کتنے لوگ ایسے تھے کہ جن کو حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم کی ہر وقت زیارت ہوتی تھی، لیکن اپنے کفر و نفاق کی وجہ سے جہنمی رہے اور حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور تابعی ہیں، اکابر صوفیہ میں ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسلمان ہو چکے تھے لیکن اپنی والدہ کی خدمت کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے لیکن اس کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے ان کا ذکر فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو تم میں سے اُن سے ملے وہ ان سے اپنے لیے دعائے مغفرت کرائے۔ ایک روایت میں حضرت عمرؓ سے نقل کیا گیا کہ حضورؐ نے ان سے حضرت اویسؒ کے متعلق فرمایا کہ اگر وہ کسی بات پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ اس کو ضرور پورا کرے۔ تم ان سے دعائے مغفرت کرانا (اصابہ) ؎

گو تھے اُویسؒ دور مگر ہو گئے قریب
بوجہل تھا قریب مگر دُور ہو گیا

دُوسرا امر قابلِ تنبیہ یہ ہے کہ جس شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اس نے یقیناً اور قطعاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زیارت کی۔ روایاتِ صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے اور محقق ہے کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت عطا نہیں فرمائی کہ وہ خواب میں اگر کسی طرح اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہونا ظاہر کرے۔ مثلاً یہ کہے کہ میں نبی ہوں یا خواب دیکھنے والا شیطان کو نعوذ باللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ بیٹھے، اس لیے یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ لیکن اس کے باوجود اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اصلی ہیئت میں نہ دیکھے یعنی حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسی ہیئت اور حلیہ میں دیکھے جو شانِ اقدس کے مناسب نہ ہو تو وہ دیکھنے والے کا قصور ہو گا جیسا کہ کسی شخص کی آنکھ پر سُرخ یا سبز یا سیاہ عینک لگا دی جائے تو جس رنگ کی آنکھ پر عینک ہو گی اسی رنگ کی سب چیزیں نظر آئیں گی۔ اسی طرح بھینگے کو ایک کے دو نظر آتے ہیں۔ اگر نئے ٹائم پیس کی لمبائی میں کوئی شخص اپنا چہرہ دیکھے تو اتنا لمبا نظر آئے گا کہ حد نہیں۔ اور اگر اس کی چوڑائی میں اپنا چہرہ دیکھے تو ایسا چوڑا نظر آئے گا کہ خود دیکھنے والے کو اپنے چہرہ پر ہنسی آ جائے گی۔ اسی طرح اگر خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد شریعت مطہرہ کے خلاف سُنے تو وہ

محتاج تعبیر ہے، شریعت کے خلاف اس پر عمل کرنا جائز نہیں، چاہے کتنے ہی بڑے شیخ اور مقتدیٰ کا خواب ہو۔ مثلاً کوئی شخص دیکھے کہ حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی ناجائز کام کرنے کی اجازت یا حکم دیا تو وہ درحقیقت حکم نہیں بلکہ ڈانٹ ہے۔ جیسے کوئی شخص اپنی اولاد کو کسی بُرے کام کو روکے اور وہ مانتا نہ ہو تو اس کو تنبیہ کے طور پر کہا جاتا ہے کہ کر اور کر، یعنی اس کا مزہ چکھاؤں گا، اور اسی طرح سے کلام کے مطلب کا سمجھنا جس کو تعبیر کہا جاتا ہے یہ بھی ایک دقیق فن ہے۔ تَعْطِیْرُ الْاَنَامِ فِیْ تَعْبِیْرِ الْمَنَامِ میں لکھا ہے۔ ایک شخص نے خواب میں یہ دیکھا کہ اس سے ایک فرشتہ نے کہا کہ تیری بیوی تیرے فلاں دوست کے ذریعہ تجھے زہر پلانا چاہتی ہے۔ ایک صاحب نے اس کی تعبیر یہ دی اور وہ صحیح تھی کہ تیری بیوی اس فلاں سے زنا کرتی ہے۔ اسی طرح اور بہت سے واقعات اس قسم کے فنِ تعبیر کی کتابوں میں لکھے ہیں مظاہرِ حق میں لکھا ہے کہ امام نوویؒ نے کہا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ جس نے حضورؐ کو خواب میں دیکھا اس نے آنحضرتؐ ہی کو دیکھا خواہ آپؐ کی صفت معروفہ پر دیکھا ہو یا اس کے علاوہ اور اختلاف اور تفاوت صورتوں کا باعتبار کمال و نقصان دیکھنے والے کے ہے جس نے حضرتؐ کو اچھی صورت میں دیکھا بسبب کمال دین اپنے کے دیکھا اور جس نے برخلاف اس کے دیکھا بسبب نقصان اپنے دین کے دیکھا۔ اسی طرح ایک نے بڈھا دیکھا، ایک نے جوان اور ایک نے راضی اور ایک نے خفا، یہ تمام مبنی ہے اوپر اختلاف حال دیکھنے والے کے، پس دیکھنا آنحضرتؐ کا گویا کسوٹی ہے معرفت احوال دیکھنے والے کے اور اس میں ضابطہ مفیدہ ہے سالکوں کے لیے کہ اس سے احوال اپنے باطن کا معلوم کر کے علاج اس کا کریں اور اسی قیاس پر بعض اربابِ تمکین نے کہا ہے کہ جو کلام آنحضرتؐ سے خواب میں سُنے تو اس کو سنت قویمہ پر عرض کرے، اگر موافق ہے تو حق ہے اور اگر مخالف ہے تو بسبب خلل سامعہ اس کی کے ہے پس رؤیائے ذاتِ کریمہ اور اس چیز کا کہ دیکھی یا سُنی جاتی ہے حق ہے اور جو تفاوت اور اختلاف سے ہے تجھ سے ہے۔ حضرۃ شیخ علی متقیؒ نقل کرتے تھے کہ ایک فقیر نے فقراءِ مغرب سے آنحضرتؐ کو خواب میں دیکھا کہ اس کو شراب پینے کے لیے فرماتے ہیں۔ اس نے واسطے رفع اس اشکال کے علماء سے استفسار

کیا کہ حقیقتِ حال کیا ہے۔ ہر ایک عالم نے محمل اور تاویل اس کی بیان کی۔ ایک عالم تھے مدینہ میں نہایت متبع سنت، اُن کا نام شیخ محمد عرات تھا جب وہ استفتاء ان کی نظر سے گزرا، فرمایا یوں نہیں جس طرح اُس نے سنا ہے۔ آنحضرت نے اس کو فرمایا کہ لاتشرب الخمر یعنی شراب نہ پیا کر اس نے لاتشرب کو اشرب سنا۔ حضرت شیخ (عبد الحق) نے اس مقام کو تفصیل سے لکھا ہے اور میں نے مختصر (انتہیٰ مختصراً بتغیر) جیسا کہ حضرت شیخ نے فرمایا کہ لاتشرب کو اشرب سُن لیا محتمل ہے لیکن جیسا اس ناکارہ نے اوپر لکھا اگر اشرب الخمر ہی فرمایا ہو یعنی پی شراب، تو یہ دھمکی بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ لہجے کے فرق سے اس قسم کی چیزوں میں فرق ہو جایا کرتا ہے۔ سہارن پور سے دہلی جانے والی لائن پر آٹھواں اسٹیشن کھاتولی ہے مجھے خوب یاد ہے کہ بچپن میں جب میں ابتدائی صرف و نحو پڑھتا تھا اور اس اسٹیشن پر گزر ہوتا تھا تو اس کے مختلف معانی بہت دیر تک دل میں گھوما کرتے تھے۔ یہ مضمون مختصر طور پر رسالہ فضائل حج اور شمائل ترمذی کے ترجمہ خصائل میں بھی گزر چکا ہے ؎

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

۱۰۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے زاد السعید میں درود و سلام کی ایک چہل حدیث تحریر فرمائی ہے اور اسی سے نشر الطیب میں بھی حوالوں کے حذف کے ساتھ نقل فرمائی ہے اس کو اس رسالہ میں ترجمہ کے اضافہ کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے تاکہ وہ برکت حاصل ہو جو حضرتؒ نے تحریر فرمائی ہے زاد السعید میں حضرتؒ نے تحریر فرمایا ہے کہ یوں تو مشائخ کرامؒ سے صدہا صیغے اس کے منقول ہیں۔ دلائل الخیرات اس کا ایک نمونہ ہے مگر اس مقام پر صرف جو صیغے صلوٰۃ و سلام کے احادیث مرفوعہ حقیقیہ یا حکمیہ میں وارد ہیں ان میں سے چالیس صیغے مرقوم ہوتے ہیں جس میں ۲۵ پچیس صلوٰۃ اور ۱۵ پندرہ سلام کے ہیں گویا یہ مجموعہ درود شریف کی چہل حدیث ہے جس کے باب میں بشارت آئی ہے کہ جو شخص امر دین کے متعلق چالیس حدیثیں میری امت کو پہنچائے اس کو اللہ تعالیٰ زمرہ علماء میں محشور فرمائیں گے اور میں اس کا شفیع ہوں گا۔ درود شریف کا امر دین سے ہونا بوجہ اس کا مامور بہ ہونے کے ظاہر ہے تو ان احادیث شریفہ کے جمع کرنے سے مضاعف ثواب (اجر درود و اجر تبلیغ چہل حدیث)

کی توقع ہے۔ ان احادیث سے قبل دو صیغے قرآن مجید سے تبرکاً لکھے جاتے ہیں جو اپنے عموم لفظی سے صلوٰۃ نبویہ کو بھی شامل ہیں۔ اگر کوئی شخص ان سب صیغوں کو روزانہ پڑھ لیا کرے تو تمام فضائل و برکات جو جدا جدا ہر صیغے کے متعلق ہیں، انشاءاللہ اس شخص کو حاصل ہو جائیں۔

صیغۂ قرآنی

۱۔ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ "سلام نازل ہو اللہ کے برگزیدہ بندوں پر"

۲۔ سَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ۔ "سلام ہو رسولوں پر"

چہل حدیث

مشتمل

بر صلوٰۃ و سلام (باضافہ ترجمہ) صیغۂ صلوٰۃ

۱۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْہُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ۔ — اے اللہ سیدنا محمدؐ اور آل محمد پر درود نازل فرما اور آپ کو ایسے ٹھکانے پر پہنچا جو تیرے نزدیک مقرب ہو۔

۲۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ الْقَائِمَۃِ وَالصَّلٰوۃِ النَّافِعَۃِ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّارْضَ عَنِّیْ رِضًا لَّا تَسْخَطُ بَعْدَہٗ اَبَدًا۔ — اے اللہ (قیامت تک) قائم رہنے والی اس پکار اور نافع نماز کے مالک، درود نازل فرما سیدنا محمدؐ پر اور مجھ سے اس طرح راضی ہو جا کہ اس کے بعد کبھی ناراض نہ ہو۔

۳۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ۔ — اے اللہ درود نازل فرما سیدنا محمدؐ پر جو تیرے بندے اور رسول ہیں اور درود نازل فرما سارے مومنین اور مومنات اور مسلمین اور مسلمات پر۔

۴۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ مُحَمَّدًا — اے اللہ درود نازل فرما محمدؐ اور آل سیدنا محمدؐ پر اور برکت نازل فرما سیدنا محمدؐ اور آل سیدنا محمدؐ پر اور رحمت نازل فرما سیدنا محمدؐ اور آل سیدنا محمدؐ پر

وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَرَحِمْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

جیسا کہ تو نے درود و برکت و رحمت سیدنا ابراہیمؑ و آلِ سیدنا ابراہیمؑ پر نازل فرمایا۔ بے شک تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔

۵۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اے اللہ درود نازل فرما سیدنا محمدؐ اور آلِ سیدنا محمدؐ پر جس طرح تو نے درود نازل فرمایا آلِ سیدنا ابراہیمؑ پر، بیشک تو ستودہ صفات بزرگ ہے اے اللہ برکت نازل فرما سیدنا محمدؐ اور آلِ سیدنا محمدؐ پر جس طرح تو نے سیدنا ابراہیمؑ کی اولاد پر برکت نازل فرمائی بیشک تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔

۶۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔[1]

اے اللہ درود نازل فرما سیدنا محمدؐ اور آلِ سیدنا محمدؐ پر جیسا کہ تو نے درود نازل فرمایا آلِ سیدنا ابراہیمؑ پر بیشک تو ستودہ صفات بزرگ ہے، اور برکت نازل فرما سیدنا محمدؐ اور آلِ سیدنا محمدؐ پر جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی سیدنا ابراہیمؑ کی اولاد پر بیشک تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔

۷۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

اے اللہ درود نازل فرما سیدنا محمدؐ اور آلِ سیدنا محمدؐ پر جس طرح تو نے درود نازل فرمایا سیدنا ابراہیمؑ پر بیشک تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔ اے اللہ برکت نازل فرما سیدنا محمدؐ اور آلِ سیدنا محمدؐ پر جس طرح تو نے سیدنا ابراہیمؑ پر برکت نازل فرمائی بیشک تو ستودہ صفات بزرگ ہے

۸۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى

اے اللہ درود نازل فرما سیدنا محمدؐ اور آلِ سیدنا

[1] والفرق بین الخامس والسادس بلفظ اللّٰهم قبل بارک کما یظهر من السعایة ومنها اخذ هما فی زاد السعید

اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

محمدؐ پر جیسا کہ تو نے درود نازل فرمایا سیدنا ابراہیمؑ اور آل سیدنا ابراہیمؑ پر بیشک تو ستودہ صفات بزرگ ہے اور برکت نازل فرما سیدنا محمدؐ اور آل سیدنا محمدؐ پر جیسا کہ تو نے برکت نازل فرمائی سیدنا ابراہیمؑ پر بیشک تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔

۹۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

اے اللہ درود نازل فرما سیدنا محمدؐ اور آل سیدنا محمدؐ پر جس طرح تو نے درود نازل فرمایا سیدنا ابراہیمؑ پر اور برکت نازل فرما سیدنا محمدؐ اور آل سیدنا محمدؐ پر جس طرح تو نے سیدنا ابراہیمؑ پر برکت نازل فرمائی بیشک تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔

۱۰۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

اے اللہ درود نازل فرما سیدنا محمدؐ اور آل سیدنا محمدؐ پر جیسا کہ تو نے درود نازل فرمایا سیدنا ابراہیمؑ پر بیشک تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔ اے اللہ برکت نازل فرما سیدنا محمدؐ اور آل سیدنا محمدؐ پر جیسا کہ تو نے سیدنا ابراہیمؑ کی اولاد پر برکت نازل فرمائی، بیشک تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔

۱۱۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِى الْعٰلَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

اے اللہ درود نازل فرما سیدنا محمدؐ اور آل سیدنا محمدؐ پر جس طرح تو نے آل سیدنا ابراہیمؑ پر درود نازل فرمایا اور برکت نازل فرما سیدنا محمدؐ اور آل سیدنا محمدؐ پر جس طرح تو نے سیدنا ابراہیمؑ کی اولاد پر برکت نازل فرمائی سارے جہانوں میں بے شک تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔

۱۲۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ

اے اللہ درود نازل فرما سیدنا محمدؐ اور آپؐ کی

ازواجہٖ و ذرّیّتہٖ کما صلّیت
علٰی اٰل ابراھیم وبارک علٰی
محمّدٍ وّ ازواجہٖ وذرّیّتہٖ
کما بارکت علٰی اٰل ابراھیم
انّک حمیدٌ مّجیدٌ۔

ازواجِ مطہرات اور ذریات پر جس طرح تو نے
سیّدنا ابراہیمؑ کی اولاد پر درود نازل فرمایا اور برکت
نازل فرما سیدنا محمدؐ اور آپ کی ازواجِ مطہرات اور
ذریات پر جس طرح تو نے سیدنا ابراہیمؑ کی اولاد پر
برکت نازل فرمائی بیشک تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔

۱۳- اللّٰھمّ صلّ علٰی محمّدٍ وّعلٰی
ازواجہٖ وذرّیّتہٖ کما صلّیت
علٰی اٰل ابراھیم وبارک
علٰی محمّدٍ وّعلٰی ازواجہٖ و
ذرّیّتہٖ کما بارکت علٰی اٰل
ابراھیم انّک حمیدٌ مّجیدٌ۔

اے اللہ درود نازل فرما سیدنا محمدؐ اور آپ کی ازواج
مطہرات اور آپ کی ذریات پر جیسا تو نے درود
نازل فرمایا آلِ ابراہیمؑ پر اور برکت نازل فرما سیدنا
محمدؐ اور آپ کی ازواجِ مطہرات اور آپ کی ذریات
پر جیسا کہ تو نے آلِ ابراہیمؑ پر برکت نازل فرمائی
بیشک تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔

۱۴- اللّٰھمّ صلّ علٰی محمّدٍ النّبیّ
وازواجہٖ امّھات المؤمنین
وذرّیّتہٖ واھل بیتہٖ کما
صلّیت علٰی اٰل ابراھیم
انّک حمیدٌ مّجیدٌ۔

اے اللہ درود نازل فرما نبی اکرم سیدنا محمدؐ پر اور
آپ کی ازواجِ مطہرات پر جو سارے مسلمانوں کی
مائیں ہیں اور آپ کی ذریات اور آپکے اہلِ بیت
پر جیسا تو نے سیدنا ابراہیمؑ پر درود نازل فرمایا بیشک
تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔

۱۵- اللّٰھمّ صلّ علٰی محمّدٍ وّعلٰی
اٰل محمّدٍ کما صلّیت علٰی
ابراھیم وعلٰی اٰل ابراھیم
وبارک علٰی محمّدٍ وّعلٰی
اٰل محمّدٍ کما بارکت
علٰی ابراھیم وترحّم علٰی محمّدٍ
وّعلٰی اٰل محمّدٍ کما ترحّمت

اے اللہ درود نازل فرما سیدنا محمدؐ اور آلِ سیدنا محمد
پر جس طرح تو نے درود نازل فرمایا سیدنا ابراہیمؑ
اور آلِ سیدنا ابراہیمؑ پر اور برکت نازل فرما
سیدنا محمدؐ اور آل سیدنا محمد پر جس طرح تو نے
برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیمؑ پر اور رحمت
بھیج سیدنا محمد اور آل سیدنا محمد پر جس طرح
تو نے رحمت بھیجی سیدنا ابراہیمؑ پر اور

عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ۔

سیدنا ابراہیمؑ کی اولاد پر۔

۱۶۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ تَرَحَّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ تَحَنَّنْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا تَحَنَّنْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا سَلَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اے اللہ سیدنا محمدؐ اور آلِ سیدنا محمدؐ پر درود نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی اولاد پر درود نازل فرمایا بے شک تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔ اے اللہ سیدنا محمدؐ اور سیدنا محمدؐ کی اولاد پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے سیدنا ابراہیمؑ اور سیدنا ابراہیمؑ کی اولاد پر برکت نازل فرمائی بے شک تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔ اے اللہ رحمت بھیج سیدنا محمدؐ اور سیدنا محمدؐ کی اولاد پر جس طرح تو نے سیدنا ابراہیمؑ اور سیدنا ابراہیمؑ کی اولاد پر رحمت بھیجی۔ بیشک تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔ اے اللہ سیدنا محمدؐ اور سیدنا محمدؐ کی اولاد پر محبت آمیز شفقت فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی اولاد پر محبت آمیز شفقت فرمائی بے شک تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔ اے اللہ سلام بھیج سیدنا محمدؐ اور سیدنا محمدؐ کی اولاد پر جس طرح تو نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی اولاد پر سلام بھیجا بیشک تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔

۱۷۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا

اے اللہ درود نازل فرما سیدنا محمدؐ اور سیدنا محمدؐ کی آل پر اور برکت و سلام بھیج سیدنا محمدؐ اور سیدنا محمدؐ کی اولاد پر اور رحمت فرما سیدنا محمدؐ اور سیدنا محمدؐ کی اولاد پر جیسا تو نے درود و برکت

صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَرَحِمْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِى الْعٰلَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

اور رحمت نازل فرمائی سیدنا ابراہیمؑ اور آلِ سیدنا ابراہیمؑ پر سارے جہانوں میں، بیشک توستودہ صفات بزرگ ہے۔

۱۸- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

اے اللہ سیدنا محمدؐ اور سیدنا محمدؐ کی اولاد پر درود نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی اولاد پر درود نازل فرمایا بیشک توستودہ صفات بزرگ ہے۔ اے اللہ سیدنا محمدؐ اور سیدنا محمدؐ کی اولاد پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے سیدنا ابراہیمؑ اور سیدنا ابراہیمؑ کی اولاد پر برکت نازل فرمائی بیشک توستودہ صفات بزرگ ہے۔

یہ نماز والا مشہور درود ہے۔ فصل ثانی کی حدیث ۱ پر مفصل کلام گزر چکا ہے۔ زاد السعید میں لکھا ہے کہ یہ سب صیغوں سے بڑھ کر صحیح ہے۔ ایک ضروری بات قابلِ تنبیہ یہ ہے کہ زاد السعید کے حوالوں میں کاتب کی غلطی سے تقدم تاخر ہو گیا اس کا لحاظ رہے۔

۱۹- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ[1]۔

اے اللہ اپنے بندے اور رسولؐ سیدنا محمدؐ پر درود نازل فرما جیسا کہ تو نے حضرت ابراہیمؑ کی اولاد پر درود نازل فرمایا اور سیدنا محمدؐ اور آلِ سیدنا محمدؐ پر برکت نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیمؑ کی اولاد پر برکت نازل فرمائی۔

۲۰- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ كَمَا

اے اللہ درود نازل فرما نبی اُمی سیدنا محمدؐ اور سیدنا محمدؐ کی اولاد پر جس طرح تو نے حضرت ابراہیمؑ پر درود نازل فرمایا، اور برکت نازل فرما نبی اُمی سیدنا محمدؐ پر جس طرح تو نے حضرت

[1] وفی نشر الطیب بعدہ انک حمید مجید ولیس ہو فی زاد السعید وہو الصحیح لانہ اخذہ من الحصن ولیست فیہ ہذہ الزیادۃ ۱۲

بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

ابراہیمؑ پر برکت نازل فرمائی بے شک تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔

۲۱- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضًى وَّلَهٗ جَزَآءً وَّلِحَقِّهٖ اَدَآءً وَّاَعْطِهِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالْمَقَامَ الْمَحْمُوْدَ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ وَاجْزِهٖ عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهٗ وَاجْزِهٖ اَفْضَلَ مَا جَازَيْتَ نَبِيًّا عَنْ قَوْمِهٖ وَرَسُوْلًا عَنْ اُمَّتِهٖ وَصَلِّ عَلٰى جَمِيْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصّٰلِحِيْنَ يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ۔

اے اللہ اپنے (برگزیدہ) بندے اور اپنے رسول نبی امی سیدنا محمدؐ پر اور سیدنا محمدؐ کی اولاد پر درود نازل فرما۔ اے اللہ سیدنا محمدؐ اور سیدنا محمدؐ کی اولاد پر ایسا درود نازل فرما جو تیری رضا کا ذریعہ ہو اور حضورؐ کے لیے پورا بدلہ ہو اور آپؐ کے حق کی ادائیگی ہو اور آپؐ کو وسیلہ اور فضیلت اور مقام محمود جس کا تو نے وعدہ کیا ہے عطا فرما (ان تینوں کا بیان فصل ثانی کی حدیث ۶ پر گزر گیا) اور حضورؐ کو ہماری طرف سے ایسی جزا عطا فرما جو آپ کی شان عالی کے لائق ہو اور آپ کو ان سب سے افضل بدلہ عطا فرما جو تو نے کسی نبی کو اس کی قوم کی طرف سے اور کسی رسول کو اس کی امت کی طرف سے عطا فرمایا اور حضورؐ کے تمام برادران انبیاءؑ و صالحین پر اے ارحم الراحمین درود نازل فرما۔

۲۲- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

اے اللہ درود نازل فرما نبی امی سیدنا محمدؐ پر اور سیدنا محمدؐ کی اولاد پر جیسا تو نے درود نازل فرمایا حضرت ابراہیمؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی اولاد پر اور برکت نازل فرما نبی امی سیدنا محمدؐ اور سیدنا محمدؐ کی اولاد پر جیسا تو نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیمؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی اولاد پر، بیشک تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔

۲۳- اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْنَا مَعَھُمْ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اَھْلِ بَیْتِہٖ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلَیْنَا مَعَھُمْ صَلٰوۃُ اللّٰہِ وَ صَلَوَاتُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ ۔	اے اللہ درود نازل فرما سیدنا محمدؐ پر اور آپ کے گھر والوں پر جیسا تو نے حضرت ابراہیمؑ پر درود نازل فرمایا بیشک تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔ اے اللہ ہمارے اوپر ان کے ساتھ درود نازل فرما، اے اللہ برکت نازل فرما سیدنا محمدؐ پر اور آپ کے گھر والوں پر جیسا تو نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیمؑ پر بیشک تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔ اے اللہ ہمارے اوپر ان کے ساتھ برکت نازل فرما۔ اللہ تعالیٰ کے بکثرت درود اور مومنین کے بکثرت درود نبیِ امّی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوں۔
۲۴ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَ رَحْمَتَكَ وَ بَرَکَاتِكَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا جَعَلْتَھَا عَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔	اے اللہ اپنے درود اور اپنی رحمت اور اپنی برکتیں سیدنا محمدؐ اور سیدنا محمدؐ کی اولاد پر (نازل) فرما جیسا تو نے حضرت ابراہیمؑ کی اولاد پر فرمایا بیشک تو ستودہ صفات بزرگ ہے اور برکت فرما سیدنا محمدؐ اور سیدنا محمدؐ کی اولاد پر جیسا تو نے برکت نازل فرمائی حضرت ابراہیمؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی اولاد پر، بے شک تو ستودہ صفات بزرگ ہے۔
۲۵ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ۔	اور اللہ تعالیٰ درود نازل فرمائیں نبی اُمّی پر۔

صِیَغُ السَّلَامِ

۲۶ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَ الطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا	ساری عبادات قولیہ اور عبادات بدنیہ اور عبادات مالیہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ سلام ہو آپ پر اے

النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ. اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

نبیؐ اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں آپ پر نازل ہوں۔ سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ بیشک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور شہادت دیتا ہوں کہ بیشک سیدنا محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں۔

۲- اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوٰتُ لِلّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

ساری عبادات قولیہ عبادات مالیہ عبادات بدنیہ اللہ کے لیے ہیں۔ اے نبی آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

۲- اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوٰتُ لِلّٰهِ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

تمام عبادات قولیہ مالیہ بدنیہ اللہ ہی کے لیے ہیں اے نبی آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں، سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور شہادت دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں

۲- اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوٰتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ سَلَامٌ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ سَلَامٌ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ

ساری بابرکت عبادات قولیہ، عبادات بدنیہ، عبادات مالیہ اللہ کے لیے ہیں۔ سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں، سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا

اَلصَّالِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ۔

ہوں کہ بیشک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ بیشک سیدنا محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں ۔

۳۰ بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَسْاَلُ اللّٰہَ الْجَنَّۃَ وَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ النَّارِ ۔

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور اللہ کی توفیق سے شروع کرتا ہوں، ساری عبادات قولیہ عبادات بدنیہ عبادات مالیہ اللہ کے لیے ہیں۔ سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر (بھی) سلام ہو، میں شہادت دیتا ہوں کہ بیشک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور شہادت دیتا ہوں کہ بیشک سیدنا محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے میں جنت کی درخواست کرتا ہوں اور جہنم سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں ۔

۳۱ اَلتَّحِیَّاتُ الزَّاکِیَاتُ لِلّٰہِ الطَّیِّبَاتُ الصَّلَوٰتُ لِلّٰہِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ۔

پاکیزہ عبادات قولیہ، عبادات مالیہ، عبادات بدنیہ اللہ کے لیے ہیں سلام ہو آپ پر اے نبی، اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر (بھی) سلام ہو۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور شہادت دیتا ہوں کہ بیشک سیدنا محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں

۳۲ بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ خَیْرِ الْاَسْمَآءِ اَلتَّحِیَّاتُ الطَّیِّبَاتُ الصَّلَوٰتُ لِلّٰہِ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور اللہ ہی کی توفیق سے جو سارے ناموں میں سب سے بہتر نام ہے ساری عبادات قولیہ، عبادات مالیہ، عبادات بدنیہ

وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَاهْدِنِيْ۔

اللہ کے لیے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ بلاشک سیدنا محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، آپ کو حق کے ساتھ (فرمانبرداروں کے لیے) خوشخبری دینے والا (نافرمانوں کے لیے) ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ قیامت آنے والی ہے۔ اسمیں کوئی شک نہیں ہے۔ سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر اے اللہ میری مغفرت فرما اور مجھ کو ہدایت دے۔

۳۳۔ اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ وَالصَّلَوٰتُ وَالْمُلْكُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

ساری عبادات قولیہ، عبادات مالیہ اور عبادات بدنیہ اور ملک اللہ کے لیے ہے، سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔

۳۴۔ بِسْمِ اللّٰهِ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الصَّلَوٰتُ لِلّٰهِ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ۔ شَهِدْتُّ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ شَهِدْتُّ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں ساری عبادات قولیہ اللہ کے لیے ہیں ساری عبادات بدنیہ اللہ کے لیے ہیں ساری پاکیزہ عبادات اللہ کے لیے ہیں۔ سلام ہو نبی پر اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر، میں نے اس بات کی گواہی دی کہ بلاشک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں نے گواہی دی کی بلاشک سیدنا محمد اللہ کے رسول ہیں۔

۳۵۔ اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوٰتُ

ساری عبادات قولیہ، عبادات مالیہ، عبادات بدنیہ

الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ۔

(اور) ساری پاکیزگیاں اللہ کے لیے ہیں۔ میں شہادت دیتا ہوں، کہ بیشک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور بیشک سیدنا محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں، سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔

٣٦۔ اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوٰتُ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ۔

ساری عبادات قولیہ، مالیہ اور عبادات بدنیہ اور ساری پاکیزگیاں اللہ کے لیے ہیں میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔

٣٧۔ اَلتَّحِيَّاتُ الصَّلَوٰتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ۔

تمام عبادات قولیہ، بدنیہ اللہ کے لیے ہیں۔ سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔

٣٨۔ اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ الصَّلَوٰتُ الطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

تمام عبادات قولیہ، بدنیہ، مالیہ اللہ کے لیے ہیں، سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت ہو، سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد بلا شبہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

٣٩۔ اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوٰتُ الطَّيِّبٰتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ

ساری بابرکت عبادات قولیہ، عبادات بدنیہ، عبادات مالیہ اللہ کے لیے ہیں، سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ سلام ہو ہم پر اور

عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ	اللہ کے نیک بندوں پر میں شہادت دیتا ہوں
اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْہَدُ	کہ بے شبہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور شہادت
اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔	دیتا ہوں کہ بیشک سیدنا محمد اللہ کے رسول ہیں۔
۴۸۔ بِسْمِ اللّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ۔	اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور سلام ہو اللہ کے رسول پر۔

تکملہ

علامہ سخاویؒ نے قول بدیع میں مستقل ایک باب ان درودوں کے بارے میں تحریر فرمایا ہے جو اوقاتِ مخصوصہ میں پڑھے جاتے ہیں اور اس میں یہ مواقع گنوائے ہیں۔ وضو اور تیمم سے فراغت پر، اور غسلِ جنابت اور غسلِ حیض سے فراغت پر، نیز نماز کے اندر اور نماز سے فراغت پر اور نماز قائم ہونے کے وقت اور اس کا موکد ہونا صبح کی نماز کے بعد اور مغرب کے بعد اور التحیات کے بعد اور قنوت میں تہجد کے لیے کھڑے ہونے کے وقت اور اس کے بعد اور مساجد پر گزرنے کے وقت اور مساجد کو دیکھ کر اور مساجد میں داخل ہونے کے وقت اور مساجد سے باہر آنے کے وقت اور اذان کے جواب کے بعد اور جمعہ کے دن میں اور جمعہ کی رات میں اور شنبہ کو، اتوار کو، پیر کو، منگل کو اور خطبہ میں جمعہ کے اور دونوں عیدوں کے خطبے میں اور استسقاء کی نماز کے اور کسوف کے اور خسوف کے خطبوں میں اور عیدین اور جنازہ کی تکبیرات کے درمیان میں اور میت کے قبر میں داخل کرنے کے وقت اور شعبان کے مہینے میں اور کعبہ شریف پر نظر پڑنے کے وقت اور حج میں صفا مروہ پر چڑھنے کے وقت اور لبیک سے فراغت پر اور حجر اسود کے بوسہ کے وقت اور ملتزم سے چمٹنے کے وقت اور عرفہ کی شام کو اور منیٰ کی مسجد میں اور مدینہ منورہ پر نگاہ پڑنے کے وقت اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی زیارت کے وقت اور رخصت کے وقت اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آثارِ شریفہ اور گزرگاہوں اور قیام گاہوں جیسے بدر وغیرہ پر گزرنے کے وقت اور جانور کو ذبح کرنے کے وقت اور تجارت کے وقت اور وصیت لکھنے کے وقت نکاح کے خطبے میں دن کے اول آخر میں، سونے کے وقت اور سفر کے وقت اور سواری پر سوار ہونے

کے وقت اور جس کو نیند کم آتی ہو اس کے لیے اور بازار جانے کے وقت، دعوت میں جانے کے وقت اور گھر میں داخل ہونے کے وقت اور رسالے شروع کرنے کے وقت اور بسم اللہ کے بعد اور غم کے وقت، بے چینی کے وقت، سختیوں کے وقت اور فقر کی حالت میں اور ڈوبنے کے موقع پر اور طاعون کے زمانہ میں اور دعا کے اوّل اور آخر اور درمیان میں، کان بجنے کے وقت، پاؤں سونے کے وقت، چھینک آنے کے وقت اور کسی چیز کو رکھ کر بھول جانے کے وقت اور کسی چیز کے اچھا لگنے کے وقت اور مولی کھانے کے وقت اور گدھے کے بولنے کے وقت اور گناہ سے توبہ کے وقت اور جب ضرورتیں پیش آویں اور ہر حال میں اور اس شخص کے لیے جس کو کچھ تہمت لگائی گئی ہو اور وہ اس سے بری ہو اور دوستوں سے ملاقات کے وقت اور مجمع کے اجتماع کے وقت اور ان کے علیحدہ ہونے کے وقت اور قرآن پاک کے ختم کے وقت اور قرآن پاک کے حفظ کرنے کی دعا میں اور مجلس سے اٹھنے کے وقت اور ہر اس جگہ میں جہاں اللہ کے ذکر کے لیے اجتماع کیا جاتا ہو اور ہر کلام کے افتتاح میں اور جب حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک ہو، علم کی اشاعت کے وقت، حدیث پاک کی قرأت کے وقت، فتوٰی اور وعظ کے وقت اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لکھا جائے۔ علامہ سخاویؒ نے اوقاتِ مخصوصہ کے باب میں یہ مواقع ذکر کیے ہیں اور پھر ان کی تائید میں روایات اور آثار ذکر کیے ہیں۔ اختصاراً صرف مواقع کے ذکر پر اکتفا کیا گیا البتہ ان میں سے بعض کی روایات اس فصل میں ذکر کی جا چکی ہیں البتہ ایک بات قابلِ تنبیہ یہ ہے کہ علامہ سخاویؒ شافعی المذہب ہیں اور یہ سب مواقع شافعیہ کے یہاں مستحب ہیں، حنفیہ کے نزدیک چند مواقع میں مستحب نہیں بلکہ مکروہ ہے۔ علامہ شامیؒ لکھتے ہیں کہ درود شریف نماز کے قعدۂ اخیرہ میں مطلقاً اور سنتوں کے علاوہ بقیہ نوافل کے قعدۂ اولیٰ میں بھی اور نماز جنازہ میں بھی سنت ہے اور جن اوقات بھی پڑھ سکتا ہو پڑھنا مستحب ہے بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو اور علماء نے تصریح کی ہے اس کے استحباب کی جمعہ کے دن میں اور اس کی رات میں اور شنبہ کو، اتوار کو، جمعرات کو اور صبح، شام اور مسجد کے داخل ہونے میں اور نکلنے میں اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی زیارت کے وقت اور صفا مروہ پر جمعہ وغیرہ کے خطبہ میں، اذان کے جواب کے بعد اور تکبیر کے وقت اور دعا مانگنے کے شروع میں، بیچ میں اور اخیر میں اور دعاء قنوت کے بعد اور لبیک

سے فراغت کے بعد اور اجتماع اور افتراق کے وقت، وضو کے وقت، کان کے بجنے کے وقت اور کسی چیز کے بھول جانے کے وقت، وعظ کے وقت، علوم کی اشاعت کے وقت، حدیث کی قرأت کے ابتدا میں اور انتہا میں، استفتاء اور فتویٰ کی کتابت کے وقت اور ہر مصنف اور پڑھنے پڑھانے والے کے لیے اور خطیب کے لیے اور منگنی کرنے والے کے لیے، اپنا نکاح کرنے والے کے لیے، دوسرے کا نکاح کرنے والے کے لیے اور رسالوں میں اور اہم امور کے شروع کے وقت اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا پاک نام لینے یا سننے یا لکھنے کے وقت، اور سات اوقات میں درود شریف پڑھنا مکروہ ہے۔ صحبت کے وقت، پیشاب پاخانہ کے وقت، بیچنے کی چیز کی تشہیر کے لیے، ٹھوکر کھانے کے وقت، تعجب کے وقت، جانور کے ذبح کرنے کے وقت، چھینک کے وقت، اسی طرح قرآن پاک کی قرأت کے درمیان میں اگر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا پاک نام آئے تو درمیان میں درود شریف نہ پڑھے اھ چوتھی فصل کے آداب متفرقہ کے ۵ پر بھی اس کے متعلق بعض مسائل آرہے ہیں ۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

تیسری فصل

ان احادیث کے بیان میں جن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھنے کی وعیدیں وارد ہوئی ہیں

۱- عَنْ كَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُحْضُرُوا الْمِنْبَرَ فَحَضَرْنَا فَلَمَّا ارْتَقٰى دَرَجَةً قَالَ اٰمِيْنَ ثُمَّ ارْتَقٰى الثَّانِيَةَ فَقَالَ اٰمِيْنَ ثُمَّ ارْتَقٰى

حضرت کعبؓ بن عجرۃ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ منبر کے قریب ہو جاؤ ہم لوگ حاضر ہو گئے جب حضورؐ نے منبر کے پہلے درجہ پر قدم مبارک رکھا تو فرمایا آمین جب دوسرے پر قدم رکھا تو پھر فرمایا آمین جب تیسرے

الثَّالِثَۃَ فَقَالَ اٰمِیْنَ فَلَمَّا نَزَلَ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَدْ سَمِعْنَا مِنْکَ الْیَوْمَ شَیْئًا مَا کُنَّا نَسْمَعُہٗ فَقَالَ اِنَّ جِبْرِیْلَ عَرَضَ لِیْ فَقَالَ بَعُدَ مَنْ اَدْرَکَ رَمَضَانَ فَلَمْ یُغْفَرْ لَہٗ قُلْتُ اٰمِیْنَ فَلَمَّا رَقِیْتُ الثَّانِیَۃَ قَالَ بَعُدَ مَنْ ذُکِرْتَ عِنْدَہٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیْکَ فَقُلْتُ اٰمِیْنَ فَلَمَّا رَقِیْتُ الثَّالِثَۃَ قَالَ بَعُدَ مَنْ اَدْرَکَ اَبَوَیْہِ الْکِبَرُ عِنْدَہٗ اَوْ اَحَدَھُمَا فَلَمْ یُدْخِلَاہُ الْجَنَّۃَ قُلْتُ اٰمِیْنَ۔

(رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد والبخاری فی بر الوالدین وابن حبان فی صحیحہ وغیرھم ذکرھم السخاوی)

پھر فرمایا آمین جب آپؐ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا کہ ہم نے آج آپ سے (منبر پر چڑھتے ہوئے) ایسی بات سنی جو پہلے کبھی نہیں سنی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس وقت جبریل علیہ السلام میرے سامنے آئے تھے (جب پہلے درجہ پر میں نے قدم رکھا تو) انہوں نے کہا ہلاک ہو جیو وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا پھر بھی اسکی مغفرت نہ ہوئی میں نے کہا آمین، پھر جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو جیو وہ شخص جس کے سامنے آپؐ کا ذکر مبارک ہو اور وہ درود نہ بھیجے میں نے کہا آمین جب میں تیسرے درجہ پر چڑھا تو انہوں نے کہا ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پاویں اور وہ اس کو جنّت میں داخل نہ کرائیں میں نے کہا آمین۔

ف - یہ روایت فضائل رمضان میں گزر چکی ہے۔ اس میں یہ لکھا تھا۔" اس حدیث میں حضرت جبریلؑ نے تین بددعائیں دی ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تینوں پر آمین فرمائی۔ اوّل حضرت جبریل علیہ السلام جیسے مقرب فرشتے کی بددعا ہی کیا کم تھی اور پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین نے تو جتنی سخت بددعا بنادی وہ ظاہر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل سے ہم لوگوں کو ان تینوں چیزوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمادیں اور ان برائیوں سے محفوظ رکھیں ورنہ ہلاکت میں کیا تردد ہے درمنثور کی بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خود حضرت جبریل علیہ السلام نے حضورؐ سے کہا کہ آمین کہو تو حضورؐ نے آمین فرمایا، جس سے اور بھی زیادہ اہتمام معلوم ہوتا ہے۔" علامہ سخاویؒ نے اس مضمون کی متعدد روایتیں ذکر کی ہیں۔ حضرت مالک بن حویرثؓ سے بھی

ایک روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ منبر پر چڑھے جب پہلے درجہ پر قدم رکھا تو فرمایا آمین، پھر دوسرے درجہ پر قدم رکھا تو فرمایا آمین، پھر تیسرے پر قدم رکھا تو فرمایا آمین۔ پھر ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جبرئیلؑ آئے تھے انہوں نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جو شخص رمضان کو پاوے اور اس کی مغفرت نہ کی جائے اللہ اس کو ہلاک کرے، میں نے کہا آمین اور وہ شخص کہ جس نے ماں باپ یا ان میں سے ایک کا زمانہ پایا ہو پھر بھی جہنم میں داخل ہو گیا ہو (یعنی ان کی ناراضی کی وجہ سے) اللہ اس کو ہلاک کرے۔ میں نے کہا آمین، اور جس کے سامنے آپؐ کا ذکر مبارک آوے اور وہ درود نہ پڑھے اللہ اس کو ہلاک کرے میں نے کہا آمین۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ مضمون نقل کیا گیا ہے وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر کے ایک درجہ پر چڑھے اور فرمایا آمین، پھر دوسرے درجہ پر چڑھ کر فرمایا آمین، پھر تیسرے پر چڑھ کر فرمایا آمین صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ نے آمین کس بات پر فرمائی تھی؟ حضورؐ نے فرمایا کہ میرے پاس جبرئیلؑ آئے تھے اور انہوں نے کہا (زمین پر) ناک رگڑے وہ شخص جس نے اپنے والدین یا ان میں سے ایک کا زمانہ پایا ہو اور انہوں نے اس کو جنت میں داخل نہ کرایا ہو۔ میں نے کہا آمین، اور ناک رگڑے وہ شخص (یعنی ذلیل ہو) جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اس کی مغفرت نہ کی گئی ہو، میں نے کہا آمین۔ اور ناک رگڑے وہ شخص جس کے سامنے آپؐ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپؐ پر درود نہ بھیجے میں نے کہا آمین۔

حضرت جابرؓ سے بھی یہ قصہ نقل کیا گیا ہے اور اس میں بھی منبر پر تین مرتبہ آمین آمین کے بعد صحابہؓ کے سوال پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب میں پہلے درجہ پر چڑھا تو میرے پاس جبرئیلؑ آئے اور انہوں نے کہا بدبخت ہو جیو وہ شخص جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور وہ مبارک مہینہ ختم ہو گیا اور اس کی مغفرت نہ ہوئی میں نے کہا آمین۔ پھر انہوں نے کہا بدبخت ہو جیو وہ شخص جس نے اپنے والدین کو یا ان میں سے کسی ایک کو پایا ہو اور انہوں نے اس کو جنت میں داخل نہ کرایا ہو، میں نے کہا آمین، پھر کہا بدبخت ہو جیو وہ شخص جس کے سامنے آپؐ کا ذکر مبارک ہو اور اس نے آپؐ پر درود نہ بھیجا ہو، میں نے کہا آمین۔ حضرت عمار بن یاسرؓ سے بھی قصہ نقل کیا گیا ہے اور اس میں حضرت جبرئیلؑ کی ہر بددعا کے بعد یہ اضافہ ہے کہ جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا آمین کہو۔ حضرت ابن مسعودؓ سے بھی

یہ حدیث نقل کی گئی۔ حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہ منبر والا قصہ نقل کیا گیا ہے اور اس میں اور سخت الفاظ ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا جبریلؑ میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے یہ کہا کہ جس شخص کے سامنے آپؐ کا ذکر کیا جائے اور وہ آپؐ پر درود نہ بھیجے وہ جہنم میں داخل ہوگا اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کرے اور اس کو ملیامیٹ کر دے میں نے کہا آمین۔ اسی طرح والدین اور رمضان کے قصہ میں بھی نقل کیا۔ حضرت ابوذر و حضرت بریدہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی ان مضامین کی روایتیں ذکر کی گئی ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں بھی یہ اضافہ ہے کہ ہر مرتبہ میں مجھ سے حضرت جبریلؑ نے کہا کہ کہو آمین جس پر میں نے آمین کہا۔ حضرت جابر بن سمرہؓ سے بھی یہ مضمون نقل کیا گیا ہے۔ نیز عبداللہ بن الحارثؓ سے بھی یہ حدیث نقل کی گئی ہے اس میں بددعا دو دفعہ ہے۔ اس میں ارشاد ہے کہ جس کے سامنے آپؐ کا ذکر کیا گیا ہو اور اس نے درود نہ پڑھا ہو اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کرے پھر ہلاک کرے۔ حضرت جابرؓ نے ایک دوسری حدیث میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے وہ بدبخت ہے اور بھی اس قسم کی وعیدیں کثرت سے ذکر کی گئی ہیں۔ علامہ سخاویؒ نے ان وعیدوں کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکرِ مبارک کے وقت درود شریف نہ پڑھنے پر وارد ہوئی ہیں مختصر الفاظ میں جمع کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ایسے شخص پر ہلاکت کی بددعا ہے اور شقاوت کے حاصل ہونے کی خبر ہے، نیز جنت کا راستہ بھول جانے کی اور جہنم میں داخل ہونے کی اور یہ کہ وہ شخص ظالم ہے اور یہ کہ وہ سب سے زیادہ بخیل ہے اور کسی مجلس میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ پڑھا جائے اس کے بارہ میں کئی طرح کی وعیدیں ذکر کی ہیں، اور یہ کہ جو شخص حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھے اس کا دین (سالم) نہیں، اور یہ کہ وہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی زیارت نہ کر سکے گا۔ اس کے بعد علامہ سخاویؒ نے ان سب مضامین کی روایات ذکر کی ہیں ؎

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۲۔ عَنْ عَلِيٍّؓ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْبَخِيْلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

(رواہ النسائی والبخاری فی تاریخہ والترمذی وغیرہم بسط طرقہ السخاوی)

ف. علامہ سخاویؒ نے کیا ہی اچھا شعر نقل کیا ہے ؎

مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ اِنْ ذُكِرَ اسْمُهٗ　　فَهُوَ الْبَخِيْلُ وَزِدْهُ وَصْفَ جَبَانٖ

ترجمہ: جو شخص حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ بھیجے جس وقت کہ حضورؐ کا پاک نام ذکر کیا جا رہا ہو پس وہ پکا بخیل ہے اور اتنا اضافہ کر اس پر کہ وہ بزدل نامراد بھی ہے۔

حدیث بالا کا مضمون بھی بہت سی احادیث میں بہت سے صحابہؓ سے نقل کیا گیا ہے۔ علامہ سخاویؒ نے حضرت امام حسنؓ کی روایت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ آدمی کے بخل کے لیے یہ کافی ہے کہ میرا ذکر اس کے سامنے کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ حضرت امام حسینؓ سے بھی حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے بخیل وہ شخص ہے کہ جس کے سامنے میرا ذکر ہو اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث سے یہ مضمون نقل کیا گیا ہے کہ بخیل اور پورا بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا جاوے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ حضرت انسؓ سے بھی حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ وہ شخص بخیل ہے کہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا جاوے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ اور ایک حدیث میں یہ الفاظ نقل کیے گئے ہیں کہ میں تم کو سب بخیلوں سے زیادہ بخیل بتاؤں، میں تمہیں لوگوں میں سب سے زیادہ عاجز بتاؤں، وہ شخص ہے کہ جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا ہو پھر وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ حضرت عائشہؓ سے ایک قصہ نقل کیا گیا ہے جس کے اخیر میں حضورؐ کا یہ ارشاد ہے کہ ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو مجھے قیامت میں نہ دیکھے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ وہ کون شخص ہے جو آپ کی زیارت نہ کرے؟ حضورؐ نے فرمایا بخیل۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا بخیل کون؟ حضورؐ نے فرمایا جو میرا نام سنے اور درود نہ بھیجے۔ حضرت جابرؓ سے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے آدمی کے بخل کے لیے یہ کافی ہے کہ جب میرا ذکر اس کے پاس کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ حضرت حسن بصریؒ کی روایت سے بھی حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ آدمی کے بخل کے لیے یہ کافی ہے کہ میں اس کے سامنے ذکر کیا جاؤں اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں میں ایک مرتبہ حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا۔ میں تم کو سب سے زیادہ بخیل آدمی بتاؤں؟ صحابہؓ نے

عرض کیا ضرور۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جس شخص کے سامنے میرا ذکر کیا جاوے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے وہ شخص سب سے زیادہ بخیل ہے۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

۳۔ عَنْ قَتَادَةَ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْجَفَاءِ اَنْ اُذْکَرَ عِنْدَ رَجُلٍ فَلَا یُصَلِّیْ عَلَیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ (اخرجه النمیری ورواته ثقات قاله السخاوی)

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ بات ظلم سے ہے کہ کسی آدمی کے سامنے میرا ذکر کیا جاوے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔

ف۔ یقیناً اس شخص کے ظلم میں کیا تردد ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتنے احسانات پر بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ پڑھے۔ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی سوانح عمری "تذکرۃ الرشید" میں لکھا ہے کہ حضرت عموماً متوسلین کو درود شریف پڑھنے کی تعلیم فرماتے تھے کہ کم سے کم تین سو مرتبہ روزانہ پڑھا جائے اور اتنا نہ ہو سکے تو ایک تسبیح میں تو کمی نہ ہونی چاہیے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا احسان ہے پھر آپؐ پر درود بھیجنے میں بھی بخل ہو تو بڑی بے مروّتی کی بات ہے۔ درود شریف میں زیادہ تر پسندیدہ وہ تھا جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور اس کے بعد وہ الفاظ صلوٰۃ وسلام جو احادیث میں منقول ہیں۔ باقی دوسروں کے مؤلفہ درود تاج، لکھی وغیرہ عموماً آپ کو پسند نہ تھے بلکہ بعض الفاظ کو دوسرے معنیٰ کا موہم ہونے کے سبب خلاف شرع فرما دیتے تھے۔ علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ جفا سے مراد برّ و صلہ کا چھوڑنا ہے اور طبیعت کی سختی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

۴۔ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا جَلَسَ قَوْمٌ مَجْلِسًا لَمْ یَذْکُرُوا اللّٰهَ تَعَالٰی فِیْهِ وَلَمْ یُصَلُّوْا عَلٰی نَبِیِّهِمْ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَّا کَانَ عَلَیْهِمْ مِنَ اللّٰهِ تِرَةٌ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَاِنْ

حضرت ابو ہریرہؓ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں جو قوم کسی مجلس میں بیٹھے اور اس مجلس میں اللہ کا ذکر اور اس کے نبیؐ پر درود نہ ہو تو یہ مجلس ان پر قیامت کے دن ایک وبال ہو گی۔ پھر اللہ کو اختیار ہے کہ ان کو معاف کر دے یا

شَاءَ عَذَّبَهُمْ وَاِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُمْ۔ عذاب دے۔

(رواہ ابوداؤد واحمد وغیرھما بسط السخاوی)

ف۔ ایک اور حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ ہی سے یہ الفاظ نقل کیے گئے ہیں کہ جو قوم کسی مجلس میں بیٹھتی ہے پھر وہ اللہ کے ذکر اور نبیؐ پر درود سے پہلے مجلس برخاست کردیں، تو ان پر قیامت تک حسرت رہے گی۔ ایک اور حدیث میں ان الفاظ سے نقل کیا گیا ہے کہ جو قوم کسی مجلس میں بیٹھتی ہے اور اس مجلس میں حضورؐ پر درود نہ ہو تو وہ مجلس ان پر وبال ہوتی ہے۔ حضرت ابوامامہؓ سے بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں پھر اللہ کے ذکر اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود سے پہلے اٹھ کھڑے ہوں تو وہ مجلس قیامت کے دن وبال ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں اور وہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود سے پہلے مجلس برخاست کریں تو ان کو حسرت ہوگی، چاہے وہ جنت ہی میں (اپنے اعمال کی وجہ سے) داخل ہوجائیں بوجہ اس ثواب کے جس کو وہ دیکھیں گے یعنی اگر وہ اپنے دوسرے اعمال کی وجہ سے جنت میں داخل ہو بھی جائیں تب بھی اُن کو درود شریف کا ثواب دیکھ کر اس کی حسرت ہوگی کہ ہم نے اس مجلس میں درود کیوں نہ پڑھا تھا حضرت جابرؓ سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جب لوگ کسی مجلس سے بغیر اللہ کے ذکر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کے اٹھیں تو ایسا ہے جیسا کسی سڑے ہوئے مردار جانور پر سے اٹھے ہوں یعنی ایسی گندگی محسوس ہوگی جیسے کسی سڑے ہوئے جانور کے پاس بیٹھ کر دماغ سڑ جاتا ہے۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

۵۔ عَنْ فُضَالَةَ بْنِ عُبَیْدٍ قَالَ بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَاعِدٌ اِذْ دَخَلَ رَجُلٌ فَصَلّٰی فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَجِلْتَ اَیُّهَا الْمُصَلِّیْ اِذَا صَلَّیْتَ فَقَعَدْتَّ فَاحْمَدِ

حضرت فضالہؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے ایک صاحب داخل ہوئے اور نماز پڑھی پھر اللّٰھم اغفرلی وارحمنی کے ساتھ دعا کی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا او نمازی تو نے جلدی کردی جب تو نماز پڑھے تو اوّل تو اللہ جل شانہٗ کی حمد کر جیسا کہ اس کی شان کے مناسب ہے پھر

اللّٰهَ بِمَا هُوَ اَهْلُه وَصَلِّ عَلَيَّ ثُمَّ ادْعُهُ قَالَ ثُمَّ صَلّٰى رَجُلٌ اٰخَرُ بَعْدَ ذٰلِكَ فَحَمِدَ اللّٰهَ وَصَلّٰى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَيُّهَا الْمُصَلِّيْ اُدْعُ تُجَبْ۔

مجھ پر درود پڑھ پھر دعاء مانگ۔ حضرت فضالہؓ کہتے ہیں پھر ایک اور صاحب آئے انہوں نے اوّل اللہ جل شانہٗ کی حمد کی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ حضورؐ نے اُن صاحب سے یہ ارشاد فرمایا اے نمازی اب دُعاء کر تیری دُعاء قبول کی جائیگی۔

(رواہ الترمذی وروی ابوداؤد والنسائی نحوہ کذا فی المشکوٰۃ)

ف۔ یہ مضمون بھی بکثرت روایات میں ذکر کیا گیا ہے۔ علامہ سخاویؒ کہتے ہیں کہ درود شریف دُعاء کے اوّل میں، درمیان میں اور اخیر میں ہونا چاہیے۔ علماء نے اس کے استحباب پر اتفاق نقل کیا ہے کہ دعاء کی ابتدا اللہ تعالیٰ شانہٗ کی حمد وثنا پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود سے ہونی چاہیے اور اسی طرح اسی پر ختم ہونا چاہیے۔ اقلیشیؒ کہتے ہیں کہ جب تو اللہ سے دُعاء کرے تو پہلے حمد کے ساتھ ابتدا کر پھر حضورؐ پر درود بھیج اور درود شریف کو دعاء کے اوّل میں، دُعاء کے بیچ میں، دعاء کے اخیر میں کر اور درود کے وقت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ فضائل کو ذکر کیا کر اس کی وجہ سے تو مستجاب الدعوات بنے گا اور تیرے اور اس کے درمیان سے حجاب اٹھ جائے گا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا۔ حضرت جابرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مجھ کو سوار کے پیالے کی طرح سے نہ بناؤ۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ سوار کے پیالے سے کیا مطلب؟ حضورؐ نے فرمایا کہ مسافر اپنی حاجت سے فراغت پر برتن میں پانی ڈالتا ہے اس کے بعد اس کو اگر پینے کی یا وضو کی ضرورت ہوتی ہے تو پیتا ہے یا وضو کرتا ہے ورنہ پھینک دیتا ہے۔ مجھے اپنی دُعاء کے اوّل میں بھی کیا کرو، اوسط میں بھی آخر میں بھی۔ علامہ سخاویؒ کہتے ہیں کہ مسافر کے پیالہ سے مراد یہ ہے کہ مسافر اپنا پیالہ سواری کے پیچھے لٹکایا کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ مجھے دُعاء میں سب سے اخیر میں نہ رکھو۔ یہی مطلب صاحبِ اتحاف نے شرح احیاء میں بھی لکھا ہے کہ سوار اپنے پیالہ کو پیچھے لٹکا دیتا ہے یعنی مجھے اپنی دُعاء میں سب سے اخیر میں نہ ڈال دو۔ حضرت ابنِ مسعودؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ جب کوئی شخص اللہ سے کوئی چیز مانگنے کا ارادہ کرے تو اس کو چاہیے کہ اولاً اللہ کی حمد وثنا کے ساتھ ابتدا کرے، ایسی حمد وثنا جو اس

کی ثنا بایانِ شان ہو، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور اس کے بعد دعا مانگے۔ پس اقرب یہ ہے کہ وہ کامیاب ہوگا اور مقصد کو پہنچے گا۔ حضرت عبداللہ بن بسیرؓ سے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ دعائیں ساری کی ساری رکی رہتی ہیں یہاں تک کہ اس کی ابتدا اللہ کی تعریف اور حضورؐ پر درود سے نہ ہو۔ اگر ان دونوں کے بعد دعا کرے گا تو اس کی دعا قبول کی جائے گی۔ حضرت انسؓ سے بھی حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ ہر دعا رکی رہتی ہے یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ تمہارا مجھ پر درود پڑھنا تمہاری دعاؤں کی حفاظت کرنے والا ہے، تمہارے رب کی رضا کا سبب ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ دعا آسمان اور زمین کے درمیان معلق رہتی ہے اوپر نہیں چڑھتی یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے۔ ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون ان الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے کہ دعا آسمان پر پہنچنے سے رکی رہتی ہے اور کوئی دعا آسمان تک اس وقت تک نہیں پہنچتی جب تک حضورؐ پر درود نہ بھیجا جائے۔ جب حضورؐ پر درود بھیجا جاتا ہے تب وہ آسمان پر پہنچتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا گیا ہے جب تو دعا مانگا کرے تو اپنی دعا میں حضورؐ پر درود بھی شامل کر لیا کر اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود تو مقبول ہے ہی اور اللہ جل شانہ کے کرم سے یہ بعید ہے کہ وہ کچھ کو قبول کرے اور کچھ کو رد کر دے حضرت علیؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں۔ کوئی دعا ایسی نہیں ہے کہ جس میں اور اللہ کے درمیان حجاب نہ ہو یہاں تک کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے پس جب وہ ایسا کرتا ہے تو وہ پردہ ہٹ جاتا ہے اور وہ دعا محلِ اجابت میں داخل ہوجاتی ہے ورنہ لوٹا دی جاتی ہے۔ ابنِ عطاؒ کہتے ہیں کہ دعا کے لیے کچھ ارکان ہیں اور کچھ پر ہیں، کچھ اسباب ہیں اور کچھ اوقات ہیں۔ اگر ارکان کے موافق ہوتی ہے تو دعا قوی ہوتی ہے اور پروں کے موافق ہوتی ہے تو آسمان پر اڑ جاتی ہے اور اگر اپنے اوقات کے موافق ہوتی ہے تو فائز ہوتی ہے اور اسباب کے موافق ہوتی ہے تو کامیاب ہوتی ہے۔ دعا کے ارکان حضورِ قلب، رقّت، عاجزی، خشوع اور اللہ کے ساتھ قلبی تعلق اور اس کے پر صدق ہے اور اس کے اوقات رات کا آخری حصہ اور اس کے اسباب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا۔ اور بھی متعدد احادیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ دعا

رُکی رہتی ہے جبتک کہ حضورؐ پر درود نہ بھیجے۔ حضرت عبداللہ بن اوفیؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ باہر تشریف لائے اور یوں ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو کوئی حاجت اللہ تعالیٰ شانہٗ سے یا کسی بندے سے پیش آجائے تو اس کو چاہیے کہ اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے۔ پھر اللہ جل شانہٗ پر حمد و ثنا کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔ پھر یہ دعا پڑھے :-

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ	نہیں کوئی معبود بجز اللہ کے جو بڑے حلم والا ہے اور بڑے
سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ	کرم والا ہے ہر عیب سے پاک ہے اللہ جو رب ہے عرش عظیم کا
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ	تمام تعریفیں اللہ ہی کیلیے ہیں جو رب ہے سارے جہانوں کا
اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ	اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ان چیزوں کا جو تیری رحمت
وَعَزَآئِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ	کو واجب کرنیوالی ہوں اور مانگتا ہوں تیری مغفرت کی
مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَّالسَّلَامَةَ مِنْ	موکدات کو (یعنی ایسے اعمال کہ جن سے تیری مغفرت
كُلِّ ذَنْبٍ لَا تَدَعْ لِيْ ذَنْبًا	ضروری ہو جائے) اور مانگتا ہوں حصہ ہر نیکی سے اور سلامتی
اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَا هَمًّا اِلَّا	ہر گناہ سے میرے لیے کوئی ایسا گناہ نہ چھوڑیے جس کی آپ
فَرَّجْتَهٗ وَلَا حَاجَةً هِيَ	مغفرت نہ کردیں اور نہ کوئی ایسا فکر و غم جس کو تو زائل نہ کردے
لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَآ اَرْحَمَ	اور نہ کوئی ایسی حاجت جو تیری مرضی کے موافق ہو اور تو
الرَّاحِمِيْنَ ۔	اس کو پورا نہ کردے۔ اے ارحم الراحمین

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

چوتھی فصل

فوائدِ متفرقہ کے بیان میں

اوّل :- فصل اوّل میں اللہ جل شانہٗ کا حکم درود کے بارے میں گزر چکا اور حکم کا تقاضا وجوب ہے اس لیے جمہور علماء کے نزدیک درود شریف کا کم سے کم عمر میں ایک مرتبہ پڑھنا فرض ہے بعض

علماء نے اس پر اجماع بھی نقل کیا ہے لیکن تیسری فصل میں جو وعیدیں اس مضمون کی گزری ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نام آنے پر درود نہ پڑھنے والا بخیل ہے، ظالم ہے، بدبخت ہے اس پر حضورؐ کی اور حضرت جبرئیلؑ کی طرف سے ہلاکت کی بددعائیں ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ان کی بنا پر بعض علماء کا مذہب یہ ہے کہ جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی آئے اس وقت ہر مرتبہ درود پڑھنا واجب ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری میں اس میں دس مذہب نقل کیے ہیں اور اوجز المسالک میں زیادہ بحث تفصیلی اس پر کی گئی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ بعض علماء نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ ہر مسلمان پر عمر بھر میں کم سے کم ایک مرتبہ پڑھنا فرض ہے اور اس کے بعد میں اختلاف ہے۔ خود حنفیہ کے ہاں بھی اس میں دو قول ہیں۔ امام طحاویؒ وغیرہ کی رائے تو یہ ہے کہ جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی آئے تو درود شریف پڑھنا واجب ہے، ان روایات کی بنا پر جو تیسری فصل میں گزریں، امام کرخیؒ وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ فرض کا درجہ ایک ہی مرتبہ ہے اور ہر مرتبہ استحباب کا درجہ ہے۔

دوم: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کے ساتھ شروع میں "سَیِّدِنَا" کا لفظ بڑھا دینا مستحب ہے۔ درمختار میں لکھا ہے کہ سیدنا کا بڑھا دینا مستحب ہے اس لیے کہ ایسی چیز کی زیادتی جو واقعہ میں ہو عین ادب ہے جیسا کہ رملیؒ شافعیؒ وغیرہ نے کہا ہے اھ۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سید ہونا ایک امر واقعی ہے لہٰذا اس کے بڑھانے میں کوئی اشکال کی بات نہیں بلکہ ادب یہی ہے، لیکن بعض لوگ اس سے منع کرتے ہیں۔ غالباً ان کو ابوداؤد کی ایک حدیث سے اشتباہ ہو رہا ہے۔ ابوداؤد شریف میں ایک صحابی ابو مطرفؓ سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ میں ایک وفد کے ساتھ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ہم نے حضورؐ سے عرض کیا اَنْتَ سَیِّدُنَا آپ ہمارے سردار ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلسَّیِّدُ اللہُ کہ حقیقی سید تو اللہ ہی ہے اور یہ ارشاد عالی بالکل صحیح ہے۔ یقیناً حقیقی سیادت اور کمال سیادت اللہ ہی کے لیے ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ حضورؐ کے نام پر سیدنا کا بڑھانا ناجائز ہے۔ بالخصوص جب کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد جیسا کہ مشکوٰۃ میں بروایت شیخین (بخاری و مسلم) حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ اَنَا سَیِّدُ النَّاسِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ الحدیث کہ میں لوگوں کا سردار ہوں گا قیامت کے دن۔ اور دوسری حدیث میں مسلم کی روایت سے نقل

کیا ہے اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ کہ میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا نیز بروایۃ ترمذی حضرت ابوسعید خدری رضؓ کی حدیث سے بھی حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَلَا فَخْرَ کہ میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور کوئی فخر کی بات نہیں۔ حضورؐ کے اس پاک ارشاد کا مطلب جو ابوداؤد شریف کی روایت میں گزرا وہ کمالِ سیادت مراد ہے جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مسکین وہ نہیں جس کو ایک ایک دو دو لقمے در بدر پھراتے ہوں بلکہ مسکین وہ ہے جس کے پاس نہ وسعت ہو نہ وہ لوگوں سے سوال کرے۔ اسی طرح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ تم پچھاڑنے والا کس کو سمجھتے ہو (یعنی وہ پہلوان جو دوسرے کو زیر کر دے) صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس کو سمجھتے ہیں جس کو کوئی دوسرا پچھاڑ نہ سکے حضورؐ نے فرمایا یہ پہلوان نہیں بلکہ پچھاڑنے والا (یعنی پہلوان) وہ ہے جو غصہ کے وقت میں اپنے نفس پر قابو پائے۔ اسی حدیث پاک میں حضورؐ کا یہ سوال بھی نقل کیا گیا کہ تم رقوب (یعنی لاولد) کس کو کہتے ہو؟ صحابہؓ نے عرض کیا کہ جس کے اولاد نہ ہو۔ حضورؐ نے فرمایا یہ لاولد نہیں بلکہ لاولد وہ ہے جس نے کسی چھوٹی اولاد کو ذخیرۂ آخرت نہ بنایا ہو (یعنی اس کے کسی معصوم بچہ کی موت نہ ہوئی ہو) اب ظاہر ہے کہ جو مسکین بھیک مانگتا ہے اس کو مسکین کہنا کون ناجائز کہہ دے گا۔ اسی طرح جو پہلوان لوگوں کو پچھاڑ دیتا ہو لیکن اپنے غصہ پر اس کو قابو نہ ہو وہ تو بہرحال پہلوان ہی کہلائے گا۔ اسی طرح سے ابوداؤد شریف میں ایک صحابیؓ کا قصہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر مُہرِ نبوت دیکھ کر یہ درخواست کی تھی کہ آپؐ کی پشت مبارک پر یہ (جو ابھرا ہوا گوشت ہے) مجھے دکھلائیے کہ میں اس کا علاج کروں کیونکہ میں طبیب ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا طبیب تو اللہ تعالیٰ شانہٗ ہی ہیں جس نے اس کو پیدا کیا الی آخر القصہ۔ اب ظاہر ہے کہ اس حدیث پاک سے معالجوں کو طبیب کہنا کون حرام کہہ دے گا بلکہ صاحب مجمع نے تو یہ کہا ہے کہ اللہ کے ناموں میں سے طبیب نہیں ہے اور اسی طرح سے احادیث میں بہت کثرت سے یہ مضمون ملے گا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مواقع میں کمال کے اعتبار سے نفی فرمائی ہے حقیقت کی نفی نہیں۔ علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ علامہ مجد الدینؒ (صاحب قاموس) نے لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بہت سے لوگ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی

سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کہتے ہیں، اور اس میں بحث ہے وہ یوں کہتے ہیں کہ نماز میں تو ظاہر ہے کہ نہ کہنا چاہیے۔ نماز کے علاوہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر انکار کیا تھا جس نے آپ کو سیدنا سے خطاب کیا تھا۔ جیسا کہ حدیث مشہور میں ہے (وہی حدیث ابوداؤد جو اوپر گزری ہے) لیکن حضورؐ کا انکار احتمال رکھتا ہے کہ تواضع ہو یا منہ پر تعریف کرنے کو پسند نہ کیا ہو یا اس وجہ سے کہ یہ زمانۂ جاہلیت کا دستور تھا یا اس وجہ سے کہ انہوں نے مبالغہ بہت کیا۔ چنانچہ انہوں نے کہا تھا کہ آپ ہمارے سردار ہیں، آپ ہمارے باپ ہیں، آپ ہم سے فضیلت میں بہت زیادہ بڑھے ہوئے ہیں، آپ ہم پر بخشش کرنے میں سب سے بڑھے ہوتے ہیں اور آپ جفنۃ الغراء ہیں۔ یہ بھی زمانہ جاہلیت کا ایک مشہور مقولہ ہے کہ وہ اپنے اس سردار کو جو بڑا کھلانے والا ہو اور بڑے بڑے پیالوں میں لوگوں کو دُنبوں کی چکتی اور گھی سے لبریز پیالوں میں کھلاتا ہو اور آپ ایسے ہیں اور آپ ایسے ہیں تو ان سب باتوں کے مجموعہ پر حضورؐ نے انکار فرمایا تھا، اور فرمایا تھا کہ شیطان تم کو مبالغہ میں نہ ڈال دے۔ حالانکہ صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ثابت ہے اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ کہ میں اولادِ آدم کا سردار ہوں۔ نیز حضورؐ کا قول ثابت ہے اپنے نواسہ حسنؓ کے لیے اِبْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ اسی طرح سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت سعدؓ کے بارے میں ان کی قوم کو یہ کہنا قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ کہ کھڑے ہو جاؤ اپنے سردار کے لیے، اور امام نسائی کی کتاب "عمل الیوم واللیلۃ" میں حضرت سہل بن حنیفؓ کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یا سیدی کے ساتھ خطاب کرنا وارد ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے درود میں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ کا لفظ وارد ہے۔ ان سب امور میں دلالت واضحہ ہے اور روشن دلائل ہیں اس لفظ کے جواز میں اور جو اس کا انکار کرے وہ محتاج ہے اس بات کا کہ کوئی دلیل قائم کرے علاوہ اس حدیث کے جو اوپر گزری۔ اس لیے کہ اس میں احتمالاتِ مذکورہ ہونے کی وجہ سے اس کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا الی آخر ماذکرہ۔ یہ تو ظاہر ہے جیسا کہ اوپر بھی ذکر کیا گیا کہ کمال سیادت اللہ ہی کے لیے ہے لیکن کوئی دلیل ایسی نہیں جس کی وجہ سے اس کا اطلاق غیر اللہ پر ناجائز معلوم ہوتا ہو۔ قرآن پاک میں حضرت یحییٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں سَیِّدًا وَّحَصُوْرًا کا لفظ وارد ہے۔ بخاری شریف میں حضرت عمرؓ کا ارشاد منقول ہے وہ فرمایا کرتے تھے اَبُوْبَکْرٍ سَیِّدُنَا

وَاَعْتَقَ سَيِّدَنَا يَعْنِيْ بِلَالًا ابوبکرؓ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار یعنی بلالؓ کو آزاد کیا۔
علامہ عینیؒ شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو حضرت سعدؓ کے بارے میں قُوْمُوْا اِلٰی سَيِّدِكُمْ یعنی اپنے سردار کے لیے کھڑے ہو جاؤ، کہا تو اس سے استدلال کیا جاتا ہے اس بات پر کہ اگر کوئی شخص سیدی اور مولائی کہے تو اس کو نہیں رد کیا جائے گا اس لیے کہ سیادت کا مرجع اور مآل اپنے ماتحتوں پر بڑائی ہے اور ان کے لیے حسن تدبیر، اسی لیے خاوند کو سید کہا جاتا ہے۔ جب قرآن پاک میں وَاَلْفَيَا سَيِّدَهَا فرمایا۔ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی شخص نے پوچھا تھا کہ کیا کوئی شخص مدینہ منورہ میں اس کو مکروہ سمجھتا ہے کہ اپنے سردار کو یا سیدی کہے؟ انہوں نے فرمایا کوئی نہیں الخ امام بخاریؒ نے اس کے جواز پر حضورؐ کے ارشاد مَنْ سَيِّدُكُمْ سے بھی استدلال کیا ہے جو ایک حدیث کا ٹکڑا ہے جس کو خود امام بخاریؒ نے ادب المفرد میں ذکر کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو سلمہ سے پوچھا مَنْ سَيِّدُكُمْ کہ تمہارا سردار کون ہے؟ انہوں نے عرض کیا جد بن قیس۔ حضورؐ نے فرمایا بَلْ سَيِّدُكُمْ عَمْرُو بْنُ جَمُوْحٍ بلکہ تمہارا سردار عمرو بن جموح ہے۔ نیز اِذَا نَصَحَ الْعَبْدُ سَيِّدَهٗ مشہور حدیث ہے جو متعدد صحابہ کرامؓ سے حدیث کی اکثر کتابوں بخاری شریف وغیرہ میں مذکور ہے۔ نیز حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث سے بخاری شریف میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ کوئی شخص اَطْعِمْ رَبَّكَ وَضِّئْ رَبَّكَ نہ کہے یعنی اپنے آقا کو رب کے لفظ سے تعبیر نہ کرے وَلْيَقُلْ سَيِّدِيْ وَمَوْلَايَ بلکہ یوں کہے کہ میرا سید اور میرا مولیٰ، یہ تو سید اور مولیٰ کہنے کا حکم صاف ہے۔

سوم: اسی طرح سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نام پر مولانا کا لفظ بھی بعض لوگ پسند نہیں کرتے۔ ممانعت کی کوئی دلیل باوجود تلاش کے اس ناکارہ کو اب تک نہیں ملی البتہ غزوۂ احد کے قصہ میں ابوسفیان کو جواب دیتے ہوئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ وارد ہے اور قرآن پاک میں سورہ محمدؐ میں ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ہوا ہے لیکن اس سے غیر اللہ پر لفظ مولا کے اطلاق کی ممانعت معلوم نہیں ہوتی۔ یہاں بھی کمال ولایت مراد ہے کہ حقیقی مولا وہی پاک ذات ہے جیسا کہ اللہ جل شانہٗ نے ارشاد فرمایا مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ کہ تمہارے لیے اللہ کے سوا نہ کوئی ولی ہے

نہ کوئی مددگار۔ اور دوسری جگہ ارشاد ہے وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ اور بخاری شریف میں حضورؐ کا ارشاد ہے مَنْ تَرَكَ كَلًّا اَوْضِيَاعًا فَاَنَا وَلِيُّهٗ یہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو ولی بتایا ہے۔ ابھی بخاری شریف کی حدیث سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد وَلْيَقُلْ سَيِّدِيْ وَمَوْلَايَ گزر ہی چکا ہے کہ اپنے آقا کو سیدی و مولائی کہا کرے۔ حضورؐ کا پاک ارشاد مَوْلَى الْقَوْمِ مِنْ اَنْفُسِهِمْ مشہور ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ الآیۃ اور حدیث و فقہ کی کتابُ النکاح تو کتاب الاولیاء سے پُر ہے اور مشکوٰۃ شریف میں بروایت شیخین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حضرت زید بن حارثہؓ کے متعلق اَنْتَ اَخُوْنَا وَمَوْلَانَا وارد ہے۔ نیز بروایت مسند احمد و ترمذی حضرت زید بن ارقمؓ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ یعنی جس کا میں مولا ہوں علیؓ اس کے مولا ہیں۔ یہ حدیث مشہور ہے ؏ متعدد صحابہ کرامؓ سے نقل کی گئی ہے ملا علی قاریؒ اس حدیث کی شرح میں نہایہ سے لکھتے ہیں کہ مولیٰ کا اطلاق بہت سے معنی پر آتا ہے جیسے رب، مالک، سید اور منعم یعنی احسان کرنے والا، معتق یعنی غلام آزاد کرنے والا، ناصر و مددگار، محب، تابع، پڑوسی، چچازاد بھائی اور حلیف وغیرہ وغیرہ بہت سے معنی گنوائے ہیں اس لیے ہر ایک کے مناسب معنی مراد ہوں گے۔ جہاں اَللّٰهُ مَوْلَانَا وَلَا مَوْلٰى لَكُمْ وارد ہوا ہے وہاں رب کے معنی ہیں نہ کہ اور حضورؐ کے نام مبارک پر آیا ہے جیسا کہ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ وہاں ناصر اور مددگار کے معنی ہیں ہے۔ ملا علی قاریؒ نے اس حدیث کا شانِ درود یہ لکھا ہے کہ اسامہ بن زیدؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے یہ کہہ دیا تھا کہ تم میرے مولیٰ نہیں ہو، میرے مولیٰ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اس پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ اس کے مولیٰ علامہ سخاویؒ نے قولِ بدیع میں اور علامہ قسطلانیؒ نے مواہب لدنیہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے

؏ قال صاحب تحفۃ الاحوذی بحدیث الترمذی اخرجہ احمد والنسائی والضیاء وفی الباب عن بریدۃ اخرجہ احمد و عن البراء بن عازب اخرجہ احمد وابن ماجہ وعن سعد ابی وقاص اخرجہ ابن ماجہ وعن علی اخرجہ احمد اھ وقال القاری بعد ذکر تخریجہ والحاصل ان ہذا حدیث صحیح لا مریۃ فیہ بل لبعض الحفاظ عدہ متواترا اذ فی روایۃ لاحمد انہ سمعہ من النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثون صحابیا وشہدوا بہ لعلی لما توزع فی خلافتہ اھ۔

اسماء مبارکہ میں بھی لفظ مولیٰ کا شمار کرایا ہے ۔ علامہ زرقانیؒ لکھتے ہیں مولیٰ یعنی سید منعم ، مددگار ، محب اور یہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ناموں میں سے ہے اور عنقریب مصنف یعنی علامہ قسطلانیؒ کا استدلال اس نام پر اَنَا اَوْلیٰ بِکُلِّ مُؤْمِنٍ سے آ رہا ہے ۔ اس کے بعد علامہ زرقانیؒ علامہ قسطلانیؒ کے کلام کی شرح کرتے ہوئے حضورؐ کے ناموں کی شرح میں کہتے ہیں کہ ولی اور مولیٰ یہ دونوں اللہ کے ناموں میں سے ہیں اور ان دونوں کے معنی مددگار کے ہیں ۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جیسا کہ بخاریؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے اَنَا وَلِیُّ کُلِّ مُؤْمِنٍ ۔ اور بخاری ہی میں حضورؐ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ کوئی مومن ایسا نہیں کہ میں اس کے ساتھ دنیا و آخرت میں اولیٰ نہ ہوں پس جس نے مال چھوڑا ہو وہ اس کے ورثہ کو دیا جائے اور جس نے قرضہ یا ضائع ہونے والی چیزیں چھوڑی ہوں وہ میرے پاس آئے میں اس کا مولیٰ ہوں ۔ نیز حضورؐ نے فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں علیؓ اس کا مولیٰ ہے ۔ امام ترمذیؒ نے اس کو روایت کیا ہے اور اس کو حسن بتایا ہے ۔ انتہیٰ

علامہ رازیؒ سورۂ محمّد کی آیت شریفہ وَاَنَّ الْکٰفِرِیْنَ لَا مَوْلیٰ لَھُمْ کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر یہ اشکال کیا جائے کہ آیت بالا اور دوسری آیت شریفہ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ مَوْلٰھُمُ الْحَقِّ میں کس طرح جمع کیا جائے تو یہ کہا جائے گا کہ مولیٰ کے کئی معنی آتے ہیں ۔ سردار کے ، رب کے ، مددگار کے پس جس جگہ یہ کہا گیا ہے کہ کوئی مولیٰ نہیں ہے وہاں یہ مراد ہے کہ کوئی مددگار نہیں اور جس جگہ مَوْلٰھُمُ الْحَقِّ کہا گیا ہے وہاں ان کا رب اور مالک مراد ہے ۔ انتہیٰ

صاحب جلالین نے سورۂ انعام کی آیت مَوْلٰھُمُ الْحَقِّ کی تفسیر مالک کے ساتھ کی ہے اس پر صاحب جمل لکھتے ہیں کہ مالک کے ساتھ تفسیر اس واسطے کی گئی ہے کہ آیت شریفہ مومن اور کافر دونوں کے بارے میں وارد ہوئی ہے اور دوسری آیت یعنی سورۂ محمّد میں اَنَّ الْکٰفِرِیْنَ لَا مَوْلیٰ لَھُمْ وارد ہوا ہے ۔ ان دونوں میں جمع اس طرح پر ہے کہ مولیٰ سے مراد پہلی آیت میں مالک ، خالق اور معبود ہے اور دوسری آیت میں مددگار ، لہذا کوئی تعارض نہیں رہا ۔ اس کے علاوہ بہت سی وجوہ اس بات پر دال ہیں کہ مولیٰ جب کہ رب اور مالک کے معنی میں استعمال ہو تو وہ مخصوص ہے اللہ جل شانہٗ کے ساتھ لیکن جب سردار اور اس جیسے دوسرے معنی میں مستعمل ہو تو

اس کا نہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بلکہ ہر بڑے پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس سے پہلے نمبر میں حضورؐ کا ارشاد غلاموں کے بارے میں گزر چکا ہے کہ وہ اپنے آقا کو سیدی و مولائی کے لفظ سے پکارا کریں۔ ملا علی قاریؒ نے بر روایت احمد حضرت رباحؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک جماعت حضرت علیؓ کے پاس کوفہ میں آئی۔ انہوں نے آ کر عرض کیا۔ السلام علیک یا مولانا! حضرت علیؓ نے فرمایا میں تمہارا مولیٰ کیسے ہوں تم عرب ہو۔ انہوں نے عرض کیا۔ ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ میں جس کا مولیٰ ہوں علیؓ اس کے مولیٰ ہیں۔ جب وہ جماعت جانے لگی تو میں ان کے پیچھے لگا اور میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں، تو مجھے بتایا گیا کہ یہ انصار کی جماعت ہے جس میں حضرت ابو ایوبؓ انصاری بھی ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری میں اس سلسلہ میں بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مولیٰ کا اطلاق سید کے بہ نسبت اقرب الی عدم الکراہۃ ہے اس لیے کہ سید کا لفظ تو اعلیٰ ہی پر بولا جاتا ہے لیکن لفظ مولیٰ تو اعلیٰ اور اسفل دونوں پر بولا جاتا ہے۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

چہارم: آداب میں سے یہ ہے کہ اگر کسی تحریر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک نام گزرے تو وہاں بھی درود شریف لکھنا چاہیے۔ محدثین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے یہاں اس مسئلہ میں انتہائی تشدد ہے کہ حدیث پاک لکھتے ہوئے کوئی ایسا لفظ نہ لکھا جائے جو استاذ سے نہ سنا ہو حتیٰ کہ اگر کوئی لفظ استاذ سے غلط سنا ہو تو اس کو بھی یہ حضرات نقل میں بعینہٖ اسی طرح لکھنا ضروری سمجھتے ہیں جس طرح استاذ سے سنا ہے۔ اس کو صحیح کر کے لکھنے کی اجازت نہیں دیتے اسی طرح اگر توضیح کے طور پر کسی لفظ کے اضافہ کی ضرورت سمجھتے ہیں تو اس کو استاذ کے کلام سے ممتاز کر کے لکھنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ یہ شبہ نہ ہو کہ یہ لفظ بھی استاذ نے کہا تھا۔ اس سب کے باوجود جملہ حضرات محدثین اس کی تصریح فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی آئے تو درود شریف لکھنا چاہیے اگرچہ استاذ کی کتاب میں نہ ہو۔ جیسا کہ امام نوویؒ نے شرح مسلم شریف کے مقدمہ میں اس کی تصریح کی ہے۔ اسی طرح امام نوویؒ تقریب میں اور علامہ سیوطیؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں ضروری ہے یہ بات کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کے وقت زبان کو اور انگلیوں کو درود شریف کے ساتھ جمع کرے یعنی زبان سے درود شریف پڑھے اور انگلیوں سے لکھے بھی اور اس میں اصل کتاب کا

اتباع نہ کرے اگرچہ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اصل کا اتباع کرے۔ انتہیٰ۔ بہت سی روایات حدیث بھی اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں۔ اگرچہ وہ متکلم فیہ بلکہ بعض کے اوپر موضوع ہونے کا بھی حکم لگایا گیا ہے لیکن کئی روایات اس قسم کے مضمون کی وارد ہوتے پر اور جملہ علماء کا اس پر اتفاق اور اس پر عمل اس بات کی دلیل ہے کہ ان احادیث کی کچھ اصل ضرور ہے۔ علامہ سخاویؒ قول بدیع میں لکھتے ہیں کہ جیسا کہ تو حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا نام نامی لیتے ہوئے زبان سے درود پڑھتا ہے، اسی طرح نام مبارک لکھتے ہوئے اپنی انگلیوں سے بھی درود شریف لکھا کر کہ تیرے لیے اس میں بہت بڑا ثواب ہے اور یہ ایک ایسی فضیلت ہے جس کے ساتھ علم حدیث لکھنے والے کامیاب ہوتے ہیں۔ علماء نے اس بات کو مستحب بتایا ہے کہ اگر تحریر میں بار بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک نام آئے تو بار بار درود شریف لکھے اور پورا درود لکھے اور کاہلوں اور جاہلوں کی طرح سے صلعم وغیرہ الفاظ کے ساتھ اشارہ پر قناعت نہ کرے۔ اس کے بعد علامہ سخاویؒ نے اس سلسلہ میں چند حدیثیں بھی نقل کی ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص کسی کتاب میں میرا نام لکھے فرشتے اس وقت تک لکھنے والے پر درود بھیجتے رہتے ہیں جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص مجھ سے کوئی علمی چیز لکھے اور اس کے ساتھ درود شریف بھی لکھے، اس کا ثواب اس وقت تک ملتا رہے گا جب تک وہ کتاب پڑھی جائے۔ حضرت ابن عباسؓ سے بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص مجھ پر کسی کتاب میں درود لکھے، اس وقت تک اس کو ثواب ملتا رہے گا جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے۔ علامہ سخاویؒ نے متعدد روایات سے یہ مضمون بھی نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن علماء حدیث حاضر ہوں گے اور ان کے ہاتھوں میں دواتیں ہوں گی (جن سے وہ حدیث لکھتے تھے) اللہ جل شانہٗ حضرت جبرئیلؑ سے فرمائیں گے کہ ان سے پوچھو یہ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟ وہ عرض کریں گے کہ ہم حدیث پڑھنے لکھنے والے ہیں۔ وہاں سے ارشاد ہوگا کہ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ تم میرے نبی پر کثرت سے درود بھیجتے تھے۔ علامہ نوویؒ تقریب میں اور علامہ سیوطیؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ یہ ضروری ہے کہ درود شریف کی کتابت کا بھی اہتمام کیا جائے، جب بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک نام گزرے اور اس کے بار بار لکھنے سے

اکتا دے نہیں، اس واسطے کہ اس میں بہت ہی زیادہ فوائد ہیں اور جس نے اس میں تساہل کیا بہت بڑی خیر سے محروم رہ گیا۔ علماء کہتے ہیں کہ حدیث پاک اِنَّ اَولَی النَّاسِ بِی یَومَ القِیٰمَۃِ جو فصل اوّل میں گزری ہے اس کے مصداق محدثین ہی ہیں کہ وہ بہت کثرت سے درود شریف پڑھنے والے ہیں اور علماء نے اس سلسلہ میں اس حدیث کو بھی ذکر کیا ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے جو شخص میرے اوپر کسی کتاب میں درود بھیجے، ملائکہ اس کے لیے اس وقت تک استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک میرا نام اس کتاب میں رہے، اور یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن اس جگہ اس کا ذکر کرنا مناسب ہے اور اس کی طرف التفات نہ کیا جائے کہ ابن جوزیؒ نے اس کو موضوعات میں ذکر کر دیا ہے اس لیے کہ اس کے بہت سے طرق ہیں جو اس کو موضوع ہونے سے خارج کر دیتے ہیں اور اس کے مقتضی ہیں کہ اس حدیث کی اصل ضرور ہے اس لیے کہ طبرانی نے اس کو ابوہریرہؓ کی حدیث سے نقل کیا ہے اور ابن عدیؒ نے حضرت ابوبکرؓ کی حدیث سے اور اصبہانیؒ نے ابن عباسؓ کی حدیث سے اور ابونعیمؒ نے حضرت عائشہؓ کی حدیث سے نقل کیا ہے۔ انتہیٰ صاحب اتحافؒ نے شرح احیاء میں بھی اس کے طرق پر کلام کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حافظ سخاویؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث جعفر صادقؒ کے کلام سے موقوفاً نقل کی گئی ہے۔ ابن قیمؒ کہتے ہیں کہ یہ زیادہ اقرب ہے۔ صاحب اتحافؒ کہتے ہیں کہ طلبہ حدیث کو عجلت اور جلد بازی کی وجہ سے درود شریف کو چھوڑنا نہ چاہیے۔ ہم نے اس میں بہت مبارک خواب دیکھے ہیں۔ اس کے بعد پھر انہوں نے کئی خواب اس کے بارے میں نقل کیے ہیں۔ حضرت سفیان بن عیینہؒ سے نقل کیا ہے کہ میرا ایک دوست تھا وہ مر گیا تو میں نے اس کو خواب میں دیکھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا معاملہ گزرا۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مغفرت فرما دی۔ میں نے کہا کس عمل پر؟ اس نے کہا کہ میں حدیث پاک لکھا کرتا تھا اور جب حضور اقدسؐ کا نام آتا تو اس پر صلی اللہ علیہ وسلم لکھا کرتا تھا، اسی پر میری مغفرت ہو گئی۔ ابوالحسن میمونیؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد ابوعلی کو خواب میں دیکھا، ان کی انگلیوں کے اوپر کوئی چیز سونے یا زعفران کے رنگ سے لکھی ہوئی تھی۔ میں نے ان سے پوچھا یہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں حدیث پاک کے اوپر صلی اللہ علیہ وسلم لکھا کرتا تھا۔ حسن بن محمدؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا انہوں نے فرمایا کہ کاش تو یہ دیکھتا کہ ہمارا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کتابوں میں درود لکھنا کیسا ہمارے سامنے

روشن اور منور ہو رہا ہے (بدیع) اور بھی متعدد خوابات اس قسم کے ذکر کیے ہیں، فصل حکایات میں اس قسم کی چیزیں کثرت سے آئیں گی۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

پنجم: حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے زاد السعید میں ایک مستقل فصل آداب متفرقہ میں لکھی ہے اگرچہ اس کے متفرق مضامین پہلے گزر چکے ہیں، اہمیت کی وجہ سے ان کو یکجا ذکر کیا جاتا ہے وہ ارشاد فرماتے ہیں (۱) جب اسمِ مبارک لکھے صلوٰۃ وسلام بھی لکھے یعنی صلی اللہ علیہ وسلم پورا لکھے اس میں کوتاہی نہ کرے صرف ؐ یا صلعم پر اکتفا نہ کرے (۲) ایک شخص حدیث شریف لکھتا تھا اور بسبب بخل نامِ مبارک کے ساتھ درود شریف نہ لکھتا تھا اس کے سیدھے ہاتھ کو مرض اکلہ عارض ہوا یعنی اس کا ہاتھ گل گیا۔ (۳) شیخ ابن حجر مکی رحؒ نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص صرف صلی اللہ علیہ پر اکتفا کرتا تھا، وسلم نہ لکھتا تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو خواب میں ارشاد فرمایا تو اپنے کو چالیس نیکیوں سے کیوں محروم رکھتا ہے۔ یعنی وسلّم میں چار حرف ہیں، ہر حرف پر ایک نیکی اور ہر نیکی پر دس گنا ثواب، لہٰذا وسلم میں چالیس نیکیاں ہوئیں مفصل حکایات میں نمبر ۲۶ پر بھی اس نوع کا قصہ آ رہا ہے۔ (۴) درود شریف پڑھنے والے کو مناسب ہے کہ بدن وکپڑے پاک وصاف رکھے۔ (۵) آپ کے نام مبارک سے پہلے لفظ سیدنا بڑھا دینا مستحب اور افضل ہے۔ انتہیٰ۔ اس اکلہ والے قصہ کو اور چالیس نیکیوں والے قصہ کو علامہ سخاویؒ نے بھی قول بدیع میں ذکر کیا ہے۔ اسی طرح حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے درود شریف کے متعلق ایک مستقل فصل مسائل کے بارے میں تحریر فرمائی ہے۔ اس کا اضافہ بھی اس جگہ مناسب ہے۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

مسئلہ: (۱) عمر بھر میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض ہے بوجہ حکم صَلُّوْا کے جو شعبان ۲ھ میں نازل ہوا۔ (۲) اگر ایک مجلس میں کئی بار آپؐ کا نام پاک ذکر کیا جائے تو طحاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ ہر بار ذکر کرنے والے اور سننے والے پر درود پڑھنا واجب ہے مگر مفتیٰ بہ یہ ہے کہ ایک بار پڑھنا واجب ہے پھر مستحب ہے۔ (۳) نماز میں بجز تشہد اخیر کے دوسرے ارکان میں درود شریف پڑھنا مکروہ ہے (درمختار) (۴) جب خطبہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک آئے یا خطیب یہ آیت پڑھے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا، اپنے دل میں

بلا جنبش زبان کے صلی اللہ علیہ وسلم کہہ لے (درمختار) (۵) بے وضو درود شریف پڑھنا جائز ہے اور با وضو نور علیٰ نور ہے (۶) بجز حضرات انبیاءؑ حضرات ملائکہ علیٰ جمیعہم السلام کے کسی اور پر استقلالاً درود شریف نہ پڑھے البتہ تبعاً مضائقہ نہیں۔ مثلاً یوں نہ کہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ بلکہ یوں کہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ (درمختار) (۷) درمختار میں ہے کہ اسباب تجارت کھولنے کے وقت یا ایسے ہی کسی موقع پر یعنی جہاں درود شریف پڑھنا مقصود نہ ہو بلکہ کسی دنیوی غرض کا اس کو ذریعہ بنایا جائے درود شریف پڑھنا ممنوع ہے۔ (۸) درمختار میں ہے کہ درود شریف پڑھتے وقت اعضاء کو حرکت دینا اور بلند آواز کرنا جہل ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض جگہ جو رسم ہے کہ نمازوں کے بعد حلقہ باندھ کر بہت چلا چلا کر درود شریف پڑھتے ہیں، قابل ترک ہے ؎

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

پانچویں فصل

درود شریف کے متعلق حکایات میں

درود شریف کے بارے میں اللہ تعالیٰ شانہٗ کے حکم اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک ارشادات کے بعد حکایات کی کچھ زیادہ اہمیت نہیں رہتی۔ لیکن لوگوں کی عادت کچھ ایسی ہے کہ بزرگوں کے حالات سے ترغیب زیادہ ہوتی ہے۔ اسی لیے اکابر کا دستور اس ذیل میں کچھ حکایات لکھنے کا بھی چلا آرہا ہے۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے ایک فصل زاد السعید میں مستقل حکایات میں لکھی ہے، جس کو بعینہٖ لکھتا ہوں۔ اس کے بعد چند دوسری حکایات بھی نقل کی جائیں گی اور اس سلسلہ کی بہت سی حکایات اس ناکارہ کے رسالہ فضائل حج میں بھی گزر چکی ہیں۔

حضرتؒ تحریر فرماتے ہیں "فصل پنجم حکایات و اخبار متعلقہ درود شریف کے بیان میں"

۱۔ مواہب لدنیہ میں تفسیر قشیری سے نقل کیا ہے کہ قیامت میں کسی مومن کی نیکیاں کم وزن ہو جائیں گی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک پرچہ سر انگشت کے برابر نکال کر میزان میں رکھ دیں

کے جس سے نیکیوں کا پلڑہ وزنی ہو جائے گا۔ وہ مؤمن کہے گا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں آپ کون ہیں؟ آپ کی صورت اور سیرت کیسی اچھی ہے۔ آپؐ فرمائیں گے میں تیرا نبیؐ ہوں اور یہ درود شریف ہے جو تو نے مجھ پر پڑھا تھا، میں نے تیری حاجت کے وقت اس کو ادا کر دیا۔ (حاشیہ حصن) یہ قصہ فصل اوّل کی حدیث نمبر ۱۱ پر بھی گذرا اور اس جگہ اس کے متعلق ایک کلام اور بھی گزرا۔

۲۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ تعالیٰ کہ جلیل القدر تابعی ہیں اور خلیفہ راشد ہیں۔ شام سے مدینہ منوّرہ کو خاص قاصد بھیجتے تھے کہ ان کی طرف سے روضہ شریفہ پر حاضر ہو کر سلام عرض کرے۔ (حاشیہ حصن از فتح القدیر)

۳۔ روضۃ الاحباب میں امام اسمٰعیل بن ابراہیم مزنیؒ سے جو امام شافعی رحمہ اللہ کے بڑے شاگردوں میں ہیں نقل کیا ہے کہ میں نے امام شافعیؒ کو بعد انتقال کے خواب میں دیکھا اور پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ فرمایا۔ وہ بولے مجھے بخش دیا اور حکم فرمایا کہ مجھ کو تعظیم و احترام کے ساتھ بہشت میں لے جائیں اور یہ سب برکت ایک درود کی ہے جس کو میں پڑھا کرتا تھا۔ میں نے پوچھا وہ کونسا درود ہے؟ فرمایا یہ ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَكُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ۔ (حاشیہ حصن)

۴۔ مناہج الحسنات میں ابن فاکہانیؒ کی کتاب فجر منیر سے نقل کیا ہے کہ ایک بزرگ نیک صالح موسیٰ ضریر تھے۔ انہوں نے اپنا گزرا ہوا قصہ مجھ سے نقل کیا کہ ایک جہاز ڈوبنے لگا اور میں اس میں موجود تھا۔ اس وقت مجھ کو غنودگی سی ہوئی، اس حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو یہ درود تعلیم فرما کر ارشاد فرمایا کہ جہاز والے اس کو ہزار بار پڑھیں۔ ہنوز تین سو بار پر نوبت پہنچی تھی کہ جہاز نے نجات پائی اور بَعْدَ الْمَمَاتِ کے اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ بھی اس میں پڑھنا معمول ہے اور خوب ہے وہ درود یہ ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تُنْجِيْنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ الْاَهْوَالِ وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِيْ لَنَا بِهَا جَمِيْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَهِّرُنَا بِهَا مِنْ جَمِيْعِ السَّيِّئَاتِ وَتَرْفَعُنَا بِهَا اَعْلَى الدَّرَجَاتِ وَتُبَلِّغُنَا بِهَا اَقْصَى الْغَايَاتِ مِنْ جَمِيْعِ الْخَيْرَاتِ فِي الْحَيٰوةِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ۔ اور شیخ مجد الدینؒ صاحب قاموس نے بھی اس حکایت کو بسند خود ذکر کیا ہے۔ (فض)

۵۔ بعض رسائل میں عبید اللہ بن عمر قواریری سے نقل کیا ہے کہ ایک کاتب میرا ہمسایہ تھا، وہ مرگیا۔ میں نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا، اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہا مجھے بخش دیا۔ میں نے سبب پوچھا، کہا میری عادت تھی جب نام پاک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کتاب میں لکھتا تو صلی اللہ علیہ وسلم بھی بڑھاتا۔ خدائے تعالیٰ نے مجھ کو ایسا کچھ دیا کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی دل پر گزرا۔ (گلشن جنت)

۶۔ دلائل الخیرات کی وجہ تالیف مشہور ہے کہ مؤلف کو سفر میں وضو کے لیے پانی کی ضرورت تھی اور ڈول رسی کے نہ ہونے کی وجہ سے پریشان تھے۔ ایک لڑکی نے یہ حال دیکھ کر دریافت کیا اور کنوئیں کے اندر تھوک دیا۔ پانی کنارے تک اُبل آیا۔ مؤلف نے حیران ہو کر وجہ پوچھی۔ اس نے کہا یہ برکت ہے درود شریف کی۔ جس کے بعد اُنھوں نے یہ کتاب دلائل الخیرات تالیف کی۔

۷۔ شیخ زروق رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ مؤلف دلائل الخیرات کی قبر سے خوشبو مشک و عنبر کی آتی ہے اور یہ سب برکت درود شریف کی ہے۔

۸۔ ایک معتمد دوست نے راقم سے ایک خوشنویس لکھنؤ کی حکایت بیان کی۔ ان کی عادت تھی کہ جب صبح کے وقت کتابت شروع کرتے تو اوّل ایک بار درود شریف ایک بیاض پر جو اسی غرض سے بنائی تھی لکھ لیتے اس کے بعد کام شروع کرتے۔ جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو غلبہ فکر آخرت سے خوفزدہ ہو کر کہنے لگے کہ دیکھیے وہاں جا کر کیا ہوتا ہے۔ ایک مجذوب آنکلے اور کہنے لگے بابا کیوں گھبراتا ہے، وہ بیاض سرکار میں پیش ہے اور اس پر صاد بن رہے ہیں۔

۹۔ مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری مرحوم کے داماد نے مجھ سے بیان کیا کہ جس مکان میں مولوی صاحب کا انتقال ہوا وہاں ایک مہینے تک خوشبو عطر کی آتی رہی۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس کو بیان کیا۔ فرمایا یہ برکت درود شریف کی ہے۔ مولوی صاحب کا معمول تھا کہ ہر شب جمعہ کو بیدار رہ کر درود شریف کا شغل فرماتے۔

۱۰۔ ابوزرعہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کو خواب میں دیکھا کہ آسمان میں فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے۔ اُس سے سبب حصول اس درجے کا پوچھا۔ اس نے کہا میں نے دس لاکھ حدیثیں لکھی ہیں، جب نام مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آتا، میں درود لکھتا تھا۔ اس سبب سے مجھے یہ

ذکرہ السخاوی مختصرًا صفحہ ۱۹۱

درجہ ملا (فض) زاد السعید میں یہ قصّہ اسی طرح نقل کیا ہے۔ بندہ کے خیال میں کاتب سے غلطی ہوئی صحیح یہ ہے کہ ابوزرعہؒ کو ایک شخص نے خواب میں دیکھا جیسا کہ حکایات میں ۲۹ پر آرہا ہے۔

۱۱۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک اور حکایت ہے کہ ان کو بعد انتقال کے کسی نے خواب میں دیکھا اور مغفرت کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے فرمایا یہ پانچ درود شریف جمعہ کی رات کو میں پڑھا کرتا تھا۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا اَمَرْتَ بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ اَنْ يُّصَلّٰى عَلَيْهِ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا يَنْبَغِيْ اَنْ تُصَلّٰى عَلَيْهِ۔ اس درود کو درودِ خمسہ کہتے ہیں (فض) امام شافعیؒ کے متعلق اور بھی حکایات نقل کی گئی ہیں جو نمبر ۳۰ پر آرہی ہیں۔

۱۲۔ شیخ ابن حجر مکیؒ نے نقل کیا ہے کہ ایک صالح کو کسی نے خواب میں دیکھا، اس سے حال پوچھا۔ اُس نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر رحم کیا اور مجھے بخش دیا اور جنت میں داخل کیا۔ سبب پوچھا گیا تو اس نے کہا۔ فرشتوں نے میرے گناہ اور میرے درود کو شمار کیا۔ سو درود کا شمار زیادہ نکلا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ اتنا بس ہے، اس کا حساب مت کرو اور اس کو بہشت میں لے جاؤ (فض) یہ قصہ ۱۹ پر قول بدیع سے بھی آرہا ہے۔

۱۳۔ شیخ ابن حجر مکیؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرد صالح نے معمول مقرر کیا تھا کہ ہر رات کو سوتے وقت درود بعدد معین پڑھا کرتا تھا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور تمام گھر اس کا روشن ہو گیا۔ آپؐ نے فرمایا وہ منہ لاؤ جو درود پڑھتا ہے کہ بوسہ دوں۔ اس شخص نے شرم کی وجہ سے رخسارہ سامنے کر دیا۔ آپؐ نے اس رخسارہ پر بوسہ دیا بعد اس کے وہ بیدار ہو گیا تو سارے گھر میں مشک کی خوشبو باقی رہی (فض) یہ واقعہ نمبر ۳۸ پر تفصیل سے آرہا ہے۔

۱۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ میں لکھا ہے کہ جب حضرت حوّا علیہا السلام پیدا ہوئیں، حضرت آدمؑ نے ان پر ہاتھ بڑھانا چاہا۔ ملائکہ نے کہا صبر کرو جب تک نکاح نہ ہو جائے اور مہر ادا نہ کر دو۔ انہوں نے پوچھا مہر کیا ہے؟ فرشتوں نے کہا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر تین بار درود شریف پڑھنا اور ایک روایت میں بیس بار آیا ہے۔ فقط یہ واقعات،

زاد السعید میں نقل کیے ہیں۔ ان میں سے بعض کو دوسرے حضرات نے بھی نقل کیا ہے اور ان کے علاوہ بھی بہت سے واقعات اور بہت سے خواب درود شریف کے سلسلہ میں مشائخ نے لکھے ہیں جن میں سے بعض کا ذکر اس رسالہ میں کیا جاتا ہے جو زاد السعید کے قصوں پر اضافہ ہے ۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

۱۵۔ علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں کہ رشید عطار نے بیان کیا کہ ہمارے یہاں مصر میں ایک بزرگ تھے جن کا نام ابو سعیدؒ خیاط تھا۔ وہ بہت یکسو رہتے تھے، لوگوں سے میل جول بالکل نہیں رکھتے تھے اس کے بعد انہوں نے ابن رشیقؒ کی مجلس میں بہت کثرت سے جانا شروع کر دیا اور بہت اہتمام سے جایا کرتے۔ لوگوں کو اس پر تعجب ہوا۔ لوگوں نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت بتائی اور کہا کہ حضورؐ نے مجھ سے خواب میں ارشاد فرمایا کہ ان کی مجلس میں جایا کر اس لیے کہ یہ اپنی مجلس میں مجھ پر کثرت سے درود پڑھتا ہے ۔

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

۱۶۔ ابو العباس احمد بن منصورؒ کا جب انتقال ہو گیا تو اہل شیراز میں سے ایک شخص نے ان کو خواب میں دیکھا کہ وہ شیراز کی جامع مسجد میں محراب میں کھڑے ہیں اور ان پر ایک جوڑا ہے اور سر پر ایک تاج ہے جو جواہر اور موتیوں سے لدا ہوا ہے۔ خواب دیکھنے والے نے اُن سے پوچھا۔ انہوں نے کہا اللہ جل شانہ نے میری مغفرت فرما دی اور میرا بہت اکرام فرمایا اور مجھے تاج عطا فرمایا۔ اور یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرتِ درود کی وجہ سے (قولِ بدیع)

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

۱۷۔ صوفیاء میں سے ایک بزرگ نقل کرتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو کہ جس کا نام مسطح تھا، اور وہ اپنی زندگی میں دین کے اعتبار سے بہت ہی بے پرواہ اور بیباک تھا (یعنی گناہوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتا تھا) مرنے کے بعد خواب میں دیکھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیا معاملہ کیا۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے میری مغفرت فرما دی۔ میں نے پوچھا یہ کس عمل سے ہوئی اُس نے کہا کہ میں ایک محدّث کی خدمت میں حدیث نقل کر رہا تھا۔ استاد نے درود شریف پڑھا۔ میں نے بھی اُن کے ساتھ بہت آواز سے درود پڑھا۔ میری آواز سن کر سب مجلس والوں نے

درود پڑھا حق تعالیٰ شانہٗ نے اس وقت ساری مجلس والوں کی مغفرت فرمادی (قول بدیع) نزہۃ المجالس میں بھی اسی قسم کا ایک اور قصہ نقل کیا ہے کہ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میرا ایک پڑوسی تھا بہت گناہگار تھا۔ میں اس کو بار بار توبہ کی تاکید کرتا تھا مگر وہ نہیں کرتا تھا۔ جب وہ مرگیا تو میں نے اسے جنت میں دیکھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو اس مرتبہ پر کیسے پہنچ گیا؟ اس نے کہا، میں ایک محدث کی مجلس میں تھا۔ انہوں نے یہ کہا کہ جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر زور سے درود پڑھے اس کے لیے جنت واجب ہے۔ میں نے آواز سے درود پڑھا اور اس پر اور لوگوں نے بھی پڑھا اور اس پر ہم سب کی مغفرت ہوگئی۔ اس قصہ کو روض الفائق میں بھی ذرا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ صوفیاء میں سے ایک بزرگ نے کہا کہ میرا ایک پڑوسی تھا بہت گناہگار، ہر وقت شراب کے نشہ میں مدہوش رہتا تھا۔ اس کو دن رات کی بھی خبر نہ رہتی تھی۔ میں اس کو نصیحت کرتا تو سنتا نہیں تھا۔ میں توبہ کو کہتا تو وہ مانتا نہیں تھا۔ جب وہ مرگیا تو میں نے اس کو خواب میں بہت اونچے مقام پر اور جنت کے لباسِ فاخرہ میں دیکھا، بڑے اعزاز و اکرام میں تھا۔ میں نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے اوپر والا قصہ محدث کا ذکر کیا۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۱۸۔ ابوالحسن بغدادی دارمی رحؒ کہتے ہیں کہ انہوں نے ابوعبداللہ بن حامدؒ کو مرنے کے بعد کئی دفعہ خواب میں دیکھا۔ ان سے پوچھا کہ کیا گزری؟ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی اور مجھ پر رحم فرمایا۔ انہوں نے ان سے یہ پوچھا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتاؤ جس سے میں سیدھا جنت میں داخل ہوجاؤں۔ انہوں نے بتایا کہ ایک ہزار رکعت نفل پڑھ اور ہر رکعت میں ایک ہزار مرتبہ قل ھو اللہ۔ انہوں نے کہا یہ تو بہت مشکل عمل ہے تو انہوں نے کہا کہ پھر تو ہر شب میں ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کر۔ دارمی رحؒ کہتے ہیں کہ یہ میں نے اپنا معمول بنالیا (بدیع)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۱۹۔ ایک صاحب نے ابوحفص کاغذیؒ کو ان کے مرنے کے بعد خواب میں دیکھا۔ ان سے پوچھا کہ کیا معاملہ گزرا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے مجھ پر رحم فرمایا، میری مغفرت فرمادی۔ مجھے جنت میں داخل کرنے کا حکم دے دیا۔ انہوں نے کہا یہ کیسے ہوا؟ انہوں نے بتایا کہ جب میری

پیشی ہوئی تو ملائکہ کو حکم دیا گیا۔ انھوں نے میرے گناہ اور میرے درُود شریف کو شمار کیا تو میرا درُود شریف گناہوں پر بڑھ گیا، تو میرے مولیٰ جلّ جلالہٗ نے ارشاد فرمایا کہ اے فرشتو! بس بس آگے حساب نہ کرو اور اس کو میری جنّت میں لے جاؤ (بدیع)، یہ قصہ عہ ۱۲ پر ابن حجر مکّی سے مختصر گزر چکا ہے۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

۲۰۔ علامہ سخاویؒ بعض تواریخ سے نقل کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص بہت گناہ گار تھا جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اس کو ویسے ہی زمین پر پھینک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی بھیجی کہ اس کو غسل دے کر اس پر جنازہ کی نماز پڑھیں، میں نے اس شخص کی مغفرت کر دی۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا یا اللہ یہ کیسے ہو گیا؟ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا کہ اس نے ایک دفعہ تورات کو کھولا تھا اس میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام دیکھا تھا تو اس نے ان پر درُود پڑھا تھا تو میں نے اس کی وجہ سے اس کی مغفرت کر دی (بدیع)

اس قسم کے واقعات میں کوئی اشکال کی بات نہیں۔ نہ تو ان کا یہ مطلب ہے کہ ایک دفعہ درُود شریف پڑھ لینے سے سارے گناہ کبیرہ اور حقوق العباد سب معاف ہو جاتے ہیں اور نہ اس قسم کے واقعات میں کوئی مبالغہ یا جھوٹ وغیرہ ہے، یہ مالک کے قبول کر لینے پر ہے۔ وہ کسی شخص کی معمولی سی عبادت، ایک دفعہ کا کلمہ طیبہ قبول کرے جیسا کہ فصل اوّل کی حدیث عہ ۱۱ میں حدیث البطاقہ میں گزر چکا ہے، تو اس کی برکت سے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ شانہٗ اس کی تو مغفرت نہیں فرماتے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک کیا جائے (یعنی مشرک و کافر کی تو مغفرت ہے نہیں) اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے بخش دیں گے۔" اس لیے ان قصوں میں اور اس قسم کے دوسرے قصوں میں کوئی اشکال نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کو کسی کا ایک دفعہ کا درُود پڑھنا پسند آجائے اور وہ اس کی وجہ سے سارے گناہ معاف کر دے، با اختیار ہے۔ ایک شخص کے کسی کے ذمہ ہزاروں روپے قرض ہیں۔ وہ قرضدار کی کسی بات پر جو قرض دینے والے کو پسند آگئی ہو یا بغیر ہی کسی بات کے اپنا سارا قرضہ معاف کر دے تو کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اللہ جل شانہٗ اگر کسی کو محض اپنے لطف و کرم سے بخش دے تو اس

ہیں کیا اشکال کی بات ہے۔ ان قصوں سے اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ درود شریف کو مالک کی خوشنودی میں بہت زیادہ دخل ہے اس لیے بہت ہی کثرت سے پڑھتے رہنا چاہیے نہ معلوم کس وقت کا پڑھا ہوا اور کس محبت کا پڑھا ہوا پسند آجائے۔ ایک دفعہ کا بھی پسند آجائے تو بیڑا پار ہے ؎

بس ہے اپنا ایک ہی نالہ اگر پہنچے وہاں
گرچہ کرتے ہیں بہت سے نالہ و فریاد ہم

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۲۱۔ ایک بزرگ نے خواب میں ایک بہت ہی بُری بدہیئت صورت دیکھی۔ انہوں نے اس سے پوچھا تو کیا بلا ہے؟ اس نے کہا میں تیرے بُرے عمل ہوں۔ انہوں نے پوچھا تجھ سے نجات کی کیا صورت ہے؟ اس نے کہا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی کثرت۔ (بدیع) ہم میں سے کون سا شخص ایسا ہے جو دن رات بداعمالیوں میں مبتلا نہیں ہے، اس کے بدرقہ کے لیے درود شریف بہترین چیز ہے۔ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے جتنا بھی پڑھا جا سکے دریغ نہ کیا جائے کہ اکسیر اعظم ہے

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۲۲۔ شیخ المشائخ حضرت شبلی نور اللہ مرقدہٗ سے نقل کیا گیا ہے کہ میرے پڑوس میں ایک آدمی مرگیا۔ میں نے اس کو خواب میں دیکھا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا گزری۔ اس نے کہا شبلی بہت ہی سخت سخت پریشانیاں گزریں اور مجھ پر منکر نکیر کے سوال کے وقت گڑبڑ ہونے لگی۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ یا اللہ یہ مصیبت کہاں سے آرہی، کیا میں اسلام پر نہیں مرا۔ مجھے ایک آواز آئی کہ یہ دنیا میں تیری زبان کی بے احتیاطی کی سزا ہے۔ جب ان دونوں فرشتوں نے میرے عذاب کا ارادہ کیا تو فوراً ایک نہایت حسین شخص میرے اور ان کے درمیان حائل ہوگیا۔ اس میں سے نہایت ہی بہتر خوشبو آرہی تھی۔ اس نے مجھ کو فرشتوں کے جوابات بتا دیے میں نے فوراً کہہ دیے میں نے اُن سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے آپ کون صاحب ہیں؟ انہوں نے کہا میں ایک آدمی ہوں جو تیرے کثرت درود سے پیدا کیا گیا ہوں مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں ہر مصیبت میں تیری مدد کروں (بدیع)، نیک اعمال بہترین صورتوں میں اور بُرے اعمال قبیح صورتوں میں

آخرت میں متمثل ہوتے ہیں۔ فضائل صدقات حصہ دوم میں مُردہ کے جو احوال تفصیل سے ذکر کیے گئے ہیں اس میں تفصیل سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ میت کی نعش جب قبر میں رکھی جاتی ہے تو نماز اس کی دائیں طرف، روزہ بائیں طرف اور قرآن پاک کی تلاوت اور اللہ کا ذکر سر کی طرف وغیرہ وغیرہ کھڑے ہو جاتے ہیں اور جس جانب سے عذاب آتا ہے وہ مدافعت کرتے ہیں۔ اسی طرح سے بُرے اعمال خبیث صورتوں میں، زکوٰۃ کا مال ادا نہ کرنے کی صورت میں تو قرآن پاک اور احادیث میں کثرت سے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ مال اژدہا بن کر اس کے گلے کا طوق ہو جاتا ہے اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا　　عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

۲۳- حضرت عبداللہ بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ میں نے رات کو ایک عجیب منظر دیکھا کہ ایک شخص ہے وہ پل صراط کے اوپر کبھی تو گھسٹ کر چلتا ہے، کبھی گھٹنوں کے بل چلتا ہے، کبھی کسی چیز میں اٹک جاتا ہے۔ اتنے میں مجھ پر درود پڑھنا اس شخص کا پہنچا اور اس نے اس کو کھڑا کر دیا، یہاں تک کہ وہ پل صراط سے گزر گیا (بدیع عن الطبرانی وغیرہ) ۱ھ

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا　　عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

۲۴- حضرت سفیان بن عیینہؒ، حضرت خلفؒ سے نقل کرتے ہیں کہ میرا ایک دوست تھا جو میرے ساتھ حدیث پڑھا کرتا تھا۔ اس کا انتقال ہو گیا، میں نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ نئے سبز کپڑوں میں دوڑتا پھر رہا ہے، میں نے اس سے کہا کہ تو حدیث پڑھنے میں تو ہمارے ساتھ تھا پھر یہ اعزاز و اکرام تیرا کس بات پر ہو رہا ہے؟ اس نے کہا کہ حدیثیں تو میں تمہارے ساتھ ہی لکھا کرتا تھا لیکن جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک نام حدیث میں آتا میں اس کے نیچے صلی اللہ علیہ وسلم لکھ دیتا تھا۔ اللہ جل شانہٗ نے اس کے بدلہ میں میرا یہ اکرام فرمایا جو تم دیکھ رہے ہو (بدیع)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا　　عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

۲۵- ابو سلیمان محمد بن الحسین حرانیؒ کہتے ہیں کہ ہمارے پڑوس میں ایک صاحب تھے کہ جن کا نام فضل تھا بہت کثرت سے نماز روزہ میں مشغول رہتے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں حدیث لکھا کرتا تھا لیکن اس میں درود شریف نہیں لکھتا تھا وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس

صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب تو میرا نام لکھتا ہے یا لیتا ہے تو درود شریف کیوں نہیں پڑھتا (اس کے بعد انہوں نے درود کا اہتمام شروع کر دیا) اس کے کچھ دنوں بعد حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تیرا درود میرے پاس پہنچ رہا ہے جب میرا نام لیا کرے تو صلی اللہ علیہ وسلم کہا کر (بدیع) ے۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

۲۶۔ انہیں ابو سلیمان حرانیؒ کا خود اپنا ایک قصہ نقل کیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ ابو سلیمان جب تو حدیث میں میرا نام لیتا ہے اور اس پر درود بھی پڑھتا ہے تو پھر وسلّم کیوں نہیں کہا کرتا۔ یہ چار حرف ہیں اور ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں تو تو چالیس نیکیاں چھوڑ دیتا ہے (بدیع) فصل چہارم کے اخیر میں آداب کے سلسلہ میں زاد السعید سے بھی اس نوع کا ایک قصہ گزر چکا ہے

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

۲۷۔ ابراہیم نسفیؒ کہتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ اپنے سے منقبض پایا تو میں نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک کو بوسہ دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں تو حدیث کے خدمت گاروں میں ہوں اہلِ سنت سے ہوں، مسافر ہوں۔ حضورؐ نے تبسم فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ جب تو مجھ پر درود بھیجتا ہے تو سلام کیوں نہیں بھیجتا۔ اس کے بعد میرا معمول ہو گیا کہ میں صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے لگا (بدیع) ے

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

۲۸۔ ابن ابی سلیمانؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرما دی۔ میں نے پوچھا کس عمل پر؟ انہوں نے فرمایا کہ ہر حدیث میں میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود لکھا کرتا تھا (بدیع) ے

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

۲۹۔ جعفر بن عبداللہؒ کہتے ہیں کہ میں نے (مشہور محدّث) حضرت ابو زرعہؒ کو خواب میں دیکھا کہ وہ

آسمان پر ہیں اور فرشتوں کی امامت نماز میں کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ عالی مرتبہ کس چیز سے ملا؟ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے اس ہاتھ سے دس لاکھ حدیثیں لکھی ہیں اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لکھتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی پر صلوٰۃ وسلام لکھتا۔ اور حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر دس دفعہ درود (رحمت) بھیجتے ہیں (بدیع) اس حساب سے حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ایک کروڑ درود ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی تو ایک ہی رحمت سب کچھ ہے پھر چہ جائیکہ ایک کروڑ ہے

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا ‏ ‏ ‏ عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۳۰۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے متعلق ایک دو قصے زاد السعید سے بھی گزر چکے ہیں حضرت موصوفؒ کے متعلق اس نوع کے کئی خواب منقول ہیں۔ علامہ سخاویؒ قول بدیع میں عبد اللہ بن عبد الحکمؒ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام شافعیؒ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے کہا کہ اللہ نے مجھ پر رحم فرمایا، میری مغفرت فرمادی اور میرے لیے جنت ایسی مزین کی گئی جیسا کہ دولہن کو مزین کیا جاتا ہے اور میرے اوپر ایسی بکھیر کی گئی جیسا دولہن پر بکھیر کی جاتی ہے (شادی میں دولہا اور دولہنوں پر روپے پیسے وغیرہ نچھاور کیے جاتے ہیں) میں نے پوچھا کہ یہ مرتبہ کیسے پہنچا؟ مجھ سے کسی کہنے والے نے یوں کہا کہ کتاب الرسالہ میں جو درود لکھا ہے اس کی وجہ سے۔ میں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ مجھ سے بتایا گیا کہ وہ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَعَدَدَ مَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ ہے۔ جب میں صبح کو اٹھا تو میں نے امام صاحبؒ کی کتاب الرسالہ میں یہ درود اسی طرح پایا۔ نمیریؒ وغیرہ نے امام مزنیؒ کی روایت سے ان کے خواب کا قصہ اس طرح نقل کیا ہے کہ میں نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ آپ کے ساتھ اللہ نے کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے کہا میری مغفرت فرمادی ایک درود کی وجہ سے جو میں نے اپنی کتاب رسالہ میں لکھا تھا۔ وہ یہ ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ۔ بیہقی نے ابو الحسن شافعیؒ سے ان کا اپنا خواب نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ میں نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ

(صلی اللہ علیہ وسلم) امام شافعیؒ نے جو اپنے رسالہ میں درود لکھا ہے صَلَّى اللهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ آپ کی طرف سے ان کو اس کا کیا بدلہ دیا گیا ہے؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میری طرف سے یہ بدلہ دیا گیا ہے کہ وہ حساب کے لیے نہیں روکے جائیں گے۔ ابن بنان اصبہانیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی میں نے پوچھا یا رسول اللہ! محمد بن ادریس یعنی امام شافعیؒ آپ کے چچا کی اولاد ہیں (چچا کی اولاد اس وجہ سے کہا کہ آپ کے دادا ہاشم پر جا کر ان کا نسب مل جاتا ہے وہ عبد یزید بن ہاشم کی اولاد میں ہیں) آپ نے کوئی خصوصی اکرام ان کے لیے فرمایا ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہاں، میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی ہے کہ قیامت میں ان کا حساب نہ لیا جائے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ اکرام ان پر کس عمل کی وجہ سے ہوا؟ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا، میرے اوپر درود ایسے الفاظ کے ساتھ پڑھا کرتا تھا کہ جن الفاظ کے ساتھ کسی اور نے نہیں پڑھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کیا الفاظ ہیں؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَصَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ (بدیع)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۳۱- ابو القاسم مروزیؒ کہتے ہیں کہ میں اور میرے والد رحمہ اللہ تعالیٰ رات میں حدیث کی کتاب کا مقابلہ کیا کرتے تھے۔ خواب میں یہ دیکھا گیا کہ جس جگہ ہم مقابلہ کیا کرتے تھے اس جگہ ایک نور کا ستون ہے جو اتنا اونچا ہے کہ آسمان تک پہنچ گیا۔ کسی نے پوچھا یہ ستون کیسا ہے تو یہ بتایا گیا کہ وہ درود شریف ہے جس کو یہ دونوں کتاب کے مقابلہ کے وقت پڑھا کرتے تھے صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَّفَ وَكَرَّمَ (بدیع)

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۳۲- ابو اسحٰق نہشلؒ کہتے ہیں کہ میں حدیث کی کتاب لکھا کرتا تھا اور اس میں حضورؐ کا پاک نام اس طرح لکھا کرتا تھا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری لکھی ہوئی کتاب ملاحظہ فرمائی اور ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہ عمدہ ہے (بظاہر لفظ تسلیماً کے اضافہ کی طرف اشارہ ہے) علامہ سخاویؒ نے اور بھی بہت سے

حضرات کے خواب اس قسم کے لکھے ہیں کہ ان کو مرنے کے بعد جب بہت اچھی حالت میں دیکھا گیا اور ان سے پوچھا گیا کہ یہ اعزاز کس وجہ سے ہے تو انہوں نے بتایا کہ ہر حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نام پر درود شریف لکھنے کی وجہ سے۔ (بدیع)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

۳۳- حسن بن موسےٰ الحضرمیؒ جو ابن عجینہ کے نام سے مشہور ہیں کہتے ہیں کہ میں حدیث پاک نقل کیا کرتا تھا اور جلدی کے خیال سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تو حدیث لکھتا ہے تو مجھ پر درود کیوں نہیں لکھتا، جیسا کہ ابو عمر وطبریؒ لکھتے ہیں۔ میری آنکھ کھلی تو مجھ پر بڑی گھبراہٹ سوار تھی۔ میں نے اسی وقت عہد کر لیا کہ اب سے جب کوئی حدیث لکھوں گا تو صلی اللہ علیہ وسلم ضرور لکھوں گا۔ (بدیع)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

۳۴- ابو علی حسن بن علی عطارؒ کہتے ہیں کہ مجھے ابو طاہرؒ نے حدیث پاک کے چند اجزاء لکھ کر دیے۔ میں نے ان میں دیکھا کہ جہاں بھی کہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا پاک نام آیا وہ حضورؐ کے پاک نام کے بعد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا لکھا کرتے تھے۔ میں نے پوچھا کہ اس طرح کیوں لکھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں اپنی نو عمری میں حدیث پاک لکھا کرتا تھا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نام پر درود نہیں لکھا کرتا تھا۔ میں نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے سلام عرض کیا۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے منہ پھیر لیا۔ میں نے دوسری جانب حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ حضورؐ نے اُدھر سے بھی منہ پھیر لیا۔ میں تیسری دفعہ چہرۂ انور کی طرف حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھ سے روگردانی کیوں فرما رہے ہیں؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس لیے کہ جب تو اپنی کتاب میں میرا نام لکھتا ہے تو مجھ پر درود نہیں بھیجتا۔ اس وقت سے میرا یہ دستور ہو گیا کہ جب میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا پاک نام لکھتا ہوں تو صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا لکھتا ہوں۔ (بدیع)

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

۳۵- ابوحفص سمرقندیؒ اپنی کتاب رونق المجالس میں لکھتے ہیں کہ بلخ میں ایک تاجر تھا جو بہت زیادہ مالدار تھا اس کا انتقال ہوا۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ میراث میں اس کا مال آدھا آدھا تقسیم ہو گیا لیکن ترکہ میں تین بال بھی حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے موجود تھے۔ ایک ایک دونوں نے لے لیا، تیسرے بال کے متعلق بڑے بھائی نے کہا کہ اس کو آدھا آدھا کر لیں۔ چھوٹے بھائی نے کہا ہرگز نہیں، خدا کی قسم حضورؐ کا موئے مبارک نہیں کاٹا جا سکتا۔ بڑے بھائی نے کہا کیا تو اس پر راضی ہے کہ یہ تینوں بال تو لے لے اور یہ مال سارا میرے حصے میں لگا دے۔ چھوٹا بھائی خوشی سے راضی ہو گیا۔ بڑے بھائی نے سارا مال لے لیا اور چھوٹے بھائی نے تینوں موئے مبارک لے لیے۔ وہ ان کو اپنی جیب میں ہر وقت رکھتا اور بار بار نکالتا ان کی زیارت کرتا اور درود شریف پڑھتا۔ تھوڑا ہی زمانہ گزرا تھا کہ بڑے بھائی کا سارا مال ختم ہو گیا اور چھوٹا بھائی بہت زیادہ مالدار ہو گیا۔ جب اس چھوٹے بھائی کی وفات ہوئی تو صلحاء میں سے بعض نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی کو کوئی ضرورت ہو اس کی قبر کے پاس بیٹھ کر اللہ تعالیٰ شانہٗ سے دعا کیا کرے۔ (بدیع) نزہۃ المجالس میں بھی یہ قصہ مختصر نقل کیا ہے لیکن اتنا اس میں اضافہ ہے کہ بڑا بھائی جس نے سارا مال لے لیا تھا، بعد میں فقیر ہو گیا تو اس نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی اور حضورؐ سے اپنے فقر و فاقہ کی شکایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا، او محروم تو نے میرے بالوں میں بے رغبتی کی اور تیرے بھائی نے ان کو لے لیا اور وہ جب ان کو دیکھتا ہے مجھ پر درود بھیجتا ہے اللہ جل شانہٗ نے اس کو دنیا اور آخرت میں سعید بنا دیا جب اس کی آنکھ کھلی تو آ کر چھوٹے بھائی کے خادموں میں داخل ہو گیا۔ فقط ۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

۳۶- ایک عورت حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ میری لڑکی کا انتقال ہو گیا۔ میری یہ تمنا ہے کہ میں اس کو خواب میں دیکھوں۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ عشاء کی نماز پڑھ کر چار رکعت نفل نماز پڑھ اور ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ پڑھ اور اس کے بعد لیٹ جا اور سونے تک نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتی رہ۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس نے لڑکی کو خواب میں دیکھا کہ نہایت ہی سخت عذاب میں ہے۔ تارکول کا لباس

اس پر ہے، دونوں ہاتھ اس کے جکڑے ہوئے ہیں اور اس کے پاؤں آگ کی زنجیروں میں بندھے ہوئے ہیں۔ میں صبح کو اٹھ کر پھر حضرت حسن بصریؒ کے پاس گئی۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اس کی طرف سے صدقہ کر شاید اللہ جل شانہٗ اس کی وجہ سے تیری لڑکی کو معاف فرمادے۔ اگلے دن حضرت حسنؒ نے خواب میں دیکھا کہ جنّت کا ایک باغ ہے اور اس میں ایک بہت اونچا تخت ہے اور اس پر ایک بہت نہایت حسین جمیل خوبصورت لڑکی بیٹھی ہوئی ہے، اس کے سر پر ایک نور کا تاج ہے، وہ کہنے لگی حسنؒ تم نے مجھے بھی پہچانا۔ میں نے کہا نہیں میں نے تو نہیں پہچانا۔ کہنے لگی، میں وہی لڑکی ہوں جس کی ماں کو تم نے درود شریف پڑھنے کا حکم دیا تھا (یعنی عشاء کے بعد سونے تک) حضرت حسنؒ نے فرمایا کہ تیری ماں نے تو تیرا حال اس کے بالکل برعکس بتایا تھا جو میں دیکھ رہا ہوں اس نے کہا کہ میری حالت وہی تھی جو ماں نے بیان کی تھی۔ میں نے پوچھا پھر یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوگیا۔ اس نے کہا کہ ہم ستّر ہزار آدمی اسی عذاب میں مبتلا تھے جو میری ماں نے آپ سے بیان کیا، صلحاء میں سے ایک بزرگ کا گزر ہمارے قبرستان پر ہوا۔ انہوں نے ایک دفعہ درود شریف پڑھ کر اس کا ثواب ہم سب کو پہنچا دیا۔ ان کا درود اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسا قبول ہوا کہ اس کی برکت سے ہم سب اس عذاب سے آزاد کر دیے گئے اور ان بزرگ کی برکت سے یہ رتبہ نصیب ہوا (بدیع)

روض الفائق میں اسی نوع کا ایک دوسرا قصہ لکھا ہے کہ ایک عورت تھی اُس کا لڑکا بہت ہی گناہگار تھا اس کی ماں اس کو بار بار نصیحت کرتی مگر وہ بالکل نہیں مانتا تھا، اسی حال میں وہ مرگیا۔ اس کی ماں کو بہت ہی رنج تھا کہ وہ بغیر توبہ کے مرا۔ اس کو بڑی تمنا تھی کہ کسی طرح اس کو خواب میں دیکھے اس کو خواب میں دیکھا تو وہ عذاب میں مبتلا تھا۔ اس کی وجہ سے اس کی ماں کو اور بھی زیادہ صدمہ ہوا۔ ایک زمانہ کے بعد اس نے دوبارہ خواب میں دیکھا تو بہت اچھی حالت میں تھا۔ نہایت خوش و خرم۔ ماں نے پوچھا کہ یہ کیا ہوگیا۔ اس نے کہا کہ ایک بہت بڑا گناہ گار شخص اس قبرستان پر کو گزرا۔ قبروں کو دیکھ کر اس کو کچھ عبرت ہوئی وہ اپنی حالت پر رونے لگا اور سچے دل سے توبہ کی اور کچھ قرآن شریف اور بیس مرتبہ درود شریف پڑھ کر اس قبرستان والوں کو بخشا جس میں میں تھا۔ اس میں سے جو حصّہ مجھے ملا، اس کا یہ اثر ہے جو تم دیکھ رہی ہو۔ میری اماں، حضورؐ پر درود دلوں کا نور ہے، گناہوں کا کفّارہ ہے اور زندہ اور مُردہ دونوں کے لیے رحمت ہے۔

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۳۷۔ حضرت کعب احبارؓ جو تورات کے بہت بڑے عالم ہیں، وہ کہتے ہیں کہ اللہ جل شانہٗ نے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس وحی بھیجی کہ اے موسیٰ! اگر دنیا میں ایسے لوگ نہ ہوں جو میری حمد وثنا کرتے رہتے ہیں تو آسمان سے ایک قطرہ پانی کا نہ ٹپکاؤں اور زمین سے ایک دانہ نہ اُگاؤں، اور بھی بہت سی چیزوں کا ذکر کیا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا، اے موسیٰ اگر تو یہ چاہتا ہے کہ میں تجھ سے اس سے بھی زیادہ قریب ہو جاؤں جتنا تیری زبان سے تیرا کلام اور جتنے تیرے دل سے اس کے خطرات اور تیرے بدن سے اس کی رُوح اور تیری آنکھ سے اس کی روشنی۔ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا یا اللہ ضرور بتائیں۔ ارشاد ہوا کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درُود پڑھا کر۔ (بدیع) ؎

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۳۸۔ محمد بن سعید بن مطرفؒ جو نیک لوگوں میں سے ایک بزرگ تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نے اپنا یہ معمول بنا رکھا تھا کہ رات کو جب سونے کے واسطے لیٹتا تو ایک مقدار معیّن درُود شریف کی پڑھا کرتا تھا۔ ایک رات کو میں بالاخانہ پر اپنا معمول پُورا کر کے سو گیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم بالاخانہ کے دروازہ سے اندر تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے بالاخانہ سارا ایک دم روشن ہو گیا۔ حضورؐ میری طرف کو تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ لا اس منہ کو لا، جس سے تو کثرت سے مجھ پر درُود پڑھتا ہے مَیں اس کو چوموں گا۔ مجھے اس سے شرم آئی کہ میں دہن مبارک کی طرف منہ کروں تو میں نے ادھر سے اپنے منہ کو پھیر لیا تو حضورؐ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے رخسارے پر پیار کیا۔ میری گھبرا کر ایک دم آنکھ کھل گئی۔ میری گھبراہٹ سے میری بیوی جو میرے پاس پڑی ہوئی تھی، اس کی بھی ایک دم آنکھ کھل گئی تو سارا بالاخانہ مشک کی خوشبو سے مہک رہا تھا اور مشک کی خوشبو میرے رخسار میں سے آٹھ دن تک آتی رہی۔ (بدیع) ؎

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۳۹۔ محمد بن مالکؒ کہتے ہیں کہ میں بغداد گیا تاکہ قاری ابوبکر بن مجاہدؒ کے پاس کچھ پڑھوں۔

ہماری ایک جماعت ان کی خدمت میں حاضر تھی اور قرأت ہو رہی تھی۔ اتنے میں ایک بڑے میاں ان کی مجلس میں آئے جن کے سر پر بہت ہی پرانا عمامہ تھا، ایک پرانا کرتا تھا، ایک پرانی سی چادر تھی۔ ابوبکرؒ ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے اور ان کو اپنی جگہ بٹھایا اور اُن سے اُن کے گھر والوں کی اہل وعیال کی خیریت پوچھی۔ ان بڑے میاں نے کہا رات میرے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ گھر والوں نے مجھ سے گھی اور شہد کی فرمائش کی۔ شیخ ابوبکرؒ کہتے ہیں کہ میں ان کا حال سن کر بہت ہی رنجیدہ ہوا اور اسی رنج وغم کی حالت میں میری آنکھ لگ گئی تو میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اتنا رنج کیوں ہے۔ علی بن عیسیٰ وزیر کے پاس جا اور اس کو میری طرف سے سلام کہنا اور یہ علامت بتلانا کہ تو ہر جمعہ کی رات کو اس وقت تک نہیں سوتا جب تک کہ مجھ پر ایک ہزار مرتبہ درود نہ پڑھ لے اور اس جمعہ کی رات میں تو نے سات سو مرتبہ پڑھا تھا کہ تیرے پاس بادشاہ کا آدمی بلانے آگیا تو وہاں چلا گیا، اور وہاں سے آنے کے بعد تو نے اس مقدار کو پورا کیا۔ یہ علامت بتانے کے بعد اس سے کہنا کہ اس نومولود کے والد کو سو دینار (اشرفیاں) دے دے تاکہ یہ اپنی ضروریات میں خرچ کرلے۔ قاری ابوبکرؒ اٹھے اور اُن بڑے میاں نومولود کے والد کو ساتھ لیا اور دونوں وزیر کے پاس پہنچے۔ قاری ابوبکر نے وزیر سے کہا ان بڑے میاں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ وزیر کھڑے ہو گئے اور ان کو اپنی جگہ بٹھایا اور اُن سے قصہ پوچھا۔ شیخ ابوبکرؒ نے سارا قصہ سنایا جس سے وزیر کو بہت ہی خوشی ہوئی اور اپنے غلام کو حکم کیا کہ ایک توڑا نکال کر لائے (توڑا ہمیانی تھیلی جس میں دس ہزار کی مقدار ہوتی ہے) اس میں سے سو دینار اس نومولود کے والد کو دیئے۔ اس کے بعد سو اور نکالے تاکہ شیخ ابوبکرؒ کو دے۔ شیخ نے ان کے لینے سے انکار کیا۔ وزیر نے اصرار کیا کہ ان کو لے لیجیے اس لیے کہ یہ اس بشارت کی وجہ سے ہے جو آپ نے مجھے اس واقعہ کے متعلق سنائی، اس لیے کہ یہ واقعہ یعنی ایک ہزار درود والا ایک راز ہے جس کو میرے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر سو دینار اور نکالے اور یہ کہا کہ یہ اس خوشخبری کے بدلہ میں ہیں کہ تم نے مجھے اس کی بشارت سنائی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے درود شریف پڑھنے کی اطلاع ہے۔ اور پھر سو اشرفیاں اور نکالیں اور یہ کہا کہ یہ اس مشقت کے بدلہ میں ہے جو تم کو یہاں آنے میں ہوئی اور اسی طرح سو سو اشرفیاں نکالتے

رہے یہاں تک کہ ایک ہزار اشرفیاں نکالیں مگر انہوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ہم اس مقدار یعنی سو دینار سے زائد نہیں لیں گے جن کا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا۔ (بدیع) ؎

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

۴۰۔ عبدالرحیم بن عبدالرحمٰنؒ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ غسل خانے میں گرنے کی وجہ سے میرے ہاتھ میں بہت ہی سخت چوٹ لگ گئی۔ اس کی وجہ سے ہاتھ پر ورم ہو گیا۔ میں نے رات بہت بے چینی میں گزاری۔ میری آنکھ لگ گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ میں نے اتنا ہی عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ! حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تیری کثرتِ درود نے مجھے گھبرا دیا میری آنکھ کھلی تو تکلیف بالکل جاتی رہی تھی اور ورم بھی جاتا رہا تھا۔ (بدیع) ؎

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

۴۱۔ علامہ سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مجھ سے شیخ احمد بن رسلانؒ کے شاگردوں میں سے ایک معتمد نے کہا کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ کتاب قول بدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ہی کے بیان میں علامہ سخاویؒ کی مشہور تالیف ہے اور اس رسالہ کے اکثر مضامین اسی سے لیے گئے ہیں، حضورؐ کی خدمت میں یہ کتاب پیش کی گئی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول فرمایا۔ بہت طویل خواب ہے جس کی وجہ سے مجھے انتہائی مسرت ہوئی۔ اور میں اللہ کے اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے اس کی قبولیت کی امید رکھتا ہوں اور انشاء اللہ دارین میں زیادہ سے زیادہ ثواب کا امیدوار ہوں۔ پس تو بھی او مخاطب اپنے پاک نبیؐ کا ذکر خوبیوں کے ساتھ کرتا رہا کر، اور دل اور زبان سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجتا رہا کر، اس لیے کہ تیرا درود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضورؐ کی قبرِ اطہر میں پہنچتا ہے اور تیرا نام حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ (بدیع) صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا کُلَّمَا ذَکَرَهُ الذَّاکِرُوْنَ وَکُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِهِ الْغَافِلُوْنَ۔

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

۴۲- علامہ سخاویؒ، ابوبکر بن محمدؒ سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر بن مجاہدؒ کے پاس تھا کہ اتنے میں شیخ المشائخ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ آئے۔ ان کو دیکھ کر ابوبکر بن مجاہدؒ کھڑے ہو گئے ان سے معانقہ کیا، ان کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ میرے سردار آپ شبلیؒ کے ساتھ یہ معاملہ کرتے ہیں حالانکہ آپ اور سارے علماء بغداد یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ پاگل ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے وہی کیا کہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے دیکھا۔ پھر انہوں نے اپنا خواب بتایا کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی کہ حضورؐ کی خدمت میں شبلیؒ حاضر ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور میرے استفسار پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ ہر نماز کے بعد لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ط آخر سورۃ تک پڑھتا ہے اور اس کے بعد مجھ پر درود پڑھتا ہے ایک اور روایت میں ہے کہ جب بھی فرض نماز پڑھتا ہے اس کے بعد یہ آیت شریفہ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ط پڑھتا ہے اور اس کے بعد تین مرتبہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ پڑھتا ہے۔ ابوبکرؒ کہتے ہیں کہ اس خواب کے بعد شبلیؒ آئے تو میں نے اُن سے پوچھا کہ نماز کے بعد کیا درود پڑھتے ہو تو انہوں نے یہی بتایا۔ ایک اور صاحب سے اسی نوع کا ایک قصہ نقل کیا گیا ہے۔ ابوالقاسم خفافؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت شبلیؒ، ابوبکر بن مجاہدؒ کی مسجد میں گئے۔ ابوبکرؒ ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ ابوبکرؒ کے شاگردوں میں اس کا چرچا ہوا۔ انہوں نے استاذ سے عرض کیا کہ آپ کی خدمت میں وزیر اعظم آئے ان کے لیے تو آپ کھڑے ہوئے نہیں، شبلیؒ کے لیے آپ کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں ایسے شخص کے لیے کیوں نہ کھڑا ہوں جس کی تعظیم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود کرتے ہوں۔ اس کے بعد استاذ نے اپنا ایک خواب بیان کیا اور یہ کہا۔ رات میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی تھی، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ارشاد فرمایا تھا کہ کل کو تیرے پاس ایک جنتی شخص آئے گا، جب وہ آئے تو اس کا اکرام کرنا۔ ابوبکرؒ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے دو ایک دن کے بعد پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکر اللہ تمہارا بھی ایسا ہی اکرام فرمائے جیسا کہ

تم نے ایک جنتی آدمی کا اکرام کیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! شبلی کا یہ اعزاز آپ کے ہاں کس وجہ سے ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ پانچوں نمازوں کے بعد یہ آیت پڑھتا ہے لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ الآیۃ اور اَسّی برس سے اس کا یہ معمول ہے۔ (بدیع) ؎

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

۴۳۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں عبدالواحد بن زید بصریؒ سے نقل کیا ہے کہ میں حج کو جا رہا تھا، ایک شخص میرا رفیق سفر ہوگیا۔ وہ ہر وقت چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا کرتا تھا۔ میں نے اس سے اس کثرتِ درود کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا کہ جب میں سب سے پہلے حج کے لیے حاضر ہوا تو میرے باپ بھی ساتھ تھے۔ جب ہم لوٹنے لگے تو ہم ایک منزل پر سو گئے۔ میں نے خواب میں دیکھا مجھ سے کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ اُٹھ تیرا باپ مر گیا اور اس کا منہ کالا ہوگیا۔ میں گھبرایا ہوا اٹھا تو اپنے باپ کے منہ پر سے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو واقعی میرے باپ کا انتقال ہو چکا تھا اور اس کا منہ کالا ہو رہا تھا۔ مجھ پر اس واقعہ سے اتنا غم سوار ہوا کہ میں اس کی وجہ سے بہت ہی مرعوب ہو رہا تھا۔ اتنے میں میری آنکھ لگ گئی میں نے دوبارہ خواب میں دیکھا کہ میرے باپ کے سر پر چار حبشی کالے چہرے والے جن کے ہاتھ میں لوہے کے بڑے ڈنڈے تھے، مسلط ہیں اتنے میں ایک بزرگ نہایت حسین صورت، دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تشریف لائے اور انہوں نے ان حبشیوں کو ہٹا دیا اور اپنے دست مبارک کو میرے باپ کے منہ پر پھیرا اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اٹھ اللہ تعالیٰ نے تیرے باپ کے چہرہ کو سفید کر دیا۔ میں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا نام محمدؐ ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اس کے بعد سے میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کبھی نہیں چھوڑا۔ نزہۃ المجالس میں ایک اور قصہ اسی نوع کا ابو حامد قزوینیؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص اور اس کا بیٹا دونوں سفر کر رہے تھے۔ راستہ میں باپ کا انتقال ہوگیا اور اس کا سر امنہ وغیرہ) سور جیسا ہوگیا۔ وہ بیٹا بہت رویا اور اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں دعا اور عاجزی کی۔ اتنے میں اس کی آنکھ لگ گئی تو خواب میں دیکھا کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ تیرا باپ سود کھایا کرتا تھا اس لیے یہ صورت بدل گئی لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں سفارش کی ہے

اس لیے کہ جب یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک سنتا تو درود بھیجا کرتا تھا۔ آپ کی سفارش سے اس کو اس کی اپنی اصلی صورت پر لوٹا دیا گیا۔

روض الفائق میں اسی نوع کا ایک اور قصہ نقل کیا ہے۔ وہ حضرت سفیان ثوریؒ سے نقل کرتے ہیں کہ میں طواف کر رہا تھا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ہر قدم پر درود ہی پڑھتا ہے اور کوئی چیز تسبیح تہلیل وغیرہ نہیں پڑھتا۔ میں نے اس سے پوچھا اس کی کیا وجہ؟ اس نے پوچھا تو کون ہے، میں نے کہا کہ میں سفیان ثوریؒ ہوں۔ اس نے کہا کہ اگر تو اپنے زمانہ کا یکتا نہ ہوتا تو میں نہ بتاتا اور اپنا راز نہ کھولتا۔ پھر اس نے کہا کہ میں اور میرے والد حج کو جا رہے تھے۔ ایک جگہ پہنچ کر میرا باپ بیمار ہو گیا۔ میں علاج کا اہتمام کرتا رہا کہ ایک دم ان کا انتقال ہو گیا اور منہ کالا ہو گیا میں دیکھ کر بہت ہی رنجیدہ ہوا اور انا للہ پڑھی اور کپڑے سے ان کا منہ ڈھک دیا۔ اتنے میں میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صاحب جن سے زیادہ حسین میں نے کسی کو نہیں دیکھا اور ان سے زیادہ صاف ستھرا لباس کسی کا نہیں دیکھا اور ان سے زیادہ بہترین خوشبو میں نے کہیں نہیں دیکھی، تیزی سے قدم بڑھاتے چلے آ رہے ہیں۔ انہوں نے میرے باپ کے منہ پر سے کپڑا ہٹایا اور اس کے چہرہ پر ہاتھ پھیرا تو اس کا چہرہ سفید ہو گیا۔ وہ واپس جانے لگے تو میں نے جلدی سے ان کا کپڑا پکڑ لیا اور میں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے آپ کون ہیں کہ آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میرے باپ پر مسافرت میں احسان فرمایا۔ وہ کہنے لگے کہ تو مجھے نہیں پہچانتا میں محمد بن عبد اللہ صاحبِ قرآن ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ تیرا باپ بڑا گناہگار تھا لیکن مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا تھا جب اس پر یہ مصیبت نازل ہوئی تو میں اس کی فریاد کو پہنچا اور میں ہر اس شخص کی فریاد کو پہنچتا ہوں جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجے۔

۱۔ یَا مَنْ یُّجِیْبُ دُعَاءَ الْمُضْطَرِّ فِی الظُّلَمِ ۔۔۔ یَا کَاشِفَ الضُّرِّ وَالْبَلْوٰی مَعَ السَّقَمِ

۲۔ شَفِّعْ نَبِیَّکَ فِیْ ذُلِّیْ وَمَسْکَنَتِیْ ۔۔۔ وَاسْتُرْ فَاِنَّکَ ذُوْ فَضْلٍ وَّ ذُوْ کَرَمٖ

۳۔ وَاغْفِرْ ذُنُوْبِیْ وَسَامِحْنِیْ بِهَا کَرَمًا ۔۔۔ تَفَضُّلًا مِّنْکَ یَا ذَا الْفَضْلِ وَالنِّعَمِ

۴۔ اِنْ لَّمْ تُغِثْنِیْ بِعَفْوٍ مِّنْکَ یَا اَمَلِیْ ۔۔۔ وَاخَجْلَتِیْ وَاحَیَائِیْ مِنْکَ وَانَدَمِیْ

۵۔ یَا رَبِّ صَلِّ عَلَی الْمُخْتَارِ مِنْ مُّضَرٍ ۔۔۔ اَزْکَی الْخَلَائِقِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمٖ

۶. یَارَبِّ صَلِّ عَلَی الْهَادِی الْبَشِیْرِ وَمَنْ لَهُ الشَّفَاعَةُ فِی الْعَاصِی أَخِی النَّدَمِ

۷. یَارَبِّ صَلِّ عَلٰی خَیْرِ الْاَنَامِ وَمَنْ سَادَ الْقَبَائِلَ فِی الْاَنْسَابِ وَالشِّیَمِ

۸. صَلّٰی عَلَیْهِ الَّذِیْ اَعْطَاهُ مَنْزِلَةً عُلْیَاءَ اِذْ کَانَ حَقًّا اَفْضَلَ الْاُمَمِ

۹. صَلّٰی عَلَیْهِ الَّذِیْ اَعْلَاهُ مَرْتَبَةً ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِیْبًا بَارِیُٔ النَّسَمِ

۱۰. صَلّٰی عَلَیْهِ صَلٰوۃً لَا انْقِطَاعَ لَهَا مَوْلَاهُ ثُمَّ عَلٰی صَحْبٍ وَذِی رَحِمِ

ترجمہ: ۱. "اے وہ پاک ذات جو مضطر کی اندھیریوں کی دعائیں قبول کرتا ہے، اے وہ پاک ذات جو مضرتوں کو، بلاؤں کو، بیماریوں کو زائل کرنے والا ہے"۔ ۲. "اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میری ذلت اور عاجزی میں قبول فرمالے اور میرے گناہوں کی پردہ پوشی فرما بیشک تو احسان اور کرم والا ہے"۔ ۳. "میرے گناہوں کو معاف فرما اور ان سے مسامحت فرما اپنے کرم اور احسان کی وجہ سے اے احسان والے اور اے نعمتوں والے"۔ ۴. "اے میری امید گاہ اگر تو اپنے عفو سے میری مدد نہیں فرمائے گا تو مجھے کتنی خجالت ہوگی، کتنی تجھ سے شرم آئے گی اور کتنی ندامت ہوگی"۔ ۵. "اے رب درود بھیج اس شخص پر جو قبیلہ مضر میں سب سے زیادہ برگزیدہ ہے اور جو ساری مخلوق میں عرب کی ہو یا عجم کی، سب سے افضل ہے"۔ ۶. "اے میرے رب درود بھیج ہادی بشیر پر اور اس ذات پر جس کے لیے شفاعت کا حق ہے گناہ گار اور ندامت والے کے حق میں"۔ ۷. اے رب درود بھیجیے اس شخص پر جو ساری دنیا سے افضل ہے اور اس شخص پر جو تمام قبائل کا سردار بن گیا ہے، نسب کے اعتبار سے بھی اور اخلاق کے اعتبار سے بھی"۔ ۸. جس پاک ذات نے اس کو اعلیٰ مرتبہ عطا فرمایا ہے وہی اس پر درود بھی بھیجے بیشک وہ اس درجہ کا مستحق بھی ہے اور ساری مخلوق سے افضل"۔ ۹. "وہی پاک ذات اس پر درود بھیجے جس نے اس کو اعلیٰ مرتبہ عطا فرمایا، پھر اس کو اپنا محبوب بنانے کے لیے چھانٹا وہ پاک ذات جو مخلوق کو پیدا کرنے والی ہے"۔ ۱۰. اس کا مولیٰ اس پر ایسا درود بھیجے جو کبھی ختم ہونے والا نہ ہو اس کے بعد اس کے صحابہؓ پر درود بھیجے اور اس کے رشتہ داروں پر"۔ (روض الفائق) ؎

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

۴۴. نزہۃ المجالس میں لکھا ہے کہ ایک صاحب کسی بیمار کے پاس گئے (ان کی نزع کی حالت تھی)، ان سے پوچھا کہ موت کی کڑواہٹ کیسی مل رہی ہے؟ انھوں نے کہا کہ مجھے کچھ نہیں معلوم

ہو رہا ہے، اس لیے کہ میں نے علماء سے سنا ہے کہ جو شخص کثرت سے درود شریف پڑھتا ہے وہ موت کی تلخی سے محفوظ رہتا ہے ؎

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۴۵۔ نزہۃ المجالس میں لکھا ہے کہ بعض صلحاء میں سے ایک صاحب کو حبسِ بول ہوگیا۔ انہوں نے خواب میں عارف باللہ حضرت شیخ شہاب الدین بن رسلانؒ کو جو بڑے زاہد اور عالم تھے دیکھا اور ان سے اپنے مرض کی شکایت و تکلیف کہی۔ انہوں نے فرمایا تو تریاقِ مجرّب سے کہاں غافل ہے یہ درود پڑھا کرے اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی رُوْحِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی قَلْبِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْقُلُوْبِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی قَبْرِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْقُبُوْرِ۔ خواب سے اٹھنے کے بعد ان صاحب نے اس درود کو کثرت سے پڑھا اور ان کا مرض زائل ہوگیا ؎

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۴۶۔ حافظ ابو نعیمؒ، حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ باہر جا رہا تھا میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ جب وہ قدم اٹھاتا ہے یا رکھتا ہے تو یوں کہتا ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ میں نے اس سے پوچھا کیا کسی علمی دلیل سے تیرا یہ عمل ہے؟ (یا محض اپنی رائے سے) اس نے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے کہا سفیان ثوریؒ۔ اس نے کہا کیا عراق والے سفیان۔ میں نے کہا ہاں! کہنے لگا تجھے اللہ کی معرفت حاصل ہے میں نے کہا ہاں ہے۔ اس نے پوچھا کس طرح معرفت حاصل ہے؟ میں نے کہا رات سے دن نکالتا ہے، دن سے رات نکالتا ہے، ماں کے پیٹ میں بچے کی صورت پیدا کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ کچھ نہیں پہچانا۔ میں نے کہا پھر تو کس طرح پہچانتا ہے؟ اس نے کہا کسی کام کا پختہ ارادہ کرتا ہوں اس کو فسخ کرنا پڑتا ہے اور کسی کام کے کرنے کی ٹھان لیتا ہوں مگر نہیں کر سکتا۔ اس سے میں نے پہچان لیا کہ کوئی دوسری ہستی ہے جو میرے کاموں کو انجام دیتی ہے۔ میں نے پوچھا یہ تیرا درود کیا چیز ہے؟ اس نے کہا میں اپنی ماں کے ساتھ حج کو گیا تھا۔ میری ماں وہیں رہ گئی (یعنی مر گئی) اس کا منہ کالا ہوگیا اور اس کا پیٹ پھول گیا جس سے مجھے یہ اندازہ ہوا کہ کوئی بہت بڑا

سخت گناہ ہوا ہے۔ اس سے میں نے اللہ جل شانہٗ کی طرف دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو میں نے دیکھا کہ تہامہ (حجاز) سے ایک ابر آیا، اس سے ایک آدمی ظاہر ہوا۔ اس نے اپنا مبارک ہاتھ میری ماں کے مُنہ پر پھیرا جس سے وہ بالکل روشن ہو گیا، اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا تو ورم بالکل جاتا رہا۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ کون ہیں کہ میری اور میری ماں کی مصیبت کو آپ نے دُور کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں تیرا نبی محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔ میں نے عرض کیا مجھے کوئی وصیّت کیجیے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی قدم رکھا کرے یا اٹھایا کرے تو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ پڑھا کر۔ (نزہتہ) ؎

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

۴۷۔ صاحبِ احیاء نے لکھا ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو رہے تھے اور یوں کہہ رہے تھے کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ایک کھجور کا تنہ جس پر سہارا لگا کر آپ منبر بننے سے پہلے خطبہ پڑھا کرتے تھے پھر جب منبر بن گیا اور آپ اس پر تشریف لے گئے تو وہ کھجور کا تنا آپ کے فراق سے رونے لگا، یہاں تک کہ آپ نے اپنا دستِ مبارک اس پر رکھا جس سے اس کو سکون ہوا (یہ حدیث کا مشہور قصّہ ہے) یا رسُول اللہ! آپ کی اُمّت آپ کے فراق سے رونے کی زیادہ مستحق ہے بہ نسبت اس تنے کے (یعنی امت اپنے سکون کے لیے توجہ کی زیادہ محتاج ہے) یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کا عالی مرتبہ اللہ کے نزدیک اس قدر اونچا ہوا کہ اس نے آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا چنانچہ ارشاد فرمایا مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ "جس نے رسُول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی"۔ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کی فضیلت اللہ کے نزدیک اتنی اونچی ہوئی کہ آپ سے مطالبہ سے پہلے معافی کی اطلاع فرما دی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ " اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے تم نے ان منافقوں کو جانے کی اجازت دی ہی کیوں"۔ یا رسُول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کا علوشان اللہ کے نزدیک ایسا ہے کہ آپ اگرچہ زمانہ کے اعتبار سے آخر میں آئے لیکن انبیاءؑ کی میثاق میں آپ کو سب سے پہلے ذکر کیا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہے

نُوحٍ وَّاِبْرَاھِیْمَ (الآیۃ)۔ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کی فضیلت کا اللہ کے یہاں یہ حال ہے کہ کافر جہنم میں پڑے ہوئے اس کی تمنا کریں گے کہ کاش آپ کی اطاعت کرتے اور کہیں گے یٰلَیْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰہَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَ۔ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان اگر حضرت موسیٰ (علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کو اللہ جل شانہ نے یہ معجزہ عطا فرمایا ہے کہ پتھر سے نہریں نکال دیں تو یہ اس سے زیادہ عجیب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی انگلیوں سے پانی جاری کر دیا (کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ مشہور ہے) یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان کہ اگر حضرت سلیمان (علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کہ ہوا ان کو صبح کے وقت میں ایک مہینہ کا راستہ طے کرا دے اور شام کے وقت میں ایک مہینہ کا طے کرا دے تو یہ اس سے زیادہ عجیب نہیں کہ آپ کا براق رات کے وقت میں آپ کو ساتویں آسمان سے بھی پرے لے جائے اور صبح کے وقت آپ مکہ مکرمہ واپس آجائیں، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ اللہ تعالیٰ ہی آپ پر درود بھیجے۔ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان اگر حضرت عیسیٰ (علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) کو اللہ تعالیٰ نے یہ معجزہ عطا فرمایا کہ وہ مُردوں کو زندہ فرما دیں تو یہ اس سے زیادہ عجیب نہیں کہ ایک بکری جس کے گوشت کے ٹکڑے آگ میں بھون دیے گئے ہوں وہ آپ سے یہ درخواست کرے کہ آپ مجھے نہ کھائیں اس لیے کہ مجھ میں زہر ملایا گیا ہے۔ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، حضرت نوح (علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اپنی قوم کے لیے یہ ارشاد فرمایا۔ رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا۔ "اے رب کافروں میں سے زمین پر بسنے والا کوئی نہ چھوڑ۔" اگر آپ بھی ہمارے لیے بددعا کر دیتے تو ہم میں سے ایک بھی باقی نہ رہتا۔ بے شک کافروں نے آپ کی پشت مبارک کو روندا (کہ جب آپ نماز میں سجدہ میں تھے آپ کی پشت مبارک پر اونٹ کا بچہ دان رکھ دیا تھا اور غزوۂ اُحد میں) آپ کے چہرۂ مبارک کو خون آلودہ کیا آپ کے دندانِ مبارک کو شہید کیا، اور آپ نے بجائے بددعا کے یوں ارشاد فرمایا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ "اے اللہ میری قوم کو معاف فرما کہ یہ لوگ جانتے نہیں (جاہل ہیں)۔" یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کی عمر کے بہت تھوڑے سے حصے میں (کہ نبوت کے تیئیس ہی سال ملے) اتنا بڑا مجمع آپ پر ایمان لایا کہ حضرت نوح علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ

والسلام کی طویل عمر (ایک ہزار برس) میں اتنے آدمی مسلمان نہ ہوئے (کہ حجۃ الوداع میں ایک لاکھ چوبیس ہزار تو صحابہؓ تھے اور جو لوگ غائبانہ مسلمان ہوئے حاضر نہ ہو سکے ان کی تعداد تو اللہ ہی کو معلوم ہے) آپ پر ایمان لانے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے (بخاری کی مشہور حدیث عرضت علی الامم میں ہے رَاَیْتُ سَوَادًا کَثِیْرًا سَدَّ الْاُفُقَ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اتنی کثیر مقدار میں دیکھا کہ جس نے سارے جہان کو گھیر رکھا تھا) اور حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والے بہت تھوڑے ہیں (قرآن پاک میں ہے وَمَا آمَنَ مَعَهٗ اِلَّا قَلِیْلٌ) یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان اگر آپ اپنے ہم جنسوں ہی کے ساتھ نشست و برخاست فرماتے تو آپ ہمارے پاس کبھی نہ بیٹھتے اور اگر آپ نکاح نہ کرتے مگر اپنے ہی ہم مرتبہ سے تو ہمارے میں سے کسی کے ساتھ بھی آپ کا نکاح نہ ہو سکتا تھا، اور اگر آپ اپنی ساتھ کھانا نہ کھلاتے مگر اپنے ہی ہمسروں کو، تو ہم میں سے کسی کو اپنے ساتھ کھانا نہ کھلاتے۔ بیشک آپ نے ہمیں اپنے پاس بٹھایا، ہماری عورتوں سے نکاح کیا، ہمیں اپنے ساتھ کھانا کھلایا، بالوں کے کپڑے پہنے (عربی) گدھے پر سواری فرمائی اور اپنے پیچھے دوسرے کو بٹھایا اور زمین پر (دسترخوان بچھا کر) کھانا کھایا اور کھانے کے بعد اپنی انگلیوں کو زبان سے چاٹا اور یہ سب امور آپ نے تواضع کے طور پر اختیار فرمائے۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ وَسَلَّمَ۔ اللہ تعالیٰ ہی آپ پر درود و سلام بھیجے ہے

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا　　　عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

۴۸۔ نزہۃ البساتین میں حضرت ابراہیم خواصؒ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ کو سفر میں پیاس معلوم ہوئی اور شدتِ پیاس سے بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ کسی نے میرے منہ پر پانی چھڑکا میں نے آنکھیں کھولیں تو ایک مرد حسین خوبرو کو گھوڑے پر سوار دیکھا۔ اس نے مجھ کو پانی پلایا اور کہا میرے ساتھ رہو۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اس جوان نے مجھ سے کہا تم کیا دیکھتے ہو، میں نے کہا یہ مدینہ ہے اس نے کہا اتر جاؤ۔ میرا سلام حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنا اور عرض کرنا آپ کا بھائی خضر آپ کو سلام کہتا ہے۔ شیخ ابوالخیر اقطعؒ فرماتے ہیں، میں مدینہ منورہ میں آیا، پانچ دن وہاں قیام کیا، کچھ مجھ کو ذوق و لطف حاصل نہ ہوا۔ میں قبر شریف

کے پاس حاضر ہوا اور حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو سلام کیا اور عرض کیا اے رسولُ اللہ آج میں آپ کا مہمان ہوں پھر وہاں سے ہٹ کر منبر کے پیچھے سو رہا خواب میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا حضرت ابو بکرؓ آپ کی داہنی اور حضرت عمرؓ آپ کی بائیں جانب تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ آپ کے آگے تھے۔ حضرت علیؓ نے مجھ کو ہلایا اور فرمایا کہ اٹھ رسُولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ میں اٹھا اور حضرتؐ کے دونوں آنکھوں کے درمیان چوما۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روٹی مجھ کو عنایت فرمائی۔ میں نے آدھی کھائی اور جاگا تو آدھی میرے ہاتھ میں تھی۔ یہ شیخ ابو الخیرؒ کا قصہ علامہ سخاویؒ نے قول بدیع میں بھی نقل کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نزہتہ کے ترجمہ میں کچھ تسامح ہوا۔ قولِ بدیع کے الفاظ یہ ہیں اَقَمْتُ خَمْسَةَ اَیَّامٍ مَاذُقْتُ ذَوَاقًا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ میں پانچ دن رہا اور مجھے ان دنوں میں کوئی چیز چکھنے کو بھی نہیں ملی۔ ذوق و شوق حاصل نہ ہونا ترجمہ کا تسامح ہے اس ناکارہ کے رسالہ فضائلِ حج کے زیارتِ مدینہ کے قصوں میں ۳ پر بھی یہ قصہ گزر چکا ہے اور اس میں اسی نوع کا ایک قصہ ۲۳ پر ابن الجلاء کا بھی وفاء الوفا سے گزر چکا ہے اور اس نوع کے اور بھی متعدد قصے اکابر کے ساتھ پیش آچکے ہیں جو وفاء الوفا میں کثرت سے ذکر کیے گئے ہیں۔ ہمارے حضرت اقدس شیخ المشائخ مسندِ ہند امیر المومنین فی الحدیث حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ اپنے رسالہ حرزِ ثمین فی مبشرات النبی الامین جس میں انہوں نے چالیس خواب یا مکاشفات اپنے یا اپنے والد ماجد کے حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے سلسلہ میں تحریر فرمائے ہیں اس میں ۱۲ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز مجھے بہت ہی بھوک لگی (نہ معلوم کے دن کا فاقہ ہوگا) میں نے اللہ جل شانہٗ سے دعا کی تو میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مقدس آسمان سے اتری اور حضورِ اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک روٹی تھی گویا اللہ جل شانہٗ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا تھا کہ یہ روٹی مجھے مرحمت فرمائیں ۱۳ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن مجھے رات کو کھانے کو کچھ نہیں ملا تو میرے دوستوں میں سے ایک شخص دودھ کا پیالہ لایا جس کو میں نے پیا اور سو گیا۔ خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ دودھ میں نے ہی بھیجا تھا یعنی میں نے توجہ سے اس کے دل میں یہ بات ڈالی

تھی کہ وہ درود ساتھ لے کر جائے گا۔ اور جب اکابر صوفیا کی توجہات معروف و متواتر ہیں تو پھر سید الاولین والآخرین صلے اللہ علیہ وسلم کی توجہ کا کیا پوچھنا۔ حضرت شاہ صاحب ؒ ۱۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے بتایا کہ وہ ایک دفعہ بیمار ہوئے تو خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے بیٹے کیسی طبیعت ہے اس کے بعد شفا کی بشارت عطا فرمائی اور اپنی داڑھی مبارک میں سے دو بال مرحمت فرمائے۔ مجھے اسی وقت صحت ہو گئی اور جب میری آنکھ کھلی تو وہ دونوں بال میرے ہاتھ میں تھے حضرت شاہ صاحب ؒ فرماتے ہیں کہ والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے ان دو بالوں میں سے ایک مجھے مرحمت فرمایا تھا۔ اسی طرح شاہ صاحب ۱۸ پر تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد صاحب نے ارشاد فرمایا کہ ابتدائے طالب علمی میں مجھے یہ خیال پیدا ہوا کہ میں ہمیشہ روزہ رکھا کروں مگر مجھے اس میں علما کے اختلاف کی وجہ سے تردد تھا کہ ایسا کروں یا نہ کروں۔ میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خواب میں ایک روٹی مرحمت فرمائی۔ حضرات شیخین وغیرہ تشریف فرما تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا الھدایا مشترکۃ میں نے وہ روٹی ان کے سامنے کر دی۔ انہوں نے ایک ٹکڑا توڑ لیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا الھدایا مشترکۃ۔ میں نے وہ روٹی ان کے سامنے کر دی۔ انہوں نے بھی ایک ٹکڑا توڑ لیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، الھدایا مشترکۃ۔ میں نے عرض کیا کہ اگر یہی الھدایا مشترکہ رہا تو یہ روٹی اسی طرح تقسیم ہو جائے گی، مجھ فقیر کے پاس کیا بچے گا؛ حرز ثمین میں تو یہ قصہ اتنا ہی لکھا ہے لیکن حضرت ؒ کی دوسری کتاب "انفاس العارفین" میں کچھ اور بھی تفصیل ہے وہ یہ کہ میں نے سونے سے اٹھنے کے بعد اس پر غور کیا کہ اس کی کیا وجہ کہ حضرات شیخین کے کہنے پر تو میں نے روٹی ان کے سامنے کر دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فرمانے پر انکار کر دیا۔ میرے ذہن میں اس کی وجہ یہ آئی کہ میری نسبت نقشبندیہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملتی ہے اور میرا سلسلۂ نسب حضرۃ عمر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اس لیے ان دونوں حضرات کے سامنے تو مجھے انکار کی جرأت نہیں ہوئی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے میرا نہ تو سلسلۂ سلوک ملتا تھا نہ سلسلۂ نسب، اس لیے وہاں بولنے کی جرأت ہو گئی فقط۔ یہ حدیث الھدایا مشترکۃ والی محدثین کے نزدیک تو متکلم فیہ ہے اور

اس کے متعلق اپنے رسالہ فضائل حج کے ختم پر بھی دو قصے ایک قصہ ایک بزرگ کا اور دوسرا قصہ حضرت امام ابو یوسفؒ فقیہ الامت کا لکھ چکا ہوں۔ اس جگہ اس حدیث سے تعرض نہیں کرنا تھا۔ اس جگہ تو یہ بیان کرنا تھا کہ اَجْوَدُ النَّاسِ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ عَلَیْہِ اَفْضَلُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّسْلِیْم کی امت پر مادی برکات بھی روز افزوں ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ اپنے رسالہ حرز ثمین میں ۱۹ پر تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے ارشاد فرمایا، کہ وہ رمضان المبارک میں سفر کر رہے تھے، نہایت شدید گرمی تھی جس کی وجہ سے بہت ہی مشقت اٹھانی پڑی۔ اسی حالت میں مجھے اونگھ آگئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت ہی لذیذ کھانا جس میں چاول اور میٹھا اور زعفران اور گھی خوب تھا (نہایت لذیذ زردہ) مرحمت فرمایا جس کو خوب سیر ہو کر کھایا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی مرحمت فرمایا جس کو خوب سیر ہو کر پیا، جس سے بھوک پیاس سب جاتی رہی اور جب آنکھ کھلی تو میرے ہاتھوں میں سے زعفران کی خوشبو آرہی تھی اھ۔ ان قصوں میں کچھ تردد نہ کرنا چاہیئے اس لیے کہ احادیث صوم وصال میں میں اِنِّیْ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ (مجھے میرا رب کھلاتا اور پلاتا ہے) میں ان چیزوں کا ماخذ اور اصل موجود ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اِنِّیْ لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ (کہ میں تم جیسا نہیں ہوں) عوام کے اعتبار سے ہے۔ اگر کسی خوش نصیب کو یہ کرامت حاصل ہو جائے تو کوئی مانع نہیں۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ کرامات اولیاء حق ہیں۔ قرآن پاک میں حضرت مریم علیہا السلام کے قصہ میں کُلَّمَا دَخَلَ عَلَیْھَا زَکَرِیَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَھَا رِزْقًا (الآیۃ) وارد ہے یعنی جب بھی حضرت زکریاؑ ان کے پاس تشریف لے جاتے تو ان کے پاس کھانے پینے کی چیزیں پاتے اور ان سے دریافت فرماتے کہ اے مریمؑ یہ چیزیں تمہارے پاس کہاں سے آئیں۔ وہ کہتیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے آئی ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں بے استحقاق رزق عطا فرماتے ہیں۔ درمنثور کی روایات میں اس رزق کی تفاصیل وارد ہوئی ہیں کہ بغیر موسم کے انگوروں کی زنبیل بھری ہوئی ہوتی تھی اور گرمی کے زمانہ میں سردی کے پھل، اور سردی کے زمانہ میں گرمی کے پھل ہے

یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

۴۹۔ نزہۃ المجالس میں ایک عجیب قصہ لکھا ہے کہ رات اور دن میں آپس میں مناظرہ ہوا کہ ہم میں سے کون سا افضل ہے۔ دن نے اپنی فضیلت کے لیے کہا کہ میرے میں تین فرض نمازیں ہیں اور تیرے میں دو، اور مجھ میں جمعہ کے دن ایک ساعت اجابت ہے جس میں آدمی جو مانگے وہ ملتا ہے (یہ صحیح اور مشہور حدیث ہے)، اور میرے اندر رمضان المبارک کے روزے رکھے جاتے ہیں تو لوگوں کے لیے سونے اور غفلت کا ذریعہ ہے اور میرے ساتھ تیقظ اور چوکنا پن ہے اور مجھ میں حرکت ہے اور حرکت میں برکت ہے، اور میرے میں آفتاب نکلتا ہے جو ساری دنیا کو روشن کر دیتا ہے۔ رات نے کہا کہ اگر تو اپنے آفتاب پر فخر کرتا ہے تو میرے آفتاب اللہ والوں کے قلوب ہیں۔ اہل تہجد اور اللہ کی حکمتوں میں غور کرنے والوں کے قلوب ہیں۔ تو ان عاشقوں کے شراب تک کہاں پہنچ سکتا ہے جو خلوت کے وقت میں میرے ساتھ ہوتے ہیں، تو معراج کی رات کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے، تو اللہ جل شانہٗ کے پاک ارشاد کا کیا جواب دے گا جو اس نے اپنے پاک رسولؐ سے فرمایا وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ کہ رات کو تہجد پڑھیے جو بطور نافلہ کے ہے۔ آپ کے لیے اللہ نے مجھے تجھ سے پہلے پیدا کیا۔ میرے اندر لیلۃ القدر ہے جس میں مالک کی نہ معلوم کیا کیا عطائیں ہوتی ہیں۔ اللہ کا پاک ارشاد ہے کہ وہ ہر رات کے آخری حصہ میں یوں ارشاد فرماتا ہے کوئی ہے مانگنے والا جس کو دوں، کوئی ہے توبہ کرنے والا جس کی توبہ قبول کروں۔ کیا تجھے اللہ کے اس پاک ارشاد کی خبر نہیں يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ کیا تجھے اللہ کے اس ارشاد کی خبر نہیں کہ جس میں اللہ نے ارشاد فرمایا سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا۔ پاک ہے وہ ذات جو رات کو لے گیا اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصےٰ تک“ فقط۔ یقیناً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں معراج کا قصہ بھی ایک بڑی اہمیت اور بڑی خصوصیت رکھتا ہے۔ قاضی عیاض شفاء میں فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں معراج کی کرامت بہت ہی اہمیت رکھتی ہے اور بہت ہی فضائل کو متضمن ہے۔ اللہ جل شانہٗ سے سرگوشی، اللہ تعالیٰ شانہٗ کی زیارت، انبیاء کرام کی امامت اور سدرۃ المنتہیٰ تک تشریف بری وَمَا رَاٰى مِنْ اٰيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى۔ کہ اس جگہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی بڑی بڑی نشانیوں کی سیر، یہ معراج کا قصہ حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے۔ اور اس قصّہ میں جتنے درجاتِ رفیعہ جن پر قرآن پاک اور احادیثِ صحیحہ میں روشنی ڈالی گئی ہے، یہ سب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات ہیں۔ اس قصّہ کو صاحب قصیدہ بردہ نے مختصراً لکھا ہے اور جس کو حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے مع ترجمہ کے نشر الطیب میں ذکر کیا ہے۔ اسی سے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

مِن القصیدہ

۱۔ سَرَیْتَ مِنْ حَرَمٍ لَیْلًا اِلٰی حَرَمٍ — كَمَا سَرَی الْبَدْرُ فِیْ دَاجٍ مِّنَ الظُّلَمِ

"آپ ایک شب میں حرم شریف مکّہ سے حرم محترم مسجد اقصیٰ تک (باوجودیکہ ان میں فاصلہ ۴۰ روز کے سفر کا ہے) ایسے ظاہر و باہر بہ زرد کمال نورانیت وارتفاع کدورت کے ساتھ تشریف لے گئے جیسا کہ بدر تاریکی کے پردہ میں نہایت درخشانی کے ساتھ جاتا ہے۔" ۱۲

۲۔ وَبِتَّ تَرْقٰی اِلٰی اَنْ نِلْتَ مَنْزِلَةً — مِنْ قَابِ قَوْسَیْنِ لَمْ تُدْرَكْ وَلَمْ تُرَمِ

"اور آپ نے بحالتِ ترقی رات گزاری اور یہاں تک ترقی فرمائی کہ ایسا قربِ الٰہی حاصل کیا جس پر مقربانِ درگاہِ خداوندی سے کوئی نہیں پہنچا یا گیا تھا بلکہ اس مرتبہ کا بسبب غایت رفعت کسی نے قصد بھی نہیں کیا تھا۔" ۱۲

۳۔ وَقَدَّمَتْكَ جَمِیْعُ الْاَنْبِیَاءِ بِهَا — وَالرُّسُلِ تَقْدِیْمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰی خَدَمِ

"اور آپ کو مسجد بیت المقدس میں تمام انبیاء و رسل نے اپنا امام و پیشوا بنایا جیسا مخدوم خادموں کا امام و پیشوا ہوتا ہے۔" ۱۲

۴۔ وَاَنْتَ تَخْتَرِقُ السَّبْعَ الطِّبَاقَ بِهِمْ — فِیْ مَوْكِبٍ كُنْتَ فِیْهِ صَاحِبَ الْعَلَمِ

"اور منجملہ آپ کی ترقیات کے یہ امر ہے کہ، آپ سات آسمانوں کو طے کرتے جاتے تھے جو ایک دوسرے پر ہے ایسے لشکر ملائکہ میں (جو بلحاظ آپ کی عظمت وشان و تالیفِ قلبِ مبارک آپ کے ہمراہ تھا اور جس کے سردار اور صاحب علم آپ ہی تھے۔" ۱۲

۵۔ حَتّٰی اِذَا لَمْ تَدَعْ شَاْوًا لِّمُسْتَبِقٍ — مِنَ الدُّنُوِّ وَلَا مَرْقًا لِّمُسْتَنِمِ

"آپ رتبۂ عالی کی طرف برابر ترقی کرتے رہے اور آسمانوں کو برابر طے کرتے رہے، یہانتک کہ جب آگے بڑھنے والے کی قرب و منزلت کی نہایت نہ رہی اور کسی طالب رفعت کے واسطے کوئی موقع ترقی کا نہ رہا تو"

۶۔ خَفَضْتَ كُلَّ مَكَانٍ بِالْإِضَافَةِ إِذْ ۔۔۔ نُوْدِيْتَ بِالرَّفْعِ مِثْلَ الْمُفْرَدِ الْعَلَمِ

"جس وقت آپ کی ترقیات نہایت درجہ کو پہنچ گئیں تو آپ نے ہر مقام انبیاء کو یا ہر صاحب مقام کو، بہ نسبت اپنے مرتبہ کے جو خداوند تعالیٰ سے عنایت ہوا پست کر دیا جبکہ آپ ادن (یعنی قریب آجا)، کہہ کر واسطے ترقی مرتبہ کے مثل یکتا و نامور شخص کے پکارے گئے" ۱۲

۷۔ كَيْمَا تَفُوْزَ بِوَصْلٍ أَيِّ مُسْتَتِرٍ ۔۔۔ عَنِ الْعُيُوْنِ وَسِرٍّ أَيِّ مُكْتَتَمِ

"یہ ندا یا محمدؐ کی اس لیے تھی) تاکہ آپ کو وہ وصل حاصل ہو جو نہایت درجہ آنکھوں سے پوشیدہ تھا (اور کوئی مخلوق اس کو دیکھ نہیں سکتی اور) تاکہ آپ کامیاب ہوں اس اچھے بھید سے جو غایت مرتبہ پوشیدہ ہے" (عطر الوردہ)

یہاں تک تو حضرتؒ نے قصیدہ بردہ سے معراج کا قصہ نقل فرمایا اور عطر الوردہ جو قصیدہ بردہ کی اردو شرح حضرت شیخ الہند مولانا الحاج محمود الحسن صاحب دیوبندی قدس سرہٗ کے والد ماجد حضرت مولانا ذوالفقار علی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اس سے ترجمہ نقل کیا۔ اس کے بعد آخری شعر یَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ الخ تحریر فرما کر اپنی طرف سے عبارت ذیل کا اضافہ کیا ہے ؎

وَلْنَخْتِمِ الْكَلَامَ عَلٰى وَقْعَةِ الْإِسْرَاءِ ۔۔۔ بِالصَّلٰوةِ عَلٰى سَيِّدِ أَهْلِ الْاِصْطِفَاءِ

وَاٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَهْلِ الْاِجْتِبَاءِ ۔۔۔ مَادَامَتِ الْأَرْضُ وَالسَّمَاءُ

جس کا ترجمہ یہ ہے: "ہم ختم کرتے ہیں معراج والے قصہ پر کلام کو درود شریف کے ساتھ اس ذات پر جو سردار ہے سارے برگزیدہ لوگوں کی اور ان کے آل و اصحاب پر جو منتخب ہستیاں ہیں جب تک کہ آسمان و زمین قائم رہیں" ؎

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا ۔۔۔ عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

۵۰۔ اس سیاہ کار کو ان فضائل کے رسائل لکھنے کے زمانہ میں بعض مرتبہ خود کو اور بعض مرتبہ بعض دوسرے احباب کو کچھ منامات اور مبشرات بھی آئے۔ اس رسالہ فضائل درود شریف کے لکھنے کے زمانہ میں ایک رات خواب میں یہ دیکھا کہ مجھے یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ اس رسالہ میں قصیدہ ضرور

لکھیو لیکن قصیدہ کی تعیین نہیں معلوم ہو سکی، البتہ خود اس ناکارہ کے ذہن میں خواب ہی میں یا جاگتے وقت دو خوابوں کے درمیان میں اس لیے کہ اسی وقت دوبارہ بھی اسی قسم کا خواب دیکھا تھا یہ خیال آیا، کہ اس کا مصداق مولانا جامی نور اللہ مرقدہٗ کی وہ مشہور نعت ہے جو یوسف زلیخا کے شروع میں ہے۔ جب اس ناکارہ کی عمر تقریباً دس گیارہ سال کی تھی گنگوہ میں اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ کتاب پڑھی تھی۔ اسی وقت ان کی زبانی اس کے متعلق ایک قصہ بھی سنا تھا اور وہ قصہ ہی خواب میں اس کی طرف ذہن کے منتقل ہونے کا داعیہ بنا۔ قصہ یہ سنا تھا کہ مولانا جامی نور اللہ مرقدہٗ و اعلی اللہ مراتبہٗ، یہ نعت کہنے کے بعد جب ایک مرتبہ حج کے لیے تشریف لے گئے تو ان کا ارادہ یہ تھا کہ روضۂ اقدس کے پاس کھڑے ہو کر اس نظم کو پڑھیں گے۔ جب حج کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری کا ارادہ کیا تو امیرِ مکّہ نے خواب میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ان کو یہ ارشاد فرمایا کہ اس کو (جامی کو) مدینہ نہ آنے دیں۔ امیرِ مکّہ نے ممانعت کر دی مگر ان پر جذب و شوق اس قدر غالب تھا کہ یہ چھپ کر مدینہ منورہ کی طرف چل دیے۔ امیرِ مکہ نے دوبارہ خواب دیکھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ آرہا ہے اس کو یہاں نہ آنے دو۔ امیر نے آدمی دوڑائے اور ان کو راستہ سے پکڑوا کر بلایا۔ ان پر سختی کی اور جیل خانہ میں ڈال دیا۔ اس پر امیر کو تیسری مرتبہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ کوئی مجرم نہیں بلکہ اس نے کچھ اشعار کہے ہیں جن کو یہاں آکر میری قبر پر کھڑے ہو کر پڑھنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو قبر سے مصافحہ کے لیے ہاتھ نکلے گا جس میں فتنہ ہو گا۔ اس پر ان کو جیل سے نکالا گیا اور بہت اعزاز و اکرام کیا گیا۔ اس قصہ کے سننے میں یا یاد میں تو اس ناکارہ کو تردّد نہیں۔ لیکن اس وقت اپنے ضعفِ بینائی اور امراض کی وجہ سے مراجعتِ کتب سے معذوری ہے۔ ناظرین میں سے کسی کو کسی کتاب میں اس کا حوالہ اس ناکارہ کی زندگی میں ملے تو اس ناکارہ کو بھی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں اور مرنے کے بعد اگر ملے تو حاشیہ اضافہ فرما دیں۔ اس قصہ ہی کی وجہ سے اس ناکارہ کا خیال اس نعت کی طرف گیا تھا اور اب تک یہی ذہن میں ہے اور اس میں کوئی استبعاد نہیں۔ سید احمد رفاعیؒ مشہور بزرگ اکابر صوفیہ میں سے ہیں، ان کا قصہ مشہور ہے کہ جب ۵۵۵ھ میں وہ زیارت کے لیے حاضر ہوئے اور قبر اطہر کے قریب کھڑے ہو کر دو شعر

پڑھے تو دستِ مبارک باہر نکلا اور انہوں نے اس کو چوما۔ اس ناکارہ کے رسالہ فضائل حج کی حکایا زیارتِ مدینہ کے سلسلہ میں ۱۳ پر یہ قصہ مفصل علامہ سیوطیؒ کی کتاب الحاوی سے گزر چکا ہے اور بھی متعدد قصے اس میں روضۂ اقدس سے سلام کا جواب ملنے کے ذکر کیے گئے ہیں۔ بعض دوستوں کا خیال یہ ہے کہ میرے خواب کا مصداق قصیدہ بردہ ہے اسی لیے اس سے پہلے نمبر پر چند اشعار اس سے بسلسلۂ معراج نقل کر دیے اور بعض دوستوں کی رائے یہ ہے کہ حضرت نانوتوی نور اللہ مرقدہٗ کے قصائد میں سے کوئی قصیدہ مراد ہے۔ اس لیے خیال ہے کہ مولانا جامیؒ کی نعت کے بعد حضرت اقدس مولانا نانوتوی نور اللہ مرقدہٗ کے قصائد قاسمی میں سے بھی کچھ اشعار نقل کر دوں اور انہیں پر اس رسالہ کو ختم کردوں۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ مولانا جامیؒ کا قصیدہ فارسی میں ہے اور ہمارے مدرسہ کے ناظم مولانا الحاج اسعد اللہ صاحب فارسی سے خصوصیت کے ساتھ ساتھ اشعار سے بھی خصوصی مناسبت رکھتے ہیں اور حضرت اقدس حکیم الامت مولینا اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے جلیل القدر خلفاء میں ہیں جس کی وجہ سے عشقِ نبوی کا جذبہ بھی جتنا ہو برمحل ہے، اس لیے میں نے مولانا موصوف سے درخواست کی تھی کہ وہ اس کا ترجمہ فرمادیں جو اس نعت کی شان کے مناسب ہو، مولانا نے اس کو قبول فرمالیا۔ اس لیے ان اشعار کے بعد ان کا ترجمہ بھی پیش کردیا جائے گا۔ اور اس کے بعد قصائدِ قاسمی کے چند اشعار لکھ دیے جائیں گے۔

مثنوی مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ

۱۔ ز مہجوری برآمد جانِ عالم	ترحم یا نبی اللہ ترحم
۲۔ نہ آخر رحمۃ للعالمینی	ز محروماں چرا غافل نشینی
۳۔ ز خاک اے لالۂ سیراب برخیز	چو نرگس خواب چند از خواب برخیز
۴۔ بروں آور سر از بردِ یمانی	کہ روئے تست صبحِ زندگانی
۵۔ شبِ اندوہ مارا روز گرداں	ز رویت روزِ ما فیروز گرداں
۶۔ بہ تن در پوش عنبر بوئے جامہ	بسر بر بند کافوری عمامہ

۷. فرود آویز از سرِ گیسواں را — فگن سایہ بپا سروِ رواں را

۸. ادیم طائفی نعلین پا کُن — شراک از رشتۂ جانہائے ما کُن

۹. جہانے دیدہ کردہ فرش رہ اند — چو فرش اقبال پابوس تو خواہند

۱۰. زحجرہ پائے در صحنِ حرم نہ — بفرقِ خاک رہ بوساں قدم نہ

۱۱. بدہ دستی ز پا افتادگاں را — بکُن دلداریے دِل دادگاں را

۱۲. اگرچہ غرقِ دریائے گناہم — فتادہ خشک لب بر خاک راہم

۱۳. تو ابرِ رحمتی آں بہ کہ گاہے — کنی بر حالِ لب خشکاں نگاہے

۱۴. خوشا کز گرد رہ سوئیت رسیدیم — بدیدہ گرد از کوئیت کشیدیم

۱۵. بمسجد سجدۂ شکرانہ کردیم — چراغت را ز جاں پروانہ کردیم

۱۶. بگردِ روضہ ات گشتیم گستاخ — دلم چوں پنجرۂ سوراخ سوراخ

۱۷. زدیم از اشک ابرِ چشم بے خواب — حریم آستاں روضہ ات آب

۱۸. گہے رفتیم زاں ساحت غبارے — گہے چیدیم زو خاشاک و خارے

۱۹. ازاں نورِ سوادِ دیدہ دادیم — وزیں بر ریشِ دل مرہم نہادیم

۲۰. بسوئے منبرت رہ برگرفتیم — زچہرہ پایہ اش در زر گرفتیم

۲۱. زمحرابت بسجدہ کام جستیم — قدم گاہت بخونِ دیدہ شستیم

۲۲. بپائے ہر ستوں قد راست کردیم — مقامِ راستاں درخواست کردیم

۲۳. زداغ آرزویت بادلِ خوش — زدیم از دل بہر قندیل آتش

۲۴. کنوں گر تن نہ خاک آں حرم ست — بحمد اللہ کہ جاں آں جا مقیم ست

۲۵. بخود در ماندہ ام از نفس خود رائے — ببیں درماندۂ چندیں بہ بخشائے

۲۶. اگر نہ بود چو لطفت دست یارے — ز دست ما نیاید ہیچ کارے

۲۷. قضا می افگند از راہ ما را — خدا را از خدا درخواہ ما را

۲۸. کہ بخشد از یقیں اوّل حیاتے — دہد آنگہ بکار دیں ثباتے

۲۹. چو ہول روز رستاخیز خیزد — بآتش آبروئے ما نہ ریزد

۳۰۔ کند با ایں ہمہ گمراہیِ ما — ترا اذنِ شفاعت خواہیِ ما

۳۱۔ چو چوگاں سر فگندہ آوری روئے — بمیدانِ شفاعت اُمّتی گوئے

۳۲۔ بحُسنِ اہتمامت کارِ جامیؔ — طفیلِ دیگراں یابد تمامی

ترجمہ از حضرت مولانا **اسعد اللہ** صاحب ناظم مدرسہ مظاہر علوم خلیفہ مجاز بیعت از حکیم الامت حضرت مولانا الحاج اشرف علی صاحب تھانوی نوراللہ مرقدہٗ

۱۔ آپ کے فراق سے کائناتِ عالم کا ذرّہ ذرّہ جاں بلب ہے اور دم توڑ رہا ہے اے رسولِ خدا نگاہِ کرم فرمائیے، اے ختم المرسلینؐ رحم فرمائیے۔

۲۔ آپ یقیناً رحمۃ للعالمین ہیں، ہم حرماں نصیبوں اور ناکامانِ قسمت سے آپ کیسے تغافل فرما سکتے ہیں۔

۳۔ اے لالۂ خوش رنگ اپنی شادابی و سیرابی سے عالَم کو مستفید فرمائیے اور خوابِ نرگسیں سے بیدار ہو کر ہم محتاجانِ ہدایت کے قلوب کو منوّر فرمائیے ؎

اے بسرا پردۂ یثرب بخواب
خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

۴۔ اپنے سرِ مبارک کو یمنی چادروں کے کفن سے باہر نکالیے کیونکہ آپ کا روئے انور صبحِ زندگانی ہے

۵۔ ہماری غمناک رات کو دن بنا دیجیے اور اپنے جمالِ جہاں آرا سے ہمارے دِن کو فیروزمندی و کامیابی عطا کر دیجیے۔

۶۔ جسمِ اطہر پر حسبِ عادت عنبر بیز لباس آراستہ فرمائیے اور سفید کافوری عمامہ زیبِ سر فرمائیے۔

۷۔ اپنی عنبر بار و مشکیں زلفوں کو سرِ مبارک سے لٹکا دیجیے تاکہ اُن کا سایہ آپ کے بابرکت قدموں پر پڑے (کیونکہ مشہور ہے کہ قامت اطہر و جسم انور کا سایہ نہ تھا البتہ گیسوئے مشکوں کا سایہ ڈالیے)

۸۔ حسبِ دستورِ طائف کے مشہور چمڑے کی مبارک نعلین (پاپوش) پہنیے اور ان کے تسمے اور پٹیاں ہمارے رشتۂ جاں سے بنائیے۔

۹۔ تمام عالم اپنے دیدہ و دل کو فرشِ راہ کیے ہوئے اور بچھائے ہوئے ہے اور فرشِ زمین کی طرح آپ کی قدم بوسی کا فخر حاصل کرنا چاہتا ہے۔

۱۰۔ حجرۂ شریف یعنی گنبدِ خضرا سے باہر آ کر صحنِ حرم میں تشریف رکھیے، راہِ مبارک کے خاک بوسوں کے سر پر قدم رکھیے۔

۱۱۔ عاجزوں کی دستگیری، بے کسوں کی مدد فرمایئے اور مخلص عشاق کی دلجوئی و دلداری کیجیے۔

۱۲۔ اگرچہ ہم گناہوں کے دریا میں از سر تا پا غرق ہیں لیکن آپ کی راہِ مبارک پر تشنہ و خشک لب پڑے ہیں۔

۱۳۔ آپ ابرِ رحمت ہیں، شایانِ شانِ گرامی ہے کہ پیاسوں اور تشنہ لبوں پر ایک نگاہِ کرم بار ڈالی جائے۔

اب اگلے اشعار کے ترجمہ سے پہلے یہ عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اکثر حضرات کا تو خیال ہے کہ حضرت جامیؒ یہاں سے زمانۂ گزشتہ کی زیارتِ مقدسہ کا حال بیان فرماتے ہیں اور بعض کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ آئندہ کے لیے تمنا فرما رہے ہیں حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کا رجحان اسی طرف ہے اسی لیے اب ترجمہ میں اس کی رعایت کی جائے گی۔

۱۴۔ ہمارے لیے کیسا اچھا وقت ہوتا کہ ہم گرد راہ سے آپ کی خدمتِ گرامی میں پہنچ جاتے اور آنکھوں میں آپ کے کوچۂ مبارک کی خاک کا سُرمہ لگاتے ؎

وہ دِن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم
خاکِ درِ رسُول کا سُرمہ لگائیں ہم

۱۵۔ مسجد نبوی میں دوگانہ شکر ادا کرتے، سجدۂ شکر بجا لاتے، روضۂ اقدس کی شمعِ روشن کا اپنی جانِ عزیز کو پروانہ بناتے۔

۱۶۔ آپ کے روضۂ اطہر اور گنبدِ خضرا کے اس حال میں مستانہ اور بے تابانہ چکر لگاتے کہ دل صدمہائے عشق اور وفورِ شوق سے پاش پاش اور چھلنی ہوتا۔

۱۷۔ حریمِ قدس اور روضۂ پُرنور کے آستانۂ محترم پر اپنی بے خواب آنکھوں کے بادلوں سے آنسو برساتے اور چھڑکاؤ کرتے۔

۱۸۔ کبھی صحنِ حرم میں جھاڑو دے کر گرد و غبار کو صاف کرتے کا فخر اور کبھی وہاں کے خس و خاشاک کو دور کرنے کی سعادت حاصل کرتے۔

۱۹۔ گو گرد و غبار سے آنکھوں کو نقصان پہنچتا ہے مگر ہم اس سے مردمکِ چشم کے لیے سامانِ روشنی مہیّا کرتے اور گو خس و خاشاک زخموں کے لیے مضر ہے مگر ہم اس کو جراحتِ دل کیلیے مرہم بناتے۔

۲۰۔ آپ کے منبر شریف کے پاس جاتے اور اس کے پائے مبارک کو اپنے عاشقانہ زرد چہرہ سے مل مل کر زرّیں و طلائی بناتے۔

۲۱۔ آپ کے مصلائے مبارک و محراب شریف میں نماز پڑھ پڑھ کر تمنّائیں پوری کرتے اور حقیقی مقاصد میں کامیاب ہوتے اور مصلے میں جس جائے مقدس پر آپ کے قدم مبارک ہوتے تھے اس کو شوق کے اشکِ خونیں سے دھوتے۔

۲۲۔ آپ کی مسجدِ اطہر کے ہر ستون کے پاس ادب سے سیدھے کھڑے ہوتے اور صدیقین کے مرتبہ کی درخواست و دُعا کرتے۔

۲۳۔ آپ کی دلآویز تمنّاؤں کے زخموں اور دل نشیں آرزوؤں کے داغوں سے (جو ہمارے دل میں انتہائی مسرت کے ساتھ ہر قندیل کو روشن کرتے۔

۲۴۔ اب اگرچہ میرا جسم اس حریم النور و شبستانِ اطہر میں نہیں ہے لیکن خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ رُوح وہیں ہے۔

۲۵۔ میں اپنے خود بین و خود رائے نفسِ امّارہ سے سخت عاجز آچکا ہوں ایسے عاجز و بے کس کی جانب التفات فرمایئے اور بخشش کی نظر ڈالیے۔

۲۶۔ اگر آپ کے الطافِ کریمانہ کی مدد شاملِ حال نہ ہو گی تو ہم عضوِ معطّل و مفلوج ہو جائیں گے اور ہم سے کوئی کام انجام نہ پا سکے گا۔

۲۷۔ ہماری بدبختی ہمیں صراطِ مستقیم و راہِ خدا سے بھٹکا رہی ہے۔ خدارا ہمارے لیے خداوندِ قدوس سے دعا فرمایئے۔

۲۸۔ (یہ دعا فرمایئے) کہ خداوندِ قدوس اوّلاً ہم کو پختہ یقین اور کامل اعتقاد کی عظیم الشّان زندگی بخشے اور پھر احکامِ دین میں مکمّل استقلال اور پوری ثابت قدمی عطا فرمائے۔

۲۹۔ جب قیامت کی حشر خیزیاں اور اس کی زبردست ہولناکیاں پیش آئیں تو مالک یوم الدین رحمٰن و رحیم ہم کو دوزخ سے بچا کر ہماری عزّت بچائے۔

۳۰۔ اور ہماری غلط روی اور صغیرہ کبیرہ گناہوں کے باوجود آپ کو ہماری شفاعت کے لیے اجازت مرحمت فرمائے کیونکہ بغیر اس کی اجازت شفاعت نہیں ہو سکتی ہے۔

۳۱۔ ہمارے گناہوں کی شرم سے آپ سر خمیدہ چوگاں کی طرح میدانِ شفاعت میں سر جھکا کر (نفسی نفسی نہیں بلکہ) یا رب امتی امتی فرماتے ہوئے تشریف لائیں۔

۳۲۔ آپ کے حسنِ اہتمام اور سعی جمیل سے دوسرے مقبول بندگانِ خدا کے صدقہ میں غریب جامی کا بھی کام بن جائے گا ؎

شنیدم کہ در روزِ امید و بیم
بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

الحمد للہ حضرت شیخ کی توجہ و برکت سے الٹا سیدھا ترجمہ ختم ہو گیا۔
صبح ۲۶ ذیقعدہ ۸۴ھ

انتہیٰ از مولانا اسعد اللہ صاحب زاد مجدہٗ۔

اس کے بعد قصائدِ قاسمی میں سے حضرت اقدس حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم صاحب بانی دار العلوم نور اللہ مرقدہٗ کے مشہور قصیدہ بہاریہ میں سے چند اشعار پیش کرتا ہوں جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا یہ قصیدہ بہت طویل ہے۔ ڈیڑھ سو سے زائد اشعار اس قصیدہ کے ہیں۔ اس لیے سب کا لکھنا موجب طول تھا۔ جو صاحب پورا دیکھنا چاہیں اصل قصیدہ کو ملاحظہ فرمائیں اس میں سے ساٹھ (۶۰) اشعار سے کچھ زائد پر اکتفا کیا جا رہا ہے جس سے حضرت قدس سرہٗ کی والہانہ محبت اور عشق نبوی کا اندازہ ہوتا ہے:۔

نہ ہو دے نغمہ سرا کس طرح سے بلبلِ زار	کہ آئی ہے نئے سر سے چمن چمن میں بہار
ہر اک کو حسبِ لیاقت بہار دیتی ہے	کسی کو برگ، کسی کو گل اور کسی کو بار
خوشی سے مرغِ چمن ناچ ناچ گاتے ہیں	کفِ ورق سے بجاتے ہیں تالیاں اشجار
بجھائی ہے دلِ آتش کی بھی تپش یا رب	کرم ہیں آپ کو دشمن سے بھی نہیں انکار
یہ قدر خاک ہے، ہیں باغ باغ وہ عاشق	کبھی رہے تھا سدا جن کے دل کے بیچ غبار
یہ سبزہ زار کا تنبر ہے شجرۂ موسیٰ	بنا ہے خاص تجلی کا مطلعِ انوار

اسی لیے چمنستان میں رنگِ مہندی ہے،   کیا ظہورِ ورقہائے سبزہ میں ناچار

پہنچ سکے شجرِ طور کو کہیں طوبیٰ   مقامِ یار کو کب پہنچے مسکنِ بار

زمین و چرخ میں ہو کیوں نہ فرقِ چرخ و زمین   یہ سب کا بار اٹھائے وہ سب کے سر پر بار

کرے ہے ذرّہ کوئے محمدی سے خجل   فلک کے شمس و قمر کو زمینِ لیل و نہار

فلک پہ عیسیٰؑ و ادریسؑ ہیں تو خیر سہی   زمیں پہ جلوہ نما ہیں محمدِ مختار

فلک پہ سب سہی پر ہے نہ ثانیِ احمد   زمیں پہ کچھ نہ ہو پر ہے محمدی سرکار

ثنا کر اس کی فقط قاسم اور سب کو چھوڑ   کہاں کا سبزہ، کہاں کا چمن، کہاں کی بہار

الٰہی کس سے بیاں ہو سکے ثنا اس کی   کہ جس پہ ایسا تری ذاتِ خاص کا ہو پیار

جو تو اُسے نہ بناتا تو سارے عالم کو   نصیب ہوتی نہ دولت وجود کی زنہار

کہاں وہ رتبہ، کہاں عقلِ نارسا اپنی   کہاں وہ نورِ خدا اور کہاں یہ دیدۂ زار

چراغِ عقل ہے گل اس کے نور کے آگے   زباں کا منہ نہیں جو مدح میں کرے گفتار

جہاں کہ جلتے ہوں پر عقلِ کل کے بھی پھر کیا   لگی ہے جان جو پہنچیں وہاں مرے افکار

مگر کرے مری روح القدس مددگاری   تو اس کی مدح میں میں بھی کروں رقم اشعار

جو جبریلؑ مدد پر ہو فکر کی میرے   تو آگے بڑھ کے کہوں اے جہان کے سردار

تو فخرِ کون و مکاں، زبدۂ زمین و زماں   امیرِ لشکرِ پیغمبراں، شہِ ابرار

تو بوئے گل ہے اگر مثلِ گل ہیں اور نبی   تو نورِ شمس گر اور انبیاؑ ہیں شمسِ نہار

حیاتِ جان ہے تو ہیں اگر وہ جانِ جہاں   تو نورِ دیدہ ہے گر ہیں وہ دیدۂ بیدار

طفیل آپ کے ہے کائنات کی ہستی،   بجا ہے کہیے اگر تم کو مبداء الآثار

جلو میں تیرے سب آئے عدم سے تا بوجود   قیامت آپ کی تھی دیکھیے تو اک رفتار

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں   ترے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار

پہنچ سکا ترے رتبہ تلک نہ کوئی نبی،   ہوئے ہیں معجزہ والے بھی اس جگہ ناچار

جو انبیاء ہیں وہ آگے تری نبوّت کے   کریں ہیں اُمتی ہونے کا یا نبی اقرار

لگاتا ہاتھ نہ پُتلے کو بوالبشر کے خدا   اگر ظہور نہ ہونا تمہارا آخر کار

خدا کے طالبِ دیدار حضرتِ موسیٰؑ　　تمہارا لیجئے خدا آپ طالبِ دیدار

کہاں بلندیٔ طور اور کہاں تری معراج　　کہیں ہوئے ہیں زمین آسمان بھی ہموار؟

جمال کو ترے کب پہنچے حُسنِ یوسفؑ کا　　وہ دلربا ہے زلیخا تو شاہدِ ستّار

رہا جمال پہ تیرے حجابِ بشریت　　نجانا کون ہے کچھ بھی کسی نے جز ستّار

سما سکے تری خلوت میں کب نبی و ملک　　خدا غیور تو اس کا حبیب اور اغیار

نہیں پڑا وہ جمال آپ کا سا اک شب بھی　　قمر نے گو کہ کروڑوں کیے چڑھاؤ اُتار

خوشا نصیب یہ نسبت کہاں نصیب مرے　　تو جس قدر ہے بھلا میں بُرا اُسی مقدار

نہ پہنچیں گنتی میں ہرگز ترے کمالوں کی　　مرے بھی عیب شہِ دوسرا شہِ ابرار

عجب نہیں تری خاطر سے تیری امت کے　　گناہ ہو دیں قیامت کو طاعتوں میں شمار

بکیں گے آپ کی امت کے جرم ایسے گراں　　کہ لاکھوں مغفرتیں کم سے کم پہ ہونگی نثار

ترے بھروسہ پہ رکھتا ہے غرّہ طاعت　　گناہ قاسمِ برگشتہ بخت، بد اطوار

تمہارے حرفِ شفاعت پہ عفو ہے عاشق　　اگر گناہ کو ہے خوفِ غصّۂ قہّار

یہ سُن کے آپ شفیعِ گناہ گاراں ہیں　　کیے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار

ترے لحاظ سے اتنی تو ہو گئی تخفیف　　بشر گناہ کریں اور ملائک استغفار

یہ ہے اجابتِ حق کو تری دُعا کا لحاظ　　قضائے مبرم و مشروط کی سُنیں نہ پکار

بُرا ہوں، بد ہوں، گنہگار ہوں، پہ تیرا ہوں　　ترا کہیں ہیں مجھے گو کہ ہوں ناہنجار

لگے ہے تیرے سگ کو گو میرے نام سے عیب　　پہ تیرے نام کا لگنا مجھے ہے عزّ و وقار

تو بہترینِ خلائق، میں بدترینِ جہاں　　تو سرورِ دو جہاں، میں کمینہ خدمت گار

بہت دنوں سے تمنا ہے کیجے عرضِ حال　　اگر ہو اپنا کسی طرح تیرے در تک بار

مگر جہاں ہو فلک آستاں سے بھی نیچا　　وہاں ہو قاسمِ بے بال و پر کا کیونکہ گزار

دیا ہے حق نے تجھے سب سے مرتبہ عالی　　کیا ہے سارے بڑے چھوٹوں کا تجھے سردار

جو تُو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا؟　　بنے گا کون ہمارا ترے سوا غم خوار

لیا ہے سگ نمط ابلیس نے مرا پیچھا　　ہُوا ہے نفس مُوا سانپ سا گلے کا ہار

رجاؤ خوف کی موجوں میں ہے امید کی ناؤ — کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار

جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں — مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مور و مار

اڑا کے باد مری مشتِ خاک کو پسِ مرگ — کرے حضورؐ کے روضہ کے آس پاس نثار

ولے یہ رتبہ کہاں مشتِ خاکِ قاسم کا — کہ جائے کوچۂ اطہر میں تیرے بن کے غبار

غرض نہیں مجھے اس سے بھی کچھ رہی لیکن — خدا کی اور تیری الفت سے میرا سینہ فگار

لگے وہ تیر غمِ عشق کا مرے دل میں — ہزار پارہ ہو دل خون دل میں ہو سرشار

لگے وہ آتشِ عشق اپنی جان میں جس کی — جلا دے چرخِ ستمگر کو ایک ہی جھونکار

تمہارے عشق میں رو رو کے ہوں نحیف اتنا — کہ آنکھیں چشمۂ آبی سے ہوں ورون غبار

رہے نہ منصبِ شیخ المشائخی کی طلب — نہ جی کو بھائے یہ دنیا کا کچھ بناؤ سنگار

ہوا اشارہ میں دو ٹکڑے جوں قمر کا جگر — کوئی اشارہ ہمارے بھی دل کے ہو جا پار

تو تھام اپنے تئیں حد سے پاؤں دھر باہر — سنبھال اپنے تئیں اور سنبھل کے کر گفتار

ادب کی جا ہے یہ چپ ہو تو اور زباں بند کر — وہ جانے چھوڑ اسے پر نہ کر کچھ اصرار

بس اب درود پڑھ اس پر اور اسکی آل پہ تو — جو خوش ہو تجھ سے وہ اور اس کی عترتِ اطہار

الٰہی اس پر اور اس کی تمام آل پہ بھیج
وہ رحمتیں کہ عدد کر سکے نہ اُن کو شمار

یہ رسالہ جیسا کہ شروع میں لکھا گیا ۲۵ رمضان المبارک کو شروع کیا گیا تھا۔ ماہ مبارک کے مشاغل کی وجہ سے اس وقت تو بسم اللہ اور چند سطور کے علاوہ لکھوانے کا وقت ہی نہیں ملا۔ اس کے بعد بھی مہمانوں کے ہجوم اور مدرسہ کے ابتدا سال کے مشاغل کی وجہ سے بہت ہی تھوڑا وقت ملتا رہا۔ تاہم تھوڑا بہت سلسلہ چلتا ہی رہا کہ گزشتہ جمعہ کو عزیز محترم مولانا الحاج محمد یوسف صاحبؒ کاندھلوی امیر جماعتِ تبلیغ کے حادثۂ انتقال سے یہ تخیل پیدا ہوا کہ اگر یہ ناکارہ بھی اسی طرح بیٹھے بیٹھے چل دیا تو یہ اوراق جواب تک لکھے ہیں یہ بھی ضائع ہو جائیں گے۔ اس لیے جتنا ہو چکا ہے اسی پر اکتفا کروں اور آج ۶ ذی الحجہ جمعہ کی صبح کو اس رسالہ کو ختم کرتا ہوں۔ اللہ جل شانہٗ اپنے لطف و کرم سے اپنے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے جو لغزشیں ہوئی ہیں ان کو معاف فرمائے۔ (محمد زکریا)

قال اللہ تعالیٰ: واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

مسلمانوں کی

موجودہ پستی کا

واحد علاج

مصنفہ

شیخ الحدیث حضرۃ مولانا محمد زکریا صاحب

رحمۃ اللہ تعالیٰ

ناشر خواجہ محمد اسلام انارکلی لاہور پاکستان

اظہارِ حقیقت

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

سیدی و مولائی زبدۃ الفضلا قدوۃ العلما حضرت مولینا محمد الیاس صاحب دام مجدہٗ

کے خاص شغف اور انہماک اور دیگر بزرگان ملت اور علماء اُمّت کی توجہ اور برکت اور عملی جدوجہد سے ایک عرصہ سے مخصوص انداز میں تبلیغ دین اور اشاعتِ اسلام کا سلسلہ جاری ہے جس سے باخبر طبقہ بخوبی واقف ہے۔

مجھ بے علم اور سیاہ کار کو ان مقدس ہستیوں کا حکم ہوا کہ اس طرز تبلیغ اور اس کی ضرورت اور اہمیت کو قلمبند کیا جائے تاکہ سمجھنے اور سمجھانے میں آسانی ہو اور نفع عام ہو جائے۔

تعمیل ارشاد میں یہ چند کلمات نذرِ قرطاس کیے جاتے ہیں جو ان مقدس ہستیوں کے دریائے علوم و معارف کے چند قطرے اور اس باغیچہ دین محمدی کے چند خوشے ہیں جو انتہائی عجلت میں جمع کیے گئے ہیں اگر ان میں کوئی غلطی یا کوتاہی نظر سے گذرے تو وہ میری لغزشِ قلم اور بے علمی کا نتیجہ ہے۔ نظر لطف و کرم سے اس کی اصلاح فرمادیں تو موجبِ شکر و منّت ہوگا۔

حق تعالیٰ شانہٗ، اپنے فضل و کرم سے میری بداعمالیوں اور سیہ کاریوں کی پردہ پوشی فرمادیں اور مجھ اور آپ کو ان مقدس ہستیوں کے طفیل سے اچھے اعمال اور اچھے کردار نصیب فرما دیں اور اپنی رضا و محبّت اور اپنے پسندیدہ دین کی اشاعت اور اپنے برگزیدہ رسول کی اطاعت اور فرمانبرداری کی دولت سے سرفراز فرمادیں۔

خاکپائے بزرگان
محمد احتشام الحسن
۱۸ - ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ

مدرسہ کاشف العلوم
بستی حضرت نظام الدین اولیاءؒ دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الاولین والاٰخرین

خاتم الانبیاء والمرسلین محمد وآلہ واصحابہ الطیبین الطاھرین

آج سے تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال قبل جب دنیا کفر و ضلالت، جہالت و سفاہت کی تاریکیوں میں گھری ہوئی تھی بطحا کی سنگ لاخ پہاڑیوں سے رشد و ہدایت کا ماہتاب نمودار ہوا اور مشرق مغرب شمال و جنوب غرض دنیا کے ہر ہر گوشہ کو اپنے نور سے منور کیا اور ۲۳ سال کے قلیل عرصہ میں بنی نوع انسان کو اس معراج ترقی پر پہنچایا کہ تاریخ اسلام اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے اور رشد و ہدایت صلاح و فلاح کی وہ مشعل مسلمانوں کے ہاتھ میں دی جس کی روشنی میں ہمیشہ شاہراہ ترقی پر گامزن رہے اور صدیوں اس شان و شوکت سے دنیا پر حکومت کی کہ ہر مخالف قوت کو ٹکرا کر پاش پاش ہونا پڑا۔ یہ ایک حقیقت ہے جو ناقابل انکار ہے لیکن پھر بھی ایک پارینہ داستان ہے جس کا بار بار دہرانا نہ تسلی بخش ہے اور نہ کار آمد اور مفید۔ جبکہ موجودہ مشاہدات اور واقعات خود ہماری سابقہ زندگی اور ہمارے اسلاف کے کارناموں پر بدنما داغ لگا رہے ہیں۔

مسلمانوں کی تیرہ سو سالہ زندگی کو جب تاریخ کے اوراق میں دیکھا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم عزت و عظمت، شان و شوکت، دبدبہ و حشمت کے تنہا مالک اور اجارہ دار ہیں، لیکن جب ان اوراق سے نظر ہٹا کر موجودہ حالات کا مشاہدہ کیا جاتا ہے تو ہم انتہائی ذلت و خواری افلاس و ناداری میں مبتلا نظر آتے ہیں نہ زور و قوت ہے نہ زر و دولت ہے نہ شان و شوکت ہے، نہ باہمی اخوت و الفت۔ نہ عادات اچھی نہ اخلاق اچھے نہ اعمال اچھے نہ کردار اچھے۔ ہر برائی ہم میں موجود اور ہر بھلائی سے کوسوں دور، اغیار ہماری اس زبوں حالی پر خوش ہیں اور برملا ہماری کمزوری کو اچھالا جاتا ہے اور ہمارا مضحکہ اڑایا جاتا ہے اسی پر بس نہیں بلکہ خود ہمارے جگر گوشے نئی تہذیب کے دلدادہ نوجوان، اسلام کے مقدس اصولوں کا مذاق اڑاتے ہیں بات بات پر تنقیدی نظر ڈالتے ہیں اور اس شریعت مقدسہ کو ناقابل عمل، لغو اور بے کار گردانتے ہیں۔ عقل حیران ہے کہ جس قوم نے دنیا کو سیراب کیا وہ آج کیوں تشنہ ہے؟ جس قوم نے دنیا کو تہذیب و تمدن

کا سبق پڑھایا۔ وہ آج کیوں غیر مہذب اور غیر متمدن ہے۔ رہنمایانِ قوم نے آج سے بہت پہلے ہماری اس حالتِ زار کا اندازہ لگایا اور مختلف طریقوں پر ہماری اصلاح کے لیے جد و جہد کی مگر ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

آج جب کہ حالتِ بد سے بدتر ہو چکی اور آنے والا زمانہ، ماسبق سے بھی زیادہ پرخطر اور تاریک نظر آرہا ہے۔ ہمارا خاموش بیٹھنا اور عملی جد و جہد نہ کرنا ایک ناقابل تلافی جرم ہے۔ لیکن اس سے پہلے کہ ہم کوئی عملی قدم اٹھائیں ضروری ہے کہ ان اسباب پر غور کریں جن کے باعث ہم اس ذلت و خواری کے عذاب میں مبتلا کیے گئے ہیں۔ ہماری اس پستی اور انحطاط کے مختلف اسباب بیان کیے جاتے ہیں اور ان کے ازالہ کی متعدد تدابیر اختیار کی گئیں لیکن ہر تدابیر ناموافق و ناکام ثابت ہوئی جس کے باعث ہمارے رہبر بھی یاس و ہراس میں گھرے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ اب تک ہمارے مرض کی تشخیص ہی پورے طور پر نہیں ہوئی یہ جو کچھ اسباب بیان کیے جاتے ہیں اصل مرض نہیں، بلکہ اس کے عوارض ہیں۔ پس تاوقتیکہ اصل مرض کی جانب توجہ نہ ہوگی اور مادّہ حقیقی کی اصلاح نہ ہوگی۔

عوارض کی اصلاح ناممکن اور محال ہے۔ پس جب تک کہ ہم اصل مرض کی ٹھیک تشخیص اور اس کا صحیح علاج معلوم نہ کرلیں۔ ہمارا اصلاح کے بارے میں لب کشائی کرنا سخت ترین غلطی ہے۔

ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہماری شریعت ایک مکمل قانونِ الٰہی ہے جو ہماری دینی اور دنیوی فلاح و بہبود کا تاقیام قیامت ضامن ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ ہم خود ہی اپنا مرض تشخیص کریں اور خود ہی اس کا علاج شروع کر دیں۔ بلکہ ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم قرآنِ حکیم سے اپنا اصل مرض معلوم کریں اور اسی مرکز رشد و ہدایت سے طریق علاج معلوم کرکے اس پر کاربند ہوں۔ جب قرآنِ حکیم قیامت تک کے لیے مکمل دستور العمل ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اس نازک حالت میں ہماری رہبری سے قاصر رہے۔

مالکِ ارض و سما جل وعلا کا سچا وعدہ ہے کہ روئے زمین کی بادشاہت و خلافت

مومنوں کے لیے ہے

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ ۔ (نور ع ۷)

اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کیے کہ ان کو ضرور روئے زمین کا خلیفہ بنائے گا اور یہ بھی اطمینان دلایا ہے کہ مومن ہمیشہ کفار پر غالب رہیں گے اور کافروں کا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا۔

وَلَوۡ قٰتَلَکُمُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَوَلَّوُا الۡاَدۡبَارَ ثُمَّ لَا یَجِدُوۡنَ وَلِیًّا وَّ لَا نَصِیۡرًا ۔ (فتح ع ۳)

اور اگر تم سے یہ کافر لڑتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے پھر نہ پاتے کوئی یار و مددگار اور مومنوں کی نصرت اور مدد اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے اور وہی ہمیشہ سربلند اور سرفراز رہیں گے۔

وَ لَا تَہِنُوۡا وَ لَا تَحۡزَنُوۡا وَ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ۔ وَ لِلّٰہِ الۡعِزَّۃُ وَ لِرَسُوۡلِہٖ وَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۔ (منافقون ع ۱)

(آل عمران ع ۱۴)

اور حق ہے ہم پر مدد ایمان والوں کی اور تم ہمت مت ہارو اور رنج مت کرو۔ اور غالب تم ہی رہو گے اگر تم پورے مومن ہے اور اللہ ہی کی ہے عزت اور اس کے رسولؐ اور مسلمانوں کی۔

مذکورہ بالا ارشادات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی عزت، شان و شوکت سربلندی و سرفرازی اور ہر برتری و خوبی ان کی صفت ایمان کے ساتھ وابستہ ہے۔ اگر ان کا تعلق خدا اور رسولؐ کے ساتھ مستحکم ہے (جو ایمان کا مقصود ہے)، تو سب کچھ ان کا ہے اور اگر خدانخواستہ اس رابطہ تعلق میں کمی اور کمزوری پیدا ہو گئی ہے تو پھر سراسر خسران اور ذلت و خواری ہے جیسا واضح طور پر تبلا دیا گیا۔

وَ الۡعَصۡرِ ۙ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۙ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۬ۙ وَ تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ۔

(العصر)

قسم ہے زمانے کی انسان بڑے خسارے میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے اور ایک دوسرے کو حق کی فہمائش کرتے رہے۔

ہمارے اسلاف عزت کے منتہا کو پہنچے

ہوئے تھے اور ہم انتہائی ذلت وخواری میں مبتلا ہیں پس معلوم ہوا کہ وہ کمال ایمان سے متصف تھے اور ہم اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہیں جیسا کہ مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔

سَیَأْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُهٗ وَلَا مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ۔

یعنی قریب ہی ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا۔ اور قرآن کے صرف نقوش رہ جائیں گے۔

اب غور طلب امر یہ ہے اگر واقعی ہم اس حقیقی اسلام سے محروم ہو گئے جو خدا اور رسول کے یہاں مطلوب ہے اور جس کے ساتھ ہماری دین و دنیا کی فلاح و بہبود وابستہ ہے تو کیا ذریعہ ہے جس وہ کھوئی نعمت واپس آئے؟ اور وہ کیا اسباب ہیں جن کی وجہ سے روح اسلام ہم میں سے نکال لی گئی اور ہم جسد بے جان رہ گئے۔

جب مصحف آسمانی کی تلاوت کی جاتی ہے اور "امتہ محمدیہ" کی فضیلت اور برتری کی علت و غایت ڈھونڈھی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس امت کو اعلیٰ اور برتر کام سپرد کیا گیا تھا۔ جس کی وجہ سے "خیر الامم" کا معزز خطاب اس کو عطا کیا گیا۔

دنیا کی پیدائش کا مقصد اصلی خدا وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ذات و صفات کی معرفت ہے اور یہ اس وقت تک ناممکن ہے کہ جب تک بنی نوع انسان کو برائیوں اور گندگیوں سے پاک کر کے بھلائیوں اور خوبیوں کے ساتھ آراستہ نہ کیا جائے۔ اسی مقصد کے لیے ہزاروں رسول اور نبی بھیجے گئے اور آخر میں اس مقصد کی تکمیل کے لیے سید الانبیاء والمرسلین کو مبعوث فرمایا اور اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ فرمایا کا مژدہ سنایا گیا۔

اب چونکہ مقصد کی تکمیل ہو چکی تھی ہر بھلائی اور برائی کو کھول کھول کر بیان کر دیا گیا تھا۔ ایک مکمل نظام عمل دیا جا چکا تھا۔ اس لیے رسالت و نبوت کے سلسلہ کو ختم کر دیا گیا۔ اور جو کام پہلے نبی اور رسول سے لیا جاتا تھا وہ قیامت تک "امتہ محمدیہ" کے سپرد کر دیا گیا۔

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ

اے امت محمدیہ! تم افضل امت ہو تم کو لوگوں کے نفع کے لیے بھیجا گیا ہے۔ تم بھلی

عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط
(آل عمران ع ۱۲)

باتوں کو لوگوں میں پھیلاتے ہو اور بری باتوں سے ان کو روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ہ
(آل عمران ع ۱۱)

اور چاہیے کہ تم میں ایسی جماعت ہو کہ لوگوں کو خیر کی طرف بلائے اور بھلی باتوں کا حکم کرے اور بری باتوں سے منع کرے اور صرف وہی لوگ فلاح والے ہیں جو اس کام کو کرتے ہیں۔

پہلی آیت میں "خیر امم" ہونے کی وجہ یہ بتلائی کہ تم بھلائی کو پھیلاتے ہو اور برائی سے روکتے ہو دوسری آیت میں حصر کے ساتھ فرمادیا کہ فلاح وبہبود صرف انہیں لوگوں کے لیے ہے جو اس کام کو انجام دے رہے ہیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ دوسری جگہ صاف طور پر بیان کر دیا کہ اس کام کو انجام نہ دینا لعنت اور پھٹکار کا موجب ہے۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ط ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ہ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ط لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ہ (مائدہ ع ۱۱)

بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے ان پر لعنت کی گئی تھی داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ انہوں نے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے جو برا کام انہوں نے کر رکھا تھا اس سے باز نہ آتے تھے۔ واقعی ان کا یہ فعل بے شک برا تھا۔

اس آخری آیت کی مزید وضاحت احادیث ذیل سے ہوتی ہے

وفی السنن والمسند من حدیث عبد الله ابن مسعودؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانَ اِذَا عَمِلَ الْعَامِلُ فِيْهِمْ بِالْخَطِيْئَةِ جَاءَهُ النَّاهِيْ تَعْزِيْرًا فَقَالَ يَا هٰذَا اتَّقِ اللّٰهَ فَاِذَا كَانَ مِنَ الْغَدِ جَالَسَهٗ

(۱) حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں میں جب کوئی خطا کرتا تو روکنے والا اس کو دھمکاتا اور کہتا کہ خدا سے ڈر پھر اگلے ہی دن اس کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا، کھاتا پیتا۔ گویا کل اس کو گناہ

وَاٰکِلَہٗ وَشَارِبَہٗ کَانَتْ لَعْرِیَرۃٌ عَلٰی خَطِیْئَۃٍ بِالْاَمْسِ فَلَمَّا رَاٰی عَزَّوَجَلَّ ذٰالِكَ مِنْھُمْ ضَرَبَ بِقُلُوْبِ بَعْضِھِمْ عَلٰی بَعْضٍ ثُمَّ لَعَنَھُمْ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّھِمْ دَاؤدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ذٰالِكَ بِمَا عَصَوْا وَکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَتَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَلَتَنْھَوُنَّ عَنِ الْمُنْکَرِ وَلَتَاْخُذُنَّ عَلٰی یَدِ السَّفِیْہِ وَلَتَطُرُنَّ عَلَی الْحَقِّ اَطْرًا وَلَیَضْرِبَنَّ اللّٰہُ بِقُلُوْبِ بَعْضِکُمْ عَلٰی بَعْضٍ ثُمَّ یَلْعَنُکُمْ کَمَا لَعَنَھُمْ۔

(۲) وفی سنن ابی داؤد ابن ماجۃ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَا مِنْ رَجُلٍ یَکُوْنُ فِیْ قَوْمٍ یَعْمَلُ فِیْھِمْ بِالْمَعَاصِیْ یَقْدِرُوْنَ عَلٰی اَنْ یُّغَیِّرُوْا عَلَیْہِ وَلَا یُغَیِّرُوْنَ اِلَّا اَصَابَھُمُ اللّٰہُ بِعِقَابٍ قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتُوْا۔

(۳) وروی الاصبھانی عن انسٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَزَالُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تَنْفَعُ مَنْ قَالَھَا وَتَرُدُّ عَنْھُمُ الْعَذَابَ والنقمۃ مالم یستخفوا بحقھا قالوا یا

کرتے ہوئے دیکھا ہی نہیں، جب حق عزوجل نے ان کا یہ برتاؤ دیکھا تو بعض کے قلوب کو بعض کیساتھ خلط کردیا اور ان کے نبی داود اور عیسی بن مریم علیہما السلام کی زبانی ان پر لعنت کی اور یہ اس لیے کہ انہوں نے خدا کی نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کیا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے تم ضرور اچھی باتوں کا حکم کرو اور بری باتوں سے منع کرو اور چاہیے کہ بیوقوف نادان کا ہاتھ پکڑو اس کو حق بات پر مجبور کرو ورنہ حق تعالیٰ تمہارے قلوب کو بھی خلط ملط کردیں گے اور پھر تم پر بھی لعنت ہوگی جیسا کہ پہلی امتوں پر لعنت ہوئی۔

(۲) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی جماعت اور قوم میں کوئی شخص گناہ کرتا ہے اور وہ قوم باوجود قدرت کے اس کو نہیں روکتی تو ان پر مرنے سے پہلے ہی حق تعالیٰ اپنا عذاب بھیج دیتے ہیں یعنی دنیا ہی میں ان کو طرح طرح کے مصائب میں مبتلا کردیا جاتا ہے۔

(۳) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ اپنے پڑھنے والے کو نفع

رسول اللہ وما الاستخفاف بحقہا قال
قال یظہر العمل بمعاصی اللہ فلا
ینکر ولا یغیر ۔

(ترغیب)

(۴) عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ
عنہا قالت دخل علی النبی صلی
اللہ علیہ وسلم فعرفت فی
وجہہ ان قد حضرہ شیئ فتوضأ
وما کلم احدا فلصقت بالحجرۃ
استمع ما یقول فقعد علی المنبر
فحمد اللہ واثنی علیہ وقال یا
ایہا الناس ان اللہ تعالیٰ یقول لکم
مروا بالمعروف وانہوا عن
المنکر قبل ان تدعوا فلا اجیب
لکم وتسألونی فلا اعطیکم و
تستنصرونی فلا انصرکم فما
زاد علیہن حتی نزل۔

(ترغیب)

(۵) عن ابی ہریرۃ رضی قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اذا عظمت امتی الدنیا
نزعت منہا ہیبۃ
الاسلام واذا ترکت

دیتا ہے اور اس سے عذاب و بلا دور کرتا
ہے جب تک کہ اس کے حقوق کی بے پروائی
نہ برتی جائے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اس کے
حقوق کی بے پروائی کیا ہے؟ حضور اقدس ﷺ
نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ کی نافرمانی کھلے طور
پر کی جائے پھر نہ ان کا انکار کیا جائے اور نہ
ان کے بند کرنے کی کوشش کی جائے۔

(۴) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے
تو میں نے چہرۂ انور پر ایک خاص اثر دیکھ کر
محسوس کیا کہ کوئی اہم بات پیش آئی ہے۔
حضور اقدس ﷺ نے کسی سے کوئی بات نہ کی اور
وضو فرما کر مسجد میں تشریف لے گئے۔ میں
مسجد کی دیوار سے لگ گئی تاکہ ارشاد ہو
اس کو سنوں۔ حضور اقدس منبر پر جلوہ افروز
ہوئے اور حمد وثنا کے بعد فرمایا۔ لوگو! اللہ
تعالیٰ کا حکم ہے کہ بھلی باتوں کا حکم کرو اور
بری باتوں سے منع کرو مبادا وہ وقت آ
جائے کہ تم دعا مانگو اور میں اس کو قبول نہ
کروں اور تم مجھ سے سوال کرو اور میں اس
کو پورا نہ کروں اور تم مجھ سے مدد چاہو اور
میں تمہاری مدد نہ کروں۔ حضور اقدس نے
صرف یہ کلمات ارشاد فرمائے اور منبر سے

الْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّهْیَ عَنِ الْمُنْكَرِ حُرِمَتْ بَرَكَةَ الْوَحْیِ وَاِذَا تَسَابَّتْ اُمَّتِیْ سَقَطَتْ مِنْ عَیْنِ اللّٰهِ "

(کذا)
فی
الدر عن الحکیم
(الترمذی)

اُٹھ گئے حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب میری امّت دنیا کو قابل وقعت و عظمت سمجھنے لگے گی تو اسلام کی وقعت و ہیبت ان کے قلوب سے نکل جائے گی۔ اور جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دے گی تو وحی کی برکات سے محروم ہو جائے گی اور جب آپس میں ایک دوسرے کو سب و شتم کرنا اختیار کرے گی تو اللہ جل شانہٗ کی نگاہ سے گر جائے گی۔

احادیث مذکورہ پر غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوئی کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو چھوڑنا خدا وحدہٗ لاشریک کی لعنت اور غضب کا باعث ہے اور جب امّتِ محمدیہ اس کام کو چھوڑ دے گی تو سخت مصائب و آلام اور ذلت و خواری میں مبتلا کر دی جائے گی اور ہر قسم کی غیبی نصرت و مدد سے محروم ہو جائے گی اور یہ سب کچھ اس لیے ہوگا کہ اس نے اپنے فرض منصبی کو نہیں پہچانا اور جس کام کی انجام دہی کی ذمہ دار تھی اس سے غافل رہی۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ایمان کا خاصہ اور جزو لازمی قرار دیا اور اس کے چھوڑنے کو ایمان کے ضعف و اضمحلال کی علامت بتلایا۔ حدیث ابوسعید خدری میں ہے۔

مَنْ رَاٰی مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَ ذَالِكَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ "

یعنی تم میں سے جب کوئی شخص برائی کو دیکھے تو چاہیے کہ اپنے ہاتھوں سے کام لے کر اس کو دور کرے اور اگر اسکی طاقت نہ پائے تو زبان سے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ پائے تو دل سے۔ اور یہ آخری صورت ایمان کی بڑی کمزوری کا درجہ ہے پس

جس طرح آخری درجہ اضعف ایمان کا ہوا۔ اسی طرح پہلا درجہ کمالِ دعوت اور کمالِ ایمان کا ہوا۔ اس سے بھی واضح تر حدیث ابن مسعودؓ کی ہے۔

مَا مِنْ نَبِیٍّ بَعَثَہُ اللّٰہُ قَبْلِی اِلَّا کَانَ لَہٗ فِی اُمَّتِہٖ حَوَارِیُّوْنَ وَاَصْحَابٌ یَاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِہٖ وَیَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِہٖ ثُمَّ اِنَّھَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِھِمْ خُلُوْفٌ یَقُوْلُوْنَ مَالَا یَفْعَلُوْنَ وَیَفْعَلُوْنَ مَالَا یُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِیَدِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَّمَنْ جَاھَدَھُمْ بِلِسَانِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاھَدَھُمْ بِقَلْبِہٖ فَھُوَ مُؤْمِنٌ وَلَیْسَ وَرَآءَ ذٰلِکَ مِنَ الْاِیْمَانِ حَبَّۃُ خَرْدَلٍ (مسلم) یعنی سُنّتِ الٰہی یہ ہے کہ ہر نبی اپنے ساتھیوں اور تربیت یافتہ یاروں کی ایک جماعت چھوڑ جاتا ہے یہ جماعت نبی کی سنت کو قائم رکھتی ہے اور ٹھیک ٹھیک اس کی پیروی کرتی ہے یعنی شریعتِ الٰہی کو جس حال اور جس شکل میں نبی چھوڑ گیا ہے۔ اس کو بعینہ محفوظ رکھتے ہیں اور اس میں ذرا بھی فرق نہیں آنے دیتے لیکن اس کے بعد شر و فتن کا دور آتا ہے اور ایسے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جو طریقہ نبی سے ہٹ جاتے ہیں انکا فعل ان کے دعوے کے خلاف ہوتا ہے اور ان کے کام ایسے ہوتے ہیں جن کے لیے شریعت نے حکم نہیں دیا۔ سو ایسے لوگوں کے خلاف جس شخص نے قیام حق و سنت کی راہ میں اپنے ہاتھ سے یہ بھی نہ ہو سکا اور دل کے اعتقاد اور نیت کے ثبات کو ان کے خلاف کام میں لایا وہ بھی مومن ہے لیکن اس آخری درجہ کے بعد ایمان کا کوئی درجہ نہیں اس پر ایمان کی سرحد ختم ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اب رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہو سکتا۔

اس کام کی اہمیت اور ضرورت کو امام غزالی نے اس طرح ظاہر فرمایا ہے

اس میں کچھ شک نہیں کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر دین کا ایسا زبردست رکن ہے جس سے دین کی تمام چیزیں وابستہ ہیں۔ اس کو انجام دینے کے لیے حق تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا اگر خدانخواستہ اس کو بالائے طاق رکھ دیا جائے اور اس کے علم و عمل کو ترک کر دیا جائے تو العیاذ باللہ نبوت کا بیکار ہونا لازم آئے گا۔ دیانت جو

شرافتِ انسانی کا خاصہ ہے، مضمحل اور افسردہ ہو جائے گی۔ کاہلی اور سستی عام ہو جائے گی گمراہی اور ضلالت کی شاہراہیں کھل جائیں گی۔ جہالت عالمگیر ہو جائے گی۔ تمام کاموں میں خرابی آجائے گی، آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی، آبادیاں خراب ہو جائیں گی۔ مخلوق تباہ برباد ہو جائے گی اور اس تباہی اور بربادی کی اس وقت خبر ہو گی جب روزِ محشر کو خدائے بالا و برتر کے سامنے پیشی اور باز پرس ہو گی۔"

افسوس صد افسوس! جو خطرہ تھا وہ سامنے آگیا، جو کھٹکا تھا آنکھوں نے دیکھ لیا۔

كَانَ أَمْرُ اللهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا ۔ فَإِنَّا لِلّٰهِ وَ

إِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

اس سرسبز ستون کے علم و عمل کے نشانات مٹ چکے، اس کی حقیقت و رسوم کی برکتیں نیست و نابود ہو گئیں لوگوں کی تحقیر و تذلیل کا سکہ قلوب پر جم گیا۔ خدائے پاک کے ساتھ قلبی تعلق مٹ چکا اور نفسانی خواہشات کے اتباع میں جانوروں کی طرح بے باک ہو گئے۔ روئے زمین پر ایسے صادق مومن کا ملنا دشوار و کمیاب ہی نہیں بلکہ معدوم ہو گیا جو اظہارِ حق کی وجہ سے کسی کی ملامت گوارا کرے۔

اگر کوئی مردِ مومن اس تباہی اور بربادی کے ازالہ میں سعی کرے اور اس سنّت کے احیاء میں کوشش کرے اور اس مبارک بوجھ کو لے کر کھڑا ہو اور آستینیں چڑھا کر اس سنّت کے زندہ کرنے کے لیے میدان میں آئے تو یقیناً وہ شخص تمام مخلوق میں ایک ممتاز اور نمایاں ہستی کا مالک ہو گا۔

امام غزالی نے جن الفاظ میں اس کام کی اہمیت اور ضرورت کو بیان کیا ہے وہ ہماری تنبیہ اور بیداری کے لیے کافی ہیں۔

ہمارے اس قدر اہم فریضہ سے غافل ہونے کی چند وجوہ معلوم ہوتی ہیں :۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اس فریضہ کو علماء کے ساتھ خاص کر لیا۔ حالانکہ خطاباتِ قرآنی عام ہیں جو امتِ محمدیہ کے ہر ہر فرد کو شامل ہیں اور صحابہ کرام اور خیر القرون کی زندگی اس کے لیے شاہد عدل ہے۔

فریضہ تبلیغ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو علماء کے ساتھ خاص کر لینا اور پھر ان کے بھروسہ پر اس اہم کام کو چھوڑ دینا بھاری سخت نادانی ہے۔ علماء کا کام راہِ حق بتلانا اور سیدھا راستہ دکھلانا ہے پھر اس کے موافق عمل کرانا اور مخلوق خدا کو اس پر چلانا یہ دوسرے لوگوں کا کام ہے اس کی جانب اس حدیث شریف میں تنبیہ کی گئی ہے۔

اَلَا کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ فَالْاَمِیْرُ الَّذِیْ عَلَی النَّاسِ رَاعٍ عَلَیْھِمْ وَھُوَ مَسْئُولٌ عَنْھُمْ وَالرَّجُلُ رَاعٍ عَلٰی اَھْلِ بَیْتِہٖ وَھُوَ مَسْئُولٌ عَنْھُمْ وَالْمَرْاَۃُ رَاعِیَۃٌ عَلٰی بَیْتِ بَعْلِھَا وَوَلَدِہٖ وَھِیَ مَسْئُولَۃٌ عَنْھُمْ وَالْعَبْدُ رَاعٍ عَلٰی مَالِ سَیِّدِہٖ وَھُوَ مَسْئُولٌ عَنْہُ فَکُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ ح

بیشک تم سب کے سب نگہبان ہو اور تم سب اپنی رعیت کے بارے میں سوال کیے جاؤ گے۔ پس بادشاہ لوگوں پر نگہبان ہے وہ اپنی رعیت کے بارے میں سوال کیا جاوے گا اور مرد اپنے گھر والوں پر نگہبان ہے اور اس سے ان کے بارے میں سوال کیا جاوے گا اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اولاد پر نگہبان ہے وہ ان کے بارے میں سوال کی جاوے گی اور غلام اپنے مالک کے مال پر نگہبان ہے، وہ اس سے اس کے بارے میں سوال کیا جائیگا۔ پس تم سب نگہبان ہو اور تم سب سے اپنی رعیت کے بارے میں سوال کیا جاویگا۔

اور اسی کو واضح طور پر اس طرح بیان فرمایا ہے

قَالَ الدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰہِ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِاَئِمَّۃِ الْمُسْلِمِیْنَ وَعَامَّتِھِمْ ۔

حضور اقدس نے فرمایا دین سراسر نصیحت ہے (صحابہؓ نے، عرض کیا کس کے لیے۔ فرمایا اللہ کے لیے اور اللہ کے رسول کے لیے اور مسلمانوں کے

(مسلم) مقتداؤں کے لیے اور عام مسلمانوں کیلئے

اگر بفرضِ محال مان بھی لیا جائے کہ یہ علماء کا کام ہے تب بھی اس وقت فضاء کا مقتضیٰ یہی ہے کہ ہر شخص اس کام میں لگ جائے اور اعلاءِ کلمۃ اللہ اور حفاظت دین متین کے لیے کمربستہ ہو جائے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ اگر ہم خود اپنے ایمان میں پختہ ہیں تو دوسروں کی گمراہی ہمارے لیے نقصان دہ نہیں جیسا کہ اس آیت شریفہ کا مفہوم ہے۔

یَاأَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ أَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اھْتَدَیْتُمْ ط	اے ایمان والو! اپنی فکر کرو، جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ ہے اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں۔
(مائدہ ۵۔ ع ۱۴)	(بیان القرآن)

لیکن درحقیقت آیت سے یہ مقصود نہیں جو ظاہر میں سمجھا جا رہا ہے اس لیے کہ یہ معنی حکمتِ خداوندیہ اور تعلیماتِ شرعیہ کے بالکل خلاف ہیں۔ شریعتِ اسلامی نے اجتماعی زندگی اور اجتماعی اصلاح اور اجتماعی ترقی کو اصل بتلایا ہے اور امتِ مسلمہ کو بمنزلہ ایک جسم کے قرار دیا ہے کہ اگر ایک عضو میں درد ہو جائے تمام جسم بے چین ہو جاتا ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ بنی نوع انسان خواہ کتنی ہی ترقی کر جائے اور کمال کو پہنچ جائے اس میں ایسے لوگوں کا ہونا بھی ضروری ہے جو سیدھے راستے کو چھوڑ کر گمراہی میں مبتلا ہوں تو آیت میں مومنوں کے لیے تسلی ہے کہ جب تم ہدایت اور صراطِ مستقیم پر قائم ہو تو تم کو ان لوگوں سے مضرت کا اندیشہ نہیں جنہوں نے بھٹک کر سیدھا راستہ چھوڑ دیا۔

نیز اصل ہدایت یہ ہے کہ انسان شریعت محمدیہ کو مع تمام احکام کے قبول کرے اور منجملہ خداوندی احکام کے ایک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ہے۔

ہمارے اس قول کی تائید حضرت ابوبکر صدیق کے ارشاد سے ہوتی ہے

عَنْ اَبِیْ بَکْرِنِ الصِّدِّیْقِ قَالَ اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّکُمْ تَقْرَءُوْنَ هٰذِهِ الْاٰیَةَ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ۔ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ النَّاسَ اِذَا رَاَوُا الْمُنْکَرَ فَلَمْ یُغَیِّرُوْهُ اَوْشَکَ اَنْ یَّعُمَّهُمُ اللّٰهُ بِعِقَابِهٖ۔	حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا۔ اے لوگو! تم یہ آیت یاایھا الذین امنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم پیش کرتے ہو اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ خلافِ شرع کسی چیز کو دیکھیں اور اس میں تغیر نہ کریں تو قریب ہے کہ حق تعالیٰ ان لوگوں کو اپنے عمومی عذاب میں مبتلا فرماوے۔

علمار محققین نے بھی آیت کے یہی معنی لیے ہیں۔ امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں۔

علمار محققین کا صحیح مذہب اس آیت کے معنی میں یہ ہے کہ جب تم اس چیز کو ادا کرو جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے تو تمہارے غیر کی کوتاہی تمہیں مضرت نہ پہنچائے گی جیسا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی اور جب ایسا ہے تو منجملہ ان اشیار کے جن کا حکم دیا گیا امر بالمعروف و نہی عن المنکر ہے پس جب کسی شخص نے اس حکم کو پورا کر دیا اور مخاطب نے اس کی تعمیل نہ کی تو اب ناصح پر کوئی عتاب اور سرزنش نہیں، اس لیے کہ جو کچھ اس کے ذمہ واجب تھا اور وہ امر و نہی ہے اس نے اس کو ادا کر دیا۔ دوسرے کا قبول کرنا اس کے ذمے نہیں۔ واللہ اعلم۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ عوام و خواص، عالم و جاہل ہر شخص اصلاح سے مایوس ہو گیا اور انہیں یقین ہو گیا کہ اب مسلمانوں کی ترقی اور انکا عروج ناممکن اور دشوار ہے جب کسی شخص کے سامنے کوئی اصلاحی نظام پیش کیا جاتا ہے تو جواب یہی ملتا ہے، کہ مسلمانوں کی ترقی اب کیسے ہو سکتی ہے جبکہ ان کے پاس نہ سلطنت و حکومت ہے نہ مال و زر اور نہ سامان حرب اور نہ مرکزی حیثیت، نہ تو قوتِ بازو، اور نہ باہمی اتفاق و اتحاد۔

بالخصوص دیندار طبقہ تو بزعم خود یہ طے کر چکا ہے کہ اب چودھویں صدی ہے زمانہ رسالت کو بعد ہو چکا۔ اب اسلام اور مسلمانوں کا انحطاط ایک لازمی شے ہے پس اس کے لیے جدّ و جہد کرنا عبث اور بیکار ہے۔ یہ صحیح ہے کہ جس قدر مشکوٰۃِ نبوت سے بعد ہوتا جائے گا۔ حقیقی اسلام کی شعاعیں ماند پڑتی جائیں گی۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بقاءِ شریعت اور حفاظت دینِ محمدیؐ کے لیے جدّ و جہد اور سعی نہ کی جائے اس لیے کہ اگر ایسا ہوتا اور ہمارے اسلاف بھی خدانخواستہ یہی سمجھ لیتے آج ہم تک اس دین کے پہنچنے کی کوئی سبیل نہ تھی البتہ جب کہ زمانہ ناموافق ہے تو رفتار زمانہ کو دیکھتے ہوئے زیادہ ہمت اور استقلال کے ساتھ اس کام کو لیکر کھڑے ہونے کی ضرورت ہے

تعجب ہے کہ جو مذہب سراسر عمل اور جدّ و جہد پر مبنی تھا۔ آج اس کے پیرو عمل سے یکسر خالی ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید اور حدیث شریف میں جگہ جگہ عمل اور جہد کا سبق پڑھایا اور بتلایا ہے کہ ایک عبادت گزار تمام رات نفل پڑھنے والا، دن بھر روزہ رکھنے والا، اللہ اللہ کرنے والا ہرگز اس شخص کے برابر نہیں ہو سکتا جو دوسروں کی اصلاح اور ہدایت کی فکر میں بے چین ہو۔

قرآن کریم نے جگہ جگہ جہاد فی سبیل اللہ کی تاکید کی اور مجاہد کی فضیلت اور برتری کو نمایاں کیا۔

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ — برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے

الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرَ أُولِي الضَّرَرِ	گھر میں بیٹھے ہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ
وَالْمُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ	میں اپنے مال و جان سے جہاد کریں اللہ
اللّٰهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ط	تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ بہت زیادہ
فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ	بلند کیا ہے جو اپنے مال و جان سے جہاد
بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى	کرتے ہیں بہ نسبت گھر بیٹھنے والوں کے
الْقَاعِدِيْنَ دَرَجَةً ط	اور سب سے اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا
وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ط	وعدہ کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین
وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ	کو بمقابلہ گھر میں بیٹھنے والوں کے اجرِ
عَلَى الْقَاعِدِيْنَ أَجْرًا عَظِيْمًا ۙ	عظیم دیا ہے یعنی بہت سے درجے جو
دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ط	خدا کی طرف سے ملیں گے اور مغفرت
وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۙ	اور رحمت، اور اللہ بڑی مغفرت اور رحمت
(النساء، ع ۱۳)	والے ہیں۔

اگرچہ آیت میں جہاد سے مراد کفار کے مقابلہ میں سینہ سپر ہونا ہے تاکہ اسلام کا بول بالا ہو اور کفر و شرک مغلوب و مقہور ہو لیکن اگر بد قسمتی سے آج ہم اس سعادتِ عظمیٰ سے محروم ہیں تو اس مقصد کے لیے جس مقصد کے لیے جس قدر جد و جہد ہماری مقدرت اور استطاعت میں ہے۔ اس میں تو ہر گز کوتاہی نہ کرنی چاہیے۔ پھر ہماری یہی معمول حرکت عمل اور جد و جہد ہمیں کشاں کشاں آگے بڑھائے گی۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا یعنی جو لوگ ہمارے دین کے لیے کوشش کرتے ہیں ہم ان کے لیے اپنے راستے کھول دیتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ دینِ محمدی کی بقا اور تحفظ کا حق تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے، لیکن اس کے لیے ہمارا عمل اور سعی مطلوب ہے۔ صحابہ کرام نے اس کے لیے جس قدر انتھک کوشش کی اسی قدر ثمرات بھی مشاہدہ کیے اور غیبی نصرت سے سرفراز ہوئے ہم بھی ان کے نام لیوا ہیں اگر اب بھی ہم ان کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں اور

اعلاء کلمۃ اللہ اور اشاعت اسلام کے لیے کمربستہ ہو جائیں تو یقیناً ہم بھی نصرت خداوندی اور امداد غیبی سے سرفراز ہوں گے اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ یعنی اگر تم خدا کے دین کی مدد کے لیے کھڑے ہو جاؤ گے تو خدا تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جب ہم خود ان باتوں کے پابند نہیں اور اس منصب کے اہل نہیں تو دوسروں کو کس منہ سے نصیحت کریں لیکن یہ نفس کا صریح دھوکہ ہے جب ایک کام کرنے کا ہے اور حق تعالیٰ کی جانب سے ہم اس کے مامور ہیں تو پھر ہمیں اس میں پس و پیش کی گنجائش نہیں۔ ہمیں خدا کا حکم سمجھ کر کام شروع کر دینا چاہیے۔ پھر انشاء اللہ یہی جدوجہد ہماری پختگی، استحکام، اور استقامت کا باعث ہوگی اور اسی طرح کرتے کرتے ایک دن تقرب خداوندی کی سعادت نصیب ہو جائے گی یہ ناممکن اور محال ہے کہ ہم حق تعالیٰ کے کام میں جدوجہد کریں اور وہ رحمٰن و رحیم ہماری طرف نظر کرم نہ فرمائے۔ میرے اس قول کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قُلْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَا نَأْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ حَتّٰى نَعْمَلَ بِهٖ كُلِّهٖ وَلَا نَنْهٰى عَنِ الْمُنْكَرِ حَتّٰى نَجْتَنِبَهٗ كُلَّهٗ فَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ مُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَاِنْ لَّمْ تَعْمَلُوْا بِهٖ كُلِّهٖ وَانْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَاِنْ لَّمْ تَجْتَنِبُوْهُ كُلَّهٗ۔

(رواہ الطبرانی فی الصغیر الاوسط)

حضرت انس سے روایت ہے کہ ہم نے عرض کیا، یارسول اللہ! ہم بھلائیوں کا حکم نہ کریں جب تک خود تمام پر عمل نہ کریں اور برائیوں سے منع نہ کریں جب تک خود تمام برائیوں سے نہ بچیں حضور اقدس نے ارشاد فرمایا: نہیں بلکہ تم بھلی باتوں کا حکم کرو اگرچہ تم خود ان سب کے پابند نہ ہو اور برائیوں سے منع کرو اگرچہ تم خود ان سب سے نہ بچ رہے ہو۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ ہم سمجھ رہے ہیں کہ جگہ جگہ مدارسِ دینیہ کا قائم ہونا، علماء کا وعظ و نصیحت کرنا، خانقاہوں کا آباد ہونا، مذہبی کتابوں کا تصنیف ہونا۔ رسالوں کا جاری ہونا، یہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے شعبے ہیں اور ان کے ذریعہ اس فریضہ کی ادائیگی ہو رہی ہے اس میں شک نہیں کہ ان سب اداروں کا قیام اور بقا بہت ضروری ہے اور ان کی جانب اعتناء اہم امور سے ہے اس لیے کہ دین کی جو کچھ تھوڑی بہت جھلک دکھائی دے رہی ہے وہ انہی اداروں کے مبارک آثار ہیں۔ لیکن پھر بھی اگر غور سے دیکھا جائے تو ہماری موجودہ ضرورت کے لیے یہ ادارے کافی نہیں اور ان پر اکتفاء کرنا ہماری کھلی غلطی ہے اس لیے کہ ان اداروں سے ہم اس وقت منتفع ہو سکتے ہیں جب ہم میں دین کا شوق اور طلب ہو اور مذہب کی وقعت اور عظمت ہو، اب سے پچاس سال پہلے ہم میں طلب اور شوق موجود تھا اور ایمانی جھلک دکھائی دیتی تھی۔ اس لیے ان اداروں کا قیام ہمارے لیے کافی تھا لیکن آج غیر اقوام کی انتھک کوششوں نے ہمارے اسلامی جذبات بالکل فنا کر دیئے اور طلب و رغبت کے بجائے آج ہم مذہب سے متنفر اور بیزار نظر آتے ہیں۔ ایسی حالت میں ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم مستقل کوئی تحریک ایسی شروع کریں جس سے عوام میں دین کے ساتھ تعلق اور شوق و رغبت پیدا ہو اور ان کے سوئے ہوئے جذبات بیدار ہوں، پھر ہم ان اداروں سے ان کی شان کے مطابق منتفع ہو سکتے ہیں ورنہ اسی طرح اگر دین سے بے رغبتی اور بے اعتنائی بڑھتی گئی تو ان اداروں سے انتفاع تو در کنار ان کی بقا بھی دشوار نظر آتی ہے۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ جب ہم اس کام کو لے کر دوسروں کے پاس جاتے ہیں تو وہ بڑی طرح پیش آتے ہیں اور سختی سے جواب دیتے ہیں اور ہماری توہین و تذلیل کرتے۔ لیکن ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ کام انبیاء کرام کی نیابت ہے اور ان مصائب اور مشقتوں میں مبتلا ہونا اس کام کا خاصہ ہے اور یہ سب مصائب و تکالیف بلکہ اس سے بھی زائد انبیاء کرام نے اس راہ میں برداشت کیں، حق تعالیٰ

کا ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ فِیْ شِیَعِ الْاَوَّلِیْنَ ٥ وَمَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ٥ (الحجر ع ۱)

ہم بھیج چکے ہیں رسول تم سے پہلے اگلے لوگوں کے گروہوں میں اور ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا تھا مگر یہ اس کی ہنسی اڑاتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے دعوت حق کی راہ میں جس قدر مجھ کو اذیت اور تکلیف میں مبتلا کیا گیا ہے، کسی نبی اور رسول کو نہیں کیا گیا۔

پس جب سردارِ دو عالم اور ہمارے آقا و مولٰے نے ان مصائب اور مشقتوں کو تحمل اور بردباری کے ساتھ برداشت کیا تو ہم بھی ان کے پیرو ہیں اور انہی کا کام لے کر کھڑے ہوئے ہیں ہمیں بھی ان مصائب سے پریشان نہ ہونا چاہیے، اور تحمل اور بردباری کے ساتھ ان کو برداشت کرنا چاہیے۔

ماسبق سے یہ بات بخوبی معلوم ہوگئی کہ ہمارا اصل مرض روح اسلامی اور حقیقتِ ایمانی کا ضعف اور اضمحلال ہے ہمارے اسلامی جذبات فنا ہو چکے ہماری ایمانی قوت زائل ہو چکی اور جب اصل شے میں انحطاط آگیا تو اس کے ساتھ جتنی خوبیاں اور بھلائیاں وابستہ تھیں ان کا انحطاط پذیر ہونا بھی لابدی اور ضروری تھا اس ضعف اور انحطاط کا سبب اس اصل شے کا چھوڑ دینا ہے جس پر تمام دین کی بقا اور دار و مدار ہے اور وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک اس کے افراد خوبیوں اور کمالات سے آراستہ نہ ہوں۔

پس ہمارا علاج صرف یہ ہے کہ ہم فریضہ تبلیغ کو اس طرح لے کر کھڑے ہوں جس سے ہم میں قوت ایمانی بڑھے اور اسلامی جذبات ابھریں۔ ہم خدا اور رسول کو پہچانیں اور احکام خداوندی کے سامنے سرنگوں ہوں اور اس کیلئے ہمیں وہی طریقہ اختیار کرنا ہوگا جو سید الانبیاء والمرسلین نے مشرکین عرب کی اصلاح کے

پلئے اختیار فرمایا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ط	بے شک تمہارے لیے رسول اللہؐ میں اچھی پیروی ہے۔

اسی کی جانب امام مالک رضی اللہ عنہ اشارہ فرماتے ہیں لَنْ يُّصْلِحَ اٰخِرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا مَا اَصْلَحَ اَوَّلَهَا یعنی اس امّت محمدیہ کے آخر میں آنے والے لوگوں کی ہرگز اصلاح نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہی طریقہ اختیار نہ کیا جائے جس نے ابتدا میں اصلاح کی ہے۔

جس وقت نبی کریمؐ دعوتِ حق لے کر کھڑے ہوئے، آپ تنہا تھے، کوئی آپؐ کا ساتھی اور ہم خیال نہ تھا، کوئی دنیوی طاقت آپ کو حاصل نہ تھی، آپؐ کی قوم میں خودسری اور خودرائی انتہا درجہ کو پہنچی ہوئی تھی، ان میں سے کوئی حق بات سننے اور اطاعت کرنے پر آمادہ نہ تھا۔ بالخصوص جس کلمۂ حق کی آپ تبلیغ کرنے کھڑے ہوئے تھے اس سے تمام قوم کے قلوب متنفر اور بیزار تھے، ان حالات میں کون سی طاقت تھی جس سے ایک مفلس و نادار اور بے یار و مددگار انسان نے تمام قوم کو اپنی طرف کھینچا، اب غور کیجئے کہ وہ آخر کیا چیز تھی جس کی طرف آپ نے مخلوق کو بلایا اور جس شخص نے اس چیز کو پا لیا وہ پھر ہمیشہ کے لیے آپؐ کا ہو رہا، دُنیا جانتی ہے کہ وہ صرف ایک سبق تھا، جو آپ کا مطمحِ نظر اور مقصودِ اصلی تھا جس کو آپ نے لوگوں کے سامنے پیش کیا۔

اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ط (آل عمران ع ۷)	بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی دوسرے کو رب نہ قرار دے، خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر۔

اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سوا ہر شے کی عبادت اور اطاعت اور فرمانبرداری کی ممانعت کی اور اغیار کے تمام بندھنوں اور علاقوں کو توڑ کر ایک نظامِ عمل مقرر

کر دیا اور بتلا دیا کہ اس سے ہٹ کر کسی دوسری طرف رُخ نہ کرنا۔

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ ط (اعراف ع ۱)

تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے آئی ہے، اور خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں کا اتباع مت کرو۔

یہی وہ اصل تعلیم تھی جس کی اشاعت کا آپ کو حکم دیا گیا۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ط اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِہٖ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْنَ o (نحل ع ۱۶)

اے محمدؐ! بلاؤ لوگوں کو اپنے ربّ کے راستے کی طرف حکمت اور نیک نصیحت سے اور ان کے ساتھ بحث کرو جس طرح بہتر ہو، بلیشک تمہارا ربّ ہی خوب جانتا ہے اس شخص کو جو گمراہ ہو، اس کی راہ سے وہی خوب جانتا ہے راہ چلنے والوں کو۔

اور یہی وہ شاہراہ تھی جو آپؐ اور آپؐ کے ہر پیرو کے لیے مقرّر کی گئی۔

قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ ط وَسُبْحَانَ اللّٰہِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ o (یوسف ع ۱۲)

کہہ دو یہ ہے میرا راستہ، بلاتا ہوں، اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر، میں اور جتنے میرے تابع ہیں وہ بھی، اور اللہ پاک ہے، اور میں شریک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (حم سجدہ - ع ۴)

اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو خدا کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

پس اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی مخلوق کو بلانا، بھٹکے ہوؤں کو راہ حق دکھلانا، گمراہوں کو ہدایت کا راستہ دکھلانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وظیفۂ حیات اور آپ کا مقصدِ اصلی تھا اور اسی مقصد کی نشو و نما اور آبیاری کے لیے ہزاروں نبی اور رسول بھیجے گئے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝ (الانبیاء ع ۲)

اور ہم نے نہیں بھیجا تم سے پہلے کوئی رسول مگر اس کی جانب یہی وحی بھیجتے تھے کہ کوئی معبود نہیں بجز میرے، پس میری بندگی کرو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیّبہ اور دیگر انبیاء کرام کے مقدس لمحاتِ زندگی پر جب نظر ڈالی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ سب کا مقصد اور نصب العین صرف ایک ہے، اور وہ اللہ رب العالمین وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ذات و صفات کا یقین کرنا یہی ایمان اور اسلام کا مفہوم ہے اور اسی لیے انسان کو دُنیا میں بھیجا گیا، وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ یعنی ہم نے جنات اور انسان کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ بندہ بن کر زندگی بسر کریں۔

اب جبکہ مقصدِ زندگی واضح ہو گیا اور اصل مرض اور اس کے معالجہ کی نوعیت معلوم ہو گئی تو طریقِ علاج کی تجویز میں زیادہ دشواری پیش نہ آئے گی اور اس نظریئے کے ماتحت جو بھی علاج کا طریقہ اختیار کیا جائے گا انشاء اللہ نافع اور سُود مند ہو گا۔

ہم نے اپنی نارسا فہم کے مطابق مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے ایک نظامِ عمل تجویز کیا ہے جس کو فی الحقیقت اسلامی زندگی یا اسلاف کی زندگی کا نمونہ کہا جا سکتا ہے جس کا اجمالی نقشہ آپ کی خدمت میں پیش ہے۔

سب سے اہم اور پہلی چیز یہ ہے کہ ہر مسلمان تمام اغراض و مقاصدِ دنیوی سے قطع نظر کر کے اعلاءِ کلمۃ اللہ اور اشاعتِ اسلام اور احکامِ خداوندی کے رواج اور سربسزی کو اپنا نصب العین بنا لے اور اس بات کا پختہ عہد کرے کہ حق تعالیٰ کے

ہر حکم کو مانوں گا اور اس پر عمل کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔ اور کبھی خداوند کریم کی نافرمانی نہ کروں گا، اور اس نصب العین کی تکمیل کے لیے اس دستور العمل پر کاربند ہو

۱۔ کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا صحت الفاظ کے ساتھ یاد کرنا اور اسکے معنی و مفہوم کو سمجھنا اور ذہن نشین کرنیکی کوشش کرنا اور اپنی زندگی کو اسکے موافق بنانیکی فکر کرنا

۲۔ نماز کا پابند ہونا، اس کے آداب و شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرنا اور ہر رکن میں خداوند کریم کی عظمت و بزرگی اور اپنی بندگی اور بیچارگی کا دھیان کرنا غرض اس کوشش میں لگے رہنا کہ نماز اس طرح ادا ہو جو اس رب العزت کی بارگاہ میں حاضری کے شایان شان ہو۔ ایسی نماز کی کوشش کرتا رہے اور حق تعالیٰ سے اس کی توفیق طلب کرے اگر نماز کا طریقہ معلوم نہ ہو تو اس کو سیکھے اور نماز میں پڑھنے کی تمام چیزوں کو یاد کرے۔

۳۔ قرآن کریم کے ساتھ وابستگی اور دل بستگی پیدا کرنا جس کے دو طریقے ہیں:۔

(الف) کچھ وقت روزانہ ادب و احترام کے ساتھ معنی و مفہوم کا دھیان کرتے ہوئے تلاوت کرنا اگر عالم نہ ہو اور معنی و مفہوم کو سمجھنے سے قاصر ہو تب بھی بغیر معنی سمجھے کلام ربانی کی تلاوت کرے اور سمجھے کہ میری فلاح و بہبود اسی میں مضمر ہے محض الفاظ کا پڑھنا بھی سعادت عظمیٰ ہے اور موجب خیر و برکت ہے اور اگر الفاظ بھی نہیں پڑھ سکتا تو تھوڑا وقت روزانہ قرآن مجید کی تعلیم میں صرف کرنا۔

(ب) اپنے بچوں اور اپنے محلہ اور گاؤں کے لڑکوں اور لڑکیوں کی قرآن مجید اور مذہبی تعلیم کی فکر کرنا اور ہر کام پر اس کو مقدم رکھنا

۴۔ کچھ وقت یاد الٰہی اور ذکر و فکر میں گذارنا، پڑھنے کے لیے کوئی چیز کسی شیخ طریقت تبع سنت سے دریافت کرے ورنہ کلمہ سوم سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اور درود و استغفار کی ایک ایک تسبیح صبح اور شام معنی کا دھیان کرتے ہوئے جی لگا کر اور اطمینان قلب کے ساتھ پڑھے، حدیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

۵۔ ہر مسلمان کو اپنا بھائی سمجھنا اس کے ساتھ ہمدردی اور غمگساری کا برتاؤ کرنا صفت

اسلام کی وجہ سے اس کا ادب واحترام کرنا، ایسی باتوں سے بچنا جو کسی مسلمان بھائی کی تکلیف واذیت کا باعث ہوں۔

ان باتوں کا خود بھی پابند بنے اور کوشش کرے کہ ہر مسلمان ان کا پابند بن جائے جس کا طریقہ یہ ہے کہ خود بھی اپنا کچھ وقت دین کی خدمت کے لیے فارغ کرے اور دوسروں کو بھی ترغیب دے کر دین کی خدمت اور اشاعتِ اسلام کے لیے آمادہ کرے۔

جس دین کی اشاعت کے لیے انبیاء کرام نے مشقتیں برداشت کیں، طرح طرح کے مصائب میں مبتلا ہوئے۔ صحابۂ کرام اور ہمارے اسلاف نے اپنی عمروں کو اس میں صرف کیا اور اس کی خاطر راہِ خدا میں اپنی جانوں کو قربان کیا۔ اس دین کی ترویج اور بقاء کے لیے تھوڑا وقت نہ نکالنا بڑی بد نصیبی اور خسران ہے اور یہی وہ اہم فریضہ ہے جس کو چھوڑ دینے کی وجہ سے آج ہم تباہ وبرباد ہو رہے ہیں

پہلے مسلمان ہونے کا مفہوم یہ سمجھا جاتا تھا، کہ اپنا جان ومال، عزت وآبرو، اشاعتِ اسلام اور اعلاء کلمۃ اللہ کی راہ میں صرف کرے اور جو شخص اس میں کوتاہی کرتا تھا وہ بڑا نادان سمجھا جاتا تھا۔ لیکن افسوس کہ آج ہم مسلمان کہلاتے ہیں، اور دین کی باتوں کو اپنی آنکھوں سے مٹتا ہوا دیکھ رہے ہیں، پھر بھی اس دین کی ترویج اور بقا کے لیے کوشش کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ غرض اعلاء کلمۃ اللہ اور اشاعتِ دینِ متین جو مسلمان کا مقصدِ زندگی اور اصلی کام تھا اور جس کے ساتھ ہماری دونوں جہان کی فلاح وترقی وابستہ تھی اور جس کو چھوڑ کر آج ہم ذلیل وخوار ہو رہے ہیں، اب پھر ہمیں اپنے اصلی مقصد کو اختیار کرنا چاہیے اور اس کام کو اپنا جزوِ زندگی اور حقیقی مشغلہ بنانا چاہیے، تاکہ پھر رحمتِ خداوندی جوش میں آوے اور ہمیں دنیا اور آخرت کی سرخروئی اور شادابی نصیب ہو، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اپنا تمام کاروبار چھوڑ کر بالکل اس کام میں لگ جائے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ جیسا اور دنیوی ضروریات انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں اور ان کو انجام دیا جاتا ہے، اس کام کو بھی ضروری اور اہم سمجھ کر اس کے واسطے وقت نکالا جائے جب چند آدمی اس مقصد

کے لیے تیار ہو جائیں تو ہفتہ میں چند گھنٹے اپنے محلے، اور مہینہ میں تین دن قرب جوار کے مواضعات میں، اور سال میں ایک چلّہ دُور کے مواضعات میں اس کام کو کریں اور کوشش کریں کہ ہر مسلمان امیر ہو یا غریب، تاجر ہو یا ملازم، زمیندار ہو یا کاشتکار عالم ہو یا جاہل، اس کام میں شریک ہو جائے اور ان امور کا پابند بن جائے

کام کرنے کا طریقہ

کم از کم دس آدمیوں کی جماعت تبلیغ کے لیے۔ اوّل اپنے میں سے ایک شخص کو امیر بنا دے اور پھر سب مسجد میں جمع ہوں اور وضو کر کے دو رکعت نفل ادا کریں بشرطیکہ وقت مکروہ نہ ہو، بعد نماز مل کر حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کریں اور نصرت و کامیابی اور تائیدِ خداوندی اور توفیق الٰہی کو طلب کریں اور اپنے ثبات اور استقلال کی دعا مانگیں دعا کے بعد سکون و وقار کے ساتھ آہستہ آہستہ حق تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے روانہ ہوں اور فضول بات نہ کریں۔ جب اس جگہ پہنچیں جہاں تبلیغ کرنی ہے، تو پھر سب مل کر حق تعالیٰ سے دعا مانگیں اور تمام محلہ یا گاؤں میں گشت کر کے لوگوں کو جمع کریں۔ اول ان کو نماز پڑھوائیں اور پھر ان امور کی پابندی کا عہد لیں اور اس طریقہ پر کام کرنے کے لیے آمادہ کریں اور ان لوگوں کے ہمراہ گھروں کے دروازوں پر جا کر عورتوں سے بھی نماز پڑھوائیں اور ان کی پابندی کی تاکید کریں

جو لوگ اس کام کو کرنے کے لیے تیار ہو جائیں ان کی ایک جماعت بنادی جائے اور ان میں سے ایک شخص کو ان کا امیر مقرر کر دیا جائے اور اپنی نگرانی میں ان سے کام شروع کرا دیا جائے اور پھر ان کے کام کی نگرانی کی جائے۔ ہر تبلیغ کرنے والے کو چاہیے کہ اپنے امیر کی اطاعت کرے اور امیر کو چاہیے کہ اپنے ساتھیوں کی خدمت گذاری اور راحت رسانی، ہمت افزائی اور ہمدردی میں کمی نہ کرے اور قابلِ مشورہ باتوں میں سب سے مشورہ لے کر اس کے موافق عمل کرے۔

تبلیغ کے آداب

یہ کام حق تعالیٰ کی ایک اہم عبادت اور سعادتِ عظمیٰ ہے اور انبیاء کرام کی نیابت ہے۔ کام جسقدر بڑا ہوتا ہے اسی قدر آداب کو چاہتا ہے۔ اس کام سے مقصد دوسروں کی ہدایت نہیں بلکہ خود اپنی اصلاح اور عبدیت کا اظہار اور حکم خداوندی کی بجا آوری اور حق تعالیٰ کی رضا جوئی ہے پس چاہیے کہ امورِ مندرجہ کو اچھی طرح ذہن نشین کرے اور ان کی پابندی کرے۔

۱۔ اپنا تمام خرچ کھانے پینے، کرایہ وغیرہ کا حتی الوسع خود برداشت کرے اور اگر گنجائش اور وسعت ہو تو اپنے نادار ساتھیوں پر بھی خرچ کرے۔

۲۔ اپنے ساتھیوں اور اس مقدس کام کے کرنے والوں کی خدمت گذاری اور ہمت افزائی کو اپنی سعادت سمجھے اور ان کے ادب و احترام میں کمی نہ کرے۔

۳۔ عام مسلمانوں کے ساتھ نہایت تواضع اور انکساری کا برتاؤ رکھے، بات کرنے میں نرم لہجہ اور خوشامد کا پہلو اختیار کرے۔ کسی مسلمان کو حقارت اور نفرت کی نظر سے نہ دیکھے۔ بالخصوص علماء دین کی عزت و عظمت میں کوتاہی نہ کرے۔ جس طرح ہم پر قرآن و حدیث کی عزت و عظمت، ادب و احترام واجب اور ضروری ہے۔ اسی طرح ان مقدس ہستیوں کی عزت و عظمت، ادب و احترام بھی ضروری ہے جن کو خدا تعالیٰ نے اپنی اس نعمتِ عظمےٰ سے سرفراز فرمایا۔ علماء حق کی توہین دین کی توہین کے مترادف ہے جو خدا کے غیظ و غضب کا موجب ہے۔

۴۔ فرصت کے خالی وقتوں کو بجائے جھوٹ، غیبت، لڑائی، فساد، کھیل تماشے کے مذہبی کتابوں کے پڑھنے اور مذہب کے پابند لوگوں کے پاس بیٹھنے میں گذارے جس سے خدا اور رسول کی باتیں معلوم ہوں، خصوصاً ایامِ تبلیغ میں فضول باتوں اور فضول کاموں سے بچے اور اپنے فارغ اوقات کو یادِ الٰہی اور ذکر و فکر اور درود و استغفار اور تعلیم و تعلم میں گذارے۔

۵ - جائز طریقوں سے حلال روزی حاصل کرے اور کفایت شعاری کے ساتھ اس کو خرچ کرے اور اپنے اہل وعیال اور دیگر اقربا کے شرعی حقوق کو ادا کرے۔

۶ - کسی نزاعی مسئلہ اور فروعی بات کو نہ چھیڑے بلکہ صرف اصل توحید کی طرف دعوت دے اور ارکانِ اسلام کی تبلیغ کرے۔

۷ - اپنے تمام افعال واقوال کو خلوصِ نیت کے ساتھ مزین اور آراستہ کرے کہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا عمل بھی موجبِ خیر وبرکت اور باعثِ ثمراتِ حسنہ ہوتا ہے اور بغیر اخلاص کے نہ دنیا میں ہی کوئی ثمرہ نکلتا ہے نہ آخرت میں اجر وثواب ملتا ہے۔ حضرت معاذؓ کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو انہوں نے درخواست کی کہ مجھے نصیحت کیجئے حضور اقدس نے ارشاد فرمایا کہ دین کے کاموں میں اخلاص کا اہتمام رکھنا کہ اخلاص کے ساتھ (تھوڑا) عمل بھی کافی ہے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد ہے کہ "حق تعالیٰ شانہٗ اعمال میں سے صرف اسی عمل کو قبول فرماتے ہیں جو خالص انہیں کے لیے کیا گیا ہو"۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ "حق تعالیٰ شانہٗ تمہاری صورتوں اور تمہارے مال کو نہیں دیکھتے۔ بلکہ تمہارے قلوب اور تمہارے اعمال کو دیکھتے ہیں"۔ پس سب سے اہم اور اصل شے یہ ہے کہ اس کام کو خلوص کے ساتھ کیا جائے، ریا ونمود کو اس میں دخل نہ ہو۔ جس قدر اخلاص ہوگا اسی قدر کام میں ترقی اور سرسبزی ہوگی۔ اس دستور العمل کا مختصر خاکہ آپ کے سامنے آگیا اور اس کی ضرورت اور اہمیت پر بھی کافی روشنی پڑ گئی۔ لیکن دیکھنا یہ ہے کہ موجودہ کش مکش اور اضطراب وبے چینی میں یہ طریقِ کار کس حد تک ہماری رہبری کر سکتا ہے؟ اور کہاں تک ہماری مشکلات کو دور کر سکتا ہے؟ اس کے لیے پھر ہمیں قرآن کریم کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ قرآن کریم نے ہماری اس جدوجہد کو ایک سودمند تجارت سے تعبیر کیا ہے، اور اس کی جانب اس طرح رغبت دلائی ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِیْكُمْ	اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے

مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ۙ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ۙ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

بچائے۔ تم لوگ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں تم اپنے مال و جان سے جہاد کرو، یہ تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو، اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا، اور تم کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور عمدہ مکانوں میں جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں ہوں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے اور ایک اور بھی ہے، کہ تم اس کو پسند کرتے ہو، اللہ کی طرف سے مدد اور جلد فتحیابی، اور آپ مومنین کو بشارت دے دیجئے۔

(صف - ع ۲)

اس آیت میں ایک تجارت کا تذکرہ ہے جس کا پہلا ثمرہ یہ ہے کہ وہ عذاب الیم سے نجات دلانے والی ہے، وہ تجارت یہ ہے کہ ہم خدا اور اس کے رسول پر ایمان لاویں اور خدا کی راہ میں اپنے جان و مال کے ساتھ جہاد کریں۔ یہ وہ کام ہے جو ہمارے لیے سراسر خیر ہے، اگر ہم میں کچھ بھی عقل و فہم ہو، اس معمولی کام پر ہمیں کیا منافع ملے گا، ہماری تمام لغزشوں اور کوتاہیوں کو ایک دم معاف کر دیا جائے گا اور آخرت میں بڑی بڑی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا۔ یہی بہت بڑی کامیابی اور سرفرازی ہے مگر اس پر بس نہیں بلکہ ہماری چاہتی چیز بھی ہمیں دے دی جائے گی اور وہ دنیا کی سرسبزی اور نصرت و کامیابی اور دشمنوں پر غلبہ و حکمرانی ہے۔

حق تعالیٰ نے ہم سے دو چیزوں کا مطالبہ کیا۔ اوّل یہ کہ ہم خدا اور اس کے رسول

پر ایمان لاویں، دُوسرے یہ کہ اپنے جان، مال سے خدا کی راہ میں جہاد کریں اور اس کے بدلے میں دو چیزوں کی ہم سے ضمانت کی، آخرت میں جنّت اور ابدی چین اور راحت اور دنیا میں نصرت و کامیابی۔ پہلی چیز جو ہم سے مطلوب ہے وہ ایمان ہے۔ ظاہر ہے کہ ہمارے اس طریق کا منشا بھی یہی ہے کہ ہمیں حقیقی ایمان کی دولت نصیب ہو، دوسری چیز جو ہم سے مطلوب ہے وہ جہاد ہے، جہاد کی اصل اگرچہ کفّار کے ساتھ جنگ اور مقابلہ ہے مگر درحقیقت جہاد کا منشا بھی اعلاء کلمۃ اللہ اور احکامِ خداوندی کا نفاذ اور اجرا ہے اور یہی ہماری تحریک کا مقصدِ اصلی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ جیسا کہ مرنے کے بعد کی زندگی کا خوشگوار ہونا اور جنّت کی نعمتوں سے سرفراز ہونا، خدا اور رسول پر ایمان لانے اور اس کی راہ میں جدّوجہد کرنے پر موقوف ہے۔ ایسا ہی دنیاوی زندگی کی خوشگواری اور دنیا کی نعمتوں سے منتفع ہونا بھی اس پر موقوف ہے کہ ہم خدا اور رسول پر ایمان لاویں اور اپنی تمام جدوجہد کو اس کی راہ میں صرف کریں۔

اور جب ہم اس کام کو انجام دیں گے یعنی خدا اور رسول پر ایمان لے آویں گے اور اس کی راہ میں جدوجہد کر کے اپنے آپ کو اعمالِ صالحہ سے آراستہ کرلیں گے تو پھر ہم رُوئے زمین کی بادشاہت اور خلافت کے مستحق ہوجائیں گے اور سلطنت و حکومت ہمیں دے دی جائے گی۔

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۪ وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَ لَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا ؕ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ

تم میں جو لوگ ایمان لاویں اور نیک عمل کریں ان سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے گا۔ جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی اور جس دین کو ان کے لیے پسند کیا ہے اس کو ان کے لیے قوت دے گا اور ان کے اس خوف کے بعد اس کو امن

لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا ط (نور۔ع ۷) — سے بدل دے گا بشرطیکہ میری بندگی کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔

اس آیت میں تمام اُمت سے وعدہ ہے ایمان وعملِ صالح پر حکومت دینے کا جس کا ظہور عہدِ نبوی سے شروع ہو کر خلافتِ راشدہ تک متصلاً ممتد رہا، چنانچہ جزیرۂ عرب آپ کے زمانے میں اور دیگر ممالک زمانۂ خلفاء راشدین میں فتح ہو گئے اور بعد میں بھی وقتاً فوقتاً گو اتصال نہ ہو، دوسرے صُلحاء ملوک وخلفاء کے حق میں اس وعدہ کا ظہور ہوتا رہا اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا جیسا کہ دوسری آیت میں ہے: اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغَالِبُوْنَ ہ وَنَحْوَہٗ (بیان القرآن)

پس معلوم ہوا کہ اِس دنیا میں چین و راحت اور اطمینان و سکون اور عزت و آبرو کی زندگی بسر کرنے کی اِس کے علاوہ کوئی صورت نہیں کہ ہم اِس طریق پر مضبوطی کے ساتھ کاربند ہوں اور اپنی اجتماعی اور انفرادی ہر قسم کی قوت اس مقصد کی تکمیل کے لیے وقف کریں۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ — تم سب دین کو مضبوط پکڑو اور ٹکڑے ٹکڑے مت بنو۔

یہ ایک مختصر "نظامِ عمل" ہے جو درحقیقت اِسلامی زندگی اور اسلاف کی زندگی کا نمونہ ہے۔

ملک میوات میں ایک عرصہ سے اس طرز پر کام کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور اس ناتمام کوشش کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ قوم روز بروز ترقی کرتی جارہی ہے۔ اس کام کے علاوہ برکات وثمرات اس قوم میں مشاہدہ کیے گئے جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر تمام مسلمان اجتماعی طور پر اس طریق زندگی کو اختیار کرلیں، تو حق تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ ان کی تمام مصائب اور مشکلات دور ہو جائیں گی اور وہ عزت وآبرو اور اطمینان وسکون کی زندگی پالیں گے اور اپنے کھوئے ہوئے دبدبے اور وقار کو

پھر حاصل کرلیں گے۔ وَ لِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَ لِرَسُوْلِہٖ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ۔

ہر چند کہ میں نے اپنے مقصد کو سلجھانے کی کوشش کی لیکن یہ چند تجاویز کا مجموعہ نہیں، بلکہ ایک عملی نظام کا خاکہ ہے جس کو اللہ کا ایک برگزیدہ بندہ (سیّدی و مولائی مخدومی و مخدوم العالم حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ) لے کر کھڑا ہوا اور اپنی زندگی کو اس مقدس کام کے لیے وقف کیا۔ اس لیے آپ کے لیے ضروری ہے کہ آپ ان بے ربط سطور کے پڑھنے اور سمجھنے پر ہرگز اکتفا نہ کریں، بلکہ اس کام کو سیکھیں اور اس نظام کا عملی نمونہ دیکھ کر اس سے سبق حاصل کریں اور اپنی زندگی کو اس سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ اسی جانب متوجہ کرنا میرا مقصود ہے اور بس۔

میری قسمت سے الٰہی پائیں یہ رنگ قبول
پھول کچھ میں نے چنے ہیں انکے دامن کیلیے

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ط

خاکپائے بزرگان دین

محمد احتشام الحسن

مدرسۂ کاشف العلوم بستی نظام الدین اولیا

دھلی

خواجہ محمد اسلام
ادارۂ اشاعت دینیات
انار کلی ○ لاہور ○ پاکستان
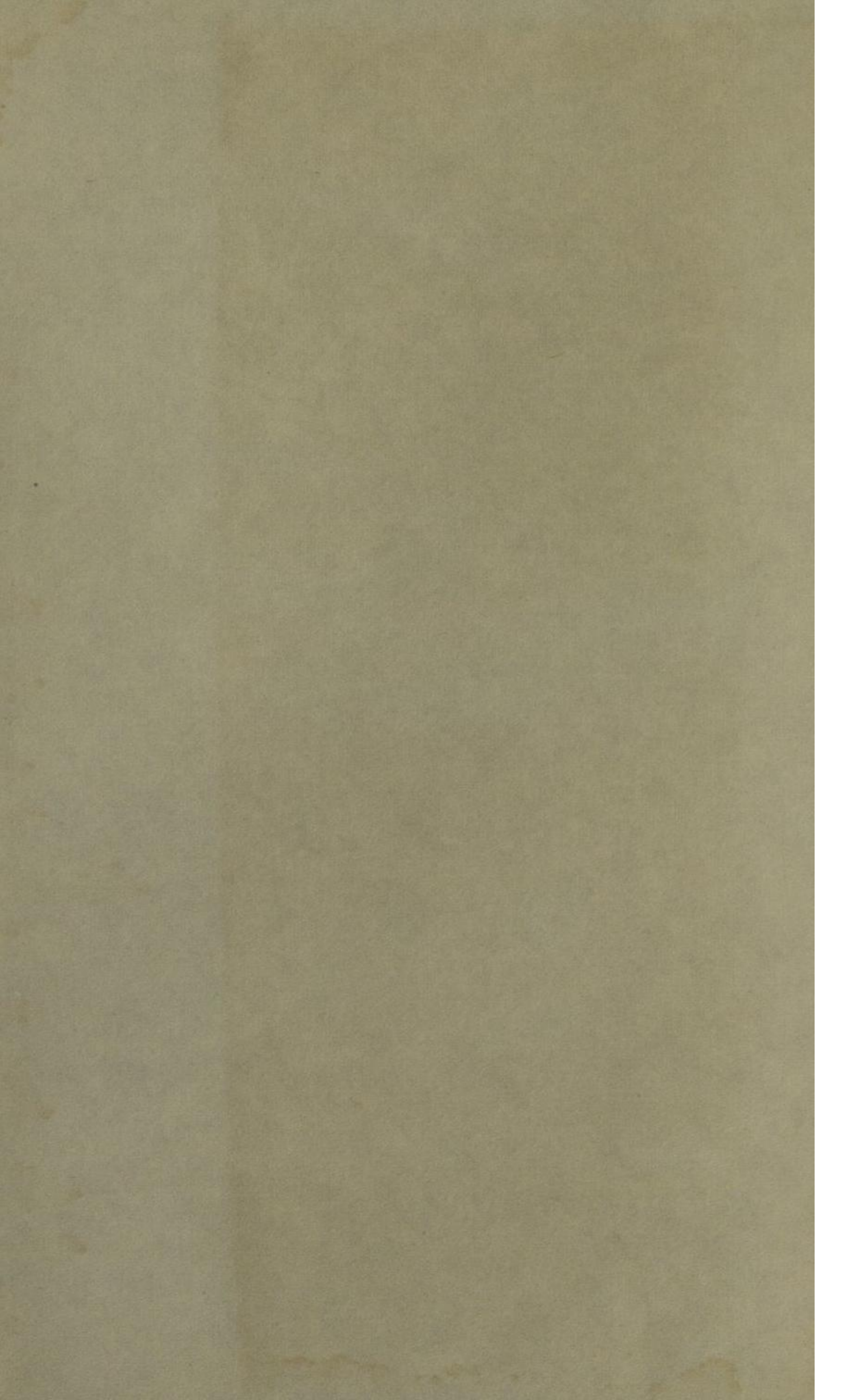
نیکوں کی روح پرور زندگی سے رشوت خوروں، سود خوروں، شرابیوں اور

زانیوں کے خوفناک انجام سے باخبر ہونے کے لیے عبرت آموز کتاب

موت کا منظر

مع

مرنے کے بعد کیا ہوگا؟

اردو ۱۵/- عربی ۳۰/- فارسی ۹۰/- انگلش ۵۰/- ایڈیشن

مؤلف خواجہ محمد اسلام کی دیگر مقبول عام کتابیں

۱۔ جنت کا منظر ۳۰ روپے ۲۔ محبوب کے حسن و جمال کا منظر ۳۰ روپے

۳۔ حسن پرستوں کے انجام کا منظر ۱۸ روپے ۴۔ محبوب خدا کی دعائیں ۳ روپے

THE SPECTACLE OF DEATH

INCLUDING

GLIMPSES OF LIFE BEYOND THE GRAVE

BY

KHAWAJA MUHAMMAD ISLAM

خواجہ محمد اسلام ادارہ اشاعتِ دینیات انارکلی لاہور پاکستان